اصح السیر

مؤلف

حضرت مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف قادری داناپوری

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

Scanned by CamScanner

جدید حاشیہ کے ساتھ مطبوعہ محفوظ ہیں

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الانبیاء والمرسلین

کتاب مستطاب

اصح السیر

فی ھدی

خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی

سوانح اقدس جناب سرور عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جس میں مقدمہ سیرت مع تاریخ عرب قبل البعثت مختصر مگر نہایت جامع ہے پھر سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از ولادت تا وفات انساب کا حال مکمل کتاب المغازی مکمل کتاب الاموال۔ کتاب الوفود حضور کے قاصد و مکاتیب حجۃ الوداع کا مفصل حال۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور بے شمار معلومات کا ذخیرہ ہے۔ بہت سے اہم معرکۃ الآرا مسائل پر عالمانہ بحث ہے اور یہ سب چیزیں اصح ترین روایات سے ماخوذ ہیں

بحاشیہ قدیمہ وجدیدہ ومفیدہ

تالیف:۔ حضرت مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف صاحب قادری دانا پوری

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عامۃ اسباق بخصوصات

خدا کا کس طرح شکر ادا کروں۔ اور کس منہ سے اس انعام کا کہ بغیر نہیں ذکر کروں کہ آج جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک حصہ پیش کرنے کے لائق ہوا۔ یہ میری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ۔ اور میری عاقبت کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے اور خداوند عالم اگر قبول فرمائے تو میری نجات کا سب سے بڑا ذریعہ ہوگا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اس تصنیف میں کہاں تک صحت ہوئی ہے کہ حدیث و دست کے سوا دنیا میں ہر اشخاص ہی کیا تھا۔ نہ معلوم کتنی راتیں جاگی گئیں۔ کتنے دفتر کھنگالے گئے کتنے اوراق الٹے گئے لیکن اس تمام تحقیق و تفتیش کا مطلب صرف ایک خاکہ ہے کہ حضور کی تعلیم و طریقہ کا صحیح حال معلوم ہو۔ نظام حضور کی سیرت پر کوئی کتاب لکھنی زیادہ مشکل کام نہیں ہے اسلئے کہ بے شمار کتابیں سیرت اور مغازی پر لکھی جا چکی ہیں۔ احادیث کے متون و شروح حضور ہی کے حالات سے بھری ہیں کو پیش نظر رکھکر تھوڑے دنوں میں ایک سیرت بآسانی مرتب کیجا سکتی ہے۔ حضور کے چھوٹے بڑے سب حالات ان کتابوں موجود ہیں۔ لیکن باوجود اس کے اب بھی یہ بہت مشکل کام ہے۔ اور کثرت تصنیف ہی کثرت اختلاف کا باعث ہے جس کی وجہ سے حقائق کی تلاش ہر ناظر کی نظر نہیں کر سکتا ہے دوسرا نہیں۔

یہ رسول اللہ کی سیرت ہے۔ آپ کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک فعل اسلام کے لئے جنت ہے۔ روایات کے الفاظ اور مغازی کے اوقات تک واجب ہیں گنے ہیں۔ اس لئے ہر ہر حرف پر ہر ہر لفظ۔ اور ہر ہر روایت کو بڑی جانچ اور بڑی احتیاط سے لکھنے کی ضرورت ہے۔ اتنی کثیر تصنیفات کے باوجود مغازی کی ترتیب اور اس کی تکمیل اسقدر مشکل ہے اس سے اہل نظر واقف ہیں۔ جو ترتیب مغازی کی ہے اس کتاب میں رکھی ہے ظاہراً وہ اصح ترین ترتیب ہے اور اسمیں اصح اختلاف کے موقع پر میں نے اس کے وجوہ و دلائل کی طرف اشارات بھی کر دیے ہیں۔ گو طوالت کے خوف سے اکثر تفصیلی بحث سے احتراز کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اہل علم اس کتاب میں کتاب المغازی کو صحیح مکمل۔ اور بہترین ترتیب پائیں گے۔

اردو میں سیرت پر بہتر کتاب صرف ایک ہی اب تک لکھی گئی ہے یعنی مولانا شبلی کی سیرت نبوی مگر انہوں نے مغازی پر جو کچھ لکھا ہے بادل ناخواستہ۔ اس میں جو کچھ خامیاں ہیں اہل علم سے مخفی نہیں ہے خصوصاً غزوۂ بدر کے حالات میں تو انہوں نے غریب و غریب جدت کی ہے۔ تمام واقعات کو پلٹ دیا ہے تمام روایات صحیحہ کو ترک کر دیا ہے۔ قرآن پاک سے غزوہ کے حالات کو مرتب کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور قرآن پاک کے مطالب ایسے لیے ہیں اور اس سے وہ باتیں پیدا کی ہیں جو اب تک کسی سے نہ کی تھی۔ مولانا کی نیت خراب نہ تھی واقعات میں اُلٹ پھیر اور

مطالب میں ردوبدل انہوں نے اس لئے کیا کہ عیسائیوں کا جواب دیا جائے اور بتایا جائے کہ غزوۂ بدر اسلئے نہیں ہوا کہ رسول اللہ قریش کے قافلہ تجارت پر حملہ کی نیت سے گئے تھے بلکہ اس لئے ہوا کہ خود قریش مدینہ پر حملہ کرنے آئے تھے مگر مولانا کی یہ تکلیف بیکار ہے۔ صرف بدر کے واقعات کو بدلنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے محارب قوم کی تجارت کو روکنے کی اجازت دی ہے حضور کا قافلہ کی کثرت سے اس کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے اور دنیا کی تمام مہذب قوموں کا اس پر عمل ہے۔ مستشرقین سے کہنے کہ اسلام کی تعلیم بعض خیالات پر قائم نہیں ہوئی جیسی تم سمجھے ہو۔ اور محارب قوم کے مقابلہ میں بغیر اس عمل کے چارہ نہیں ہے

کتاب الاموال پر فقہا کی تصنیفات تھیں۔ مگر وہ مقصود میں بیشتر صرف احادیث اور فقہ کی مدد سے لکھی گئی ہیں کتاب الاموال مرتب کیا ہے۔ بعض جگہ سیرت کی روایتوں سے مدد لی ہے۔ اور اب یہ بحث بہت سے اہم علومات کا ذخیرہ ہو گئی ہے یہ جینے علما اور طلبا کے خاص توجہ کی ہے۔

ارکان اسلام پر مفصل بحث حصہ دوم کے تعلیمات میں ہوگی۔ مگر اس جلد میں بھی جن جن مقامات سے جن ارکان اسلام کا خاص تعلق ہے وہاں اس کو بیان کر دیا ہے لیکن حجۃ الوداع کو جو ہدایات کی پوری تفصیل کے ساتھ جمع مالہ وما علیہ اسی جلد میں بیان کر دیا ہے۔

جن ضروری فقہی مسائل کا سیرت کے کسی خاص محل پر خاص تعلق تھا ان کو وہاں بتا دیا ہے، اور بعض معرکۃ الآرا فقہی مسئلہ پر بسط جامع مکمل اور مسوط بحث تحصی گئی ہے کہ اہل انصاف کو انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ خاص میں اشتباہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی مثلاً ارا ضی حرم کا بیع ہونا۔ نکاح محرم کی بحث۔ متعہ کی بحث۔ غرۂ عبید اور ضع تحت۔ قنوت نازلہ اور قنوت فجر کی بحث۔ سہو پر سجود۔ خلافت اور امامت کی بحث۔ حجۃ الوداع کے خطبہ پر۔ پردہ شرعی کی بحث۔ ازواج مطہرات کے حالات میں اسی طرح اور مباحث بھی ہیں جنکا حال فہرست سے معلوم ہوگا۔

ارادہ تھا کہ اس کتاب میں صحابہ کرام کے انساب اور آپس کے تعلقات کو بالاستیعاب بتایا جائے مگر میں خیال کو بدلنا پڑا اسلیے کہ کتاب کا بڑا حصہ سیرت کے بجائے صحابہ کے حالات میں ہو جاتا۔ اہم حضور کے اقارب و قرابت۔ اور انکی اولاد۔ اصہات المومنین اور ان کے انساب۔ جلیل صحابہ کے آپس کے رشتہ جنکی تفصیل سے اس کتاب میں ہیں نمایاں ایک جگہ ان کا ملنا ممکن نہیں ہے۔

مشتبہ اسماء بمشکل الفاظ۔ اور مقامات کے نام کا صحیح اعراب بتا دیا ہے۔ اور جہاں ضرورت معلوم ہوئی وہاں معنی کی توضیح بھی کر دی ہے۔

اس کتاب میں جن روایتوں کے متعلق ہیں سکوت کیا ہے۔ وہ روایتیں عموماً طبقات ابن سعد وغیرہ

Scanned by CamScanner

یوسف کے بعد سے لکھی گئی ہیں۔ اس کی دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ ان کتابوں میں اصحاب نقل کی روایتیں ہیں
اصحاب نقل میں سے کسی نے بھی کتاب میں درج کیا ہو۔ الاستیعاب ابن عبد البر۔ شرح مسلم نووی۔ شرح نخبۃ الفکر
ابن حجر۔ شرح بخاری عینی۔ الاصابہ۔ اسد الغابہ۔ شرح مواہب زرقانی۔ شرح بخاری قسطلانی۔
شرح سفر السعادت شاہ عبد الحق صاحب۔ مدارج النبوۃ مشکوٰۃ وغیرہ تمام کتابوں میں اصحاب نقل کی
کتابوں میں سے انہی کو چھوڑ دیا ہے۔ آخر الذکر نے اصحاب نقل کی بعض روایتیں لکھی ہیں۔ اور یہ روایت
طبقات میں ہو یا دونوں گروہوں کے اتفاق میں پھر ان ہی کو لیا ہے جن کو اصحاب نقل اور اصحاب فن دونوں نے
روایتوں میں پھر کیا اتفاق ہوا ہے۔

ابن اسحٰق کی روایتیں بھی مذکورہ بالا کتابوں سے بسند حسن کی روایتوں سے ماخوذ ہیں لیکن بعض کمزور
مغازی سیرۃ ابن ہشام سے بھی لی گئی ہیں بعض جگہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں سے روایت ابن اسحٰق کی بھی ہے
وہ اس کے علاوہ ہے جو ابن ہشام نے ابن اسحٰق کی روایت لکھی ہے جیسا کہ قرۃ اور مراجب کے شمار کی تعداد میں ذکر کیا ہے۔ اب حالت ہر ایک اصحاب نقل کے بیان کو صحیح ہوگی۔ واللہ اعلم

بعد ازاں کتاب میں جن جن روایتوں کا ماخذ لکھا گیا ہے یا تو سیرۃ ابن ہشام سے ماخوذ ہے یا زاد المعاد یا
صحاح ستہ کی کتابوں سے۔ اور آیات کے نزول کا جہاں جہاں ذکر ہے وہ یا تو ابن اسحٰق کی روایت ہے اور
سیرۃ ابن ہشام سے ماخوذ ہے یا تفسیر امام رازی۔ تفسیر معالم التنزیل بغوی۔ تفسیر بیضاوی یا تفسیر
اتقان وغیرہ سے۔

الفاظ کی تعریب میں زیادہ امداد صحاح یا ابن اثیر اور قاموس سے لی گئی ہے لیکن زرقانی شرح
مواہب۔ سہیل الاوطار قاضی شوکانی۔ الاصابہ۔ فتح الباری۔ عینی وغیرہ سے بھی بہت جگہ امداد لی گئی ہے
ان کے علاوہ احادیث کی روایتوں کا ماخذ لازماً التزام روایتوں کے سلسلہ کا کر دیا ہے۔ شاید کہیں کی بعض روایتیں
سلسلہ والا مذکور نہ ہو۔ اس کو عدم اجتہاد کی وجہ سے چھوڑ دی ہو گئی ہو تو ممکن ہے

بہت سے اصحاب کے حالات بہت سے مقامات کی توضیح بہت سے علمی انکشافات کے متعلق ہم بحث اس
کتاب کے حاشیہ میں کی ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے کی فہرست مرتب نہ ہو سکی۔ کتاب کی طباعت میں تاخیر ہوتی گئی اور
طبع کے قبل فہرست مرتب نہیں ہو سکتی تھی۔ اب یہ کام خاصا مشکل ہے اب شاعت میں تاخیر نہیں ہو سکتی۔
اگر خدا وند کریم نے توفیق دی اور حصہ دوم کی طباعت کا جلد موقع ملا تو اس میں دونوں حصے کے حاشیہ کی مکمل
فہرست دی جائے گی۔

عموماً اصحاب سیرت سنین پر کتاب کو تقسیم کرتے ہیں۔ اور ایک ایک سال میں ہر قسم کے واقعات کو جمع کرتے ہیں۔
لیکن ہمیں کثرت واقعات میں اس طریقہ سے دقت ہوئی۔ اور بعض سنین ایسے ہوئے کہ ایک ایک چیز کی تفصیل مختلف

		ذکر ازواج			

فہرست مقدمہ

امام البشر صلی اللہ علیہ وسلم

مضمون	صفحہ
انبیاء کرام کی بعثت	۲
انبیاء کی تعلیم کا ہدایت کی گئی	۲
حضرت محمد ﷺ کی کتاب	۳
قرآن مجید کی صفات	۳
قرآن شریف	۳
قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ	۴
غلط پڑھنا قرآن کا فرض ہونا	۴
کتابت وحی	۴
آیتوں کی ترتیب	۵
سورتوں کی ترتیب	۵
حفاظ اور معلم قرآن	۶
سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۶
اسوۂ قرآن کی تفسیر سنت	۶
حضور کے وقت کے لکھے	
ہوئے احکام	۶
حضرت عمرؓ کا ارادہ تدوین	
سنن کا ورود	۶
خلفاء کا اہتمام	۷
جوامع المسندین حرم	۷

مضمون	صفحہ
صحابہ میں شہاب زہری	۷
رات آنجنابؐ سے تصنیف	
حدیث کی	۸
اشاعت	۸
سیرۃ	۸
اصحاب سیر و اصحاب حدیث	۸
سیار زہری	۸
مغازی کا تحمل احتیاط	۸
رواۃ کے مدارج	۹
اصحاب سیر و اصحاب حدیث	
دو رُخ میں ہیں۔	۱۰
سیرت کی ضروریات	۱۰
مغازی اور اصحاب سیر کا طرز	۱۰
مغازیین کی روایات کا درجہ	۱۱
سیرت کی ضرورت	۱۱
ہم سے عصر کی روایت	۱۱
واقدی کی روایتیں احتیاط	
شنکا اثر۔	۱۱
سیرۃ کا تحریری مواد	۱۱
حضور کے عجائب	۱۱

مضمون	صفحہ
بعض کا تبوری کی اصلیت	۱۲
حدیث کے خطوط	۱۲
صحف صحیفہ ہمام بن منبہ	۱۲
سیرۃ کی تدوین	۱۳
عروہ اور ہری	۱۳
موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق	۱۳
ابن اسحاق پر جرح کا حال	۱۴
واقدی	۱۴
ابن سعد	۱۴
طبقات ابن سعد اور ابن ہشام	
نسخہ یا سند ہے۔	۱۵
اصحاب کتب سیر	۱۶
متاخرین کا قاعدہ	۱۶
اس سیرۃ کی ترتیب	۱۶
مضامین کی تقسیم	۱۷
از ولادت تا ہجرت	۱۷
مدینہ میں نزول کی جگہیں	۱۷
مکہ میں نزول کی جگہیں	۱۷
از ہجرت تا رحلت	۱۸

مضمون	صفحہ
از ہجرت تا وفات	۱۹
درایت اور عقل	۱۸
اوہام کی علمی تعلیم کا اثر	۱۹
عقل کو معیار بنانا	
بت پرستوں کی حجت اور	
مشرکوں کی تعلیم کا اثر	۲۰
جمعیات اور رسوم کے پابند	۲۰
مولانا شبلی کا ایک بیان	۲۰
درایت کے معنی	۲۰
دین قیم کی توضیح	۲۱
کیا جو باتیں عقل سے بالا ہیں	
وہ قابل رد ہیں	۲۱
موضوع حدیثیں بنانے والے	
احمق نہ تھے	۲۲
متعدد صوفیہ	۲۲
نوح ابن مریم	۲۲
عبدالکریم ابن ابی العوجاء	۲۲
اسانید کی اہمیت	۲۳
درایت کا حکم اور مرتبہ	۲۳
عقل کی گمراہی	۲۳
عقل کی صحیح ہدایت	۲۳
لفظ علم اور لفظ تفسیر کا	
عقلی تجزیہ	۲۴

مضمون	صفحہ
تاریخ کی بنیاد تنقید	۲۳
مذہبی فضا	۲۳
ایک عقلی غلط فہمی اور اس کا سد	۲۳
وطنیت کی علت	۲۴
سبب و علل کی تشریح و تعیین	۲۵
قرآن کا حال	۲۵
عقل کی عمارت میں ہتھوڑا	۲۵
کس بات کے لئے جنگ	
ضروری ہے	۲۶
بت پرستی کو کوئی مذہب	۲۶
وطنیت اور نسل تو بہت	
سیار نہیں ہے	۲۶
اعلاء کلمۃ اللہ کا حکم اور فتح	۲۷
توحید کا غلبہ یہود و نصاریٰ	
کیوں نہ تھے	۲۷
نصاریٰ کا اعتراض	۲۸
یہ حرص پر مبنی ہے	۲۸
مسلمانوں پر اس کا اثر	۲۹
کیا یہ صرف واقعہ ہے	۲۹
شرائع و عبادات کے مذاہب کا	
عقل سلیم	۳۰
تفسیر حدیث میں عقل کا	۳۰
تعارض میں کیا ہونا ہے	۳۰
رسول مستقل منبع تشریع	۳۰

مضمون	صفحہ
قدیم عرب	۳۱
قدیم تاریخی معلومات کے ذرائع	۳۱
کتابات و آثار	۳۲
قوم ہود کا حال قرآن پاک میں	۳۲
قوم ثمود کا حال قرآن پاک میں	۳۲
عرب کی تاریخ	۳۳
بنی قحطان	۳۳
سلاطین سبا حمیر و غسان	۳۴
۱۱۵ اس ۱۱۵ سب حضرت	۳۴
حبش کی حکومت یمن پر	۳۵
ابرہہ کا حملہ کعبہ پر	۳۵
سیف ذی یزن نے حبشیوں کو نکالا	۳۵
یمن آزاد ہوا	۳۵
تبصرہ	۳۸
سبا و حمیر	۳۸
سبا کے ذکر کا حال قرآن پاک میں	۳۸
سیل عرم سے غیر معلوم پہاڑ کھل گیا	۳۹
سبا کون تھا	۴۰
سبا کے نوادر نفیس کھنڈرات میں	۴۰
تم کی حکومت حیرہ میں	۴۰
ملوک غسان	۴۲
خلاصہ	۴۳

Scanned by CamScanner

فہرست مضامین اصح السیر فی ہدی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

مضمون	نمبر	مضمون	صفحہ
نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی	
ہجرت و وجہات رسول اللہ		زیر بن حارثہ گود گو	۱۳
صلی اللہ علیہ وسلم	۲	سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳
ہاشم	۳	بنی نجار	۱۵
عبد المطلب بن ہاشم		تعذیب	۲۶
عبد اللہ	۴	آغاز دعوت رسول اللہ صلعم	
آمنہ بنت وہب		اوس کا وفد	۲۷
ولادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم	۵	دعوت کا دوسرا دور	۲۸
دودھ پلانے والیوں کا آنا		قریش کا وفد ابو طالب کے پاس	۲۹
اور رسول صلی اللہ		کفار کا پہلا وفد	
علیہ وسلم	۶	دوسرا وفد	۳۰
رضاعت حلیمہ رضی اللہ عنہا		تیسرا وفد ابو طالب کے	
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۷	کفار کا تیسرا اجتماع	۳۱
کفالت عبد المطلب		کفار کے مظالم	۳۲
سفر شام رسول اللہ صلعم	۸	اشاعت اسلام	۳۳
بحیرا		رسول اللہ صلعم کا اسلام پیش کرنا	۳۵
دوسرا سفر	۹	حضرت حمزہ کا اسلام	۳۶
حلف الفضول		حبشہ کا دوسرا ہجرت	
سے عقد	۱۰	کفار کا سودے مشورہ	۳۸
رسول اللہ صلی اللہ علیہ		استرداد کا مشورہ	۳۹
وسلم کی اولاد	۱۱	قرآن پاک کی کشش	۴۲
خانہ کعبہ	۱۲	وفد حبشہ	۴۲
		ہجرت حبشہ	۴۲
		مراجعت و ہجرت ثانیہ	۴۳
		کفار کا سفارت بھیجنا	۴۵
		مسلمان حبشہ کی مدافعت	۴۷
		کفار کا تیسری سازش	۴۹
		رسول اللہ کا الکافرون	۵۰
		سجدہ کا نازل ہونا مسلمانوں کا	
		ہجرت	۵۲
		حضرت خلیل رضی اللہ عنہ کا	
		اسلام	۵۲
		قصہ غرانیق	
		رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	
		کا نماز میں سجدہ کرنا	۵۳
		قریش کے نمائندوں	۵۴
		آپ کے چچا کا ہم جوار	
		نام الحزن	
		کفار کا حضور صلعم کے پاس آنا	
		رسول اللہ صلعم کا کفار کا منہ	۵۶
		سودا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۵۸
		رسول اللہ صلعم کی تبلیغ میں	
		سعی و کوشش	۵۸
		سفر ہجرت	۵۹

مضمون	نمبر
طلب رزق	۵۹
" تجارت	۶۰
" زراعت	"
۱۳ نبوی میں ہجرت	۶۱
دار الندوہ کا مشورہ	۶۲
ہجرت کا حکم اور ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم	۶۳
عبد اللہ بن ابی صلی اللہ علیہ وسلم	۶۵
قبا	۶۶
مواخات اور تنظیم	"
تعمیر مسجد نبوی	۶۸
حکم جہاد و قتال	۶۹
غزوات	۷۰
بنو قینقاع	۸۱
بنو النضیر	۸۲
بنی قریظہ	۸۳
کفار کے ساتھ معاملہ	۸۶
منافقین	۸۸
یہود مدینہ و قبائل	"
مغازی و سرایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از ۱ھ تا ۳۴ھ	
غزوہ بدر کے پہلے از ۱ھ تا ۲ھ	۹۴
سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ	۸۰
سریہ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ	۸۱
غزوہ ابواء	"
غزوہ بواط	"
غزوہ سفوان یا سفوان	"
غزوہ ذی العشیرہ	۸۲
سریہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	"
غزوہ بدر الاقتال از ۲ھ تا ۹۵	
تیاری	۸۳
روانگی	"
مسلمانوں کا انتظام	۸۵
قریش کا کوچ	"
قریش کی تعداد و عتبہ	"
سریہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ	۸۶
سریہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ	"
مسلمان گھر گیا	"
قریش کی صفیں صفاف	۸۸
مسلمانوں کی صف آرائی و دعا	"
قریش کے پہلے کی خبر	۸۹
لڑائی شروع ہونے سے پہلے	"
جنگ کی شروع	۹۰
تعمیر مسجد قبا و مدینہ کی روانگی	"
مسلمانوں کی مشاورت	"
سر جنگ	۹۰
مشورہ کی رات	۹۱
سریہ بن عبد اللہ	۹۲
عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	"
حضور صلعم کا طوفان	"
ابو جہل کی ہار گیا	۹۳
ابو جہل کا سر	۹۴
مخالفانہ شوشوں سے اجتناب	"
مراجعت	"
صاحب زادہ اور بیٹے کی شہادت	"
مسلمان بدر اللہ عنہ	۹۵
ابو جہل کا قتل	"
غنیمتوں سے سبک	"
بدر و اُحد کے درمیان از ۲ھ تا ۳ھ	۹۶
غزوہ بنی سلیم	۹۹
غزوہ سویق	"
غزوہ ذی امر	"
غزوہ قرقرہ	"
غزوہ بنی قینقاع	۱۰۰
قتل کعب بن اشرف	"
غزوہ اُحد از ۳ھ تا ۱۱۳	
سبب غزوہ اُحد	۱۰۱
قریش کی تیاریں	"

Scanned by CamScanner

مضمون	صفحہ
مکہ میں دار الخلافہ کا قیام	۱۰۲
روانگی	″
انعام	۱۰۳
جنگ کی دھمکی	۱۰۴
قبیلہ خزاعہ کی اسلام	۱۰۵
رسول اللہ صلعم کے قتل کی تجویز	
دورِ اضطراب	۱۰۶
حضرت عثمان کی تشریف آوری	۱۰۷
ابوسفیان کا آنا	″
قریش کا مسلمانوں کو روکنا	۱۰۸
ابوذر رضی اللہ عنہ	″
قرآن کا سماں	″
قریش کی بیتابی	″
قریش کا ان کو بھیجنا	۱۰۹
شہداء کی تجہیز و تکفین	۱۱۰
غسل شہید کا حکم	۱۱۱
کفن شہید کا حکم	″
صفوۃ جنازہ شہید کی بحث	۱۱۲
تدفین	۱۱۳
سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	۱۱۵
سریہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ	″
یوم رجیع	۱۱۶
واقعہ بیر معونہ	۱۱۸
قنوت نازلہ	۱۲۰
قنوت فی الفجر	۱۲۲
غزوۂ بنی النضیر	۱۲۵
غزوۂ ذات الرقاع	″

مضمون	صفحہ
بدر الموعد	۱۲۸
غزوۂ دومۃ الجندل	۱۲۹
بنی المصطلق	
از ۱۳۰ تا ۱۳۱	
غزوۂ بنی المصطلق کب ہوا	۱۳۰
غزوہ بنی المصطلق	۱۳۰
ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۱۳۱
منافقین کی شرارت	۱۳۲
تفک الک	۱۳۳
تیمم کا حکم	۱۴۰
غزوۂ خندق	
از ۱۴۲ تا ۱۵۱	
تاریخ غزوۂ خندق	۱۴۲
غزوۂ احزاب	″
سبب غزوۂ احزاب	″
قبائل کی روانگی	۱۴۳
مدینہ کی حفاظت	۱۴۴
مقام خندق	۱۴۴
مدینہ محفوظ ہو گیا	۱۴۵
احزاب کا قافلہ در قافلہ آنا	″
نعیم بن مسعود کا مکر	″
بنو قریظہ کی بدعہدی اور	۱۴۶
مسلمانوں کا اضطراب	″
منافقین کا خوف	۱۴۸
قحط کی آزمائش	″

مضمون	صفحہ
بنی قریظہ کی سزا کا فیصلہ	۱۴۸
حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ	۱۴۹
مجروح ہونا	۱۵۹
حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا	″
سعد رضی اللہ عنہ اور منافقین کا طوفان	۱۵۱
غزوۂ بنی قریظہ	″
غزوۂ بنی لحیان	۱۵۲
سریہ عکاشہ	۱۵۳
غزوۂ ذی قرد	۱۵۵
بعض سرایا	
از ۱۵۸ تا ۱۶۶	
سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ	۱۵۸
سریہ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ	۱۵۹
سریہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ	۱۶۰
سریہ منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ	″
سریہ مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ	۱۶۱
سریہ منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ	۱۶۲
سریہ عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ	۱۶۳

مضمون	صفحہ
بنو لحیان پر حملہ	۱۶۴
بنو ثعلبہ اور بنو محارب کا حملہ	۱۶۵
غزوۂ ذی امر	″
غزوۂ بنی سلیم	۱۶۶
صلح حدیبیہ	
از ۱۶۶ تا ۱۸۳	
صلح حدیبیہ کب ہوئی	۱۶۶
اصحاب فیل کی تباہی	۱۶۷
ذوالقرنین	″
ابرہہ کی تباہی	۱۶۸
قریش کے محافظ کی خبر	۱۶۹
بعض حجوت	″
قریش کے پاس حضرت عثمان	۱۷۰
حضرت عثمان کا واپس آنا	″
بیعت رضوان	۱۷۱
بیعت کی تفصیل	۱۷۲
سہیل بن عمرو کا آنا	۱۷۳
صلح نامہ لکھا جانا	۱۷۴
قربانی کے جانور	۱۷۵
احرام کھولنا	۱۷۶
فتح مبین	۱۷۷
اس صلح کے فوائد عظیمہ	″
مسلمانوں کا	۱۷۸
اسلام کی اشاعت	۱۷۹
غزوۂ خیبر	
از ۱۸۳ تا ۲۱۶	
تاریخ غزوۂ خیبر	۱۸۳
خیبر کے حالات	۱۸۴
مرحب کا قتل	۱۸۵
حملہ	۱۸۶
فتح قلعہ	″
قلعہ قموص	۱۸۷
قلعہ وطیح	۱۸۸
قلعہ سلالم	″
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دلیری	۱۸۹

مضمون	صفحہ
صلح نامہ کی شرائط	۱۹۳
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا واپس آنا	″
بیعت اور انجام	۱۹۴
قتل کا پھیر	″
بقیہ قلعجات	″
فدک	۱۹۵
فدک کی تاریخی	۱۹۶
خیبر کے اراضی کی تقسیم	″
گھوڑوں کا حصہ	۱۹۸
ان کے تقسیم کا حکم	۱۹۹
ازواج مطہرات کی جائداد	۲۰۰
ازواج مطہرات کا وظیفہ	۲۰۲
خیبر کے قیدیوں کا انجام	″
احکام فقہیہ متعلق خیبر	
از ۲۰۳ تا ۲۰۹	
تحریم	۲۰۳
حکم حائضہ خیبر	″
حقوق	″
قتال شہر حرام	۲۰۵
قتل حربی بعد الاثخان	″
غنائم	″
متعہ کا حکم	۲۰۵
طلاق و ایلاء و ظہار و تحلیل	۲۰۹
عدت	۲۱۱

Scanned by CamScanner

مضمون	صفحہ
بیعت عقبہ انصار	۲۱۲
ہجرت کا انتظام	۲۱۳
تنبیہ	۲۱۴
رسول اللہ کا مدینہ پہنچنا	۰
بعض سرایا از ۲۱۶ تا ۲۲۱	
سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ	۲۱۶
سریہ عبیدہ رضی اللہ عنہ	۰
سریہ سعد رضی اللہ عنہ	۰
سریہ عبداللہ رضی اللہ عنہ	۲۱۷
غزوہ ابواء	۰
سریہ محمد رضی اللہ عنہ	۲۱۸
غزوہ بواط	۰
سریہ عبیدہ رضی اللہ عنہ	۲۱۹
سریہ سعد رضی اللہ عنہ	۰
غزوہ ذوالعشیرہ	۲۲۰
سریہ عبداللہ رضی اللہ عنہ	۲۲۱
غزوۂ بدر از ۲۲۲ تا ۲۳۲	
جنگ بدر کی اور قریش کی تیاری	۲۲۲
رسول اللہ کا عریش میں دعا کرنا	۰
ابوسفیان کا بچ نکلنا	۲۲۳
رسول اللہ کا مشورہ لینا	۰
لڑائی کا شروع ہونا	۲۲۴
لڑائی کا خاتمہ	۲۲۵
مقتولین کا شمار	۲۲۶
قیدیوں کا بھیجا جانا	۲۲۷
مدینہ میں فتح کی خبر	۲۲۸
نکاح محرم کی فقہی بحث از ۲۲۵ تا ۲۳۰	

مضمون	صفحہ
قصہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا از ۲۳۰ تا ۲۳۲	
اسلام خالد بن ولید و عمرو بن العاص از ۲۳۲ تا ۲۳۵	
غزوہ بنو سلیم	۲۳۵ تا ۲۳۸
غزوہ بنو قینقاع	۲۳۸ تا ۲۴۱
سریہ قرطا	۲۴۱ تا ۲۴۳
فتح مکہ از ۲۴۴ تا ۲۵۵	
قریش کی عہد شکنی اور فتح مکہ کا سبب	۲۴۴
حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ	۲۴۶
ابوسفیان کی گرفتاری	۰
ابوسفیان کی کوشش	۲۴۷
حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ	۲۴۸
مدینہ سے روانگی	۲۴۹
حضرت عباس و ابوسفیان	۲۵۰
ابوسفیان کا اسلام	۲۵۱
لشکر کی روانگی	۲۵۵
بیعت مشائخ و انصار	۲۵۶
لشکر کا خطبہ	۲۵۹
لشکر کا دستہ	۲۶۰
لشکر میں ابوسفیان	۲۶۲
عام معافی یا ستائیس از ۲۶۳ تا ۲۶۶	
عبداللہ بن سعد	۲۶۳

مضمون	صفحہ
صفوان بن امیہ	۲۶۳
عکرمہ بن ابی جہل	۲۶۴
ہبار بن اسود	۰
حارث بن ہشام	۲۶۵
کعب بن زہیر	۰
وحشی قاتل حضرت حمزہ	۰
عبداللہ بن خطل	۲۶۶
قریش	
بنو خزاعہ	۲۶۷
بنو لیث	۰
بنو بکر	۰
بنو ہذیل	۰
بنو خزاعہ	۰
بنو اسلم	۰
بنو غفار	۰
بنو مزینہ	۰
بنو جہینہ	۰
بنو سلیم	۲۶۹
بنو غطفان	۰
بنو اشجع	۰
بنو فزارہ	۰
بنو مرہ	۰
حکم ارتدی و مکانات مکہ فتح ۲۶۸ تا ۲۷۲	
ختم کی بقیہ بحث از ۲۷۳ تا ۲۷۶	
بعض فضائل	۲۷۶

مضمون	صفحہ
[illegible]	۲۷۷
[illegible]	۲۷۸
غزوۂ طائف از ۲۸۸ تا ۳۰۴	
غزوہ حنین	۲۸۸
[illegible]	۲۸۹
[illegible]	۰
[illegible]	۲۹۰
[illegible]	۰
[illegible]	۲۹۱
[illegible]	۰
[illegible]	۲۹۲
[illegible]	۰
[illegible]

مضمون	صفحہ
تیمم کا حکم	۳۴۱
غسل جنابت	″
نواقض الطہارۃ	″
مسئلہ میں مبالغہ	۳۴۲
حقوق جمیع خدمات سرکاری از ۳۴۳ تا ۳۴۰	
تعلیم قرآن	۳۴۱
پڑھنے والوں کا	۳۴۲
دعوی علم	″
حکومت	″
تنخواہ کی	۳۴۳
جاہ کی فضیلت	″
تجارت جہاد	۳۴۴
کتاب بے مشقت	۳۴۵
تقسیم دعوت	″
احتیاط	۳۴۶
بعض کا شہر	″
غلام کی قیمت	۳۴۷
کتاب الاموال از ۳۴۸ تا ۳۸۲	
مال حرام کا بیان	۳۴۸
زکوٰۃ کے احکام از ۳۴۸ تا ۳۸۲	
استدلال	۳۴۹

مضمون	صفحہ
اموال جن پر زکوٰۃ	۳۴۹
وقف کی زکوٰۃ	″
مقدار زکوٰۃ	″
پرانے کی زکوٰۃ	″
زراعت کی زکوٰۃ	۳۵۰
مویشی تجارت کی زکوٰۃ	″
نصاب زکوٰۃ	″
زکوٰۃ کا بیان	۳۵۱
زکوٰۃ دولت	″
زکوٰۃ کا مال	۳۵۲
زکوٰۃ حکم	۳۵۳
طریق صدقہ زکوٰۃ	″
مصارف زکوٰۃ	۳۵۴
فتح حکم کا حکم از ۳۵۵ تا ۳۶۲	
مدت قیمت	۳۵۵
تقسیم کا قاعدہ	۳۵۶
مستحق رسول مقسوم	″
غیر حاضر کا حصہ	۳۵۸
تعجیل	۳۵۸
رسالہ کا حکم	۳۵۹ تا ۳۶۲
خمس کا حکم از ۳۶۲ تا ۳۶۵	
غیر منقولات کا حکم از ۳۶۵ تا ۳۶۶	
فی کے اموال کا حکم از ۳۶۶ تا ۳۸۰	

مضمون	صفحہ
الجزیہ از ۳۸۰ تا ۳۸۴	
ہدایا و تحائف از ۳۸۴ تا ۳۸۶	
اموال ناجورہ از ۳۸۶ تا ۳۸۸	
العشر و الخراج از ۳۸۸ تا ۳۹۲	
حضور کے قاصد از ۳۹۲ تا ۳۹۸	
وفد اور اہتمام	۳۹۳
کردار ابن ابیہ الطرفی حوشہ	″
مدینہ علمی نام	۳۹۴
عبد اللہ بن فضالہ السہمی کا بیان	۳۹۵
حارث سکندیہ	″
شجاع بن وہب بلقا	۳۹۶
سلیط بن عمرو عامری	″
عمرو بن العاص کا بیان	″
علاء الحضرمی کا بیان	″
سیاہ ابن ابی سیاہ ثمین	۳۹۸
ابو موسیٰ الاشعری کا بیان	″
سلمان بن ربیعہ کا بیان	″
عمرو بن عبد اللہ ابجلی کا بیان	″
عمرو بن یعمر الوشی کا بیان	۳۹۸
سعد بن عوف الزہری	″

مضمون	صفحہ
وفد الحارث بن کعب	۳۹۸
حمال بن ابی ربیعہ کا	″
رسول اللہ کے خطوط ملوک کے نام از ۳۹۹ تا ۴۰۰	
قیصر روم کے نام	۳۹۹
کسریٰ کے نام	۳۹۱
نجاشی کے نام	۳۹۲
امراء مکہ کے نام	۳۹۳
ان کا جواب	۳۹۴
صاحب یمامہ کے نام	۳۹۵
جواب	″
مقوقس کے نام	۳۹۶
شاہ غسان کے نام	″
صدیق اکبر کا حج از ۴۰۰ تا ۴۰۵	
حضرت صدیق کو حج کا فرض	۴۰۰
حضرت حج کو گئے	″
حج کا تفصیلی بیان	۴۰۱
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روانگی	۴۰۲
سورۂ برأۃ کی تبلیغ	۴۰۳
سورۂ برأۃ کا حکم	۴۰۵
کتاب الوفود از ۴۰۵ تا ۴۴۵	
وفد تجیب	۴۰۵ تا ۴۱۰

مضمون	صفحہ
وفد ابن الحبیب	۴۱۵
وفد بنی حنیفہ	۴۱۵
مسیلمہ کا مال	″
مسیلمہ کا قتل	۴۱۶
حضور کا جواب	″
تعجب کی روایت	″
وفد طی	۴۱۸
وفد کندہ	۴۱۰
وفد الاشعریین	۴۱۹
وفد ازد	۴۲۰
وفد بنی عامر بن صعصعہ	۴۲۱
وفد ہمدان	″
وفد تجیبہ	۴۲۳
وفد تجیبان	″
رسول مقتص بن وہب و نصائح	
الوداع	۴۲۴
حضور کا صحابہ کی تجارت کو	۴۲۵
اہل یمن کے حالات	۴۲۶
سبا کا حال	۴۲۸
اہل یمن کے نام حضور کا خط	۴۲۹
بعض توضیحات	۴۳۰
سباباد	۴۳۱
ربجا	″
خوراک و طہارۃ	″
صنعۂ حمیر	۴۳۱
قدوم رسل ذی رعین الحمیری	″

مضمون	صفحہ
وفد ہمدان کے اشعار	۴۳۲
وفد بنی حارث	۴۳۳
وفد بنی سعد	۴۳۴
وفد بنی زبید	۴۳۶
وفد مذحج	۴۳۷
وفد خولان	۴۳۸
وفد بنی عذرہ	۴۳۹
وفد بنی عبس	″
وفد غامد	۴۴۰
وفد ازد	۴۴۱
وفد بنی النخع	۴۴۲
وفد جعفی	۴۴۴
کتاب حجۃ الوداع از ۴۴۵ تا ۵۰۰	
وفود کا اسلام کی طرف	۴۴۵

Scanned by CamScanner

مضمون	صفحہ
حشر کا ذکر	۴۵۰
باب حشر میں	۴۶۰
حشر کے دن تمہارے	۴۶۱
ہر گروہ	۴۶۲
حشر میں	۴۶۳
ہر	۴۶۴
ہر	۴۶۵
حشر میں	۴۶۶
ہر	۴۶۷
ہر	۴۶۸
ہر	۴۶۹
ہر	۴۷۰
ہر	۴۷۱
ہر	۴۷۲
ہر	۴۷۳
ہر

مُقدّمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الخلائق محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ الطاہرین وبانتہ واہل بیتہ اجمعین

امّا بعد۔ کائنات عالم میں جتنے علمی کام ہیں اُن میں سے مقدم اور سب سے ضروری کام یہ ہے کہ علم انسان کے اخلاق و عمل کی تربیت کی جائے۔ انسان کو مرتبہ کمال تک پہنچایا جائے۔ اور اسی کام کے لئے خدا تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش عالم سے اس وقت تک جتنے پیغمبر خدا انبیاء و رسول بھیجے ہیں سب کی بعثت اور مساعی نازل کیں۔ اور دنیا کا کوئی خطہ باقی نہ رہا جہاں اللہ پاک کی طرف سے مخلوق خدا کو ہدایت نہ پہنچی ہو۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ اور سلسلہ انبیاء و رسلین کا متصل ایک تعلیم ایک تھی ایک دوسرے کے مصدق تھے کسی کی کسی دوسرے کی مخالفت نہ تھی۔ اور یہی تو ہم کمال سے زیادہ دیرپا اور کوئی چیز نہیں۔ اس سے زیادہ پختہ اور صحیح تعلیم جو انسان کو اللہ تک پہنچا سکتی ہے یہ تھی۔ ان خدا کے پاک بندوں نے جو کچھ کہا وہ اپنی طرف سے نہ کہا جو کچھ کیا وہ اپنی طرف سے نہ کیا۔ ان کی تعلیم خدا کی تعلیم تھی جس کو وہ خدا کے بندوں تک پہنچانے آئے تھے۔ اور اپنے کام کو اپنی اپنی وسعت بھر انجام دیکر چلے گئے۔ آج اگر اخلاق کے جتنے نمونے دنیا کے کسی خطہ یا جنتی کسی قوم میں پائے جاتے ہیں وہ انبیاء و مرسلین کے قدوم کی برکت سے ہیں۔

کوئی انسان نے کیا کیا؟ اور اپنے فرائض کو کہاں تک انجام دیا؟ تم کو حیرت ہوگی جب تم ان واقعوں اور ان قدرت کی تجلیات کو تلاش کرنا چاہو تو ساری عمر تحقیق کرنے کے بعد تعلیم کا ایک ورق بھی تم کو ایسا نہیں مل سکتا جس کو جبرئیل امین کسی نبی یا رسول کی طرف منسوب کر سکو۔ دنیا کا کوئی خطہ آج یہ نہیں بتا سکتا کہ اس ملک میں

کوئی خدا کا پیغمبر آیا بھی یا نہیں۔ اسلام کے قبل آنے والے جن دو نبیوں یعنی یہود و نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کی امت ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اور انہیں کے مذہب سے بعض حوالہ جات دلیل کے طور پر پیش کئے تھے۔ ان میں سے نصاریٰ کے پاس تو کوئی نبی کتاب موجود نہ تھی جس کو حضرت عیسیٰ سے ملحق کرتے ہو حضرت عیسیٰ کے حواری متی۔ مرقس۔ لوقا۔ اور یوحنا نے اپنی سمجھ کے موافق حضرت عیسیٰ کے بعض واقعوں کو جمع کیا ہے۔ جس کا نام ہی ہے جس کو حواریوں کی کتاب کہہ سکتے ہیں اس میں بھی کچھ نہ کچھ تبدیل ہوا یا بعد اسی طرح ہوا جس طرح اس زمانہ کے محققین نے صحیح کیا خاص کی تعیین مشکل ہے۔ اس کے لئے کوئی خاص ثبوت نہیں۔

باقی تورات۔ تو جس کو یہود تورات کہتے تھے اس کے مضامین سے یہ ظاہر ہے کہ اس کا بیشتر حصہ حضرت موسیٰ کے بہت بعد لکھا گیا۔ اور جس حصہ کو کہہ سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے وقت میں لکھا گیا۔ اس کے متعلق بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں خطاؤں یا اسہاو کی روایت بالمعنی اور روایت بالمعنی کے ساتھ ملنے سے کس حد تک خطا کا احتمال ہے۔ بہرحال یہ تو ثابت نہیں ہے کہ یہ قرار حضرت موسیٰ کے وقت سے اب تک بعینہٖ محفوظ ہے۔ اور اس میں تحریفات اور تبدیلیاں نہیں ہوئیں بلکہ روایت یہ ہے کہ ارمیاہ نبی تک تابوت سکینہ کے ساتھ تورات بھی بیت المقدس میں رہی۔ اور یہود کے پاس کوئی تورات نہ تھی۔ اس لئے اس کا ایک ہی نسخہ تھا۔ بیکدن اس نے اپنی یاد یا اپنے الہام سے تورات لکھوا دی تھی۔

قرآن شریف

اب انبیاء کی انجیل کی تبلیغات اور احکام خداوندی کے جاننے کا حضرات یہود کے ہاں ایک ذریعہ ہے جو خاتم المرسلین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ خداوند پاک نے لیا ہے اس کے اختلاف میں دو دل کرنا انسان کے اختیار سے باہر ہو گیا۔ جب سے حضرت محمد کے ساتھ نبوت کا ابتدا نزول ہوا تب سے اب تک پورا محفوظ ہے۔ آئندہ بھی اس کی حفاظت کے کیا کیا ذرائع ہیں۔

خداوند کریم نے رسول اللہ کے ذریعہ جو احکام بھیجے وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک وحی جلی قرآن پاک جس کا نام اللہ۔ اور دوسرے وحی خفی۔ قرآن پاک کی حفاظت کیونکر ہوئی۔ غور کیجئے۔

(۱) اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جس وقت قرآن نازل فرمایا اس وقت میں متعدد انسان ایسے تھے جو حرف حرف اس کے حافظ تھے۔ اور ہر وقت میں کچھ نہ کچھ ایسے ضرور ہوتے ہیں جو حافظ قرآن ہوتے ہیں۔ اس لئے قرآن

Scanned by CamScanner

پھر کہیں جا کے بچہ کو صحیح قرآن پڑھنا آئے۔ چاہے وہ کسی ملک کا ہو۔ اور قرآن کا مطلب سمجھنا ہو یا نہ سمجھنا ہو قرآن کی تعلیم حاصل کرنا اور اس کے علوم کو سمجھنا ہر شخص پر فرض عین نہیں ہو سکتا۔ مگر جو چیز ہو عبادت ہو گئی اس کے کوئی استثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اس کا سبب یہ ہے۔ جو کلام قرآن جس طرح نازل ہو گیا لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہو گیا۔ اور چونکہ عبادت کی صحت اس کی صحت پر موقوف تھی اس لئے اس کے حفظ اس طرح مشتہر ہو گیا کہ اس میں تغیر و تبدل ناممکن ہو گیا۔ آپ جانتے ہیں کہ علوم کی تدوین کے بعد ان کے حفظ کا یہ حال نہیں ہوتا اس لئے اگر کوئی شخص نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھے تو نماز نہ ہوگی اس لئے ان الفاظ ہی کا یاد کرنا ضروری ہے۔

علاوہ اس کے آیات قرآنی کو سمجھ کر پڑھے تو اس کے معنی میں کلام نہیں لیکن نہ سمجھے تاہم جس نماز میں یہ آیات پڑھی جائیں اس سے کوئی خلل نہیں پیدا ہوتا۔ نماز ایک عبادت ہے اور اس سے مقصود اصلی خشوع و خضوع پیدا کرنا ہے اور وہ آیات کا مطلب نہ سمجھنے سے بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ ایک بے علم جو آیات کے کلام اللہ ہونے کو سمجھ کر پڑھ لیتا ہے۔ دل سے خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے خشوع و خضوع اس پر غالب ہوتا ہے اس کی نماز اس عالم کی نماز سے ہزار گونہ بہتر ہے۔ جو آیات کو پڑھ کر مسائل کی تحقیق اور مسائل کے استخراج میں پھنس جاتا ہے۔ اور عبادت کے وقت علمی تحقیقات کرنے لگتا ہے۔

(۲) باوجود اس کے خود حضورؐ نے دوسرا انتظام یہ کیا کہ جیسے جیسے آیتیں نازل ہوتی گئیں آپ اپنے کاتبوں سے اس کو لکھوا لیتے گئے۔ حضورؐ کے کاتب بہت تھے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ ان میں بہت سے کاتب وحی کے لقب سے مشہور ہیں۔ ساری آیتیں ایک جگہ نہیں لکھی جا سکتی تھیں۔ اس لئے کہ آیات کا اس وقت کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ درخت کے چھالوں پر، جانوروں کے چمڑوں پر، اونٹ اور بکری کی پسلیوں پر، پتھر کے پتلے اور چوڑے ٹکڑوں پر یہ آیتیں لکھی گئی تھیں۔ یہ لکھی ہوئی آیتیں حضورؐ کے پاس تھیں کاتبان وحی کے پاس تھیں اور دوسرے اصحاب کے پاس بھی اصل یا اس کی نقلیں پھیل گئی تھیں۔

(۳) آیتیں متفرق طور پر بھی ایک بھی چند نازل ہوتی تھیں۔ ان آیات کو جس سورہ میں رکھنا ہوتا تھا وہ خود حضورؐ بتاتے تھے۔ اس لئے سورتیں حضورؐ کے سامنے ہی گئی تھیں۔ اور سورتوں کا نام بھی اسی وقت تجویز ہو گیا تھا۔ صحابہ کی تعداد بے شمار ہے جن میں ہر شخص کو یہ معلوم ہے کہ حضورؐ نے کس کس نماز میں کون کون سی سورہ پڑھی۔ اور کون کون سی سورہ پڑھنے کے لئے صحابہ سے کہا۔ لیکن یہ ترتیب زبانی اور حافظہ پر تھی۔ لکھی ہوئی آیتیں اسی طرح متفرق تھیں۔ اس کو حضورؐ کے سامنے ترتیب نہیں کیا گیا اور نہ حضورؐ کے سامنے سورتوں میں ترتیب مقرر ہوئی تھی اپنی اپنی جگہ تھیں ہوا معلوم کہ کون سورہ کس سورہ کے بعد لکھی جائے۔

(۴) بلکہ جناب رسالت کے بعد سب سے پہلے حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ تحریر میں بھی تمام متفرق آیتوں کو جمع کر لیا جائے۔ انہوں نے حضرت زید ابن ثابتؓ اور دوسرے کاتبان وحی اور تمام صحابہ کے مشورہ سے خاص اہتمام کے ساتھ اس طرح لکھی ہوئی تمام آیتوں کو جمع کر کے حفاظ صحابہ کے نگرانی مرتب کیا۔ علامہ سیوطی نے تفصیل سے اس ترتیب کا حال تحبیر الاتقان میں لکھا ہے۔ یہ مرتب مجموعہ حضرت حفصہؓ کے پاس تھا۔ پھر جناب عثمانؓ کے پاس۔ ان کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس۔

(۵) یہ مجموعہ مرتب ہو گیا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ سورہ کی ترتیب کا باقاعدہ فیصلہ اس وقت نہ ہو پایا۔ بالآخر اس کی کوشش بھی کی گئی۔ اس کی تکمیل حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے عہد خلافت میں کی۔ اور اسی لئے ان کو جامع القرآن کہتے ہیں۔

(۶) قرآن پاک بتدریج نزول سے اب تک بلا رسمیوں میں محفوظ رہا۔ ہر ملک میں ہر قریہ میں اور ہر گھر میں جہاں اسلام پہنچا اس کی تلاوت ہوتی رہی۔ ہزارہا بچے بچے ہمیشہ موجود رہے جنہوں نے اس کو حفظ کیا۔ ان کے ایک ایک حرف گن ڈالے گئے۔ ایک ایک اعراب پر مختلف اعتبار سے بڑی بڑی کتابیں تیار کر لی گئیں۔ اطلاع عالم کی لاکھوں مساجد میں ہر سال رمضان کے مہینہ حفاظ از اول تا آخر قرآن سناتے رہے۔ اور خبیث سے خبیث شخصوں کے لئے بھی کوئی راستہ باقی نہ رہا کہ خدا کی اس کتاب میں کسی طرح اپنے تغیر و تبدل بھی کر سکیں۔

سُنن رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

یہ تو قرآن پاک کا حال تھا لیکن رسول اللہؐ کے احکام اس کے سوا اور بھی ہیں۔ اور وہ بھی وحی اور حکم خداوندی ہے۔ اللہ ایک فرماتا ہے ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ یعنی رسول اللہؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے۔ وہ وہی کہتے ہیں جو ان پر وحی کی جاتی ہے۔ ابو داؤد، ابن ماجہ وغیرہ کی میں حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ لوگو! آگاہ ہو جاؤ جس طرح مجھ کو خدا کی طرف سے قرآن دیا گیا اسی طرح اور احکام بھی دیئے گئے ہیں۔ سنو ایسا ہوگا کہ آسودہ لوگ اپنی گدیوں پر متمکن ہو کر کہیں گے کہ تم میں جو حلال یا حرام کیا گیا صرف اسی کو حلال یا حرام سمجھو۔ حالانکہ بہت سی چیزیں رسول اللہؐ نے حرام بتائیں اور وہ بھی اسی طرح حرام ہیں جس طرح خدا کی بتائی ہوئی چیزیں۔

جب حال یہ ہے تو ضرور ہو گیا کہ قرآن شریف کے علاوہ رسول اللہؐ نے جو احکام دیئے تھے بھی

ف۵ یعنی نہ اپنی طرف سے کچھ بناتے ہیں نہ بھولتے ہیں وہ خدا کی دی ہوئی وحی کو بھی کہتے ہیں۔ (قرآن و سنت)

ف۶ علیہ اول حضرت ابوبکر رضؓ کے زمانہ خلافت کی مشہور لڑائی تھی جس میں بہت سے وہ حفاظ شہید ہوئے تھے

اسی حالت میں تھوڑے ہیں مگر مشکل یہ تھی کہ جس طرح قرآن پاک کی آیتیں حضورؐ لکھوا دیتے تھے اگر اسی طرح ان احکام کو بھی لکھوا دیتے تو قرآن کے ساتھ اختلاط کا اندیشہ تھا۔ اس لئے حضورؐ نے منع کر دیا کہ میرے احکام کو بھی قرآن پاک کے علاوہ اور کچھ نہ لکھو جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔

حضورؐ کے منع کر دینے سے حضورؐ کے احکام اُس وقت باقاعدہ نہ لکھے گئے۔ تاہم جلیل القدر اصحاب کے پاس بعض احکام لکھے ہوئے موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک تحریر تھی جس میں صدقات کی مقدار حضورؐ نے متعین کر دی تھی۔ اور حضرت صدیقؓ نے اُس کی نقل حضرت انسؓ کو دی تھی جب اُن کو صدقہ وصول کرنے کے لئے بحرین بھیجا تھا۔ تحاری میں وہ تحریر ہے اور اُسی پر جمہور اہل اسلام کا عمل ہے۔ زکوٰۃ ہی کے متعلق ایک دوسری تحریر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ تیسری تحریر وہ تھی جو آپؐ نے یمن بھیجی تھی۔ اُس میں دیات۔ زکوٰۃ۔ احکام طلاق۔ عتاق صلوٰۃ وغیرہ کے بہت سے مسائل تھے۔ کبائر کا ذکر تھا۔ اس میں یہ حکم تھا۔ اس کی نسبت امام احمدؒ صاحب کہتے ہیں کہ بلاشبہ وہ رسول اللہؐ کی تحریر ہے۔ اور دیات کی مقدار میں تمام فقہا نے اُس سے استدلال کیا ہے۔ اُس کو حاکم اور نسائی نے متصلاً روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد نے مرسلاً۔ ایک خط آپؐ کا بنی زہیر کے پاس تھا جس کا ذکر میں نے مغازی میں کیا ہے۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک تحریر تھی جس میں دیت کا حکم تھا۔ بخاری۔ مسلم۔ نسائی۔ اور مسند امام احمد وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس کوئی کتاب ہے۔ فرمایا کہ نہیں۔ صرف کتاب اللہ ہے اور یہ صحیفہ۔ دوسرے لفظ میں یوں کہا تو اُس میں دیت کا حکم تھا۔ صحیح مسلم کے مسند حمیدی کی حدیث کے ذکر سے کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک کتاب ہوا کرتی تھی جس میں حضرت علیؓ کے قضایا تھے تو انہوں نے بقدر ایک ذرہ چھڑکر باقی کو اکٹھا کر دیا یا ملنے کو لوگوں نے اس میں غلط ملط کر دیا تھا۔ اس میں ایک تحریر وہ بھی شامل کی جا سکتی ہے جو بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ مکہ میں جب حضورؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو یمن کے ایک شخص نے جن کو ابوشاہ کہتے تھے۔ حضورؐ سے کہا کہ یا رسول اللہ یہ خطبہ مجھے لکھ دیجئے۔ آپؐ نے حکم دیا۔ اس خطبہ کو ابوشاہ کے لئے لکھ دو۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس بھی کچھ تحریریں تھیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمروؓ حدیث لکھ لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ بخاری و نسائی وغیرہ میں ہے۔ الغرض بڑی تلاش و جستجو کے بعد احکام کے متعلق چند متفرق تحریروں کا پتہ ملتا ہے جو اُس وقت لکھ لی گئی تھیں۔ ورنہ رسول اللہؐ کی تیئیس برس کی تعلیم جلیل القدر اصحاب کے قوت حافظہ اور قوت ضبط کی وجہ سے اُن کی یاد پر موقوف تھی۔

ابن سعد نے زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ چاہا کہ سنن رسول اللہؐ کو جمع کرایا جائے۔ اس لئے ایک مہینہ تک انہوں نے استخارہ کیا۔ آخر ایک روز صبح کے وقت اس کے خلاف

ف حضرت عمر بن عبدالعزیز (متوفی ۱۰۱ھ) کے زمانہ خلافت تک تدوین حدیث کی طرف توجہ نہ ہوئی۔ (ناشر)

فیصلہ کر لیا۔ اور فرمایا کہ مجھے یاد آتا ہے کہ پہلی قومیں جس نے خود کتاب لکھی اور اُس میں پھنس گئی۔ اور خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا۔ مطلب یہ تھا کہ اگر سنن جمع کر دی جائیں تو ممکن ہے کہ لوگ کتاب اللہ سے غافل ہو جائیں۔ اور سیوطی نے موطا کی شرح میں عروہ بن الزبیرؓ سے بھی اسی طرح کی روایت لکھی ہے۔ اُس میں ہے کہ حضرتؓ نے صحابہ سے اس بارہ میں مشورہ کیا۔ عائشہ صدیقہؓ اس پر راضی تھے۔ مگر خود حضرت عمرؓ کو تردد تھا۔ ایک مہینہ تک استخارہ کرتے رہے۔ اور آخر فیصلہ کیا کہ سنن جمع نہ کی جائیں۔ اس لئے کہ اس سے اندیشہ ہے کہ لوگ کتاب اللہ سے غافل ہو جائینگے۔

صحابہ کرام اور کبار تابعین زبانی روایتیں بیان کرتے تھے۔ اور زبانی یاد کرتے تھے۔ اُن میں بہت بڑے حفاظ تھے۔ بڑی بڑی طویل روایتیں بسند متصل بلفظہٖ اُن کو یاد تھیں۔ مگر جب ایسے علماء اُمت میں سے بستوں کا انتقال ہو گیا تو اندیشہ پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ ان بزرگوں کے ساتھ ان علوم کا خاتمہ ہو جائے۔ امیر المومنین عمر ابن عبدالعزیزؒ نے اس اندیشہ کو زیادہ محسوس کیا۔ اور موطا امام محمدؒ میں امام مالکؒ سے مروی ہے کہ امیر المومنین عمر ابن عبدالعزیزؒ نے ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہؐ کی حدیثیں حضورؐ کے سنن اور اسی طرح کی چیزیں لکھ لیں۔ اس کو امام بخاریؒ نے بھی تعلیقاً اپنے صحیح میں ذکر کیا ہے۔ اور ابونعیم نے تاریخ اصبہان میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام ملک میں لکھا کہ رسول اللہؐ کی حدیث جہاں سے جمع کرو ابن عبدالبرؒ نے تمہید میں امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام امصار میں لکھا۔ اور ابوبکر بن عمر بن حزم کو بھی لکھا کہ رسول اللہؐ کی سنتیں جمع کریں۔ اور لکھ کر اللہ کے پاس بھیجیں ابن حزم نے لکھا مگر بھیجنے سے پہلے امیر المومنین کا انتقال ہو گیا۔ ابن حجر بخاری کی شرح میں یہی لکھتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں اُن کے حکم سے سب سے پہلے ابن شہاب نے حدیثوں کو مدون کیا۔ اور ابونعیم نے حلیہ میں مالک بن انسؓ سے روایت کیا ہے کہ علم کو پہلے پہلے ابن شہاب نے مدون کیا ہے۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ حدیث کی کتاب پہلے پہلے تصنیف کی اور حدیثوں کو مرتب کیا۔ امام مالکؒ نے مدینہ میں ابن جریجؒ نے مکہ میں۔ ربیع بن صبیح یا سعید ابن ابی عروبہ۔ یا حماد ابن سلمہ نے بصرہ میں۔ سفیان ثوری نے کوفہ میں۔ اوزاعی نے شام میں۔ ہشیم نے واسط میں۔ معمر نے یمن میں۔ جریر بن عبدالحمید نے ری میں۔ ابن المبارک نے خراسان میں۔ حافظ ابن حجر اور عراقی ان لوگوں کے نسبت کہتے ہیں کہ یہ سب ایک زمانہ کے لوگ تھے اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں کس کی تصنیف پہلے ہوئی اُس کی پیچھے۔

لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ابواب پر حدیثوں کی ترتیب سب سے پہلے امام مالکؒ صاحب موطا میں کی۔ اور اسی طریقہ پیچھے پسند ہوا۔ اُن کے بعد لوگوں نے اُن کی اقتدا کی لیکن موطائیں ابواب بھی تھوڑے

Scanned by CamScanner

تھے اور حدیثیں بھی کم نہیں جیسے لوگوں نے پڑھا ہوگا کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے تنقید و تصحیح میں اور اصحاب سنن نے ابواب اور عنوانات کے استنباط میں انتہائے کمال تک پہنچایا۔

سیرۃ

اصحاب حدیث دو اصل چیزوں کو جمع کرتے ہیں (۱) رسول اللہؐ نے کیا فرمایا (۲) رسول اللہؐ نے کیا کام کیا (۳) رسول اللہؐ کے سامنے یا رسول اللہؐ کے وقت میں کیا کیا گیا۔ اصحاب سیرۃ بھی یہی تین امور کو جمع کرتے ہیں۔ اس لئے اصل کام دونوں گروہوں کا ایک ہے۔ مگر پھر دونوں میں دو فرق ہیں۔ اصحاب حدیث کا مقصود بالذات احکام کو جاننا ہوتا ہے۔ اور رسول اللہؐ کی ذات سے ان کی بحث ضمناً یا استطراداً ہوتی ہے۔ اور اصحاب سیرۃ کا مقصود بالذات رسول اللہؐ کو جاننا ہے۔ احکام پر ان کے یہاں بحث ضمناً ہوتی ہے۔ اس لئے محدثین کا مدار بحث یہ ہوتا ہے کہ فعل یا یہ قول رسول اللہؐ کا ہے یا نہیں۔ ان کی تمام تر قوت اس تحقیق میں صرف ہوتی ہے کہ اس قول یا فعل کا انتساب رسول اللہؐ کی طرف صحیح ہے یا نہیں لیکن اصحاب سیرۃ کو یہ بھی کرنا پڑتا ہے اور اس کے سوا اس کے ساتھ خود یہ بھی معلوم کرنی پڑتی ہیں ایک یہ کہ حضورؐ نے کب ایسا کہا یا کیا۔ دوم یہ کہ ایسا کہنے یا کرنے کی وجہ کیا ہوئی۔ اصحاب سیرۃ حضورؐ کے اقوال و افعال کو مسلسل و مربوط بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کے اسباب و علل کو بھی جاننا چاہتے ہیں۔ اصحاب حدیث کہتے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے جب صحت کے ساتھ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قول یا یہ فعل رسول اللہؐ کا ہے تو وہ رسول اللہؐ کی سنت اور آپؐ کا طریقہ ہو گیا۔ گویہ معلوم ہو کہ رسول اللہؐ نے کب کس دن کس تاریخ ایسا کہا یا ایسا کیا۔

اس فرق کی وجہ سے اصحاب سیرۃ اور اصحاب حدیث کی دو جماعتیں الگ الگ بن گئیں۔ اور میدان تحقیق بھی دو حصوں کا بٹ جا ہو گیا۔ محدثین رواۃ کی ثقاہت۔ تقویٰ اور دیانت کی کمی زیادتی کی بنا پر مقبول رواۃ کی روایتوں میں اختلاف کے وقت ترجیح دیتے ہیں۔ اور اصحاب سیرۃ حالات کی موافقت اور واقعات کے علم کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں۔

محدثین نے رسول اللہؐ کے قول و فعل کی صحت دریافت کرنے کے لئے جیسے احتیاط سے فن حدیث میں اس کی نظیر عالم میں نہیں مل سکتی۔ وہ بے سند کسی بات کو قبول نہیں کرتے۔ رواۃ حدیث میں سے ایک ایک کے حالات کی نہایت احتیاط سے تنقیح کی ہے۔ تاریخ مقرر کر دیئے ہیں اور بتا دیا ہے کہ کس کی بات کہاں تک قابل قبول ہے اور کہاں تک قابل رد۔ اصحاب حدیث ہوں یا اصحاب سیرۃ

جھوٹوں کی روایتیں کوئی قبول نہیں کرتا جس راوی پر جرح شدید ہو اس کی بات کوئی قبول نہیں کرتا مگر جہاں فرق ہوتا ہے وہ ذیل کے بیان سے سمجھ میں آئے گا۔

امام مسلمؒ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ معتبر و مقبول رواۃ میں بھی مراتب کا فرق ہے۔ مسلمۃ حسن بصری اور ابن سیرین کے دو شاگرد ہیں جو ثقاہت، دیانت اور اضبط میں بہت عالی مرتبہ ہیں۔ ابن عون اور ایوب سختیانی اور انہیں کے دو شاگرد اور ہیں۔ عوف بن جمیلہ اور اشعث الحرانی جو معتبر تو ہیں مگر مرتبہ میں ابن عون اور ایوب سختیانی سے کم ہیں۔ اگر کوئی روایت عوف اور اشعث کی ابن عون اور ایوب کے خلاف ہو تو محدثین اس بنا پر اس سے انکار کر دیں گے کہ ان سے بڑے مرتبہ کے لوگوں نے ان کے خلاف روایت کیا ہے۔ مگر اصحاب سیرۃ یہ نہیں کہیں گے۔ وہ کہیں گے کہ سب معتبر ہیں جبکہ روایت کی تصدیق واقعات سے ہوگی اس کی روایت معتبر ہوگی۔ اور مثلاً عطا ابن السائب بزید بن ابی زیاد اور لیث بن سلیم محدثین کے نزدیک معتبر اور مسند ہیں لیکن ان کا مرتبہ اعمش ابن ابی خالد سلیمان اور منصور المعتمر کے مثل نہیں ہے۔ لہذا اگر کوئی روایت عطاء یزید اور لیث کی ان کے خلاف ہو تو محدثین کے نزدیک مقبول نہ ہوگی۔ مگر اصحاب سیرۃ واقعات سے جانچ کر ترجیح دیں گے۔

بہت سے رواۃ محدثین کے نزدیک اس وجہ سے متروک یا متکلم فیہ ہیں کہ ان کی روایتیں مشاہیر اہل علم و دیانت کے خلاف ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن مکرم تابعین۔ رقبہ کے قاضی تھے۔ حسن قتادہ۔ زہری اور نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ اسی بنا پر متروک ہیں۔ ابو العطوف جراح بن منہال۔ حکم بن عتبہ اور زہری کے شاگرد ہیں۔ اور یزید بن ہارون کے استاد۔ وہ اسی بنا پر متکلم فیہ ہیں۔ اس طرح ترجیح کے بارہ میں اصحاب سیر اور اصحاب حدیث کا راستہ مختلف ہو گیا۔

یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اصحاب سیر اور اصحاب حدیث واقعی دو جماعت نہیں ہیں جتنے اصحاب سیر ہیں وہ اصحاب حدیث بھی ہیں۔ اور جتنے اصحاب حدیث ہیں وہ اصحاب سیر بھی مگر سیر پر جب ان کو واقعات جمع کرنے پڑتے ہیں۔ اور سیرۃ کے مقاصد کو پورا کرنا ہوتا ہے تو اس کے شرائط اور وجوہ ترجیح میں مناسب تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہر زمانہ میں بڑے بڑے اصحاب تقوے و دیانت اُن امور کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ جس کا اصحاب سیرت کو بیان کرنا ضرور ہے اور جس کو اصحاب حدیث نے بھی ناسخ و منسوخ سمجھنے کے لئے۔ احکام کی ترتیب کو جاننے کے لئے اور بہت سے احادیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے ضروری سمجھا ہے۔ اس لئے اصحاب سیرۃ کو ایسے معلومات کا

اعتبار کرنا ظاہر ہو گیا گو وہ اپنے لوگوں سے لے جو تھا ہستا رزتین میں بہت اعلیٰ پایہ کے نہ ہوں مگر معتبر ہوں اور اُن پر شدید جرح نہ ہوئی ہو۔

اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ حضورؐ کی پیدائش کے وقت یا اُس کے قریب جمائی کی معاشرتی یا مذہبی حالت کیا تھی۔ اس کے لکھنے کا منشا یہ ہوتا ہے کہ حضورؐ کی تعلیمات سے حالات میں کیا تغیرات ہوئے۔ اور کون سا حکم کس مناسبت سے دیا گیا۔ یہ بیان حالات کو جانے ہوئے معلوم نہیں ہو سکتا۔ محدثین کے قواعد کے موافق ایک روایت بھی ان معلومات کے متعلق نہیں مل سکتی۔ الا وہ جو خود جناب رسول اللہؐ نے بیان کی ہو۔ بعثت سے موت تک کے حالات کی بھی یہی حالت ہے۔ بڑے سے بڑے محتاط محدثین نے بھی یہی کیا کہ رسول اللہؐ کے بیان کے علاوہ صحابہ اور کبار تابعین کے صحیح اقوال کو جمع کیا ہے۔ گو واقعہ کے وقت وہ موجود نہ تھے کیونکہ اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔

مغازی کے حالات دونوں لکھتے ہیں۔ محدثین بھی اور اصحاب سیرۃ بھی۔ گر دونوں کے لکھنے میں فرق ہے۔ فتح مکہ کے متعلق محدثین اتنا لکھتے ہیں۔ کہ قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑا۔ اور بنی خزاعہ پر حملہ کیا جو رسول اللہ کے حلیف تھے اس لیے رسول اللہؐ نے حملہ کیا اور فتح مکہ ہوا۔ لیکن اصحاب سیرۃ اتنا ہی نہیں لکھتے وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ معاہدہ کتنا اہم تھا۔ بنی بکر اور بنی خزاعہ کی جنگ عرصہ سے چلی آرہی تھی۔ اس معاہدہ کی وجہ سے وہ جنگ رک گئی تھی۔ قریش نے عہد توڑ کر پھر اُس جنگ کو مشتعل کر دیا تھا۔ اس کی توضیح اس طرح ممکن تھی کہ بنی بکر اور بنی خزاعہ کے حالات کی کچھ تاریخ بیان کریں مگر اس بات میں محدثین کے شرائط کے موافق واقعات تک متدین مسلمانوں کی متصل روایت کیونکر مل سکتی تھی اور ایسی روایت لینے کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ دین کے لوگوں نے جو کچھ اپنے کافر باپ دادا سے سنا تھا اور جس میں شک و خود مشکوک ہو چکے تھے وہ سب قابل اعتبار نہ ہو اور رد کر دیا جائے بخلاف ان کے مغازی اور خبر کے بہت کے متعلق بہت سی اہم باتیں نص جو انہیں کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی تھیں۔ محدثین اس کی اجازت کیونکر دیتے۔ مگر اہل سیرۃ نے اُن کے واسطہ سے بھی روایتیں جمع کیں۔

الغرض محدثین کے یہاں جو صحیح روایتیں ہیں۔ اصحاب سیرۃ کو اُن کی ترجیح میں کلام نہیں ہے لیکن اُن کو اپنی ضروریات کے لیے اور روایتیں بھی لینی پڑتی ہیں۔ جس کے لئے وہ اپنا معیار الگ قائم کرتے ہیں۔ بالفرض جس طرح حدیث کی کتابوں میں محدثین کے شدید احتیاط کے باوجود بہت سی غلط اور موضوع روایتیں داخل ہو گئی ہیں اس طرح سیرۃ میں بھی بہت سی موضوعات ہیں۔ لیکن ان موضوعات

ف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان دس سال کا معاہدہ جو سنہ ۶ھ میں ہوا تھا۔

خارج کر دیا جائے تو دنیا کے کسی قوم کی کوئی تاریخ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ اور کہیں نہ سہی یہ موضوعات کو تجدد کیا جا سکتا ہے۔

اصحاب سیرۃ جو باتیں بتاتے ہیں وہ تار بر تار مسلسل اور مربوط ہوتی ہیں۔ احادیث سیر کے تمام واقعات بھی سیرۃ کی اس توضیح کی وجہ سے اپنی اپنی جگہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ محدثین اپنے اصابۃ طریقہ کے باوجود واقعات کو سمجھنے کیلئے اصحاب سیر کے محتاج ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض جگہ اپنے نقص کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

صحیح مسلم کی روایت ہے جس کی سند عالی ہونے میں شبہ نہیں کہ ابو سفیان نے رسول اللہؐ سے کہا کہ میں اُم حبیبہؓ کو آپ کے عقد میں دیتا ہوں۔ اور آپ نے قبول کیا۔ اصحاب سیرۃ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے باتفاق اہل سیرۃ اُم حبیبہؓ کا عقد حبشہ میں ہوا۔ اور اُس وقت ہوا جب ابو سفیان کافر اور محارب تھا جمہور محدثین تسلیم کرتے ہیں کہ صحیح مسلم کی یہ روایت قابل قبول نہیں ہے۔

بخاری کی روایت ہے کہ ایک عائشہ صدیقہؓ کے بعد حضورؐ نے مسجد میں فرمایا کہ کون ہے جو ان منافقوں کے مقابلہ میں مستعد ہو حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میں مستعد ہوں۔ یا رسول اللہ۔ اصحاب سیرۃ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اصحاب سیرۃ متفق ہیں کہ حضرت سعدؓ کا غزوہ احزاب کے بعد ہی قریظہ کا فیصلہ کر کے انتقال ہو گیا۔ اور صحیح یہ ہے کہ غزوہ مریسیع جس میں افک کا قصہ ہوا وہ اُس کے بعد ہوا۔ اس لئے حضرت سعدؓ تو افک کے وقت تھے ہی نہیں۔ اکثر محدثین تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ کا نام اس روایت میں رواۃ کا تسامح ہے۔

سیرۃ کا تحریری مواد

میں عرض کر چکا ہوں کہ احکام کے متعلق تحریری سرمایہ حضورؐ کے وقت میں جمع نہ ہو سکا اور جو کچھ تھا وہ بہت کم۔ لیکن سیرۃ کے متعلق اُس سے بہت زیادہ تحریری مادہ جمع ہو چکا تھا۔

جن اصحاب نے حضورؐ کی تحریری خدمت انجام دی اُن کے نام ابن قیم نے حسب ذیل لکھے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ عامر بن فہیرہؓ۔ عمرو بن العاصؓ۔ اُبی بن کعبؓ۔ عبد اللہ بن الارقمؓ۔ ثابت بن قیس بن شماسؓ۔ حنظلہ ابن الربیع الاسدیؓ۔ معیقیب بن ابی فاطمہؓ۔ عبد اللہ بن رواحہؓ۔ خالد بن الولیدؓ۔ خالد بن سعید ابن العاصؓ۔ معاویہ ابن ابی سفیانؓ۔ زید بن ثابتؓ اور علامہ زرقانی نے ان کے علاوہ اور نام بھی لکھے ہیں جیسے عبد اللہ۔ سعید ابن العاص اُن کے

دُوجانی خالدؓ بیان[1] معاذ ابن ابی دقاصؓ۔ خرجیل بن شرحبیل۔ اعلا۔ العزیؓ۔ شیبہ دوسی۔ عاصم بن ابان۔ عوف ابن عبد العزیؓ۔

یہ سب حضورؐ کے کاتب ہیں۔ ان میں وحی لکھنے والے بھی ہیں اور خطوط کتابت کرنے والے بھی۔ ابن سعدؒ میں حضرت انسؓ کی روایت قتادہؓ سے ہے کہ یمامہ کی لڑائی کے وقت میں ستر آدمیوں نے قرآن جمع کیا تھا۔ اسی میں حضرت انسؓ کی روایت قتادہؓ سے ہے کہ یمامہ کی لڑائی کے وقت میں ستر آدمیوں نے قرآن جمع کیا تھا۔ اسی سعدؓ جو زیدؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ طبرانی کہتے ہیں کہ زید بن ثابتؓ وحی لکھتے تھے۔ اور معاویہؓ آپ کے اور قبائل کے درمیان خطوط کتابت کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے صلح حدیبیہ لکھا تھا۔ عبداللہ ابن ارقم زہریؓ کے بارے میں خطوط لکھتے تھے۔ اُبی ابن کعبؓ نے عثمان کا خط لکھا تھا۔ حواص بن سارہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے معاویہ کی الٰہ علیہ وسلم معاویہ الحساب والکتاب۔ بخاری میں تعلیقاً مذکور ہے کہ حضورؐ نے زید بن ثابتؓ سے کہا تھا کہ یہودیوں کی تحریر سیکھو۔ انہوں نے سیکھا چنانچہ یہودیوں کو وہی خط لکھتے تھے اور اُن کے خطوط کا وہی جواب دیتے تھے۔[2]

حضورؐ نے ہرقل کو روم خط لکھا۔ کسریٰ کو ایران نجاشی کو حبشہ۔ مقوقس کو اسکندریہ۔ منذر ابن ساوی کو بحرین۔ ہوذہ بن علی کو یمامہ۔ حارث ابن ابی شمر غسانی کو دمشق۔ جیفر کو عمان۔ ان خطوط کے علاوہ بخت ابن رویہ صاحب ایلہ کو آپ نے ایک صلحنامہ لکھ کر دیا۔ اہل جربا اور اذرح کو ایک صلحنامہ لکھ کر دیا۔ اکیدر صاحب دومۃ الجندل کو صلحنامہ لکھ کر دیا۔ اہل خیبر سے بٹائی کا معاملہ تحریری ہوا۔ اہل فدک سے تحریری صلح ہوئی۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ تمیم داری کی قوم داریین کے لئے آپ نے ایک ہبہ نامہ لکھا جس میں بیت عینون۔ جبرون۔ مرعوم اور بیت ابراہیم سب فن لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لکھ دیا۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ جب ہجرت کر کے حضورؐ تشریف لائے۔ تو ایک معاہدہ حضورؐ نے لکھوایا جس میں تمام مہاجرین انصار اور یہود کے حقوق اور ان کی حفاظت کا قاعدہ بنایا گیا۔ اس کے علاوہ علیحدہ علیحدہ یہود کے قبائل بنی قینقاع۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ کے ساتھ آپ کا تحریری معاہدہ ہوا۔ کہ اور مدینہ کے درمیان جو قبائل تھے اُن میں سے اکثر کے ساتھ آپ کی تحریری صلح ہوئی۔ بہت سے خطوط اور صلحنامہ کا ذکر میں نے کتاب المغازی میں کیا ہے۔

یہ سب تحریری سرمایہ حضورؐ کی سیرت کا ضروری حصہ ہے۔ اور ان سب کی نقل کا حضورؐ کے

[1] ایران میں ایک بادشاہ کا نام ہے اس کا لقب تھا۔

کاتبوں کے پاس موجود ہونا قرین قیاس ہے لیکن محدثین کے اعلیٰ معیار کے ساتھ ان میں سے صرف چھ چیزیں ملتی ہیں اور وہ سب اصحاب سیرۃ کے پاس ہیں۔ اور احادیث کے بھی انیس آدمیوں میں سے ہیں جن کو سیرۃ نگار روایتیں کر سکتے ہیں۔

سیرۃ کی تدوین

امام مالکؒ صاحب کی روایت سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضورؐ کے سُننؐ کو سب سے پہلے امام ابن شہاب زہریؒ نے جمع کیا۔ یہی روایت ہے کہ مغازی کو بھی سب سے پہلے انہیں نے مرتب کیا۔ امام بخاریؒ نے مالک کا قصہ ان سے روایت کیا ہے۔ اس سے اندازہ معلوم ہو جاتا ہے کہ انہوں نے متعدد روایات کو ایک ساتھ کیونکر جمع کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عروہ ابن الزبیرؓ سعید ابن المسیبؒ علقمہ ابن وقاصؓ عبید اللہ بن عبداللہؓ سب نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے اور ہر ایک کی روایت میں متفرق احکام و بحثیں یا تفسیریں۔ سب کو ہم نے جمع کر دیا ہے۔ اس کے بعد روایت ہے۔

امام زہریؒ سے پہلے سیرۃ اور حدیث کے عالموں میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا۔ البتہ بعض علماء اصحاب المغازی کے نام سے مشہور تھے۔ شاید اس وجہ سے کہ اُن کو مغازی کی روایتیں زیادہ معلوم تھیں۔ یا اس وجہ سے کہ مغازی کی روایتیں زیادہ بیان کرتے تھے۔ امام زہریؒ کے وقت میں چار عالم بے نظیر سمجھے جاتے تھے۔ ابن المسیبؒ مدینہ میں علقمہؒ کوفہ میں۔ حسنؒ بصری بصرہ میں۔ اور مکحولؒ شام میں۔ یہ سب ائمہ حدیث بھی ہیں اور ائمہ سیر بھی۔ زہریؒ ان چاروں کے فیض یافتہ تھے۔ اور امام زہریؒ کے شاگردوں ہی نے فن اور سیرت کو بطور ہر دو فنوں کی حیثیت سے نمایاں کیا۔ ایک طرف امام مالکؒ اور سفیان ابن عیینہ جیسے ائمہ حدیث ان کے شاگرد تھے۔ جنہوں نے علم حدیث کی بنیاد کو مستحکم کیا۔ اور دوسری طرف امام اللیث و ابو الاسود محمد بن اسحٰق بن یسار۔ اور موسیٰ بن عقبہ ان کے شاگرد تھے جن کی روایات و تصنیفات سے فن سیرۃ ایک مستقل فن بن گیا۔

مغازی موسیٰ بن عقبہ۔ اور مغازی ابن اسحٰق سیرۃ کی پہلی دو تصنیفات ہیں۔ اس فن میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں سب کی بنیاد انہی دو کتابوں پر ہے۔ دونوں بڑے مرتبہ کے محدث تھے۔ موسیٰ بن عقبہ پر تو کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ مگر ابن اسحٰق پر امام مالکؒ صاحب نے جرح کی ہے۔ محدثین کی بڑی جماعت اس جرح کو قبول نہیں کرتی۔ اور شاید اسی جرح کی وجہ سے محدثین نے یہ قاعدہ بنایا کہ معاصر کی جرح معاصر کے حق میں بقبول نہ ہوگی۔ کیونکہ جرح کرنے والا کسی مرتبہ کا ہو۔ امام مالکؒ صاحب کا پایہ جیسا عالی ہے اُس سے کون ناواقف ہے۔ مگر باوجود ان کی جرح کے تمام اصحاب سُنن نے

[2] حبیب ابن اخرم صحابی تھے ان کے صاحبزادے سعید ابن الحبیب جلیل القدر تابعی تھے۔

محمد بن اسحٰق سے روایت لی ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی تعلیقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور خود مرتب کی تاریخ کے اختلاف میں ان کا حوالہ دیا ہے۔ جزء القراءۃ میں ان کی روایت کو صحیح کہا ہے یحییٰ بن سعید سفیان ثوری۔ مالک۔ ابن عیینہ ایسے محدثین نے ان سے روایت لی ہے۔

محمد بن اسحاق پر دو جرح ہے اول یہ کہ وہ تدلیس کرتے تھے۔ دوم اہل کتاب سے روایت لیتے تھے۔ تدلیس سے تمام ائمہ حدیث روایت لیتے ہیں۔ البتہ جس روایت میں تدلیس کا شبہ ہو اس سے استدلال صحیح نہ ہوگا۔ اور مدلس کا عنعنہ ہمیشہ قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ دوسری جرح کی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ محمد ان کے ضدی یا بغیر کے یہود سے اُن واقعات کی تحقیق کرنا جو مسلمانوں کو معلوم نہیں ہو سکتیں کیوں قابل اعتراض ہے۔ البتہ احکام میں اُن سے استدلال درست نہ ہوگا۔

الغرض ابن ڈوائہ فن کی تصنیف کی وجہ سے سیرۃ کی طرف لوگوں کو عام رغبت پیدا ہو گئی۔ اور اس فن پر مختلف کتابیں لکھی گئیں۔ اس کے بعد **واقدی** کا ظہور ہوا۔ واقدی نے مغازی اور سیرت پر روایات کا انبار لگا دیا۔ اور واقعات کو اس تفصیل و تسلسل سے بیان کیا کہ خود جو شخص اُن واقعات کے وقت موجود ہوتا وہ بھی جزئیات کو اس تفصیل سے یاد نہیں رکھ سکتا۔ واقدی کی ان تفصیلات کی وجہ سے محدثین متفق ہو گئے کہ واقدی اور واقدی کی روایتیں اعتبار کے قابل نہیں ہیں اور واقدی باتفاق محدثین متروک ہیں۔ لیکن متروک ہونے کے باوجود شاید سیرۃ مغازی۔ اور رجال کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے جو واقدی کی روایتوں سے خالی ہو۔ اصل یہ ہے کہ واقدی گو متروک ہیں مگر حجاز کے مقامات اور غزوات و سرایا اور دوسرے واقعات کے محل و مقامات کو جتنا صحت و صفائی سے واقدی بیان کرتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ واقدی کی واقفیت اور تبحر علمی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ان کے تفصیلی بیانات سب مشتبہ ہیں۔ ابن حجر عسقلانی تقریب میں لکھتے ہیں کہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی الواقدی مدینہ کے رہنے والے اور قاضی تھے۔ بغداد میں قیام کر لیا تھا۔ باوجود اس کے کہ ان کا علم بڑا وسیع تھا یہ متروک ہیں۔

واقدی متروک ہیں۔ مگر ان کے ایک شاگرد محمد بن سعد مقبول و درجہ پایہ کے شخص ہیں ان کی کتاب **طبقات ابن سعد** بہت مشہور اور بہت مقبول کتاب ہے۔ صحابہ کے حالات میں

ف ایک یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام پر تشیع کا شبہ تھا۔ مگر صوفت کا تشیع بد تھا جواب ہے۔ امام بخاری نے ایسے لوگوں سے روایتیں لی ہیں جن پر تشیع کا شبہ تھا۔ اور یہ شبہ تو امام شافعی پر بھی کیا گیا ہے۔ بہر کیف اگر ہو بھی تو اس سے ان کی روایات غیر معتبر نہ ہو گی۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اس سے پہلے اتنی بڑی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

موسیٰ ابن عقبہ کی مغازی عرصہ ہوا مفقود ہو گئی۔ مگر فقہاء کی کتاب متفرق طور پر بہت طرق کی تصنیفات میں نقل کر لی گئی ہے۔ **مغازی ابن اسحٰق** کا اصل نسخہ مفقود ہے۔ مگر ابن ہشام نے بہت طرق سے مغازی ابن اسحٰق کو درست کیا۔ الفاظ کی تصحیح۔ اشعار کی شرح اور بعض جگہ کمی و زیادتی کی مکمل اسماء کی توضیح۔ اور کچھ روایات کے اضافہ کے ساتھ مرتب کیا۔ جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے یہ کتاب بار بار چھپی اس کا عمدہ نسخہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ ابن اسحٰق کی روایتیں بھی تمام متداول کتابوں میں موجود ہیں **طبقات ابن سعد** عرصہ سے مفقود تھی مسلمانوں کے پاس اس کا مکمل نسخہ کہیں بھی موجود نہ تھا۔ اب یورپ کے عیسائیوں نے اس کو چھپوایا ہے۔ اور وہی میرے پیش نظر ہے۔ مگر اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ کہ کس نسخہ اصل تصنیف کے موافق ہے۔ وفات رسول اللہ کے متعلق اور اتہامات المنافقین کے متعلق بعض ایسی روایتیں اس میں موجود ہیں جن کا اسلامی تصنیفات میں باوجود تلاش کے مجھ کو پتہ نہ ملا۔ ابن سعد کی اکثر روایتوں کو متاخرین نے نقل کیا ہے۔ مگر ان اصلات کو کسی نے نہیں کہا۔ ہیں یقین کے ساتھ یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ یہ یورپ کا الحاق ہے۔ اس لئے کہ **طبقات ابن سعد** خود کوئی ایسی کتاب نہیں جس کی ساری روایتیں قابل قبول ہوں۔ تاہم چونکہ یہ پوری کتاب ہمیں یورپ کے واسطہ سے ملی ہے اس کے بھروسہ پر ابن اسحٰق کا حوالہ بھی جائز نہیں ہو سکتا جب تک اُس کی سند متداول کتابوں سے نہ ملے۔ حدیث سیرت اور تفسیر کی وہ کتابیں بھی عیسائیوں نے چھاپی ہیں۔ ان کتابوں کی بھی کوئی سند نہیں ہے۔ اور نہ ان پر اعتماد ہے ان میں صرف وہی باتیں قابل قبول ہو سکتی ہیں جو متداول کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ قاضی عیاضؒ مدارک میں فرماتے ہیں۔

قلت ومن القواعد ان الکثیرۃ ان نقل لا تحدث | میں کہتا ہوں کہ یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ احادیث جو سیاق

ف نجب یہ ہے کہ بعض علماء محمد ابن اسحٰق کو اس بنا پر مجروح قرار دیتے ہیں کہ انہوں نے بعض یہود و نصاریٰ سے روایت لی ہے مگر خود اپنی تصنیف کے ذریعہ سے ہم عیسائیوں کی تصنیفات پر رکھتے ہیں یا اُن کتابوں پر جو مگر مسلمانوں کی تصنیف ہیں مگر موقت وہ صرف عیسائیوں کے ذریعہ سے ملی ہیں۔ ان کتابوں میں بہت سی روایتیں متداول اسلامی کتابوں کے خلاف ہیں اور اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ روایتیں اصل کتاب کی ہیں یا الحاق ہے۔ مولانا شبلی نے سیرۃ میں مستشرقین کی روایتوں کا اعتبار کیا ہے۔ مگر ہم بعض روایتوں کا صولی مجروح کی بنا پر انکار کیا ہے مگر عیسائیوں کی روایتوں کو بڑی بے پروائی سے قبول کیا ہے حالانکہ متداول اسلامی کتابوں کے مقابلہ میں ان کتابوں کی کوئی اہمیت نہیں ہو سکتی۔ بہت سی روایتیں مستشرقین کی بہت سی روایتیں قابل اعتراض ہیں اصحاب سیر کی بھی سب روایت جو نہیں ہو سکتیں لیکن پھر بھی اُن کی تمام روایتوں کو قابل اعتماد صحیح نہیں ہیں لیکن عیسائیوں کی تو کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم۔

المتونة والمسائل الفقهية والتفاسير
الفرآنية لا يجوز الامن الكتب
المتداولة لعدم الاعتماد على
غيرها من وضع الزنادقة والملاحدة بخلاف كتب المحفوظة
فان امرها يكون صحيحة متعددة۔

فضیلت وفرقان کی تفسیر میں صرف نہیں کتابوں سے نقل کرتے ہیں جو متداول اور رائج ہوں کیونکہ جو کتابیں نایاب متداول نہیں ہیں ان پر اعتماد نہیں ہوتا زندیقوں نے بہتیری گڑھ لی ہیں۔ علاوہ اپنی طرف سے ملانے کے بعض کتابیں متداول کتابوں میں غیر نہیں دیتا کیونکہ اس کے صحیح نسخے موجود ہوتے ہیں اس میں تغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔

۲ مقصد ان کتابوں کے لئے بھی ہے جس کا اتفاقیہ کوئی نسخہ کسی سلمان کے پاس پایا جائے مگر وہ کتاب متداول نہ ہو۔ تو جو کتاب مسلمانوں کے پاس بالکل نہ ہو محض عیسائیوں کے ذریعہ سے آئی ہو اس کا کیا اعتبار ہے۔

بہرکیف سیرۃ کی یہ تین کتابیں اتحادات کتب ہیں۔ اور ان کی ایک ایک روایت کو محدثین نے جانچا ہے اور اس کی توثیق کی ہے یا انکار۔ ان کے بعد جو کتابیں لکھی گئیں ان میں بھی جو قابل توجہ تھیں اور اصحاب فن کی تصنیف تھیں انہی کی روایتوں پر بھی محدثین نے سند اور متن کے اعتبار سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ کون سی روایت کس درجہ کی ہے۔ کون قابل قبول ہے اور کون قابل رد۔

مناخرین یہ کرتے ہیں کہ پہلے موسیٰ بن عقبہ۔ محمد بن اسحاق۔ یا ابن سعد میں سے جس کی جس کی روایت ملے اس کو لکھتے ہیں۔ پھر ان کی تائید یا مخالفت میں دوسرے اصحاب سیرۃ میں سے کسی کی روایت ہو تو لکھتے ہیں اس کے بعد اگر اس روایت کے متعلق اہل حدیث میں سے کسی کی تنقید یا تحقیق ہو تو اس کو درج کرتے ہیں اور پھر اس کے موافق یا مخالف حدیث کی روایتیں ہوں تو اس کو لکھتے ہیں۔ پھر رجال و اسناد کی امداد سے کسی روایت کو راجح کسی کو مرجوح قرار دیتے ہیں۔ مترجم حدیث بھی یہی کرتے ہیں۔ اور فی الواقع دونوں کا کام ایک ہوتا ہے صرف ترتیب کا فرق ہوتا ہے محدثین کی کتابیں فنی ابواب پر تقسیم ہوتی ہیں۔ اور سیرت کی کتابوں کی سنین پر واقعات کی ترتیب ہوتی ہے تحقیق کی یہی صورت ہے مگر اس سے لازمی طور پر کتاب کا طویل ہو جانا ضرور ہے۔ اس لئے اس سے عام فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ سب سے بہتر صورت اب یہ ہے کہ تحقیق کے بعد جو باتیں راجح قرار پائیں صرف انہیں روایتوں کو جمع کیا جائے۔

اس سیرۃ کی ترتیب

سیرۃ کی ابتدا کرتے ہی خود بخود دو سوال سامنے پیدا ہوتے ہیں۔ حضور کیا تھے؟ اور آپ نے کیا کیا؟

خلاف اسی ترتیب سے جواب بھی ہونا چاہئے۔ میں نے اسی سوال کی بنا پر سیرۃ کا دو حصہ کر دیا ہے۔ مگر ضخامت کے لحاظ سے اس کے جواب کی ترتیب بدل دی ہے۔ جلد دوم میں نبوۃ و رسالت سے بعوث حتی صدر۔ فتح قریہ۔ اور شمائل کا بیان ہوگا۔ اور اس میں تعلیمات پر مفصل بحث ہوگی۔ عبادات اور اخلاق کا ذکر ہوگا۔ اور معاملات کی تفصیل ہوگی۔ اور جلد اول میں پیدائش سے نبوت تک کے حالات ہیں۔ اور اس سے حضور نے کیا کیا اور کس طرح کیا۔ اس میں پیدائش سے وفات تک مسلسل حالات ہیں۔ اور اس سے حضور کی سیاسانہ اور مجاہدانہ زندگی کا پورا نقشہ آئینہ کی طرح ظاہر ہو جائیگا۔

پیدائش سے نبوت تک کے حالات صحیح روایتوں سے جتنا معلوم ہے وہ بہت کم ہے اور اس زمانہ کی بستی کی وہ تین چار سو جملوں کی ہیں۔ جن کی جگہ جگہ نشاندہی ہے۔ اس علاوہ میں صرف خاندانی حالات خانگی زندگی اور عادات و اطوار کے متعلق بالکل سادہ حالات ہیں۔ البتہ ذبح ابراہیم اور بحث طلب۔ ورقہ ابن نوفل کی پیشین گوئی اور بحیرہ دسطورہ کی روایت ورقہ کی پیشین گوئی بخاری کی روایت سے ثابت ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ البتہ بحیرہ کا قصہ ہے اس کو میں نے معجزہ کی حیثیت سے نہیں لکھا۔ صرف یہ دکھلانا مقصود تھا کہ حضور نے شام کا سفر بچپن میں بھی کیا تھا۔ اس سفر کا حال تقریباً تمام اہل سیر لکھتے ہیں۔ اور بحیرہ سے ملنے کا حال بھی لکھتے ہیں۔ لیکن سب سے بہتر وہ روایت ہے جو ترمذی میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کے رجال سب ثقات ہیں لیکن اس کے آخر میں ایک جملہ ہے جو بالکل غلط ہے۔ وہ یہ کہ ابوطالب نے حضورؐ کو واپس کیا۔ اور ابوبکرؓ نے بلال کو آپ کے ساتھ کر دیا۔ یہ خواہ مخواہ ہے کہ اس وقت ابوبکرؓ نہیں تھے اور بلال حبشی ان کے پاس نہ تھے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ راوی نے کسی اور روایت کا جملہ غلطی سے اس میں شامل کر دیا ہے۔ روایت صحیح ہے اور اس جملہ کے سوا اور کوئی بات اس میں قابل انکار نہیں ہے مگر میری سمجھ میں نہ آیا کہ کس لفظ سے معلوم ہوا کہ بلال سے مراد بلال حبشی مؤذن رسول اللہ ہیں جن پر ابوبکرؓ کوئی اور بلال بھی ابوبکرؓ کے غلام ہوں اور باوجود مسلمی کے ابوبکرؓ بھی تو ابو طالب کے ساتھ سفر میں گئے ہوں۔ واللہ اعلم

ملہ ابوداؤد طیالسی نے اس روایت پر دو اور اضافات کئے ہیں۔ اول یہ کہ عبدالرحمن ابن غزوان اس کے یکسر راوی ہیں جو ثقہ ہیں مگر علامہ عبدالرحمن مذکور صحیح بخاری کے راوی میں ہے۔ تو چونکہ ابوموسیٰ اشعری اس کے اخیر راوی ہیں وہ وفات کے وقت موجود نہ تھے پس انہوں نے یہ بتایا ہیں کہ کس سے سنا۔ دوسرا مگر لا تحقق نقطہ پہلی کا وثوق سے تفرد نہیں ہے۔ خود رسول اللہ صلعم سے سنا ہوگا صحابہ کا بیان حجت ہے۔ واللہ اعلم

[illegible] اب فاضل حسب ذیل سے روایت کرتے ہیں لیکن [illegible]
[illegible] اس سلسلہ میں حضرت خدیجہؓ سے [illegible] اسلام کے ساتھ [illegible] کے لئے آپؐ کو [illegible] اور وہ اب کا ملنا بھی لکھتے ہیں مگر اس واقعہ میں [illegible] اب کا نام وہ نہیں لکھتے ہیں [illegible] خدیجہؓ اور مسیح نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک اور سلسلہ حال لکھا ہے [illegible] اس میں [illegible] آپ کے ساتھ تھے۔ [illegible] اب کا نام نہیں لکھا ہے۔ [illegible] اور [illegible] دونوں میں [illegible] کا حال ہی واضح ہے۔

اور [illegible] حضرت سے ہجرت تک [illegible] ہے جس میں [illegible] اور ان کے ساتھیوں کے استقلال کی لڑائی کا ذکر آتا ہے جو حضرتؐ نے توحید کی صدا بلند کی اور تمام عرب سارا [illegible] تمام قبائل اور خود اپنا خاندان الٹ گیا مگر آپؐ کے ساتھ چند لوگ رہے جو خدا کے بندے تھے اور وہ بھی بڑی بڑی مصیبتوں میں مبتلا تھے۔ مگر ایک دن کے لئے بھی آپ نے تسبیح پر سستی نہ کی ایک طرف بت پرستی کی تعلیمات کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا تھا۔ دوسری طرف خدا کے ماننے والوں کو اذیت دی جا رہی تھی۔ لیکن وہ زمانہ ایسا تھا کہ صحابہ کرام نے تمام واقعات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس زمانہ کے ہم معجزات معجزہ کو دیکھتے ہیں جس کا ذکر حدیث و سیر میں ہے۔ ہجرت حبشہ، فاتحہ کاسہ، اور ہجرت مدینہ ایسے واقعات ہیں جنکو بھلا کوئی مورخ نظر انداز نہیں کر سکتے تھے دوسرے مخالفین کی داستانوں میں سے صرف اہم باتوں کو میں نے جلد اول میں درج کیا ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہوا صرف انہیں واقعات کو لیا ہے جن پر کہ اہل سیرت کا اتفاق ہے۔ احادیث میں بھی اس کی مسند پائی جاتی ہے۔

تیسرا زمانہ ہجرت کے بعد سے وفات تک کا زمانہ ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب مجبور ہو کر رسول اللہؐ نے توحید کی حمایت میں تلوار اٹھائی۔ اور پھر اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جو کچھ آپ نے کیا اس سے دنیا واقف ہے۔ اس زمانہ کا ایک ایک دن اور اس کا ایک ایک لمحہ سیرت کی کتابوں میں آئینہ کی طرح روشن ہے جلد اول کا یہی حصہ سیرت النبی ہے جس میں اس زمانہ کے حالات ہیں۔ اور جس سے کوشش کی ہے کہ اس زمانہ کے وہی حالات درج کئے جائیں جو محقق اور معتبر ہوں۔ مرجوح روایتوں کو حتی الوسع ترک کر دیا گیا ہے۔

درایت اور عقل

[illegible] نے جو تعلیم [illegible] میں پھیلا دی ہے اس کا ایک اثر ہمارے نوجوانوں پر عجیب

[illegible] اس [illegible] کا [illegible] کی [illegible] سے [illegible] کا [illegible] بھی [illegible] اور [illegible] کے [illegible] ہو گئے [illegible] ہیں [illegible]

[illegible] ہے اس کا [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] کا [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] کا [illegible] ہے [illegible] اور [illegible]

Scanned by CamScanner

محمد ابن اسحاق کی سفاری میں پھنس گئے ہیں۔ اس لئے ہیں نے محض خدا کے واسطے حدیثیں جمع کر دیں۔ تاکہ لوگوں کو قرآن کریم کی طرف رغبت ہو۔

ابن حبان کہتے ہیں کہ عبدالکریم بن ابی العوجا کے قتل کا جب محمد بن سلیمان بن علی نے حکم دیا تو اس نے اقرار کیا کہ میں نے چار ہزار حدیثیں وضع کر کے تم لوگوں میں پھیلا دی ہیں جس میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنا ہے۔ لطف تو یہ ہے کہ ان اقرار کرنے والوں کا اقرار بھی قابل اعتبار نہیں ہو سکتا ممکن ہے کہ اس اقرار سے بھی شرارت مقصود ہو۔ غرض یہ ہو کہ لوگ رسول اللہ کی صحیح حدیثوں کی طرف سے مشکوک ہو جائیں۔ یہ حدیثیں خلاف عقل نہیں ہیں مگر فہم عظیم کا باعث ہیں۔

علامہ بعض حدیثیں ایسی بھی ہیں جن سے اجتماع ضدین کا مثلاً جواز ثابت ہوتا ہے یہ عقل ہی کے نہیں عقل صریح اور بداہتہ کے بھی خلاف ہیں۔ مگر اس سے یہ اصول نہیں پیدا ہوتا کہ جو بات بھی عقل میں نہ آئے رد کر دی جائے۔ ورنہ موضوعات سے زیادہ صحیح حدیثوں کو رد کر دینا ہوگا۔

جس طرح یہ ضروری ہے کہ موضوع اور جھوٹی حدیثیں رد کر دی جائیں اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ کی صحیح تعلیم ترک نہ ہونے پائے۔ اس لئے تحقیق کی اصل چیز اسانید ہیں۔ کیونکہ یہ اسانید ثقہ اور معتبر لوگوں کی شہادتیں ہیں۔ جو روایتیں مستند اور صحیح الاسناد ہوں اُن کو قبول کرنا واجب ہے جن روایتوں کا موضوع ہونا ثابت ہو جائے اُن کو رد کرنا واجب ہے۔ باقی وہ روایتیں جس کے اسناد نہ معلوم ہوں اُن کے بارہ میں اُن علماء کے بیان پر اعتماد ضروری ہے جن کو احادیث رسول اللہ اور سیرۃ نبویہ پر عبور اور ملکہ راسخ حاصل ہے۔ کیونکہ وہ الفاظ کی رکاکت و سخافت، طرز کلام اور دوسرے قرائن سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ رسول اللہ کا کلام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ایک مشاق انشاء پرداز۔ ایک کہنہ مشق شاعر کسی کلام کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ یہ کس کا کلام ہے۔ ایک جوہری کسی موتی کے آب و رنگ کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ سچا ہے یا جھوٹا۔ ایک مشاق سوٹار بغیر کسوٹی پر کسے بتا سکتا ہے کہ یہ سونا کس درجہ کا ہے مگر ان میں کوئی بھی کوئی قاعدہ نہیں بتا سکتا جس سے ہر شخص پرکھنے پر قادر ہو جائے۔ قادر وہی ہوگا جو مشق اور ممارست سے اُسی طرح کا ملکہ اور دسترس حاصل کرے۔

ایسے مشاق علماء کا (۱) اگر چہ بڑی حد تک قابل اعتبار ہوگا مگر اُسی وقت تک جب تک اسناد کا علم نہ ہو جائے۔ اسناد معلوم ہو جانے کے بعد ان کے قیاسات بھی قابل قبول نہیں رہتے۔ ابن جوزی نے موضوعات پر بہت بڑی کتاب لکھی۔ مگر بیچارے علماء نے بتایا کہ اس میں بہت سی حدیثیں ہیں جن کو موضوع نہیں کہہ سکتے۔ علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادت میں بہت سی حدیثوں کا

انکار کیا مگر مولانا شیخ عبدالحق صاحب نے ان میں سے بہت سی حدیثوں کے اسناد بتائے۔

محدثین تو احادیث کا محض عقل و قیاس کی بنا پر کیا انکار کرتے۔ بہت سے مجتہدین امام ابوحنیفہ کو صاحب قیاس و اہل الرائے کہتے ہیں۔ مگر وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ بسند صحیح رسول اللہ کی حدیث آجائے تو قیاس و رائے کو ترک کر دو۔ فقہ حنفی کی کتابیں "مغائر دلیل حدیث صحیح" کے مسائل ہیں وہ لوگ لکھتے ہیں کہ اگرچہ قیاس کا اقتضاء یہ تھا مگر فلاں حدیث کی وجہ سے قیاس ترک کیا گیا

البتہ جو حدیثیں قرآن کے خلاف ہوں اور تاویل ممکن نہ ہو۔ یا کوئی حدیث کسی دوسری صحیح اور قوی حدیث کے خلاف ہو اور تطبیق نہ ہو سکے تو یہ حدیث رد کر دی جائے گی۔ واللہ اعلم

عقل کی گمراہی

انسان میں بہترین جوہر عقل ہے۔ اور کسی چیز کی خوبی یا برائی کی اصل تمیز عقل ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ مگر عقل اس کا نام نہیں کہ ہر شخص اپنے اپنے دماغ کا اختراع بھی عقل ہی کے ذریعہ سے پرکھنے لگے۔ عقل کا اختلاف جگہ جگہ ہم نے دیکھا ہے۔ ہر شخص اپنا اپنے کو عقلمند سمجھتا ہے اور جس کا جو دل چاہتا ہے کہتے ہیں

بیل جانے پاس ہوتے ہے کہ یورپ میں ہوتا ہے باوجود کے اس نے اس طرح کہا ہے

حقیقت یہ ہے کہ ایشیا کے تمام اور افریقہ کے بعض حصوں پر یورپ کا اس وقت جتنا قبضہ ہے۔ اُس سے بہت زیادہ وہ جاہل مقبول وادیاں پاس کی حکومت ہے۔ تم دیکھ اس وقت لکھ لکھ ہر ملک کوشش کر رہے ہیں کہ بلا لگیدار یورپ کے دست تظلم سے نجات حاصل کرے۔ مگر ہنسی خلامی کا یہ حال ہے کہ کوئی ملک آزادی کا راستہ خود اپنے لئے مناسب حال تجویز نہیں کرتا۔ جن کی گرفت سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں اُنہیں کی ہدایات کو ذریعہ نجات بھی سمجھتے ہیں۔ یا عجب

جن لوگوں کی ذہنی غلامی کا یہ عالم ہو اُن سے کیونکر اُمید کی جا سکتی ہے کہ وہ صحیح علمی نتائج حاصل کر سکیں گے۔ میں چند مثالیں دینا چاہتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ایسے مأوف دماغ کیسی علمی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

(۱) ایک بہت ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ مشہور مسلم رسالے کے پرچہ میں اس ایک دفعہ ایک خط لکھا کہ "ہم لوگوں کو شرعی احکام کے متعلق رائے دینے سے کیوں روکا جاتا ہے۔ میں آدمیوں کی جمہوری پارٹی کھتا ہوں جشکمیر کی زبان پر اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں اور یورپ کے قانون پر تنقید کرتا ہوں اور کوئی ہمیں نہیں روکتا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ مذہبی اور اخلاقی تعلیم سے ہمیں روکا جاتا ہے۔ علماء اسلام نے ہندو برہمنوں کی طرح مذہب کو صرف اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ اس کا میں سخت مخالف ہوں" یہ قول کسی معمولی شخص کا نہیں ہے۔ بہت بڑے تعلیم یافتہ کا قول ہے۔

عالم برہمن کی طرح کسی ذات کا نام نہیں ہے۔ جو شخص شرعی علوم حاصل کرے وہ عالم ہو گرچہ آپ گو یا دلاتے ہیں کہ ہر پڑھا لکھا قرآن پڑھ سکتے ہیں کہ قرآن کا مطلب یہ ہے۔ بغیر حدیث پڑھے کہ سکتے ہیں کہ حدیث کا حکم یہ ہے۔ بغیر فقہ پڑھے کہہ سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے۔ اور یہ کہنے کا حق ہمیں اسلئے حاصل ہے کہ ڈارون کی تھیوری جشکمیر کے ڈراموں اور یورپ کے خانوں میں ہمیں قابلیت حاصل ہے

(۲) اسلام کے قبل دنیا کی ایک بڑی لعنت وطنیت تھی۔ دنیا میں ہمیں قدر خونریزیاں ہوئیں اُن میں بہت زیادہ حصہ اسی وطنیت کا ہے۔ آج بھی جتنی لڑائیاں ہو رہی ہیں وہ اسی وطنیت کی بدولت ہے۔ وطنیت ہی بڑا ضرر یورپ میں ہے۔ اور اسی وجہ سے مدتوں علم عقل و فہم کے باوجود وہ وقت حاصل یورپ [illegible]

اسلام نے وطنیت کی بیخ کنی فرمائی۔ اگر دنیا میں انسان دو طرح کے

ہیں۔ اچھے انسان۔ اور بُرے انسان۔ تمام دنیا کے اچھے ایک قوم ہیں اور بُرے ایک قوم۔ فرمایا کونوا اعباد اللہ اخوانا۔ وقولوا الکلمۃ واحدۃ

بدیہ منظر کہ اس سے تشکیل نہیں ہوتی۔ کیونکہ یورپ میں قومیت کا سیاسی وطنیت ہی کی بدولت نسبت پرستی اور مسلمانوں کے رسم و عادی جاری ہے۔ جس لعنت سے دنیا نے بشکل جدوجہد نجات حاصل کی تھی وہی پھر دنیا پر مسلط کی جا رہی ہے۔ اسی کے لئے حب الوطن من الایمان اور اسی طرح کی اور بہت سی حدیثیں شائع کی جاتی ہیں۔ انتقائی بیباکی سے اعلان کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آزادی کے لئے جہاد کیا۔ حالانکہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے یا جائے وہی جہاد ہے

غزوۂ اُحد کی روایتوں میں آتا ہے کہ مدینہ میں ایک شخص قزمان نامی تھا جس کو اسلام سے بہت نفرت تھی مگر غزوۂ اُحد کے دن نہایت بہادری سے بڑے معرکہ کی لڑائی لڑا۔ صحابہ کو حیرت ہوئی کہ ایسے شخص کو جو اسلام سے بیزار تھا یہ جنگجوئی کیسے کہا۔ وہ زخمی ہوا تو صحابہ نے اُس کو نجات کی بشارت دی۔ مگر اس نے کہا کہ نجات کی بشارت کیسی میں تو قوم کے لئے لڑا تھا۔ قوم کی پاسداری میں ہاتھوں صحابہ کو تسکین ہو گئی اور سمجھ گئے کہ رسول اللہ نے اس کو کیوں جہنمی کہتے تھے۔

(۳) رسول اللہ نے توحید کا اعلان کیا اور تیرہ برس تک لوگوں کو وعظ و پند کے ذریعہ سمجھاتے رہے کہ نیکی کیا ہے اور بُرائی کیا ہے۔ ہر شخص پر حقیقت نیکی کو سمجھ گیا۔ حق و باطل واضح ہو گیا۔ خیر و شر کی تمام تمیزیں طے ہو گئیں۔ لیکن باطل پرستی فنا نہ ہوئی۔ تب آپ نے جنگ کی حمایت میں تلوار اُٹھائی باطل کے ابطال پر عملی اقدام شروع کیا۔ اور ساری دنیا کے سامنے اعلان کیا تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دس برس کے اندر وہ ملک جو نہ شیطانوں کی آبادی تھی فرشتوں کی بستی بن گئی۔ ہر شخص بھوائی دنیکی کا بہتر تھا۔ ملک اس سے بھی کچھ زیادہ اصحاب رسول اللہ و امر کا ترک اور نواہی پر عمل دیکھ نہیں سکتے تھے۔ غرض دنیا سے مٹ گیا۔ شرک و بت پرستی کالعدم ہو گئی۔ ہمت۔ دلیری۔ عدل و انصاف سے سینے معمور ہو گئے۔ خیالیں کی جنہیں پست ہو گئیں۔ باطل کا زور سرد ہو گیا۔ اور یہ حرف جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کا عملی اعلان ہو گیا

غزوات کے یہ عملی نتائج جملہ سامنے واضح ہیں۔ نہیں علی الاعلان اس کی شاہد ہیں مگر جدید فقہا کہتے ہیں کہ مذہب کے لئے جنگ نہیں چاہئے۔ ملک بنانے لڑو۔ روپیہ کے لئے لڑو۔ اپنے

لے شہ کے بعد دعائی اعلان ہو جاؤ۔ سورۃ ۸ کو ایک فتح ہے سورۃ ۹ کی آیات میں ایک سال کی مہلت دی گئی ہے

بنے ہوئے ناموں کو مٹانے کا حکم کرتے ہے تو مگر خدا کی توحید اور خدا کا نام دنیا میں رائج کرنے کے لئے نہ تو
جنگ کی ضرورت تھی نہ ہی کسی کی مخالفت کے لئے۔ نہ تو کسی پوپ کے خلاف مذہب کے لئے جنگ کو منع کرتے ہیں۔

بت پرستی دنیا کے مذہب میں ہے کوئی بھی۔ کوئی بھی۔ بھی کوئی ذی عقل چیز میں پرستش کرنا کہ
یعنی پتھر کی مورت خود بنالو۔ یا لکڑی۔ دھات یا کسی چیز کا بت اپنے ہاتھ سے خود گھڑو۔ اور خود اس کے سامنے
سجدہ کرو۔ اس کو حاجت روا سمجھو یا اس میں کسی حق کی قدرت و اختیار کا اعتقاد رکھو۔ یہ جہالت ہے اور
ہر رنگ میں ہر قوم کے آدمی جب جہالت و بے علمی میں مبتلا ہوتے ہیں تو شرک و بت پرستی میں بھی پھنس
جاتے ہیں جب مذہبی خیالات مغلوب ہو جاتی ہے تو ناری طور پر شرک شائع ہو جاتا ہے۔ اور بت پرستی پھیل
جاتی ہے۔ بت پرستوں کا کوئی رہبر ہے۔ نہ ان کا کوئی مسلمہ قانون ہے۔ نہ کوئی ایک خدا یا اخلاقی
ضابطہ ہے۔ اس لئے بت پرستی کو ایک مستقل مذہب سمجھنا خود ایک جہالت ہے۔ تمام مذاہب حقہ کے
نزدیک کوئی اخلاقی جرم بت پرستی سے زیادہ بڑا نہیں ہے۔ چوری۔ غداری۔ جھوٹ۔ دغابازی کو کوئی
مذہبی حیثیت بنالے تو وہ مذہب نہیں ہو جائے گا۔ اسی طرح **بت پرستی** خود مذہب نہیں ہو سکتی۔
بت پرستی۔ آتش پرستی۔ ستارہ پرستی۔ سب کا ایک حکم ہے۔ ان کو چھوڑ کر اور جس قدر مذاہب
ہیں جس کی بنیاد کسی نبی کسی رسول یا کسی رہبر کی تعلیم پر ہے سب میں **توحید** کی تعلیم ہے۔ اور اسی تعلیم
کے لئے انبیاء مرسل مبعوث ہوئے۔ **توحید** کے اعتقاد کے بغیر کسی نیکی کی کوئی مستقل بنیاد باقی نہیں رہتی
اور انسانوں سے بچنے کا دنیا میں ذریعہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

یہ لوگ بھی جن کو خدا پر اعتقاد ہو برائیوں سے بچتے ہیں۔ اس لئے کہ برائیوں سے لوگوں میں ذلت
ہوتی ہے لیکن ایسی برائیوں سے ان کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ جس کو وہ لوگوں سے چھپا سکیں۔ کیونکہ
ان کو کوئی خوف ہے نہ ان کا دل ان پر ملامت کرتا ہے۔ اسی لئے یہ لوگ برائی اسی کو کہتے ہیں جو ظاہر
ہو جائے۔ یا قانوناً ثابت ہو جائے۔ اسی طرح وہ نیکی بھی کرتے ہیں مگر صرف اس لئے کہ لوگ اس کو پسند
کرتے ہیں ان کی نیکی میں کوئی اخلاقی قوت پوشیدہ نہیں ہوتی۔

وطنیت اور نسل کی بنا پر بے شمار اور بے انتہا قبائل پیدا ہو گئے تھے۔ اور قومیں بن گئی تھیں
اسلام نے قومیت کے جن دو بنیادوں کی مخالفت کی۔ ایک وطن۔ ایک زمین اور ایک ملک میں
ایک سوتہ فرقہ یعنی صفت انسان پیدا ہوتا ہے۔ اور کسی جگہ اس کے پڑوس میں ایک شیطان بدکردار
بھی ہوتا ہے نسل کی بھی یہی حالت ہے۔ آذر بت تراش کے گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوتے
ہیں جو خدا کے خلیل اور رسول اعظم ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نبی تھے۔ مگر ان کی اولاد کافروں سے

بھائی ہے اور نبی کا مخالف کرتی ہے۔ اس لئے ان دونوں چیزوں کو اخوت اور قومیت کی بنیاد بنانا غلط اور
دھوکہ تھا۔

اسلام نے بتایا کہ موحد۔ خدا پرست۔ نیک کردار کسی ملک اور کسی نسل کے ہوں بھائی بھائی اور
ایک قوم ہیں۔ وہ ایک جماعت کے لوگ ہیں۔ اور ان کو حکم دیا گیا کونوا عباد اللہ اخوانا۔ یہی جماعت
خدا کو مقبول ہے۔ فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اور جو لوگ مشرک بدکردار۔ خدا کے دشمن
ہیں وہ کسی ملک اور کسی نسل کے ہوں سب ایک قوم ہیں۔ چاہے خدا کے سوا کسی چیز کی پرستش کرتے ہوں
اس لئے فرمایا الکفر ملۃ واحدۃ۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ خدا کی مخلوق دو حصہ پر خود بخود تقسیم ہے۔ نیک اور بد۔ تو خداوند کریم نے حکم
دیا کہ نیکوں کا یہ بھی فرض ہے کہ نیکی کو دنیا میں غالب رکھیں۔ اور اس کی حمایت میں اپنی تمام قوت صرف
کر دیں۔ قرآن کریم کی صدہا آیتیں۔ احادیث صحیحہ کا بڑا ذخیرہ اس حکم سے بھرا پڑا ہے۔ کہ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے
جہاد فرض ہے۔ دنیا نے دیکھا کہ اس حکم کے بعد کس طرح توحید کا غلبہ ہوا کس طرح شیطان مغلوب ہوا کیونکر
بت پرستی فنا ہوئی کس طرح دنیا خدا کی حمد و ستایش سے بھر گئی۔ کس طرح وہ باتیں پوری ہوئیں جن کی خبر
میں حضرت ابراہیمؑ حضرت موسےٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور تمام انبیاء کرام نے اپنی طرز میں عرض کر دی تھیں عرب
بت پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ وہاں سے شیطان مایوس ہو گیا۔ کہ اب اس سرزمین پر سوائے
خدائے ذوالجلال کے کسی کو سجدہ نہیں کیا جائیگا۔ **ایران** جہاں ایک شخص بھی خدائے قدوس کا نام لینے والا

لہ قرآن سے خدا کے نزدیک مکروہ و ناپسندیدہ جو سورہ توبہ ۲۳ خدا نے قرآن پاک میں جا بجا کفر کی مخالفت اور بت پرستی کو
منع کیا۔ سورہ توبہ رکوع ۳ میں ہے یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا
الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظٰلمون قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم
واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا
احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی
القوم الفسقین اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند
کریں اور تم میں سے جو ان کی رفاقت کریں وہ لوگ ظالم ہیں۔ کہدو کہ اگر تمہارے باپ۔ تمہارے اولاد۔ تمہارے
بھائی۔ تمہاری بیبیاں۔ تمہاری برادری اور مال جو تم نے حاصل کیا ہے اور تجارت جس کے کساد بازاری سے ڈرتے
ہو اور مکانات جو تمہیں پسند ہیں یہ سب اگر خدا۔ خدا کے رسول اور جہاد فی سبیل سے زیادہ پیارے ہیں تو انتظار کرو کہ خدا اپنا
حکم بھیجے۔ خدا فاسق قوم کی ہدایت نہیں کرتا۔ واللہ اعلم۔

دنقاد ہاں لکھا اور کر دیا سر خدا کے سامنے جھک گئے۔ شیطانی قوانین کو حضور نے اپنے پیروں کے نیچے روند دیا۔ اور خدائی احکام پر مبنی حکومت ہونے لگی۔

کیا توحید کا یہ خطبہ اور بت پرستی کی مخالفت ایسی باتیں نہ تھیں جن پر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی امت اور انبیاء کے ماننے والوں کو بھی خوشی حاصل ہوتی۔ اور کیا اگر خود حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ موجود ہوتے تو ان کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور بات ہو سکتی تھی۔ آخر کس چیز نے یہود و نصاریٰ کو اس خوشی میں شرکت سے باز رکھا۔ بلکہ یہود کو علانیہ بت پرستی کی حمایت پر آمادہ کر دیا جیسا کہ غزوۂ احزاب کے وقت ہوا۔ اسی قبلی تفریق اور دشمنی کی لعنت نے یہود کو کہتے تھے کہ نبوت بنی اسرائیل ہی کے لئے خاص ہے۔ عیسائیوں میں سے ہرقل نے بھی اور مقوقس نے بھی صاف کہہ دیا کہ میرا خیال تھا کہ نبی آخر الزماں کا ظہور شام میں ہوگا۔ بس یہ چیز تھی جو ان کو توحید کی حمایت سے بھی روکے ہوئے تھی۔

نصاریٰ کا اعتراض

عیسائیوں کو جہاد فی سبیل اللہ پر بڑا اعتراض ہے۔ اور اس پر انہوں نے بہت سی کتابیں بھی لکھ ڈالیں۔ اعتراض کا ماحصل یہ ہے کہ مذہب کے لئے لڑنا نہیں چاہیئے۔ رسول اللہ نے جو کچھ کیا وہ سکندر اور تیمور ایسے فاتحوں کے مناسب تو تھا۔ مگر انبیاء کی شان کے مناسب نہ تھا۔ ان پیشروں کی شان یہ عرض ہے کہ وہ ہمیشہ مغلوب رہیں۔ قومیں ہمیشہ ان کے منہ طمانچے اور شیاطین کے پاس رہیں۔ وہ جب چاہیں انبیاء کو تکلیفیں پہنچائیں۔ پریشان کریں۔ قتل کریں۔ آگ میں ڈالیں۔ انبیاء بالکل بے دست و پا ہوں۔ محتاج۔ اور ان کے مظالم کے سامنے سرنگوں رہیں۔ سبحانک اللھم وبحمدک۔

یہ الزامات اُن کے ہیں جو انبیاء کی اتباع اور حمایت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر فی الواقع اس اعتراض کے الزام کا مستحق کچھ اور ہے۔ خدا نے ذوالجلال نے جب اپنے خاص بندوں کو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تلوار ہاتھ میں لینے کا حکم دیا۔ اور رسول اللہ سے کہا حرض المومنین علی القتال کہ مومنین کو قتال پر آمادہ کرو تو دنیا کا نقشہ بدل گیا جن لوگوں نے حق کی حمایت میں تلوار اٹھائی اُن کی طبیعت، ہمت اور جوہر شجاعت نے دنیا میں تہلکہ ڈالدیا۔ ظالم اور بت پرستی کے گھروں میں ماتم پڑ گیا۔ فتوحات کا راستہ اُن کے لئے صاف ہو گیا۔ ایشیا اور یورپ کی طاقتیں اُن کے راستے سرنگوں ہو گئیں۔ ایشیا کی یہی بڑھتی ہوئی طاقت تھی

جس کو یورپ کی وطنیت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ مگر مردانِ خدا کے راستہ میں حائل ہونا بھی اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ اس لئے یہ پروپیگنڈا کیا گیا۔ جس نے ایشیا اور خصوصاً مسلمانوں کے تمام خیر خانہ جذبات کو فنا کر دیا۔ اس پروپیگنڈا کے خوف سے مسلمانوں نے وہ باتیں اختیار کیں جن کو وہ اپنے اصطلاح میں عجز، انکسار، قناعت۔ اور صبر کہتے ہیں۔ مگر وہ نہیں سمجھتے کہ یہ چیزیں بھی صفات حسنہ میں اُسی وقت داخل ہوتی ہیں جب قوت اور طاقت حاصل ہونے کے بعد اختیار کی جائیں بے اختیار۔ محتاج۔ فقیر تو یہ کرتا ہی ہے۔ وہ یہ نہ کرے تو اور کر ہی کیا سکتا ہے۔

یورپ کے اس پروپیگنڈا کی وجہ سے آج مسلمانوں میں ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد بالسیف کو بہت بُرا سمجھتی ہے۔ رسول اللہ کے غزوات کو اسلامی تاریخ پر بدنما داغ سمجھتی ہے۔ اور اپنے دانست میں وہ اسلامی خدمت اسی کو سمجھتی ہے کہ اسلامی تاریخ پر یہ داغ مٹا دیا جائے مگر آیات قرآنی کی کثرت، احادیث صحیحہ کا وفور اس کو یہ کرنے نہیں دیتا۔ لہٰذا اُس نے تاویل پیدا کی ہے کہ یہ سارے غزوات۔ مدافعت اور حفاظت نفس اختیاری کے لئے تھے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نہ تھے۔

یہ جواب اُس مذہب کی طرف سے دیا جاتا تو شاید کسی حد تک صحیح بن سکتا جس میں رہبانیت کی تعلیم دی گئی ہو۔ مگر وہ مذہب ہاتھ میں تلوار لینے سے کیونکر انکار کر سکتا ہے۔ جس میں قتل و قصاص۔ اور حدود و قضا بھی جزو مذہب ہو۔ اور جس مذہب میں صلیبی کو حق دلانا۔ ظالم و مظلوم میں انصاف کرنا فرض کیا گیا ہو۔ یہ چیزیں بغیر حاکمانہ اختیار کے پوری نہیں ہو سکتیں اور حاکمانہ اختیار صرف مواعظ حسنہ سے حاصل نہیں ہوتے۔ ممکن ہے کہ اور انبیاء شیطانی حکومتوں پر صابر و شاکر رہے ہوں مگر اسلام کے ساتھ ساتھ خدا کا یہ اعلان بھی آیا وکتبنا فی الزبور ان الارض یرثھا عبادی الصٰلحون یعنی ہم نے زبور میں لکھ دیا ہے کہ زمین کی بادشاہت انبیاء اور انبیاء کے متبعین کے لئے ہے۔

اسلام کے یہ جدید دعوا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد نہیں کیا۔ توحید کے قیام کے لئے جہاد نہیں کیا۔ بت پرستی کو مٹانے کے لئے جہاد نہیں کیا۔ دنیا میں نیکی پھیلانے کے لئے جہاد نہیں کیا۔ جتنے غزوات۔ رسول اللہ نے کئے۔ اور جتنی لڑائیاں صحابہ نے لڑیں وہ صرف اپنی حفاظت اور اپنے بچاؤ کے لئے انہوں نے مدافعت کی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ جواب کیوں دیا جاتا ہے صرف اس لئے کہ ذہنی غلامی نے ہم کو اس قابل نہیں رکھا اور ہمت و شجاعت کے وہ خیر خانہ جذبات ہمارے اندر باقی نہ رہے جس سے ہم سمجھ سکیں کہ رسول اللہ

اور ان کے متبعین پر اتنا جھوٹ کا حق اپنی مخالفت اور عداوت سے زیادہ ضروری ہے وہ اپنے تمام مخالفین اور ان کے پیش کردہ دلیل کو معاف کر سکتے تھے۔ مگر خدا کی مخالفت اور بت پرستی و شرک کی اجازت کو معاف نہیں کر سکتے تھے۔[۵۵]

عقل سلیم

عقل ایک نعمت ہے اور بلاشبہ کسی چیز کے حق یا ناحق ہونے کا ثبوت براہین و دلائل ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ مگر عقلیں متفاوت نہ ہوتیں تو عقلا کے اندر اختلافات ہی کیوں ہوتے۔ تم غور کرو گے تو دنیا کا ہر کندۂ ناتراش اپنی عقل کو سارے جہان سے بڑھ کر جانتا ہے۔ ایک احمق بھی ایک بڑے فلسفی کے خلاف آواز اٹھا سکتا ہے۔

جن لوگوں نے عقلی تحقیقات میں عمریں صرف کر دیں۔ وہ بھی کسی ایک عقلی بحث پر متفق نہ ہو سکے فیثاغورس نے ایک زمانہ میں زور تقریر اور قوت استدلال سے تمام دنیا کو نظام شمسی کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن اس کے بعد جب بطلیموس کی باری آئی تو اس نے فیثاغورس کے تمام نظام کو الٹ کر رکھ دیا اور ساری دنیا سے اپنی بات منوالی۔ اب یورپ نے بطلیموس کے تمام تحقیقات کو باطل ثابت کر دیا۔ اور وہی فیثاغورس کے فرسودہ نظام کو حق سمجھ کر قبول کیا۔

اخلاقیات کا بھی یہی حال ہے۔ ہندوستان کے بت پرستوں کی اتنی بڑی قوم یہ پسند نہیں کرتی کہ جس عورت و مرد میں طوعاً کچھ بھی لگاؤ ہو۔ ان میں ازدواج کا تعلق اور شادی بیاہ ہو اس کے برعکس آتش پرست پارسی ہیں۔ جو عقل میں کسی طرح ان بت پرستوں سے کم نہیں کہا جا سکتے وہ اپنے خاص عزیزوں اور حقیقی بہن سے بھی زن و شوئی کے تعلقات میں برائی نہیں سمجھتے۔ یورپ جس نے عقلی ترقی کے دعووں سے آج آسمان و زمین ایک کر دیا ہے وہ ہر قسم کے اخلاقی قید سے بھی نجات حاصل کر کے آزادی میں حیوانیت سے بھی بڑھتے جا رہے ہیں۔ وہ تو بیاہ و شادی کے قید ہی کو اٹھا دینا چاہتے ہیں تاکہ عورت و مرد بلا قید جس کا جس سے دل چاہے مل سکیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا تم اسلام کو ان میں سے کسی ایک کی عقل کے موافق بنا دینا چاہتے ہو۔ یا خود اسلام کی تعلیم کو سمجھنا چاہتے ہو۔ اسلام کو سمجھنے کے لئے عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے اس کی تحقیق کی جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا تعلیم دی اور اسلام نے کیا بتایا۔ اور یہ محض نقلی بحث ہے اپنی رائے قائم کر دینے سے وہ خاص رسول اللہ ﷺ کی تعلیم باقی نہ رہے گی۔ ہاں اس کے بعد اگر خدا نے عقل و فہم

۵۵ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان کے اکثر حصہ کو سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ وہ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

عطا فرمایا ہے۔ تو غور کر سکتے ہو کہ وہ اس دو راہ میں عقلی اسلامی تعلیم کے موافق ہیں۔ یا ان گمراہ و کافر گروہوں کے موافق ہیں۔ قرآن پاک نے ہر جگہ کفار کو مخاطب کیا ہے اور یہی کہا ہے کہ تم پہلے میری تعلیم سن لو۔ پھر مظاہر قدرت پر غور و تفکر کی نگاہ ڈالو۔ خدا داد عقل سے کام لو۔ تو اسی تعلیم کو حق پاؤ گے۔ اور تمہاری عقلیں بھی انہیں باتوں کے حق ہونے کی ہدایت کریں گی۔ مگر غلطی یہ ہے کہ ہمارے نوجوان پہلے بطور خود کسی بات کے اچھی یا بری ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ اور اس کو عقل کے موافق سمجھتے ہیں تو اس کو اسلام یا رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی منسوب کر دیتے ہیں یا انہوں نے کسی فلسفی کا قول سنا۔ یا ڈارون کی تصویری ان کے کان میں پڑی اور پسند آگئی تو کہدیا کہ یہی اسلام کی تعلیم بھی ہے۔ یہ دین میں تحریف ہے۔ انبیاء متقدمین کے تعلیم میں جو تحریف ہوئی وہ بھی اسی طرح۔ اور مسلمانوں میں جو جو قدر بدعات۔ مکروہات اور خرافات رائج ہو گئے ہیں اس کا بھی زیادہ حصہ اسی طرح آیا ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

قدیم عرب

قدیم عرب کے تاریخی معلومات کے ذرائع باقی نہ رہے۔ صرف دو ذریعہ ہے کہ اس سے جو کچھ معلوم ہو وہ تو بلاشبہ صحیح ہے لیکن اس کے سوا دو ذریعے ذرائع ہیں سب مشتبہ ہیں۔ ایک قرآن پاک ہے اس سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ دوسرا خود جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانات ہیں۔ ان دو کے سوا عرب جاہلیت کے اشعار اور زبانی روایتوں کا ذخیرہ ہے۔ مگر جس طرح ہندوستان کے بت پرستوں میں رامائن اور مہابھارت کے متعلق مبالغہ آمیز بیانات اور اشعار مشہور ہیں ویسے ہی عربوں میں بھی تھے۔ ان میں سے ان باتوں کی صحت میں شبہ نہیں جس کی تصدیق قرآن پاک یا احادیث صحیحہ سے ہوتی ہو۔ لیکن اس کے بعد وہ باتیں بھی قابل سماعت ہو سکتی ہیں جو مختلف بیانات میں قدر مشترک کا حکم رکھتی ہوں۔ عرب کی تاریخ کا کچھ حصہ بائیبل میں بھی ملتا ہے۔ مگر موجودہ بائیبل تحریف شدہ ہے۔ تاہم تاریخ کی کوئی تحریر اس سے زیادہ قدیم نہیں مل سکتی۔ اور یہ یقینی ہے کہ جس قدر تحریف زبانی روایات میں یا شعراء کے کلام میں ہوئی ہے۔ اتنی ایک مذہبی کتاب میں نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بائیبل کی روایتوں کو دوسرے بیانات پر یقیناً ترجیح حاصل ہوگی۔

یورپ نے تاریخ امم کی تحقیق کا ایک جدید طریقہ جاری کیا ہے یعنی کتبات و آثار وغیرہ سے وہ مختلف قوموں کی تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔ ایسی مرتب کی ہوئی تاریخ کا جہاں شرائع سے تعلق ہو وہاں بالکل اعتبار کے قابل نہیں ہیں اگرچہ اس کو صحیح معلومات کا بہت قوی ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

۵۶ (بقیہ ۵۵) کسی کو شریک قرار دیا جائے۔ ترجمہ تھانوی پارہ ۹ رکوع ۱۴، آیت ۱۱۵

کئی وجوہ ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کا انتظام زیادہ تر ایسے ہاتھوں میں ہے جو عموماً مذاہب ہی کے خلاف ہیں۔ قدیم قوموں کو کتبات و آثار کی اس طرح تفتیش کی بنیاد قرار دی جاتی ہے۔ مگر اس بنیاد پر لغوی اور قیاسی خلیج کی ایک عمارت تیار کر لی جاتی ہے۔ اور قیاسات میں ہمیشہ تغیر و تبدل ممکن ہے۔ سوئم کتبات و آثار جس پاس مائہ کی بنیاد ہوتی ہے اُس میں بہت دھوکہ ہو سکتا ہے۔ چہارم جدید کتبات اور جدید آثار کا دریافت کرنا دولت و شہرت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس لئے جدید معلومات حاصل کرنے میں بہت کچھ کام بنایا کی جاتی ہیں۔ ہاں اگر ثقہ اور متدین غیر متعصب لوگ ایسے آثار و کتبات پر اپنی شہادتیں بیان کریں تو قبول کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ مگر مشکل ہے اس لئے کہ ان لوگوں کے اخلاقی حالات کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

قوم عاد

قرآن پاک میں قوم عاد اور قوم ثمود کا حال بہت جگہ ہے۔ قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام۔ یہ دونوں قومیں بہت قدیم ہیں۔ ان کا سبز تاریخی حال کچھ معلوم نہیں۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت برومند قومیں تھیں۔ عاد کی نسبت سورہ اعراف میں ہے کہ یہ لوگ نوح علیہ السلام کے بعد تھے اور بڑے طاقتور تھے۔ اور سورۃ الشعراء میں ہے کہ بلند برجوں کی جگہ انھوں نے بڑی بڑی یادگاریں بنائی تھیں۔ عمارتیں ایسے مستحکم اور مضبوط بناتے تھے کہ شاید ہمیشہ دنیا میں رہنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ان کے اختیارات بڑے وسیع اور گرفت بہت سخت تھی۔ خدا نے جانور، اولاد، بال اور چشمے عنایت کئے تھے۔ سورۂ والفجر میں تصریح ہے کہ ان کا شہر ارم تھا جس کے مکانات عالی شان تھے اُس کے طول اور ستون ایسے تھے کہ ان کے مثل دُنیا کے کسی شہر میں نہ تھا۔ سورۃ الاحقاف میں مذکور ہے کہ یہ لوگ احقاف میں رہتے تھے۔ احقاف ریگ کے بلند ٹیلوں کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد یمن ہے۔ اور ارض مہرہ اور عمان کا درمیانی حصہ۔ اسی میں خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو کالی۔ آندھی۔ اور دل دہلا دینے والی دو بڑے بیدار، ہوشیار، اور زبردست[1]

قوم ثمود

قوم ثمود کی نسبت سورۂ اعراف میں ہے کہ یہ قوم قوم عاد کے بعد اُن کی قائم مقام اور خلیفہ تھی۔ زمین کی حکومت ان کی تھی۔ نرم زمین پر انھوں نے قصور و محلات تیار کئے تھے۔ اور پہاڑوں کو کاٹ کر

[1] لیکن دین کے معاملہ میں خدا کی دی ہوئی عقل سلیم سے کام نہیں لیا۔ آخر کار تباہ ہو گئے۔ ۱۲

اُس میں مکانات بنالے تھے۔ سورۃ الشعراء میں ہے کہ ان کے پاس باغ، چشمے، اور کھیتیاں تھیں کھجور کے درخت تھے جس کے خوشے ٹوٹے پڑتے تھے۔ بڑے خوش وضع اور پرتکلف پہنے وآرام سے تھے۔ سورۃ الحجر میں ان کو اصحاب الحجر کہا گیا ہے۔ اور سورۂ والفجر میں ان کی جگہ وادی القریٰ بتلائی گئی ہے۔ مقام حجر اور وادی القریٰ دونوں جگہیں قریب ہی قریب ہیں۔

بخاری و مسلم کی روایتیں ہیں کہ تبوک جاتے وقت جب رسول اللہ صلعم مقام حجر میں پہنچے تو اُس کو آپ نے دیار ثمود بتایا۔ منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ اور وہاں سے نکل جانے میں جلدی کی۔ وہاں کا پانی پینے کو منع کر دیا۔ وہاں کے پانی سے صحابہؓ نے آٹا گوندھا تھا۔ اس کو پھینک دینے یا اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم دیا۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ثمود کے مکانات کی نشانیاں رسول اللہ کے وقت میں موجود تھیں۔ حجاز ریلوے کا ایک اسٹیشن مدائن صالح اسی مقام پر ہے اور ثمود کے مکانات آثار بنگلہ اس کے قریب موجود ہیں۔ صحیح طور پر کچھ معلوم نہیں کہ ان قوموں کی حکومت کتنے دنوں تک رہی۔ ان میں کتنے بادشاہ ہوئے اور انھوں نے کیسی حکومت کی۔ عرب میں جو روایتیں زبانی مشہور تھیں۔ اور مفسرین و اصحاب سیر نے جو حالتیں اُن روایات سے جمع کئے ہیں وہ سبق آموز ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا خود قرآن کے الفاظ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت متمدن اور ترقی یافتہ قومیں تھیں۔ سورۂ فرقان کی ایک آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عاد، ثمود اور اصحاب الرس کے درمیان اور بھی بہت سی قومیں ہوئی ہیں۔ یہ سب قومیں عاد اور رسول کی ناقدرانی کی وجہ سے ہلاک اور نابود ہو گئیں۔ اُن کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

عرب کی تاریخ

عرب کی تاریخ کو مؤرخین و اصحاب سیر تین حصوں پر تقسیم کرتے ہیں۔

عرب بائدہ یعنی وہ قومیں جو بنی قحطان سے پہلے تھیں۔ اور سب فنا ہو گئیں۔ **عرب عاربہ** یعنی بنی قحطان جو یمن اور اس کے اطراف پر عرصہ تک حکمران رہے۔ **عرب مستعربہ** جن کو بنی اسمٰعیل اور بنی عدنان کہتے ہیں۔ یہ لوگ حجاز اور اس کے اطراف میں تھے۔

اس تقسیم سے معلوم ہوتا ہے کہ عاد و ثمود کی قومیں عرب بائدہ میں داخل ہیں لیکن مسیم ابن ہدی نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت لکھی ہے کہ عرب عاربہ کی تاریخ ارم کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے اور وہ دس قومیں تھیں۔ عاد۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس۔ عمالیق۔ جرہم۔ امیم۔ وبار۔ جاسم۔ قحطان۔ اس روایت کی بنا پر عرب بائدہ میں وہ قومیں ہوئیں جن کا زمانہ عاد ارم سے بھی پہلے تھا۔ عاد اولیٰ کا ذکر قرآن پاک

[1] اس فقرہ میں حضرت ارمیاہ نبی خود تشریف لیجاتے تھے یہ فقرہ دشمن میں مقام تبوک میں (جو مدینہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر ہے) واقع ہوا

ہیں ہے۔

اب اس صورت میں تسلیم کرنا ہوگا کہ عاد اولیٰ دوسرے لوگ تھے اور عاد ارم دوسرے حضرت ہود علیہ السلام عاد ارم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اور اُن کا زمانہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد تھا لیکن عاد اولیٰ کا زمانہ اس سے پہلے ہوگا۔ عاد اولیٰ کے متعلق بھی بہت سی روایتیں عرب میں مشہور ہیں مگر وہ سب کہانیاں ہیں۔

قسم دوم کے بھی بنی قحطان کے پہلے تھے لیکن اُن کے بقایا یمامہ اور بحرین وغیرہ میں کچھ بھی بہت باقی تھے۔ سلاطین حمیر نے اپنی ترقی کے زمانہ میں اُن کو قتل و ہلاک کیا۔ اور وہ فنا ہوگئے۔ عمالقہ بھی یمن میں تھے لیکن سبا سے پہلے ایرانیوں کا یمن میں تسلط ہوگیا تھا۔ انہوں نے عمالقہ کو یمن سے نکالدیا یا پیچھے کنعان سے عرب کی پہاڑیوں تک ان کی بستیاں تھیں اور جس اسرائیل جب مصر سے نکل کر صحرائے تیہ کے راستہ شام آنا چاہتے تھے تو صحرائے تیہ میں ان کو عمالقہ سے مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اُسوقت صحرائے تیہ میں اُن کی بستیاں تھیں۔

اسی طرح مذکورہ قبائل یکے بعد دیگرے عرب کے مختلف خطوں میں آباد تھے مستند تفصیلی حالات اُن کے معلوم نہیں۔ البتہ **بنی قحطان** کا حال معلوم ہے۔ انہیں میں سلاطین **حمیر** و **سبا** ہوئے۔ انہیں میں **تبابعہ** کی حکومتیں ہوئیں۔ اس لئے ہم بنی قحطان کے بادشاہوں کی فہرست حمزہ اصفہانی کی کتاب تاریخ ملوک الارض سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اس سے عرب کی ترقی و زوال کا ایک نقشہ ذہن نشین ہوجائیگا

بنی قحطان

اہل یمن اپنی تاریخ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یمن میں پہلے عرب بن قحطان آئے۔ اور اُن کے پوتے **سبا** بن یشجب بن یعرب نے قوم عاد سے لڑکر ان کو قتل کیا۔ قید کرکے غلام بنایا۔ اور یمن سے اُن کا نام مٹادیا۔ اور اپنی حکومت قائم کی۔ **سبا** کا نام عبد شمس تھا۔ مگر عاد کی قوم کو غلام بنانے کی وجہ سے سبا لقب ہوگیا۔ یہ ابو العبیلہ ہیں۔ سبائی قوم سب ان کی اولاد ہیں۔ سبا کی وجہ سے یمن کا نام بھی ارض سبا ہوگیا۔ سبا کے وقت میں فتوحات ہوئے حکومت کی بنیاد پڑگئی۔ لیکن نظم نہ ہوسکا۔ منظم حکومت پہلے پہلے ان کے پوتے **حمیر بن سبا** نے قائم کی۔ اس لئے بعض اہل یمن یعرب بن قحطان کو یمن کا پہلا بادشاہ سمجھتے ہیں۔ اور بعض **سبا** بن یشجب بن یعرب کو۔ بعض حمیر بن سبا کو۔

حمیر بن سبا کے پندرہ پشت بعد **الحارث الریاش** بن کا عمران ہوا۔ اس کے وقت میں سبائی حکومت کو بڑی ترقی ہوئی۔ اس کے نسل اہل یمن کی دو حکومتیں علیحدہ علیحدہ تھیں ایک ارض سبا

ہیں اور ایک حضرموت میں۔ کبھی پہلے اہل یمن ایک دوسرے کے تھے۔ **رائش** نے دونوں پر قبضہ کرکے سب کو تابع بنایا۔ اسی لئے رائش کو تبع کہتے تھے۔ اہل یمن کہتے ہیں کہ اس کے فتوحات کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ **ترک** اور **آذربیجان** پر قابض ہوگیا تھا اور اس کے فتوحات کی حد ہندوستان تک پہنچ گئی تھی۔ واللہ اعلم

رائش کے بعد اُس کا لڑکا **ابرہہ ذوالمنار** حکمراں ہوا۔ اُس نے دارالسلطنت میں علامات کے لئے بہت سے منار بنائے تھے۔ ابرہہ کے بعد اس کا لڑکا **افریقیش** ابن ابرہہ ابن الرائش بادشاہ ہوا۔ اسنے مغرب میں ابربر کے قصد سے جنگ کیا۔ اور وہاں ایک شہر **افریقیہ** بسایا۔ افریقیش کے بعد اس کا بھائی **ذوالاذعار** ابن ابرہہ بادشاہ ہوا۔ ذوالاذعار کے بعد ملک **بلقیس** کا باپ **ہداد** بن شراحیل بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد ملکہ بلقیس حکمراں ہوئیں۔ ان کے حکمران ہونے کے بیس برس بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے عقد کرلیا۔

حمیریں کہتے ہیں کہ سد مآرب بلقیس ہی نے بنایا تھا۔ مگر دوسرے مؤرخین عرب کہتے ہیں کہ سد مآرب **لقمان** بن عاد نے تباہی سے بہت پہلے بنایا تھا۔ بلقیس نے مرمت کی تھی۔ یہ سد مآرب بہت دنوں تک باقی رہا۔ **جرہم** اولیٰ قوم میں رسول اللہ ﷺ سے چار سو برس پہلے تباہ ہوا۔ لقمان ابن عاد رائش سے پہلے تھا اور رائش کے وقت میں مرا۔

قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ سبا کا ملک بلقیس کے وقت میں بہت سرسبز و شاداب تھا۔ میں آگے وہ آیتیں لکھونگا۔ جن سے سبائی آبادی اور سیل عرم کی تباہی کا حال معلوم ہوگا۔

ملکہ بلقیس کے بعد اُن کا چچا زاد **شرحبیل** بن مرا جل بادشاہ ہوا۔ اور اس کے بعد **شمر یرعش** حکمران ہوا۔ یہ افریقیش ابن ابرہہ ابن الرائش کا لڑکا تھا۔ اس کے فتوحات بڑے وسیع تھے۔ اہل یمن کہتے ہیں کہ **ذوالقرنین** اسی کا لقب تھا۔ قرآن میں اسی کا تذکرہ ہے۔ سکندر کے متعلق یہ لقب پیچھے غلطی سے مشہور ہوگیا ہے۔ دوسرے تاریخی دلائل کے علاوہ وہ ایک وجہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ذو عربی لفظ ہے سکندر رُومی کا یہ لقب کیونکر ہوسکتا ہے۔ یمن میں اس طرح کے لقب کا ہمیشہ دستور تھا۔ چنانچہ ذونواس۔ ذویزن۔ ذومشنانر۔ ذوکلاع۔ ذویزن وغیرہ مشہور خطابات ہیں۔

اہل یمن کہتے ہیں کہ اس نے خراسان پر قبضہ کرلیا تھا۔ اور شہر **صغد** کو اس نے آباد کیا تھا اس لئے اُس کا نام سمرکند ہوگیا۔ جو بعد کو معرب ہوکر سمرقند بن گیا۔ واللہ اعلم۔

شمر کے بعد اس کا لڑکا **ابوالملک** بادشاہ ہوا۔ اعشیٰ شاعر نے اپنے کلام میں جو ابوالملک کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اُس سے یہی مراد ہے واللہ اعلم۔ ابوالملک کے بعد **افرقن** ابن ابی الملک حکمران ہوا۔

ف آپ پاک کی سورۂ سبا پارہ ۲۲ میں سبائی قوم کا ذکر موجود ہے ۱۲

یہ تبع ثانی ہے اس کے بعد وہ شہان بن الافرع بادشاہ ہوا جس نے قسم ذجدیس کے بقایا کو قتل و ہلاک کیا۔ مورخین عرب کہتے ہیں کہ حجر یمن، حمان اور یمامہ میں ملتسم و جدیس کے بقایا اب تک بہت تھے ان کو اسی نے فنا کیا۔ اعشیٰ مشاعر نے اُن کا مرثیہ لکھا ہے اور اس میں ان قدیم قبائل کا بھی ذکر کیا ہے

ذوجیشان کے بعد اس کا بھائی تبع اقرن الاقرن حکمران ہوا۔ یہ تبع اول ہے اس کے بعد اُس کا لڑکا کلی کرب تبع بن الاقرن حکمران ہوا۔ کلی کرب کے بعد اس کا لڑکا اسعد ابوکرب بن کلی کرب حکمران ہوا۔ جو تبع اوسط ہے۔ اہل یمن کا خیال ہے کہ قرآن شریف میں جس تبع کا ذکر ہے وہ یہی ہے۔ قرآن پاک نے تبع کی بُرائی نہیں بیان کی بلکہ اس کی قوم کی۔ یہ تبع بڑا فوجی آدمی تھا۔ آدم و آسالس کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ برابر سفر میں رہتا تھا۔ اس لئے اُس کی قوم اس سے ناراض ہوگئی۔ اور اُس کے لڑکے حسان بن تبع کو مار کر سکو قتل کرا دیا۔

اسعد ابوکرب کے بعد حسان بن تبع یعنی اُس کا لڑکا حکمران ہوا اور جدیس کے کچھ لوگ اب بھی یمامہ میں باقی رہ گئے تھے اُن کو قتل کرنے لگا۔ وہ بہت عاجز ہو گئے تھے انہوں نے اس کے بھائی عمرو ابن تبع کو بُلایا اور بہت کاوہ دیا تو عمرو نے بھائی کو قتل کر دیا۔ تب عمرو بن تبع حکمران ہوا۔ یہی شوشبان اور ذی الاذعار ہے۔ یہ ہمیشہ بیمار اور ذی فرامش رہتا تھا۔ وتاب قبر کی علت میں فرش کو کہتے ہیں اور شوشبان کے معنی ذی فراش ہیں اس لئے شوشبان مشہور ہوا۔ اور ذی الاذعار اس لئے مشہور ہوا کہ اگر کہیں جاتا ہوتا تو تخت پر مُردوں کی طرح کاندھوں پر جاتا تھا۔ اسود بن یعفر کے اشعار میں ذی الاذعار کا ذکر ہے۔

ذی الاذعار کے بعد چار ملوک اور ہوئے تب عبید کلال بن شوب حکمران ہو گیا یہ نصرانی تھا۔ مگر چشیدہ نصرانیت ظاہر نہیں کرتا تھا۔ عبید کلال کے بعد تبع ثالث حسان بن تبع بن کلی کرب بن تبع بن الاقرن بادشاہ ہوا۔ یہی تبع اصغر اور آخری تبع ہے۔

یہ تبع مکہ اور مدینہ گیا تھا اور جس معدِ پر اکمل فرائض پوتے حارث بن مُرہ ابن جزا کمل المراد الکندی کو بادشاہ بنا دیا تھا۔ جس سے وہاں کندہ کی ایک حکومت قائم ہو گئی تھی۔ بکر، تمیم، قیس، تغلب، اسد کے تمام قبائل اور نزار کا بڑا حصہ غارت کے باجگزار ہو گیا تھا۔ اور اتنی قوت اس نے حاصل کر لی تھی کہ سندھ اور ہند کو اس نے جیرہ سے نکالدیا۔ اور وہاں لخمیوں کی جگہ کندہ کی حکومت قائم کر دی اسی تبع نے پہلے پہلے کعبہ پر غلاف چڑھایا اس سے پہلے یہ دستور نہ تھا۔ یہ تبع مدینہ میں یہود سے

ملا۔ اُن کا طریقہ پسند کیا اور یہودی ہو گیا۔ پھر دو یہودی عالم کو اپنے ساتھ یمن لے گیا اور وہاں پہلے پہلے یہودیت کی اشاعت کی۔ اسی نے اہل یمن اور حبشہ کے درمیان معاہدہ کرایا۔ واللہ اعلم

تبع بن حسان کے بعد مرثد بن عبید کلال حکمران ہوا۔ اور اسی وقت میں حمیر کی قوت متفرق اور منتشر ہو گئی۔ پھر اُس کا لڑکا وبعہ بن مرثد حکمران ہوا۔ پھر ابرہہ ابن الصباح حکمران ہو گیا پھر سمیفع بن عمحرث حاکم ہوا۔ اس کے بعد صباح ذی ابرہہ ابن الصباح ہوا۔ اُس کے بعد حسان بن کرد بن تبع بادشاہ ہوا۔ اُس کی پاس خالد بن جعفر بن کلاب قید ہو کر آیا تھا۔ اس نے چھوڑ دیا۔ اس لئے خالد نے اس کی مدح لکھی ہے۔

حسان کے بعد ایک شخص ذونواس تر بادشاہ ہو گیا۔ یہ نہ شاہی خاندان سے تھا نہ اُس کی اخلاقی حالت اچھی تھی۔ اپنے ایک خوبصورت غلام ذونواس سے اُس نے بدفعلی کرنی چاہی۔ اُس نے چھری مار کر پیٹ چاک کر دیا۔ یہ مر گیا اور ذونواس بادشاہ ہو گیا۔ یہ ذونواس قصی بن کلاب کا معاصر تھا۔ اور یہی صاحب اُخدود ہے جس کا ذکر سورہ بروج میں ہے۔ یہ یثرب گیا تھا یہودیت اس کو پسند آئی۔ وہاں کے یہود نے اس کو نجران کے نصاریٰ کے خلاف بھڑکا دیا۔ آل جفنہ یعنی غسانی نوک کی وجہ سے نجران میں کچھ نصرانی ہو گئے تھے۔ اُس نے وہاں جا کر گڈھے کھدوائے۔ اُس میں آگ جلوائی اور جو شخص نصرانیت سے تائب نہ ہوتا اُس کو اُسی آگ میں ڈلوا دیتا۔ بہت سے نصاریٰ کے ساتھ اس نے یہ سلوک کیا۔ آخر میں کالیک نصرانی ذوثعلبان نجران سے بھاگ کر گیا۔ اور وہاں یہ خبر پہنچائی حبشہ کا بادشاہ بڑی فوج کے ساتھ یمن آیا۔ ذونواس بھاگا اور یمن میں حبشہ کی حکومت قائم ہو گئی۔ ایک شخص ذوجدن نے کچھ مقابلہ کیا مگر وہ بھی بھاگا۔

اس کے بعد یمن حبشی بادشاہوں نے یمن میں حکومت کی پہلا ابرہہ بن الاشرم یہی صاحب فیل ہے جس کا ذکر الم ترکیف کی سورہ میں ہے۔ اس نے مکہ پر حملہ کر کے بیت اللہ کو گرا دینا چاہا تھا وہ یمن عذاب الٰہی سے تباہ ہو گیا۔ اس کے بعد یکسوم بن ابرہہ ہوا۔ پھر مسروق۔

مسروق کے وقت میں حمیر کا ایک شخص سیف بن ذی یزن ایران گیا۔ اور نوشیرواں سے امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اسی امداد سے حبش کا یمن میں اُس نے خاتمہ کر دیا بعض کہتے ہیں کہ یہ خاتمہ حرب فجار کے دس برس بعد ہوا بعض کہتے ہیں کہ تعمیر کعبہ سے پانچ برس پہلے حضور کی نظر اس وقت تقریباً تیس سال کی تھی۔

اس کے بعد یمن کی آزادی جاتی رہی۔ وہ ایران کا ایک صوبہ ہو کر رہ گیا تھا ہجرت کے وقت

ف قرآن پاک کی آیات پارہ ۳۰ سورۂ بروج اسی سے متعلق ہیں ۱۲

باذان وہاں کے عامل تھے۔ یہ فارسی النسل تھے۔ اور غزوۂ دوادیہ ان کے ساتھ ایرانی افسر تھے۔ یہ سب مسلمان ہو گئے۔ واللہ اعلم۔

تبصرہ

میں نے تمام تاریخی تفصیلات کو ترک کر دیا ہے۔ صرف اُسی قدر لکھا ہے جس کو تاریخ یمن کا قدر مشترک بیان کہہ سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ **سبائی۔ حمیری** اور **تبابعہ** کی مختلف اور متعدد سلطنتیں نہ تھیں۔ سبا بن یشجب سب کا جد اعلیٰ ہے۔ اُسی کی اولاد **سبائی** ملوک ہیں اور اُسی کا لڑکا **حمیر بن سبا** جو منظم سلطنت کا بانی ہے۔ اس کے بعد کے تمام سلاطین کو ملوک حمیر بھی کہتے ہیں (انیس)۔ جو سبا اور حمیر کی اولاد میں ہے پہلے پہلے تبع کا لقب دیا گیا کیونکہ اُس نے اُن لوگوں کو تابع کیا جو پہلے تابع نہ ہو سکے تھے۔ اور آخر کو بھی اسی طرح تبع کا لقب ملا لیکن تبع بن لاقون کے بعد سے تبع بن حسان تک جتنے تبابعہ حمیر ہوئے سب تبع کہلائے۔

ملوک سبا میں دو بادشاہ زبردست ہوئے ہیں جنہوں نے اس سلطنت کو عروج کمال تک پہنچایا۔ **ذیبش** اور **یرعش**۔ سبا کے وقت سے اس خاندان کی حکومت شروع ہوتی ہے۔ اور **عرثد بن بعیر** کلال پر ختم کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اُس کے بعد بھی **حمیری** ملوک ہوئے مگر مستقل طور پر۔

سبا و حمیر کی تاریخ میں جو چیز بالکل غیر اطمینان بخش ہے وہ سلاطین حمیر کی تعداد ہے۔ سبا کے وقت سے مرثد بن ابی عید کلال تک ۲۰ ہزار برس سے زیادہ کی مدت ہے۔ اس طویل مدت میں صرف چالیس ملوک کا نام آتا ہے جو بالکل قرین قیاس نہیں ہے۔ مگر شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ عربوں میں یہ خاندان تھا اور اب بھی ہے کہ کئی کئی پشتوں تک ایک ہی نام چلا جاتا ہے۔ شاید اس تاریخ میں یہ ہوا ہے کہ ایک نام کے سلسلہ میں قدر ملوک ہوئے اُن کو ایک تسلیم کر لیا گیا ہے۔

ملوک سبا کے عروج و کمال کی داستان بہت طویل ہے۔ مگر ہم اُسی قدر لکھتے ہیں جس قدر قرآن میں صاف و صریح ہے۔ سبا کے تمدن کا نقشہ خداوند کریم نے سورۂ سبا کی آیتوں میں بتایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سبا کا عروج جس حد تک پہنچ گیا تھا وہ خود خدا کی قدرت کی نشانی تھی۔ اگر وہ غور کرتے۔ اُن کا شہر ہر قسم کی خوبیوں سے پاک و صاف تھا۔ داہنے بائیں باغ تھے جس میں خدا کے عطا کئے ہوئے رزق کی انتہا نہ تھی۔ ارض سبا سے شام تک مسلسل بستی ہوئی آبادیاں تھیں۔ ہر جگہ منازل بنے ہوئے تھے۔ عمدہ کھانا اور اچھے پانی کا سامان ہر جگہ بافراط تھا۔ رات ہو یا دن ہر وقت سفر میں امن تھا۔ مسافر کو

راہ راہ ساتھ لینے کی ضرورت نہ تھی۔ نہ بھوک پیاس کا ڈر تھا نہ تکلیف و بیماری کا اندیشہ۔ چوری دشمنی کا خوف سبا کے لئے اُن کی آبادی میں (اگر غور کرتے تو) خدا کی نشانیاں تھیں۔ وہ باغ تھے دہنے اور بائیں۔ حکم تھا کہ خوب کھاؤ۔ خدا کا رزق اور شکر کرو لطیف شہر (رہنے کو ہے) اور خدا معاف کرنیوالا ہے لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے سیل عرم بھیجا اور اُن کے دونوں باغوں کو ایسے باغوں سے بدل دیا جس میں بدمزہ پھل تھے۔ جھاؤ کا درخت تھا اور کچھ تھوڑی جھربیری تھی۔ یہ میں نے ان کو اُن کے ناشکری کی سزا دی۔ اور ہم صرف ناشکروں کی سزا کرتے ہیں۔ اور ہم نے سبا اور شام کے درمیان نزدیک نزدیک بستیاں بنا دیں اور منزلیں مقرر کر دی تھیں کہ رات اور دن جب چاہیں بے خطر سیر کریں۔

لقد کان لسبا فی مسکنھم ایۃ جنتٰن عن یمین و شمال کلوا من رزق ربکم واشکروا لہ بلدۃ طیبۃ و ربٌ غفورٌ فاعرضوا فارسلنا علیھم سیل العرم وبدلنٰھم بجنتیھم جنتین ذواتی اکل خمط واثل وشیٍٔ من سدر قلیل ذٰلک جزینٰھم بما کفروا وھل نجزی الا الکفور وجعلنا بینھم وبین القری التی برکنا فیھا قری ظاھرۃ وقدرنا فیھا السیر سیروا فیھا لیالی وایاما امنین۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ملک کی مادی اور انتظامی ترقی مرتبہ کمال تک پہنچ گئی تھی شہر کی انتظامی حالت بہت ہی اچھی تھی۔ رزق کی کثرت تھی۔ اطمینان اور امن عام تھا۔ مگر جب انہوں نے اس پر بھی ناشکری کی تو سیل عرم کی شکل میں اُن پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔

یمن ملک سارے عرب میں **سیل عرم** نے تغیر عظیم پیدا کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ سے چار سو برس پہلے یمن میں یہ سیلاب آیا۔ اور اس نے سبا کے ملک کی سرسبزی و شادابی کو جس کا ذکر اوپر ہوا تباہ کر دیا اور سارا ملک ریگستان ہو کر رہ گیا۔ یہ امر مسلم ہے کہ اس سیلاب کی ظاہر وجہ کیا ہوئی۔ عرم کے معنی شدید سخت۔ حد سے بڑھا ہوا ہے۔ تو سیل عرم کے معنی ہوئے حد سے بڑھا ہوا سیلاب۔ اور کہتے ہیں کہ عرم وادی کا بھی نام ہے اور عرم بمعنی پتھر ہے جس سے سد ہے۔ اور تمام مفسرین حضرت ابن عباسؓ اور حضرت وہبؒ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ عرم ایک دیوار کا نام ہے جس کو لقمان بن عاد یا ملکہ بلقیس نے بنایا تھا۔ یہ پہاڑ کی گھاٹیوں کو گھیر کر درمیان میں حوض بنا دیا تھا۔ اس طرح کہ پہاڑ اور وادی کا تمام پانی اوس حوض میں جمع ہوتا تھا اور اسی سے تمام ملک میں آب پاشی ہوتی تھی۔ سیل عرم نے اس بند اور اس حوض کو تباہ کر دیا۔ اور اس کی تباہی نے ملک کو تباہ کر دیا اس کے بعد پھر اس کی تعمیر نہ ہو سکی۔

Scanned by CamScanner

مقدمہ

ترمذی میں فروہ بن مسیک مرادی کی ایک روایت ہے کہ جب آیہ سبا نازل ہوئی تو ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ سبا کیا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ سبا ایک شخص تھا جس کے دس لڑکے تھے۔ چار شام میں رہے۔ لخم۔ جذام۔ غسان۔ عاملہ۔ اور چھ یمن میں۔ ازد۔ اشعریین۔ حمیر۔ کندہ۔ مذحج۔ انمار۔ حضرت نے کیا کہ انمار کیا؟ فرمایا کہ جس سے خثعم اور بجیلہ ہیں۔ لڑکے سے مراد صلبی لڑکا نہیں ہے بلکہ صرف یہ غرض ہے کہ یہ تمام قبائل سبا کی اولاد ہیں۔

خداوند پاک نے سورۂ نمل میں ملکہ بلقیس کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کی ایک آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سبا کا تمدن کیسا تھا۔ ہدہد نے آکر حضرت سلیمانؑ سے بیان کیا کہ میں سبا سے آرہا ہوں۔ وہاں کی حکومت ایک عورت کو حاصل ہے میں نے دیکھا کہ اس کو ہر طرح کی نعمت عطا کی گئی ہے۔ اور اس کا تخت بڑا عظیم الشان ہے۔ وہ اور اس کی قوم آفتاب کو سجدہ کرتی ہے خدا کو نہیں۔

فقال احطت بما لم تحط به وجئتك من سبا بنبا يقين انى وجدت امرأة تملكهم واوتيت من كل شئ ولها عرش عظيم وجدتها وقومها يسجدون للشمس من دون الله	ہدہد نے کہا کہ میں نے ایسی بات معلوم کی ہے جس کا علم آپ کو نہیں ہے۔ میں آپ کے پاس سبا سے ایک صحیح خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ ان کی مالکہ ایک عورت ہے جس کو دنیا کی ہر طرح کی چیز دی گئی ہے۔ اور اس کے پاس تخت بڑا عظیم الشان ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ عورت اور اس کی قوم آفتاب کو سجدہ کرتی ہے۔ خدا کو نہیں۔

سورۂ نمل پارہ ۱۹۔

لخم کی حکومت حیرہ میں

عرب کی دو دشمن حکومتیں اور قبیلے ایک عرصہ تک حکمران رہیں۔ لخم کی حکومت عراق میں۔ اور غسانیوں کی شام کے سرحدی۔ جب سبا کا ملک سیل عرم سے تباہ ہوگیا تو اربابِ سبا کے دارالسلطنت سے لوگ عراق اور شام کی طرف چلے آئے۔ چنانچہ ازد کے قبائل میں سے کچھ لوگ مالک بن فہم ازدی کیساتھ سوادِ عراق میں آئے۔ اور بحرین اور اس کے اطراف کے قبائل سے معاہدہ کیا اور متبوع کہلائے۔ مالک بن فہم ازدی حاکم ہوا۔ اور انبار میں قیام کیا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا جذیمہ بن مالک بن فہم حکمران ہوا یہی جذیمۃ الابرش اور جذیمۃ الوضاح کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سوادِ حیرہ تک انبار۔ رقہ۔ بین النہرین الفرات اور بادیہ عرب کی تمام مخلوط آبادی پر قابض ہوگیا۔ آخر میں معد کے تمام قبائل پر اور یمن کے بعض عنصر پر بھی

مقدمہ

اس کی حکومت ہوگئی۔ جذیمہ کو کوئی اولاد نہ تھی سوائے ایک لڑکی کے۔ اس لئے اس کے بعد اس کی بہن کا لڑکا عمرو بن عدی بادشاہ ہوا۔ اس نے حیرہ کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور اسی کو اہل عراق۔ عراق کا پہلا بادشاہ لکھتے ہیں۔ اس کی ماں جذیمۃ الابرش کی بہن تھی۔ مگر باپ کی طرف سے یہ آل نصر تھا۔ اس کے بعد امرؤ القیس البدا بن عمرو بن عدی حکمران ہوا۔ اس کے وقت میں اوس بن قلام الحنظلی برسر اقتدار ہوگیا تھا۔ اور آل نصر سے حکومت نکل گئی تھی۔ لیکن اس سے عمرو بن عمیل نے حکومت چھین لی تھی اور عمرو خاندان نصر میں حکومت آئی۔ امرؤ القیس عمرو بادشاہ ہوا۔ اور اسی کے بعد اس کا لڑکا النعمان الاکبر بادشاہ ہوا۔ یہی نعمان خورنق اور سدیر کی مشہور عمارتوں کا بانی ہے کہتے ہیں کہ معاصرین سے بدلہ لینے میں جتنا سخت یہ تھا عرب کا کوئی بادشاہ اتنا سخت نہیں ہوا۔ یہ شام میں کبھی فتح لڑا۔ اور شامیوں کو بہت پریشان کیا۔ ملک کا انتظام بہت اچھا کرتا تھا۔ دولت۔ غلام۔ گھوڑے اسکے پاس اتنے جمع ہوگئے تھے کہ حیرہ کے ملک میں سے کسی کے پاس کبھی اتنے جمع نہ ہوئے۔ ایک روز اپنے محل خورنق میں بیٹھا ہوا تھا جس طرف دیکھا پُر رونق اور سرسبز تھا۔ باغ۔ باغیچے۔ درخت۔ نہریں۔ چراگاہ۔ عیدگاہ۔ ہر طرف خوش منظر اور دلچسپ نظارہ تھا۔ فرات محل کے سامنے بہہ رہا تھا۔ کشتیاں گھوم رہی تھیں۔ غواص غوطے لگا رہے تھے۔ مچھوے مچھلیاں مار رہے تھے۔ حیرہ کا پُر رونق شہر دولت و ثروت سے معمور۔ اور بہت ہی دلکش تھا۔ گھوڑے کثرت سے گھوم رہے تھے۔ رعایا ہر طرف خوش اور بشاش پھر رہی تھی۔ ان سب چیزوں کو دیکھ کر اس کے دل پر بڑا اثر پڑا۔ سوچنے لگا کہ یہ سب مال و دولت کس کام کی چیز ہے۔ آج میری ہے۔ کل کسی اور کا ان سب پر قبضہ ہوگا۔ رات کو فقط ایک چادر اس نے ساتھ لی۔ اور محل سے نکل گیا۔ پھر کسی نے نہ دیکھا کہ کہاں گیا۔ تب اس کا لڑکا منذر بن نعمان اکبر بادشاہ ہوا۔ پھر اسود بن منذر حکمران ہوا۔ پھر اس کا بھائی منذر بن منذر حکمران ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھتیجا نعمان بن الاسود حکمران ہوا۔ اس کے بعد لخمی کا ایک شخص ابو یعفر بن اللخمۃ الذبیانی اس کا قائم مقام ہوگیا۔ اس کے بعد پھر نعمان اکبر کا لڑکا امرؤ القیس بن نعمان بن امرؤ القیس حکمران ہوا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا منذر بن امرؤ القیس بادشاہ ہوا۔ جو منذر ابن ماء السماء مشہور ہے۔ ماء السماء اس کی ماں کا نام تھا۔ حسن کی وجہ سے اس نام سے مشہور تھی۔ اسی کے وقت میں حارث غسانی عمرو بن عمرو بن عدی الملوار کندی نے حیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور کندہ کی حکومت وہاں قائم کر دی۔ اور لخمیوں کی حکومت جاتی رہی۔ لیکن جب کسریٰ[۱] ایران کے تخت پر بیٹھا۔ تو اس نے منذر کو بُلوایا۔ وہ دی اور کندہ کو حیرہ سے نکال دیا۔ اور دوبارہ منذر بن امرؤ القیس بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا عمرو ابن منذر بادشاہ ہوا۔ اس کے بادشاہ ہونے کے

[۱] ایران کے بادشاہ کا نام جو انصاف کرنے میں بہت مشہور تھا ۱۲

Scanned by CamScanner

تقریباً پچیس چھ مہینے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ اور اُسی سال ابرہہ ابن الاشرم نے ہاتھی کے ساتھ مکہ پر حملہ کیا۔ عمرو کے بعد اُس کا بھائی قابوس بن المنذر حکمران ہوا۔ مگر اس کو فوراً ہی فارسی نے قتل کر دیا۔ اور وہ ایک برس بادشاہ رہا۔ پھر قابوس اور عمرو کا بھائی منذر ابن المنذر بادشاہ ہوا۔ پھر اُس کا لڑکا نعمان بن منذر بادشاہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ یہ نصرانی ہو گیا تھا۔ پہلے بُت پرست تھا اسکو کسریٰ پرویز بن ہرمز نے قتل کر دیا اور اسی پر فارسیوں کی حکومت تمام ہوئی۔ اُس کے بعد ایاس بن قبیصہ الطائی اور پھر ذادویہ فارسی تھوڑے دنوں تک حکمران رہے۔ اُن کے بعد پھر منذر بن نعمان بن منذر حکمران ہوا تھا۔ جو جوانی میں قتل ہوا۔ اور اُس کے بعد خالد بن الولید حیرہ پہنچے۔ واللہ اعلم۔

ملوک غسان

جس طرح ایران کے ماتحت آل لخمی نصر کی حکومت عراق پر تھی اُسیطرح قیصر کے ماتحت سرحد شام پر غسانی حکومت تھی۔ جن کو آل جفنہ بھی کہتے ہیں۔

سیل عرم کی وجہ سے جب سبا وحمیر کا ملک تباہ ہوا۔ اور عرب سے پریشان ہو کر اُمراء حمیر منتشر اور متفرق ہوئے۔ تو ازد کی ایک جماعت شام کے سرحد پر ایک چشمہ کے کنارہ اُتر پڑی جس کا نام غسان تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ لوگ بھی غسان یا غسانی کہلانے لگے۔ اس جگہ پہلے سلیح بن عمران کی حکومت تھی۔ چند روز اتفاق رہا مگر پھر جنگ ہوئی۔ اور ان لوگوں نے وہاں سے سلیح کو نکال دیا۔ واللہ اعلم۔

سلیح کے نکالنے کے بعد جفنہ بن عمرو مزیقیا پہلے پہل غسانی بادشاہ ہوا۔ اس نے حوران کے اطراف میں بہت سے قریٰ آباد کئے۔ اور بنو قضاعہ و بنو طی وغیرہ سے برابر لڑتا پڑتا تھا۔ اس لئے قلعے بھی محافظت کے لئے بنائے۔ اُس کے بعد عمرو بن جفنہ بادشاہ ہوا۔ جس نے دیر حالی۔ دیر ایوب۔ دیر سنباد وغیرہ تعمیر کیا۔ پھر ثعلبہ بن عمرو بن جفنہ حکمران ہوا۔ اس نے حوران کے اطراف سے آرمنی بلقا تک سکے اور کوٹے بنوائے۔ پھر حارثہ بن ثعلبہ حکمران ہوا۔ پھر جبلہ ابن الحارث جسنے پل اور مسافر خانے بنوائے پھر حارثہ بن جبلہ حکمران ہوا اور اس نے بلقا میں قیام کیا۔ اور وہاں قلعہ اور قصر وغیرہ بنوایا۔ پھر منذر الاکبر بن الحارث حکمران ہوا۔ پھر اُس کا بھائی نعمان بن الحارث حکمران ہوا۔ پھر اُس کا بھائی منذر الاصغر بن الحارث حکمران ہوا۔ اس نے جابر میں قیام کیا۔ اور قصر جابر اور محاربا وغیرہ وہاں بنوایا۔ اُس کے بعد ایہم بن الحارث حکمران ہوا۔ اور دیر القصر اور دیر النبوۃ بنوایا۔ پھر اُس کا بھائی عمرو

۵۸ قرآن پاک کی سورۂ فیل میں ابرہہ کا تذکرہ معلوم ہے ۱۲

بن الحارث حکمران ہوا۔ اُس نے سویر میں قیام کیا۔ اور قصر الصفا صفاۃ العجلات اور قصر مسانہ بنوایا۔ اُس کے بعد جبلۃ الاصغر بن المنذر بن الحارث ہوا۔ یہی عرق مشہور ہے۔ اور اُس کی اولاد کو آل عرق کہتے تھے کیونکہ اسی نے جیرہ کو جلا دیا تھا۔ پھر نعمان الاصغر بن منذر الاکبر بن الحارث حکمران ہوا۔ اس کے بعد نعمان بن عمرو بن منذر حکمران ہوا۔ جو قصر سویدا اور قصر جارب کا بانی ہے۔ یہ عرب کی مشہور عمارتیں تھیں۔ پھر جبلۃ بن نعمان حکمران ہوا۔ اُس نے صفین میں قیام کیا۔ حین ابایغ اسی نے بنوایا تھا۔ اور منذر ابن ماء السماء کے ساتھ اس کی جنگ ہوئی تھی۔ پھر نعمان ابن ایہم ابن حارث حکمران ہوا۔ پھر اس کا بھائی حارث ابن ایہم۔ پھر نعمان بن حارث۔ پھر منذر ابن نعمان۔ پھر اس کا بھائی عمرو بن نعمان۔ پھر اُس کا بھائی جبلۃ بن نعمان پھر اُس کا لڑکا حارث بن جبلۃ بن الحارث۔ اُس کے بعد اس کا لڑکا حارث بن جبلۃ ہوا۔ جو سخی کنانہ سے لڑا تھا۔ اور وہ جابیہ میں رہتا تھا۔ واللہ اعلم۔ پھر اس کا لڑکا نعمان بن حارث ہوا جس کی کنیت ابو کرب تھی نابغہ نے اس کا مرثیہ لکھا ہے۔ اس نے بھی یادگار عمارتیں بنوائی تھیں۔ اس کے بعد ایہم بن جبلہ حکمران ہوا اس کی عمارتیں بہت مشہور ہیں۔ تدمر۔ قصر برکہ۔ ذات انصار وغیرہ اسی کی بنوائی ہوئی عمارتیں تھیں۔ پھر اُس کا بھائی منذر بن جبلہ۔ پھر دوسرا بھائی اسمٰعیل بن جبلہ۔ پھر تیسرا بھائی عمرو بن جبلہ حکمران ہوا۔ پھر اُس کا بھتیجا جبلۃ بن حارث بن جبلہ حکمران ہوا۔ اُس کے بعد غسان کا آخری حکمران جبلۃ بن الایہم بن جبلہ بن الحارث حکمران ہوا۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا۔ پھر مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا۔ اور روم جا کر لاپتہ ہو گیا۔ واللہ اعلم

خلاصہ

اس مختصر تاریخ سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضور کی پیدائش کے وقت یمن پر حبشہ کی حکومت تھی لیکن بہت سے پہلے وہ حکومت بھی ختم ہو گئی اور اُس کے ساتھ یمن کی آزادی بھی ختم ہو چکی تھی۔ یعنی وہ ایران کے ماتحت ہو گیا تھا۔ یمن حمیر کے اولاد بہت تھے۔ مگر اُن کی کوئی طاقت نہ تھی۔ تاہم سب ملوک کہلاتے تھے جیسے تبع تبان یاسر۔ تبابعہ وغیرہ میں بھی اس طرح کے اُمراء بہت تھے۔ اور اُن میں سے بھی اکثر ملوک ہی کہلاتے تھے۔ مگر اُن میں سے کسی کے پاس اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ وہ اپنے زیر اثر علاقہ میں انتظام قائم رکھ سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ پورے جزیرہ نما عرب میں کسی طرح کا کوئی ملکی انتظام قائم نہ تھا۔ چوری۔ ڈکیتی۔ قتل۔ خونریزی۔ زنا۔ فسق وفجور سارے ملک میں عام تھا۔ اور ان جرموں کو روکنے والی کوئی طاقت ملک کے کسی حصہ میں موجود نہ تھی۔ معاش کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ تعلیم و تعلم کا تو کہیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ عرب کی ترقی اور تہذیب تمدن کا زمانہ جو کچھ تھا وہ سیل عرم سے پہلے تھا۔ سیل عرم کی وجہ سے یمن تباہ ہوا اور اس کی تباہی نے سارے

۵۹ جبلۃ ابن الایہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مسلمان ہو گیا تھا لیکن پھر مرتد ہو گیا ۱۲

تک میں ابتری اور تباہی پھیلا دی تھی۔ اور اس کے بعد سے برابر عرب کی حالت پست ہوتی گئی۔ چار سو برس کے بعد اب اُن کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ وہ جو لوگ وہ جو لوگ ضعیف تھے بہتر ہو گئے تھے حیرہ میں کچھ طاقت تھی مگر سیدنا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے وہاں بھی طاقت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور حیرہ کی پہلی طاقت بھی ایران کے زیر اثر تھی۔ وہ عرب کی آزاد طاقت نہ تھی۔ اور غسان کا بھی یہی حال تھا تاہم نسبتاً عراق کی حالت بھی تھی اور یمن کی حالت ان سے بھی بری تھی۔ مگر کاشر ملک کے اندرونی حالت پر کچھ بھی نقصان اور تباہی تو بہت کم تھا عرب اس حال سے تنگ آ چکا تھا کہ دفعتہً اسلام کا ظہور ہوا۔ یہ عرب کے لئے سب سے بڑی نعمت تھی۔ اور سارے عرب نے اس نعمت کو محسوس کیا۔ اسی لئے صرف قریش اور قریش کے زیر اثر قبائل نے تو بیشک اسلام کی مخالفت کی لیکن یہ ہو گئے تو سارا عرب خود بخود اسلام کے آغوش میں آ گیا۔ اور اس کا پھر جو کچھ نتیجہ ہوا اور عرب کی حالت جس طرح پلٹی اُس سے ساری دنیا واقف ہے۔ واللہ اعلم۔

ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ ہجری
مطابق اگست ۱۹۳۱ء

ابوالبرکات عبدالرؤف عفی عنہ
قادری داناپوری

نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان یہاں تک آپ کا نسب صحیح طریقوں سے ثابت ہے اُسکے بعد اختلاف ہے۔

اجداد و جدات

حضور کے جد اعلےٰ عبدمناف بن قصی کی اولادیں سب ذیل ہیں ہاشم۔ عبدشمس۔ مطلب یہ تین بھائی اور پانچ بہنیں تماضر۔ ام الاخنس۔ فلانہ۔ ام سفیان۔ نقیہ بھائی بہنیں ہیں۔ ان سب کی ماں عاتکہ بن مرہ زوجہ عبدمناف ہیں۔ جو بنی ثعلبہ بن بہثہ کی عورت تھیں نوفل بن عبدمناف چوتھے لڑکے ہیں۔ اُن کی ماں واقدہ بنت عمرو المازنیہ ہیں پانچویں لڑکے ابوعمرو ایک لڑکی رقیہ ہیں۔ ان دونوں کی ماں قبیلہ ثقیف کی ایک عورت تھیں۔ اسطرح اُن کے پانچ لڑکے چھ لڑکیاں۔ اور تین زوجہ تھیں اُن میں سے حضور کے جد امجد ہاشم کی ماں واتکہ بنت مرہ ہیں۔ عاتکہ کی ماں صفیہ بنت حوزہ بنی بکر بن ہوازن میں سے ہیں۔ صفیہ کی ماں عاید اللہ بن سعد العشیرہ بن مذحج کی لڑکی ہیں واللہ اعلم ان سب کی اولاد بنی عبدمناف ہے۔

Scanned by CamScanner

اولاد ہاشم

آپ کے جد اعلیٰ ہاشم کے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ ہاشم کی ایک زوجہ سلمیٰ بنت عمرو بن زید مدینہ کی تھیں قبیلہ خزرج کے بنی نجار کی معزز خاتون تھیں ان کے لڑکے عبدالمطلب بن ہاشم اور رقیہ بنت ہاشم ہیں سلمیٰ کی ماں عمیرہ بنت صخر اور عمیرہ کی ماں سلمیٰ بنت عبدالاشہل نجاریہ تھیں دوسرے لڑکے اسد بن ہاشم اُن کی ماں قیلہ بنت عامر الخزاعی ہیں۔ تیسرے لڑکے ابی صیفی بن ہاشم اور حیہ بنت ہاشم اُن کی ماں ہند بنت عمرو بن ثعلبہ خزرجیہ ہیں چوتھے نضلہ بن ہاشم اور الشفا بنت ہاشم ان کی بھی ماں بنی قضاعہ کی ایک عورت تھیں۔ دو لڑکیاں خالدہ بنت ہاشم ضعیفہ بنت ہاشم اُن کی ماں واقدہ بنت ابی عدی مازنیہ ہیں واللہ اعلم۔ ان سب کی اولاد بنی ہاشم ہیں

اولاد عبدالمطلب

اعمام وعمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تمام اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ کے دس چچا تھے۔ مگر جو نام لکھتے ہیں وہ دس سے زیادہ ہوتے ہیں۔ ابن ہشام نے توسع جلد اللہ کے دس لکھا ہے۔ اور دوں نے حضرت جلد اللہ کو چھوڑ کر دس لکھا ہے۔ سیرۃ ابن ہشام میں خواجہ عبدالمطلب کے دس لڑکوں کے نام یہ ہیں حمزہ۔ العباس۔ ابوطالب عبد مناف۔ ابولہب عبدالعزیٰ۔ زبیر۔ مقوم۔ ضرار۔ حیثہ۔ مقبہ۔ جلد اللہ۔ حارث۔ ابن اثیر نے اس پر اضافہ کیا ہے جلد الکعبہ۔ قثم۔ الغیداق۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ جحل کو کثرت مال اور کثرت خیرات کی وجہ سے الغیداق بھی کہتے ہیں لیکن ابن اثیر لکھتے ہیں کہ جحل کی ماں ہالہ بنت اہیب ہیں۔ اور الغیداق کی ماں ممنعہ بنت عمرو ابن قیم لکھتے ہیں کہ الغیداق کا نام مصعب یا نوفل تھا۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ بعض

روایت ہے کہ ایک چچا آپ کے اور تھے العوام واللہ اعلم

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ پھوپھی آپ کی چھ تھیں صفیہ۔ ام حکیم البیضاء۔ عاتکہ۔ امیمہ۔ اروی۔ برہ۔

آپ کے اعمام میں سب سے بڑے حارث تھے اور حضرت عباسؓ سب سے چھوٹے جلد الکعبہ ضرار۔ اور قثم کا بچپن میں انتقال ہوگیا۔ صرف دو چچا نے آپ کے اسلام قبول کیا حضرت حمزہ اور حضرت عباس یہی عباس غلطاء بنی عباس کے جد اعلیٰ ہیں کہتے ہیں کہ مامون الرشید نے اپنے زمانہ میں بنی عباس کا شمار کیا تھا چھ لاکھ تھے۔ واللہ اعلم

۱۔ آپ کی حقیقی دادی فاطمہ بنت عمرو بن عائذ تھیں اُن کی اولاد یہ ہیں ابوطالب جلد اللہ زبیر۔ عبدالکعبہ۔ ام حکیم البیضاء۔ عاتکہ۔ برہ۔ امیمہ۔ اروی۔ اس لیے یہ آپ کے حقیقی اعمام وعمات ہیں۔

۲۔ آپ کے دادا عبدالمطلب کی دوسری زوجہ ہالہ بنت اہیب ہیں۔ اُن سے اولاد ہوئی حمزہ۔ مقوم۔ حجل اور صفیہ۔ یہ ہالہ۔ رسول اللہ کی والدہ یعنی آمنہ بنت وہب کی چچازاد بہن بھی ہیں۔ آپ کے نانا وہب اور حضرت حمزہ کے نانا اہیب دونوں حقیقی بھائی تھے۔

۳۔ تیسری زوجہ نتیلہ بنت جناب۔ ان سے حضرت عباس اور ضرار پیدا ہوئے۔

۴۔ چوتھی زوجہ عفیرہ بنت جُنْدُب اُن سے حارث اور قثم ہیں۔

۵۔ پانچویں لبنیٰ بنت ہاجران سے ابولہب عبدالعزیٰ

۶۔ چھٹی ممنعہ بنت عمران سے غیداق جن کا نام نوفل یا مصعب تھا پیدا ہوئے۔

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں کہ قثم بھی انھیں کے لڑکے تھے تب قثم غیداق کے حقیقی بھائی تھے نہ حارث کے۔ واللہ اعلم

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ آپ کی دادی فاطمہ بنت عمرو بن عائذ کی ماں کا نام صخرہ بنت عبد بن عمران تھا۔ اور صخرہ کی ماں کا نام مخربہ بنت عبد بن قحطی

Scanned by CamScanner

عمات النبی صلے اللہ علیہ وسلم

ام حکیم البیضاء رسول اللہ کے والد جناب عبداللہ کی یہ توام ہیں۔ ان کا عقد کریز بن ربیعہ سے ہوا۔ دو اولاد ہوئی ایک اروی بنت کریز جو حضرت عثمان بن عفان کی ماں ہیں۔ اور ایک عامر بن کریز

(عاتکہ) ان کا عقد ابو امیہ بن المغیرہ مخزومی سے ہوا یعنی ام المومنین ام سلمہ کے باپ سے دو اولاد ہوئی زہیر[۳] اور عبداللہ[۴] یہ دونوں حضرت ام سلمہ کے سوتیلے بھائی ہیں

(برہ) ان کا عقد پہلے عبدالاسد بن ہلال مخزومی سے ہوا جس سے حضرت ابوسلمہ پیدا ہوئے جو حضرت ام سلمہ کے پہلے شوہر ہیں۔ اُن کے بعد ان کا عقد ابو رہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا جس سے ابو سبرہ[۵] پیدا ہوئے

---

[۱] اروی بنت کریز ابن حجر اصابہ میں ابن سعد سے نقل کرتے ہیں کہ اُن کے پہلے عثمان نے عقد کیا تو حضرت عثمان اور آمنہ پیدا ہوئیں پھر عتبہ بن ابی معیط نے عقد کیا تو ولید، عمارہ، خالدہ، ام کلثوم، ام حکیم اور ہند پیدا ہوئیں۔ یہ مسلمان ہو کر حبش ہجرت کیا اور ابن مندہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان کے خلافت میں ان کا انتقال ہوا واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۲] عامر بن کریز فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے ان کے لڑکے عبداللہ بن عامر بھیجے بصرہ کے امیر ہوئے تھے یعنی حضرت عثمان کے زمانہ میں ۱۲ منہ

[۳] زہیر اور عبداللہ دونوں مسلمان ہوئے ابن سعد نے زہیر کو اُن دس لوگوں میں بتایا ہے جو رسول اللہ کو تکلیف دیتے تھے اور ابن اسحاق نے ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے صحیفہ قریش کو باطل کرنے کی کوشش کی تھی ان لوگوں میں سے زہیر کے سوا اور کوئی مسلمان نہ ہوا اور عبداللہ ابوسفیان کے ساتھ فتح مکہ کے ایام میں راستہ میں مسلمان ہوئے ۱۲ منہ

[۴] ابوسبرہ سابقین اولین سے ہیں حبش کی طرف ہجرت کی پھر بدر میں شریک ہوئے باتفاق بدری ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

(امیمہ) ان کا عقد عبد بن وہب سے ہوا جس سے طُلیب[۱] بن عبد ہوئے

(صفیہ) ان کا عقد پہلے حارث بن امیہ سے ہوا۔ اُن کے بعد العوام بن خویلد یعنی ام المومنین حضرت خدیجہ کے بھائی سے۔ اُن سے اُن کو تین لڑکے ہوئے حضرت زبیر بن العوام، سائب، عبدالکعبہ عبدالکعبہ بچپن میں مر گئے

حضور کے عمات میں سے حضرت صفیہ مسلمان ہوئیں۔ اروی اور عاتکہ کے اسلام میں اختلاف ہے واللہ اعلم

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی ہیں حضور کا جدی نسب ماں کے ساتھ کلاب بن مرہ میں ملتا ہے حضرت آمنہ کی ماں یعنی رسول اللہ کی نانی کا نام برہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرہ ہے برہ کی ماں یعنی آپ کی پرنانی اُم حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب ہیں اُم حبیب کی ماں برہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی ہیں

ولادت اور یتیمی

آپ کے والد ماجد جناب عبداللہ بن عبدالمطلب نے آمنہ خاتون سے شادی کی اور حضرت آمنہ حاملہ ہوئیں اُس کے بعد ہی خواجہ عبدالمطلب نے اُن کو کھجور کے لیے مدینہ بھیجا۔ وہیں پچیس برس کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اُن کے انتقال کے

---

[۱] طُلیب بن عبد ابن حجر لکھتے ہیں کہ ان کی ماں اروی بنت عبدالمطلب ہیں ابن اسحاق نے انکو حبشہ کی طرف ہجرت کرنیوالوں میں لکھا ہے اور صرف واقدی نے اُن کا نام بدر کے شرکا میں لکھا ہے واللہ اعلم ۱۲

بعد آٹھ یا بارہ ربیع الاوّل کو پیر کے دن صبح صادق کے وقت خاص بیت اللہ کے اندر حضور پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش اُسی سال ہوئی جس سال اصحاب فیل نے مکّہ پر حملہ کیا تھا۔ والد کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں رہے

رضاعت

پیدائش کے بعد کئی دن تک آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثُوَیبہ[1] نے آپ کو دودھ پلایا ثُوَیبہ نے اس سے پہلے آپ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو دودھ پلایا تھا اور حضور کے بعد اُس نے حضرت ابوسلمہ کو بھی دودھ پلایا اسی وجہ سے یہ دونوں حضور کے رضاعی بھائی ہیں ثُوَیبہ کا ذکر جس کے ساتھ حضور نے دودھ پیا تھا اُس کا نام مسروح تھا

شرفاء قریش کا قاعدہ تھا کہ بچوں کو ایام رضاعت میں کسی دودھ پلانیوالی کے سپرد کر کے بدوی قبائل میں پرورش کراتے تھے اسی قاعدہ کے موافق حضور کو بنی سعد بن بکر کی ایک خوش نصیب خاتون دودھ پلانے کے لے گئیں ان کا نام حضرت حلیمہ بنت ابی ذُؤیب السعدی تھا جب آپ پھرنے چلنے لگے تو وہیں شق صدر کا واقعہ ہوا۔ اور اُس کے بعد حضرت حلیمہ نے آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں لاکر اُن کے سپرد کر دیا حضرت حلیمہ نے آپ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا تھا حلیمہ کے ایک لڑکے کا نام عبداللہ[2] بن الحارث تھا انھیں کے ساتھ حضور نے

---

[1] ابن حجر لکھتے ہیں کہ صرف ابن مندہ نے ان کو صحابیات میں ذکر کیا ہے ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ثُوَیبہ مسلمان نہیں ہوئیں حضرت خدیجہ ان کی عزت کرتی تھیں کیونکہ یہ رسول اللہ کی ماں تھیں حضرت کے بعد ابولہب نے اُن کو آزاد کر دیا تھا اور رسول اللہ ان کے لئے برابر کپڑے بھیجتے تھے خیبر سے واپس آنے کے بعد ان کے انتقال کی خبر ملی اُن کے لڑکے مسروح کے اسلام کا حال معلوم نہیں مگر احتمال ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] ابن سعد نے ایک روایت لکھی ہے کہ حارث بن عبدالعزیٰ حضرت حلیمہ کے شوہر اور رسول اللہ کے والد رضاعی مکہ میں آکر مسلمان ہو گئے تھے اُسی میں دوسری روایت ہے کہ عبداللہ بن حارث رسول اللہ کے بھائی رضاعی مسلمان ہوئے تھے لگن ہے کہ دونوں مسلمان ہو گئے ہوں واللہ اعلم ۱۲ منہ

دودھ پیا تھا ایک لڑکی انیسہ تھیں ایک مُذاذہ[1] اور اُنھیں کا لقب اُمّ شیماء تھا یہ بڑی تھیں اور حضور کی خدمت کیا کرتی تھیں غزوۂ حنین کے بعد حضور کی خدمت میں آئی تھیں حضور نے اُن کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دی تھی

والدہ ماجدہ اور عبدالمطلب کا انتقال

کچھ روز کے بعد آپ کو ساتھ لیکر آپ کی والدہ مدینہ گئیں وہاں قبیلۂ بنی نجار میں آپکے والد کا ننہال تھا جب حضور کی عمر چھ سال کی ہوئی تو مدینہ سے واپس آتے ہوئے مقام "ابواء" میں آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور اب آپ بالکل یتیم ہو گئے اور اپنے دادا عبدالمطلب ہی کی کفالت میں رہے جب آپ آٹھ برس دو مہینہ دس دن کے ہوئے تو آپ کے جد امجد عبدالمطلب نے بھی انتقال کیا۔ اسلئے آپ کو آپ کے حقیقی چچا جناب خواجہ ابوطالب نے اپنی ولایت میں لیا

سفر شام اور بحیریٰ

حضور کی عمر جب بارہ سال دو مہینہ کی ہوئی اسوقت خواجہ ابوطالب نے تجارت کی غرض سے شام کا سفر کیا اور حضور کو بھی اپنے ساتھ لے گئے جب مقام "بصریٰ" میں پہنچے تو وہاں بحیریٰ راہب[2] سے ملاقات ہوئی بعض روایتوں میں ہے کہ یہ یہود عالم تھا۔ اور بعض روایتوں

---

[1] مذاذہ بجائے مہملہ مضمومہ بعدہ ذال والف وبعدہ فا اور بعض نے جذامہ لکھا ہے یعنی بجیم وذال معجمہ بعض بجائے منقوطہ بالاوّل مہملہ بعدہ الف وہم لیکن پہلا صحیح ہے (اصابہ) غزوہ ہوازن کو بعد مسلمان ہوئیں وہاں ان کا حال ہے ۱۲ منہ

[2] ایک بحیرا راہب کا ذکر اصابہ رسول اللہ میں ہے۔ اور بحیرا راہب حدیث کی ایک روایت بھی ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ یہی بحیرا ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ بحیرا راہب حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے مگر ان میں کوئی روایت ثابت نہیں ہے ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

ہے کہ یہ نصرانی راہب تھا واللہ اعلم۔ اُس نے کتب قدیمہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق آپ میں نبوت کی کچھ علامتیں دیکھیں اور خواجہ ابوطالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا جو تمہارے ساتھ ہے کون ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ بحیرہ نے کہا کہ کیا آپ کو اسکے ساتھ محبت ہے۔ انھوں نے کہا بیشک۔ بحیرہ نے کہا کہ میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں۔ بخدا آپ اگر انھیں شام لے گئے تو یہود ان کے دشمن ہو جائیں گے اور قتل کرنا چاہینگے آپ ان کو واپس لیجائیے۔ چنانچہ خواجہ ابوطالب وہیں سے حضور کو ساتھ لیکر واپس چلے آئے۔ بعض روایت میں ہے کہ آپ کو کسی غلام کے ساتھ واپس کیا۔

دوسرا سفر

تیئس یا چوبیس سال کی عمر میں خدیجہ بنت خویلد کا مال تجارت لیکر اُن کے غلام[1] میسرہ کے ساتھ آپ نے شام کا سفر کیا اس سفر میں بمقام بصریٰ میں آپ ملا اور تقریباً وہی پیش گوئی اُس نے کی جیسا بحیرہ نے کی تھی۔ اس سفر میں کئی معجزات کا ظاہر ہونا میسرہ بیان کرتے ہیں

خدیجہ بنت خویلد سے عقد

جب آپ کی عمر پچیس سال دو مہینہ دس دن کی ہوئی تو آپ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے عقد کیا۔ حضرت خدیجہ ایک حسین اور دولتمند عورت تھیں بہت سے سرداران قریش ان کے ساتھ عقد کے خواہشمند تھے مگر انھوں نے سب سے انکار کر دیا تھا حضور کی امانت۔ دیانت۔ اور صداقت کا ملہ میں

[1] میسرہ سے بعض روایتیں دلائل النبوۃ کی مروی ہیں مگر یہ صحیح طور سے معلوم نہیں کہ بعد تک زندہ رہے یا نہیں۔ ابن حجر نے اصابہ میں ان کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ

آپ کے عقد کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس سال تھی جیسا کہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے

شہرہ ہوا۔ اور آپ کی پاکبازی کا ہر جگہ ذکر ہونے لگا تو یہ خبریں حضرت خدیجہ کو بھی ملیں اور حضور کی بھی حضرت خدیجہ حضرت خدیجہ کے بھائی یعنی عوام بن خویلد کی زوجہ تھیں اُن سے تمام حالات ذاتی اُن کو معلوم ہوئے اس لیے حضور کی طرف ان کو رغبت پیدا ہوئی۔ مزید امتحان کی غرض سے اپنا مال تجارت دیکر اپنے غلام میسرہ کے ساتھ تجارت کے لیے حضور کو انھوں نے شام بھیجا اُس میں حضور کی دیانت اور صفات عالیہ کا اُن کو بہت ثبوت ملا اس لیے انھوں نے نفیسہ بنت امیہ یعنی اخت یعلیٰ بن امیہ کے ذریعہ خود حضور کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ بلا کر بالمشافہ بھی بات پختہ کی اس موقع پر اس پسندیدگی جو وجہ انھوں نے بیان کی ہے وہ خود اُن کے الفاظ میں یہ ہے انہا قالت لما خطبتہا انی قد رغبت فیک لحسن خلقک و صدق حدیثک یعنی میں نے آپ کی صداقت اور اچھے اخلاق کی وجہ سے آپ کو پسند کیا۔

حضور نے اس کی اطلاع خواجہ ابوطالب کو دی۔ انھوں نے اس کو نہایت خوشی سے منظور کیا۔ پھر بنی ہاشم اور رؤسار مضر کو لیکر حضرت خدیجہ کے مکان پر گئے اور نکاح ہوا اس نکاح کے وقت خواجہ ابوطالب نے نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ اُس وقت آپ کے بزرگوں کا آپ کے متعلق کیسا خیال تھا اور آپ کے عادات و اطوار نے ان پر کیا اثر ڈالا تھا خواجہ ابوطالب کے خطبہ کے یہ الفاظ ہیں۔

الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم و زرع اسمٰعیل۔ وضئضیٔ معد و عنصر مضر و حضنۃ بیتہ و سواس حرمہ و جعل لنا بیتا محجوجا و حرما امنا۔ و جعلنا الحکام علی الناس۔ ثم ان ابن اخی محمد بن عبداللہ لا یوزن بہ رجل الا

رحم بہ۔ وان کان فی المال قل۔ فان المال ظل زائل وامر حائل۔ ومحمد من قد عرفتم قرابتہ منی قد خطب خدیجۃ بنت خویلد وبذل لھا من الصداق ما آجلہ من مالی عشرین بعیرا وھو واللہ بعد ھذا لہ نبأ عظیم وخطر جلیل۔

حمد و ثنا اُسی خدا کے لیے ہے جس نے ہمیں ابراہیم کے فرزند اور اسمٰعیل کی ذریات میں بنایا ہمیں معدد مُضر کے پال اصل سے باہر لایا اپنے گھر کا نگہبان اور اپنے حرم کا پیشوا بنایا۔ ایسا گھر ہمیں عطا فرمایا کہ اطراف و جوانب کے لوگ اس کی زیارت کے قصد سے آتے ہیں۔ ایسا حرم عنایت فرمایا کہ جو شخص وہاں آجائے امان میں ہو جاتا ہے۔ اور ہمیں لوگوں پر حاکم مقرر کیا۔ امابعد یہ میرے بھائی کا لڑکا محمد بن عبداللہ ہے۔ یہ ایک ایسا جوان ہے کہ قریش کے کسی شخص کا اس سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یہ کہ یہ اس سے بڑھا رہے گا۔ ہاں مال اسکے پاس کم ہے لیکن مال ڈھلتی چھان ہے۔ اور ایک چیز بدلنے والی ہے محمد وہ شخص ہے جس کی میرے ساتھ قرابت و نگانگت کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ خدیجہ بنت خویلد کو چاہتا ہے اور میرے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کرتا ہے۔ اور اس کا مستقبل خدا کی قسم عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔

جب خواجہ ابوطالب کا خطبہ تمام ہوا تو ورقہ بن نوفل نے بھی جو حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی تھے خطبہ پڑھا۔ اُن کے خطبہ کا مضمون یہ ہے۔

حمد و ثنا خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں ویسا ہی بنایا جیسا کہ اے

ابوطالب آپ نے ذکر کیا۔ اور ہمیں وہ تمام فضیلتیں عطا فرمائیں جن کو آپ نے شمار کیا۔ پس ہم لوگ تمام عرب کے پیشوا اور سردار ہیں۔ اور آپ لوگ تمام فضائل کے اہل ہیں۔ کوئی جماعت آپ کے فضائل کا انکار نہیں کر سکتی۔ اور کوئی شخص آپ کے فخر و شرف کو رد نہیں کر سکتا۔ اور بیشک ہم لوگوں نے نہایت رغبت سے آپ کے ساتھ شامل ہونے اور ملنے کو پسند کیا۔ پس اے قریش گواہ رہو کہ خدیجہ بنت خویلد کو میں نے محمد بن عبداللہ کی زوجیت میں دیا۔ چار سو مثقال کے بدلے۔

خواجہ ابوطالب نے فرمایا کہ اے ورقہ عمر بن اسد موجود ہیں میں بہتر سمجھتا ہوں کہ وہ بھی آپ کے بیان میں شریک ہوں۔ عمر بن اسد نے کہا کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبداللہ کی زوجیت میں دیا۔ اس پر طرفین سے ایجاب و قبول ہو گیا۔

نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی بیوہ تھیں۔ اس سے پہلے ان کا دو نکاح ہو چکا تھا۔ ایک ابی ہالہ بن زرارہ تمیمی سے اس سے دو اولاد ہوئی تھی ہند بن ابی ہالہ اور زینب بنت ابی ہالہ اس کے بعد عتیق بن عائذ مخزومی سے۔ اس سے بھی دو اولاد ہوئی تھی عبداللہ بن عتیق اور ایک لڑکی۔

رسول اللہ کی اولاد

رسول اللہ کو جتنی اولاد ہوئی سب حضرت خدیجہ سے۔ ایک حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ سے ہوئے تھے تفصیل آپ کے اولاد کی یہ ہے۔

بڑے حضرت قاسم جن کی وجہ سے حضور کی کنیت ابوالقاسم ہے اتنی عمر ہوئی تھی کہ سواری پر چڑھ سکتے تھے۔ زینب بنت رسول اللہ یہ لڑکیوں میں سب سے بڑی تھیں اور شاید

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی بعض روایت ہے۔ ان کا عقد ابی العاص[1] بن ربیع سے ہوا جو ہالہ بنت خویلد کے لڑکے تھے یعنی حضرت خدیجہ کی بہن کے لڑکے۔ ان کو ایک لڑکا ہوا عبداللہ[2] بچپن میں انتقال ہوگیا۔ ایک لڑکی امامہ بنت ابی العاص ہوئیں۔ امامہ کا عقد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا۔ اور اُن کے بعد مغیرہ بن نوفل سے اُن کے کوئی اولاد نہ رہی۔ اُن کے بعد رسول اللہ کی تین لڑکیاں ہوئیں رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمہ۔ رقیہ اور ام کلثوم حضور کے چچا ابولہب کے دو لڑکے عتبہ اور عتیبہ سے بیاہی ہوئی تھیں اُس نے تبت یدا ابی لہب کے نزول کے بعد طلاق دیدیا تو کے بعد دیگرے دونوں کا عقد حضرت[3] عثمان بن عفان سے ہوا اسی وجہ سے اُن کا لقب ذوالنورین ہے۔ ام کلثوم کو اولاد نہیں ہوئی۔ رقیہ کو عتبہ سے اولاد[4] نہ ہوئی حضرت عثمان سے ایک لڑکا عبداللہ ہوا تھا بچپن میں انتقال ہوگیا حضرت فاطمہ زہرہ کا عقد حضرت علی[5] سے ہوا حضرت امام حسن حضرت امام حسین اور تمام سادات انھیں کی اولاد ہیں۔ رسول اللہ کی نسل انھیں سے جاری ہے اور تمام مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہے بارک اللہ فیہم

حضور کی یہ پانچ اولادیں بعثت سے پہلے ہوئیں چھٹی اولاد حضرت عبداللہ ہیں راجح یہ ہے کہ یہ بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے اُن کا لقب طیب وطاہر ہے بعض کہتے ہیں کہ طیب وطاہر عبداللہ کے علاوہ ہیں واللہ اعلم ان کا انتقال بھی بچپن میں ہوگیا۔

رسول اللہ کی یہ اولادیں حضرت خدیجہ سے ہیں ان کے علاوہ ایک صاحبزادے ابراہیم ہیں جو حضرت ماریہ قبطیہ سے ہوئے ان کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا۔

قصۂ تحکیم

رسول اللہ کے اخلاق و عادات لڑکپن ہی سے ایسے تھے کہ آپ تمام مکہ میں ممتاز تھے

[1] حضرت ابوالعاص ابن ربیع کا ذکر غزوہ بدر کے قیدیوں میں اور غزوہ خیبر کے بعد مفصل مذکور ہے ۱۲

[2] عبداللہ بن ابی العاص یا علی بن ابی العاص علی اختلاف الاقوال واللہ اعلم ۱۲ منہ

[3] حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں (ایک کے انتقال کے بعد دوسری) یکے بعد دیگرے آپ

اکثر اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ آپ قریش میں امین مشہور تھے۔ گو زیادہ زیادہ عمر کے لوگ قریش میں موجود تھے جو سردار قبیلہ تھے مگر کئی اہم واقعات میں ان سرداروں نے باوجود کم سنی کے آپ کو حکم بنایا۔ قریش کی محفلوں میں جس میں زیادہ تر لہو و لعب اور فسق و فجور تھا آپ شریک نہیں ہوتے تھے۔ حرب فجار میں دو دفعہ آپ شریک ہوئے ایک دفعہ آپ کی عمر پندرہ سولہ برس کی تھی دوسری دفعہ کچھ زیادہ اپنے چچا کی آپ امداد فرماتے تھے تیر وغیرہ جنگ کے وقت اُن کو دیتے تھے۔ آپ کے حضرت خدیجہ سے عقد کرنے کے بعد قریش نے کعبۃ اللہ کی جدید تعمیر کی۔ اس میں جب دیوار اس مقام تک پہنچی جہاں حجر اسود ہے تو قبائل میں اختلاف ہوگیا کہ حجر اسود کو اپنی جگہ پر کس قبیلہ کا آدمی رکھے اس وقت مشہور واقعہ تحکیم پیش آیا۔ آپ کی عمر اس وقت پینتیس سال کی تھی تمام سرداران قبائل آپ کے حکم ہونے پر خوش ہوئے۔ اور آپ نے ایسے عاقلانہ طریقہ سے اس کا ایسا فیصلہ کیا کہ سب راضی ہوگئے اور ایک بڑی خونریز جنگ ہوتے ہوتے رک گئی۔ سب نے آپ کے قوت فیصلہ کی تعریف کی۔

زید[1] بن عمر سے گفتگو

بت پرستی سے طبعاً آپ کو نفرت تھی۔ آپ گھنٹوں اپنی قوم کی گمراہی کو سوچتے اور افسوس کرتے۔ کبھی پہاڑوں کے دامن میں چلے جاتے مظاہر قدرت پر غور کرتے توحید و بت پرستی کے مسئلہ میں غرق رہتے۔ پھر اٹھتے اور گھر آکر سو جاتے۔

زید بن حارثہ جو حضرت خدیجہ کے غلام تھے اور انھوں نے حضور کو دیدیا تھا برابر حضور کے ساتھ رہتے تھے حتی کہ زید بن محمد مشہور ہوگئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز بعثت

[1] زید بن عمر کا انتقال بلاشبہ بعثت کے پہلے ہوا مگر تاہم محدثین ان کو اصحاب رسول اللہ میں ذکر کرتے ہیں یہ اس بنا پر صحیح ہوسکتا ہے کہ مومن تھے اور رسول اللہ سے ملے بھی واللہ اعلم ۱۲ منہ

تنبیہ ۱۲ :- مقدمہ ابن آمین ۱۲ منہ بعض صحیح اور مستند روایتوں سے کم عمر میں نکاح ہونا ثابت ہے کہ عمر نکاح کی تھی ۱۲

کے قبل میں رسول اللہ کے ساتھ عوالی مکہ میں گیا۔ وہاں زید بن عمر بن نفیل سے رسول اللہ کی ملاقات ہوئی (یہ زید بھی بت پرستی سے متنفر تھے اور دین حق کی تلاش میں انھوں نے شام و عراق کا سفر بھی کیا تھا زید حضرت عمر کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت عمر کے باپ خطاب بن نفیل نے بت پرستی سے نفرت کی وجہ سے ان کو بہت تکلیف دی تھی اور مکہ میں آنا بھی مشکل کر دیا تھا) رسول اللہ اور زید بن عمر بڑے اخلاق سے ملے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے زید یہ آپ کی قوم جیسی خباثت میں مبتلا ہے وہ آپ جانتے ہیں اس کا آپ کچھ علاج نہیں سوچتے۔ زید نے کہا کہ میں دین حق کی تلاش میں شام اور عراق گیا وہاں مجھ سے ایک متدین مسیحی عالم نے کہا کہ دین حق کا سب سے بڑا علم بردار بہت جلد مکہ میں ظاہر ہوگا۔ اس کے ظہور کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے میں اسی شوق میں اس کی ہدایت کے موافق یہاں لوٹ کر آیا مگر یہاں حالات میں کوئی تغیر نہ پایا اس لئے حیران ہوں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی حضور کے بعثت کے پہلے ان کا انتقال ہو گیا حضور نے ان کے حق میں فرمایا ہے یبعث امۃ وحدہ یوم القیمۃ موحد تھے کفار کا ذبیحہ جو وہ بتوں پر ذبح کرتے تھے نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے الٰہی انا ابراھیم (الٰہی ابراھیم) ورقہ[1] بن نوفل نے ان کا زبردست مرثیہ لکھا ہے۔

بعثتِ رسول اللہ ﷺ

آپ پر استغراق اور محویت کا عالم بڑھتا گیا یہاں تک کہ رات کو بھی پہاڑوں کی شب میں رہ جاتے پھر یہ حالت ہوئی کہ کھانا پینا بھی کم ہو گیا کبھی ریاجو کی روٹی اور ایک کوزہ پانی لے جاتے کبھی غار حرا میں کبھی کبھی دوسرے غار یا کہوہ میں کئی کئی دن رہ جاتے پھر یہ حالت ہوئی کہ حضرت خدیجہ خود جاتیں اور تلاش کر کے آپ کو روٹی اور پانی پہنچاتیں

[1] ورقہ بن نوفل موحد نصرانی تھے حضور نے ان کے نجات کی بشارت دی ہے ۱۲ منہ

آپ کے استغراق کا عالم بڑھتا گیا۔ پھر کچھ آثار و علائم ہدایت وحی کے ظاہر ہوئے جن کی وجہ سے ابتداءً آپ کو اجتناب ہوا آخر جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو حضرت جبرئیل خدا کی طرف سے غار حرا میں پہلے پہلے یہ آیتیں علی القول الراجح آپ کے پاس لائے اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ اس کے بعد متواتر وحی آنا شروع ہوئی جس میں الوہیت۔ توحید اور صفات کمال باری تعالیٰ کی تعلیم تھی اور رجوع الی اللہ کی دعوت شرک سے اجتناب اور بت پرستی کی خرابیاں بیان کی گئی تھیں۔ بتایا گیا کہ خداوند کریم نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو اسی امر کی تعلیم کے لئے ہمیشہ بھیجا اور ان کے ذریعہ سے بندوں کی ہدایت کے لئے کتابیں بھیجیں اسی سلسلہ کی ایک کتاب یہ قرآن حکیم ہے اور اسکی تبلیغ کے لئے خدا نے تم کو اپنا رسول بنایا۔

سابقین اوّلین

خدا کی طرف سے یہ عظیم الشان خدمت آپ کے سپرد ہوئی۔ تمام دنیا کی ہدایت و اصلاح کے لئے آپ مامور ہوئے۔ سب سے زیادہ مشکل یہ تھا کہ تبلیغ کی ابتدا آپ کو قریش سے کرنی پڑی قریش بت پرستی میں تمام عرب کے امام تھے اس کے علاوہ انھیں میں آپ کا خاندان خاندانی بزرگ اور رشتہ دار تھے اور قاعدہ ہے کہ خاندانی بزرگوں کی ہدایت عزیزوں کی زبان سے سب سے زیادہ مشکل کام ہے۔ مگر آپ کو خدا نے کامیابی کا یقین دلایا اور تبلیغ شروع کر دینے کا حکم ہوا چنانچہ آپ نے لوگوں کو توحید و رسالت کی طرف دعوت دی۔ جو لوگ پہلے ایمان لائے وہ لوگ مقربین بارگاہ الٰہی ہیں قرآن پاک میں ان کی تعریف ہے حضور نے ان کے متعلق بشارت دی ہے اس لئے ان مقبولان بارگاہ خداوندی سے واقف ہونا چاہیئے۔

Scanned by CamScanner

سب سے پہلے حضرت خدیجہ حضرت ابو بکر صدیق حضرت علی حضرت زید بن حارثہ
ایمان لائے۔ پھر حضرت صدیق کی نصیحت سے پانچ آدمی اور مسلمان ہوئے حضرت زبیر بن
العوام حضرت عثمان بن عفان حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت طلحہ بن عبیداللہ
حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت خدیجہ کو چھوڑ کر یہ آٹھ مرد وہ ہیں جن کا اسلام سب سے

---

۱ طلحہ بن عبیداللہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر پانچ آدمی سب سے پہلے مسلمان ہوئے
ان میں سے ایک یہ ہیں۔ جب ان کا سفید سرخی مائل تھا بہ چوڑا قد میانہ طلحۃ الفیاض مشہور تھا اور
غزوۂ بدر میں غیر حاضر رہے شام گئے تھے لیکن غزوۂ احد میں بڑا کام کیا حضور نے ہجرت کے بعد ان اور حضرت ابوبکر
مواخات کرا دیا۔ انھوں نے چار عورتوں سے عقد کیا جو سب رسول اللہ کے کسی زوجہ کی بہن تھیں ام کلثوم
بنت ابی بکر سے جو حضرت عائشہ کی بہن تھیں۔ حمنہ بنت جحش نے جو زینب کی بہن تھیں۔ فارعہ بنت
ابی سفیان جو ام حبیبہ کی بہن تھیں۔ رقیہ بنت ابی امیہ سے جو ام سلمہ کی بہن تھیں مروان بن
الحکم کی تیرہ جمادی الاول ۳۶ھ میں شہید ہوئے اور ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ چونسٹھ ۶۴ برس
جمادی الآخر ۳۴ھ میں کی عمر میں واللہ اعلم ۱۲ منہ

۲ سعد ابن ابی وقاص قریشی زہری ہیں ان کی ماں حمنہ بنت سفیان بن امیہ عمیس جو
ابوسفیان بن حرب ابن امیہ کے چچا کی لڑکی تھیں بہت قدیم الاسلام ہیں اُن پانچ میں سے
ایک ہیں جو حضرت صدیق کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان میں سب کے
بعد ان کا انتقال ہوا۔ اسلام کے لئے سب سے پہلے انھوں نے ایک کافر کو قتل کیا سب سے پہلا تیر
اسلام کے لئے انھوں نے چلایا مشہور شہسوار اور مشہور مجیب الدعوات تھے۔ مدائن ان کے ہاتھ
پر فتح ہوا۔ کوفہ کو کوفہ انھوں نے بنایا عراق کے فتح میں یہ سب سے پیش پیش تھے اصحاب
رسول اللہ میں چار شخص مُدبد سمجھے جاتے تھے حضرت عمر حضرت علی حضرت زبیر اور حضرت سعد
حضرت عمر نے ۱۵ھ میں ان کو کوفہ کا امیر مقرر کیا پھر حضرت عثمان نے اپنے زمانہ میں ان کو امیر
مقرر کیا ابو نعیم نے کہا ہے کہ ۵۵ھ میں ان کا انتقال ہوا واقدی نے کہا ہے کہ ۵۴ھ میں ابن حجر
کہتے ہیں کہ بعض روایت ہے ۵۱ھ کی اور ۵۲ھ کی اور ۵۵ھ کی مگر مشہور ۵۴ھ ہی کی روایت
ہے واللہ اعلم عقیق میں انتقال ہوا مدینہ میں مدفون ہوئے ۱۲ منہ

مقدم ہے عورتوں میں حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلی عورت حضرت عباس کی زوجہ
لبابہ بنت الحارث مسلمان ہوئیں انھیں کے لڑکے قثم بن عباس ہیں ان کے بعد یہ حضرت
ایمان لائے حضرت خباب بن الارت حضرت سعید بن زیدان کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت
الخطاب حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عثمان بن مظعون حضرت ارقم بن ابی الارقم

---

۱ خباب ابن الارت تمیمی تھے بنی زہرہ کے حلیف تھے تلوار بناتے تھے حضور نے ان سے اور جبیر بن عتیک
سے مواخات کرا دیا تھا انھوں نے سب سے پہلے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ اور قریش نے ان کو بہت تکلیفیں
دیں۔ کوفہ میں ان کا انتقال ہوا حضرت علی نے ان کی تعریف میں کہا ہے اسلم راغبا اجر طائعا
عاش مجاہدا ۱۲ منہ

۲ سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں حضور کے دار ارقم میں جانے سے پہلے مسلمان ہوئے حضرت
عمر بن الخطاب کے بہنوئی ہیں اور مشہور موحد حضرت زید بن عمرو بن نفیل کے صاحبزادے ہیں۔ یہ مجیب
الدعوات مشہور تھے اور فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ جنگ یرموک اور فتح دمشق میں شریک ہوئے
ستر سال کی عمر میں انتقال ہوا ۵۱ھ یا ۵۲ھ یا ۵۳ھ میں واللہ اعلم ۱۲ منہ

۳ یہ اسلام قبول کرنے میں چوتھے شخص ہیں حضور نے پہلے ان سے اور حضرت زبیر سے مواخات
کرایا تھا پھر ہجرت کے بعد ان سے اور سعد بن معاذ سے یہ برابر رسول اللہ کی خدمت میں رہتے تھے
اہل بیت میں سے سمجھے جاتے تھے بتوسی روایت کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ میں یہ سب سے زیادہ
زاہد اور آخرت کے راغب تھے حضور نے فرمایا کہ ابن مسعود قرآن ٹھیک ویسا پڑھتے ہیں جیسا
نازل ہوا ہے۔ ان کے بات کی کسی نے تردید کی تو حضرت عمر نے اس کو سزا دی کہ تو ابن مسعود کی
تردید کرتا ہے حضرت عمر کی شہادت سے پہلے ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں مدینہ میں انتقال ہوا ۱۲ منہ

۴ عثمان ابن مظعون۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ تیرہ آدمی کے بعد یہ مسلمان ہوئے ہجرت کر کے اپنے لڑکے
سائب بن عثمان کے ساتھ حبشہ گئے۔ وہاں سے لوٹے غزوۂ بدر میں شریک تھے اور اس کے بعد ۳ھ
میں انکا انتقال ہوا۔ یہ پہلے مہاجر ہیں جن کا مدینہ میں انتقال ہوا اور پہلے مہاجر ہیں جو بقیع میں
مدفون ہوئے حضور نے ان کو اپنا سلف صالح کہا ہے اصابہ ۱۲ منہ

۵ ارقم بن ابی الارقم۔ مخزومی ابن جمر لکھتے ہیں کہ سابقین اولین سے ہیں دس آدمی کے بعد
مسلمان ہوئے اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ ساتویں شخص ہیں کوہ صفا پر ان کا

بقیہ صفحہ گذشتہ: علاج تا ہے اور ایسا ہے، جس سے (دیکھنے پڑھنے کو) اہلیت ہو کی (اور جو) انسان کو (اور سے) دور رکھے، باقی شد

حضرت[۱] ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی۔ حضرت[۲] ابوعبیدہ عامر بن الجراح۔ حضرت[۳] قدامہ بن مظعون

بقیہ صفحہ

مکان تھا۔ ابتداء آنحضور انھیں کے مکان میں خفیہ اسلام کی دعوت دیتے تھے جب حضرت عمر مسلمان ہوئے تو مسلمانوں کی تعداد چالیس ہو گئی اس کے بعد باہر دعوت دی گئی ارقم مذکور بدر اور احد اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ عبدالبر کہتے ہیں کہ ابن ابی حاتم کو ایک وہم ہو گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ارقم جو حضرت عثمان کے وقت میں بیت المال پر معین تھے ان کے والد ہی ارقم ہیں حالانکہ یہ مخزومی ہیں اور عبداللہ بن ارقم کے والد زہری تھے ۵۳ھ میں چھیاسی برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ وصیت کے موافق سعد بن ابی وقاص نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۱] حضرت ابوسلمہ مخزومی ام المومنین ام سلمہ کے پہلے شوہر رسول اللہ کے رضاعی بھائی سب سے پہلے مہاجرین کا تذکرہ ہجرت کے بیان میں آتا ہے ۱۲ منہ

[۲] ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح قدیم الاسلام ہیں ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ ابوعبیدہ عثمان بن مظعون۔ عبیدہ ابن الحون۔ عبدالرحمن بن عوف۔ ابوسلمہ سب ایک وقت دار ارقم میں مسلمان ہوئے۔ یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ صاحب ہجرتین ہیں حضور نے ان کو اسلام کی تعلیم کے لئے یمن بھیجا تھا اور فرمایا کہ ہر امت کے یہاں امین ہیں بعض سرایا میں حضور نے ان کو امیر بنا کر بھیجا ذات السلاسل میں یہ مہاجرین و انصار کے امیر تھے حضرت عمر نے خالد کے بعد شام کی لڑائیوں میں ان کو سپہ سالار بنایا۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ کو سب اصحاب میں زیادہ کس سے محبت تھی کہا ابوبکر سے میں نے کہا ان کے بعد کہا عمر میں نے کہا ان کے بعد کہا ابوعبیدہ بن الجراح سے مسئلہ کے طاعون عمواس میں ان کا انتقال ہوا۔ ابن مندہ نے واقدی کی روایت پر اعتماد کیا ہے کہ ان کی عمر ۵۸ سال ہوئی لیکن ابواسحٰق کہتے ہیں کہ کم و بیش ۶۵ برس کے عمر میں انتقال ہوا ابن عائذ لکھتے ہیں کہ ارض اردن میں مدفون ہوئے اور حماد کم کا انتخاب کیا کرتے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۳] قدامہ ابن مظعون۔ حضرت عثمان بن مظعون کے بھائی اور صفیہ بنت الخطاب یعنی حضرت عمر بن الخطاب کی بہن کے شوہر ہیں۔ سابقین اولین سے ہیں صاحب ہجرتین ہیں اور شرکاء بدر سے ہیں حضرت عمر نے ان کو بحرین میں عامل مقرر کیا تھا۔ جارود بحرین کے سردار تھے انھوں نے حضرت عمر کہا کہ قدامہ نے شراب پی ہے حضرت ابوہریرہ اور قدامہ کی زوجہ ہند بنت الولید نے شہادت

غیر مفوکذ نسخہ:۔ ۱۔ ان چیزوں کی تصحیح ہی جن کو وہ نہ جانتا تھا ۱۲

حضرت[۱] عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب۔ حضرت[۲] جعفر بن ابی طالب۔ آن کی زوجہ اسماء بنت عمیس۔ حضرت[۳] عبداللہ بن جحش۔ حضرت[۴] ابواحمد بن جحش۔ حضرت[۵] سائب بن

بقیہ صفحہ

دی کہ میں نے پیتے تو نہیں دیکھا لیکن نے کرتے دیکھا ہے حضرت عمر نے ان پر حد قائم کی اور کوڑے لگوائے۔ اہل بدر میں سے صرف یہی ایک شخص ہیں جن کو حد ماری گئی۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ قدامہ کا انتقال ۳۶ھ میں حضرت علی کے ایام خلافت میں ہوا۔ ان کی عمر ساٹھ سال کی تھی اور ابن جان نے ایک روایت لکھی ہے کہ ان کا انتقال ۴۱ھ میں ہوا واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۱] عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف قدیم الاسلام ہیں اور بنی عبد مناف میں یہ سب سے سن تھے رسول اللہ کے ساتھ مکہ میں تھے پھر مدینہ ہجرت کی غزوہ بدر میں سب سے پہلے مبارزہ کرنے والوں میں تھے قریش کے تین شخصوں کے مقابل میں تین شخص گئے حضرت علی نے ولید کو قتل کیا حضرت حمزہ نے شیبہ کو قتل کیا اور عتبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا صفراء میں جا کر انتقال ہو گیا اور شیبہ کو حضرت علی اور حمزہ نے قتل کر دیا۔ ابن اسحٰق کی روایت ہے موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ کفار کی طرف سے عتبہ ربیعہ اور ولید تھے تینوں قتل ہوئے عبیدہ کا پیچھے انتقال ہوا واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۲] جعفر بن ابی طالب۔ غزوۂ موتہ میں ان کا ذکر ہے ۱۲ منہ

[۳] عبداللہ بن جحش قدیم الاسلام اور صاحب ہجرتین ہیں غزوۂ احد میں شہید ہوئے کفار نے انکا پیٹ چاک کیا اور مثلہ کیا تھا یا اور حضرت حمزہ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔ شہادت کے وقت چالیس سے کچھ زیادہ عمر تھی۔ ان کے سریہ کا تذکرہ آگے آتا ہے حضور نے ان کو امیر بنا کر نخلہ بھیجا تھا ابن حجر لکھتے ہیں کہ احد کے روز ان کی تلوار ٹوٹ گئی حضور نے ان کو ایک شاخ دی جو تلوار ہو گئی اور وہ باقی رہی حتیٰ کہ دو تستر میں رہی واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۴] ابواحمد بن جحش۔ ام المومنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں اس پر اتفاق ہے کہ یہ قدیم الاسلام ہیں مگر بلاذری نے ان کی ہجرت حبشہ سے انکار کیا ہے حضرت ابوسلمہ کے بعد سب سے پہلے ان کے بھائی عبداللہ بن جحش ان کے تمام خاندان کو لیکر مدینہ چلے گئے تھے یہ مکہ میں تنہا رہ گئے پیچھے گئے اور بدر و احد وغیرہ میں شریک رہے ابوسفیان بن حرب کی لڑکی انھیں کی زوجیت میں اور دوسری لڑکی ام حبیبہ ان کے بھائی عبیداللہ بن جحش کی زوجیت میں عبیداللہ نصرانی ہو گئے

عثمان بن مظعون حضرت ۱۴ مقلب ۱۵ بن ازہر ان کی زوجہ لیلیٰ بنت ابی عوف حضرت ۱۶ عمیر ۱۷ بن ابی وقاص اخو سعد حضرت ۱۸ اسمار بنت ابی بکر حضرت ۱۹ عائشہ ۲۰ بنت ابی بکر بہت بچہ تھیں

بقیہ صفحہ ۱۹

نوام جیب سے رسول اللہ نے عقد کیا۔ صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انتقال ام المومنین زینب بنت جحش کے سامنے ہوا ۱۲ منہ

۱۴ سائب بن عثمان ابن مظعون۔ قدیم الاسلام۔ صاحب ہجرتین اور اصحاب بدر سے ہیں غزوۂ بواط کے وقت حضور نے ان کو مدینہ کا امیر بنایا تھا۔ یمامہ میں مجروح ہوئے اور اسی سے انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر ۶۰ سے کچھ زیادہ تھی واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۵ مقلب ابن ازہر بن عبد عوف زہری ہیں۔ عبدالرحمن بن عوف کے چچا کے لڑکے قدیم الاسلام ہیں حبشہ ہجرت کر کے گئے تھے وہیں انتقال ہو گیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۶ عمیر بن ابی وقاص حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں قدیم الاسلام۔ بدر میں شریک ہوئے اور وہیں شہید ہوئے واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱۷ اسمار بنت ابی بکر صدیق۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی والدہ اور اسماء کی والدہ کا نام قتیلہ یا قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سترہ آدمی کے بعد یہ مسلمان ہوئی تھیں۔ حضور نے ان کو ہجرت کے وقت ذات النطاقین کہا تھا اسی لقب سے مشہور ہیں ان سے زبیر پہلا عوام نے عقد کیا۔ عامہ تھیں نو ہجرت کیا۔ قبا میں عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے جب عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے تو یہ زندہ تھیں ہشام بن عروہ کی روایت ہے کہ حضرت اسماء سو برس کی ہو گئی تھیں لیکن نہ دانت ٹوٹا تھا نہ عقل میں کچھ فتور ہوا تھا لیکن ابونعیم اصفہانی کہتے ہیں کہ ہجرت سے ۲۷ سال پہلے پیدا ہوئیں اور ستہ ۷۳ کے ابتدا میں انتقال ہوا۔

۱۸ عائشہ بنت ابی بکر ام المومنین۔ صدیقہ بنت صدیق محبوبہ رسول اللہ ان کی والدہ ام رومان بنت عامر کنانیہ ہیں صحیحین کی روایت ہے کہ ان سے حضور نے عقد کیا تو چھ برس کی تھیں دوسری روایت ہے نو برس کی اور جب رخاف ہوا تو نو برس کی تھیں۔ اور حضور کے وصال کے وقت اٹھارہ برس کی۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ زفاف شوال میں ہجرت کے پہلے سال ہوا۔ ان کی پیدائش بعثت کے چار یا پانچ برس بعد ہوئی۔ باوجود اس کے ان کا شمار قدیم الاسلام لوگوں میں ہے ایک معنی یہ ہیں کہ گویا شروع ہی سے مسلمان تھیں۔ امہات المومنین کے ذکر میں ان کا مفصل تذکرہ ہوگا

حضرت ۱ عیاش ۲ بن ابی ربیعہ اخو ابوجہل ان کی زوجہ اسماء بنت سلامہ حضرت ۳ سلیط ۴ بن عمرو حضرت ۵ سعد ۶ بن ربیعہ حضرت ۷ خنیس ۸ بن حذافہ حضرت ۹ عامر ۱۰ بن ربیعہ حضرت ۱۱ حاطب ۱۲

۱ عیاش بن ابی ربیعہ عمرو ذی الرمحین بن المغیرہ مخزومی حضرت خالد بن الولید بن المغیرہ کے چچا کے لڑکے ہیں۔ اور ابوجہل کی اور ان کی ماں ایک ہیں یہ قدیم الاسلام اور صاحب ہجرتین ہیں یہ ہجرت کر کے مدینہ آگئے تھے مگر ابوجہل ان کو دھوکہ دے کر لے گیا اور بہت تکلیف دیتا تھا صحیحین میں ہے حضور ان کے لئے قنوت میں دعا کرتے تھے ۱۲ منہ

۳ سلیط بن عمرو عامری سہیل بن عمرو کے بھائی ہیں۔ اور حضرت عمر بن الخطاب سے پہلے مسلمان ہوئے ابن اسحٰق نے ان کو مہاجرین حبشہ میں شمار کیا ہے۔ اور واقدی اور ابومعشر نے بدریین میں شمار کیا ہے۔ ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ ہوذہ بن علی رئیس یمامہ کے پاس سلیط بن عمرو کو فاصد بنا کر حضور نے بھیجا تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ

۵ سعد بن ربیعہ۔ ابوعمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے دار ارقم میں جانے سے پہلے مسلمان ہوئے اور مدینہ ہجرت کر کے گئے ابن اسحاق نے ان کو شرکاء بدر میں لکھا ہے ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ ستہ ۷۳ میں انتقال ہوا اور ساٹھ سے کچھ زیادہ عمر تھی۔ ابن الکلبی کہتے ہیں کہ آل سعود کو انصاری کہتے ہیں وہ لوگ مدینہ میں بنی زہرہ کے حلیف تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

۸ خنیس بن حذافہ جنس بخائے جیم بصیغہ تصغیر اور آخر میں سین مہملہ قدیم الاسلام صاحب ہجرتین اور اصحاب بدر سے ہیں ان کو غزوۂ احد میں ایک زخم لگا تھا اسی سے انتقال ہوا۔ یہ حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب کے پہلے شوہر تھے ان کے انتقال کے بعد حضور نے ام المومنین حضرت حفصہ سے عقد کیا قسطلانی کہتے ہیں کہ عمر کی روایت میں ان کا نام بجائے مہملہ و بائے موحدہ و شین معجمہ بصیغہ تصغیر وہ غلط ہے ۱۲ منہ

۹ عامر بن ربیعہ قدیم الاسلام ہیں پہلے اپنی زوجہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ کے ساتھ حبشہ گئے پھر مدینہ ہجرت کی غزوۂ بدر اور بعد کے غزوات میں شریک رہے حضرت عمر کے والد خطاب نے ان کو منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا اس لئے پہلے عامر بن الخطاب کہے جاتے تھے مگر جب حکم نازل ہوا ادعوھم لآبائھم تو عامر بن ربیعہ کہے جانے لگے حضرت عثمان جب حج کو گئے تو ان کو مدینہ پر حاکم مقرر کیا تھا۔ واقدی کہتے ہیں کہ ان کا انتقال حضرت عثمان کی شہادت کے بعد ہوا۔ ابوعبیدہ نے ذکر کیا ہے کہ ستہ ۳۳ میں انتقال ہوا یہی راجح ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ (باقی صـ۲۲ پر)

بن الحرث۔ آن کی زوجہ فاطمہ بنت المجلل حضرت[1] حطاب بن الحرث آن کی زوجہ فکیہہ بنت حضرت یسار حضرت[2] معمر بن الحارث حضرت[3] نعیم بن[4] عبداللہ اخو بنی عدی حضرت[5] خالد بن سعید

بقیہ صـ۲۱

[1] حاطب بن الحرث الجمحی۔ ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے وہیں انتقال ہو گیا ان کی زوجہ فاطمہ بنت المجلل العامریہ بھی ساتھ تھیں وہیں ان کے دو لڑکے پیدا ہوئے محمد اور حارث جیسا کہ اسد الغابہ میں ہے اور ابن حجر نے طبرانی سے ذکر کیا ہو کہ حاطب اور ان کے بھائی خطاب نے حبشہ میں انتقال کیا ۱۲ منہ

[2] معمر بن الحرث۔ حاطب خطاب۔ معمر ہشام حارث تینوں بھائی ہیں۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ رسول اللہ کے دار ارقم میں جانے سے پہلے معمر مسلمان ہوئے اور ابن اسحٰق ان کو شرکاء بدر میں بھی لکھتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

[3] نعیم بن عبداللہ العدوی المعروف بالنحام یہ حضرت عمر سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور حضرت عمر کی بہن کو قرآن پاک سکھاتے تھے لیکن مکہ ہی میں رہے فتح مکہ سے تھوڑا قبل ہجرت کیا۔ وجہ یہ تھی کہ پہلے تو ان کا اسلام پوشیدہ تھا لیکن جب ظاہر ہوا تب بھی ان کی قوم ان کو تکلیف نہیں دیتی تھی۔ یہ بیواؤں اور یتیموں کو نفقہ بانٹتے تھے جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تب بھی اکثر بنی عدی کے لوگوں نے کہا کہ تم یہیں رہو جو دین تمہارا دل چاہے قبول کرو۔ واقدی کی روایت ہے کہ دس آدمی کے بعد مسلمان ہوئے اور ابن نمیلہ کی روایت ہے کہ اڑتیس آدمی کے بعد مسلمان ہوئے موسیٰ بن عقبہ ابن اسحاق مصعب زہری اور عروہ وغیرہ سے روایت ہے کہ نعیم اجنادین کی جنگ میں شہید ہوئے یعنی حضرت عمر کی خلافت میں لیکن ابن البرقی اور ابن الکلبی سے ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے یعنی رسول اللہ کی حیات میں۔ اخبار مدینہ میں یہ روایت آئی ہے کہ سلمان نے النحام سے ان کا گھر تین ہزار درہم میں خرید کر اپنے گھر میں ملایا تھا اس کا جواب دیتے ہیں کہ ابن نعیم کو بھی النحام کہتے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[4] خالد بن سعید بن العاص اسلام میں چوتھے یا پانچویں شخص ہیں۔ انھوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میرا باپ جہنم میں ڈال رہا ہے رسول اللہ نے بچایا یہ حضرت صدیق کے پاس آئے اور خواب بیان کیا اور مسلمان ہوئے۔ ان کے والد کو خبر ہوئی تو اس نے تکلیف دی اور کھانا بند کر دیا یہ چھپ گئے اور پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مع اپنی زوجہ کے حبشہ چلے گئے۔ ان کی لڑکی ام خالد وہیں پیدا ہوئیں اسلمہ بن محارب سے روایت ہے کہ ان کا اسلام حضرت علی سے پہلے تھا مگر باکی وجہ

بن العاص۔ آن کی زوجہ امینہ بنت خلف باہیہ حضرت[1] حاطب بن عمرو حضرت[2] ابو حاطب بن عمرو حضرت[3] عبداللہ بن ربیعہ۔ حضرت[4] واقد بن عبداللہ حلیف بنی عدی حضرت[5] خالد بن حزام

بقیہ صـ۲۲

چھپاتے تھے اور ابن خالد سے روایت ہے کہ ان کے والد چار آدمی کے بعد مسلمان ہوئے ابوبکر طلحہ زید بن حارثہ اور سعد بن ابی وقاص۔ خالد بن سعید حبشہ سے حضرت جعفر کے پہلے مدینہ آئے اور غزوۂ افضا میں شریک تھے۔ اس کے بعد حضور نے ان کو مذحج کے صدقات پر مقرر کر دیا تھا اور ایک روایت ابن حجر نے لکھی ہے کہ حضرت ابوبکر نے ان کو ارد نو کے ایام میں مشارق شام پر مقرر کیا تھا موسیٰ بن عقبہ سے ایک روایت ہے کہ یرموک الصغر کے ایام میں شہید ہوئے اور موسیٰ بن عقبہ ہی سے دوسری روایت ہے کہ اجنادین میں شہید ہوئے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[1] حاطب بن عمرو عامری سہیل بن عمرو اور سلیط بن عمرو کے بھائی ہیں بہت قدیم الاسلام ہیں ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام مہری مدنیین کیا ہے کہ مہاجرین حبشہ میں یہ پہلے شخص ہیں۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ یہ اصحاب بدر سے ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ کا عقد حضور کے ساتھ انھیں نے کیا تھا یہ اس پر دال ہے کہ ہجرت ثانیہ المدینہ سے لوٹ آئے تھے ۱۲ منہ

[2] ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ۔ یہ حضرت معاویہ کے ماموں ہیں صاحب الہجرتین ہیں۔ دونوں قبلہ کی طرف نماز پڑھی اصحاب بدر سے ہیں ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ تینتالیس آدمی کے بعد مسلمان ہوئے۔ یہ یمامہ میں پچپن سال کی عمر میں شہید ہوئے ۱۲ منہ

[3] واقد بن عبداللہ تمیمی حنظلی حلیف بنی عدی بن کعب ابن اسحٰق نے ان کو سابقین الی الاسلام میں لکھا ہے اصحاب بدر سے ہیں۔ عبداللہ بن جحش کو حضور نے جب نخلہ بھیجا تھا تو اس میں یہ بھی تھے اور انھیں نے عمرو بن الحضرمی کو تیر مار کر قتل کیا تھا جسکے بارہ میں آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الشہر الحرام الایہ حضرت عمر بن الخطاب نے اس قصہ کے متعلق اشعار کہے تھے اور خوشی ظاہر کی تھی۔ ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کے ابتدائے خلافت میں ان کا انتقال ہوا علم جہاد کے بعد واقد بن عبداللہ پہلے فاتل ہیں ۱۲ منہ

[4] خالد بن حزام بھائی حکیم زاد بھائی حضرت خدیجہ بن خویلد بن اسد ام المومنین حضرت خدیجہ کے بھائی کے لڑکے ہیں قدیم الاسلام ہجرت کر کے حبشہ جا رہے تھے راستہ میں باپ نے کاٹا اس سے انکا انتقال ہو گیا ۱۲

حضرت عامرؓ بن مالک یعنی ابو وقاص۔ حضرت عاقلؓ بن بکیر۔ حضرت ایاسؓ بن بکیر۔ خالدؓ بن بکیر۔ عامرؓ بن بکیر۔ حضرت عمارؓ بن یاسر۔ ان کی ماں سمیہؓ۔ صہیبؓ بن سنان رومی موالی بنی جدعان

۱؎ عامر بن مالک یعنی ابو وقاص۔ یہ عامر حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں دس آدمی کے بعد مسلمان ہوئے ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ واقدی نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں آیا تو دیکھا کہ میری ماں حمنہ بنت سفیان اور میرے بھائی عامر بن ابی وقاص کے پاس بہت لوگ جمع ہیں اور عامر مسلمان ہو گئے تھے۔ میں نے پوچھا کیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ انہوں ماں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک عامر مرتد نہ ہو جائے وہ سایہ میں نہ جائے گی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا۔ اور بلاذری بھی نقل کیا ہے کہ ہجرت ثانیہ میں عامر حبشہ گئے اور حضرت جعفر کے ساتھ واپس آئے اور شام میں حضرت عمر کی خلافت میں انتقال ہوا ۱۲ منہ

۲؎ عاقل بن بکیر بن عبد یاسیل بن ناشب بن غیرہ الجود تمانیۃ اللیثی حلیف بنی عدی بن کعب ادلین سے ہیں۔ عاقل اور ان کے بھائی ایاس و عامر بنو بکیر سب غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور عاقل وہیں شہید ہوئے موسیٰ بن عقبہ سے اور ابن اسحاق سے ابن حجر نے نقل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ان کا نام عاقل یعنی بھول کر خود ہی حضور نے یہ لقب عاقل رکھا۔ بہرحال واقف ابن حجر کہتے ہیں کہ دارقطنی میں اس سے پہلے بیعت عاقل بن بکیر نے کی تھی حکاہ الواقدی۔

۳؎ ایاس بن بکیر قدیم الاسلام ہیں۔ بکر بن اسحاق کہتے ہیں کہ ایاس کے سوا اور کسی کے متعلق نہیں معلوم ہے کہ چار بھائی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہوں یہ چار بھائی تھے سب نے ہجرت کی اور رفاعہ بن عبدالمنذر کے یہاں ٹھہرے اور سب غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ایاس، عاقل، خالد، عامر، عاقل بدر ہی میں شہید ہوئے۔ ایاس فتح مصر میں شریک ہوئے اور ۴۰ھ میں انکا انتقال ہوا۔ خالد یوم الرجیع میں شہید ہوئے۔ عامر یمامہ میں شہید ہوئے ۱۲ منہ

۴؎ خالد بن بکیر۔ عاقل بن بکیر اور ایاس بن بکیر کے بھائی ہیں چونتیس برس کی عمر میں یوم الرجیع میں شہید ہوئے۔ ابن مندہ نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن جحش کے سریہ میں یہ بھی تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

۵؎ عامر بن بکیر ایاس بن بکیر اور عاقل بن بکیر کے حال میں ان کا ذکر ہوا ۱۲ منہ (بقیہ ۲۵ پر)

اسلام کے وقت ان میں سے اکثر کا سن بیس برس سے کم تھا۔ اور ان کے خاندان کے بڑے لوگ کافر تھے اس لئے یہ لوگ مسلمان تو ہو گئے تھے مگر پوشیدہ۔ زیادہ غربا تھے جن کا مکہ میں کوئی حامی نہ تھا۔ کچھ غلام تھے جو روسائے قریش کی نظروں میں کوئی عزت نہیں رکھتے تھے اس لئے ان کا اسلام پوشیدہ تھا۔ اسماء بن ابی اسماء مخزومی اسلام قبول کرنے والوں میں بارہویں شخص ہیں۔ ان کا مکان صفا کے دامن میں تھا ان کے اسلام کے بعد حضور اور جو حضرات ایمان لائے تھے وہیں اکثر جمع ہوتے۔ وہیں تعلیم ہوتی۔ اور جس کو اسلام قبول کرنا ہوتا وہیں جا کر مسلمان ہوتا۔ یہ سب لوگ وہیں مسلمان ہوئے چونتیس یا پینتیس آدمی کے بعد حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت صہیبؓ بن سنان وہیں جا کر بیک وقت مسلمان ہوئے۔ اور مجاہد کی روایت ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں نے اسلام ظاہر کیا وہ یہ سات اشخاص ہیں۔ رسول اللہؐ۔ ابوبکر صدیقؓ۔ بلالؓ بن رباح۔ خبابؓ۔ عمارؓ۔ صہیبؓ۔ سمیہؓ ام عمارؓ۔

۱؎ عمار بن یاسر۔ ان کا حال کتاب میں آگے مذکور ہے ان کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں ہیں حضرت خالد بن ولید فرماتے ہیں کہ ایک شخص مجھ سے اور عمار سے کچھ تکرار ہو گئی میں حضور کے خدمت میں گیا تو فرمایا میں نے عمار سے عداوت کی اس نے خدا سے عداوت کی اور جس سے عمار بغض کیا اللہ نے بغض کیا اور فرمایا کہ میرے بعد اتباع کرنا ابوبکر اور عمر کی اور طریقہ اختیار کرو عمار کا۔ یہ حدیث تواتر کے قریب پہنچ گئی ہے کہ حضور نے حضرت عمار سے کہا تھا کہ تم کو باغی جماعت قتل کرے گی اور یہ متفق علیہ ہے کہ جنگ صفین میں یہ حضرت علی کے ساتھ تھے معاویہ کے لوگوں نے ان کو شہید کیا ستاسی کے سن میں تراسی برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ یمامہ میں حضرت عمار کا کان کٹ گیا تھا پیچھے حضرت عمر نے ان کو کوفہ کا عامل مقرر کیا تھا اور لکھا تھا کہ یہ نجبا اصحاب رسول اللہ سے ہیں ۱۲ منہ

۲؎ صہیب بن سنان رومی۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ اصلاً عربی تھے یا رومی۔ اسلام کے لئے بڑی تکلیف انھوں نے بھی برداشت کی حضرت عمار کی طرح حضور کی خدمت اسلام سے پہلے بھی انہوں نے کی ہے حضرت عمر نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کی نماز صہیب پڑھائیں ۳۸ھ کے شوال میں ستر برس کی عمر میں انتقال ہوا ۱۲ منہ

بعثت کے دوسرے سال جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب مسلمان ہوئے تو یہ پہلا شخص تھے جن کے اسلام کا اثر کفار پر پڑا۔ تاہم حالت یہ تھی کہ اس وقت صرف دو وقت کی نماز فرض تھی۔ صبح اور عصر۔ اس کو بھی کفار کی نظروں سے چھپ کر کہیں میدان یا پہاڑ کی دامن میں ادا کرتے تھے۔ البتہ طواف کے لئے خانہ کعبہ میں آتے تھے۔

تعذیب

جو غلام تھے ان کو اسلام قبول کرنے کے بعد کفار نے بڑی سخت ایذائیں پہنچائیں مگر اللہ کے ان مخلص بندوں نے غیر معمولی صبر و استقامت سے اس کو برداشت کیا اور توحید و اسلام پر ثابت قدم رہے۔ حضرت بلالؓ ان کی ماں حمامہ۔ ام عبیس۔ النہدیہ اور ان کی لڑکی ان سب نے بڑی سخت تکلیفیں برداشت کیں۔ آخر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سب کو خرید کر آزاد کیا۔ بنی نوفل کی ایک جاریہ تھیں جن کو حضرت عمرؓ نے جو اس وقت کافر تھے بہت ایذا دی تھی ان کو بھی حضرت صدیق نے خرید کر آزاد کیا۔ حضرت عمار بن یاسرؓ بڑی مصیبت میں تھے ان کی ماں حضرت سمیہؓ نے ناقابل برداشت تکلیف سے جان دیدی۔ حضرت عمارؓ کو دوپہر کی دھوپ میں کفار لیجاتے اور رمضاء مکہ میں طرح طرح کا عذاب دیتے۔ رسول اللہ اس طرف جاتے ان کی مصیبتیں دیکھتے اور فرماتے صَبْرًا آلَ یاسرٍ موعدکم الجنۃ۔ یہ سب کچھ تھا مگر اسلام پھیلتا جا رہا تھا۔ مذکورہ حضرات کے علاوہ اور بہت سے حضرات پوشیدہ مسلمان ہو چکے تھے۔

آغاز دعوت اور اس کا طریقہ

حضور کا قاعدہ تھا کہ جو آیتیں آپ پر نازل ہوتیں وہ مسلمانوں کو یاد کرا دیتے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کو یہ آیتیں پڑھکر سناتے اس میں خدا کی حمد اس کے قدرت

کاملہ کا ذکر۔ اس کے عزت جلال اور تمام صفات کاملہ کا بیان تھا۔ ایک ایک لفظ اسکا ایسا تھا جو کفار کو باوجود مخالفت کے لرزہ براندام کر دیتا تھا۔ اور بجز نا کشش سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ احکام میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی۔ حضرت جبرئیل آپ کو مکہ کے نیچے وادی میں لے گئے وہاں ایک چشمہ نمودار ہوا۔ حضرت جبرئیل نے وضو کر کے وضو کا قاعدہ بتایا اور امامت کر کے طریق نماز کی تعلیم دی۔ آپ نے حضرت خدیجہؓ کو اور دوسرے مسلمانوں کو وضو اور نماز کا قاعدہ سکھایا۔ حضور بھی اور صحابہ بھی کہیں چھپکر پہاڑوں کی شعب میں نماز ادا کرتے تھے۔

ایک روز جناب رسول اللہ اور حضرت علیؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہاں خواجہ ابوطالب پہنچے وہ رسول اللہ کے چچا اور حضرت علی کے والد تھے دیکھتے رہے۔ نماز کے بعد پوچھا کہ یہ کیا کر رہے تھے حضور نے فرمایا کہ اللہ پاک نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے بت پرستی سے منع کیا ہے اور اپنی خاص عبادت فرض کی ہے اور اسکے ادا کرنے کا یہی قاعدہ ہے۔ اے چچا آپ بھی خدا کے اس دین کو قبول کریں اور اس عظیم الشان کام میں میری امداد کریں۔

خواجہ ابوطالب نے کہا کہ اے عزیز میں اپنے آبائی دین کو چھوڑ تو نہیں سکتا لیکن تم اطمینان سے اپنا کام کرو میں ہر طرح تمہاری امداد اور حفاظت کروں گا۔ اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت علی سے بھی کہا کہ بیٹا تم کبھی تمہاری بدعواہی نہیں کر سکتے یہ جو کہیں ان کی بات پر عمل کرو۔

ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص اسی طرح بعض ساتھیوں کے ساتھ چھپکر نماز پڑھ رہے تھے کفار نے دیکھ لیا اور شرارت کرنے لگے۔ حضرت سعد نے اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر اس کو مارا اسی لئے کہتے ہیں کہ اسلام کی حمایت میں سب سے پہلا خون حضرت سعد نے کیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اسلام کی حمایت میں سب سے پہلی تلوار حضرت زبیر بن العوام نے اٹھائی واللہ اعلم

دعوت کا دوسرا دور

تقریباً تین سال تک اسی طرح دعوت پوشیدہ رہی۔ جو خود مسلمان ہونے کے بعد اسے علانیہ کرنے کا شوق ظاہر کرتا اس کو کلام الٰہی سناتے۔ جو مسلمان ہو جاتا اسکو کلام الٰہی سکھاتے اور جو احکام نازل ہو چکے تھے اس کی تعلیم دیتے۔ بعثت کے تیسرے سال آیت نازل ہوئی فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین۔ وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین وقل انی انا النذیر المبین۔ ان آیات کے نزول کے بعد علانیہ تبلیغ کا حکم ہوا۔ آپ نے تمام قریش کو شہر کے باہر بلوایا اور صاف صاف احکام الٰہی پیش کر دیئے۔ توحید خالص کی تشریح کر دی شرک و بت پرستی کی خرابیوں کو بالتفصیل بیان کر دیا۔ اپنے اعمام و بنی اعمام اور اعزہ و رشتہ دار میں سے ایک ایک کو مخاطب کر کے کہدیا کہ ہر شخص کی نجات اپنے ایمان اور اعمال صالحہ پر موقوف ہے یہ نہ سمجھنا کہ ہم رسول اللہ کے رشتہ دار ہیں اس لیئے چھوٹ جائیں گے۔ ابتداءً اس پر کفار کچھ زیادہ نہ بگڑے لیکن جب آیہ نازل ہوئی انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم اور حضور نے بت اور بت پرستی کی خرابیوں کو صاف صاف واضح کرنا شروع کر دیا۔ تو کفار نے بڑے زور و شور سے عداوت شروع کر دی اور سارے کفار آپ کی دشمنی پر متفق اللکلمہ ہو کر اٹھے اور بڑی شدت سے مخالفت کی۔

جب خواجہ ابوطالب نے دیکھا کہ کفار شدید مخالفت کر رہے ہیں اور ان کو اندیشہ ہوا تو انھوں نے بھی علانیہ رسول اللہ کی حمایت کا اعلان کیا۔ ابوطالب اس وقت مکہ میں اس پایہ کے شخص تھے جس کے مقابلہ کی ہمت کسی کو نہ تھی۔ تمام بنی عبد مناف تک اشارہ پر سر کٹانے کے لیے مستعد تھے اس لئے کفار شدید مخالفت کے باوجود کچھ نہ کر سکے اور حضور نے اپنا تبلیغ کا طریقہ عمل حالیہ جاری رکھا۔

خواجہ ابوطالب کے پاس پہلا وفد

جب کفار نے دیکھا کہ نہ ان پر ہماری ناراضی کا اثر پڑتا ہے۔ نہ ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے رکتے ہیں اور ان کے چچا ابوطالب ان کی حمایت کر رہے ہیں تو ان کا رنج و غصہ بہت بڑھ گیا۔ آخر سبھوں نے مشورہ کیا اور جمع ہو کر خواجہ ابوطالب کے پاس آئے ان میں قریش کے مشہور سردار یہ سب تھے۔

عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابوسفیان بن حرب۔ عاص بن ہشام۔ اسود بن المطلب بن اسد ابوالحکم عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل۔ ولید بن المغیرہ۔ منبہ بن الحجاج بن عامر۔ عاص بن وائل وغیرہ انھوں نے کہا کہ اے ابوطالب تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو گالی دیا ہمارے دین میں عیب لگایا ہمارے عقائد کی برائیاں کیں۔ ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہا۔ اب یا تو تم ان کو ان باتوں سے روکو یا ان کی حمایت سے الگ ہو جاؤ کیونکہ تمہاری حالت بھی ہماری ہی سی ہے۔ تمہارا دین بھی وہی ہے جو ہمارا اور تمہارے عقائد و خیالات بھی وہی ہیں جو ہمارے۔

خواجہ ابوطالب نے ان لوگوں کو نہایت نرمی سے سمجھا کر رخصت کر دیا

دوسرا وفد

رسول اللہ صلعم علے حالہ اپنے کام میں مشغول رہے۔ اور قرآن پاک کی تعلیم علانیہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہے۔ بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور عقائد حقہ کا گہرا اثر لوگوں پر پڑنے لگا۔ اسلئے کفار میں اضطراب پیدا ہوا۔ اور قریش کے ہر مجمع میں رسول اللہ کا ذکر ہونے لگا ایک دوسرے کو بھڑکانے لگے۔ آخر سب ملکر پھر خواجہ ابوطالب کے پاس آئے۔ کہا کہ اے ابوطالب آپ عمر میں بھی ہم سب میں بڑے ہیں۔ مرتبہ بھی آپ کا ہم سب سے

Scanned by CamScanner

بلندیٔ عزت بھی آپ کی سب سے زیادہ ہے۔ ہم سب نے چاہا اور آپ سے استدعا کی کہ اپنے بھتیجے کو ان باتوں سے روکیں لیکن آپ نے نہ روکا۔ اب خدا کی قسم ہم سے صبر نہیں ہو سکتا کہ ہمارے آبا کی سنیں ہمارے عقائد کو علانیہ بُرا کہا جائے۔ ہمارے معبودوں میں عیب نکالا جائے۔ اب یا تو تم ان کو روکو یا پھر ہم تم سے اور ان سے لڑ کر فیصلہ کریں گے یا ہم نہ رہینگے یا تم نہ رہو گے۔

اتنا کہکر وہ لوگ غصہ میں اٹھکر چلے گئے۔

خواجہ ابوطالب کا اضطراب

خواجہ ابوطالب اُس وقت سخت پریشان ہوئے۔ ان کو یہ بہت شاق ہوا کہ ساری قوم ناراض اور دشمن ہو گئی ہے مشکل یہ تھی کہ نہ ان کا نفس یہ گوارا کرتا تھا کہ اسلام قبول کرلیں۔ اور نہ یہ پسند تھا کہ رسول اللہ قتل کیئے جائیں یا ذلیل ہوں۔ انھوں نے اسی پریشانی میں رسول اللہ کو بلوایا اور کہا

"اے محمد۔ تمہاری قوم جمع ہو کر میرے پاس آئی تھی اور اس نے اس اس طرح مجھ سے گفتگو کی۔ تم ہم پر اور اپنے اوپر رحم کرو۔ ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جو میرے برداشت کے قابل نہ ہو حضور نے سمجھا کہ ان کو کفار کے مقابلہ میں اپنا ضعف محسوس ہوا ہے اس لئے اب میری حمایت سے دست بردار ہو جانا چاہتے ہیں۔ اور مجھ کو کفار کے سپرد کر دینا چاہتے ہیں حضور نے فرمایا۔

"چچا قسم ہے خدائے ذوالجلال کی میں مامور من اللہ ہوں۔ اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب رکھدیں تاکہ میں ان احکام کی تبلیغ چھوڑ دوں تو یہ ناممکن ہے۔ یا تو خدا کی توحید کو غلبہ ہوگا یا بت پرستی فنا ہوگی اور احکام الٰہی جاری ہونگے یا میں نہ رہوں گا۔ اور ہلاک کر دیا جاؤں گا"۔ اس کے کہنے کے بعد آپ کے آنکھوں سے

آنسو نکل آئے۔ اور آپ اُٹھکر وہاں سے چلے۔

خواجہ ابوطالب پر آپ کی اس استقامت کا بہت اثر پڑا۔ انھوں نے بلایا اور کہا کہ اے عزیز اے میرے بھتیجے جو تمہارا دل چاہے کہو اور کرو میں کسی حالت میں تم کو دشمنوں کے سپرد نہ کروں گا۔

کفار کا تیسرا اجتماع

اس کے بعد بھی جب کفار کو یقین ہو گیا کہ خواجہ ابوطالب کسی طرح رسول اللہ کی حمایت پسند نہیں کرینگے۔ اور نہ ان کی حمایت چھوڑینگے۔ اس کے لئے وہ سارے قوم کی مخالفت اور عداوت کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ تو اس کے لئے انھوں نے ایک ترکیب اور کی وہ لوگ عمارہ بن الولید کو ساتھ لیکر خواجہ ابوطالب کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے ابوطالب تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو ہمارے دین و عقائد کو۔ ہمارے آبا و اجداد کو جو کچھ کہا ہے اس سے تم واقف ہو۔ اب ہم تمہارے پاس عمارہ بن ولید کو لائے ہیں یہ قریش میں سب سے زیادہ خوبرو جوان ہے اس کو تم لے لو اور اس کے بدلہ تم اپنے بھتیجے کو میرے سپرد کر دو۔ معاوضہ میں کوئی عذر اور مضائقہ نہ ہونا چاہیئے۔ خواجہ ابوطالب نے کہا کہ سبحان اللہ یہ تو بدترین سودا ہے۔ تم اپنا لڑکا دیتے ہو کہ ہم اس کو اپنے پاس سے کھلائیں۔ اور میرا لڑکا مانگتے ہو کہ اس کو قتل کر دو۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا مطعم بن عدی نے کہا کہ اے ابوطالب تمہارے ساتھ تمہاری قوم نے بالکل انصاف کیا ہے جس پریشانی میں وہ مبتلا ہو گئے ہیں اس سے بچنے کے لئے انھوں نے پوری کوشش کی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی کوئی بات قبول کرنے کے لئے تم تیار نہیں ہو خواجہ ابوطالب نے کہا کہ واللہ یہ انصاف نہیں ہے۔ اور اے مطعم یہ تو ہی نے قوم کو بھڑکا کر میرے خلاف ظاہر کرایا ہے اور تم سب چاہتے ہو کہ ہمیں ذلیل کر دو۔ جاؤ تم لوگوں کے دل میں جو آئے کرو۔

اس کے بعد ظاہر یہ معلوم ہونے لگا کہ اب حرب قائم ہوا چاہتی ہے حرب شروع ہو
ظاہر ہونے لگے اس وقت خواجہ ابوطالب نے قبائل قریش کو مخاطب کرکے اشعار کہے
ہیں اور اُس میں خاص کر طعن عدی کو اور بنی عبد مناف کے دوسرے اپنے لوگوں کو
مخاطب کیا ہے جو دشمنوں کے ساتھ ملے تھے۔ اُن میں کا دو شعر یہ ہے

احق حصوصا عبد شمس وولا ... هما بدلا اصل ما يصدع الحمى
هما اشركا في المجد من لا ابا له ... من الناس الا ان لهذكر

کفار کے مظالم

اسکے بعد کفار قریش نے مشورہ کرکے یہ طے کیا کہ جن جن قبائل میں لوگ مسلمان ہو گئے
ہیں اُس قبیلہ والے خود اُن مسلمانوں کو سزا دیں تاکہ وہ لوگ پھر اپنے دین پر آجائیں
یہ مسلمانوں کے لیے بڑی مصیبت اور آزمائش کا وقت تھا۔ سابقین اولین پر اُس وقت
کفار نے بالتوں بڑے بڑے عذاب ہوئے اور بڑی سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں آدھ گھنٹے
کے کا راستہ گویا آنا ہر طرف داد و بلا اور وا معیبتا کی صدائیں بلند ہوئیں جناب رسول اللہ
بنا خواجہ ابوطالب کی وجہ سے ہنوز کفار کی دست درازیوں سے محفوظ تھے مگر طالب
کہ اُن کو سب سے زیادہ دشمنی حضور ہی کے ساتھ تھی خواجہ ابوطالب نے جب کفار کی ان
شرارتوں کو دیکھا تو اپنی قوم کو رسول اللہ کی حمایت کی دعوت دی۔ سارے بنی
عبدالمطلب تمام بنی ہاشم اور بنی عبد مناف میں سوا کئے اُن کی دعوت پر لبیک کہا
اور جمع ہو گئے سوائے ایک بوہب کے جو اگرچہ رسول اللہ کا چچا تھا مگر بچا اور رسول اللہ
کا شدید دشمن تھا اور دشمنوں کے ساتھ تھا۔ خواجہ ابوطالب نے اپنی قوم کے اس اجتماع پر
ایک لامیہ قصیدہ میں خوشی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ قریش اگر اپنی ساری طاقت
بھی صرف کریں تو وہ بنی ہاشم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اشاعت اسلام

یہ سب کچھ ہو رہا تھا حضور نے [illegible] پارخواجہ ابوطالب نے پاس آتے تھے [illegible]
ایذا میں دیتے تھے مگر حضور ان میں سے کسی بات کا جواب نہیں دیتے تھے
مقابلہ ہو کچھ کر رہے تھے وہ خواجہ ابوطالب حضور اپنے کاموں میں مشغول تھے
آیتیں جو برابر نازل ہو رہی تھیں اُن لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے
اُس کی روانی اور آیات و جلال کو بیان فرماتے تھے
کی تلاوت کرتے تھے نماز وغیرہ کے [illegible]
مہمانات کی [illegible]
ہو جاتا تھا وہ [illegible]
اور جسم و استقامت کا ایک [illegible]

قرآن پاک کی آیتیں [illegible]
اور اپنے [illegible]
کر رہا تھا مخالفین کے [illegible]
کر رہے تھے مگر وہ حیران تھے کہ خود اُن کے گھروں کی عورتیں [illegible]
بھلا وہ لوگ جو قرآن پاک سنتے تھے [illegible]
اسلام قبول کرنے سے اُن کو روک سکتی تھی

حضورؐ کو ساحر مشہور کرنا

کفار قریش کے لئے ایک مشکل پیش آئی کہ حج کا موسم آگیا۔ وہ سمجھے تھے [illegible]

دلم اکی ہنوت کا جزیرہ عرب کے قبائل میں ہو چکا ہے۔ قبائل جمع ہوں گے تو وہ یقیناً اسکی تحقیق کرنی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ محمدؐ کا اسلام اس طرح تمام قبائل میں پھیل جائے۔ اُس کی روک کے لئے مشورہ کرنے کو وہ سب ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے۔ ولید اُن میں سن اور عقلمند شخص تھا ولید نے کہا کہ اے قریش حج کا موسم آگیا ہے اور قبائل محمدؐ کا تذکرہ سن چکے ہیں تم کو چاہیئے کہ اُن کے بارہ میں ایک رائے قائم کر لو۔ تاکہ ہر شخص قبائل کے لوگوں کے سامنے ایک ہی بات کہے ایسا نہ ہو کہ ایک کچھ کہے اور دوسرا کچھ اور ایک کا قول دوسرے کے خلاف ہو تو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

سبھوں نے کہا یہ بہت ٹھیک ہے مگر رائے کیا کہا جائے

ولید نے کہا کہ نہیں تم لوگ کہو کیا کہو گے۔ قریش نے کہا کہ ہم لوگ کہیں گے کہ محمدؐ کاہن ہیں ولید نے کہا کہ واللہ وہ کاہن نہیں ہیں میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے اُن کے اور ان کے کلموں کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قریش نے کہا کہ مجنون کہینگے ولید نے کہا کہ وہ مجنون بھی نہیں ہیں۔ کیا ہم لوگوں نے مجنون نہیں دیکھے مجنون ایسے ہی ہوتے ہیں قریش نے کہا۔ اچھا شاعر کہینگے ولید نے کہا۔ ہم شعر خوب جانتے ہیں۔ رجز ہزج۔ قریضہ مقبوضہ مبسوطہ سب سے واقف ہیں ان کا کلام ہرگز شعر نہیں ہے۔ قریش نے کہا کہ تو پھر ہم سب اُن کو ساحر کہیں گے ولید نے کہا کہ ہم نے ساحروں کو بھی دیکھا ہے۔ نہ تو اُن میں ساحروں کا سا عقدہ ہے۔ نہ نفث

سب نے کہا کہ اچھا تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے ولید نے کہا واللہ اس کلام میں کچھ لذت ہی اور ہے۔ اور یہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو سب باطل ہے۔ مگر اس وقت اقرب یہی ہے کہ ہم سب اُن کو ساحر ہی کہیں۔ اسلئے کہ ان کے کلام کی وجہ سے جو رت مرد میں۔ آپ بیٹے میں بھائی

لہ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ولید بن المغیرہ کی شان میں آیا نازل ہوئی ذرنی ومن خلقت وحیداً وجعلت له مالاً ممدوداً وبنین شهوداً ومهدت له تمهیداً ثم یطمع ان ازید کلا انه کان لآیاتنا عنیداً ۱۲ منہ

بھائی میں۔ آشنا اور اُس کے اقربا میں تفریق اور جدائی ہو گئی ہے اور اس غداختلاف پیدا ہو گئے ہیں۔ اور یہی محمدؐ کا اثر ہوتا ہے۔

الغرض سب اسی امر پر متفق ہو کر اُٹھے اور جب قبائل جمع ہوئے تو ایک ایک شخص کو حضورؐ کی خلاف بھڑکایا اور آپ کے پاس جانے سے ڈرایا جب یہ قبائل منتشر ہوئے تو تمام عرب میں مخالفانہ جذبات پھیل گئے۔ اور سارے قبائل میں رسول اللہ کی صحت نبوت۔ اور بنی ہاشم کی حمایت کا ذکر ہونے لگا حواجہ ابو طالب کو اندیشہ ہوا کہ کہیں قبائل ہر طرف سے بنی ہاشم پر حملہ نہ کر دیں۔ انھوں نے اُس وقت ایک طویل قصیدہ میں مکہ کے ایک ایک متبرک مقام کا نام لیکر اشراف قوم کو اپنی حمایت پر مستعد کیا ہے۔ اور جنہیں انتقال الجما خوب سکر متنبہ کر دیا ہم کہ ہو جائے کسی حال میں یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم محمدؐ کو دشمنوں کے سپرد کر دیں۔ اُسی قصیدہ میں یہ اشعار ہیں

کذبتم وبیت اللہ نبزی محمداً	ونظعن الکم فی بلابل
کذبتم وبیت اللہ نبزی محمداً	ولما نطاعن دونه ونناضل
ونسلمه حتی نصرع حوله	ونذهل عن ابنائنا والحلائل

اور اُسی میں ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه	ثمال الیتامی عصمة للارامل

قریش کے اس اشتعال اور شرارت کا نتیجہ یہ تو نکلا کہ قبائل عرب بنی ہاشم کے خلاف کمر پر حملہ کر دیں۔ بلکہ نتیجہ یہ نکلا کہ اہل مدینہ کو یہود سے سُنکر یہ انتظار تھا کہ کسی نبی کا ظہور ہونیوالا ہے جب اُن کو خبر ملی تو یقین ہو گیا کہ یہ وہی نبی ہیں۔ اور وہاں سے آکر انھوں نے حضورؐ کی بیعت کی اور مسلمان ہوئے منہ

لہ کفار مکہ کے حق میں ان کی ہٹ دھرمی اور بے جا شرارت پر دنیا و عقبیٰ کا نقصان دہ ثابت ہوا۔

لہ جن لوگوں نے آیات خداوندی کو جادو اور شعر کہا۔ اور شعر کہا ان کے بارہ میں نازل ہوا الذین جعلوا القرآن عضین فوربک لنسئلنهم اجمعین عما کانوا یعملون ۱۲ منہ

حضرت حمزہؓ کا اسلام

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اُس زمانہ میں رسول اللہ زیادہ تر دارارقم میں رہا کرتے تھے۔ ایک روز کوہ صفا کے پاس سے ابوجہل جا رہا تھا۔ اُس نے رسول اللہ کو دیکھا۔ تو آپ کی شان میں اُسنے گستاخی کی۔ ناملائم الفاظ کہے اور اسلام کو بُرا بھلا کہا۔ رسول اللہ چُپ بیٹھے رہے اُس کا کچھ جواب نہ دیا اِس کے بعد وہ بھی چلا گیا اور رسول اللہ بھی تشریف لے گئے لیکن ہی عبداللہ کی ایک عورت جس کا مکان وہیں پر تھا یہ سب سُن رہی تھی اور دیکھ رہی تھی۔ اسکے بعد اُسی طرف سے حضرت حمزہؓ گزرے۔ حضرت حمزہؓ شکار کے بڑے شائق تھے اور قریش میں اُن کی عزت بھی بہت تھی۔ اُس عورت نے اُن سے بیان کیا کہ تمہارے بھتیجے سے ابوجہل نے آج یہ برتاؤ کیا اور وہ بالکل سالم رہے۔ اُن کو یہ سنکر بڑا غصہ ہوا اُسی وقت ابوجہل کی تلاش میں چلے۔ دارالندوہ میں آئے دیکھا کہ مسجد میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اُس کے قریب گئے اور اپنی کمان اُٹھا کر زور سے اُس کے سر پر ماری اور کہا کہ تو محمدؐ کو گالی دیتا ہے اور جانتا نہیں کہ میں بھی اُنھیں کے دین پر ہوں۔ وہ کہتے ہیں وہی میں بھی کہتا ہوں اگر طاقت ہے تو میرا رد کر۔ بنی مخزوم اُٹھے کہ ابوجہل کی حمایت کریں لیکن ابوجہل نے روک دیا اور کہا ابوعمارہ کو کچھ نہ کہو واقعی میں نے آج اُنکے بھتیجے کو بُری گالیاں دی ہیں مگر اِس غصہ کے بعد حضرت حمزہؓ واقعی اسلام پر ثابت قدم ہو گئے کفار پر اس کا بہت اثر پڑا کیونکہ یہ ایک دلیر اور شہ زور جوان تھے اُنھوں نے دیکھا کہ یہ اب رسول اللہ کی حمایت کریں گے اور اسی وجہ سے اُن کے اسلام کے بعد کفار کی بہت سی شرارتیں کم ہو گئیں واقعہ اعلم حضرت حمزہؓ بعثت کے دو برس بعد مسلمان ہوئے۔

عتبہ کا حضورؐ کے پاس آنا

جب قریش نے دیکھا کہ قبائل کے اشتعال سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا اور حمزہؓ بن عبدالمطلب

علانیہ مسلمان ہو جانے سے اسلام کو بہت تقویت پہنچ گئی ہے تو وہ بہت پریشان ہوئے ایک روز جناب رسول اللہ تنہا مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور قریش دارالندوہ میں جمع تھے۔ ابوالولید عتبہ بن ربیعہ قریش کا ایک معزز سردار تھا اُس نے کہا کہ اے قریش میں جاتا ہوں اور محمدؐ کے آگے چند امور پیش کرتا ہوں۔ اگر اُن میں سے کسی بات کو وہ قبول کر لیں تو ہم لوگ پورا کر دینگے اور اس تردد سے نجات پائینگے۔ سب نے کہا کہ ہاں اے ابوالولید ضرور جاؤ اور گفتگو کرو وہ رسول اللہ کے پاس آکر بیٹھا اور کہا کہ اے ابن عم ہماری جماعت میں تمہارا مرتبہ اور شرافت نسبی ہیں جو تمہارا درجہ ہے وہ ظاہر ہے۔ اس میں کسی شخص کو کلام نہیں ہو سکتا لیکن تم نے ایک امر عظیم پیش کیا ہے جس کی وجہ سے تم نے خود اپنی جماعت میں تفرقہ ڈالدیا۔ اُن کے حقائد کو بُرا کہا۔ اُن کے جدود اور اُن کے دین میں عیب لگایا۔ اُن کے آباواجداد جو مر چکے ہیں اُن کی تکفیر کی۔ اس لیے میں آیا ہوں آپ میری بات توجہ سے سُنیں چند امور میں پیش کرتا ہوں۔ اُن میں سے کوئی بات آپ قبول کر سکیں تو فوراً رُک جائیگا۔ رسول اللہ نے کہا کہ ہاں میں سُنتا ہوں فرمایئے عتبہ نے کہا۔

اس دعوئ نبوت سے آپ کی غرض اگر مال جمع کرنا ہے تو ہم سب ملکر اتنا مال آپکے واسطے جمع کر دینگے کہ آپ ہم سب سے زیادہ دولتمند ہو جائینگے۔ اور اگر آپ کی غرض شرف و سیادت ہے تو ہم سب آپ کی سیادت تسلیم کرینگے اور آپ کی مرضی کے خلاف کوئی شخص کوئی کام نہیں کریگا اور اگر آپ کی غرض بادشاہت کرنا ہے تو ہم تیار ہیں کہ آپ کو اپنا حاکم مقرر کر لیں لیکن اگر ان میں سے کسی چیز کی آپ کو خواہش نہ ہو بلکہ یہ بانیں دماغ کی خرابی اور جنون کی وجہ سے ہوں اور اُس کا علاج ہم لوگوں کے اختیار میں نہ ہو تو ہم مستعد ہیں کہ سب لوگ ملکر مال جمع کریں اور کسی کامل طبیب سے آپ کا علاج کرائیں تاکہ آپ کو صحت ہو جائے بعض وقت بیماریاں اس قسم کی ہوتی ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں مرد اکرنے سے صحت ہو جاتی ہے حضورؐ نے عتبہ کی پوری تقریر کو نہایت سکوت اور تحمل سے سُنا جب وہ فارغ ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ

جو کچھ آپ کو کہنا تھا کہہ چکے اب سنئے۔ عتبہ نے کہا کہ ہاں فرمایئے میں سنتا ہوں حضور نے فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حم تنزیل من الرحمن الرحیم کتاب فصلت اٰیاتہ قرانا عربیا لقوم یعلمون بشیرا ونذیرا فاعرض عنھم فھم لا یسمعون وقالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ۔

حضور پڑھ رہے تھے اور عتبہ حیرت کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھوں کو پشت کی جانب ٹیک کر متحیر سن رہا تھا جب حضور نے آیہ سجدہ پڑھی تو سجدہ میں چلے گئے۔ بعد اسکے سجدہ سے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ اے عتبہ تم نے سن لیا اب غور کرو کہ ہمیں اور تمہیں کیا کرنا چاہیئے۔

عتبہ وہاں سے اسی کیفیت میں اٹھکر کفار کے پاس گیا۔ انھوں نے پوچھا کہ کہو کیا حال ہے عتبہ نے کہا کیا حال پوچھتے ہو میں نے ایک کلام سنا ہے اور ایسا کلام کہ اللہ کی قسم اس سے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ نہ وہ شعر ہے۔ نہ کہانت ہے۔ اے قریش اس شخص کے پیچھے پڑو یہ کلام اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تم چھوڑ دو اگر یہ شخص غالب آیا تو اس کا غلبہ تمہارا غلبہ ہے۔ اور اسکی عزت تمہاری عزت ہے۔ اور اگر مغلوب ہوا تو تمہارا مقصد حاصل ہوا۔ تمہاری مداخلت کی ضرورت نہیں ہے قریش نے کہا کہ اے ابوالولید خدا کی قسم اس شخص نے اپنے کلام سے تجھ کو مسحور کر دیا ہے عتبہ نے کہا کہ میں نے اپنی رائے بیان کر دی ہے۔ اب تم کو اختیار ہے جو دل چاہے کرو۔

کفار کا حضورؐ کے پاس اجتماع

اس قصہ کے بعد پھر ایک روز عتبہ شیبہ ابوسفیان ابوجہل وغیرہ کفار قریش کے قریب کعبہ کے پاس بڑے بڑے کفار قریش جمع ہوئے جن میں یہ لوگ بھی تھے عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابوسفیان بن حرب۔ النضر بن الحرث۔ ابوالبختری۔ اسود بن المطلب بن اسد۔ زمعہ بن الاسود۔ ولید بن المغیرہ۔ ابوجہل بن ہشام۔ عبداللہ بن ابی امیہ۔ عاص بن وائل۔ منبہ بن الحجاج۔ امیہ بن الخلف وغیرہ سبھوں نے مشورہ کیا کہ آج محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو بلا کر فیصلہ کر لو حضور کے پاس آدمی گیا آپ

تشریف لائے۔ کفار نے وہی باتیں پیش کیں جو پہلے ابوالولید عتبہ بن ربیعہ نے پیش کی تھیں حضور نے فرمایا کہ اللہ پاک نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور اپنی کتاب بھیجی ہے۔ میرا کام یہ ہے کہ تم کو برائی سے ڈراؤں اور بھلائی کی نصیحت کروں۔ میرا کام صرف احکام الٰہی کا تم کو پہنچا دینا ہے اگر تم نے قبول کر لیا تو دنیا و آخرت میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اور اگر نہ قبول کیا تو صبر کروں گا حتیٰ کہ اللہ پاک ہمارا تمہارا فیصلہ کر دے۔ نہ تو اس تبلیغ کے لیے تم سے مال چاہتا ہوں نہ شرف و بزرگی کا آرزومند ہوں۔ نہ تمہاری بادشاہت کی تمنا ہے۔ میرا جو کچھ فرض ہے وہ بجا لاتا ہوں۔ اوگما قال

کفار قریش نے کہا کہ خیر اگر تم میری یہ باتیں قبول نہیں کرتے تو ایک کام کرو تم جانتے ہو کہ ہمارا شہر کسقدر تنگ ہے اور معیشت کی ہم لوگوں کو کیسی کمی ہے جس خدا نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے اس سے سوال کرو کہ اطراف شہر کے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دے تاکہ ہمارا شہر وسیع ہو جائے۔ اور شام و عراق کی طرح اس میں نہریں جاری کر دے۔ اور ہم میں بعض گزشتہ لوگوں کو بھیجے جس میں قصی بن کلاب ضرور ہوں۔ تاکہ ہم ان سے دریافت کریں کہ تمہاری باتیں حق ہیں یا نہیں اگر انھوں نے تمہاری تصدیق کر دی اور تمہاری دعا کی وجہ سے خدا نے یہ کر دیا جو تم نے سوال کیا ہے تو ہم لوگ تمہاری تصدیق کریں گے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ خدا کے نزدیک تمہارا بڑا درجہ ہے۔

حضور نے فرمایا کہ یہ میرا کام نہیں ہے میں جس لیئے بھیجا گیا ہوں وہ میں تم کو پہنچا دیا اگر قبول کرو دین و دنیا میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ نہ قبول کرو تو صبر کروں گا حتیٰ کہ اللہ پاک ہمارا تمہارا فیصلہ کرے۔

کفار قریش نے کہا کہ اچھا اگر تم میرے لیئے دعا نہیں کرتے تو کم از کم یہ دعا کرو کہ تمہارا خدا تم کو بڑے بڑے باغات اور بڑا بڑا محل دے۔ سونا اور چاندی کا بہت سا خزانہ دیدے تم کو بڑا دولتمند بنا دے تاکہ ہم تمہاری فضیلت سے واقف ہوں ابھی تو تم میری طرح بازار میں

Scanned by CamScanner

جانتے ہو یہ بھی طرح معاش کی تلاش کرتے ہو پھر ہم کیسے سمجھ لیں کہ تم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہو جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے۔

حضور نے فرمایا کہ میں اس قسم کی دعا کروں گا نہ اس لئے بھیجا گیا ہوں میں بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں، تو تو تمہارا فائدہ ہے نہ تو نقصان کرے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارا فیصلہ کرے۔

الغرض کفار طرف سے اسی قسم کے بیہودہ سوالات کرتے رہے اور آپ صبر کے ساتھ تحمل سے جب اُن کے ایمان کی جانب سے مایوسی ہوئی تو آخر چلے آئے۔

آپکے آنے کے بعد ابوجہل نے آپ کے قتل کا مشورہ دیا اور کہا کہ اگر بنی عبد مناف قتل کریں تو اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ سارے کفار اس پر متفق ہوئے مگر اللہ پاک نے اُن کے ارادوں سے آپ کو محفوظ رکھا

کفار کا یہود سے مشورہ

جب کفار کو اپنے اعتراضات اور اہل سوالات کی حقیقت معلوم ہوئی تو انہوں نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ بھیجا تاکہ احبار یہود سے رسول اللہ کے دعاوی اور حالات کا تذکرہ کر کے اُن سے دریافت کریں کہ اس دعویٰ کی صداقت کے متعلق کیا سوالات کئے جائیں۔ احبار یہود نے اُن کو اصحاب کہف، ذوالقرنین اور حقیقت روح کے متعلق کچھ سوالات بتلائے۔ یہ لوگ جب وہاں سے لوٹ کر آئے تو ایک بڑا مجمع کر کے حضور سے انہوں نے وہ سوالات کئے جس کے جواب میں بالتفصیل قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اس سے پہلے بھی جو جو سوالات کفار نے کئے تھے غرضیکہ سب کا جواب قرآن پاک میں نازل ہوا۔ اور نہایت مؤثر طریقہ سے ان

سوالات کی لغویت بتادی گئی

استہزار کا مشورہ

جتنے خصوص کا ذکر ہوا تقریباً سب کی طرف قرآن پاک میں اشارات موجود ہیں۔ اسطرح حضور پر بلا احکام قرآنی پر یا طلب معجزات کے متعلق کفار کے جتنے شبہات یا اعتراضات تھے۔ جو حضور کے سامنے پیش ہوئے یا جسکے متعلق کافر آپس میں مشورہ کرتے تھے سب کا مختصر مگر شافی بخش جواب قرآن میں موجود ہے اور قریش چونکہ مخاطب تھے ان اشارات اور جوابات کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ یہ جوابات ایسے دلکش طریقہ سے دیئے گئے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر انسان کا رجحان اسلام کی صداقت کی طرف بڑھ گیا۔

اب بھی اگر آپ ایک طرف کفار کے ان اعتراضات اور طلبیات کو پیش نظر رکھیے اور دوسری طرف اُن آیات کو جو اُن مواقع میں نازل ہوئیں تو خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کفار کیا چاہتے تھے کیا اُن کی غرض یہ تھی کہ وہ ایسے شخص کو نبی نہیں مانتے جو راضی بقضاء الٰہی ہو بلکہ ایسے شخص کو نبی تسلیم کرینگے جو مرضی مولیٰ کو اپنا تابع بنائے کیا اُن کی غرض یہ تھی کہ ہم ایسے شخص کو رسول تسلیم نہیں کرتے جس کے دل میں دنیا کی لالچ نہ ہو اور جس کا دل خشیت الٰہی سے معمور ہو بلکہ ایسے شخص کو رسول قبول کرینگے جو مزاد و تنعم ہو اور خدا سے بھی سونا اور چاندی طلب کرنے کا خواہشمند ہو۔ ان سوالات سے کفار کے جن قلبی جذبات کا اظہار ہوتا تھا اُس کے انکشاف کے بعد ضرور تھا کہ اُن کو اپنے سوالات کی حماقت پر ندامت ہوئی ہو۔ اور جتنی اُن کے لئے جتنی تکلیف دہ ہو سکتی تھی اُس کا سمجھنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔

اس نے انہوں نے مشورہ کرکے یہ طے کیا کہ کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو یا نہ کرے سوال و جواب نہ کرے۔ قرآن پاک نہ سنے کیونکہ اگر مناظرہ اور مباحثہ کیا گیا تو ایک شخص یقیناً محمدؐ غالب آئیں گے۔ اب صرف الگ رہ کر ہر شخص اُن کا اور کتاب اللہ کا استہزا کرے۔

قرآن پاک کی کشش

کفار نے استہزا کرنے کا مشورہ منعقد کیا۔ اور اس پر انہوں نے عمل بھی شروع کر دیا تاہم حالت یہ تھی کہ شدید ترین کافر بھی قرآن پاک کی کشش سے مجبور تھا۔ حضور کا قاعدہ تھا کہ شب کے وقت نماز میں قرآن پاک بالجہر پڑھا کرتے تھے۔ نماز کے علاوہ بھی قرآن پاک پڑھتے تھے آپ کی آواز میں نہایت زیادہ جہر ہوتا تھا نہ بالکل بھی ایسا پڑھتے تھے کہ مکان کے باہر کا آدمی بھی سن سکتا تھا۔ کفار کی حالت یہ تھی کہ مکان کے ذیب کیس پر چھپکر بیٹھتے تھے اور سنتے رہتے تھے خصوصاً تہجد کے بعد بعض دفعہ کفار صبح تک بیٹھے رہ جاتے تھے اس سے اُن کے قلوب پر کیا اثر پڑتا تھا جب ذیل قصہ سے اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔

ایک شب میں ابوسفیان بن حرب ابوجہل بن ہشام اور اخنس بن شریق نکلے گئے اور ایک کی دوسرے کو خبر نہ تھی۔ صبح ہوگئی تو تینوں اپنی اپنی جگہ سے نکل کر چلے تو راستہ میں ملاقات ہوگئی چونکہ یہ فیصلہ طے شدہ مشورہ کے خلاف تھا تینوں نے کہا کہ یہ ہم لوگوں سے غلطی کی اب کبھی نہ آنا چاہیئے۔ دوسری شب کو مذکورہ گئے تینوں گئے اور ہر ایک نے سمجھا کہ اور لوگوں کو آج آنا نہ ہوگا۔ مگر جب اپنی جگہوں سے نکلے تو پھر راستہ میں تینوں کی ملاقات ہوئی اور تینوں اپنی غلطی پر نادم ہوئے اور پھر وعدہ کیا کہ اب کوئی نہ آئے گا۔ مگر تیسری شب میں جہاں حلقہ گل پختہ وعدہ ہوگیا ہے آج تو یقیناً کوئی نہ آئے گا اس لئے چوتھے پہر تینوں گئے اور اُس روز اپنی حرکتوں پر سخت نادم ہوئے اور پختہ عہد کیا مگر صبح سویرے اخنس بن شریق اٹھکر ابوسفیان کے پاس گیا اور پوچھا کہ اچھا بتاؤ جو کچھ تم نے محمدؐ سے رات سنا اُس کے متعلق تمہاری

کیا رائے ہے ابوسفیان نے کہا کہ یہ کلام بہت ہی بلند ہے کچھ سمجھا اور کچھ نہیں سمجھا جہاں ہماری عقل نہیں پہنچ سکتی اُس کے معنی اور مفاہیم ہماری سمجھ سے بہت بلند و بالا ہیں۔ اخنس نے کہا کہ واقعی یہی رائے میری بھی ہے۔ اس کے بعد اخنس وہاں سے ابوجہل کے پاس گیا اور یہی سوال کیا۔ ابوجہل نے کہا کہ سنا کیا بات ہے کہ ہم سے اور بنو عبد مناف سے مقابلہ تھا ہم دونوں دو خاندان سوار کے مثل تھے۔ کھانے کھلانے میں، مجلس میں، عطا و بخشش میں ہم دونوں برابر رہے اب وہ کہتے ہیں کہ ہم میں ہی سے جس کے پاس وحی آتی ہے اب اس کا کیا علاج ہے ہم تو خدا کی قسم کبھی محمدؐ کی تصدیق نہ کریں گے نہ اُن پر ایمان لائینگے۔ اس قصہ کی طرف بھی قرآن پاک میں اشارات موجود ہیں۔

ابتلاء صحابہ

حضور کی حمایت خداوند کریم کی طرف سے تھی۔ جب رسالت تھا جس نے کفار کو حضور کی جانب دست درازی سے روک دیا تھا پھر چچا ابوطالب کی حمایت اور وحی کی طرفداری تھی اُس کا بھی کفار پر بظاہر بڑا اثر تھا اور وہ حضور کو کچھ نہ کہہ سکتے تھے لیکن صحابہ کرام پر سخت مصائب میں مبتلا تھے اس لیے حضور نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اُنکو اجازت دیدی۔

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

اسلام و مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا پھیلنا جانا کفار کی نہ ہوشیاری نے نتیجہ ہوا ہی تھا اس قصہ میں انہوں نے صحابہ رسول اللہ کے ساتھ اور بھی زیادہ سختی اختیار کی یہاں تک کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ولید بن مسلم نے ابن ابی نجیح سے اور انہوں نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ مجاہد کہتے تھے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے سنا ہے کہ مشرکین مکہ میں سے جو لوگ اسلام لے آئے تھے ان میں سے ہر قبیلہ کے لوگ اپنے اپنے مسلمانوں کو سخت سزائیں دیتے تھے اور ان کو اذیتیں پہنچاتے تھے اور ان کو دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے تھے جس کی وجہ سے اللہ نے اپنے رسول کی حمایت میں جو کچھ چاہا ان پر نازل فرمایا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ مسلمانوں پر جو مصائب آئے اور ان کو جو اذیتیں پہنچائی گئیں اور ان کو اللہ نے جو کچھ صبر دیا اور اس کے بعد جو کچھ ان کو عطا فرمایا اس کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو چھوڑ دیں گے اس پر کہ وہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمائش میں نہ ڈالا جائے گا۔ اور ہم نے ان لوگوں کو آزمایا جو ان سے پہلے تھے۔ پس اللہ ضرور ظاہر کرے گا ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور ضرور ظاہر کرے گا جھوٹوں کو۔ کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو اللہ کا وعدہ ضرور آنے والا ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اور جو شخص جہاد کرتا ہے تو وہ اپنے ہی لئے جہاد کرتا ہے اللہ تو تمام دنیا سے بے نیاز ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم ضرور ان کی برائیوں کو ان سے دور کر دیں گے اور ان کو ان کے بہتر کاموں کا بدلہ دیں گے۔ اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے۔ اور اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھ کو علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔ میری ہی طرف تم سب کو لوٹ کر آنا ہے پھر میں تم کو بتا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم ضرور ان کو نیکوکاروں میں داخل کریں گے۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اللہ کے راستہ میں ان کو ایذا پہنچی تو لوگوں کی ایذا رسانی کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیا اور اگر تیرے رب کی طرف سے مدد آئی تو کہنے لگے کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔ کیا اللہ کو خوب معلوم نہیں ہے جو کچھ دنیا والوں کے دلوں میں ہے۔ اور اللہ ضرور ظاہر کرے گا ایمان والوں کو اور ضرور ظاہر کرے گا منافقوں کو۔ اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا کہ تم ہمارے طریقہ کی پیروی کرو ہم تمہارے گناہ اٹھا لیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں ہیں بیشک وہ جھوٹے ہیں۔ اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ اور بوجھ اور بھی اور ضرور قیامت کے دن ان سے ان افترا پردازیوں کی باز پرس ہوگی جو وہ کرتے تھے۔

Scanned by CamScanner

تاریک ہو گئی تو حضور نے مسلمانوں سے کہا کہ جس کا دل چاہے وہ حبشہ چلا جائے۔ وہاں ہو بادشاہ وہ انسان پر ظلم نہیں کرتا اس لیے حضور کے ارشاد کے موافق بارہ مرد اور چار عورتوں نے پہلے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اُن حضرات کے اسماء یہ ہیں۔

عثمان بن عفان۔ اُن کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ ابو حذیفہ بن عتبہ۔ اُن کی زوجہ سہلہ بنت سہیل۔ الزبیر بن العوام۔ مصعب بن عمیر۔ عبدالرحمن بن عوف۔ ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی۔ اُن کی زوجہ ام سلمہ۔ عثمان بن مظعون۔ عامر بن ربیعہ۔ اُن کی زوجہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ۔ ابو سبرہ بن ابی رہم۔ سہیل بن بیضا۔ اور غالباً ابو حاطب بن عمرو۔ عبداللہ بن مسعود ابن ہشام نے دس مرد اور چار عورت لکھا ہے واللہ اعلم۔ بعض لکھتے ہیں کہ مصعب بن عمیر اُن میں نہ تھے بعض لکھتے ہیں کہ ابو حاطب نہ تھے۔ ہجرت اول کی فہرست میں عبداللہ بن مسعود کو بھی نہیں لکھتے لیکن ہجرت اولیٰ کے بعد جو لوگ حبشہ سے لوٹ کر آئے اُن میں بھی عبداللہ بن مسعود کا نام لکھا ہے۔

مراجعت و ہجرت ثانیہ

یہ لوگ حبشہ میں بہت آرام سے تھے مگر وہاں خبر ملی کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں اور اب مکہ میں کوئی اندیشہ نہیں ہے اس لیے یہ لوگ وہاں سے چلے آئے۔ یہاں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی اور قریش کی عداوت پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ اس خبر نے ان حضرات کو متردد کیا آخر بعض تو وہیں سے پھر حبشہ لوٹ گئے اور بعض کسی کی جوار میں ہو کر مکہ میں داخل ہوئے لیکن یہاں یہ حالت تھی کہ کسی مسلمان کو اطمینان نہ تھا ہر وقت مصائب سے پریشان تھے اسلیے حضور نے دوبارہ حبشہ جانے کے لئے مسلمانوں کو مشورہ دیا۔ چنانچہ پہلے حضرت جعفر ابن ابی طالب روانہ ہوئے اور اُس کے بعد دوسرے مسلمان یکے بعد دیگرے روانہ ہوئے بعض اپنے اہل و عیال کے ساتھ اور بعض تنہا گئے سارے مسلمان جنہوں نے

حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں مجتمع ہوئے اُن کی تعداد قیاسی طور پر اگر حضرت عمار بن یاسر کو بھی شمار کیا جائے مگر ان کا جانا مشتبہ ہے اس تعداد میں دو لڑکے داخل نہیں ہیں جو انکے ساتھ گئے تھے اور نہ وہ جو حبشہ میں پیدا ہوئے۔

کفار کا حبشہ آدمی بھیجنا

کفار کو خبر ملی کہ مسلمان حبشہ میں اب بہت اطمینان سے ہیں اور ان کو وہاں ہر طرح کی عافیت ہے تو انہوں نے مشورہ کیا کہ کسی طرح حبشہ سے مسلمانوں کو نکلوانا چاہیئے اور پھر مکہ میں لانا چاہیئے۔ تاکہ تکلیف دیکر اُن کو پھر اپنے دین پر لایا جا سکے۔ چنانچہ انہوں نے اس کام کے لیے دو آدمیوں کو منتخب کیا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ۔ اور عمرو بن العاص۔ یہ دونوں اپنے ساتھ قریش کا بہت سا تحفہ لیکر حبشہ گئے۔ پہلے نجاشی کے سرداروں سے ملے اُن کو تحفے دیئے اور کہا کہ مکہ سے کچھ غلام اور کچھ ادنیٰ درجہ کے لوگ بھاگ کر آپ کے یہاں چلے آئے ہیں۔ اُن لوگوں نے اپنے اجداد کے مذہب کو چھوڑ دیا ہے اور آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا ہے۔ شرفاء مکہ نے جب اُن کو اس حرکت پر سزا دی تو وہ آپ کے ملک میں بھاگ آئے ہیں ہم کو شرفاء مکہ نے بھیجا ہے کہ آپ ہمارے آدمیوں کو ہمارے پاس واپس کر دیں تو بہتر ہے۔ آپ لوگ اس ملک کے سرداروں پر مہربانی فرما کر نجاشی کے پاس میری سفارش کر دیں تاکہ ہم اس مقصد میں کامیاب ہوں۔ انہوں نے اُن سے وعدہ کیا۔ پھر ان دونوں نے نجاشی کے سامنے قریش کے ہدیئے پیش کیے اور اُس سے بھی یہی کہا اور کہا کہ ان میں جو غلام نہیں ہیں اُن کے باپ دادا موجود ہیں اس لیے وہی لوگ اُن کی نگرانی کے زیادہ مستحق ہیں نجاشی کے سرداروں نے بھی اُس کی تائید کی لیکن نجاشی نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا اُن لوگوں نے میری پناہ لی ہے اس لیے ہم اُن کو حوالہ نہیں کر سکتے۔ ہاں ہم ان لوگوں کو بلاتے ہیں دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

جب اصحاب رسول اللہ آئے تو نجاشی نے کہا کہ تمہاری یہ کیا حالت ہے کہ تم نے اپنے آباء کے مذہب کو چھوڑ دیا اور دنیا کے کسی مذہب میں داخل بھی نہ ہوئے اور نیا راستہ اختیار کیا۔

مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر ابن ابی طالب نے جواب دیا۔ فرمایا کہ اے بادشاہ ہم لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔ مُردے کھاتے تھے ہر طرح کے فواحش میں مبتلا تھے۔ قطع رحم کرتے تھے جوار کی پرواہ نہیں کرتے تھے ہم میں سے قوی ضعیف کو کھا جاتا تھا۔ ہماری یہی حالت تھی کہ اللہ پاک نے ہم میں ایک نبی بھیجا اُس کے خاندان اور نسب اُس کی امانت اور صداقت اُس کے عفت اور تقویٰ سے ہم سب لوگ واقف ہیں اُس نے ہم کو خدا کی توحید کی طرف دعوت دی۔ اُس نے صرف خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیا۔ اُس نے تاکید کی کہ خدائے واحد کے علاوہ تمام پتھر وغیرہ کے بتوں کی پرستش ہم ترک کردیں۔ اُس نے ہمیں بتایا کہ صداقت امانت صلہ رحم۔ اور حسن جوار کو شعار بنائیں اور حرام کاموں سے خونریزی۔ فواحشات جھوٹی گواہی سے یتیم کے مال سے اور پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانے سے باز آئیں۔ اُنہوں نے ہم کو خدا کی عبادت کا طریقہ بتایا۔ نماز روزہ۔ زکوٰۃ کی تعلیم دی۔ اے بادشاہ ہم نے اُن کی باتوں کو قبول کیا۔ خدا کو واحد جانا۔ بتوں کی پرستش ترک کی حلال کو حلال سمجھا حرام کو حرام سمجھا اس نے ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی اور ہم پر طرح طرح کے عذاب کئے وہ چاہتے ہیں کہ ہم خدا کی عبادت کے بجائے پھر بتوں کو پوجیں۔ مُردے اور خبائث جو پہلے کھاتے تھے ویسی ہی کھائیں۔ اے بادشاہ جب ہم پر دنیا تنگ ہوگئی اور اپنے دین پر قائم رہنا مشکل ہوگیا تو اب آپ کے ملک میں آکر پناہ لیا ہے۔

نجاشی نے کہا کہ جو کلام خدا کی طرف سے تمہارا نبی لایا ہے آپ کا کچھ تمہارے پاس ہے؟ حضرت جعفر نے کہا کہ ہاں ہے۔ کہا اچھا ہمیں سناؤ۔ حضرت جعفر نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیتیں پڑھیں نجاشی اور اُس کے ساتھی بہت روئے اُن کی داڑھیاں نمدوں کی تر ہوگئیں اس کے بعد سب لوگ وہاں سے باہر آئے اور اندازہ معلوم ہوا کہ نجاشی ہرگز مسلمانوں کو

کفار کے سپرد نہ کرے گا لیکن عمرو بن العاص نے کہا کہ دیکھو کل ہم ان کا رنگ بدلتے ہیں۔ دوسرے روز یہ لوگ پھر نجاشی کے پاس گئے اور کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی شان میں بھی توہین کرتے ہیں کہتے ہیں کہ وہ خدا کے ایک بندے تھے نجاشی نے پھر صحابہ کو بلوایا پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ کے حق میں کیا کہتے ہو حضرت جعفر نے کہا کہ ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی پر اُن کے شان میں نازل ہوا یعنی ھو عبد اللہ ورسولہ وروحہ وکلمتہ القاھا الی مریم العذراء البتول۔ نجاشی نے کہا کہ خدا کی قسم عیسیٰ ابن مریم اس کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ اس کے سردار کچھ بگڑے مگر نجاشی نے اُن کو ڈانٹ دیا۔

نجاشی نے کفار قریش کے تحفے بھی واپس کردیئے اور یہ لوگ خائب وخاسر مکہ واپس آئے۔

فائدہ۔ اُس وقت نماز دو وقت کی فرض تھی ظہر اور عصر لیکن صوم اور زکوٰۃ اس وقت فرض نہ تھا مگر وہ بہت پیچھے ہجرت کے بعد مدینہ میں فرض ہوا۔ مگر حضرت جعفر کی اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ صوم نافلہ اور زکوٰۃ نافلہ کی تعلیم حضور اُس وقت بھی دیتے تھے۔ واللہ اعلم

اسلام عمر بن الخطاب

جن ایام میں عبداللہ ابن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص حبشہ گئے ہوئے تھے انہیں ایام میں حضرت عمر بن الخطاب مسلمان ہوئے۔ واقعہ یہ ہوا کہ یہ تلوار لیکر چلے کہ آج دارارقم میں جاکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں راستہ میں نعیم بن عبدی بن کعب کے ایک شخص نعیم بن عبداللہ النحام چوپائے مسلمان ہوچکے تھے انہوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تمہاری بہن فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی سعید بن زید دونوں مسلمان ہوچکے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہاں سے لوٹ کر سعید ابن زید کے یہاں گئے اُن کو سخت مار پیٹ کر حضرت فاطمہ چھڑانے کے لیے بڑھیں اُن کو ایک طمانچہ ایسا لگا کہ سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا مگر دونوں نے استقلال سے کہا کہ ہاں ہم ایمان لاچکے ہیں تمہارا جو جی چاہے کرو اس پر کچھ نرم ہوئے

قرآن پاک پڑھوا کر سنا تو پھر کیفیت ہی بدل گئی۔ اسی وقت مستعد ہوئے کہ مسلمان ہو جائیں چنانچہ دارارقم میں جا کر مشرف باسلام ہوئے۔ حضور نے اُن کو سینہ سے لپٹا لیا اور مسلمانوں نے خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد عمرؓ مسلمان ہوئے تو دریافت کیا کہ قریش میں کون شخص ہے جو باتوں کو جلد مشہور کرنے کا شائق ہے لوگوں نے بتایا کہ جمیل بن معمر ابھی حضرت عمرؓ صبح کے وقت نکلے نہیں ہیں ساتھ ہو لیا وہ جمیل کے پاس آئے تو کہا کہ اے جمیل کیا تجھکو معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمدؐ کے دین میں داخل ہو گیا ہوں۔ اتنا سنتے ہی جمیل اٹھا اور اپنی چادر کو گھسیٹتا ہوا اپنا پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ بھی گئے۔ جب وہ مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو وہیں سے چلایا کہ اے قریش خبردار ہو جاؤ عمر صابی ہو گیا حضرت عمرؓ نے کہا جھوٹا ہے میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میں نے شہادت دیا ہے اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ یہ سننا تھا کہ کفار دوڑ پڑے اور تلوار چلنے لگی حتیٰ کہ آفتاب سر پر آ گیا۔ اتنے میں قریش کا ایک شیخ اچھا لباس پہنے ہوئے آیا پوچھا یہ تمہاری کیا حالت ہے کفار نے کہا کہ عمر صابی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا ہٹ جاؤ ایک شخص نے اپنے لئے جو چاہا اختیار کیا تمہارا کیا مطلب ہے۔ کیا تمہارا گمان ہے کہ بنی عدی بن کعب تمہارے لئے اپنے آدمیوں کو یونہیں چھوڑ دیں گے۔ یہ سنکر سب ٹھنڈے ہو گئے۔

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد میں نے والد سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص تھے جن سے قریش اس طرح دب گئے تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عاص بن وائل تھے۔

حضرت عمرؓ کا اسلام اسلام کی ایک فتح تھی کفار میں تہلکہ مچ گیا اور مسلمانوں کو فرحت و سرور حاصل ہوا۔ یہ جو وقت مسلمان ہوئے تو دارارقم میں اُس وقت کم و بیش چالیس آدمی موجود تھے آپ نے اُسی وقت فرمایا کہ یارسول اللہ کیوں کا چھپا تو کفار علانیہ کریں اور ہم خدائے بزرگ و برتر کی عبادت چھپکر کریں یہ نہیں ہو سکتا۔ خدا کی عبادت علانیہ ہونی چاہئے

اُن کے اسلام کے بعد مسلمان علانیہ مسجد میں نماز ادا کرنے لگے اور جو چھپے ہوئے تھے اُن سب نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔ اور اب حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ دو شخص تھے جو کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے معین و محافظ تھے۔

کفار کا تحریری معاہدہ

حبشہ سے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص غائب و خاسر لوٹ کر مکہ آئے اور قریش کو معلوم ہوا کہ وہاں مسلمان نہایت عافیت سے ہیں اور اُن کی ترکیب وہاں ایک نہ چلی۔ مکہ میں حضرت عمرؓ مسلمان ہو گئے جس سے یہاں بھی مسلمانوں کو بڑی تقویت ہو گئی اور اب وہ علانیہ مسجد میں نماز بھی اپنے طریقہ سے پڑھنے لگے تو کفار میں بڑی بے چینی پیدا ہوئی آخر سب ایک مجلس میں جمع ہوئے اور یہ طے پایا کہ تمام قبیلے معاہدہ کریں کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب سے تعلقات منقطع کر لیے جائیں چنانچہ منصور بن عکرمہ بن عامر بن الحرث نے ایک کاغذ میں معاہدہ کا مضمون لکھا اور سب نے اُس پر دستخط کیا۔ معاہدہ کا مضمون یہ تھا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب کی لڑکیوں سے نہ کوئی عقد کرے نہ اُن کو اپنی لڑکیاں دے۔ نہ اُن سے کوئی چیز خریدی جائے نہ اُن کے ہاتھ کوئی چیز بیچی جائے۔

جب یہ معاہدہ مکمل ہو گیا تو کفار نے زیادہ توثیق کے لئے اُس کو خوف کعبہ سے لٹکا دیا۔ بنی المطلب اور بنی ہاشم خواجہ ابوطالب کے پاس جمع ہوئے وہ اُن لوگوں کو اور رسول اللہ کو لیکر شعب ابوطالب میں چلے گئے۔ اس شعب میں بنی ہاشم دو یا تین برس رہے۔ اُن کو کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں مل سکتی تھی الا یہ کہ پوشیدہ۔ مثلاً ایک دفعہ حکیم بن حزام بن خویلد جو حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے غلام کے ساتھ گیہوں لئے جا رہے تھے ابوجہل نے دیکھا یار و کا ابوالبختری آ گیا پوچھا کیوں اُس کو روکا ہے ابوجہل نے کہا یہ خلاف معاہدہ شعب میں کھانا لے جاتا ہے اسے قریش میں ذلیل کروں گا۔ ابوالبختری نے کہا وہ اپنا کھانا اپنی پھوپھی کے لئے لے جاتا ہے تو

مہ آپس میں قطع تعلق کا معاہدہ تحریر یا تین سال تک جاری رہا جس معاہدہ نے مزید استقلال کیساتھ برداشت کیا۔

کون روکنے والا ہے ابوجہل نہ مانا آخر ابوالبختری نے ابوجہل کو بہت پیٹا۔

اسی شعب میں حضرت عبداللہ بن عباس پیدا ہوئے جو بنی عباس کے جد اعلیٰ ہیں۔

اُس وقت گو بنی ہاشم بڑی تنگ میں تھے مگر رسول اللہ بے خوف ظاہر اور پوشیدہ دن اور رات تبلیغ کا کام خدا کے حکم سے انجام دے رہے تھے۔ کفار روکنے سے ڈرتے تھے اس لیے کہ اب بنی ہاشم ہر وقت مسلح اور مجتمع تھے اور حضرت امیر حمزہ آپ کے ساتھ تھے۔ البتہ چھیڑ اور شرارت و استہزا کرتے تھے خصوصاً امیہ بن خلف۔ اخنس بن شریق۔ نضر بن الحرث۔ ابولہب۔ عبداللہ بن الزبعری اسہمی وغیرہ ان سب کے شان میں قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوئیں اور اُن کے استہزا کا ناصحانہ جواب دیا گیا۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ خدا کا کلام محمد پر آتا ہے حالانکہ ہم کہ میں سب سے بڑے ہیں اور طائف میں ابومسعود عمرو بن عمیر الثقفی سب سے بڑے ہیں چاہیئے کہ ان دو قریوں کے دو بڑوں میں سے کسی کے پاس آتا۔ چنانچہ آیہ نازل ہوئی وقالوا لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم الآية

نزول قل یا ایہا الکافرون

ایک دفعہ حضور طواف کر رہے تھے اسود بن المطلب بن اسد۔ ولید بن المغیرہ۔ امیہ بن خلف عاص بن وائل قریش کے بڑے بڑے سمر آپ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ لے محمد لوگ ایک امر پر فیصلہ کریں وہ یہ کہ جو عبادت تمہاری ہے وہ ہم لوگ بھی کریں اور جو عبادت ہم لوگ کی ہے وہ تم بھی کرو جس عبادت میں بہتری ہوگی اس سے سب کو فائدہ پہنچے گا اُسی پر فیصل یا ایہا الکافرون کی سورہ نازل ہوئی یعنی تمہارے دین سے ہمیں غرض نہیں ہم تو جس کی عبادت کرتے ہیں اُسی کی کریں گے۔

معاہدہ کا خاتمہ اور بنی ہاشم کا باہر آنا

قریش نے جو معاہدہ لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکایا تھا اور جس کی وجہ سے دو یا تین برس تک

بنی ہاشم شعب ابی طالب میں مبتلا مصیبت و آلام رہے۔ آخر اس معاہدہ کا خاتمہ کرنے کے لیے قریش کے چند اشخاص مستعد ہوئے صورت یہ ہوئی کہ سب سے پہلے ہشام بن عمرو بن ربیعہ جو اپنے قبیلہ میں باعزت شخص تھے زہیر بن ابی امیہ کے پاس آئے۔ زہیر کی ماں عاتکہ بنت عبدالمطلب میں ہشام نے کہا کہ اے زہیر کیا تمہیں پسند ہے کہ تم کھاؤ پیو نکاحی بیاہ کرو پہنے ماموں ان سب باتوں سے محروم ہوں میں حلفیہ بیان کر سکتا ہوں کہ اگر ابوالحکم بن ہشام یعنی ابوجہل کے ماموں کی یہ حالت ہوتی اور ایسے معاہدہ کی طرف اس کو بلاتے تو وہ کبھی نہ آتا۔ زہیر نے کہا کہ میں تنہا کیا کروں اگر ایک شخص بھی اور ہوتا تو میں معاہدہ توڑ دیتا۔ ہشام نے کہا میں ہوں۔ کہا کہ اچھا تو کسی اور کو بھی ملانا چاہیئے۔ ہشام نے مطعم بن عدی کو بھی مستعد کیا پھر ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد بھی اس پر رضامند ہوئے سبھوں نے ایک جگہ جمع ہو کر مشورہ کیا۔ اور زہیر نے کہا کہ دیکھو میں پہلے میں اس گفتگو کو چھیڑوں گا۔ صبح کو سب جمع ہوئے زہیر نے آکر پہلے سات طواف کیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے اہل مکہ کیا یہی مناسب ہے کہ ہم لوگ عمدہ سے کھائے پیئے رہیں اور بنی ہاشم ہلاک ہوں اور ہر چیز کے لیے ترستے رہیں میں تو جب تک اس ظالم صحیفہ کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کروں بیٹھوں گا نہیں ایک طرف ابوجہل بیٹھا ہوا تھا درمیان میں سے بولا تو جھوٹا ہے صحیفہ نہیں پھاڑا جا سکتا۔ زمعہ نے کہا تو اکذب ہے ہم لوگ کبھی اُس کی تحریر پر راضی نہیں ہوئے ابوالبختری نے کہا زمعہ ٹھیک کہتا ہے نہ ہم کبھی اُس کے مضمون سے راضی ہوئے نہ اب ہم کو اس کا اقرار ہے۔ اسی طرح مطعم بن عدی اور ہشام بن عمرو نے بھی کہا۔ ابوجہل نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مشورہ ہو چکا ہے ایک طرف تو اجارہ ابوطالب آکر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ تم لوگ کہتے ہیں کہ صحیفہ کو کیڑوں نے کھایا ہے اور صرف جہاں خدا کا نام ہے چھوڑ دیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو پھر اس معاہدہ کو قطع کرو اور اگر غلط ہے تو میں محمد کو تمہارے سپرد کر دوں گا آخر مطعم بن عدی صحیفہ کو اتار لائے اور دیکھا کہ سب کو کیڑوں نے کھایا ہے صرف وہ جگہ باقی ہے جہاں خدا کا نام ہے۔

Scanned by CamScanner

نجران کے نصاریٰ

حضور تنہا مسجد میں تھے۔ اور کفار دار الندوہ میں جمع تھے کہ بیس سوار عیسائی نجران کے یاجنہ کے حل اختلاف الروایۃ خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضور سے کچھ سوالات کیے آپ نے جوابات دیئے۔ فراغت کے بعد آپ نے اسلام کی دعوت دی اور قرآن پاک آپ نے پڑھیں۔ وہ ان آیات کو سنکر روئے۔ دعوت قبول کی اور مسلمان ہوگئے۔ اس کے بعد حضور سے رخصت ہوکر روانہ ہوئے۔ ابوجہل اور چند قریش ان کے پاس آئے اور کہا کہ تم لوگ بہت نالائق ہو۔ اپنے ساتھ اور لوگوں کو بھی دین سے برگشتہ کروگے۔ ہم نے ایسے احمق سوار نہیں بھیجے تم نے اتنی جلدی کیا تحقیق کرلیا آرام اطمینان سے بیٹھے بھی نہیں کہ اپنے دین سے برگشتہ ہوگئے۔ انہوں نے کہا سلام علیکم لا جاھلکم ما نحن علیہ ولکم ما انتم علیہ اس وفد کا قرآن پاک میں ذکر ہے۔

آپ کے پڑوسی وہم جوار

رسول اللہ کے پڑوسی خصوصاً آپ کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور بہت دق کیا کرتے تھے ابولہب حکم بن ابی العاص عقبہ بن ابی معیط عدی بن حمراء الثقفی۔ اصحاب الفیل وغیرہ نے بہت دق کیا اور یہ سب کے سب کافر مرے سوائے ایک حکم بن ابی العاص کے کہ وہ مسلمان ہوگئے تھے۔ یہ سب حضور کے مکان میں اوجھڑیاں پھینکنے پلیدیاں پھینک دیا کرتے تھے خصوصاً جب آپ نماز پڑھتے تو یہ لوگ اسی شرارت میں زیادہ کرتے تھے آپ صبر کرتے ایک جو دفعہ کرلیا غائبی میں پھر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور ان پلیدیوں کو کوٹھی سے اٹھا کر باہر پھینک دیا کرتے تھے

عام الحزن

خواجہ ابوطالب بیمار ہوئے جب حالت زیادہ خراب ہوئی تو قریش ابوجہل ابن عاص

۱؎ حکم بن ابی العاص حضرت عثمان بن عفان کا چچا ہے اسی کا لڑکا مروان بن حکم ہے۔ منہ

ابوسفیان وغیرہ کفار آئے اور کہا کہ اے ابوطالب آپ کی حالت نازک ہوگئی ہے اور ہوگئی ہے اور آپ کے بھتیجے نے جو کچھ اختلاف ہے اس سے آپ واقف ہیں بہتر یہ ہے کہ آپ ان کو بلائیے اور ہم سے اور ان سے عہد کیجئے نہ ہم ان کی عداوت سے باز آئیں اور وہ ہمیں عداوت سے باز آئیں وہ ہمارے دین کو نہ کہنا چھوڑیں ہم ان کو اور ان کے دین کو نہ کہنا چھوڑیں۔

خواجہ ابوطالب نے رسول اللہ کو بلوایا اور کہا کہ اے میرے بھتیجے تم قوم سے معاہدہ کرلو تم میں کوئی عہد کرنا چاہتے ہیں اور تم سے بھی کچھ عہد چاہتے ہیں حضور نے فرمایا کہ ہاں بہت اچھا ایک بات اُن سے چاہتے ہیں ابوجہل نے کہا دس بات ہم بھی ہیں اچھا یہ کہ تم لوگ اقرار کرو کہ لا الہ الا اللہ اور خدا کے سوا جن چیزوں کی عبادت کرتے ہو اس سے باز آؤ۔ سب نے ظاہر یہ کہا اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری باتیں بھی عجیب ہیں کہ چاہتے ہو کہ ہمارے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک کے ہو جائیں اس کے بعد وہ آپس میں بولے کہ یہ ہمارے منشا کے موافق کسی بات پر راضی نہ ہوں گے۔ اس قصہ کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔

کہا تو چلے گئے لیکن اس کے بعد حضور نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح خواجہ ابوطالب اسی حالت میں مرتے مرتے مسلمان ہو جائیں لیکن انہوں نے نہ مانا اور آخر شعبہ سے نکالے جانے کے چھ ماہ میں یعنی ان کا انتقال ہوگیا۔

خواجہ ابوطالب کا انتقال رسول اللہ کے لیے صدمہ عظیم تھا جس طرح بچپن سے آپ کے خبرگیراں رہتے تھے اسی طرح ہمیشہ آپ کی حمایت کرتے رہے جس طرح آپ کے دشمنوں کے مقابلہ میں بیٹھ جاتے تھے وہ ایسی باتیں تھیں جن کو حضور بھول سکتے تھے۔

خواجہ ابوطالب کے جن دن کے بعد یا تیرہ دن بعد یا کچھ زیادہ دنوں بعد مگر یہ سال اسی سال حضرت خدیجہ کا انتقال ہوگیا۔ ابوطالب کے بعد کوئی دوسرا شخص جس سے آپ کو امداد ملی وہ حضرت خدیجہ تھیں جس وقت آپ ظاہراً بالکل کس مپرسی کے عالم میں تھے اس وقت صرف حضرت خدیجہ تھیں۔ الی امداد آپ کے ساتھ تھی جس وقت آپ کا دنیا میں کوئی

۱؎ اسی کو قرآن میں کہا ہے ولا یحزنک قولھم انا نعلم ما یسرون وما یعلنون۔ منہ

صادق و مصدوق ﷺ اس وقت حضرت خدیجہ آپ کو تسلی دیتی تھیں اور یقین دلاتی تھیں کہ آپ جیسے پرہیزگار اور دل کے سچے ہوجاتے تھے اس وقت حضرت خدیجہ ہی آپ کی تسلی و دلگیری کرتی تھیں غرض جو کچھ تھیں وہ حضرت خدیجہ ہی تھیں۔ حضرت ابوطالب کے بعد ہی ان کا انتقال صبا حرن وطال کا باعث ہوسکتا ہے ظاہر ہے اس لئے اس سال کا نام خود حضور نے عام الحزن رکھا

طائف کا سفر

حضرت ابوطالب کے انتقال کے بعد کفار نے حضور کے ساتھ زیادہ گستاخیاں شروع کردیں اور آپ کی مشکلیں بہت بڑھ گئیں حتیٰ کہ بعض دفعہ راستہ میں آپ کے سر پر ان بدمعاشوں نے مٹی ڈال دی اس سے سر مبارک اور جامہ شریف گرد آلود ہوگیا قریش کے جملہ دوسرے زبردست قبیلہ بنی ثقیف کا لحاظ تھا آپ نے خیال کیا کہ شاید یہ لوگ خدا کی طرف رجوع کریں اور خدا کے دین کی حمایت کریں اس لئے آپ نے شوال کی دسویں یا دسویں تاریخ کو بعثت کے دسویں سال زید بن حارثہ کو ساتھ لیکر طائف کا سفر کیا طائف میں بنی ثقیف کے تین شخص بہت معزز تھے جو اپس میں بھائی بھائی تھے اور عمرو بن عمیر بن عوف کے نواسے تھے اور ان میں سے ایک کے پاس قریش کے قبیلہ بنی جمح کی عورت بھی تھی آپ ان تینوں سے ملے اور خدا کی طرف اور خدا کے دین کی حمایت کی طرف ان کو دعوت بھی دی مگر ان لوگوں نے قبول نہ کیا اور حمایت نہ کی اور بداخلاقی سے پیش آئے بلکہ انہوں نے اپنے غلاموں اور بیوقوفوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا وہ آپ کے پیچھے پڑ گئے اور شور مچانے لگے۔ راستہ میں اسوجہ سے آپ کے پیچھے جمع ہوگیا۔ راستہ میں قریش کے دو بھائی عتبہ اور شیبہ کا باغ تھا آپ مجبور ہوکر اس باغ میں چلے گئے تب یہ مجمع منتشر ہوا

اس مجمع نے آپ پر پتھر بھی پھینکے تھے جس سے آپ کی پنڈلیاں زخمی ہوگئیں اور اس سے خون بہا اس باغ میں عتبہ کا غلام[1] عداس نصرانی خادم و مسلمان ہوا۔ اور آپ کے سر مبارک کو

[1] عداس نصرانی کا ذکر بخاری مسلم وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے اور ان حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ نینوی کے رہنے والے تھے جو موصل کے قریب ہے ۱۲ منہ

بارگاہ رب العزت سے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس وقت یہاں اس سے مفصل حال لکھنے کی گنجائش نہیں ہے قرآن کی تفسیر سے واقف حضرات اس کو بخوبی جانتے ہیں۔

اس کے بعد ایک روایت کے موافق آپ نے خدا سے دعا کی کہ طائف والوں پر عذاب نازل فرمائے آپ کی خدمت میں جبرائیل یہ پیغام لیکر حاضر ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی باتیں سن لی ہیں اور آپ کی خدمت میں بھیجا کہ حکم دیجئے تو ان طائف والوں پر دونوں طرف کے پہاڑ ملا دیئے جائیں جس سے یہ سب کے سب پس کر رہ جائیں آپ نے فرمایا نہیں شاید ان کے اصلاب سے وہ پیدا ہوں جو خدا کی عبادت کریں[1]

وہاں سے واپس ہوتے ہوئے جب آپ نخلہ میں پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے رات کو یہیں رہے جب آپ نماز پڑھ رہے تھے تو نصیبین کے سات جن حاضر ہوئے اور آپ کی قرأت سنی اور اپنی قوم میں اسلام پھیلایا جن کا قرآن پاک میں تذکرہ ہے قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن (۲) اور آخر تک۔ اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ جن آپ کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور آپ نے ان کو قرآن پڑھایا اور ان کے گھروں کو واپس ہوئے تو ان کی قوم کے ستر ہزار آدمی ان کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی حفاظت کی جس کے بعد آپ نے مکہ میں نماز پڑھی اور اپنے گھر آئے۔

لیلۃ المعراج

جب آپ کی عمر کا گیارہواں برس ختم ہونے کو تھا ۲۷ رجب کی شب کو معراج ہوا۔ آپ حرم اور مقام ابراہیم کے درمیان سے براق پر حضرت جبرئیل کے ساتھ پہلے بیت المقدس گئے اور پھر وہاں سے قریب ہی کے آسمانی منازل میں جانے لگے جہاں ملائکہ مقربین بھی نہیں جا سکتے اور اسی رات میں پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی امام زہری روایت کرتے ہیں کہ معراج ہجرت سے ایک برس پہلے ہوا ابن عقبہ وغیرہ کہتے ہیں کہ ایک برس دو مہینہ پہلے ہوا بعض روایتوں سے کہ حضرت ام ہانی کے مکان سے معراج ہوا واللہ اعلم

صبح کے وقت جب آپ نے اس کا ذکر کیا تو کفار نے بڑی شدت سے تکذیب کی جو آپ

[1] اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے ساتھ برا کرنے والوں کے حق میں بددعا کرنا آپ کی شان کے خلاف تھا ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

بہت مقدس سے واقف تھے انہوں نے متعدد سوالات کیے آپ نے ٹھیک ٹھیک بتا دیا۔ انہ
میں قریش کے دو نام اور خاندان تھے آپ نے بتایا کہ اس وقت پہنچو گے اور ٹھیک اسی وقت پہنچا
گھڑی کی تکذیب کرنا ہوتی بعض لوگ حضرت صدیق کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تمہارے
یہ رسول دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ رات کو بیت المقدس سے ہو آئے حالانکہ ایک مہینہ میں جانا ہم
اور ایک مہینہ میں آنا ہے صدیق نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا کہتے ہیں تو میں سچی تصدیق کرتا
ہوں میں تو اس سے بھی بڑی بات کی تصدیق کرتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ آسمان کی خبر
سے پس وہی بات ان میں اس کو قبول کرتا ہوں اس کے بعد حضرت صدیق حضور کی
خدمت میں گئے کہ یا رسول اللہ کیا آپ نے ایسا فرمایا ہے حضور نے فرمایا کہ ہاں صدیق نے فرمایا
میں اس کی تصدیق کرتا ہوں یا رسول اللہ آپ جو کچھ فرمائیں سچ ہے اسی روز حضرت ابوبکر کو
صدیق کا خطاب ملا

تبلیغ میں سعی و کوشش

امام زہری[1] فرماتے ہیں کہ حضور بعثت کے بعد تیرہ برس مکہ میں رہے جن میں برس تک تو
تبلیغ مخفی طور پر کرتے رہے لیکن اس کے بعد جب آپ نے علانیہ تبلیغ شروع کی تو موسم حج کے
علاوہ دوسرے دنوں میں تمام قبائل جہاں جہاں کھلا مجمع ہوتے تھے وہاں جا کر آپ لوگوں کو اسلام کی
دعوت دیتے اور اسلام قبول کرنے میں دین و دنیا کے جو فوائد ہیں اس سے خلق کرتے تھے تمام

---

[1] اس پورے حصہ میں جہاں کہیں بھی [illegible] کے قریب [illegible] ہوا ہے [illegible] میں [illegible] خاوند [illegible] اور [illegible] جمع [illegible] تھے [illegible] اور [illegible] ان [illegible] کہتے [illegible] تھے [illegible] اس [illegible] میں [illegible] ہیں [illegible] کہتے [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

جابر بن عبداللہ کے اور سب آئے اور یہ پانچ اشخاص اور آئے معاذ بن الحارث عوف بن الحارث
ذکوان بن عبد قیس یزید بن ثعلبہ عویم بن مالک ان بارہ اشخاص نے عقبہ ثانیہ میں پھر
بیعت کی اور مسلمان ہوئے جب یہ لوگ جانے لگے تو حضور نے قرآن پاک کی تعلیم کے لیے
دو بن ام مکتوم اور مصعب رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ کر دیا۔

عقبہ ثالثہ

عقبہ ثانیہ کے بعد جب سب لوگ مدینہ گئے تو وہاں حضرت مصعب بن عمیرؓ اسلام کی امامت
کرتے تھے۔ ان کے اور عمرو بن ام مکتوم کے ساتھ وہاں بہت آدمی مسلمان ہوئے جن میں اسید بن
حضیر اور سعد بن معاذ بھی تھے۔ ان دو حضرات کے اسلام کی وجہ سے سارے کے سارے
بنی عبدالاشہل مع زن و مرد مسلمان ہو گئے سوائے ایک عمرو بن ثابت بن وقش کے جو بعد کو غزوہ
احد کے روز مسلمان ہوا۔ اسلام مدینہ میں خوب پھیل گیا اور مصعب بن عمیرؓ مکہ آئے
اس سال چونکہ مدینہ میں رسول اللہ کی خوب شہرت ہو گئی تھی حج کے لیے جو قافلہ جہاں
سے چلا اس میں انصار اہل اسلام اور کفار کی بڑی جماعت شریک ہوئی اور یہ میں آکر خفیہ
مرد و عورت نے اس دفعہ حضور کے ہاتھ پر عقبہ میں بیعت کی اور عہد کیا کہ ہم آپ کی اور اسلام
کی حفاظت کے لیے اسی طرح اپنی جانیں نثار دینگے جس طرح اپنے نفس اپنے اہل و عیال اور

سلہ مصعب بن عمیر قریشی اسلام میں سب سے پہلے جو لوگ مدینہ گئے وہ ان کو مدینہ والوں کے
پاس بھیجا گیا تھا جس انصار کے مکان پر اترا تھا وہ خاندان بنی عبد الاشہل کے تھے۔ عمرو بن ام مکتوم بھی بنی عبد الاشہل
ان کا نسب یہ ہے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر
سلہ ان کو مہاجر اس لیے کہتے ہیں کہ ان کا نام عبداللہ تھا اور اہل عراق کہتے ہیں کہ وہ نام نہیں بلکہ لقب ہے اور ان کا نام
ہاں کی طرف منسوب ہیں ان کا نام مکتوم تھا بعض عبد اللہ بن عبد اللہ بن عنکثہ بن عامر بن سعد بن مالک بن
الحلیف تھا وہ یہ کہا کرتے ان کی ماں عاتکہ بنت عبد اللہ بن صلت بن مخرمہ بن حبیب بن عامر بن لؤی تھی
ان کی ماں کو خوفیس کی ماں کہا جاتا تھا کیونکہ وہ ان کے ساتھ ہی ہجرت کر کے مدینہ گئی تھی

اپنی عزت کے لیے لڑائے ہیں۔
اسی رات کو بیعت کے مکمل کرنے کے بعد حضور نے اشاعت اسلام اور تعلیم دین کے لیے ان
بارہ نقیب مقرر کر دیے ابو امامہ اسعد بن زرارہ سعد ابن الربیع عبداللہ بن رواحہ رافع
بن مالک۔ البراء بن معرور عبداللہ بن عمرو بن حرام سعد بن عبادہ منذر بن عمرو عبادہ
بن الصامت یہ نو اشخاص قبیلہ خزرج کے اور تین قبیلہ اوس کے اسید بن حضیر سعد بن خیثمہ
رفاعہ بن عبدالمنذر بعض کہتے ہیں کہ رفاعہ نہیں بلکہ ابو الہیثم مالک بن التیہان ان کے علاوہ
دو عورتیں ام عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمرو اور اسماء بنت عمرو بن عدی

صحابہ کی ہجرت

جب عقبہ ثالثہ کے بعد مدینہ کے لوگ چلے گئے تو رسول اللہ نے مسلمانوں کو اجازت دیدی
کہ وہ مدینہ ہجرت کر جائیں سب سے پہلے حضرت ابو سلمہ مع اپنی بیوی اور بچہ کے روانہ ہوئے
ام سلمہ کے قرابت مند مانع ہوئے کہ ہم ام سلمہ کو نہ جانے دینگے۔ ابو سلمہ کے قبیلہ والوں نے لڑکے کو
ام سلمہ سے چھین لیا کہ تب اس لڑکے کو ہم تمہارے پاس نہ جانے دینگے اس طرح حضرت ام سلمہ
ان کے شوہر اور ان کا لڑکا تینوں علیحدہ علیحدہ کر دیے گئے۔ آخر بڑی پریشانی کے بعد ان کا لڑکا
ان کو ملا اور وہ ایک سال کے بعد عثمان بن ابی طلحہ کے ساتھ مدینہ جا کر اپنے شوہر سے ملیں حضرت

سلہ فتح الباری صفحہ ۱۴۲ جلد ۷ (ہمارے مجموعہ فتح الباری صفحہ ۱۲۴ جلد ۷)
سلہ عمار یاسر بنت کعب عبداللہ بن کعب کی ماں سمیہ بنت خباط بن کعب بن مالک بن کنانہ تھی عمار ابو الیقظان
جو بعد کو عنسی کہلائے تھے پانچویں یا چھٹے آدمی ہوئے ہیں عمار کے ساتھ حذیفہ بن الیمان بھی مسلمان ہوئے تھے
تھے یہ دونوں غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اس میں بنی بلاتی نہیں اس لیے کہ وہ مصروف ہوا تو انہوں نے خوارج کی لڑائیوں
جنگ جمل میں یا صفین میں گئی تھیں وہاں ان کو بڑا زخم آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ میں نے یہ زخم کی عورتیں ۱۲
سلہ سماء بنت عمرو بن عدی جو حضرت معاذ بن جبل کی ماں تھیں ام فروع بنت معوذ بن عفراء بنت عبید بن ثعلبہ کے ساتھ
ہجرت کی تھی ۱۲ منہ ہجرت کے وقت بھی حضرت [illegible] کی تھیں حضرت [illegible] ہجرت حضرت مصعب ہجرت

صحابہ کے مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد قریش کو خطرہ ہوا کہ اب تو محمد صلعم اور ان کے صحابہ مدینہ میں جا کر بہت طاقتور ہو گئے ہیں
اور ان کے پاس انصار کی بڑی جماعت ہے اب یہ ہم پر حملہ کریں گے اس لیے قریش کے سرداروں نے دار الندوہ میں
جمع ہو کر آپس میں مشورہ کیا کہ محمد صلعم کو قتل کر دیا جائے تاکہ ان کا خطرہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے اس مشورہ میں
ابو جہل بن ہشام بھی شریک تھا اس نے یہ رائے دی کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک بہادر آدمی لیا جائے اور سب مل کر
ایک ہی وقت میں محمد صلعم پر حملہ کر دیں تاکہ بنی عبد مناف کا سارے قبیلوں سے مقابلہ ہو جائے اور وہ ان سب سے
بدلہ نہ لے سکیں اور خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں اس رائے کو سب نے پسند کیا اور اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا
جبرئیل نے آکر حضور کو اس سازش کی اطلاع دی اور آپ کو ہجرت کی اجازت دی آپ نے حضرت ابو بکر کے گھر
جا کر ان کو ہجرت کی اطلاع دی اور ان کے ساتھ ہی ہجرت کا فیصلہ کیا اور حضرت علی کو اپنے بستر پر سلا کر
اور اپنی چادر ان کو اوڑھا کر خود رات کے وقت گھر سے نکل گئے اور ابو بکر کے گھر جا کر ان کو ساتھ لیا
اور دونوں نے غار ثور میں جا کر پناہ لی۔ قریش نے آپ کو گھر میں نہ پا کر آپ کی تلاش میں
ہر طرف آدمی دوڑائے اور آپ کا پتہ بتانے والے کے لیے سو اونٹ کا انعام مقرر کیا۔ آپ کے تعاقب میں
جو لوگ غار ثور تک پہنچے تھے وہ غار کے منہ پر مکڑی کا جالا اور کبوتری کا گھونسلا دیکھ کر واپس چلے گئے
اور یہ سمجھے کہ اگر کوئی آدمی غار میں گیا ہوتا تو مکڑی کا جالا اور کبوتری کا گھونسلا کیسے رہ سکتا تھا
آپ تین دن غار میں رہے اور پھر وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ پہنچے۔

Scanned by CamScanner

اوسلہ کے بعد صحابہ نے سلسلہ ہجرت کرنا شروع کر دی تھی کہ مکہ میں صرف رسول اللہ حضرت صدیق اور حضرت علی رہ گئے یا وہ مسلمان جن کو کفار نے محصور کر دیا اور مجبوراً جانے تک۔ آپ خود بھی ہجرت کے لئے حکم الٰہی کے منتظر رہے اور حضرت صدیق نے کچھ انتظام بھی کرنا شروع کر دیا

دار الندوہ کا مشورہ

جب کفار نے دیکھا کہ صحابہ رسول اللہ چلے گئے اپنا مال و متاع اور اپنے ذراری اطفال کو بھی ساتھ لے گئے۔ اور اوس اور خزرج کے قبیلے جو زبردست اور ذی اثر قبیلے ہیں وہ اُن کے ساتھ ہیں۔ تو اُن کو اب رسول اللہ کی طرف سے سخت خطرہ پیدا ہوا۔ سب کے سب دار الندوہ میں جمع ہوئے اور یہ اُن کا ایسا زبردست اجتماع تھا کہ کوئی اہل رائے مکہ کا ایسا نہ تھا جو اس مشورہ میں شریک نہ ہوا ہو۔ ان کا اصل سردار ابلیس ایک شیخ کبیر کی شکل میں موجود تھا حضور کو قتل کرنے کی مختلف تدبیریں پیش ہوئیں سب کو اُس شیخ کبیر نے ناپسند کیا آخر ابو جہل نے یہ ترکیب پیش کی کہ تمام قبائل سے ایک ایک جوان لیا جائے۔ اور ان سب کو تلوار دیجائے یہ سب ملکر بیک ضرب رسول اللہ کا خاتمہ کر دیں۔ اس طرح ان کا دم بہت سے قبائل میں تقسیم ہو جائیگا اور سارے قبائل کا بنی عبد مناف مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بالغرض اگر انہوں نے دیت چاہی تو ہم لوگ دیت ادا کر دیں گے۔ بڈھے شیخ نے اس رائے کو پسند کیا اور یہی رائے طے پائی۔

ہجرت کا حکم اور ہجرت نبوی

حضور کی خدمت میں حضرت جبریل تشریف لائے۔ کفار کے مشورہ کی خبر دی۔ ہجرت کا حکم ہوا۔ اور فرمایا کہ آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں حضور نے ٹھیک دوپہر کے وقت جا کر حضرت صدیق کو ہجرت کی خبر دیدی شب کے وقت کفار دروازہ پر جمع ہو گئے اور گھبرا کر آپنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر سلا دیا۔ خود دروازہ پر آئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی

[illegible] ایک مٹھی خاک لیکر پھینکی جو تمام کفار کے سروں پر پڑی اور آپ نکلکر چلے گئے کسی کافر نے آپ کو نہ دیکھا حضرت صدیق کے دروازہ سے اُن کے مکان میں گئے اور حضرت صدیق [illegible] بکر دوسری طرف کھڑکی کے راستہ روانہ ہو گئے کفار حضور کے دروازہ پر جمع تھے ایک شخص نے اگر جھانکا کہ اب کیا کر رہے ہو وہ تو تمہارے سروں پر خاک ڈالکر چلے بھی گئے۔ کفار نے دیکھا تو سچوں کے سروں پر خاک تھی وہ صاف کرنے لگے۔ حضور روانہ ہو کر غار ثور پر پہنچے اور تین دن تک اُس میں رہے مکڑے نے جالا تن دیا پرندوں نے اُس پر انڈے دیدیا۔ کفار تلاش میں غار کے منہ تک پہنچے مگر خدا نے آپ کو اُن کے شر سے محفوظ رکھا۔ عامر بن فہیرہ تمام دن کفار کے ساتھ رہتے شام کے وقت بکریاں چرانے کے لئے وہیں لے آتے اور کفار کے تلاش و مشورہ کی سب خبر پہنچاتے۔

عبد اللہ ابن اریقط اللیثی کو جو ایک کافر تھے اور راستوں سے خوب واقف تھے راستہ بتانے کے لئے مقرر کیا تھا وہ تیسرے دن دو اونٹ لیکر آئے حضور، حضرت صدیق۔ عامر بن فہیرہ اور عبد اللہ بن اریقط یہ چار آدمی روانہ ہوئے۔ کفار نے اعلان کیا تھا کہ جو ان کو گرفتار کر کے لائے اس کو ہر ایک کی دیت انعام ملے گی اس لئے بہت سے لالچی تلاش میں تھے جب آپ قدید سے آگے جا رہے تھے تو بنی مدلج کے ایک شخص سراقہ بن مالک کو خبر ملی اُس نے گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب کیا۔ قریب پہنچا تو آپنے دعا کی اُس کے گھوڑے کا دونوں اگلا پیر زمین میں دھس گیا وہ ڈر گیا اور معافی چاہی۔ اور وعدہ کیا کہ اگر نجات پاؤں تو کفار کے تعاقب سے روکوں گا۔ آپ نے دعا فرمائی اور اُس کو نجات ہوئی۔

حضور وہاں سے چلے۔ اُم معبد کے خیمہ کے پاس پہنچے تو اُس کی بکریوں کے خشک تھنوں سے دودھ دوہا اتنا دودھ ہوا کہ خود بھی سب لوگ سیراب ہوئے۔ اور اُس کے ظروف بھی دودھ سے بھر گئے۔

مدینہ میں انصار کو خبر مل گئی تھی کہ رسول اللہ مدینہ آرہے ہیں اور مکہ سے روانہ ہوچکے ہیں اس لیے وہ ہر روز حرّہ میں روزانہ صبح کو آکر انتظار کرتے تھے اور جب دھوپ تیز ہوتی تو واپس چلے جاتے تھے۔ اسی طرح بارہ ربیع الاول پیر کے دن دھوپ تیز ہونے کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ ایک یہودی نے چلا کر کہا کہ وہ آرہے ہیں جن کا تم لوگ روزانہ انتظار کرتے ہو۔ اتنے میں ہتھیاروں سے لیس قبیلہ بنی عوف نے زور سے تکبیر کہا ساتھ ہی تمام مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا ہر طرف خوشی کا غلغلہ ہوگیا۔ ہر شخص نے استقبال میں عجلت کی اور سب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اسی وقت یہ آیت شریف نازل ہوئی خان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین والملئکۃ بعد ذلک ظہیر۔ وہاں سے آپ قبا میں آئے۔ بنی عمرو بن عوف میں علی الراجح کلثوم بن الہدم کے مکان میں قیام فرمایا چودہ رات قبا میں قیام کیا۔ اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی اور یہ مسجد اور اس کے بعد مسجد نبوی اور بیعت کے بعد پہلی مسجد ہے اور قرآن پاک میں اس کی تعریف ہے حضور کی ہجرت کے بعد حضرت علی روانہ ہوئے اور وہ بھی یہیں آکر حضور کے ساتھ کلثوم کے مکان میں ٹھہرے

قبا سے جمعہ کے روز آپ روانہ ہوئے۔ اور بنی سالم کی مسجد میں جو بطن وادی میں ہے پہلا جمعہ آپ نے ادا فرمایا اس جمعہ میں ایک سو اہل مدینہ آپ کی جماعت میں شریک ہوئے اسی روز آپ چلے تمام قبائل جو راستہ میں تھے غایت اشتیاق میں اونٹ کی مہار تھام کر عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ آپ ہم میں قیام فرمائیں۔ آپ نے فرمایا چھوڑ دو اونٹ کو مامور من اللہ ہے جس جگہ کا قیام خدا کو منظور ہوگا وہ خود بیٹھ جائے گا چنانچہ جس جگہ اب مسجد نبوی ہے اونٹ

لہ کلثوم بن الہدم بکسر الہاء وسکون الدال وبسین بن عبد اللہ کذا فی اسد الغابۃ وابن ہشام کذا فی الاصابۃ وابن سعد وغیرہم من اہل السیر۔ وقیل ابن الحصین وقیل ابن حصین وقیل ابن الحسحاس وقیل ابن الحسحاس وقیل ابن الحسحاس

قبلہ

حضورؐ نے جب مسجد نبوی بنائی تو اُس کا قبلہ بیت المقدس کی جانب رکھا۔ مسجد میں تین دروازے تھے باب الرحمۃ۔ باب النبی۔ اور ایک دروازہ پیچھے کی جانب بھی رکھا۔ حجرہ بنایا جس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اکثر رہیں۔ اس حجرہ کا مقام وہی ہے جہاں اب حضورؐ کا روضہ ہے حجرہ کی دیوار اینٹ کی تھی اور کھجور کی لکڑی اور شاخوں سے سایہ کر دیا گیا تھا۔ دوسرا حجرہ حضرت سودہ کے لیے بنا۔ تقریباً ایک سال میں یہ سب تیار ہوا۔ ہجرت کے ایک برس ایک مہینہ بائیس دن بعد حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ کا عقد حضرت علی ابن ابی طالب سے ہوا۔ اُس وقت مسجد اور حجرہ تیار ہو چکا تھا۔ ہجرت کے سولہ ماہ بعد یعنی غزوۂ بدر سے دو ماہ قبل شعبان یا رجب کے مہینہ مکہ قبلہ ہو گیا جو اسلام کے ملت ابراہیمی ہونے کے زیادہ مناسب ہے۔

مواخات اور تنظیم

مدینہ میں انصار کے قبائل کے علاوہ یہود بہت تھے۔ یہودیوں کا تین قبیلہ بہت بڑا بنو قینقاع۔ بنو النضیر۔ بنو قریظہ۔ اُس کے علاوہ انصار کے قبائل میں بھی یہود تھے۔ بنی نجار۔ بنی عبدالاشہل۔ بنی ساعدہ۔ بنی عمرو بن عوف۔ بنی زریق۔ بنی حارثہ۔ بنی ثعلبہ سب میں یہود تھے اور بعض بڑے بڑے نامی احبار تھے۔ ہجرت سے پہلے یہود اور انصار میں ہمیشہ اختلاف رہتا تھا اور وہ اختلاف اُس وقت تک موجود تھا۔ ان قبائل کے آپس میں بھی کچھ نہ کچھ اختلافات تھے مہاجرین یہاں بالکل نو وارد تھے اور مسافرانہ حالت میں تھے۔ حضورؐ کو جب ذرا اطمینان ہوا تو اس طرف توجہ فرمائی۔ ایک روز حضرت انس بن مالک کے مکان میں نوّے مسلمان جمع تھے۔ جن میں نصف مہاجر تھے اور نصف انصار۔ آپ نے دو دو اشخاص کے درمیان مواخات کرائی جس میں زیادہ یہ صورت تھی کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری تھے لیکن ایسا بھی ہوا کہ بعض اوقات

کا مہاجر سے اور بعض انصاری کا انصاری سے مواخات ہوا۔ ہجرت کے آٹھ مہینہ بعد مواخات ہوا اور یہ مواخات اتنا قوی تھا کہ غزوۂ بدر سے پہلے عقد مواخات کی بنا پر ورثہ جاری ہوتا تھا اور ذوی الارحام کو ورثہ نہیں ملتا تھا لیکن جب آیت نازل ہوئی اولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض۔ تو ذوی الارحام کو ملنے لگا اور عقد مواخات کا ورثہ موقوف ہوا۔

اسکے بعد ایک بیعطا خریر آپ نے لکھوائی اُس میں صراحت ظاہر کر دیا گیا کہ اب آپس کے تعلقات کیسے ہوں گے۔ مسلم کا غیر مسلم سے۔ یہود کا غیر یہود سے۔ انصار کا مہاجرین سے۔ مہاجرین کا انصار سے۔ ایک قبیلہ کا دوسرے قبیلے سے برتاؤ کیسا ہوگا۔ اور کس کس کے حقوق کیا ہونگے ابن اسحٰق نے اس صحیفہ کی پوری عبارت نقل کی ہے اور یہ اُس وقت کے انتظام کے متعلق ایک مکمل دستاویز ہے اس میں یہودیوں کو اپنے مذہب پر رہنے کا پورا اختیار دیا گیا ہے اُنکے جائداد اور اموال سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے فتنہ و فساد کا پورا سدباب کیا گیا ہے مدینہ کے تحفظ کے لیے ملکر کام کرنے کے شرائط واضح کر دیئے گئے ہیں۔

کفار و مشرکین مدینہ

حضورؐ نے مدینہ میں امن اور انتظام کے قیام کا پورا بندوبست کر دیا تھا آپس کے جھگڑے بہت کچھ موقوف ہو چکے تھے صحابہ کو بہت کچھ اطمینان حاصل ہو گیا تھا مگر یہاں ایک فتنہ منافقین کا پیدا ہو گیا کفار مکہ اور کفار و مشرکین مدینہ کے حالات میں بڑا فرق تھا۔ اہل مکہ کی حالت یہ تھی کہ وہ کھلے دشمن تھے اور سخت دشمن مگر جو اُن میں مسلمان ہوتا یا مسلمان نہ ہوتا مگر صرف حمایت کا وعدہ کر لیتا تو اُسکے وعدہ پر پورا اعتماد ہوتا تھا وہ لوگ معاہدہ کے پورے پابند ہوتے تھے۔

لیکن مدینہ میں بڑی جماعت یہود کی تھی اُن میں بہت ایسے تھے جو بظاہر ایمان لائے مگر باوجود اس کے وہ شدید دشمن تھے معاہدہ کرتے تھے مگر کوئی اعتماد نہ تھا کہ وقت پر اُس کو پورا کریں گے جب موقع ملتا وہ فوراً معاہدہ کو کالعدم کر دیتے تھے ہمارا شاہ فہد یہاں ایک جماعت

Scanned by CamScanner

منافقین کی پیدا ہوگئی تھی یہ لوگ حضور سے یا مسلمانوں سے ملتے تو اسلام سے پوری محبت ظاہر کرتے لیکن جب علیحدہ ہوتے تو استہزا اور شرارت کرتے۔ سورۂ بقر کا بہت سا حصہ انہیں منافقین کے حالات میں ہے۔ یہ لوگ کبھی حضور کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کر دیتے کبھی اسلام کی بعض تعلیم کا غلط مطلب لوگوں کو سمجھاتے کبھی انبیاء سابقین کے تعلیمات میں غلط ملط کر کے مسلمانوں کو غلط مطلب بتاتے۔ مخادعت۔ فریب۔ بدعہدی اُن کی عادت ثانیہ تھی۔ یہ باتیں یہودیوں میں بہت زیادہ تھیں۔ مدینہ کے بت پرست قبائل کے کچھ لوگوں میں بھی انہیں کی صحبتوں سے یہ باتیں پیدا ہوگئی تھیں۔ منافقین میں خود علانیہ مخالفت کی جرأت نہ تھی لیکن مسلمانوں کو باہم لڑا دینے کی کوشش کرتے تھے۔ بعض مسلمانوں کی طرف سے حضور کو اور حضور کی جانب سے مسلمانوں کو بدظن کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ دوسرے عرب کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے تھے یہی شیطان کا کام تھا۔

انہیں منافقین نے غزوۂ بنی المصطلق سے لوٹتے وقت حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت باندھا جس کی تردید میں افک کی آیتیں نازل ہوئیں۔ غزوۂ تبوک سے لوٹتے ہوئے انہیں کم بختوں نے حضور کے شہید کرنے کا مشورہ کیا بلکہ انتظام کیا جس سے خدا نے آپ کو متنبہ کیا۔ انہیں بدنصیبوں نے مسجد ضرار بنا کر مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنی چاہی اور اسلام کے خلاف ایک مرکز قائم کرنا چاہا لیکن غزوۂ تبوک سے لوٹنے کے بعد اُن کی بستیوں سے خدا نے آپ کو مطلع کر دیا۔

ان منافقین کے ناموں سے خدا نے آپ کو مطلع کر دیا تھا صرف شریعت کا پاس تھا کہ اُن کے ظاہری اقرار شہادت کی وجہ سے اُن کو ہمیشہ حضور چھوڑ دیا کرتے تھے بلکہ اُن کے جنازہ کی نماز خود لیکن پیچھے آپ کو منافقین کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا۔

جس وقت جن بارہ منافقین نے حضور کے ہلاک کرنے کا قصد کیا تھا اُن کے ناموں سے آپ نے حضرت ابوحذیفہؓ کو بھی مطلع کر دیا تھا اور اسی وجہ سے صحابہ اُن کو صاحب سرّ رسول اللہ کہتے تھے چنانچہ جب کوئی مشکوک شخص مرتا تھا تو حضرت عمرؓ دریافت کرتے تھے کہ اُس کے

جنازہ کی نماز ابوحذیفہؓ نے پڑھی یا نہیں۔ کیونکہ اگر اُن میں سے کوئی ہوتا تھا تو حضرت عمرؓ بھی اُس کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے

حکم جہاد و قتال

جب تک حضور مکہ میں رہے آپ کو صرف یہ حکم تھا کہ لوگوں کو حکمت سے بالحسنیٰ اس تعلیم کی طرف بلائیں اور بت پرستی سے منع کریں۔ کفار کی ایذاؤں اور شرارتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں تاکہ حجت ایسی قائم ہو جائے۔ اور حق و باطل واضح ہو جائے تب قتال کی اجازت نہ تھی۔ اور تبلیغ کے لئے قتال جائز نہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ اور ایک دفعہ حضرت زبیرؓ کو پیغام لے کر بھیجا تھا۔ اور ایمان لانے کے بعد ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے مگر یہ تینوں دفعہ واپس کر دیئے گئے۔ حکمت پہلے کا ہے اس سے محض حفاظت نفس مقصود تھا ہجرت کے بعد صحابہ نے اپنا گھر بار، قافلہ، مال، وطن اور قبیلہ سب کچھ اسلام کی محبت میں اور جناب رسول اللہ کی محبت میں ترک کر دیا اور آپ کا ساتھ دیا مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب اور تمام یہود ان غرور سے اللہ کے بندوں کو دنیا سے فنا کرنے کے لئے متفقہ طور سے کھڑے ہو گئے جب یہ حالت ہو گئی تب آپ کو اجازت ہوئی کہ جو شخص تم سے لڑے اور ابتدا کرے اُس سے تم بھی لڑ سکتے ہو صحیح بھی ہے کہ آیۃ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر ہجرت کے بعد نازل ہوئی مستدرک میں مروی ہے کہ حضرت صدیقہؓ نے ہجرت کے بعد فرمایا کہ ما علمنا انہ رجعوا ان کفار نے اپنے نبی کو اُس کے وطن سے نکال دیا ہے یہ ضرور ہلاک ہوں گے اُس کے بعد یہ آیۃ نازل ہوئی ابن قیم لکھتے ہیں کہ اسکی سند علی شرط الصحیح ہے۔ لہٰذا گو سورہ کی ہے مگر یہ آیۃ مدنی ہے۔ یہ اجازت بھی ابتداءً مشروط تھی جس صرف اُن سے لڑنے کی اجازت تھی جو پہلے قتال کی ابتدا کریں وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ لہٰذا جہاد کا حکم جو مکہ میں تھا اس سے مراد جہاد بالقرآن ہے۔ اور ہجرت کے بعد ابتدائی آیتیں جن میں مقاتلہ اور جہاد کا حکم ہے اس سے مراد

Scanned by CamScanner

طرافت بالسیف ہے آپ کے بعد جب حق واضح ہو گیا اور باطل ظاہر ہو گیا تو چونکہ تبلیغ اور جاہلین احکام الٰہی پہنچانا لازم ہے اس لیے سارے کافروں سے کافۃ وہ ابتدا کریں یا نہ کریں مقاتلہ بھی مامور بہ ہوا البتہ یہ ثابت محض تبلیغ احکام ہو حق و باطل کے ظاہر ہو جانے کے بعد حق کے لیے بھوکریا اور باطل کو جبراً ترک کرانا اکراہ فی الدین سے رہا فرمایا لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ اس کے بعد اس حکم کو جو کہ فرمایا اور عذاب سے نجات کو جہاد بالنفس پر متفرع فرمایا فرمایا یا ایہا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تؤمنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم الآیہ ملائکہ کرام کو یہ بشارت دی کہ مومن کو ایمان کے بعد اپنے نفس اور اپنے اموال پر اختیار نہیں رہتا ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ کیونکہ جس نے نفس کو خرید لیا ہے اسی کے کام میں اس کو صرف ہونا چاہیئے۔ اسکے بعد آپ نے شاہان عالم اور اقوام دنیا کو دعوت توحید دی اور بتا دیا کہ عدم فسوں کی حالت میں ہم بامر اللہ جہاد بالسیف پر مامور ہیں جیسا کہ ان خطوط کی عبارتوں سے واضح ہے۔

قبائل یہود

قبائل یہود کے ساتھ جتنے غزوات ہوئے وہ بدر کے بعد اس لیے سلسلہ کلام میں ان کا ذکر اپنے اپنے مقام پر ہونا چاہیئے مگر چونکہ یہ ایک مستقل قوم کا قصہ ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ذکر ایک ساتھ کر دیا جائے۔

جب حضور ہجرت کر کے مدینہ آئے تو مسلمانوں کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی اور دشمنوں کے درمیان ان کو احتیاط سے رہنا تھا۔ اس چھوٹی سی جماعت کا تمام عرب دشمن تھا حضور نے مدینہ اور اطراف کے قبائل سے معاہدات کیے اور ضرور تھا کہ ان معاہدات کی پوری پابندی کی جائے کیونکہ حفاظت کا صرف یہی طریقہ تھا جن قبائل سے آپ نے معاہدے کیے ان میں یہود بہت زیادہ بڑے

قبیلے تھے جو اطراف مدینہ میں رہتے تھے بنو قینقاع بنو النضیر بنو قریظہ ان تینوں نے یکے بعد دیگرے معاہدہ کا خلاف کیا اور آخر بنو نضیر جلاوطن کیے گئے تباہ کن ثابت ہوا

بنو قینقاع

مدینہ کے قریب ہی بنو قینقاع رہتے تھے یہ لوگ ماہر اور صناع تھے غزوہ بدر کے بعد جب یہ خبر انہوں نے سنی کہ اور ان سے جنگ ہوئی واقعہ یہ ہوا کہ ایک عرب عورت ان کے بازار میں گئی۔ دوکاندار نے شرارت کی اور اس کو ننگا کر دیا اور خود ہنسنے لگے وہ چلائی ایک عرب آیا اس نے دوکاندار کو قتل کر دیا یہود جمع ہو گئے اعراب اور یہود میں لڑائی شروع ہو گئی حضور تشریف لائے اور آپ نے ملامت کی اس پر بنی قینقاع بگڑ گئے اور بولے کہ بدر کی فتح پر مغرور نہ ہونا وہ تمہاری قوم نہ تھی اور لڑائیں جانتی تھی اگر ہم سے سابقہ پڑا تو معلوم ہو جائے گا کہ لڑنا کسے کہتے ہیں اور انہوں نے معاہدہ توڑ دیا۔ اس لیے حضور نے پندرہ شوال سنہ ۲ھ کے روز نصف شوال میں جو ہفت شنبہ کے دن ہے مہینہ اُن پر حملہ کیا علم اسلام حضرت حمزہ کو دیا اور مدینہ پر ابو لبابہ ابن المنذر کو خلیفہ کر دیا ابن ہشام لکھتے ہیں کہ بشیر ابن المنذر خلیفہ ہوئے پندرہ روز محاصرہ رہا جس کے بعد ان کا مال و جائداد غنیمت میں آیا۔ آخر میں قینقاع پر رعب طاری ہوا اور بلا شرط انہوں نے رسول اللہ کے حکم پر اپنے کو حوالہ کر دیا عبادہ ابن صامت جو ان قبائل کے حلیف تھے انہوں نے رسول اللہ کے حکم پر اپنے حلیف کو حوالہ کر دیا عبداللہ ابن ابی جو منافقین کا سردار تھا اس نے اصرار کیا اور حضور سے سفارش کرائی حضور نے ان کو معاف کر دیا اور مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ یہ قبیلہ قبیلہ خزرج کا حلیف تھا اسلئے

سلہ قینقاع اس لیے کہا جاتا ہے کہ بنو قینقاع بنو قینقاع نامی ایک شخص کی اولاد تھے بعض مورخین نے اس شخص کا نام یوسف بھی لکھا ہے ۱۲ منہ

سلہ ابو لبابہ ہی کا نام بشیر ابن عبدالمنذر تھا یہی صحیح ہے ۱۲ منہ

عبداللہ بن سلول، اس الناقض اور حضرت عبادہ بن الصامت نے معذرت کی حضور نے انہیں کو
ان کے حق میں فیصلہ کا اختیار دیدیا انہوں نے فیصلہ کیا کہ ساری قوم مدینہ اور اطراف مدینہ کو
چھوڑ کر باہر چلی جائے۔ ان میں چھ سو نوجوان لڑنے کے قابل تھے اور یہود یوں میں بھی قبیلہ زیادہ
دلیر تھا ان کے اموال میں سے جس قدر اونٹ جس قدر ہتھیار جس قدر سونے چاندی کے برتن
یا گھر یلو سامان جس کے سر پر لد سکے چونکہ انکی حضرت عبادہ بن صامت کی تھی یہ آیت نازل
ہوئی یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصاری اولیاء الایہ

بنو النضیر[1]

ان کے بعد بنو النضیر کے یہودیوں نے عہد شکنی کی۔ اور ان پر حملہ کیا گیا امام بخاری کہتے
ہیں کہ امام زہری حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بنی نضیر بدر کے چھ ماہ بعد ہوا اور
ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ غزوہ غزوۂ احد اور بیر معونہ کے بعد ہوا اور یہی صحیح ہے پہلی روایت میں سہو
ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم

قصہ یوں ہوا کہ بنی کلاب کے دو شخصوں کو عمرو بن امیہ ضمری نے قتل کر دیا تھا اور بنو النضیر
بنی کلاب کے حلیف تھے اس لئے حضور ان دونوں کی دیت کے متعلق گفتگو کرنے کو بنو النضیر
کے پاس تشریف لے گئے آپ کے شامل حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت علی اور دوسرے بعض صحابہ
بھی تھے وہ لوگ بظاہر بہت اخلاق سے ملے اور آپ کو ایک دیوار کے پاس بٹھایا اس کے بعد
آپس میں مشورہ کیا کہ دیوار کے اوپر سے ایک بڑا پتھر آپ پر گرا دیں تاکہ یہیں دب کر رہ جائیں عمرو
بن جحاش اس کے لئے تیار ہوا اور دیوار کے اوپر گیا۔ حضور کو منجانب اللہ وحی کے ذریعہ اطلاع ہوئی آپ اٹھ کر
فوراً چپ چاپ اٹھ کر چلے آئے جب صحابہ کو علم ہوا کہ حضور چلے گئے تو وہ بھی چلے آئے آپ نے ان کو
بنو النضیر کے مشورہ کا حال بیان کیا

[1] قاموس میں ہے کہ نضیر ایسے کنوئیں کو کہتے ہیں جس کا پانی قلیل ہو اور اس قبیلہ کی طرف نسبت کثرت کی طرف ہوتی ہے ۱۲ منہ

اس واقعہ کے بعد آپ نے بنو النضیر کو کہلا بھیجا کہ اس سازش کی تم کو سزا دی جائے گی اور
تم اطراف مدینہ سے چلے جاؤ اس مدت کے بعد جو شخص تم میں کا پایا جائے گا وہ قتل کر دیا جائے گا
وہ حیران ہو گئے مگر ان ابن ابی نفیس عبداللہ بن ابی نے ان کو کہلا بھیجا کہ تم ہرگز جگہ نہ چھوڑو
ہم دو ہزار آدمیوں کو تمہاری امداد کو ہر طرح تیار ہیں اور تمہارے قلعہ میں کر تمہارے ساتھ مر کر
مستعد ہیں۔ اسکے علاوہ بنی قریظہ تمہاری مدد کریں گے بنی غطفان تمہارے حلیف ہیں وہ تمہاری
مدد کریں گے یہ بات بنو النضیر کے دل میں جم گئی انہوں نے حضور کو جواب کہلا بھیجا کہ ہم جس جا
جو آپ کے دل میں آئے کیجئے۔

اس جواب کے بعد حضور نے حملہ کی تیاری کا حکم دیا مدینہ پر ابن ام مکتوم کو خلیفہ کر دیا حضرت
علی کو فوج کا علم عطا ہوا اور مسلمانوں کے ساتھ بنو النضیر کا محاصرہ کر لیا۔ بنو قریظہ غطفان وہ بنا بتین
میں سے کوئی ان کی امداد کو نہ آیا۔ اسی کو اللہ پاک نے سورہ حشر میں بیان کیا ہے مثلھم کمثل
الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک انی اخاف اللہ رب العالمین
آخرہ مستعد ہوئے کہ اپنا مکان اور خانہ چھوڑ دیں اور باہر چلے جائیں حضور نے اجازت دی کہ
آلات حرب کے سوا دو تہائی مال اونٹ پر لاد سکو لیکر سب اہل و عیال باہر چلے جاؤ اور بلاد
خالی کر دو چنانچہ سب خیبر چلے گئے اور انمیں میں سے حیی بن اخطب آن کا رئیس بھی تھا

بجائش خود بجائش دو تہائی تو جائش نہ جا سکے ان کے پاس سے لیس سورہ حشر میں
بنو النضیر کے بہت حالات ہیں بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ
سورہ حشر سورۃ النضیر ہے بنو النضیر کا خروج ربیع الاول ستہ ہجری میں ہوا۔ ابن اسحٰق کہتے
ہیں کہ خمر کی حرمت اسی غزوہ میں ہوئی واللہ اعلم

بنی قریظہ[1]

تیسرا قبیلہ یہودیوں کا مدینہ کے قریب بنی قریظہ کا تھا یہ سب سے شریر اور بدزبان جماعت تھی

[1] قاموس میں ہے کہ قرظ چمڑے کے درخت پر ہوتے ہیں جس قبیلہ کا نام ہے یہی علم غالب ہو گیا اور اس قبیلہ کا نام بنا دیا گیا ہو منہ

اور اسی نے اپنے پاک نے اُن کو سزا بھی ایسی ہی سخت دی۔ اس قبیلہ کا خاتمہ ۵ھ ہجری میں ہوا۔ قصہ یہ ہوا کہ اس دفعہ یہودیوں نے بڑی کوشش سے سلمانوں کے فنا کر دینے کا پورا انتظام کر دیا تھا۔ علامہ ابن اثیر محقق علامہ ابن حکم کہتا ہے ابن الربیع یہ بڑے بڑے یہود سردار عرب کے تمام قبائل میں گئے اور قریش سے سلم غطفان سے اسد وغیرہ بنو مزدیکوں کو ایک ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کیا چنانچہ مختلف قبائل کے دس ہزار عربوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا رسول اللہ نے صحابہ سے مشورہ کر کے طے کیا کہ مدینہ میں حفاظت نہیں ہو سکتی اس لیے مدینہ میں عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیا اور تمام مرد آگے بڑھکر کوہ سلع کے پاس جمع ہوئے۔ کوہ کی پشت کی جانب کھائی اور آگے خندق کھودی اور اُس میں محصور ہو کر رہے خندق کے باہر تمام دشمن قبائل نے آکر گھیرا ہوا تھا مسلمان اس خندق میں محصور تھے اس وقت خبر ملی کہ بنی قریظہ نے علانیہ معاہدہ فسخ کر دیا ہے بنی نضیر کے سکانے بنی خیبر میں آگئے ہیں اور کفار سے مل گئے ہیں۔ اس خبر نے مسلمانوں کو بے چین کر دیا۔ اس لیے کہ مدینہ میں عورتیں بچے اور اموال تھے اور ابن ام مکتوم خلیفہ بنا کر چھوڑ دیے گئے تھے اُن کے حفاظت کی کوئی تدبیر نہ تھی ہر وقت خندق میں محصور تھے اور بنی قریظہ مدینہ کے قریب رہتے تھے ہر وقت ان کے حملہ کا اندیشہ تھا حضور نے پہلے سعد بن معاذ رضہ اور خوات بن جبیر وغیرہ کو تحقیق کے لیے بھیجا کہ کیا واقعی بنی قریظہ نے معاہدہ توڑا ہے یا نہیں جب ان لوگوں نے آکر خبر دی کہ خبر صحیح ہے تو آپ نے بنی حارثہ کے بعض جوانوں کو مدینہ بھیجا مگر تاہم مسلمان ہر وقت سنتر و تھے ایک مہینہ تک کفار نے خندق کا کئی حصہ پار کر لیا جیسا غزوہ خندق کے بیان سے معلوم ہوگا اس کے بعد وہ منتشر ہو گئے اور مسلمان مدینہ میں آگئے۔ بھی مسلمانوں نے دم بھی نہ لیا تھا کہ حضرت جبرئیل بنی قریظہ پر حملہ کے لیے آگئے حضور نے حکم حملہ کا دیا اور فرمایا کہ یہ شخص عصر کی نماز قریظہ میں جا کر پڑھے اس جملہ کے مخاطب بعض صحابہ کا اختلاف ہوا کسی نے نماز ہی عصر پڑھ لی کسی نے عشاء کے بعد جب بنی قریظہ میں پہنچے تب عصر ادا کی۔ بہرکیف مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا پچیس روز محاصرہ رہا اور بنی قریظہ مایوس ہو گئے اُن کے سردار کعب ابن اسد نے

کہا کہ اب بچنے کی صورت یہ ہے کہ سب لوگ مسلمان ہو جاؤ تم سب جانتے ہو کہ یہی برحق ہے اگر یہ نہیں کرتے تو سب لوگ اپنی بیوی بچوں کو خود قتل کر دو پھر تلوار لیکر ظاہر ہو کر فتح حاصل کرو اب ہاں دو یہ اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو یہ رات سبت کی رات ہے شاید مسلمان غافل ہوں آج کی رات ہم پر حملہ کر دو اُس وقت مسلمان غافل رہتے ہیں اُن کو یقین ہے کہ ہم سبت کی رات نہ لڑینگے۔

بنی قریظہ نے کعب کی ان صورتوں میں سے ایک بھی قبول نہ کیا اُنہوں نے حضور سے کہلا بھیجا کہ آپ ابو لبابہ بن عبدالمنذر کو بھیجدیجئے ہم اُن سے کچھ مشورہ کریں گے۔ ابو لبابہ انصار بنی عمرو بن عوف میں سے بنی عوف قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔ اوس بنی قریظہ کے حلیف تھے اس جہت سے اُنہوں نے ابو لبابہ کو بلایا۔ یہ گئے تو سارے مرد عورت ان کے ساتھ رونے لگے۔ اور پوچھا کہ کیا ہم بلا شرط اطاعت کریں۔ اُنہوں نے کہ تو دبا کہ "ہاں" مگر گلے کی طرف اشارہ کیا کہ قتل کیے جاؤ گے۔ اشارہ تو کر دیا مگر فوراً ہی سوچے کہ میں نے خیانت کی۔ نادم ہوئے اور مدینہ چلے گئے مسجد نبوی میں ایک ستون سے اپنے کو باندھا اور عہد کیا کہ جب تک حضور اپنے ہاتھ سے نہ کھولیں بندھا رہوں گا اور قسم کھائی کہ کبھی ارض بنی قریظہ میں نہ جاؤں گا پانچ روز یہی طرح رہے۔ نماز کے وقت اُن کی زوجہ کھول دیتی تھیں اور نماز کے بعد پھر باندھ لیتی تھیں پانچ روز کے بعد آیہ نازل ہوئی ان کا قصور معاف ہوا اور خود حضور نے اگر اپنے ہاتھ مبارک سے اُن کو کھول دیا۔

الغرض بنی قریظہ حضور سے اور بلا شرط زیر حکم آگئے اس وقت ان کے حلیف بنی اوس کے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بنی قینقاع کے ساتھ جو سلوک آپ نے کیا وہ آپ کو معلوم ہے بنی قینقاع خزرج کے حلیف تھے اور یہ ہمارے حلیف ہیں حضور نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم میں سے ایک شخص کو اُن کے بارے میں حکم بنا دیں سب راضی ہوئے۔ آپ نے فرمایا اچھا اُن کے متعلق فیصلہ کا اختیار سعد بن معاذ کو دیتا ہوں سب بہت خوش ہوئے۔ حضرت سعد ایک مدت کی وجہ سے شریک نہ تھے لوگ جا کر اُن کو لائے جب وہ آئے تو سب نے کہا کہ اے سعد بنی قریظہ کا فیصلہ فرما

حکم پر موقوف ہے تو فرمایا کہ میرا فیصلہ نافذ ہوگا سب نے کہا کہ ہاں پوچھا کہ کیا سب مسلمان بھی قبول کرلینگے کہا کہ ہاں رسول اللہ کی طرف دیکھا صرف اشارہ کرکے پوچھا کہ کیا حضور بھی قبول فرمائینگے کہا کہ ہاں تب حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میرا حکم یہ ہے کہ ان سب لوگوں کو قتل کردیا جائے۔ ان کے ذریات گرفتار کرلیے جائیں اور ان کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کردیئے جائیں حضور نے آپ کے فیصلہ کو قبول کرلیا اور بنو قریظہ کے کل جوان جن کی تعداد چھ سو تھی اور ساٹھ سو کے درمیان تھی قتل کردیئے گئے عورتوں کو قتل نہیں کیا گیا سوائے ایک کے جس کا نام سعدؓ کا رہیں قتل کیا گیا۔ ابن اسحٰق نے بواسطہ عطیہ قرظی جو ان میں سے ایک تھے بیان کیا کہ ان لوگوں کو عمد کشی پر آمادہ کیا تھا اور انہیں میں موجود تھا وہ بھی قتل کیا گیا ان میں ایک شخص رئیس بن بطا تھا اس کو اور اس کے اہل و اموال کو حضرت ثابت بن قیس نے رسول اللہ سے مانگ لیا تھا کہ یہ ہمیں ہبہ کردیئے جائیں چنانچہ وہ ان کو ہبہ کردیا گیا۔ حضرت ثابت نے زبیر سے کہا کہ تم اپنا مال اور اپنے اہل کو لو اور جہاں دل چاہے چلے جاؤ انہوں نے اصرار کیا کہ نہیں ہم اپنے اجداد ہی کے ساتھ جائیں گے آخر وہ بھی قتل کردیا گیا۔ ان میں ایک شخص عرینی سعد اسی رات کو مسلمان ہوگئے تھے اور وہ عمد کشی کے مشورہ کے وقت بھی بد عہدی کے خلاف تھے مگر پھر ان کا پتہ نہ ملا نہ معلوم مسلمان ہونے کے بعد وہ کہاں چلے گئے حضور نے خبر دی کہ ان کی نجات ہوگئی۔

یہود کے تین بڑے قبائل کا اس طرح خاتمہ ہوگیا سورۂ حشر بنو نضیر کے حال میں ہے اور سورۂ احزاب میں بنو قریظہ کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ اس کے بعد مدینہ کے اطراف میں یہود کی کوئی بڑی جماعت نہ رہی البتہ مختلف قبائل میں جو منتشر تھے وہ رہے۔ غزوہ بنی قریظہ ربیع الاول ۵ھ میں ہوا۔ واللہ اعلم۔

کفار کے ساتھ معاملہ

قرآن پاک میں جن لوگوں نے تذکرہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور کے پاس سب سے پہلے حکم

ف ۱ اور اس حصہ کے مضامین بیعت کا وہ ذکر جو اس سے پہلے گزرا ہے اور آئندہ جو آرہا ہے یہ سب مضامین بخاری شریف میں بھی ہیں ہم نے ذکر کیا ہے۔

آیا اقرا باسم ربک الذی خلق اس وقت آپ کو درجۂ نبوت عنایت ہوا لیکن اس میں تبلیغ کا کوئی حکم نہ تھا۔ پھر حکم ہوا یا ایہا المدثر قم فانذر اس وقت آپ پر تبلیغ فرض ہوئی لیکن تبلیغ مخفی طور پر تھی۔ اس کے بعد حکم ہوا واصدع بما تؤمر وانذر عشیرتک الاقربین اور دوسری آیتیں بھی نازل ہوئیں جس سے علی الاعلان تبلیغ کرنے کا حکم ہوا۔ آپ نے اپنی قوم کو پھر قریب کے قبائل کو پھر تمام عرب کو پھر تمام عالم کو دعوت دی۔ اور سب کو نافرمانی کے وبال سے ڈرانے رہے بارہ تیرہ برس تک آپ کو قتال کی اجازت نہ تھی صرف ڈراتے تھے اور اس کی وجہ سے جو مصائب پیش آتے اس پر خود بھی صبر کرتے اور صحابہ کو بھی استقامت کی تلقین فرماتے اس کے بعد آپ کو ہجرت کی اجازت ہوئی ساتھ ہی یہ بھی اذن ہوا کہ جو تم سے لڑے اس سے تم بھی قتال کرو۔ جو نہ لڑے اس سے تم بھی نہ لڑو اس کے بعد آپ کو حکم آیا کہ سب سارے کفار و مشرکین سے قتال کرو وہ لڑائی کی ابتدا کریں یا نہ کریں حتی یکون الدین کلہ للہ

جہاد بالسیف کے حکم کے بعد کفار کی تین قسم ہوگئی معاہد۔ حربی اور اہل ذمہ معاہد۔ جب تک عاہدہ کے پابند رہتے آپ کو بھی پابندی کا حکم تھا لیکن جب وہ عہد توڑ دیں تو اس کو توڑنے کا حکم تھا مگر اس کو نقض عہد سے مطلع کرنے کے بعد معاہدہ دو طرح کا ہوتا تھا موقت اور غیر موقت غیر موقت معاہدہ کو توڑ کر اگر مخالف مظاہرہ بھی کرتا تو آپ اس سے محاربہ کرتے۔ اور اگر مظاہرہ نہ کرتا تو آپ اختیار تھے جدید معاہدہ کرتے یا اس کو محاربہ شمار کرتے اور موقت معاہدہ کے نقض کے بعد اگر مظاہرہ نہ ہوتا تو آپ مدت تمام کرنے کی اجازت دیتے تھے۔

سورۂ برأت کے نزول کے بعد موقت معاہدہ کی بقیہ مدت پوری کرنے کی اجازت دی گئی اور جو معاہدہ مطلق تھا یا جن قبائل سے نہ معاہدہ تھا نہ محاربہ اُن کو اعلان عام کے دن سے یعنی دس ذی الحجہ سے دس ربیع الاول تک چار مہینہ کی مہلت دی گئی فسیحوا فی الارض اربعۃ اشہر ان شہور کے گزر جانے کے بعد ان سے قتال کا حکم تھا فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین اس آیت میں الاشہر الحرم سے وہی چار مہینے مراد ہیں جس کی

ہمت دی گئی تھی۔ وہ دشمن تھے جن پر ہمیشہ قتال فرض ہے

اس آیت میں جیسی ہمت دی گئی ہے اس ہمت کو ہمت پیدا کرتے ہیں ہوئی صبر و
ہیں علان کے بعد فتنی ہمت صحابہ کو دے دی۔ باقی رہا کہ ہو وہی ہمت پیدا کرتی ہے متعلق صحابہ و
ہیں علان کے بعد کے دن سے ہو۔ اوہی مجھ کو ہو تھا پیدا کرتا ہے ہمیشہ ہمت پیدا کرتی ہے اپنی کامل
تک بیس جن لوگوں کو ہمت پیدا کی وہ سب مسلمان ہو گئے۔ اس علان کی حالت بعد تصدیق
کے جس میں کہ رہے ہے۔ باقی کل دعا اُن سے ہوا جاتا تھا۔ اور اُن کا خط بنے تحفظ کی حرص ہوتا تھا

منافقین

ہے لوگ جو ظاہر مسلمان ہو گئے تھے لیکن اُن کے دل میں ایمان کی روشنی نہ تھی بلکہ اسلام
اسلام کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ اور حضور کو باعلام الٰہی اُن لوگوں کا حال معلوم
ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے بڑی بڑی شرارتیں بھی کیں لیکن باوجود اسکے اُن کے اظہار
کی وجہ سے اُن کے ساتھ حضور مسلمانوں کا سا معاملہ کرتے تھے۔ البتہ مجرد دلیل سے اُن کو سمجھانے
اور سمجھنے دیتے تو بھی کبھی کبھی بتاؤ کرتے محبت کا سلوک نہ کرتے اور بعض باتوں پر اُن کو جھڑک دیتے
مثلاً کبھی میں اُن کو شریک کرنا پسند فرماتے۔ آخر میں اُن کے جنازہ کی نماز پڑھنے
اور اُن کے قبر پر دعا مغفرت کرنے سے بھی آپ کو منع کر دیا گیا۔ واللہ اعلم

مومنین صادقین

آپ کا اپنے اصحاب سے بھی صادق مسلمانوں سے برتاؤ یہ تھا کہ اُن کی ہمت بھی بڑھاتے
کہ اپنے اُن کی خوشیوں سے شریک ہوتے۔ اُن کے قصوروں کو معاف کر دیتے۔ اُن کے لیے استغفار
کرتے۔ اہم امور میں اُن سے مشورہ کرتے۔ بھی لطف اور بھی عنایت فرماتے۔ لوگ اپنے
ادب سے اپنے قول کو بھول جاتے۔ البتہ جہاد میں کوتاہی کرنا اُس سے باز پرس کرتے بڑی

درجہ کے جن صحابہ رضی اللہ عنہم میں ذو قوۃ اصحاب بدر میں سے تھے اور ایک اہل عقبہ میں سے مگر وہ بھی
جنگ میں شریک نہ ہوئے اور نہ شریک ہونے کی کوئی وجہ بھی اُنھوں نے بیان نہ کی آپ نے اُن سے
مقاطعہ کر دی اور صحابہ کو بھی اُن سے ملنے سے منع کر دیا۔ جب اللہ تعالیٰ کا قصور معاف ہوا
اور آپ کے پاس وحی آئی تب آپ نے بھی اُن کا قصور معاف فرمایا۔ حدود شرعیہ کے قائم کرنے
میں آپ کبھی کسی کی رعایت نہیں فرماتے۔ اس معاملہ میں ادنیٰ اعلیٰ امیر غریب مخلص غیر مخلص
سب برابر تھے۔ آپ نے اصحاب کو نصیحت فرمائی کہ شیاطین انس سے بچنے کی یہ ترکیب ہے کہ
اُن کے برائی کے بدلہ نیکی کرو۔ جہالت کے مقابلہ میں تحمل کرو۔ ظلم کے بدلہ عفو قطع رحم کے بدلہ صلہ
رحم۔ اور شیاطین جن سے محفوظ رہنے کی صورت یہ ہے کہ خدا سے استعاذہ کرو۔ امر بالمعروف میں
کوتاہی نہ کرو۔ فواحش و واہیات میں تساہل اور منہی عن المنکر سے غفلت کو آپ سخت ناپسند
فرماتے اور اُس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

مغازی و سرایا

ہجرت کے بعد کا قریب کل زمانہ آپ کا مغازی و سرایا کی تہذیب و ترتیب میں صرف ہوا
اس واسطے یہ آپ کی سیرت کا بہت ہی اہم باشان حصہ ہے۔ اور تمام مغازی کے دو وہ اسباب
تفصیل و تبویب اسلامی تاریخ میں پورا پورا محفوظ ہے لیکن چونکہ یہ خود ایک وسیع مضمون ہے لہٰذا
یہ سیرت اس پر تفصیلاً بحث کی متحمل نہیں ہو سکتی تاہم اس کو ذکر نہ کرنے سے سیرت کا مضمون بالکل ہی
نامکمل رہ جائے گا۔ اس لیے اختصار کے ساتھ اس کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔

غزوۂ بدر سے پہلے

سریہ حمزہؓ | حضور نے فتح مکہ کے بعد رمضان کی ابتدا میں یعنی ہجرت کے نو ماہ بعد ساتویں

سنہ ۱ھ میں نخلہ اور رابغ میں بقیہ ۲ھ میں ابواء اور بواط اور ۳ھ میں العشیرہ وغیرہ

مدینہ پہلا پھریرا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے لیے درست فرمایا۔ یہ علم سفید تھا اور حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں مدتوں رہا۔ اس علم کے نیچے آپ نے مہاجرین میں سے تیس حضرات کو قریش کی ایک جماعت کے مقابلہ میں بھیجا تھا جو شام سے لوٹی آرہی تھی۔ اور اس میں تین سو کفار قریش ابوجہل کے ہمراہ شریک تھے حضرت حمزہؓ سیف البحر تک پہنچے جو مقام عیص کے قریب ہے اور کفار بھی صف قتال کی درست ہوئی تھیں لیکن ایک شخص مجدی بن عمرو الجہنیؓ جو فریقین کا حلیف تھا بیچ میں پڑکر لڑائی موقوف کرادی۔

سریہ عبیدہؓ بن الحارث

اس کے بعد شوال میں ہجرت کے آٹھویں مہینہ میں ساٹھ خاص مہاجر سواروں کو حضرت عبیدہؓ بن الحارث کے ماتحت حضورؐ نے رابغ بھیجا اُن کے لیے جو علم تیار ہوا وہ بھی سفید تھا اور مسطح بن اثاثہ علم بردار تھے۔ یہ لوگ جب ثنیۃ مرہ کے نیچے پہنچے تو وہاں دو سو قریش ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ جمع تھے کوئی لڑائی نہ ہوئی لیکن حضرت سعد ابن ابی وقاص نے کفار پر تیر پھینکا اور یہ پہلا تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے کفار پر پھینکا گیا۔ دو مسلمان مقداد بن عمرو البہرانی اور عتبہ بن غزوان المازنی بھی کفار کے ساتھ تھے وہ اسی روز بھاگ کر مسلمانوں سے آملے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان دونوں سریہ کے اولیت میں روایت مختلف ہے مگر غالباً سریہ حمزہؓ اور سریہ عبیدہؓ دونوں ایک وقت بھیجے گئے۔

لہ مسطح کمسر میم وسکون سین اھلع وفتح طا اھمد وسکون حاء مہملہ ۱۲ منہ

تہ مقداد بن عمرو ابن اسحاق نے ان کی نسبت یہ رائے لکھا ہے ابن اثیر یہ اداری لکھتے ہیں ابن عمرو کی طرف نسبت اپنے کو مقداد کہتے ہیں کیونکہ وہ اسود بن عبد یغوث نے ان کو متبنی کیا تھا قدیم الاسلام میں ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے وہاں سے آئے تو قریش کے ڈر کا وہ یہ نہ آئے بنا یا تھا اس وقت مسلمانوں سے مل گئے ۱۲ منہ

تہ عتبہ بن غزوان یہ بہت قدیم الاسلام ہیں انہوں نے خود بعد میں خطبہ کے اندر بیان کیا کہ ہم ساتویں مسلمان ہیں چالیس دن کی عمر میں حبشہ گئے پھر مدتوں کے ساتھ مدینہ آئے۔ انہیں نے بصرہ کو بسایا اور بصرہ میں مسجد بنائی یہ بھی بصرہ کے امیر ہوگئے تھے ۱۲ منہ

سریہ سعد بن ابی وقاص

ہجرت کے نویں مہینہ ذیقعدہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیس سواروں کے ساتھ قریش کی ایک جماعت کو روکنے کے لیے حضورؐ نے خرار بھیجا اور کہدیا کہ خرار کے آگے نہ جانا۔ ان کے لیے بھی جو علم بنا وہ سفید تھا اور مقداد بن عمرو علم بردار تھے۔ یہ لوگ صفر رات کے وقت راستہ چلتے تھے پانچویں دن صبح کے وقت خرار پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش کی جماعت ایک روز پہلے جا چکی۔

غزوۂ ودان

جس کو غزوۂ الابواء بھی کہتے ہیں۔ یہ پہلا غزوہ ہے یعنی پہلی مرتبہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کی نیت سے نکلے۔ ماہ صفر میں ہجرت کے بارہویں مہینہ مدینہ پر حضرت سعد بن عبادہؓ کو خلیفہ بنا کر آپ غزوہ کے لیے نکلے۔ علم سفید تھا علم بردار حضرت حمزہؓ تھے مقام ودان ایک قریش کی جماعت کی تعاقب کی غرض سے گئے مگر وہ لوگ نہ ملے۔ وہاں اُس وقت بنی ضمرہ کا سردار عمرو بن مخشی الضمری تھا اُس سے آپ نے تحریری مصالحت کی اور لوٹ آئے۔ مدینہ سے پندرہ راتیں آپ باہر رہے۔

غزوۂ بواط

ماہ ربیع الاول میں ہجرت کے تیرھویں مہینہ مدینہ پر حضرت سعد بن معاذؓ کو خلیفہ بنا کر دو سو اصحاب کے ساتھ پھر آپ خود غزوہ کیلئے نکلے۔ علم سفید تھا۔ علم بردار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ قریش کے ایک جماعت کی مزاحمت مقصود تھی جس میں امیہ بن خلف الجمحی ایک سو قریش اور دو ہزار پانچ سو اونٹ کے ساتھ تھا۔ آپ بواط تک گئے مگر وہ نہ ملا اس لئے لوٹ آئے۔ بواط شام کی راہ میں مکہ کے قریب جبال مجینہ میں ایک دشوار پہاڑ ہے ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس دفعہ مدینہ پر آپ نے ساب بن عثمان بن مظعون کو خلیفہ بنایا تھا واللہ اعلم

غزوۂ سفوان

اسی مہینہ میں آپ نے کرز بن جابر الفہری کا تعاقب کیا۔ اس نے مدینہ کے ایک عرف ذاکا ذالا تھا۔ مدینہ پر آپ نے زید بن حارثہؓ کو خلیفہ بنا دیا! اور خود اُس کے تعاقب میں نکلے۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ میں سفید علم تھا۔ وادی سفوان تک آپ گئے جو بدر کے قریب ہے مگر وہ نہ ملا تو لوٹ آئے۔ اسی کو غزوۂ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ غزوہ غزوۂ

Scanned by CamScanner

ذی العشیرہ کے بعد ہوا

غزوۂ ذی العشیرہ

اس کے بعد جمادی الآخر میں مدینہ پر ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو خلیفہ بنا کر ڈیڑھ سو یا دو سو مہاجرین کے ساتھ آپ پھر قریش کے ایک جماعت کی مزاحمت کے لیے نکلے۔ یہ حضرت تو نہ تک ہاتھ میں تھا اور سفید تھا آپ کو خبر ملی کہ قریش کی ایک جماعت کا مال تجارت لیکر شام جانے کے لیے مکہ سے روانہ ہو چکی ہے اسی کی تلاش میں آپ نکلے جموع کے قریب ایک مقام تک تشریف لے گئے جس کا نام ذی العشیرہ یا ذی العشیر یا ذی العسیر بھی ہے۔ یہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ کئی روز پہلے یہ جماعت یہاں سے آگے بڑھ گئی یہی جماعت جب شام سے لوٹی تو پھر آپ مزاحمت کے لیے نکلے جو بدر کبریٰ کا داقع ہوا اسی سفر میں آپ نے بنی مدلج اور ان کے حلیف بنی ضمرہ سے مصالحت کی۔

سریہ عبداللہ بن جحش

۷ھ رجب میں جحرت کے ستائیسویں مہینہ قریش کی نقل و حرکت کی تحقیق کے لیے حضور نے حضرت عبداللہ بن جحش کو بارہ آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اور عبداللہ بن جحش کو امیر المومنین بنا دیا۔ دو دو آدمی ایک ایک اونٹ پر تھے ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش کے علاوہ آٹھ آدمی تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ابوحذیفہ بن عتبہ۔ عکاشہ بن محصن عتبہ بن غزوان۔ سعد بن ابی وقاص عامر بن ربیعہ واقد بن عبداللہ خالد بن البکیر سہیل بن بیضاء۔ اس میں سب مہاجر تھے انصار میں سے کوئی نہ تھا۔

حضور نے حضرت عبداللہ کو ایک بند خط دیا کہ دو دن کے سفر کے بعد اس خط کو پڑھو اور اس پر عمل کرو جب انہوں نے حسب ہدایت خط پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ نخلہ چلے جاؤ جو طائف اور مکہ کے درمیان ہے۔ اور قریش کے قافلوں کی نقل و حرکت دیکھو اور ان کی تحقیق کر کے ہمیں خبر دو چونکہ یہ سخت خطرناک کام تھا اور دشمنوں کے بیچ سے گزرنا تھا۔ حضرت عبداللہ نے ساتھیوں سے کہا کہ

لہ عکاشہ ضم عین اور تشدید کاف اسد الغابہ میں ہے کہ کاف کی تخفیف اور تشدید دونوں جائز ہیں جمہ فاضل ابن ہشام کہتے ہیں کہ کاف میں سات لغات ہیں۔ اصابہ و فضلا تضم ۱۲

سے ملاقات کرو تب حکم جاتے ہیں مگر کسی چیز میں سے جس کا مال چاہتے ہو جانا چاہتے ہو وہ جب سب جانے کے لیے مستعد ہوئے لیکن سعد بن ابی وقاص و عتبہ بن غزوان کا ایک اونٹ پر تھے وہ دونوں گم ہو گیا یہ اونٹ کی تلاش میں دو تک حیران ہوئے جب ان کو یہ رات بھول گئے اس میں کسی روز کی تاخیر ہو گئی اس لیے رہ گئے۔ اور سب لوگ صبح حضرت عبداللہ کے پاس پہنچے۔

جب یہ لوگ نخلہ پہنچے تو جب کی آخری تاریخ تھی شام کے وقت قریش کا ایک قافلہ آیا جس میں عمرو بن الحضرمی تھا۔ اور عبداللہ بن المغیرہ کے دو بیٹے عثمان اور نوفل اور بنی مغیرہ کا مولیٰ حکم بن کیسان تھے اور انہوں نے چمڑا اور مال تجارت تھا۔ اصحاب رسول اللہ نے مشورہ کیا کہ بڑی دقت ہے اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو مکہ میں جا کر یہ ہمیں یہاں ہونے کا شور مچا دیں گے۔ اور اگر مارتے ہیں تو آج رجب کے شہر حرام کی حرمت کے خلاف ہو گا آخر انہوں نے یہی قرار دیا کہ آج کا خطرہ کو دفع کر دیا جائے ایک نے تیر مارا جس سے عمرو بن الحضرمی مر گیا عثمان اور حکم کو انہوں نے گرفتار کر لیا نوفل بھاگ گیا۔ اس کے ہاتھ نہ آیا اور یہ لوگ مدینہ لوٹ آئے اور حضور کی خدمت میں قیدی پیش کیے۔

ترتیب زمانہ۔ ذی الحجہ محرم۔ اس چار مہینہ کی حرمت پر سب کا اتفاق تھا ان مہینوں میں لڑائی جائز نہ تھی اس لیے حضور کو بھی یہ بات پسند نہ ہوئی آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو لڑائی کی تو اجازت نہ تھی پھر کیوں لڑے مسلمانوں میں بھی یہ بات سخت ناگوار بھی گئی اور کفار نے تو شور مچا دیا کہ مسلمانوں نے شہر حرام کی حرمت بھی توڑ دی مرفرف سے سوالات ہونے لگے کہ ان مہینوں کے متعلق آخر اسلام کا کیا حکم ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصدٌ عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل

بہرکیف عمرو بن الحضرمی پہلا کافر ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور یہ خمس اسلام کا پہلا خمس

لہ اور واقد بن عبداللہ تمیمی پہلے قاتل ہیں کہ تیر مارا تھا جیسا کہ اسد الغابہ و اصابہ میں ہے۔

تھا اور قرآن و حکم یہ دونوں اسلام کے پہلے قیدی تھے۔

غزوۂ بدر القتال

اس کے بعد رمضان شریف میں غزوۂ بدر واقع ہوا۔ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں کفار قریش کا مسلمانوں سے بڑا مقابلہ ہوا۔ اور عظیم الشان فتح حاصل ہونے کے بعد اسلام کی حالت میں بہت بڑا تغیر واقع ہو گیا۔ سورۂ انفال میں تفصیلاً اور دوسرے مقامات میں اجمالاً اللہ پاک نے اس غزوہ کا ذکر کیا ہے اور اس فتح کو مسلمانوں پر خدا کا احسان بتایا ہے۔ واقعہ یہ ہے

تیاری قریش کا قافلہ جو شام گیا تھا اور جس کی تلاش میں حضور ذی العشیرہ تک گئے تھے۔ خبر ملی کہ وہ قافلہ شام سے لوٹا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قافلہ کے ساتھ ابوسفیان بن حرب، عمرو بن العاص، مخرمہ بن نوفل، عمرو بن العاص وغیرہ تیس یا چالیس آدمی ہیں اور قریش کا مال تجارت جو ان کے شامل ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ حضور کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ یہ قریش کا قافلہ ہے جس نے تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیا ہے۔ اور تمہارے اموال پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے چلو شاید اللہ پاک اس کا بدلہ تم کو دلا دے اور کھا قال۔

روانگی مسلمان بڑی عجلت کے ساتھ چل پڑے۔ جس حال میں تھا روانہ ہو گیا صرف تین گھوڑے تھے۔ ایک حضرت زبیر بن العوام کا۔ ایک حضرت مقداد بن الاسود کا۔ ایک مرثد بن ابی مرثد الغنوی کا۔ ستر اونٹ تھے ایک ایک اونٹ پر کئی کئی آدمی سوار ہو گئے۔ اسطرح تین سو سے کچھ زیادہ آدمی روانہ ہوئے کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ کوئی بڑی جنگ ہو گی۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ پیر کے دن رمضان شریف کی آٹھ تاریخ کو آپ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ نماز کیلئے حضرت ابن ام مکتوم کو امام مقرر کر دیا تھا۔ روحاء میں پہنچے تو وہاں سے ابولبابہ بن المنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے بھیج دیا۔ لواء سفید حضرت مصعب بن عمیر کو ملا۔ ذوالیاہ رایہ تھا۔ ایک جس کا نام العقاب تھا وہ حضرت علی کو۔ اور ایک انصار کا تھا وہ حضرت سعد بن معاذ کو ملا۔ اور ساقہ میں قیس بن صعصعہ مقرر کیے گئے۔

اس طرح منزل بمنزل جب مقام صفراء میں پہنچے تو وہاں سے بسبس بن عمرو الجہنی اور عدی بن ابی الزغباء کو آپ نے بدر کی طرف بھیجا تاکہ قافلہ کا پتا لگائیں کہ وہ کدھر ہے۔

ابوسفیان کا انتظام قریش کے مجمر بھی لگے ہوئے تھے جب آپ مدینہ سے روانہ ہوئے تو ابوسفیان کو اس کی خبر مل گئی۔ اس نے ضمضم بن عمرو الغفاری کو اجرت پر مقرر کر کے بھیجا کہ قریش کو خبر کر دیں تاکہ وہ اپنا قافلہ بچائیں۔ اور خود راستہ بدل کر قافلہ کو دریا کی جانب لیکر روانہ ہوا۔

ضمضم جب مکہ میں پہنچا تو اس وقت کے قاعدہ کے موافق بطن وادی میں اونٹ پر کھڑا ہوا قمیص کو پھاڑ ڈالا اور چلایا کہ اے قریش جلدی کرو جلدی کرو ابوسفیان کے ساتھ تمہارے اموال میں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے راستہ روکا ہے امید نہیں کہ بچا سکو جلدی کرو جلدی الغوث الغوث۔

قریش کا جوش جب مکہ میں یہ آواز پہنچی تو چل پڑی بطون مکہ میں سے سوائے بنی عدی کے سب نکل آئے۔ اشراف مکہ میں سے ایک ابولہب کو نہ آیا ورنہ سب کے سب نکل آئے۔ اور بڑی شان و شوکت سے زرہیں لے کر اور پوری طرح مسلح ہو کر نکلے۔ اور چونکہ ابھی نخلہ کا واقعہ تازہ تھا جس میں عمرو بن الحضرمی مارا گیا تھا اور اس کا سامان قافلہ مسلمان لے گئے تھے اس لیے جوش انتقام ان میں بڑے شدت کا تھا۔

قریش کی خبر اور مشورہ حضور مقام صفراء سے آگے بڑھ کر ایک وادی میں پہنچے جس کا نام ذفران تھا تو آپ کو خبر ملی کہ قریش پوری تیاری سے اپنے قافلہ اور مال کی حفاظت کے لیے آ رہے ہیں۔ اور مکہ سے روانہ ہو گئے ہیں۔

چونکہ مسلمان کسی بڑی جنگ کی نیت سے نہ نکلے تھے اور اچھی طرح مسلح بھی نہ تھے اس لیے حضور نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر

لہ صفراء بضم صاد وسکون فا ایک وادی کا نام ہے قاموس ۱۲ منہ

سہ ذفران قاموس میں ہے بفتح ذال معجمہ وکسر فا ایک وادی کا نام ہے جو وادی صفراء کے قریب ہے ۱۲ منہ اعلم

بقیہ صفحہ ۱۷ منہ صحابہ کی تعداد صحیح روایات کے مطابق صرف تین سو تیرہ تھی۔

Scanned by CamScanner

اور دوسرے اصحاب نے مستعدی کا اظہار کیا۔ آپ نے پھر دریافت کیا تو پھر مہاجرین نے جنگ کی رائے دی۔ آپ نے پھر تیسری بار رائے طلب کی۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ انصار کی رائے معلوم ہو کیونکہ انصار نے عقبہ کی بیعت کے وقت یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنے شہر میں آپ کی حفاظت کرینگے اور آپ کے دشمنوں سے لڑینگے لیکن یہ انصار کے وطن سے دور اتفاقیہ جنگ کا موقع پیش آیا تھا اس لیے دیکھنا تھا کہ وہ ساتھ دینگے یا نہیں۔

سعد بن معاذؓ

حضور کے بار بار دریافت کرنے سے انصار سمجھ گئے۔ سب سے پہلے انصار میں سے حضرت سعد بن معاذؓ اٹھے اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ کی غرض یہ تو نہیں کہ لوگوں کی رائے دریافت کریں انصار کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ہم میں سے جس کی رسی چاہیں کاٹ دیں اور جس کی چاہیں جوڑ دیں۔ آپ ہمارے اموال میں سے جتنا چاہیں لے لیں اور جتنا چاہیں ہمیں دیں اور جو آپ لے لینگے وہ ہمارے لیے اس سے بہتر ہوگا جو آپ چھوڑ دینگے۔ یا رسول اللہ آپ جو حکم کرینگے ہم لوگوں کی رائے اس کے تابع ہوگی یا رسول اللہ آپ جہاں جائینگے ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ یا رسول اللہ آپ ارشاد فرمائیں تو اس سمندر میں آپ کے ساتھ داخل ہو جانے کو تیار ہوں۔ یا رسول اللہ آپ جنگ کریں ہم میں کا ایک شخص بھی خلاف نہ کرے گا۔

حضرت مقدادؓ

حضرت مقدادؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں جنہوں نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون ہم آپ کے غلام ہیں اور آپ کے داہنے بائیں آگے پیچھے ہر طرف نثار ہونے کے لیے تیار ہیں۔

حضورؐ نے جب اپنے صحابہ کو اس طرح مستعد دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

ابوسفیان نکل گیا

ادھر ابوسفیان جب ساحل پر پہنچ گیا اور اس کو اپنی حفاظت کا اطمینان ہو گیا تو اس نے قریش کو لکھا کہ تم لوگ اپنے مال اور آدمی

لہ یعنی حضرت مقداد بن الاسود ۱۲ منہ

کے بچانے کے لیے نکلے تھے۔ اب لوٹ آؤ ہم لوگ بچ گئے اور مال سلامت ہے۔

قریش کی رائے میں اختلاف

ابوسفیان کا خط قریش کو اس وقت ملا جب وہ لوگ مقام جحفہ میں تھے۔ اور انہوں نے ارادہ کیا کہ لوٹ جائیں مگر ابوجہل نے قسم کھائی کہ ہم اسی شان سے بدر تک جائینگے۔ وہاں اونٹ ذبح کرینگے اور جتنا عرصہ ہمارے پاس آئینگے ان کو کھلائینگے تاکہ اس کے بعد عربوں پر اور تمام قبائل پر ہمارا رعب چھا جائے۔

اخنس بن شریق نے لوٹنے کا مشورہ دیا مگر کسی نے نہ سنا۔ البتہ بنی زہرہ کے تمام آدمی اخنس کے ساتھ لوٹ آئے۔ اسی لیے کوئی زہری بدر میں شریک نہ ہوا۔

بنی ہاشم نے لوٹنا چاہا مگر ان کو ابوجہل نے للکارا یا البتہ طالب بن ابی طالب اور کچھ لوگ ان کے ساتھ مکہ واپس چلے گئے۔ باقی تمام قریش بدر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ابوسفیان کی صحیح خبر مسلمانوں کو نہ ملی

حضورؐ نے بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء کو بھیجا تھا کہ ابوسفیان کے قافلہ کی خبر لائیں۔ یہ لوگ بدر میں ابوسفیان کے آنے کی قبل پہنچے بدر کے کوئے کے پاس مجدی بن عمرو الجہنی موجود تھا۔ اور دو عورتیں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں کہ یہاں کل پرسوں تک قافلہ پہنچ جائے گا تو ہم اس میں کام کر کے تمہارا قرض ادا کر دینگے۔ بسبس اور عدی نے یہ سنا تو اپنے جانور کو پانی پلا کر فوراً وہاں سے لوٹے اور رسول اللہ کو خبر دی۔

لیکن ان کے آنے کے بعد ابوسفیان خود قافلہ سے پہلے خبر لینے کے لیے بدر میں آیا اس نے مجدی بن عمرو سے دریافت کیا۔ اور لید میں کھجور کی گٹھلیاں دیکھیں تو سمجھ گیا کہ یہاں مدینہ کے خبر

لہ بسبس ابن اسحاق نے ان کا نام اسی طرح بغیر الف کے لکھا ہے لیکن صحیح مسلم کی روایت میں اس قصہ کا ذکر ہے اس میں ان کا نام بُسَیْسَہ ہے بروزن فُعَیْلَۃ کے جو صحابیات مؤنثیں کو کون سین اول و فتح سین ثانی اور ابوداؤد کی روایت میں بُسَیْسَۃ بتصغیرہم ابن حجر اصابہ میں ابن مندہ سے ایک شعر نقل کیا ہے جس سے بسبس بلا ہے کہتے ہیں کہ اس شعر میں بھی مراد میں یہ جہنی تھے بنی جہینہ سے ۱۲ منہ

لہ جہنی حلیف بنی نجار ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

آئے تھے اس لیے قافلہ کو ساحل کی طرف لے گیا اور سلامت چلا گیا۔ مسلمانوں کو اُس کے راستہ بدلنے کا حال معلوم نہ ہو سکا۔

قریش کے پہنچنے کی خبر

حضورؐ ذفران سے روانہ ہوئے اور جب مقام بدر کے قریب پہنچے تو ٹھہر گئے۔ شام کے وقت حضرت علی بن ابی طالبؓ زبیر بن العوام سعد بن ابی وقاصؓ اور چند صحابہ کو بدر کی طرف بھیجا کہ خبر لائیں۔ اُن لوگوں نے قلیب بدر پر قریش کے دو غلام کو پایا پکڑ کر لے آئے۔ اُس وقت حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے صحابہ نے غلاموں سے دریافت کیا کہ تم کس کے ساتھ ہو۔ غلاموں نے جواب دیا کہ ہم قریش کے ساتھ پانی بھرنے پر مقرر ہیں صحابہ تو دل سے چاہتے تھے کہ ابوسفیان کا قافلہ ملے اس لیے اُن کو غلاموں کا یہ جواب ناپسند ہوا اور اُن کو مارا۔ غلاموں نے ڈر سے کہدیا کہ ہم ابوسفیان کے ساتھ ہیں۔ تب انہوں نے اُس کو چھوڑ دیا۔ اتنے میں حضورؐ نماز سے فارغ ہو گئے اور فرمایا کہ جب اُس نے سچ کہا تب تم نے اُس کو مارا اور جب جھوٹ بولا تو چھوڑ دیا۔ بخدا دونوں سچ بولے دونوں قریش کے ساتھ ہیں۔

اس کے بعد حضورؐ نے غلاموں سے دریافت کیا کہ قریش کہاں ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ عدوۃ القصوی میں یعنی انتہائی کنارہ میں جو بڑا ٹیلہ ہے اس کا نام مقنقل ہے۔ اُسی کے پیچھے مقیم ہیں۔ پوچھا کتنے ہیں۔ کہا بہت ہیں۔ پوچھا تعداد کیا ہے۔ کہا ہمیں معلوم نہیں۔ پوچھا روزانہ کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں۔ کہا ایک روز نو ایک روز دس۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں۔ پوچھا شرفاء قریش میں سے کون کون ہے۔ اُس نے کہا عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ ابن ربیعہ۔ ابوالبختری بن ہشام حکیم بن حزام۔ نوفل بن خویلد۔ حارث بن عامر بن نوفل۔ نضر بن الحارث۔ زمعہ بن الاسود۔ ابوجہل بن ہشام۔ امیہ بن خلف۔ نبیہ بن الحجاج۔ سہیل بن عمرو۔ عمرو بن عبدود۔ حضورؐ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر پاروں کو تمہاری طرف ڈال دیا ہے۔

مقامی حالات اور مسلمانوں کی مستعدی

قریش جس مقام میں ٹھہرے تھے اُس کے حد ایک بڑا ٹیلہ تھا جس کا نام مقنقل تھا۔ اُس کے حد شیب نرم اور مٹی کی چولی زمین تھی پھر ریت کا بڑا میدان تھا۔ اور اُس میدان میں کئی کنوے تھے اُس

میدان کے حدود ۃ الدنیا یعنی دوسرے کنارہ پر بلند زمین تھی اور پتھریلی تھی۔ اور اس جگہ جو کنوا تھا اُس میں پانی بہت اور لطیف پانی تھا۔ اُس جگہ ہر سال بازار لگا کرتا تھا اور عرب جمع ہوا کرتے تھے حضرت حباب بن المنذر بن الجموح اس مقام کے حالات سے خوب واقف تھے۔

نوٹ:۔ قلیب عربی میں پرانے کنوے کو کہتے ہیں۔ احادیث میں جو قلیب بدر کا ذکر آتا ہے اس سے یہی کنوے مراد ہیں۔

خدا کی شان اُس رات پانی برس گیا۔ اور تمام ریتلی زمین سخت ہو گئی اور چلنا پھرنا آسان ہو گیا لیکن قریش کی طرف زمین نشیب اور نرم تھی پانی جمکر کیچڑ ہو گیا اور اُن کو چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ حباب بن المنذرؓ کے مشورہ سے مسلمانوں نے آدھی رات کو بلند زمین کے کنوے پر قبضہ کیا۔ اور وہاں ایک حوض بنا کر اُس کو پانی سے بھر دیا اور اُس کے علاوہ جتنے کنوے تھے اُس کے پانی کو خراب کر دیا۔

جنگ کی تمہید

جمعہ کا دن تھا۔ ہجرت کے دوسرے سال رمضان کی ۱۷ تاریخ کو بدر کی لڑائی ہوئی جس وقت قریش مقنقل کے پیچھے سے اپنی شان و شوکت کے ساتھ نکلے اور رسول اللہؐ نے اُن کے فخر اور اُن کے شان و شوکت کو دیکھا تو آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھایا اور نہایت عجز و انکسار سے خدائے ذوالجلال کے سامنے فتح و نصرت کی دعا کی پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ فتح نہ کثرت تعداد پر موقوف ہے نہ شان و شوکت اور کثرت آلات حرب پر فتح کے لیے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے وہ صبر و استقامت ہے۔ پھر صحابہ کو آپ نے صبر و استقامت کی تلقین فرمائی۔

جب دونوں طرف صفیں درست ہو گئیں تو قریش نے عمیر بن وہب الجمحی کو بھیجا کہ مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ کرے۔ اُس نے گھوڑے پر مسلمانوں کے چاروں طرف ایک چکر لگایا اور آکر بیان کیا کہ کم و بیش تین سو ہیں۔ مگر ذرا ٹھہرو میں دیکھ لوں کہیں اور چھپے ہوئے نہ ہوں۔ اسکے بعد دور تک

لہ مجاہد کہتے ہیں کہ بعدۃ بائے موحدہ ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا عمر پچاس سے زائد ہوئی تھی انصاری خزرجی اصلی تھے ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

گیا اور واپس آکر بیان کیا کہ کچھ نہیں جو کچھ ہیں یہی ہیں۔

مگر اُس نے کہا کہ اے قریش میں ایک بات دیکھ کر آیا ہوں۔ تمہارے مقابل ایک ایسی قوم ہے جس کے پاس اُس کی تلوار کے سوا اور کوئی چیز پناہ کی نہیں ہے۔ اور خدا کی قسم اُن میں کا کوئی شخص نہیں مرے گا جب تک تمہارے ایک شخص کو نہ مار لے پھر بتاؤ کہ اس کے بعد تمہاری زندگی کیسی ہوگی۔ یہ حال ہے جو میں نے دیکھا اب تم جانو اور تمہاری رائے۔

حکیم بن حزام اور عتبہ

حکیم بن حزام نے جب یہ سنا تو عتبہ بن ربیعہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ اے ابوالولید تم قریش کے سردار ہو۔ اور ہم سب میں بڑے ہو کیا چاہتے ہو کہ تمہارا ذکر خیر کے ساتھ باقی رہے۔ کیا یہ کر سکتے ہو کہ اس وقت اپنے حلیف عمرو بن الحضرمی کے خون کے مطالبہ سے باز آؤ اور اس جنگ کو روک دو۔

عتبہ بن ربیعہ راضی ہو گیا اور اُس نے قریش کو مخاطب کر کے تقریر کی کہ یا معشر قریش محمد صلعم کے ساتھ لڑنے میں کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا بالفرض اگر تمہاری فتح ہو گئی تو کس کام کی ہمیں سے ہر شخص دیکھے گا کہ کسی کے چچا کا لڑکا کسی کے ماموں کا لڑکا ہمارے ہی ہاتھوں سے مرا ہوا پڑا ہے۔ ایسی فتح کو کون پسند کرے گا اور کس کو خوشی ہوگی

ابوجہل کی شرارت

ابوجہل کو یہ خبر ملی تو بہت غصہ ہوا عتبہ کو بُرا بھلا کہا پھر عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر بن الحضرمی کو بلا کر کہا کہ دیکھو عین وقت پر جبکہ تمہارے بھائی کے خون کا بدلہ آنکھوں کے سامنے موجود ہے تمہارا حلیف عتبہ تو ٹنا چاہتا ہے تم اپنے بھائی کا نام لے کر اُس وقت عار دلاؤ جیسا کہ ان عربوں کا قاعدہ تھا تب عامر نے واویلا و واعمراہ کی آواز لگائی جس سے نیا جوش پھیل گیا۔ اور حکیم بن حزام اور عتبہ بن ربیعہ کی تمام کوششیں بیکار ہو گئیں۔

معرکہ جنگ

مسلمانوں نے غلیب بدر کے پاس ایک بلند مقام پر حضورؐ کے لئے ایک چھپر غصب کر دیا تھا جہاں سے پورا معرکہ جنگ نظر آتا تھا۔ اُس میں حضورؐ اور حضرت صدیقؓ تشریف رکھتے تھے اور حضرت سعد بن معاذؓ ننگی تلوار لیے ہوئے اُس کے سامنے پہرہ دیتے تھے اور

حضورؐ کی حفاظت کرتے تھے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سب سے پہلے اسود بن عبدالاسد نے مسلمانوں کے حوض پر حملہ کیا اور مارا گیا پھر ولید بن عتبہ، عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ نکلے اور مبارزت طلب کی۔ ادھر سے حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ اور عبیدہ بن حارثؓ گئے تینوں کا فیصلہ ہو گیا حضرت عبیدہؓ زخمی ہوئے پیر کٹ گیا اور آخر فتح کے بعد اٹھتے وقت فوت ہو آئے۔ جنگ شروع ہو گئی

اُن کافروں کے مارے جانے کے بعد عام حملہ ہو گیا جنگ مغلوبہ بڑھ گئی مسلمانوں کی طرف پہلے چھ مولے عمر بن الخطاب ایک تیر لگنے سے شہید ہوئے۔ پھر حارثہ بن سراقہ انصاری حوض سے پانی پی رہے تھے کہ ایک تیر لگا اور شہید ہوئے۔ حضرت عمیرؓ نام نے ایک زور کا حملہ کیا اور شہید ہو گئے۔

حضورؐ کی دعا

جنگ مغلوبہ بڑے زوروں کی ہو رہی تھی اور حضورؐ دعا میں مشغول تھے مستغرق کا یہ عالم تھا کہ چادر مبارک شانہ سے گر گئی اور آپ گریہ وزاری میں مشغول تھے۔

حضرت صدیقؓ نے چادر شانہ پر درست کر دی۔ آپ نے اسی عالم کیف میں ایک مٹھی کنکر زمین سے اٹھایا اور اُس پر شاھت الوجوہ پڑھکر دم کیا اور قریش کی طرف پھینکا کوئی کافر نہ بچا جسکی آنکھ میں نہ پڑا ہو۔ کفار اپنی آنکھیں ملنے لگے اور مسلمان اُن کو قتل کرنے لگے۔ اسی کے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی یعنی جب تم نے (کنکر زمین پر) پھینکا تھا تو تم نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا تھا۔ الغرض تھوڑی دیر میں لڑائی کا رنگ بدل گیا مسلمانوں کی تلواریں اٹھنے لگیں بڑے بڑے صنادید عرب مارے گئے آخر مسلمانوں نے گرفتاریاں شروع کر دیں اور رسیوں کی جگہ باندھ لیں پھر یہ حال ہوا کہ کفار بھاگنا چاہتے تھے اور پناہ نہ ملتی تھی۔

لہ جمع اعلیٰ کبیر ہم دلکون (بمعنی مقتدر و موسی بن عقبہ نے لکھا کہ بدر میں سب سے پہلے یہ شہید ہوئے۔ منہ

لہ قیس بن حصین بن الحمام عثم جانے والے مطلب و تحقیق یہ ہے کہ ابن ہشام عمیر بن الحمام بن زید بن عمرو بن ابن اسحاق ذکر کیا ہے کہ ایک اونٹ نہ کھا سکے (۱۲ منہ صنادید عرب کے بڑے سردار۔

اُمیہ بن خلف

مکہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی اُمیہ بن خلف سے دوستی تھی۔ حضرت عبدالرحمن جا رہے تھے اُمیہ کی نظر پڑ گئی بلایا اور مدد چاہی اُن کے ہاتھ میں زرہ تھی یہ دیکھنے لگے اُس نے اُمید دلائی کہ ہمیں بچاؤ زرہ کیا چیز ہے اُنہوں نے زرہ وہیں ڈال دی اور اُمیہ بن خلف اور اُس کے لڑکے علی بن اُمیہ کا ہاتھ پکڑا اور لے چلے۔ یہ اُمیہ وہی شخص تھا جو حضرت بلالؓ کو مصار مکہ میں لے جاتا اور گرم تپتے ہوئے ریت پر اُن کو چت سُلاتا۔ سینہ پر بھاری پتھر رکھتا اور کہتا کہ اِس کو اسی طرح دھوپ میں پڑا رہنے دو جب تک دین اسلام ترک نہ کرے یا مر نہ جائے حضرت بلالؓ دھوپ اور پیاس میں تڑپتے اور احد احد کہتے اِس وقت جب یہ عبدالرحمن بن عوفؓ کے ساتھ تھا حضرت بلالؓ کی نظر پڑ گئی چلا اٹھے کہ اللہ اکبر یہ تو راس الکفر اُمیہ ابن خلف ہے لوگ جمع ہو گئے عبدالرحمنؓ نے کہا کہ بلالؓ یہ میرا قیدی ہے۔ حضرت بلالؓ نے کہا اللہ اکبر یہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہے۔ عبدالرحمنؓ اُس کو بچانے لگے بلالؓ نے انصار کو آواز دی کہ یہ راس الکفر اُمیہ بن خلف ہے اگر یہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہے۔ لوگوں نے اُس کو مارنا شروع کیا حضرت عبدالرحمنؓ بچانے لگے حتیٰ کہ ایک مارا گیا۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے دوسرے کو کہا کہ زمین پر جھک جاؤ جھک گیا تو عبدالرحمنؓ اُس کے اوپر جھک گئے اور اُسکو اپنے نیچے لے لیا اور حضرت بلالؓ کہہ رہے تھے کہ نجوت ان نجی آخر انصار نے بغل سے تلوار بھونک کر اُس کو قتل کر دیا۔

عکاشہ بن محصنؓ

مستند روایتوں سے ثابت ہے کہ اُسی روز عکاشہ بن محصنؓ کی تلوار ٹوٹ گئی حضورؐ نے اُن کو ایک شاخ درخت کی دی کہ اس سے لڑو۔ اُنہوں نے اُس کو جیسے ہی حرکت دی تو اُن کے ہاتھ میں وہ نہایت نفیس تلوار ہو گئی۔ اِس سے وہ غزوات میں برابر لڑا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت صدیقؓ کے ایام خلافت میں شہید ہوئے۔

حضورؐ کا اعلان

حضورؐ نے اعلان کر دیا کہ بنی ہاشم خوشی سے لڑنے نہیں آئے ہیں اُن کو قتل نہ کیا جائے۔ عباس بن عبدالمطلب کو کوئی قتل نہ کرے۔ ابوالبختری بن ہشام کو کوئی قتل نہ کرے۔ اِس اعلان کی ضرورت ظاہر ہے بنی ہاشم کو مسلمان نہ ہوئے مگر اسلام کے لیے

شروع سے اُنہوں نے تکلیفیں برداشت کیں حضرت عباسؓ ہمیشہ رسول اللہؐ کے معاون رہتے کر عقبہ اخیر میں جب انصار مدینہ نے رسول اللہ کو مدینہ آنے کی دعوت دی تو حضرت عباسؓ نے باوجود مسلمان نہ ہونے کے اُن سے کہا کہ خوب سمجھ کر دعوت دو یہاں وہ اپنے گھر اور اپنے لوگوں میں ہیں ہزار دشمنی بھی مگر کسی کی مجال نہیں ہے کہ اُن کے خلاف ہاتھ اُٹھائے مدینہ میں وہ محض تمہاری ذمہ داری پر ہوں گے۔ لیکن بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عباسؓ پوشیدہ مسلمان تھے اور رسول اللہؐ کی اجازت سے مکہ میں مقیم تھے۔ اور وہاں کی خبر حضورؐ کے پاس بھیجا کرتے تھے فتح مکہ سے پہلے علانیہ مسلمان ہو گئے اور ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ ابوالبختری سے مسلمانوں کی مخالفت کے متعلق کبھی کچھ سنا نہیں گیا تھا بلکہ جب بنی ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے تو انہوں نے بعض مرتبہ اُن کو کھانا پہنچانے میں مدد دی تھی۔ قریش کے اس صحیفہ کو جس کی وجہ سے بنی ہاشم اور ابوطالب اور رسول اللہؐ برسوں شعب میں محصور رہے باطل کرنے کی بعض لوگوں نے کوشش کی تو اُس کوشش کرنے والوں میں ایک یہ بھی تھے۔

ابوالبختری مارا گیا

لیکن باوجود اس اعلان کے ابوالبختری مارا گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ مجذر[1] بن زیاد البلوی کا ابوالبختری سے سامنا ہو گیا مجذر نے کہا کہ ہم لوگوں کو رسول اللہؐ نے تم کو قتل کرنے سے منع کر دیا ہے۔ ابوالبختری کے ساتھ اس کا رفیق تھا جو مکہ سے ساتھ آیا تھا اُسکا نام جنادہ بن ملیحہ بنت زہیر بن الحارث تھا۔ اُس نے پوچھا کہ میرے رفیق کا کیا ہوگا مجذر نے کہا کہ ہمیں رسول اللہؐ نے صرف تمہارے قتل سے منع کیا ہے تمہارے ساتھی کو ہم نہیں چھوڑتے ابوالبختری نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا آخر لڑائی ہوئی اور مارا گیا۔

[1] مجذر بذال مجمہ ان کا لقب تھا اس کے معنی ہیں انتہائی بہادر نام عبداللہ تھا اس قصہ کو ابن اسحاق نے قتل کیا ہے موسیٰ بن عقبہ زہری سے نقل کرتے ہیں کہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ ابوالبختری کو ابوالیسر نے قتل کیا ہے لیکن ہم اور بڑی روایتیں بھی ہیں کہ مجذر نے قتل کیا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ زہیر بن بکار اور واقدی کا بھی جزما یہی بیان ہے حاکم نے بھی یہی روایت کیا ہے سب کہتے ہیں کہ مجذر ہی نے قتل کیا ۱۲ منہ

ابوجہل حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی ابوجہل کی خبر لائے۔ تھوڑے دیر میں حضورؐ کے پاس اس کا سر آیا اور خبر دی گئی کہ وہ قتل کر دیا گیا۔ آپ نے کہا اللہ الذی لا الٰہ الا ھو۔ تین مرتبہ کہا اللہ اکبر الحمد للہ الذی صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔ اس کے بعد فرمایا کہ ذرا اس کا سر ہمیں دکھاؤ۔ جب آپ نے دیکھا تو فرمایا ھذا فرعون ھذہ الامۃ[1]

کفار کی نعشوں کو خطاب جب لڑائی ختم ہوئی تو آپ کفار کی نعشوں کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیسے برے رشتہ دار اپنے نبی کے تھے تو لوگ تم نے ہمیں جھٹلایا دوسروں نے تصدیق کی تم نے ہمیں ذلیل کیا دوسروں نے عزت دی تم لوگوں نے ہم کو میرے گھر اور وطن سے نکال دیا دوسروں نے پناہ دی۔

پھر آپ نے حکم دیا کہ یہ سب لاشیں ایک کوئے میں ڈال دی جائیں جب سب ڈال دی گئیں تو پھر آپ اس کوئے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے عتبہ بن ربیعہ اے شیبہ بن ربیعہ اے فلاں اے فلاں کیا تم نے اپنے رب کے قول کو سچا پایا ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو بالکل ٹھیک سچا پایا۔

ہجرت اس کے بعد تین روز تک حضورؐ یہاں مقیم رہے پھر اموال غنیمت اور سب قیدیوں کو لیکر روانہ ہوئے جب مقام صفرا میں پہنچے تو اموال غنیمت کو وہیں تقسیم کیا۔ اموال غنیمت کی تقسیم کا اختیار سورہ انفال میں نازل ہوا تھا وہیں نضر بن الحارث بن کلدہ کو قتل کیا پھر جب عرق الظبیۃ میں پہنچے تو وہاں عقبہ ابن ابی معیط کو قتل کیا۔ اس کے بعد مظفر و منصور مدینہ میں داخل ہوئے ہر جگہ مسلمانوں کا رعب چھا گیا۔ اطراف کے دشمن ڈرنے لگے۔ مدینہ کے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں نے بھی بظاہر ایام میں بظاہر اسلام قبول کیا۔

اصحاب بدر اور شہدا اہل بدر میں کوئے سے کچھ زیادہ مسلمان مجاہدین بدر میں شریک ہوئے جس میں ۸۳ مہاجر تھے (۶۱) اوس کے لوگ اور (۱۷۰) خزرج کے آدمی تھے انہیں ۱۴ شہید ہوئے (۶) مہاجر (۶) خزرج اور (۲) اوس کے آدمی کفار کے (۷۰) قتل ہوئے اور (۷۰) قیدی ان قیدیوں میں (۳) بنی ہاشم تھے۔ عباس عقیل اور نوفل بن الحارث اصحاب بدر کی اس تعداد

[1] اس کا اصلی نام عمرو ہے مسلمان اس کو ابوجہل کہتے ہیں۔ اسلام کا سخت دشمن تھا۔

میں وہ لوگ داخل ہیں جو جنگ میں شریک نہ ہو سکے مگر ان کو ثواب اور غنیمت میں ان کا حصہ ملا۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ کچھ اور صحابہ حاضر ہوئے اور عرض کیا ہم بھی جہاد میں شریک تھے مگر اصحاب بدر کو نام بنام شمار کرنے سے وہ تعداد حاصل ہوئی جو اوپر لکھی گئی۔

عثمان بن عفانؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ سخت بیمار تھیں اس لیے حضرت عثمانؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو حضورؐ نے ان کی نگرانی کے لیے مدینہ میں چھوڑ دیا تھا اور یہ دونوں حضرات اسی لیے غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے جب جہاد فتح ہوئی تو حضورؐ نے زید بن حارثہ کو فتح کی بشارت دینے کے لیے مدینہ روانہ کیا۔ حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رقیہ اس وقت آئے جب حضرت رقیہ کا انتقال ہو گیا تھا اور ہم لوگ دفن سے اسی وقت فارغ ہوئے تھے حضرت اسامہؓ کہتے ہیں ہم جب ان کے پاس گئے تو لوگ ان کی قبر کے گھیرے ہوئے تھے اور وہ کھڑے ہوئے رہے تھے کہ عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ابوجہل ہشام ابوالعاص بن ربیعہ ابوسفیان بن حرب امیہ بن خلف عقبہ بن ابی معیط حجاج بن حجاج سب قتل کیے گئے ہم نے پوچھا کہ واقعہ کیا ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں بیشک سچ ہے۔

ابوالعاص بن الربیعؓ قیدیوں میں رسول اللہ کے داماد بھی حضرت زینبؓ کے شوہر بھی تھے یہ ابوالعاص بن حضرت خویلد کے لڑکے تھے۔ اور یہ حضرت خدیجہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ اس لیے حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ سے مشورہ لیکر اپنی لڑکی زینب بنت رسول اللہ کا نبوت سے پہلے ان کے ساتھ عقد کر دیا تھا اور رشتے کی طرح ان کے ساتھ محبت کرتی تھیں بعثت کے بعد حضرت خدیجہؓ اور زینبؓ مسلمان ہو گئیں لیکن ابوالعاص مسلمان نہ ہوئے۔ اختلاف دین کی وجہ سے ان میں جدائی کرانی لازم تھی لیکن مکہ میں چونکہ رسول اللہ کا حکم نافذ نہ تھا لہٰذا مسلمان ہونے کی وجہ سے قریش نے جب حضورؐ کی مخالفت شروع کی تو ان سے کہا کہ تم قریش کی بیٹی کو جو چاہو اس سے تمہارا عقد کر دیا جائے مگر محمدؐ کی لڑکی کو چھوڑ دو انہوں نے انکار کیا اگر یہ ہو گزرتیں ہو سکتا کہ ہم اپنے اہل کو بیاہ دیتے چھوڑ دیں۔ حالانکہ ابولہب کے لڑکوں نے قریش کے اسی طرح کہنے پر چھوڑ دیا تھا حضورؐ

Scanned by CamScanner

اُن کے اس ہمت کی تعریف کیا کرتے تھے۔

یہ بدر میں قید ہو کر آئے۔ اور زینبؓ مکہ میں تھیں۔ تو جب دوسرے قیدیوں کے ورثانے اپنے آدمیوں کو چھڑانے کے لیے مکہ سے فدیہ بھیجا تو حضرت زینبؓ نے بھی اُن کے چھڑانے کے لیے فدیہ روانہ کیا۔ اس فدیہ میں حضرت زینبؓ نے مال کے ساتھ اپنا ایک ہار بھی بھیجا تھا یہ ہار وہ تھا جو حضرت خدیجہؓ نے اُن کے عقد کے وقت اُن کو جہیز میں دیا تھا۔ اُس ہار کو دیکھ کر حضورؐ پر سخت رقت طاری ہوئی اور آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم لوگ پسند کرو تو زینب کے قیدی کو چھوڑ دو اور اُس کا مال بھی واپس کر دو۔ سب صحابہ راضی ہوئے اور یہ چھوڑ دیئے گئے۔

اُن سے اور حضورؐ سے جو گفتگو ہوئی اُس کا کسی کو علم نہ ہوا۔ مگر واقعہ بدر کے ایک مہینہ بعد حضورؐ نے حضرت زید بن حارثہؓ اور ایک انصاری کو بھیجا کہ تم بطن یاجج میں جاؤ وہاں زینبؓ آئینگی اُن کو ساتھ لے آؤ۔ چنانچہ یہ لوگ روانہ ہو گئے۔ ابو العاص جب مکہ گئے تو حضرت زینبؓ سے کہا کہ تم اپنے والد کے پاس مدینہ جاؤ۔ چنانچہ اُنہوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی جب فارغ ہوئیں تو ابو العاص کے بھائی کنانہ بن ربیع ایک اونٹ لیکر آئے اور اُن کو لیکر روانہ ہوئے

جب قریش کو خبر ہوئی کہ زینبؓ اپنے باپ کے پاس جا رہی ہیں تو چند شخصوں نے تعاقب کیا۔ سب سے آگے ھبار بن الاسود تھا اُس نے ایک تیر مارا جو حضرت زینبؓ کے ہودج سے لگا۔ حضرت زینبؓ حاملہ تھیں اُس صدمہ سے حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ نے اپنا تیر کمان اٹھایا اور کہا کہ خبردار اگر کوئی آگے بڑھا تو میں مار ڈالونگا اتنے میں ابو سفیان آگیا اُس نے قریش کے لوگوں کو علیحدہ کیا۔ اور کنانہ کو سمجھایا کہ ابھی بدر کا واقعہ تازہ ہے اور تم ان کو اسطرح علانیہ لے جاؤ تو یہ کیا

لہ یاجج یہ جیم ہے اور دوسرا جائے مکہ کے قریب ایک موضع ہے جیسا کہ منتہی میں ہے اور اجا نیز نہایہ میں لکھتے ہیں کہ بطن یاجج صوبہ ہے بکسر جیم اول کہ سے تین میل پر ہے اور عبداللہ بن زبیر کی منزل تھی اور قاموس میں ہے یاجج کمسیح وہ مقام یا موضع جہاں سے دوسرے کے جاری ہونے کی تصریح ہے اُس کی وجہ تسمیہ وہی ہے جو دونوں میں ہے یا شاید دو مقام ہو واللہ اعلم۔ منہ

عقلمندی ہے۔ ہم کو محمدؐ کی لڑکی کے روکنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا تم اس طرح لیجا کر ابھی واپس چلو کسی روز چپکے سے بھیجا دینا۔ کنانہ نے مان لیا چند روز کے بعد شب کے وقت زید بن حارثہؓ مکہ پہنچا دیا اس طرح حضرت زینبؓ مدینہ چلی گئیں اور ابو العاص سے جدائی ہو گئی چھ برس کے بعد ابو العاص ایمان لائے اور پھر انہی نکاح پر ان دونوں کے تعلقات پھر قائم ہو گئے۔

ایک جماعت جو مقتول ہوئی ہجرت نہ کرنے سے

حضورؐ جب مکہ میں تھے تو حارث بن زمعہ اور ابو قیس بن الفاکہ بن المغیرہ اور ابو قیس بن الولید بن المغیرہ اور علی بن اُمیہ بن خلف عاص بن ہشام بن الحجاج ایمان اور اسلام قبول کر چکے تھے لیکن جب حضورؐ نے ہجرت کی تو اُن لوگوں کو اُن کے آبا اور قبائل نے روک لیا یا اپنے لوگوں کے مطیع رہے حتی کہ بدر میں کفار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ لڑنے آئے اور اُن میں سے مارے گئے اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ انہیں لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔

حضورؐ نے منع فرمایا کہ مسلمان ہجرت کی استطاعت ہوتے ہوئے کفار کے ساتھ نہ رہیں اور آپ نے فرمایا کہ میں اُس سے بری ہوں جو مسلمان ہو کر کافروں کے درمیان مقیم رہے اور آپ نے فرمایا کہ جو کافروں کے ساتھ سکونت اختیار کرے وہ انہیں کے مثل ہے اور آپ نے فرمایا کہ ہجرت منقطع نہ ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہو اور آپ نے فرمایا کہ عنقریب ہجرت پر ہجرت ہوگی تو زمین کا بہترین شخص وہ ہوگا جو حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت کی جگہ کو اختیار کرے۔ دوسری جگہ شرارہ جائیں گے جن کا حشر بندروں اور خنزیروں کے ساتھ ہوگا

قیدیوں سے سلوک

حضور قیدیوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے تھے بدر کے قیدیوں کو مضبوطی سے باندھا تھا۔ وہ لوگ بے چین تھے۔ رونے کی آواز سنکر حضورؐ

لہ ابو العاص کے اسلام قبول کرنے کا حال آگے ذکر کرتے ہیں۔ منہ

تمام رات سوئے نہیں صحابہ کو معلوم ہوا تو بعض صحابہ نے حضرت عباسؓ کی بندش ڈھیلی کر دی حضورؐ نے فرمایا کہ سب قیدیوں کی بندش ڈھیلی کر دو۔ حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ ایک خاندان کے کئی شخص گرفتار ہوں تو اُن میں تفریق ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص لڑکوں کو قید میں اُس کی ماں سے جدا کرے خداوند کریم قیامت کے روز اُس کو اُس کے احباب سے جُدا کرے گا۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ قیدیوں کے ساتھ مختلف حالتوں میں جیسی مصلحت ہوتی ویسا سلوک کرتے اسلام کے ساتھ جس کی دشمنی شدید ہوتی اُس کو قتل کرتے جس کے فدیہ میں مال لیکر اُس کو چھوڑ دیتے اور وہ مال عام اسلامی ضرورتوں میں صرف ہوتا اور مسلمانوں کے کام آتا کسی کو مسلمان قیدی کے بدلہ میں چھوڑتے کسی کو یونہیں بلا کسی بدلہ کے چھوڑ دیتے۔

ثمامہ ابن اثال حنفی یمامہ کے رئیس تھے قید ہو کر آئے صحابہ نے اُن کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا حضورؐ نے پوچھا ثمامہ کیا حال ہے اُنہوں نے کہا اگر قتل کیجئے تو بدلہ ہوگا معاف کیجئے تو شکور ہوں گا۔ اور فدیہ لیجئے تو مال حاضر کروں آن کو حضورؐ نے تیسرے روز بلا فدیہ چھوڑ دیا۔ وہ مسلمان ہو گئے اور بڑے ثابت قدم رہے۔ سلمہ بن الاکوعؓ کو ایک لونڈی کسی غزوہ میں ملی تھی اُنہوں نے مانگ کر مسلمان قیدیوں کے فدیہ میں بھیجا جو یہ بنت الحارث سے آپ نے عقد کیا تو بنی المصطلق کے ایک سو قیدی کو اُس رشتہ کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا صلح حدیبیہ میں ستر آدمی قید ہوئے اُن کو بلا کسی معاوضہ یا شرط کے چھوڑ دیا۔

بدر کے قیدیوں کے ساتھ بھی مختلف برتاؤ ہوا۔ عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن الحارث خدا و رسول کی دشمنی میں سخت تھے اُن کو قتل کر دیا۔ اور دوں سے فدیہ لیکر چھوڑا جن لوگوں کے پاس مال نہ تھا اُن سے کہا کہ انصار کے لڑکوں کو لکھنا سکھا دیں یہی اُن کا فدیہ ہوا۔ کچھ لوگوں کو بلا فدیہ اور بدلہ کے چھوڑ دیا۔

ف حضرت عباسؓ کو حضورؐ نے چھوڑا تھا مگر آپ نے چھ روایت عام قیدیوں کی دی ان کا بھی وہی بچا ہوا پیسے لئے تھے آپ نے فرمایا کہ اوّل روایت کو زیادہ نہ فرمایا۔ ف حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے زمانہ تک مکہ میں رہے اور خفیہ طور پر اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ اُنہوں نے بڑی اہم اور نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

غزوات بدر و اُحد کے درمیان

غزوۂ بنی سلیم حضورؐ جب بدر سے مدینہ واپس آئے تو اُس کے نات روز بعد مدینہ میں سباع بن عرفطہ یا ابن ام مکتوم کو خلیفہ بنا کر بنی سلیم کی جنگ کو تشریف لے گئے معلوم ہوا تھا کہ وہ لوگ جمع ہوئے ہیں۔ آپ ماء الکدر تک گئے لیکن وہ لوگ نہ ملے تین روز آپ وہاں مقیم رہے پھر مدینہ لوٹ آئے۔

غزوۂ سویق بدر کے دو مہینہ بعد غزوۂ سویق ہوا مشرکین قریش جب بدر سے تباہ حال لوٹے تو اُن کو دیکھ کر ابو سفیان نے قسم کھائی کہ جب تک محمد صلعم سے جنگ نہ کروں گا سر سے پانی نہ چھلاؤں گا۔ آخر دو سو آدمیوں کو لیکر پوشیدہ مدینہ آیا۔ رات کے وقت سلام بن مشکم کے یہاں بنو نضیر کو مدینہ کے کنارہ مقام عریض میں کچھ درخت کاٹ دیئے اور ایک انصاری پانی پنا رہے تھے اُن کو قتل کر دیا اور بھاگا۔ حضورؐ کو خبر ہوئی تو تعاقب کیا اور قرقرۃ الکدر تک تشریف لے گئے مگر نہ ملا

کفار بھاگتے ہوئے بوجھ ہلکا کرنے کے خیال سے بہت سا ستو پھینکتے گئے تھے جو صحابہ کو ملا اور اسی لئے اس غزوہ کا نام غزوۂ سویق ہو گیا۔

غزوۂ بنی غطفان جس کو غزوۂ ذی امر بھی کہتے ہیں غزوۂ السویق کے بعد ہوا۔ غزوۃ السویق سے لوٹ کر حضورؐ ذی الحجہ کا پورا مہینہ مدینہ میں رہے پھر بنی غطفان سے مقابلہ کی نیت سے نجد تشریف لے گئے اور مدینہ میں حضرت عثمان بن عفانؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا صفر کا پورا مہینہ آپ وہاں رہے لیکن کوئی لڑائی نہ ہوئی لوٹ آئے۔

غزوۂ بحران ربیع الاوّل آپ مدینہ میں رہے پھر ابن ام مکتوم کو خلیفہ بنا کر قریش کے مقابلہ کی نیت سے نکلے۔ بحران تک تشریف لے گئے۔ ربیع الآخر اور جمادی الاوّل دو ہی رہے جنگ نہ ہوئی لوٹ آئے

نوٹ:۔ بحران بائے موحدہ اور حائے مہملہ سے حجاز کا ایک معدن ہے اور مشہور مقام فرع کے قریب ہے

ف سویق کے معنی عربی زبان میں ستو کے ہیں۔

Scanned by CamScanner

عبداللہ بن جحش کے سریہ میں بھی اس مقام کا ذکر ہوا اور بعض رواۃ کی نسبت نجرانی اسی مقام کی طرف ہو نجران نون اور جیم سے ایک دوسرا مقام ہے جہاں کے انصاری ابتدا اسلام میں مکہ آئے تھے ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ وہ حجاز شام اور یمن کی سرحد پر ہے لیکن کنز العلوم واللغہ جو فی الحال عدن میں چھپی ہے اُس میں ہے کہ نجران یمن میں ہے واللہ اعلم

غزوۂ بنی قینقاع اس کے بعد غزوۂ بنی قینقاع ہوا جس کا ذکر یہود کے حال میں ہو چکا ہے

قتل کعب بن اشرف کعب ابن اشرف یہود تھا اور حضورؐ کو سخت تکلیف دیتا تھا حضورؐ کے ہجو میں اشعار لکھتا۔ اور صحابہ کی عورتوں کو اشعار میں برا بھلا لکھتا بدر کے بعد مکہ جا کر قریش کے سامنے اشعار پڑھے جس میں اُن کو خوب بھڑکایا قبائل میں جا کر اُن کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کیا۔ اس لیے حضورؐ کی مرضی پا کر محمد بن مسلمہؓ عباد بن بشرؓ حارث بن اوسؓ ابو عبسؓ بن جبیر اور ابو نائلہ سلکان بن سلامہؓ اس کے قتل کے لیے مستعد ہوئے حضورؐ نے ان لوگوں کو اجازت دی اور یہ بھی اجازت دی کہ اگر ضرورت ہو تو مخادعت کی گفتگو کر سکتے ہیں۔

جب یہ لوگ چلے تو حضورؐ خود بقیع الغرقد تک اُن کے ساتھ گئے اور رخصت کیا ابو نائلہ کعب کے رضاعی بھائی تھے جب وہ وہاں پہنچے تو پہلے ابو نائلہ تنہا گئے۔ آواز دی وہ آیا تو انہوں نے ظاہر کیا کہ ہم لوگ رسول اللہ سے منحرف ہو گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح محمد صلے اللہ علیہ وسلم خراب اور ذلیل ہوں۔ وہ بہت خوش ہوا پھر انہوں نے اسلام کی وجہ سے اپنی پریشانی کا حال بیان کیا اور خواہش ظاہر کی کہ تم ہمارے ساتھیوں کا سامان حرب رہن رکھو اور خوراک کی چیزوں سے امداد کرو وہ فوراً راضی ہو گیا۔ اس طرح ابو نائلہؓ اس کے مکان تک اپنے ساتھیوں کو مسلح لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔

جب اس طرح یہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور کعب نیچے آیا تو ابو نائلہ نے پکڑ لیا اور دوسرے لوگوں نے

لہ ابو عبسؓ بن جبر الاوسی ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے اُن کے اور جبیش بن خذافہ کے درمیان مواخات کرائی تھی۔ ۱۲

قتل کیا اور اُس کا سر حضورؐ کی خدمت میں لے آئے آخر رات تھی حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے کہ یہ لوگ پہنچے۔ حارث ابن اوسؓ کو اپنے ہی ساتھیوں میں سے کسی کی تلوار سے زخم آ گیا تھا حضورؐ نے لعاب دہن لگا دیا فوراً اچھا ہو گیا۔

رات ہی کے وقت یہودیوں میں ہلچل مچی صبح کے وقت کچھ یہود حضورؐ کی خدمت میں آئے اور اس طرح کے قتل پر پریشانی کا اظہار کیا حضورؐ نے فرمایا کہ کعب کے اشعار گفتگو اور طرز عمل سے تم لوگ واقف ہو تم لوگ اگر اپنے معاہدہ پر قائم رہو تو ہم کو کوئی خصومت نہیں ہے اگر پھر معاہدہ کی بحد[1] ہوئی۔

غزوۂ اُحد

غزوۂ بدر میں بڑے بڑے اشراف قریش قتل ہوئے تھے اور جو صدمہ قریش کو بدر میں پہنچا تھا غالباً ایسا صدمہ اُن کو پہلے کبھی نہیں پہنچا تھا اب اُن میں سب سے بڑا سردار ابو سفیان تھا اُس نے مدینہ پر حملہ کیا جیسا غزوۂ سویق میں معلوم ہو چکا ہے اور اُس کو پھر ناکامی ہوئی۔ اس لیے ابو سفیان نے پھر مدینہ پر ایک زبردست حملہ کی پوری کوشش شروع کر دی۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ کنانہ اور تہامہ کے قبائل نے قریش کا ساتھ دیا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ عکرمہ بن ابی جہل صفوان ابن امیہ اور دوسرے معززین نے مال جمع کرنے کا انتظام کیا۔ اس طرح ابو سفیان قریش اُن کے حلفاء اور احابیش کو ملا کر تقریباً تین ہزار آدمیوں کو جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا اور جب یہ لوگ روانہ ہوئے تو اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ اُن کی حمایت اور غیرت کی وجہ سے کوئی بھاگ نہ سکے الغرض قریش اسطرح پورے ساز و سامان کو آئے اور جبل اُحد کے قریب مقام عینین میں آ کر ٹھہرے۔

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ جو عورتیں قریش کے ساتھ آئی تھیں اُن میں یہ بھی تھیں۔ ابو سفیان کے ساتھ ہند بنت عتبہؓ عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ ام حکیم بنت الحارث حارث اور ابن ہشام کے ساتھ فاطمہ بنت الولید صفوان ابن امیہ کے ساتھ برزہ بنت مسعود ابن ہشام اس کا نام رقیہ

---

[1] اپنی حالت کے مطابق انھوں نے دوبارہ عہد کو توڑا اور اسی کی سزا میں آخر کار تباہ ہوئے۔

بنت مسعود کہتے ہیں یعنی عبداللہ بن صفوان کی ماں عمرو بن العاص کے ساتھ ریطہ بنت حرثہ یہی عبداللہ بن عمرو بن العاص کی ماں ہیں۔ طلحہ بن ابی طلحہ کے ساتھ سلافہ بنت سعد خناس بن مالک کے ساتھ ابی برزہ بن عبید اور اس کی ماں۔ اور یہی حضرت مصعب بن عمیرؓ کی بھی ماں تھیں اور عمرہ بنت علقمہ جو بنی الحارث ابن عبد مناۃ کی ایک عورت تھی۔

جب مدینہ میں قریش کی خبر پہنچی تو حضورؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے حضورؐ کی رائے یہ تھی کہ ہم لوگ مدینہ سے باہر نہ نکلیں کفار شہر پر حملہ کریں تو شہر ہی میں مرد سامنے مقابلہ کریں اور عورتیں مکانوں کے اوپر سے پتھر پھینک کر کفار کو پریشان کر دیں یہی رائے عبداللہ بن ابی کی بھی تھی۔ اور کفار کی کثرت تعداد کی وجہ سے یہی رائے مناسب تھی۔ مگر بہت سے جلیل القدر صحابہ اس رائے کے خلاف ہو گئے۔ خصوصاً جو حضرات غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے ان کو بہت جوش تھا اور کہنے لگے کہ ہم نکل کر مقابلہ کریں گے شہر میں بیٹھ رہنا بزدلی کی علامت ہوگی۔ آخر حضورؐ بادل ناخواستہ مکان میں تشریف لے گئے اور مسلح ہو کر نکلے تو مخلص اصحاب کو اپنے اصرار پر پشیمانی ہوئی انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے بیجا اصرار کیا ہے۔ آپ کے نزدیک اگر نکلنا مناسب نہیں ہے تو یہیں ٹھہریئے اور جس طرح مناسب ہو کیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نبی جب سلاح پہن لے تو جائز نہیں ہے کہ دشمن سے فیصلہ کیئے بغیر سلاح اتارے۔

الغرض ستہ کے شوال میں جمعہ کے روز جمعہ کی نماز کے بعد ایک انصاری کے جنازہ کی نماز پڑھ کر حضورؐ ایک ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ اور مدینہ میں امامت کے لیئے حضرت ابن ام مکتومؓ کو مقرر کر دیا جب حضورؐ شوط میں پہنچے جو احد اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے تو وہاں عبداللہ بن ابی تین سو منافقوں کے ساتھ جدا ہو گیا۔ اور کہا کہ جب تم میری نہیں سنتے اور دوسروں کے کہنے پر عمل کرتے ہو تو تم اپنی گردنیں کیوں کٹواؤ۔ عبداللہ بن عمرو بن حزامؓ نے ان کو سمجھا کر روکنے کی کوشش کی مگر بدنصیب نہ مانا اور علیحدہ ہو گیا۔ اس کے بعد راستہ میں بعض دوسرے منافقین نے بھی کچھ شرارتیں کیں۔ مگر بہرکیف آپ احد پہنچے۔ اور وادی کے کنارہ

اس طرح ٹھہرے کہ جبل احد کو پشت کی جانب کیا۔ اور منع کر دیا کہ جب تک ہم حکم نہ دیں کوئی شخص قتال شروع نہ کرے۔

سنیچر کے روز صبح کے وقت قتال کی تیاری ہوئی۔ آپ کے ساتھ سات سو آدمی[1] تھے ان میں پچاس گھوڑے سوار تھے۔ آپ نے پچاس تیر اندازوں کو عبداللہ بن جبیرؓ[2] کی تحت فوج کے پیچھے ایک ایسی جگہ مقرر کر دیا جہاں سے اندیشہ تھا کہ دشمن پشت کی جانب سے فوج پر حملہ کر دیں گے ان تیر اندازوں سے حضورؐ نے تاکید کہدیا کہ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ دشمن کو اس طرف آنے سے روکو اور فوج کی جو حالت بھی ہو تم یہاں سے ہرگز حرکت نہ کرو۔

اس کے بعد دوسرا انتظام آپ نے اس روز یہ کیا کہ کم عمر نوجوانوں کو قتال میں شرکت سے منع کر دیا۔ عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ۔ اسامہ بن زیدؓ۔ اسید بن ظہیرؓ۔ عرابہ بن اوس حارثیؓ۔ زید بن ارقمؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ براء بن عازبؓ۔ عمرو بن حزمؓ۔ زید بن حارثہؓ۔ سمرہ بن جندبؓ۔ رافع بن خدیجؓ۔ ان سب حضرات کو قتال میں شرکت سے روکا گیا لیکن جب لوگوں نے سفارش کی کہ سمرہؓ اور رافعؓ بہت اچھے تیر انداز ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی عمر پندرہ سال ہے تو ان دو صاحبوں کو حضورؐ نے شرکت کی اجازت دیدی۔

---

[1] کہ جو کہ ہزار میں سے تین سو عبداللہ بن ابی کے ساتھ رہ گئے تھے ۱۲ منہ

[2] عبداللہ بن جبیرؓ انصاری خواتین بن جبیر کے بھائی ہیں حضرت براءؓ سے فخاری میں روایت ہے کہ یہ تیر اندازوں کے امیر تھے اُحد کے روز اور جب تیر انداز جگہ سے ہٹے تو یہ روک رہے تھے ۱۲ منہ

[3] ابن حجرؒ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے طریقہ سے ایک روایت حضرت براء بن عازبؓ سے نقل کی ہے کہ ہم کو کم سنی کی وجہ سے بدر میں رسول اللہ نے جدا کیا تھا احد میں ہم شریک ہوئے لیکن صحیح یہ ہے کہ بدر اور احد دونوں میں یہ شریک نہیں کیئے گئے کم سنی کی وجہ سے ۱۲ منہ

[4] زید بن ارقم بن زید انصاری خزرجیؓ ۱۲ منہ

[5] زید بن ثابت بن ضحاک انصاری خزرجی کاتب وحی بدر میں کم سنی کی وجہ سے شریک نہیں کیئے گئے اور صحیح یہ ہے کہ احد میں بھی نہیں کیئے گئے مگر بعض روایت ہے کہ احد میں شریک کیئے گئے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[6] عرابہ بفتح عین صحیح و رائے مہملہ مخفف بعد الف و موحدہ انصاری اوسی ۱۲ منہ

اس کے بعد حضورؐ نے صف بندی کی خود حضورؐ نے اُس روز زرہ پہنی تھی اور لوا حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ کو دیا تھا میمنہ اور میسرہ پر زبیرؓ بن العوامؓ اور منذرؓ بن عمرؓ کو مقرر کیا تھا۔ اپنی تلوار آپ نے ابی دُجانہ۔ سماک بن خرشہؓ کو عنایت کی جو بڑے شجاع اور بہادر ثابت ہوئے اور تلوار کا حق ادا کیا۔

قریش تین ہزار تھے اور اُن میں دو سو سوار تھے۔ اُن کے میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل تھے۔

مشرکین کی طرف سے میدان میں سب سے پہلے ابو عامر عبداللہ بن عمرو بن صیفی نکلا۔ یہ اوس جاہلیہ میں شمار ہوتا تھا اوس کا بڑا سردار تھا اسلام کے ظہور کے بعد حضورؐ کا بڑا دشمن ہو گیا۔ مکہ چلا گیا قریش کو جنگ کی ترغیب دی اور اُمید دلائی کہ ہمیں دیکھ کر بنی اوس کے سب لوگ میری طرف مائل ہو جائیں گے اور میرے پاس پہلے آئیں گے۔ یہ پہلے راہب مشہور تھا حضورؐ نے ابو عامر فاسق کر دیا اور اسی لقب سے مشہور ہو گیا۔ اُس نے میدان میں آکر اپنی قوم کو آواز دی۔ مگر قوم نے اس فاسق کو دیکھ کر جواب دیا جس کا وہ مستحق تھا خود اُس کے لڑکے حنظلہؓ میں جن کا ذکر آگے آتا ہے اُنہوں نے بھی اس کی پرواہ نہ کی۔ ابو عامر فاسق اُس روز مسلمانوں سے خوب لڑا اور شدید جنگ کی۔

اس روز مسلمانوں کی طرف سے جن بزرگوں نے داد شجاعت دی وہ یہ ہیں۔ ابو دُجانہؓ انصاری، حضرت علیؓ، شیر خدا حضرت حمزہؓ، اسد اللہ حضرت علیؓ، حضرت انس بن نضرؓ، سعد بن الربیعؓ وہی سب اول وقت مسلمانوں کی فتح تھی۔ کفار پسپا ہوتے ہوئے اُس مقام تک پہنچ چکے تھے جہاں تک عورتیں تھیں لیکن غلطی یہ ہوئی کہ تیر انداز مسلمانوں نے جب کفار کی ہزیمت دیکھی تو وہ الغنیمۃ الغنیمۃ کہتے ہوئے میدان میں پہلے آئے اور اُس مرکز کو چھوڑ دیا جہاں اُن کو رسول اللہؐ نے مقرر کر دیا تھا حضرت عبداللہؓ بن جبیر ان کو روکتے رہے مگر اُنہوں نے خیال نہ کیا۔ قریش کے سواروں نے جب اُس مقام کو تیر اندازوں سے خالی پایا تو وہ اُس طرف سے مسلمانوں کی پشت کی جانب آگئے اور ہر طرف سے مسلمانوں کو

ملہ ابی دُجانہ بضم سماک و فتح خرشہ و کسر شین معجمہ و سکون ہاء و فتح ہمزہ کذا فی الاصابۃ و غیرہ

احاطہ میں کر لیا۔ یہاں تک کہ ستر صحابہ شہید ہو گئے باقی منہزم ہو گئے اور رسول اللہ کفار میں گھر گئے آپ کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا۔ داہنی طرف نیچے کا مسوڑھا ٹوٹ گیا۔ خود بھی خود اس طرح سر میں بیٹھ گیا کہ اُس کا حلقہ نیچے گر گیا۔ کفار نے پتھر مارے جس سے پہلوئے مبارک پر چوٹ آئی۔ اور آپ ایک گڑھے میں گر گئے جو ابو عامر نے پہلے سے بنا رکھا تھا حضرت علیؓ نے آپ کو نکالا۔ حضرت طلحہؓ نے سنبھالا۔ خود کا حلقہ جو آپ کے جبڑوں میں گر گیا تھا اُس کو ابو عبیدہؓ بن جراح نے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا جس سے اُن کے دو دانت گر گئے۔

کفار نے ارادہ کیا کہ جو مسلمان درمیان میں آگئے ہیں اُن کو ہٹا کر رسول اللہ تک پہنچیں اور اُنہوں نے یورش کی مگر مسلمان درمیان میں حائل ہوئے اور تقریباً دس صحابہ وہیں شہید ہو گئے۔ حضرت ابو دجانہؓ اپنی پیٹھ کو ڈھال بنا کر رسول اللہ کے سامنے کھڑے ہو گئے کفار نے اُن کی پیٹھ پر تیر مارے مگر اُنہوں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر علم بردار تھے رسول اللہ کے سامنے اُنہوں نے قتال شدید کیا اور آخر وہیں شہید ہو گئے۔ عمرو بن قمیئہؓ نے اُن کو شہید کیا اور سمجھا کہ ہم نے رسول اللہ کو شہید کیا ہے چنانچہ کفار میں جا کر اُس نے یہی کہا۔ مصعبؓ کے بعد حضورؐ نے حضرت علیؓ کو دیا۔

شیر خدا حضرت حمزہؓ کے متعلق خود اُن کے قاتل وحشی حبشی کا بیان ہے کہ جس طرف چلتے تھے معلوم ہوتا تھا کہ جس طرح اونٹ کے چلنے سے ہتوں کے انبار میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح اُن کے سامنے کفار منتشر ہو جاتے تھے۔ ارطاۃ بن شرحبیل اور عثمان ابن ابی طلحہؓ دونوں یکے بعد دیگرے کفار کے علم بردار ہوئے اُنہوں نے ان دونوں کو قتل کیا۔ سباع بن عبد العزیٰ غبشانی آپ کے مقابلہ میں آیا آپ نے اُس کو بھی کام تمام کیا۔ آخر جبیر بن مطعمؓ کے حبشی غلام نے جس کا نام وحشی تھا چھپ کر دور سے آپ پر اپنا حبشی حربہ پھینکا جس سے آپ شہید ہوئے۔

ابو عامر فاسق مذکور کے لڑکے حنظلہؓ بڑے مرتبہ کے شخص ہیں غسیل الملائکہ اُن کا لقب ہے

ملہ فتح جمیع قاف و کسر میم و سکون عین و فتح ہمزہ کذا فی الاصلی و غیرہ

ملہ حضرت خالد بن ولید نے یوم احد سے زمانہ الصابا اور یوم الفتح تک کا زمانہ پایا اور یوم الفتح خالد سے سو دراسے سو شین جو مقتولات ۱۲ منہ

ملہ حضرت خالد بن ولید نے یوم احد سے زمانہ الصابا اور یوم الفتح تک کا زمانہ پایا اور یوم الفتح خالد سے سو دراسے سو شین جو مقتولات ۱۲ منہ

ملہ پر تو کہ تیر چلانے میں بہت ماہر تھا اس لئے اس کو یوم الفتح دیا گیا تھا کہ کفار کی طرف سے قتل دیا جائے جس نے آزاد کر دیا جائے۔

اُحد کے روز ابوسفیان کے مقابلہ میں لڑ رہے تھے اور غالب تھے قریب تھا کہ اُس کو قتل کریں لیکن
عمرو بن الاسود نے یہ دیکھا تو ابوسفیان کی مدد کی اور اُن کو قتل کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حنظلہ کو
فرشتے غسل دے رہے ہیں اُن کے گھر تحقیق کرو کہ یہ خاص معاملہ اُن کے ساتھ کیوں ہے۔ اُن کی
زوجہ نے کہا کہ جس وقت جہاد کا اعلان ہوا وہ جُنبی تھے اور اُسی حالت میں وہ چلے گئے تھے
حضورؐ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے۔

اُسی روز کسی کے ضرب سے حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ نکل پڑی۔ اُن کو لوگ حضورؐ کے
پاس لائے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اُن کی آنکھ کو اُس کی جگہ پر لگا دیا۔ تو کہتے ہیں کہ اُن کی
وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بہتر حالت میں تھی اور بہت صحیح تھی

غرض مسلمان ہر طرف سے گھر گئے تھے۔ زور کی لڑائی ہر طرف ہو رہی تھی۔ کفار کی خاص یورش
رسول اللہ پر تھی۔ ابن قمیئہ کفار میں مشہور کر دیا تھا کہ میں نے رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ شیطان نے
اسی حالت میں بلند سی آواز دی کہ محمدؐ قتل کر دیئے گئے۔ یہ سُنکر مسلمان حواس باختہ ہو گئے
اور ہر طرف اضطراب اور پریشانی چھا گئی۔

انس بن نضرؓ بھی حضرت انس ابن مالکؓ کے چچا نے دیکھا کہ عمر بن خطابؓ و طلحہ بن عبید اللہؓ
چند صحابہ و انصار کے ساتھ ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے پوچھا کہ تم لوگ بیٹھے کیوں ہو۔
کہا کہ رسول اللہ شہید ہو گئے۔ اُنہوں نے کہا کہ پھر اب اُن کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ تمہیں کام
کے لیے رسول اللہ نے جان دی ہے تم بھی جان دیدو۔ یہ کہکر آگے بڑھے اور حضرت معاذؓ سے
کہا کہ اے سعد میں اُحد کے پاس سے جنت کی بو آ رہی ہے۔ اُس کے بعد مقاتلہ کیا اور شہید ہوئے۔
حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں اُن کو پہچانتا تو اُن کے جسم پر ستر ضربیں تھیں اور بخاری میں ہے کہ اسّی سے
زیادہ زخم تھے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بیس زخم لگے تھے۔ کچھ زخم پیر میں لگا تھا جس سے وہ
لنگڑے ہو گئے تھے

ف۱ یہ بیہوشی کی حالت ہے جس کو موت سے تعبیر کرنے کے قصور کی وجہ سے معذوری ہوتا ہے

مسلمانوں کے اضطراب کا یہی عالم تھا کہ ایک جانب سے حضورؐ تشریف لائے۔ کعب بن مالکؓ نے
مغفر کے نیچے سے آپ کی آنکھیں دیکھیں اور پہچان لیا۔ زور سے آواز دی کہ مسلمانو بشارت ہو یہ رسول اللہ
موجود ہیں۔ یہ سُنکر ہر طرف سے صحابہؓ کر جمع ہو گئے۔ آپ ایک شعب میں تشریف لے گئے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ
علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، حارث بن الصمہؓ وغیرہم مہاجر و انصار آپ کے ساتھ تھے۔ آپ خون نکلنے کی وجہ سے
کمزور ہو گئے تھے۔ آکر بیٹھ گئے اور اُس روز بیٹھ کر آپ نے نماز پڑھائی اور صحابہ نے بھی بیٹھ کر
آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ ملعون ابی بن خلف اپنے گھوڑے پر سوار حضورؐ کو قتل کرنے کی نیت سے
وہاں آیا۔ حضورؐ نے حارث بن الصمہؓ سے ایک حربہ لیکر اُس کی گردن پر مارا جس سے وہ تلملا
گیا۔ گردن پر معمولی زخم آیا مگر وہ بھاگا۔

قریش میں جا کر اپنے زخم کی وجہ سے اُس نے بہت پریشانی ظاہر کی تو اُن لوگوں نے کہا کہ
تمہاری عجیب حالت ہے یہ تو ایک معمولی سا خراش ہے اس سے اتنا پریشان کیوں ہو۔ اُس نے
کہا کہ تم نہیں جانتے ایک دفعہ محمدؐ نے کہا ہے کہ ہم تم کو قتل کریں گے۔ اس لیے یہ تو زخم ہے اگر وہ
تھوک بھی دیتے تو موت یقینی تھی۔

یہ تو قریش میں جا کر اس ملعون نے ایک گھوڑا پالا تھا جس کا نام عود تھا۔ اُس کو
چراتا تھا اور کہتا تھا کہ اسی پر چڑھ کر محمدؐ کو قتل کروں گا۔ حضورؐ کو خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ
میں اُس کو قتل کروں گا۔ اُس روز اُسی گھوڑے پر آیا تھا جو یہ واقعہ پیش آیا۔ آخر مکہ کی طرف
لوٹتے وقت مقام سرف میں مر گیا۔

بنی عبدالاشہل میں ایک شخص تھے جو اصیرم مشہور تھے نام عمرو بن ثابتؓ تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ

ف۱ حارث بن الصمہؓ کہ صاحب اسد الغابہ و استیعاب و اصابہ ہیں لکھتے ہیں کہ ان کو اصابہ میں
ابو عمیر لکھا ہے اُن کو وہم ہوا ہے جیسے مسلم و اُن کو جنہیں ملکہ صحیح یہ ہے کہ ابو عمیر اُن کے لڑکے تھے واللہ اعلم
ف۲ عمرو بن ثابت بن وقش بن زغبہ بن زغوراء بن عبدالاشہل وہ حلیف بنی ثابت کے بھائی ہیں اور حضرت عباد
بن بشر کے چچا کے لڑکے اور حضرت حذیفہ بن الیمان کی ہمسن کے لڑکے۔ اسی کا یہ نسب ابن اثیر نے لکھا ہے اور
کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے ابن سعد نے اس کے خلاف لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے ۱۲ منہ

نیکی سے پیش آتے تھے مگر اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے تھے جس روز غزوۂ اُحد ہوا انکے دل میں خود بخود اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔ مسلمان ہوئے تلوار ہاتھ میں لی اور قتال میں آکر شریک ہوگئے مگر کسی کو خبر نہ ہوئی۔ جب بنی عبدالاشہل کے لوگ شہیدوں کی لاشیں دیکھ رہے تھے تو اُن پر نظر پڑ گئی۔ استعجاباً لوگوں کی زبان سے نکلا کہ واللہ یہ تو اصیرم ہیں۔ دیکھا تو کچھ رمق زندگی باقی تھی پوچھا کیسے آئے قومی محبت سے یا اسلام کی رغبت سے۔ انہوں نے کہا کہ میں خدا اور رسول پر ایمان لایا۔ پھر رسول اللہ کی حمایت میں لڑا۔ اور جو حال اب ہے دیکھتے ہو۔ اسی وقت اُن کا انتقال ہوگیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اصیرم نے ایک وقت کی نماز بھی قضا نہیں پڑھی مگر حضورؐ نے اُن کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔

مدینہ میں ایک شخص قزمان تھا حضورؐ فرماتے تھے کہ یہ جہنمی ہے لیکن غزوۂ اُحد کے روز اُس نے کفار کا بڑی دلیری سے مقابلہ کیا۔ تنہا سات آٹھ مشرکوں کو قتل کیا۔ صحابہؓ اُس کی دلیری سے بہت خوش ہوئے۔ زخمی ہوا تو دار بنی ظفر میں اُس کو لے گئے۔ مسلمانوں نے کہا کہ اے قزمان میں تجھ کو بشارت دیتا ہوں آج تو تو نے بڑا کام کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ بشارت کیسی اور کس چیز کی ہم تو صرف قومی محبت میں لڑے ہیں یہ نہ ہوتا تو ہم ہرگز نہ لڑتے۔ اسکے بعد جب زخم کی تکلیف اُس کو زیادہ ہوئی تو اُس نے خود کشی کرلی۔

بنی ظفر میں ایک شخص قزمان یہودی تھا۔ اُس نے کہا کہ اے معشر یہود نصاریٰ کی قسم تم جانتے ہو کہ اس وقت محمد کی مدد کرنا تم پر فرض ہے۔ سبھوں نے کہا کہ آج سبت ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ وقت سبت وغیرہ کچھ نہیں ہے اور اُس نے تلوار اٹھائی اور جنگ میں شریک ہوا اور قتل ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مخیریق اچھا یہودی تھا۔

انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہود ہمارے حلیف ہیں۔ اگر ارشاد ہو تو ہم اُن کو امداد کے لئے طلب کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہم کو اُن کی ضرورت نہیں ہے۔

حارث بن سوید بن صامت ایک منافق تھا۔ غزوۂ اُحد میں حضورؐ کے ساتھ گیا مگر موقع پاکر

---

* بنی عبدالاشہل انصار کا ایک قبیلہ ہے۔

مجذر بن زیاد بلوی کو شہید کردیا۔ اور قریش کے ساتھ مکہ بھاگ گیا وہاں سے کچھ روز بعد اپنے بھائی جلاس بن سوید کو لکھا کہ میرے لیے رسول اللہ سے معافی چاہو مگر معافی نامقبول ہوئی۔ اور آیہ نازل ہوئی کہ مرتد کے لیے فلاح نہیں ہے۔ غرض کے بعد پھر مدینہ آیا کسی دیوار کے پاس سے پوشیدہ منہ چھپا کر جارہا تھا حضورؐ نے دیکھ لیا حضرت عثمان بن عفان کو حکم دیا انہوں نے اُس کو قتل کیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ہند جنت جگر اور اُس کے ساتھ کی عورتوں نے شہدائے اُحد کو مُثلہ کیا اُن کے کان اور ناک کاٹ کر اُس کا ہار بنایا۔ اور اپنا ہار ہند نے خوشی میں وحشی حبشی قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیدیا۔ حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کرکے اُن کا جگر نکالکر چبایا۔ اور بہت سے فحش اشعار پڑھے۔

طلیس بن زبان الکنانی ایک کافر تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ابوسفیان اس حالت میں بھی حضرت حمزہؓ کے دہن مبارک پر کمان سے مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لو مزہ چکھو طلیس سے نہ دیکھا گیا اُس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اے بنی کنانہ دیکھتے ہو یہ قریش کا بڑا سردار ہے اور اپنے بنی عم کے ساتھ یہ سلوک کررہا ہے۔ ابوسفیان چونکا کہ اُوہ یہ غلطی تھی دیکھو کسی سے اس کا ذکر مت کرنا۔

اس کے بعد ابوسفیان جبل اُحد پر چڑھ گیا اور مسلمانوں کو مخاطب کرکے کہا کہ یہ غزوۂ بدر کا برابر بدلہ ہے۔ آج ہبل غالب ہوا۔ رسول اللہ کے حکم سے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اللہ غالب ہے اور وہی بزرگ و برتر ہے اور برابری نہیں ہوسکتی ہمارے مقتول جنت میں ہیں تمہارے جہنم میں۔

ابوسفیان نے جب حضرت عمرؓ کو دیکھا تو پوچھا کہ اے عمر کیا یہ سچ ہے کہ محمد قتل ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جھوٹ ہے۔ وہ تمہارا کلام سن رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ ابن قمیہ کہتا ہے کہ میں نے محمد کو قتل کیا اگر ہم تم کو اُس سے زیادہ سچا سمجھتے ہیں۔

پھر ابوسفیان نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارے مقتولوں میں کچھ لوگ مُثلہ کردیئے گئے ہیں ہم کو اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ اس سے ہم راضی ہوئے نہ ناراض۔ ہم نے کسی کو ایسا کرنے کو کہا۔ نہ منع کیا۔

Scanned by CamScanner

جس کے بعد کفار روانہ ہو گئے مگر ابوسفیان کہتا گیا کہ اب ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا۔

اس کے بعد حضورؐ نے حضرت حمزہؓ کی نعش مبارک دیکھی تو آپ کو صدمۂ عظیم ہوا۔ تمام شہداء کے جنازہ کی نماز پڑھ کر اُن کو وہیں دفن کیا۔ ایک ایک قبر میں دو دو تین تین شہداء دفن کیے گئے۔ بعض صحابہ بعض شہداء کی نعش کو مدینہ لے گئے تھے مگر بعد کو آپ نے فرما دیا کہ نہیں شہداء کو اُن کے مقتل ہی میں دفن کرو۔

حضرت صفیہؓ حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ وہ دیکھنے کے لیے آنے لگیں تو حضورؐ نے اُن کے لڑکے حضرت زبیرؓ بن العوام کو بھیجا کہ منع کر کے واپس کر دو۔ جب اُنہوں نے حضرت صفیہؓ کو رسول اللہ کا پیغام پہنچایا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ کیوں؟ میں سُن چکی ہوں کہ میرے بھائی کو کفار نے مُثلہ کیا ہے اور جانتی ہوں کہ اُن کی یہ حالت خدا کی راہ میں ہوئی ہے۔ جو کچھ ہوا ہے انشاء اللہ اس پر صبر کروں گی اور مشیت الٰہی پر سب سے زیادہ راضی رہوں گی۔ تب حضورؐ نے اجازت دیدی۔ اُنہوں نے جب بھائی کی نعش دیکھی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا دعائے مغفرت کی اور واپس چلی گئیں۔

غزوۂ اُحد ہفتہ کے روز شوال کی پندرہ تاریخ کو ہوا۔ اور سات تاریخ کو مسلمانوں میں ہوا یہ مسلمانوں کے لیے بڑی مصیبت اور بلا کا دن تھا۔ بہت سے جلیل القدر صحابہ اُس روز شہید ہو گئے۔ اس غزوہ میں صادق الایمان اور منافق اچھی طرح پہچان لیے گئے۔ اس غزوہ میں صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ کے رائے کی ادنیٰ مخالفت بھی کیسے کیسے مصائب کا باعث ہو سکتی ہے۔

شہداء کی تجہیز و تکفین

انبیاء اور صدیقین کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرات شہداء کرام کا ہے۔ دنیا کی اصلاح اور توحید کی اشاعت انہیں کی قربانیوں کی برکت سے ہے۔ اُن کی روح اُن کا جسم اور اُن کے خون کا ایک

ایک قطرہ خدا کی راہ میں صرف ہوا ہے۔ خدا نے اُن کو حیاتِ ابدی اور سرور سرمدی عنایت فرمایا۔ قرآن پاک میں منع کیا گیا ہے کہ اُن کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں چونکہ شہداء کے تجہیز و تکفین اور غسل کے احکام بھی دوسرے لوگوں سے جدا ہیں اور اُن مسائل کے استخراج کا زیادہ تعلق غزوۂ اُحد سے ہے اسلیئے یہاں پر بعض مسائل کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

غسل ائمہ اربعہ۔ ارباب سیر۔ اور اصحاب حدیث سب متفق ہیں کہ شہداء کو غسل دینا نہیں چاہیئے اسی غزوہ میں شہداء کو غسل نہیں دیا گیا بلکہ حضورؐ سے منع ثابت ہے اور غزوۂ اُحد میں آپ نے فرمایا کہ شہداء کو اُن کے خون کے ساتھ دفن کرو۔ لیکن اگر علم ہو جائے کہ جنبی تھے تو اس حالت میں غسل کے متعلق اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ صاحب فرماتے ہیں کہ اسی حالت میں غسل دینا واجب ہے۔ امام شافعیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ اس حالت میں بھی غسل نہ دیا جائے۔ وجوب غسل کی دلیل یہ ہے کہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر جمیل الملائکہؓ جنبی تھے مسلمانوں کو اس کا علم نہ تھا تو فرشتوں نے غسل دیا۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ واجب ہوتا تو خود حضورؐ غسل دیتے اسلیئے کہ جب غسل سے ملائکہ کے طہارت ہو گئی تو پھر غسل کی ضرورت باقی نہ رہی۔

کفن یہ بھی متفق علیہ ہے کہ شہداء اُحد کو حضورؐ نے اُن کے لباس ہی میں دفن کیا جدید کفن نہیں دیا اگر اختلاف یہ ہے کہ اُسی کپڑے میں دفن کرنا کفن مسنون ہے یا جو چاہے کفن دے سبیل الاسباب الادویہ امام ابوحنیفہؒ کا مشہور قول وجوب ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک استحباب تھا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ ظاہر و موافق سنت کے قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت صفیہؓ نے دو کفن بھیجا تھا ایک حضرت حمزہؓ کو دیا گیا اور ایک دوسرے شہید کو اگر اُسی کپڑے میں دفن کرنا واجب ہوتا تو یہ نہ دیا جاتا۔ یہ صحیح نہیں ہے حضرت حمزہؓ کو کفار نے مُثلہ کیا تھا۔ اُن کا پیٹ چاک کر دیا تھا اُن کا جگر نکال لیا تھا اس لیئے مجبوراً اُن کو دوسرا کفن دینا ضرور ہو گیا بغیر ایسے عذر کے جائز نہیں ہے۔ کفن کے جواز کا حکم ایسا ہی ضعیف ہے جیسا غسل کے جواز کا قول ضعیف ہے سنت رسولؐ کی پیروی بہر حال مقدم ہے۔

۱؎ حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب حضرت زبیرؓ کی والدہ اور حضورؐ کی پھوپھی ہیں۔

Scanned by CamScanner

صلوٰۃ جنازہ

شہدائے صلوٰۃ جنازہ کے متعلق اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے شہید پر صلوٰۃ جنازہ منع کرتے ہیں۔ امام احمدؒ صاحب کا ذو قول ہے ایک منع۔ اور دوسرا تعارض ادلہ کی وجہ سے اختیار اور دست بحق پر نہیں پانچ پڑھیں۔ امام ابوحنیفہؒ صاحب کہتے ہیں شافعیہ میں اختلاف ہے کہ منع سے مراد حرام ہے یا عدم وجوب۔ امام احمدؒ صاحب کے بعض قول سے استحباب بھی معلوم ہوتا ہے۔

جو لوگ منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضورؐ نے بالفعل راشدین میں سے حضورؐ کے مقام نے کسی غزوہ میں یا کسی موقع پر ایسے شہداء کے جنازہ کی نماز پڑھی ہو جو معرکہ میں شہید ہوئے ہوں۔ غزوۂ اُحد کے متعلق حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ کی روایت بخاری اور ترمذی میں موجود ہے کہ حضورؐ نے شہداء اُحد کو بلا غسل اُن کے اپنے لباس میں بلا صلوٰۃ جنازہ پڑھے ہوئے دفن کیا۔

علماء احناف کہتے ہیں کہ تمام اصحاب سیر لکھ رہے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں حضورؐ نے شہداء کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ ابن اسحاق حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت حمزہؓ کو چادر میں لپیٹا پھر اُن پر جنازہ کی نماز پڑھی اور اُس میں ستر تکبیریں کہیں پھر دوسرے شہداء کو لا لا کر اُن کے بغل میں رکھتے گئے اور حضورؐ اُن پر کے بعد دیگرے نماز پڑھتے گئے حتیٰ کہ اُس روز حضورؐ نے بہتر نمازیں جنازہ کی پڑھیں۔ واقدی کی روایت ہے کہ حضرت حمزہؓ کی نماز پہلے پڑھی اور اُس میں چار تکبیریں کہیں پھر ایک ایک شہید کو اُن کے بغل میں رکھتے گئے نماز کے بعد اُن کو اُٹھا کر دوسرے کو رکھتے لیکن حضرت حمزہؓ کو اپنی جگہ پر رہنے دیتے۔ حتیٰ کہ ستر نمازیں ہوئیں اور ہر نماز میں حضرت حمزہؓ کی نعش مبارک رہی۔

علاوہ اصحاب سیر کے خود صحیحین میں عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہؐ نکلے اور اہل اُحد پر آپ نے اسی طرح نماز پڑھی جس طرح میت کی نماز پڑھتے ہیں پھر منبر کے جانب لوٹے شرح سفر السعادت میں مُنی سے منقول ہے کہ حاکم نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ

حضرت حمزہؓ کی نعش پر گئے اور اُن کا حال دیکھا تو بہت روئے۔ ایک انصاری نے اپنا کپڑا حضرت حمزہؓ پر ڈالدیا۔ ابن ہمام نے اُس پر اضافہ کیا ہے کہ اس کے بعد شہداء پر آپ نے نماز پڑھی اسطرح کہ شہداء کو اُٹھا کر حضرت حمزہؓ کے پاس رکھتے جاتے تھے نماز کے بعد اُن کو اُٹھا کر دوسرے کو رکھا جاتا تھا اور حضرت حمزہؓ کو اپنی جگہ پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے گو بعض رواۃ پر جرح ہوئی ہے مگر مختار توثیق ہے۔ اور بہر حال درجہ حسن سے نازل نہیں ہے ایک حدیث ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے شہداء اُحد پر نوبت بہ نوبت نماز ادا کی اور حضرت حمزہؓ پر ستر نمازیں پڑھیں۔ اور دارقطنی نے اس باب میں ابن عباسؓ سے ایک روایت ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں روایتیں بھی درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔

مانعین کہتے ہیں کہ ان سب روایتوں میں کلام ہے اور سب کی سند مجروح ہے صرف حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت صحیح ہے۔ مگر یہ غزوۂ اُحد کے آٹھ برس بعد کا واقعہ ہے۔ خود بخاری میں حضرت عقبہؓ سے مروی ہے عن عقبہ بن عامر قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قتلی احد بعد ثمانی سنین کالمودع للاحیاء والاموات یہ وفات کے قریب حضورؐ نے شہداء پر وداع کے طور پر دعا پڑھی تھی جس طرح جنازہ میں جا کر آپ میت کے لیے دعائیں پڑھتے تھے اگر حقیقۃً صلوٰۃ جنازہ ہوتی تو آٹھ برس تاخیر کے کیا معنی۔

احناف کہتے ہیں کہ ان روایات کی سندیں درجہ حسن سے نازل نہیں ہیں۔ اور حدیث حسن قابل استدلال ہے خصوصاً جب متعدد طریقہ سے اعتضاد موجود ہے۔ اس کے علاوہ یہ حدیثیں مثبت ہیں۔ اور اس کے خلاف صرف ایک حدیث حضرت جابرؓ کی ہے اور وہ نافی ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ مثبت کو نافی پر تقدم ہوتا ہے۔ علاوہ ایں یہ تشریح موجود ہے کہ حضرت جابرؓ اپنے والد اور ماموں کی لاش کو لیکر مدینہ چلے گئے تھے تاکہ اپنی قبرستان میں اُن کو دفن کریں غالباً نماز کے وقت وہ موجود نہ تھے اس لیے اُن کو حال معلوم نہ ہوا لیکن جو لوگ موجود تھے اور بیان کرتے ہیں کہ نماز ہوئی اُن کے بیان سے انکار کی کیا وجہ ہے۔

۵ حضرت جابرؓ بن عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری ہیں سے تھے حضرت عبداللہؓ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے اور حضرت جابرؓ کی وفات ۷۳ھ میں ہوئی۔

Scanned by CamScanner

مولانا شاہ عبدالحق صاحب شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ نے عاصم بن ثابت کو دس آدمیوں کے ساتھ ایلہ اور شام کی جانب بھیجا تھا۔ اس میں ایک سو تیس آدمی شہید ہوئے اُن شہدا کے جنازہ کی نماز عاصم بن ثابت نے پڑھی۔

تدفین سنت یہ ہے کہ شہدا کو اُن کے مقتل میں دفن کیا جائے اور دوسری جگہ اُن کو نہ لیجایا جائے۔ غزوہ احد میں بعض صحابہ اپنے شہدا کو مدینہ لے گئے لیکن رسول اللہ کی طرف سے منادی ہوئی کہ شہدا کو اُن کے مقتل میں لے آؤ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے والد اور ماموں کی نعش کو پانی کے اونٹ پر لکھ کر مدینہ لے گئے۔ اور چاہتے تھے کہ اپنے مقبرہ میں دفن کریں کہ ایک شخص نے آواز دی کہ رسول اللہ تم لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ مقتولوں کو اُن کے مقتل میں واپس لیجاؤ اور وہیں دفن کرو جب ہم نے یہ سنا تو واپس ہوئے اور دونوں کو اُن کے مقتل میں دفن کیا حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں ایک دفعہ ہمیں لوگوں نے خبر دی کہ تمہارے والد کی قبر کھل گئی ہے ہم گئے اور جاکر دیکھا کہ جس طرح ہم نے اُن کو دفن کیا تھا بالکل اُسی طرح ہیں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے مچھ تر کو درست کر دیا۔ اور اُس کے بعد قاعدہ ہو گیا کہ شہدا کو اُن کے مقتل میں دفن کیا جائے۔

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے والد سوئے ہوئے ہیں۔ تھوڑا بہت بھی تغیر نہیں ہوا تھا لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے کفن کو بھی دیکھا تھا فرمایا کہ ایک خط دار چادر اُن کے مُنہ پر ڈالدی گئی تھی اور نیچے دں پر گھاس ڈالدی گئی تھی ہم نے دیکھا کہ چادر بھی اُسی طرح ہے اور گھاس میں بھی کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے حالانکہ دفن کو چھیالیس برس ہو چکے تھے۔

غزوہ احد میں حضورؐ نے دو دو تین تین شہدا کو ایک قبر میں دفن کیا۔ دفن کے وقت دریافت فرماتے کہ کس میں زیادہ قرآن کس کو یاد ہے جس کی نسبت لوگ خبر دیتے اُس کو آگے کرتے۔

حضرت عمرہؓ کو اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو جو حضرت حمزہؓ کے بھانجے اور رسول اللہ کے پھوپھی کے لڑکے تھے اور اُن کو بھی کفار نے مثلہ کر دیا تھا اور پیٹ چاک کر دیا تھا ایک قبر میں دفن کیا۔

عبداللہ بن عمرو بن حرام اور عمرو بن الجموح میں بڑی محبت اور دوستی تھی حضورؐ نے فرمایا کہ اُن دونوں دوستوں کو ایک قبر میں دفن کرو۔ چھ سال کے بعد اُن کی قبر بھی کھل گئی تھی عبداللہ بن عمرو بن حرام کا ہاتھ زخم پر تھا جب زخم لگا تھا تو انہوں نے اُس پر ہاتھ رکھ لیا تھا لوگوں نے اُن کے ہاتھ کو وہاں سے ہٹا دیا تو خون جاری ہو گیا۔ فوراً پھر ہاتھ کو وہیں رکھدیا تو خون بند ہو گیا۔

سریہ ابو سلمہؓ

غزوہ احد سے لوٹ کر جب حضورؐ مدینہ آئے تو یکم شوال اور دیقعدہ و ذی الحجہ مدینہ میں رہے جب محرم کا چاند ہوا تو ایک شخص نے مدینہ میں یہ خبر پہنچائی کہ طلحہ بن خویلد اور سلمہ بن خویلد دونوں بھائی اپنی قوم اور اپنے ساتھیوں کو لیکر نکلے ہیں اور بنی اسد بن خزیمہ کو رسول اللہ سے جنگ کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں حضورؐ نے حضرت ابو سلمہؓ کو اُن کی طرف بھیجا اور اُن کے ماتحت ڈیڑھ سو آدمیوں کو روانہ کیا جس میں ابو عبیدہؓ ابو عبیدہؓ اور بڑے بڑے مہاجر و انصار بھی تھے۔ یہ لوگ راستہ بدل کر پہونچے مگر نعم کو خبر ہو گئی وہ بھاگ گئے۔ اور بہت سی اونٹ بکریاں چھوڑ گیا جس کو یہ لوگ لے آئے بعض روایت میں ہے کہ خمس دیکر ہر شخص کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ پڑے تھے جنگ احد میں حضرت ابو سلمہؓ کے شانہ پر ایک زخم لگا تھا اور اچھا ہو گیا تھا مگر اس سفر کے پھر تازہ ہو گیا اور اُسی سے اُن کا انتقال ہو گیا۔

سریہ عبداللہ بن انیسؓ

محرم کی پانچ تاریخ کو خبر ملی کہ خالد بن سفیان الہذلی نے فوج اکٹھا کی ہے حضورؐ نے عبداللہ بن انیسؓ کو بھیجا انہوں نے اس کو قتل کیا اور اس کا سر لاکر حضورؐ کے سامنے رکھا حضورؐ نے اُن کو اپنا عصا مرحمت فرمایا انہوں نے کہا یا رسول اللہ قیامت کے روز یہ آپ کی نشانی ہو گی اور انتقال کے وقت وصیت کی کہ اس کو میرے کفن میں رکھ دینا۔

مہ صفت جو عیدہ بدر کو ایسی بڑی طاقت کہا جاتا تھا۔ یعنی امت کے ایسے تھے سنہ ۳ھ میں انتقال ہوا۔

یوم الرجیع

۳ھ صفر کی ابتدا میں کچھ لوگ عضل و قارہ کے مدینہ آئے اور کہا کہ ہماری قوم میں کچھ لوگ مسلمان ہوئے ہیں حضور سے خواہش ظاہر کی کہ آپ اپنے کچھ آدمی بھیجیے جو دین کی باتیں اُن کو بتائیں اور قرآن کی تعلیم دیں۔ ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ حضورؐ نے چھ آدمی کو اُن کے شامل بھیجا۔ مرثد ابن ابی مرثد الغنوی۔ خالد بن البکیر اللیثی۔ عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح۔ خبیبؓ بن عدی۔ زیدؓ بن الدثنہ بن معاویہ۔ عبداللہ بن طارق۔ اور مرثد بن ابی المرثد کو امیر مقرر کر دیا لیکن بخاری میں ہے کہ دس آدمی بھیجا۔ اور عاصم بن ثابت کو امیر مقرر کیا واللہ اعلم

جب یہ لوگ رجیع میں پہنچے جو ہذیل کے پانی کا مقام ہے تو اُن کی بہتوں نے غدر کیا اور آواز دی۔ بنی ہذیل تلوار لیکر پہنچے صحابہ بھی اپنی سواریوں پر تھے کہ اُن لوگوں نے گھیر لیا۔

صحابہ تلواریں لیکر لڑنے کو سنتے ہوئے مگر اُنہوں نے کہا کہ ہم تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے صرف اہل مکہ سے کچھ مال لینا چاہتے ہیں۔ تم خود ہمارے ساتھ آجاؤ ہم خدا کو درمیان دیکر عہد کرتے ہیں کہ تمہارے ایک شخص کو بھی ہم قتل نہ کرینگے۔

مرثدؓ۔ خالدؓ اور عاصمؓ نے کہا کہ ہم مشرکین کا عہد قطعاً قبول نہ کرینگے یہ لوگ لڑے اور تینوں حضرات شہید ہوئے۔ مگر خبیبؓ۔ زیدؓ اور عبداللہ بن طارقؓ نے نرمی کی اور تینوں قید ہو گئے اُن بھوں نے ان تینوں اصحاب کو باندھا اسی وقت عبداللہ بن طارقؓ نے کہا کہ یہ پہلی غداری ہے مگر واں کچھ نہ کریں گے مقام ظہران میں پہنچے تو کسی طرح ہاتھ چھڑانے میں کامیاب ہو گئے۔ تلوار ہاتھ میں لے لی مگر کفار نے دور سے پتھر مار کر شہید کر دیا۔ اور وہیں اُن کو دفن کر دیا۔

حضرت خبیبؓ اور زیدؓ کو مکہ لے گئے۔ اور قریش کے پاس ہذیل کے دو قیدی تھے اُنکے بدلہ اُن کو بیچ دیا۔ بعض ابن اسحٰق کی نے حضرت خبیبؓ کو عقبہ بن حارث بن عامر کے لیے لیا تاکہ

لہ زید ابن الدثنہ بفتح دال مہملہ و کسر مثلثہ بعدہ نون ۱۲ منہ

حارث کے بدلہ اُن کو قتل کرے کیونکہ غزوہ بدر میں حارث کو حضرت خبیبؓ نے قتل کیا تھا۔ اور زید بن الدثنہ کو صفوان ابن امیہ نے لیا تاکہ اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلہ قتل کرے۔

صفوان نے اپنے غلام نسطاس کے ساتھ زید بن الدثنہؓ کو حرم کے باہر تنعیم میں بھیجا تاکہ قتل کرے۔ کچھ قریش بھی اس قتل کا تماشا دیکھنے کے لیے وہاں گئے اُن میں ابوسفیان بھی تھا اُس نے پوچھا کہ اے زید کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم کو چھوڑ دیا جائے کہ اپنے اہل کے ساتھ خوشی سے رہو اور تمہاری جگہ ہم محمدؐ کی گردن ماریں۔ زیدؓ نے کہا کہ واللہ ہمیں یہ بھی پسند نہیں ہے کہ ہم آزاد اپنے اہل میں ہوں اور محمدؐ اس وقت جہاں ہیں وہیں اُن کو ایک کانٹا لگ جائے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں نے کسی کو کسی کا ایسا محب نہیں پایا جیسا محمد کے اصحاب محمدؐ کو محبوب رکھتے ہیں پھر نسطاس نے حضرت زیدؓ کو اس کے بعد قتل کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت خبیبؓ اُن لوگوں کی قید میں رہے۔ عبید بن اباب کی لونڈی ماویہ پیچھے مسلمان ہو گئی وہ بیان کرتی ہے کہ خبیبؓ جب ہم لوگوں کے قید میں تھے تو ہم نے ایک روز دیکھا کہ وہ انگور کا ایک بڑا خوشہ آدمی کے سر کے برابر لئے ہوئے تھے اور اُس میں سے انگور کھا رہے تھے حالانکہ مکہ میں انگور بالکل نہیں ہوتا ہے۔ وہی کہتی ہے کہ جب قتل کا وقت قریب ہوا تو اُنہوں نے صفائی کے لیے مجھ سے اُسترہ مانگا میں نے ایک لڑکے کو اُسترہ دیکر اُن کے پاس بھیجدیا۔ مگر فوراً مجھے خیال ہوا کہ یہ میں نے کیا کیا۔ دیکھتی ہوں تو لڑکا خبیبؓ کے زانو پر ہے اور اُسترہ اُن کے ہاتھ میں ہے میں مضطرب ہوئی خبیبؓ نے کہا کہ ڈرتی ہو کہ میں لڑکے کو قتل کر دوں گا۔ نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس کے بعد لڑکے کو چھوڑ دیا۔

جب حضرت خبیبؓ کو صلیب دینے حرم سے باہر تنعیم میں لے گئے تو اُنہوں نے اجازت لیکر بڑے خشوع و خضوع سے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ اگر تم یہ نہ سمجھتے کہ میں موت کے ڈر سے دیر کر رہا ہوں تو میں نماز میں اور تاخیر کرتا۔

اس کے بعد آپ نے یہ دعا کی اللھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تغادر

منهما حدا۔ اس کے بعد اشعار پڑھے جو خوبی اور صداقت سے لبریز ہے ابن ہشام نے اُن کو نقل کیا ہے اُن میں کا ذو شعر امام بخاری نے صحیح میں نقل کیا ہے اور وہی دونوں شعر ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

ولست ابالی حین اُقتل مسلما ۔۔۔ علی ای شق کان فی اللہ مصرعی

وذلک فی ذات الالٰہ وان یشا ۔۔۔ یبارک علی اوصال شلو ممزع

اس کے بعد کفار نے اُس پیکر رضا و صبر کو صلیب پر چڑھایا۔ اور نگرانی کے لیے نگہبان مقرر کر دیا مگر کسی طرح رات کے وقت حضرت عمرو بن امیہ الضمری اُن کی نعش کو لے گئے اور دفن کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

واقعہ بیر معونہ

اسی صفر کے مہینہ سنہ میں بیر معونہ کا واقعہ ہوا۔ ابو براء عامر بن مالک جو ملاعب الاسنہ مشہور تھا حضور کے خدمت میں آیا حضور نے اسلام کی دعوت دی۔ وہ نہ مسلمان ہوا اور نہ اُس نے اسلام سے نفرت ظاہر کی بلکہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ اپنے اصحاب کو نجد بھیجیں اور وہ وہاں آپ کے دین کی دعوت دیں تو میں اُمید ہے کہ وہ لوگ قبول کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اہل نجد سے اندیشہ ہے۔ ابو براء نے کہا کہ ہم اپنے جوار میں لیتے ہیں اور ذمہ قبول کرتے ہیں۔ تب حضور نے منذر ابن عمرو کو امیر بنا کر ان کے ساتھ حارث ابن الصمہ حرام[1] ابن ملحان عروہ[2] ابن اسماء نافع بن بدیل عامر بن فہیرہ اور ستر مسلمانوں کو جو قرا مشہور تھے بھیجا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ چالیس آدمی تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ ستر آدمی تھے جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے اور دوسرے صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔

[1] حرام الفتح حاء و اسکان راء ابن ملحان بکسر میم بالحرث انس کے ماموں ہیں اُن کی ماں ام سلیم کے بھائی ۱۲ منہ

[2] عروہ ابن اسماء السلمی حلیف بنی عمرو بن عوف ۱۲ منہ

صحابہ رسول اللہ جب بیر معونہ پہنچے جو ارض بنی عامر اور حرۃ بنی سلیم کے درمیان ہے تو وہاں سے اُن لوگوں نے حرام ابن ملحان کو رسول اللہ کا خط لیکر عامر الطفیل کے پاس بھیجا اُس بدمعاش نے خط دیکھا بھی نہیں اور ایک شخص کو اشارہ کیا جس نے پیچھے سے آکر ان کو شہید کر دیا۔

اس کے بعد ہی اُس نے بنی عامر میں صحابہ پر حملہ کرنے کا اعلان کیا مگر ان لوگوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم ابو براء کے ذمہ کو خفیف کرنا نہیں چاہتے تب اُس نے قبائل بنی سلیم یعنی رعل ذکوان عصیہ۔ بنی لحیان میں اعلان کیا وہ سب تیار ہو گئے اور فوراً اصحاب رسول اللہ کو گھیر لیا صحابہ نے کہا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے ہم رسول اللہ کی طرف سے ایک کام پر جا رہے ہیں اور یہیں جا رہے ہیں ہم یہاں ٹھہرنا بھی نہیں چاہتے مگر کفار نے نہ مانا مجبوراً صحابہ نے کچھ مدافعت کی مگر تھوڑے سب بزرگان شہید کر دیئے گئے صرف کعب بن زید بن النجار گو بہت زخمی ہو گئے تھے مگر مقتولوں کے درمیان سے کسی طرح بچ گئے اور غزوہ خندق میں شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جماعت کے پیچھے دو شخص نگرانی کے لیے تھے عمرو بن امیہ الضمری اور ایک انصاری جن کا نام ابن قیم نے منذر بن عقبہ بن عامر لکھا ہے اور ابن ہشام منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن الجلاح لکھتے ہیں۔ ان حضرات نے دور سے موکر کی جگہ جانوروں کو منڈلاتے دیکھا شبہ ہوا آئے منذر سے نہ رہا گیا لڑے اور شہید ہو گئے۔ عمرو بن امیہ قید ہو گئے مگر عامر کو معلوم ہوا کہ یہ قبیلہ بنی مضر کا ہے تو اُس نے اُن کی پیشانی کا بال کاٹ کر اپنی ماں کی طرف سے آزاد کر دیا۔

عمرو بن امیہ وہاں سے چلے مقام قرقرہ میں جب آئے تو ایک درخت کے سایہ میں ٹھہرے وہیں بنی کلاب کے دو شخص اور آکر ٹھہرے۔ دونوں سو گئے تو عمرو بن امیہ نے دونوں کو قتل کر دیا اور سمجھے کہ ہم نے اصحاب رسول اللہ کا بدلہ لیا مگر دونوں رسول اللہ کے حلیف تھے اُن کو اس کی خبر نہ تھی۔ یہ جب مدینہ آئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو حضور نے فرمایا کہ ان دونوں کی تو ہمیں دیت دینی ہوگی۔

جدید صفحہ گذشتہ۔ مجھ سے تو واقعہ اور شخص کا لفظ پڑھ کر ہے ہیں حالانکہ مجھے نہیں ہے کہیں اشارہ کا لفظ ہے ۱۲ منہ

بنو النضیر بنو کلاب کے حلیف تھے۔ اس لیے حضورؐ اسی دیت کی گفتگو کے لیے بنو النضیر میں گئے تھے جو عمرو بنو النضیر کی وجہ ہوئی اُس کی تفصیل یہودیوں کے حال میں بیان ہو چکی ہے۔
واقعہ بیر معونہ کے بعد ایک مہینہ تک نماز میں رکوع کے بعد آپ نے قنوت پڑھی اور انیس رعل وذکوان لحیان وبنی عصیہ یعنی قاتلین قراء صحابہ کے لیے بددعا کی پھر موقوف کر دیا

قنوت نازلہ

تمام روایتیں متفق ہیں کہ حضورؐ نے بیر معونہ کے واقعہ کے بعد قراء صحابہ کے قاتلین پر ایک مہینہ تک نماز فجر میں رکوع کے بعد بددعا و لعنت کی صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے پورا قصہ بیر معونہ کا بیان کیا پھر فرمایا کہ اُس کے بعد حضورؐ نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں قاتلین کے قبیلوں پر بددعا کی حضرت انسؓ نے پھر فرمایا کہ قنوت کی یہ ابتدا تھی اس کے پہلے ہم لوگ قنوت نہیں کرتے تھے اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ایک مہینہ تک عشاء میں یہ دعا پڑھی اللھم انج الولید بن الولید اللھم انج سلمۃ بن ھشام اللھم انج عیاش بن ابی ربیعہ اللھم انج المستضعفین من المومنین اللھم شدد وطاتک علی مضر اللھم اجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف پھر ایک روز آپ نے دعا ترک کر دی میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ نہیں دیکھتے ہو وہ لوگ تو آ گئے۔
مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے دوسری روایت ہے کہ فجر کی نماز میں جب حضورؐ قراءۃ سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کے بعد کھڑے رہتے اور دعا پڑھتے اللھم انج الولید بن الولید وسلمۃ بن ھشام وعیاش بن ابی ربیعہ والمستضعفین من المومنین اللھم اشدد وطاتک علی مضر اجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف اللھم العن لحیان ورعلا وذکوان وعصیۃ عصت اللہ ورسولہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں شہدتہ انہ تولی وقال لما انزل لیس لک من الامر شئی او یتوب

[1] حضرت ابوہریرہ بنی دوس کے حلیف تھے اصلی نام عبد الرحمن تھا قبیلہ بھر میں سے یہی شخص ہیں اسلام قبول فرمایا۔

علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون۔
اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں دعاؤں کا زمانہ ایک ہے اگرچہ صحابہ کبھی صرف ضعفا صحابہ کی دعا کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی صرف کفار پر لعنت کی دعا کا ذکر کرتے ہیں
حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ قنوت کی ابتدا تھی اس سے پہلے بھی آپ نماز میں اس قسم کی دعا نہ کی تھی۔ اور یہ بھی دونوں روایتوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ اس دعا کی مدت ایک مہینہ تھی۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ اس کے بعد بھی اس قسم کا قنوت آپ نے نہ کیا امام محمد صاحب کتاب الآثار میں لکھتے ہیں اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا الا مرۃ واحدۃ قنت یدعو علی حی من المشرکین لم یقنت قبلہ ولا بعدہ اور مسند امام اعظم بروایت حصکفی میں اس روایت کی سند ہے ابو حنیفۃ عن ابراھیم عن علقمۃ عن ابن مسعود اس سند کے نسبت ابن امیر حاج کہتے ہیں کہ اصحاب علیہ لیکن دوسرے محدثوں نے بھی عبداللہ بن مسعود سے اسی کے مثل روایت کیا ہے مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ نے فجر میں کبھی قنوت نہ کیا حتی کہ دنیا سے رخصت ہوئے سوائے ایک مہینہ کے جس مشرکین کے ایک قبیلہ پر آپ نے بددعا کی نہ اس کے قبل قنوت کیا نہ اس کے بعد۔
ایک مہینہ کے بعد جب حضورؐ نے ترک کر دیا تو حضرت ابوہریرہؓ نے حضورؐ سے اس کی وجہ پوچھی آپ نے صفا کے پاس دعا ترک کرنے کی وجہ تو یہ بتائی کہ وہ آ گئے اس لیے حاجت نہ رہی اور مشرکین کے لیے دعا ترک کی اس لیے کہ یہ آیت نازل ہوئی لیس لک من الامر شئی او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون جس حضورؐ کو دعا کرنے سے منع کر دیا گیا۔
اس منع کا ذو طلب ہو سکتا ہے یا اس خاص گروہ پر دعا کرنے سے منع کیا گیا یا مطلقاً اس قسم کی دعا سے منع کیا گیا صحیح یہ ہے کہ مطلق امتناع نہ تھا بلکہ ضرورت کے وقت اس قسم کی دعا مشروع ہی صحابہ کرام کا تعامل اس پر دلیل ہے۔

Scanned by CamScanner

مسئلہ کہ اب سے حضرت صدیق کے وقت میں جنگ ہوئی تو انہوں نے قنوت میں دعا کی حضرت عمرؓ نے اہل کتاب سے مقابلے کے وقت قنوت میں دعا کی حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگ ہوئی تو دونوں نے قنوت میں دعا کی۔ اور مختلف صحابہ سے جو قنوت کرنے اور نہ کرنے کی بظاہر متضاد روایتیں آئی ہیں اس کا صحیح محل یہی ہو سکتا ہے کہ وہ فجر میں ہمیشہ قنوت نہیں کرتے تھے لیکن ابتلا اور مصیبت کے وقت کرتے تھے۔ امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں نہایت بسط سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کبار کا یہی مسلک تھا اور اس کے ثبوت میں بہت سی روایتیں لائے ہیں۔ اسی وجہ سے صحیح یہ ہے کہ علماء حنفیہ بھی نازلہ کے وقت قنوت کے قائل ہیں۔

بحر الرائق میں غایۃ سے منقول ہے کہ اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام صلوٰۃ جہریہ میں قنوت پڑھے یہی قول سفیان ثوری اور امام احمد کا ہے اور جمہور اہل حدیث کہتے ہیں کہ نازلہ کے وقت ہر نماز میں قنوت مشروع ہے۔

علامہ شامی منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق میں لکھتے ہیں کہ شارح نے غایۃ کا حوالہ دیا ہے لیکن غایۃ البیان میں یہ مسئلہ جس نہ ملا شاید غایۃ السروجی مراد ہو واللہ اعلم مگر حواشی مسکین اشباہ اور شرح النبیل میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ پھر علامہ شامی اسی میں لکھتے ہیں کہ آیۃ سے استدلال کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس وقت کوئی ضرورت باقی نہیں رہی تھی کہ قنوت کی ضرورت ہو لیکن قنوت عند النازلہ اس کے بعد بھی مشروع رہا صحابہ کرام کے قنوت کا صحیح محل یہی ہو سکتا ہے یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر جمہور ہیں۔ حافظ ابو جعفر طحاوی کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں صلوٰۃ فجر میں قنوت نہیں چاہیے لیکن اگر کوئی فتنہ ہو جائے۔ یا مسلمانوں پر کوئی بلا نازل ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ طحاوی تصریح فرماتے ہیں کہ بلا سے مراد ہے کہ مثلاً طاعون یا ہیضہ پھیل جائے۔ یا کوئی سخت دشمن حملہ کر دے۔

طحاوی کے اس قول کو ابن ابی الحاج نے شرح منیہ میں نقل کیا ہے اس سے علامہ شامی ملا علی

۱۔ امام ابو جعفر طحاوی۔ ان کا نسب اس طرح پر ہے ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الازدی الحجری متوفی ۳۲۱ھ مصر میں طحا نامی ایک گاؤں ہے مصر میں رہائش تھی

قاری اور مولانا عبدالحی صاحب وغیرہ نقل کرتے ہیں۔

بحر الرائق میں ہے کہ قنوت کی اجازت عند النازلہ صلوٰۃ جہریہ میں ہے بنایہ اور اشباہ وغیرہ میں بھی یہی ہے لیکن امام طحاوی اور دوسرے علماء کی روایتیں ہیں کہ صلوٰۃ فجر میں قنوت پڑھے اور یہی عند الحنفیہ مشہور ہے علامہ شامی لکھتے ہیں کہ ظاہر الروایۃ یہاں دو روایتیں ہیں واللہ اعلم

قنوت فی الفجر

امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیشہ صبح کی نماز کے آخر رکعت میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنا سنت راتبہ ہے اور وہ دعا یہ ہے اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ فرماتے ہیں کہ امام جہر سے پڑھے اور مقتدی آمین کہیں۔ امام مالک صاحب بھی یہی کہتے ہیں مگر وجوب نہیں کہتے۔

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں نہایت بسط سے اس کی تردید کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ امر محال ہے کہ رسول اللہ نے زندگی بھر صبح کے وقت جہر سے اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ پڑھا ہو صحابہ برابر آمین کہتے ہوں۔ یہ وفات تک آپ کا یہ دستور رہا ہو۔ اور جمہور صحابہ بلکہ کل صحابہ اس کو بھول جائیں۔ اور یہاں تک کہ بعض محدث اور بعض بدعت کہیں۔

ابو مالک الاشجعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ آپ نے آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا وہ لوگ فجر میں قنوت پڑھتے تھے۔ فرمایا کہ بیٹا یہ محدث ہے صحابہ نہیں اور امام احمد نے اس کو روایت کیا اور ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

دار قطنی میں حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے فرمایا ہے کہ قنوت صلوٰۃ فجر میں بدعت ہے۔

بیہقی ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کے پیچھے نماز صبح پڑھی انہوں نے

حضرت مصنف گذشتہ ۔ واقع ہے پیدا ہوئے ۹۲ برس کی عمر پائی اور ۱۰۲ھ میں انتقال فرمایا حدیث کی بہت کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ منہ

Scanned by CamScanner

قنوت نہ پڑھا میں نے پوچھا تو فرمایا کہ میں یاد نہیں ہے کہ میرے اصحاب میں سے کسی نے پڑھا ہو۔ ابن عمر کی غرض اصحاب سے لاحالہ اصحاب رسول اللہ ہیں۔ اور جو چیز روزانہ صبح کی نمازمیں ہو اُس کا یاد نہ رہنا یا اسی درجہ میں بدرجہ شدید انکار ہے۔

غالبہ کی مکمل دلیل اس باب میں سب سے واضح روایت ابن ابی خدیک کی ہے وہ عبداللہ بن سعید المقبری سے۔ وہ اپنے باپ سے۔ وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صبح کی نماز کی دوسری رکعت میں جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بآواز بلند یہ دعا پڑھتے

اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت تبارکت ربنا وتعالیت

مگر یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ عبداللہ بن سعید المقبری منکر الحدیث ہیں۔

ابوجعفر رازی۔ ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت کیا حتی کہ آپ نے دنیا چھوڑی۔ مسند اور ترمذی وغیرہ میں یہ روایت ہے مگر ابوجعفر رازی صاحب مناکیر ہیں اُن کی روایت حجت نہیں ہے۔ دوئم اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ قنوت سے دعا خاص مراد ہے یا تطویل ارکان۔ سوئم اس روایت کے خلاف حضرت انسؓ ہی سے مروی ہے شعبہ قیس بن ربیع سے اور وہ عاصم بن سلیمان سے عاصم کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ سے پوچھا کیا ایک جماعت کہتی ہے کہ رسول اللہ ہمیشہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہیں رسول اللہ نے صرف ایک مہینہ قنوت پڑھا مشرکین کے بعض قبیلہ پر دعا کرتے تھے قیس پر کئی ابن معین نے جرح کی ہے مگر بہرحال بابوحضرت اچھے ہیں۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ سے اس باب میں متعدد روایتیں ہیں اور بظاہر ایک دوسرے کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔ مگر صحیح مفہوم سمجھنے کے بعد اختلاف باقی نہیں رہتا۔ قنوت خاص دعا کو قنوت کہتے ہیں۔ اور صحابہ تعدیل ارکان اور طول قیام کو قنوت کہتے تھے اور کبھی قنوت میں خاص دعا کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ اس فرق کو پیش نظر رکھکر تمام روایات

* آپ ہی یہاں اللہ الصمد پڑھتے ہیں اور ۱۳ھ میں وفات پائی۔

کو دیکھو کچھ اختلاف باقی نہیں رہتا۔

البتہ حضرت ابوہریرہؓ سے بطریق صحیح مروی ہے کہ وہ صبح کی نماز میں بعض اوقات بعض محلہ کے بعد قنوت کرتے تھے جس میں دو شخص کے لئے دعا اور کفار پر لعنت کرتے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ بلاشبہ حضور نے اسی طرح قنوت کیا اور حضرت ابوہریرہؓ اسی کی تعلیم کے لئے بھیجے گئے تھے اس سے اہل کوفہ کی تردید ہوتی ہے اس لئے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی صبح کی نماز میں اس طرح قنوت کرے تو وہ بدعت نہیں ہے جیسا اہل کوفہ کہتے ہیں۔ حدیث الاسلام ہے بیشک کہ کوئی کبھی اچھا نہ کرے تو بھی اچھا ترک اور فعل دونوں رسول کی سنت ہے کوئی بدعت نہیں۔

لیکن دلیل یہ ہے کہ یہ بدعت صرف اہل کوفہ نہیں کہتے بلکہ بدعت کا فتویٰ خود صحابہ کا ہے جیسا معلوم ہوا اس لئے ابوہریرہؓ کی روایت کا یہ مطلب لیا جائے کہ وہ نماز کے وقت ایسا کبھی کرتے تھے تو کوئی دقت نہیں ہوتی کیونکہ نماز کے وقت ایسا کبھی کبھی سنت متروکہ ہونا ثابت

غزوۂ بنی النضیر

بیرمعونہ کے واقعہ کے بعد غزوۂ بنی النضیر ہوا۔ اس غزوہ کا حال ہم ذکر کر چکے ہیں۔

غزوۂ ذات الرقاع

جمادی الاول ۴ھ یا محرم ۵ھ میں بنی انمار کے قبائل بنی محارب اور بنی ثعلبہ کے مقابلہ کی نیت سے حضور خود نکلے۔ مدینہ میں حضرت ابوذر غفاریؓ یا حضرت عثمان بن عفانؓ کو خلیفہ کر دیا بعض روایت میں ہے کہ آپ کے ساتھ چار سو آدمی تھے بعض روایت میں سات سو تھے۔

بنی انمار کی ایک بڑی جمعیت مقابلہ میں آئی مگر جنگ نہ ہوئی۔ حضرت جابرؓ سے صحیح سند میں روایت ہے کہ حضور کی جگہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے تھی اور حضور کی تلوار درخت میں لٹک رہی تھی ایک مشرک آیا اور وہی تلوار لٹکا کر حرکت دینے لگا اور حضور سے پوچھا کہ آپ

* اتفاق ۔ عربی میں گیارہ سے نو تک کے عدد کو کہتے ہیں

ہم سے ڈرتے نہیں آپ نے فرمایا کہ جس نے کہا کہ نہیں ڈرتے میرے ہاتھ میں تلوار ہے آپ کو کون بچا سکتا ہے حضور نے فرمایا کہ خدا بچانے والا ہے آخر اس نے تلوار پھر غلاف میں کر کے درخت میں لٹکا دی۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ اس مشرک کا نام غورث تھا اور اپنی قوم سے لشکر لایا تھا کہ میں محمدؐ کو قتل کرتا ہوں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضور نے صلوٰۃ خوف پڑھی۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف غزوۂ ذات الرقاع میں مشروع ہوئی یا غزوۂ بنی النضیر میں۔

الغرض اس کے بعد حضور وہاں سے لوٹ آئے اتنے وقت ایک کافر کی ایک عورت کو کسی مسلمان نے سخت بات کہی تھی۔ وہ مشرک جب آیا اور اس کو معلوم ہوا تو اس نے قسم کھالی کہ جب تک ایک مسلمان کو قتل نہ کروں گا دم نہ لوں گا چنانچہ مسلمانوں کی لشکر کا اس نے پیچھا کیا حضور وہاں سے لوٹ کر ایک شعب میں ٹھہرے اور سب پر حضرات عمار بن یاسرؓ اور عباد بن بشرؓ کو حفاظت کیلئے مقرر کر دیا۔ ان دونوں حضرات نے طے کیا کہ پہلی نصف شب عباد بن بشرؓ جاگیں اور آخر نصف میں عمار بن یاسرؓ عباد بن بشرؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ اس کافر نے تیر مارا ان کو لگی۔ انہوں نے تیر نکال کر پھینک دیا مگر نماز نہ توڑی اس نے پھر تیر مارا اور پھر مارا تین تیر مارے مگر انہوں نے نماز کو نہ توڑا آخر نماز پوری کر کے ساتھی کو جگایا حال کہا دشمن کو تلاش کیا وہ بھاگ گیا جب حضرت عمارؓ نے ان کا خون دیکھا تو کہا سبحان اللہ آپ نے ہمیں پہلے ہی تیر میں کیوں نہ جگا دیا حضرت عبادؓ نے فرمایا کہ میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا یہ بات پسند نہ آئی کہ اس کو پورا نہ کروں۔

تیسرے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع میں ہم چھ آدمی ایک اونٹ پر باری باری کر کے گئے تھے۔ ہم لوگوں کا پیر پھٹ گیا تھا اس لیے پیر میں چیتھڑے لپیٹ لیے تھے اسی لیے اس غزوہ کا نام غزوۂ ذات الرقاع ہو گیا۔ امام نووی کہتے ہیں کہ بعض روایت ہے کہ ذات الرقاع ایک پہاڑ کا نام ہے ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ایک درخت کا نام ہے ہو سکتا ہے کہ سب باتیں ہوں۔

ابن اسحٰق اور دوسرے اصحاب سیر و مغازی اس غزوہ کو غزوۂ مریسیع سے پہلے لکھتے ہیں اور اس میں شبہ نہیں کہ حضور نے اس غزوہ میں صلوٰۃ خوف پڑھی صحیح مسلم کی روایت سے بھی کئی صحابہ سے صحیح روایتیں اس باب میں ہیں اور اصحاب سیر بھی یہی لکھتے ہیں مگر علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ امام احمد اور اصحاب سنن ابو عیاش زرقی سے اور ترمذی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف پہلے پہل غزوۂ عسفان میں حضور نے پڑھی ہے۔ ان دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور قبہان اور عسفان کے درمیان اترے تھے اور کفار کے لشکر میں سردار خالد بن ولید تھے مسلمان ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو افسوس کیا کہ ہم نے ایک موقع کھو دیا پھر خالد نے کفار سے مشورہ کیا کہ عصر کی نماز مسلمانوں کو اپنے مال و اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے جب یہ لوگ عصر کی نماز شروع کریں تو حملہ کر دیا جائے حضرت جبرئیل نے حضور کو اس مشورہ کی خبر دی اور اصحاب کو دو حصہ کر کے صلوٰۃ خوف پڑھنے کا پہلے پہلے حکم دیا شبہ یہ ہے کہ غزوۂ عسفان یقیناً غزوۂ خندق کے بعد ہے اس پر سب کا اتفاق ہے پھر اگر ذات الرقاع خندق سے پہلے ہے تو اس میں آپ نے صلوٰۃ خوف کیسے پڑھی۔

دوم صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کی یہ روایت ہے کہ وہ غزوۂ ذات الرقاع میں شریک تھے اور مسند امام احمد و سنن میں روایت ہے کہ مروان بن الحکم کے سامنے حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ ہم نے صلوٰۃ خوف غزوۂ نجد میں رسول اللہ کے ساتھ پڑھی ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ غزوۂ خیبر کے قریب مسلمان ہوئے اور ابو موسیٰ اشعری غزوۂ خیبر کے بعد مدینہ آئے تو اگر ذات الرقاع خندق سے بھی پہلے تھا تو یہ لوگ کیونکر شریک ہوئے اس لیے ابن قیم کہتے ہیں کہ ذات الرقاع غزوۂ عسفان اور غزوۂ خیبر کے بعد ہوا واللہ اعلم

بدر ثانیہ

غزوۂ احد سے لوٹتے وقت ابو سفیان نے کہا تھا کہ ہمارا تمہارا وعدہ ہے کہ آئندہ سال بدر

Scanned by CamScanner

میں مقابلہ ہوگا حضور نے بھی قبول کیا تھا۔ دوسرے سال یعنی ۴ھ کے شعبان یا ذیقعدہ میں اس وعدہ کے موافق حضور روانہ ہوئے ایک ہزار پانچ سو آدمی اور دس گھوڑے آپ کے ساتھ تھے حضرت علی علمدار تھے۔ مدینہ پر عبداللہ بن رواحہ کو خلیفہ کر دیا تھا۔ حضور بدر رنگ گئے۔ آٹھ روز تک کفار کا انتظار کیا۔ اُدھر ابوسفیان بھی مکہ سے چلا دو ہزار آدمی اور پچاس گھوڑے اُسکے ساتھ تھے۔ مکہ سے ایک منزل عسفان تک یا عسفان تک آیا وہاں اُس نے کہا کہ یہ سال مناسب نہیں ہے چنانچہ سب وہیں سے لوٹ گئے۔ اس سال خشک سالی تھی۔

غزوۂ دُومۃ الجَندَل

اصل لغت دُومہ مضموم الدال و جَندَل بفتح جیم و فتح دال ہے لیکن ابن اثیر کہتے ہیں کہ محدثین دومہ بفتح دال کہتے ہیں۔ دُومۃ الجندل ایک قلعہ ہے اور دومہ بفتح دال ایک قریہ ہے مصر کے قریب۔

حضور کو خبر ملی کہ دومۃ الجندل میں بہت سے مشرکین جمع ہوئے ہیں۔ اور مدینہ کی طرف آنا چاہتے ہیں۔ آپ نے ربیع الاوّل ۵ھ میں سباع بن عرفطہ الغفاری کو مدینہ کا خلیفہ بنا کر ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ اُس طرف کا رُخ کیا۔ اور بنی عذرہ کے ایک شخص کو راستہ بتانے کے لیے ساتھ لیا یہ مقام مدینہ سے پندرہ روز کے راستہ پر ہے جب دومۃ الجندل میں حضور کی خبر پہنچی تو وہ لوگ منتشر ہو گئے حضور پہنچے تو کوئی نہ ملا چند روز وہاں ٹھہرے۔ مختلف اطراف میں سرایا بھیجے مختلف جوانب میں فوج تقسیم کی مگر کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ آپ مدینہ لوٹ آئے

غزوۂ بنی المُصطَلِق کب ہوا

چونکہ تحقیق ہی ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق بھی ۵ھ میں ہوا اس واسطے غالباً صحیح مقام اُس کا

۱؎ اس سال خشک سالی اور قحط تھا۔ منہ

۲؎ مصطلق بضم میم و سکون صاد و فتح طا و کسر لام بعدہ قاف۔ منہ

یہی ہے۔ مگر اس غزوہ کے تاریخ کی تعیین میں جو اختلافات اور اشکالات واقع ہوئے ہیں پہلے اختصاراً اُس کو ذکر کر دینا مناسب ہے۔

امام بخاری نے اس اختلاف کو ذکر کیا ہے کہتے ہیں کہ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوۂ بنی المصطلق یعنی غزوۂ مُرَیسیع ۵ھ میں ہوا اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ۴ھ میں ہوا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ ابن اسحٰق ۵ھ میں خندق کے بعد لکھتے ہیں اور یہی قول مشہور کا ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ باستثناء واقدی اہل سیر کا اجماع ہے کہ سعد بن معاذ غزوۂ خندق میں زخمی ہوئے اور اُس کے بعد ہی انکا انتقال ہو گیا۔ واقدی کہتے ہیں کہ مریسیع ۴ھ میں ہوا اور اُس کے بعد غزوۂ خندق ہوا۔

۴ھ کی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ افک کا واقعہ اسی غزوہ میں ہوا۔ اور افک کی روایت صحیحین میں ہے اُس میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ دوم افک کے وقت حضرت زینب بنت جحش حضور کے عقد میں تھیں اور اُنہوں نے اس واقعہ کے متعلق رائے بھی دی ہے تو یوم حمنہ بنت جحش اہل افک کے ساتھ تھیں اُس کی وجہ بھی تھی کہ اُن کی بہن بی حضور کی زوجہ تھیں۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ حضرت زینبؓ کا عقد اور حجاب کا نزول ۵ھ میں ہوا۔ تو غزوۂ مریسیع اس سے پہلے نہیں ہو سکتا۔

ایک اشکال یہ ہے کہ جب غزوۂ مریسیع سے حضور مدینہ واپس آئے اور اہل افک نے بہت چہ میگوئیاں شروع کیں۔ اُس وقت حضور نے منبر پر فرمایا کہ کون ہے جو ان خباثتوں کے خلاف ہماری امداد کرے تو حضرت سعد بن معاذ نے فرمایا کہ میں ہوں یا رسول اللہ۔ یہ صحیحین کی روایت ہے۔ لیکن ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مریسیع ۵ھ میں خندق کے بعد ہوا۔ اور اس پر اجماع ہے کہ سعد بن معاذ کا غزوۂ خندق کے بعد ہی انتقال ہو چکا تھا۔ تو پھر غزوۂ مریسیع کے بعد اُن کا موجود ہونا کیسے صحیح ہو سکتا ہے وہ کیونکر حضور سے یہ کہہ سکے۔

اس کا جواب دو طرح ہو سکتا ہے موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کہتے ہیں کہ مریسیع خندق سے پہلے ہوا۔ اور قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق کا قول ابن قیم اور امام نووی نے نقل کیا ہو کہ یہی قول

۱؎ چنانچہ حضرت عائشہؓ پر تہمت رکھنے والوں پر صحابہ کی برأت اور قرآن مجید میں حضرت عائشہؓ کی برأت بیان کی گئی۔

بہرحال اگر یہ صحیح ہو تو بخاری کی روایت سے تطبیق ہو جاتی ہے مگر یہ تطبیق کرنا بڑے گا کہ بنی
حضرت زینب کے عقد کے بعد اور حدیث سے پہلے ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حضور کے مطالبہ پر وہ کچھ بولے حضرت اُسید بن حضیر بولے جیسا
اس بعض نے کہا ہے۔ اور سعد بن عثمان کا کوئی تذکرہ انہوں نے نہیں کیا۔ ابن حزم کہتے ہیں
کہ یہ تطبیق بھی صحیح ہے اس صورت میں صحیحین کی روایت میں حضرت سعد کا ذکر رواۃ
کا اضافہ ہوگا۔ واللہ اعلم

امام نووی کہتے ہیں کہ غزوہ خندق ۵ھ میں ہوا اتفاق اہل سیر الا واقدی اور واقدی
والے کہتے ہیں کہ ۴ھ میں ہوا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ خندق ۵ھ میں ہوا کیونکہ
وہ ۴ھ میں ہی اور اس میں اوسیان نے آئندہ سال جنگ کی دعوت دی تھی ۵ھ میں حضور
وہاں گئے مگر وہ خشک سالی کی وجہ سے نہ آیا اس کے دوسرے سال بنی ۵ھ میں آیا
اور غزوہ خندق واقع ہوا

الغرض راجح یہ ہے کہ ۵ھ ہی میں حضرت زینب کے عقد کے بعد پہلے مرتبہ ہوا اور اسی سال
غزوہ خندق ہوا۔ واللہ اعلم

غزوۂ بنی المصطلق

مصطلق بنی خزاعہ کے ایک شخص جذیمہ بن سعد کا لقب ہے۔ اور بنی خزاعہ کا ایک گروہ ہے
جس کو بنی سعد بھی کہتے ہیں۔ اسی گروہ پر حضور ٹھہرے تھے اس لیے اس کو غزوۂ بنی المصطلق بھی کہتے
ہیں اور غزوہ مُرَیسیع بھی۔

یہ غزوہ شعبان ۵ھ میں ہوا حضور کو خبر ملی کہ حارث بن ابی ضرار بنی المصطلق کا سردار بنی
آمادہ ہے حضرت عمر فاروق کو بھیجا کہ جاکر رسول اللہ سے جنگ کرنے کی نیت سے نکلا ہے
حضور نے پہلے بریدہ[1] ابن الحصیب الاسلمی کو تحقیق کے لیے بھیجا وہ حارث سے ملے اور خود

[1] بریدہ بضم الموحدہ و فتح الراء و سکون التحتیہ و بالدال المہملۃ ابن الحصیب بضم الحاء المہملۃ و فتح الصاد المہملۃ و سکون التحتیہ و بالموحدۃ

اس کی زبان دریافت کیا کہ وہ واقعی اس کی تیاری کر رہا ہے حضور جب اس کی تحقیق چاہی
تو آپ نہایت جلدت کے ساتھ نکلے۔ اور حاضرین جو پہلے غزوات میں ساتھ نہیں جاتے تھے وہ
بھی اس میں ساتھ ہوئے۔ حضور نے مدینہ میں حضرت زید بن حارثہ یا حضرت ابوذر غفاری کو خلیفہ
مقرر کر دیا بعض لکھتے ہیں کہ نمیلہ بن عبداللہ اللیثی کو خلیفہ کیا شعبان کی دوسری تاریخ پیر کے دن
آپ مدینہ سے نکلے۔ مہاجرین کا علم حضرت ابوبکر صدیق کو اور انصار کا حضرت سعد بن عبادہ کو
خزرج میں حضرت عمر بن الخطاب تھے۔ راستہ میں ایک جاسوس ملا جس کو کفار نے خبر لینے کے لیے
مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر نے اس کو گرفتار کیا۔ اور رسول اللہ سے اجازت لیکر اس کو قتل کیا اس
سفر میں حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ ساتھ تھیں۔

جب کفار کو حضور کے روانگی اور جاسوس کے قتل ہونے کی خبر ملی تو کفار پر رعب چھا گیا
اور قبائل کے لوگ منتشر ہو گئے۔ حارث کے ساتھ صرف اس کے قبیلے کے آدمی رہ گئے حضور
پہنچے تو مُرَیسیع پر ٹھہرے۔ اور پہلے ہی حملہ میں کفار کو شکست ہوئی۔ مرد اور عورتیں سب گرفتار
ہو گئیں۔ اونٹ بکریاں بہت غنیمت میں ملیں۔ کوئی مسلمان اس غزوہ میں شہید نہ ہوا۔ مگر
کلب بن عوف کے ایک شخص ہشام بن صبابہ کو حضرت عبادہ بن صامت کے ہاتھ سے قتل
ہوئے انہوں نے دشمن کا آدمی سمجھ کر غلطی سے قتل کر دیا

ام المومنین جویریہؓ

حضور جب تقسیم غنائم وسبایا سے فارغ ہوئے تو حضرت جویریہ آپ کی خدمت میں آئیں اور کہا
کہ یا رسول اللہ میں مسلمان ہو کر آئی ہوں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ میں
حارث ابن ابی ضرار کی لڑکی ہوں اور اس قبیلہ کا سردار ہے اسلامی لشکر کے ہاتھ میں گرفتار
ہو گئی ہوں۔ اور ثابت بن قیس کے حصہ میں پڑی ہوں ثابت نے مجھ سے مکاتبت کر لی ہے

[1] قبیلہ بنو المصطلق جو غزوہ بنی المصطلق سنہ ۵ھ میں حضرت جویریہ بنت حارث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ آیا تھا۔

[2] یہاں حضرت جویریہ کے اسلام لانے کا ذکر نہیں ہوا۔ حضرت جویریہ نے اسلام قبول کرنے کا ذکر کیا ہے۔

گرمیں مال ادا نہیں کر سکتی۔ امید لیکر آئی ہوں کہ آپ میری امداد کریں تاکہ میں وہ مال ادا کر سکوں حضور نے فرمایا کہ اس سے بہتر سلوک میں تمہارے ساتھ کروں گا پوچھا کہ وہ کیا یا رسول اللہ حضور نے فرمایا کہ مال کتابت ادا کر کے میں خود تمہارے ساتھ عقد کروں گا بہت خوش ہوئیں اور فرمایا کہ ہاں یا رسول اللہ آپ نے ثابت بن قیس کو بلوایا۔ مال ادا کر دیا اور حضرت جویریہ کو آزاد کر کے اُن سے عقد کر لیا۔

صحابہ میں جب یہ خبر پھیلی تو سب نے کہا اللہ اکبر انصار رسول اللہ چونکہ بنی المصطلق کے قیدی اب رسول اللہ کے اقربا میں داخل ہو گئے۔ اس لیے صحابہ نے مشورہ کر کے سب کو آزاد کر دیا۔ ایک سو سے زیادہ قیدی تھے سبحان اللہ

منافقین کی شرارت

ابھی مسلمان اسی کوشش پر تھے کہ ایک واقعہ ہو گیا بنی غفار کے ایک شخص جہجاہ[1] ابن مسعود حضرت عمر بن الخطاب کے اجیر تھے اور سنان[2] بن وبر الجہنی بنی عوف ابن خزرج کے حلیف تھے۔ پانی بھرنے کے ڈول کے متعلق دونوں میں تکرار ہو گئی۔ جہجاہ نے سنان کو تھپڑ مار دیا۔ سنان نے انصار کو آواز دی۔ جہجاہ نے مہاجرین کو آواز دی۔ دونوں جمع ہو گئے اور بات بڑھ گئی تصور جہجاہ کا تھا مہاجرین نے سنان کو راضی کر لیا اور بات رفع دفع ہو گئی۔ مگر اس سفر میں عبداللہ ابن ابی منافق بھی تھا جب اُس کو یہ خبر ملی تو بہت برافروختہ ہوا اور کہا کہ یہ تو وہی مثل ہوئی سمن بکلبک یاکلک اما واللہ لئن رجعنا الی المدینہ لیخرجن الاعز منہا الاذل یعنی کتے کو موٹا کرو کہ تمہیں کو کھائے۔ خدا کی قسم مدینہ لوٹے تو عزت والا ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔ یا ملعون نے اپنے کو اعز کہا اور رسول اللہ کو اذل۔ اور اس غصہ کی وجہ سے لوگوں کو

[1] جہجاہ بن مسعود ابن سعید یا ابن مسعود الاذل ہوا الراجح ۱۲ منہ

[2] سنان کے سر میں بھلہ وغیرہ لگنے ابن ابی دبر دیا و مرا ۱۲ منہ

حضور پر اگندہ کرنا چاہا میں وقت وہ یہ ملک رہا خاص حضرت زید ابن ارقم وہاں ہو رہے تھے انہوں نے حضور سے جب تذکرہ کیا تو اس وقت حضرت عمر بھی ہو وہ فوراً کہنے لگے کہ یا رسول اللہ اجازت دیجئے ابھی اس منافق کو قتل کر دوں حضور نے فرمایا کہ عمر اگر میں تمہیں یہ حکم دے دوں کہ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں گے پھر مہاجرین و انصار میں کیا کہا جائے گا ذکر ہوتے لگا دونوں طرف غصہ اور جوش پیدا ہو گیا۔ حکمت و مصلحت کا وقت تھا اور ایسے وقت حضور چپ نہیں کیا کرتے مگر اس وقت کوچ کا حکم دیدیا اُسید بن حضیر نے خود جب عرض کیا کہ حضور آپ نے ایسے وقت سوار نہیں کیا تھا آج کیا ہے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں ہے کہ عبداللہ بن اُبی نے کیا کہا ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُس کو بھگا دیجئے وہ سمجھتا ہے کہ آپ سے اس کی امارت چھین لی ہے آپ نے کوچ چلتے رہے شام ہو گئی پھر تمام رات چلتے رہے صبح ہو گئی دوپہر تک چلتے ہی رہے صحابہ کرام کی پنڈلیوں سے لگی سب کو جھنجھلاہٹ تھی رات ان کے سونے کے لئے مقرر ہو گیا تھا آپ کی غرض یہ تھی کہ اس منافق کی گفتگو کا اثر کم و زیادہ نہ ہونے پائے ورنہ کہیں مہاجرین و انصار میں نہ بگڑ جائے۔

اُس منافق سے انصار نے دریافت کیا کہ تو نے ایسا کیوں کہا؟ اُس نے انکار کیا کہ میں نے نہیں کہا ہے اور رسول اللہ کے ساتھ اگر اُس نے قسم کھالی کہ میں نے نہیں کہا تھا۔ ان میں کے تین لوگوں نے سمجھا کہ حضور نے غلطی کی اور انصار اُن سے کہنے لگے کہ تم نے ایک معزز دار پر تہمت باندھ کر یکایک ہنگامہ مچا دیا ہے زید اس الزام سے بہت اشرد و پریشان ہوئے لیکن اس کے بعد سورہ منافقین کی آیتیں نازل ہوئیں جس میں اُن کے قول کی تصدیق ہوئی اور جھوٹ سچ ظاہر ہو گیا

جب اس منافق کی تکذیب قرآن پاک نے کر دی اور صحابہ کو صحیح حال معلوم ہوا تو پھر جہجاہ ذلیل ہوا۔ اور لوگوں کو گمان ہوا کہ اب یہ قتل کر دیا جائے گا اُس کے لڑکے نے آکر

[1] یہ لڑکے صحابی اور جاں نثار صحابی ہیں ان کا نام عبداللہ تھا عبداللہ بن ابی منافق کے حامی تھے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ میرے والد عبداللہ بن ابی کو قتل کرنا چاہتے ہیں اگر ایسا ارادہ ہو تو آپ مجھے حکم دیں میں اُس کا سر خدمت میں حاضر کروں۔ میں خزرج میں باپ کا سب سے مطیع بڑا فرمانبردار ہوں لیکن آپ کا حکم مقدم ہے اگر آپ نے کسی اور کو حکم دیا تو ممکن ہے کہ باپ کے قاتل کو گھومتا دیکھ کر مجھ میں جنت پیدا ہو جائے اور میرا دا ایک کافر کے بدلہ ایک مسلمان کو قتل کر کے جہنمی نہ بن جاوں۔ حضور نے فرمایا کہ تم اطمینان رکھو عبداللہ بن ابی کے ساتھ نرمی کا برتاؤ میں کرنا چاہتا ہوں۔

قصۂ افک

اسی غزوہ میں افک کا واقعہ پیش آیا حضور کا قاعدہ تھا کہ جب غزوہ میں جاتے تو ازواج مطہرات میں سے جس کا نام نکلتا اس کو ساتھ لیجاتے۔ اس غزوہ میں حضرت عائشہ صدیقہ ساتھ تھیں فتح کے بعد واپسی تو مدینہ کے قریب ایک منزل میں قیام کیا حضرت عائشہ حاجت ضروری کیلئے میدان گئیں وہاں سے آئیں تو دیکھا کہ گلے میں مالا نہیں ہے۔ یہ ظفار کا ایک مالا تھا جو اپنی بہن سے عاریۃً لیکر آئی تھیں اُس کو تلاش کرنے پھر اُسی مقام پر گئیں۔ اور یہاں قافلہ کو روانگی کا حکم ہو گیا

حضرت عائشہ کا ہودج اٹھانے کے لیے جو لوگ مقرر تھے وہ آئے سمجھا کہ حضرت عائشہ ہودج میں ہیں انہوں نے اٹھا کر اونٹ پر کس دیا اور روانہ ہو گئے کسی کو شک بھی نہ ہوا کہ یہ خالی ہے کیونکہ حضرت عائشہ کم وبیش دو میل پیدل تھیں۔ اس کے علاوہ کمی آدمی مل کر اٹھاتے تھے وزن سے کچھ اندازہ نہ کر سکے۔

حضرت عائشہ جب لوٹ کر آئیں تو دیکھا کہ میدان صاف ہے۔ اب کیا کرتیں سمجھا کہ جب منزل پر لوگ مجھے نہ پائیں گے تو کوئی تلاش کرنے آئے گا۔ خدا کی مرضی پر بھروسہ کر کے چادر لپیٹ کر بیٹھ رہیں۔ رات باقی تھی نیند آگئی۔ خود فرماتی ہیں کہ میری جگہ صفوان بن معطل کے سپرد جامع

لہ صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ

سے تھی۔ وہ فوج کے آخر میں تھے جب فوج روانہ ہو چکی تو وہ وہاں آئے مجھے دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ حجاب سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔ دیکھ کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ تو رسول اللہ کی زوجہ ہیں۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ کیا ہوا خدا آپ پر رحم کرے میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ اونٹ میرے قریب لے آئے اور کہا سوار ہو جایئے اور خود الگ ہو گئے۔ میں اونٹ پر بیٹھ گئی وہ اونٹ کی باگ پکڑ کر روانہ ہوئے اور تیز چلے کہ جلد لوگوں سے جا ملیں دن زیادہ ہو گیا تھا لوگ ایک منزل پر ٹھہرے اور اطمینان سے بیٹھ چکے تھے اس کے بعد جب اونٹ پہنچا

ساری فوج میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں خصوصاً منافقین عبداللہ بن ابی منافق نے باتیں بنانا شروع کر دیں لوگوں میں پھیلا یا سب سے اس کا تذکرہ کرتا کچھ لگاتا کچھ بڑھاتا تھا اور اس کے ساتھی ہر جگہ یہی کا تذکرہ کرتے تھے اور مجھے ان باتوں کا مطلق علم نہ ہوا

فرماتی ہیں کہ مدینہ پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور وہاں برابر اس کا تذکرہ ہوتے لگا تھا کہ کچھ صادق مسلمان بھی اس بلا میں مبتلا ہو گئے۔ اور منافقین کی باتوں کو شائع کرنے لگے ان میں تین شخصوں کا نام معلوم ہے حضرت حسان بن ثابت رسول اللہ کے مشہور شاعر مسطح بن اثاثہ حضرت صدیق کے خالہ کے ناتے اور حمنہ بنت جحش ام المومنین زینب بنت جحش کی بہن تھیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے کوئی علم ان باتوں کا نہ ہوا نہ رسول اللہ نے اس کا ذکر کیا یہ میرے والدین نے مجھ سے کچھ کہا۔ کسی اور شخص نے لیکن میں یہ سمجھتی تھی کہ رسول اللہ کا لطف وکرم جو اور بیماریوں میں میرے حال پر ہوتا تھا وہ اس دفعہ نہ تھا آتے تیمارپرسی پوچھتے اور چلے جاتے اس فرق کا سبب میں کچھ نہ سمجھی مگر اس کا رنج ہوتا تھا۔

ایک رات میں مسطح بن اثاثہ کی ماں کے ساتھ حاجت ضروری کے لیے مناصع میں مدینہ سے باہر گئی کیونکہ وہاں گھروں میں بیت الخلاء تھا عورتیں صرف رات کے وقت حاجت ضروری کے لیے باہر جایا کرتی تھیں۔ اور ام مسطح ابی رہم بن المطلب بن عبد مناف کی لڑکی تھیں اور نانی

لہ مسطح مکبر میم وفتح سین مہملہ وفتح طاء مہملہ وتشدید حاء مہملہ وآخر عین مہملہ

لہ ابی رہم بفتح راء وسکون ہاء وبعد میم مفتوحہ شدیدہ عین مہملہ

Scanned by CamScanner

ماں حضرت صدیقہ کی خادمہ تھیں۔ اتنے وقت اُن کا پیر چادر میں پھنس گیا تو اُن کی زبان سے نکلا
کہ مسطح ہلاک ہو۔ میں نے کہا کہ ایک ایسے شخص کو جو مہاجرین اولین سے ہیں اور بدری ہیں تم ایسا
کہتی ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ اے نادان تجھے خبر نہیں کہ مسطح کیا بکتا ہے۔ میں نے کہا وہ کیا۔ تو اُنھوں نے
سب حال بیان کیا۔ میرا تو ہوش جاتا رہا۔ میں نے کہا کہ کیا سچ کہتی ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ
ہاں بالکل سچ

میں لوٹ کر گھر آئی رسول اللہ حسب معمول خیریت پوچھنے آئے تو میں نے کہا کہ کیا آپ
اجازت دیتے کہ میں ماں باپ کے گھر جاؤں۔ آپ نے اجازت دیدی۔ میری ماں ام رومان
بیماری کی وجہ سے میرے ہی پاس رہتی تھیں میں نے اُن سے کہا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ اتنی بات
ہو رہی ہے اور تم نے مجھ سے ذکر نہ کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ بیٹی صبر کرو سوتن والی عورتوں کے
ساتھ یہی ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ کیا واقعی لوگوں نے ایسا کہا ہے۔ اُنھوں نے کہا ہاں۔
میں نے کہا رسول اللہ تک یہی گفتگو پہنچی ہے کیا میرے باپ نے یہ سنا ہے۔ یہ کہکر میں بے
اختیار رونے لگی تمام رات روتی رہی صبح ہو گئی مگر آنسو نہ تھما۔ پھر تمام دن ختم ہوا مگر آنسو نہ رُکا
نہ نیند آئی۔ بیماری اور بھی ترقی کر گئی۔ دوسرے گھر میں والدہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ میرے رونے پر
وہ بھی روئے اور کہا کہ عائشہ صبر کر دیکھ خدا کیا حکم کرتا ہے

حضرت عائشہ کے بیماری کی حالت حضور کو سخت تھی۔ اور خاطر شریف کو بہت خیال تھا اکثر
گھر میں تنہا اور ملول رہتے تھے۔ اس عرصہ میں کوئی وحی بھی اس معاملہ کے متعلق نازل نہ ہوئی۔
حضور نے مشورہ کے لیے لوگوں کو بلایا حضرت اسامہ بن زید نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کی
اہل میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ یہ سب جھوٹ اور افترا ہے۔ حضرت علی نے تلویحاً حضرت
عائشہ کے خلاف رائے دی کہا کہ یا رسول اللہ خدا نے آپ پر تنگی نہیں کی عورتیں اور بہت
ہیں۔ آپ اپنی خادمہ سے دریافت کیجئے ٹھیک حالت معلوم ہو جائے گی۔ اس پر حضرت بریرہ بلائی
گئیں۔ اُنھوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے عائشہ کی کوئی ناپسند حرکت نہیں دیکھی۔ البتہ غافل اور

* حضرت اسامہ جن زید کو حضور سے جسقدر محبت تھی یہ ظاہر تھا آپ جلیل القدر صحابی ہیں اور بڑی خصوصیات کے حامل تھے۔

کمسن لڑکی ہے سو جاتی ہے بکری آکر گندھا ہوا خمیر کھا جاتی ہے۔ یہ تو صحیح بخاری میں ہے لیکن
ابن قیم لکھتے ہیں کہ جب سادات صحابہ کے سامنے تذکرہ ہوا تو حضرت ابو ایوب انصاری اور
دوسرے لوگوں نے کہا کہ سبحانک ھذا بہتان عظیم۔ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی
بعض ارباب سیر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا کہ یا رسول اللہ
یہ ہو نہیں سکتا کہ خدائے ذوالجلال آپ کی اہلیہ کو ایسی ناپاکی میں ملوث ہونے دے اور حضرت
علی نے بھی پہلے ایسا ہی کہا واللہ اعلم صحاح میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ زینب بنت جحش
سے رسول اللہ نے پوچھا تو فرمایا کہ یا رسول اللہ میں اپنے کان آنکھ کو اس سے بچانا چاہتی ہوں
کہ بلا دیکھے سنے کوئی بات دیکھنے سننے کی طرف منسوب کر دوں خدا کی قسم عائشہ سے سوائے بھلائی کے
میں کچھ نہیں جانتی۔ حالانکہ زینب حسن و جمال اور قدر و منزلت میں رسول اللہ کے نزدیک
میری برابری کرتی تھیں لیکن زہد و تقویٰ کی وجہ سے وہ کذب و افترا میں نہ پھنسیں اُن کی
بہن حمنہ بنت جحش اُن سے لڑتی تھی کہ اس وقت کچھ کہتی کیوں نہیں۔

الغرض اس کے بعد حضور مسجد شریف لے گئے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ کون ہے جو ہماری مدد کرے
اور انتقام لے اُس شخص سے۔ عبداللہ بن اُبی مراد ہے۔ جس نے مجھے میرے اہل کے متعلق سخت
ایذا دی ہے۔ حالانکہ بخدا میں اپنی اہل کے متعلق نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتا اور اس کے متعلق
ایسے شخص کا صفوان بن معطل مراد میں ذکر کیا ہے جس کے متعلق مجھے نیکی کے سوا کچھ نہیں معلوم ہے
اس پر حضرت سعد بن معاذ اٹھے یہ قبیلہ اوس کے سردار تھے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں ہوں
اگر وہ شخص میرے قبیلہ کا ہے تو ستائی ہیں اُس کی گردن ماردوں۔ اور اگر میرے بھائی خزرج کے
قبیلہ کا ہے تو آپ حکم دیجئے آپ کے حکم کی تعمیل کروں۔ عبداللہ بن اُبی قبیلہ خزرج کا تھا اس لیے
حضرت سعد بن عبادہ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے بول اُٹھے حالانکہ یہ مخلص مسلمان تھے کہا کہ تم نے
جھوٹ کہا اور تم ہرگز اس کو قتل نہیں کر سکتے ہو اور نہ تمہیں صرف اس وجہ سے یہ کہا ہے کہ تم جانتے
ہو کہ وہ قبیلہ خزرج کا آدمی ہے۔ اس پر حضرت اسید بن حضیر جو سعد بن معاذ کے ابن عم تھے

Scanned by CamScanner

سعد بن عبادہؓ سے کہا کہ تم جھوٹے ہو اور تم منافقوں کی پاسداری کرتے ہو۔ اس پر بات بڑھ گئی حتیٰ کہ فتنہ و فساد کی صورت پیدا ہو گئی۔ دونوں طرف لوگ جنگ کے لیے مستعد ہو گئے۔ حضورؐ نے کوشش کر کے لوگوں کو ساکت کیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس دن خروج کا یہ قصہ جب مجھ کو میری ماں کے گھر معلوم ہوا تو روتے روتے میری بُری حالت ہو گئی۔ میری بیماری اور اس قصہ کو ایک مہینہ ہو گیا تھا اور اب تک خدا کی طرف سے کوئی وحی نہیں آئی تھی۔ یک بیک حضور تشریف لائے سلام کیا حال پوچھا بیٹھ گئے۔ پہلے تشہد پڑھا پھر کہا کہ اے عائشہ مجھ کو تیرے متعلق یہ باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ اگر تو پاک ہے تو خداوند کریم خود تیری برأت ظاہر کرے گا لیکن اگر تو گناہ میں مبتلا ہو گئی ہے تو خدا سے معافی طلب کر و توبہ کرو۔ اور خدا کی طرف رجوع کرو کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو خداوند کریم اُس کے گناہ کو بخش دیتا ہے۔

رسول اللہؐ نے جب یہ تقریر کی تو میرا آنسو بالکل خشک ہو گیا۔ میں نے والدین سے کہا کہ رسول اللہ کا جواب دو۔ اُنہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں وہ ساکت رہے سچ تو یہ ہے کہ آل ابی بکر پر جو مصیبت اُن دنوں گزری ایسی کبھی نہ گزری تھی مجھ کو ایک اطمینان خاطر تھی کہ میں پاک ہوں ضرور خداوند کریم اپنے رسول پر حق ظاہر کرے گا مگر میں اپنے کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتی تھی کہ میری برأت میں قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوں گی میں سمجھتی تھی کہ خواب میں یا اور کسی طرح حضورؐ کو آگاہ کر دیا جائے گا جب میں نے دیکھا کہ والدین ساکت ہیں تو میں نے کہا کہ میں کم عمر لڑکی ہوں میں نے قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھا لیکن یہ جانتی ہوں کہ جو باتیں آپ لوگوں نے سنی ہیں وہ آپ کے دل میں جم گئی ہیں آپ لوگ اُن کو سچا سمجھ چکے ہیں اب اگر میں کہوں کہ میں پاک ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں پاک ہوں تو آپ لوگ یقین نہ کریں گے اور میری بات کو سچا نہ سمجھیں گے لیکن اگر میں آپ کے سامنے اس خرافات کا اعتراف کروں اور خدا جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں تو آپ اُس کو سچ سمجھیں گے

اس وقت میری حالت وہی ہے جس میں یوسفؑ کے والد نے کہا تھا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ غایۃ حزن و اضطراب کی وجہ سے اُس وقت مجھ کو ابو یوسفؑ کے حضرت یعقوبؑ کا نام یاد نہ آیا۔ اس لیے یوسفؑ کا باپ کہا۔ فرماتی ہیں کہ میں نے یہ کہکر منہ پھیر لیا اور نیکے پر جھک گئی۔

فرماتی ہیں کہ ان باتوں کے بعد ابھی اہل بیت میں سے کوئی شخص باہر نہ گیا تھا کہ آپ پر نزول وحی کے آثار شروع ہو گئے۔ اور رخسار مبارک سے موتیوں کی طرح پسینہ بہنا شروع ہو گیا۔ میں یہ دیکھکر بہت مطمئن ہوئی اور سمجھی کہ اب اللہ پاک حق ظاہر کرے گا۔ اور میں نے حضورؐ کے سر کے نیچے تکیہ رکھدیا لیکن میرے والدین کی یہ حالت تھی کہ گویا جان نکل جائیگی اس خیال سے کہ نہ معلوم حق کیا ظاہر ہوتا ہے۔

جب رسول اللہؐ کو اس حالت سے افاقہ ہوا تو فرمایا کہ اے عائشہ تجھ کو بشارت ہو خدا نے تجھ کو تہمت سے پاک کیا۔ تیرے پاکی کی گواہی دی اور تیرے شان میں قرآن پاک کی آیتیں نازل کیں۔ والدین نے کہا کہ اے عائشہ آنحضرتؐ کا شکریہ ادا کر اور رسول اللہ کے پاس جا میں نے کہا کہ خدا کی قسم میں اُن کا شکریہ نہیں ادا کرتی میں اپنے خدا کے برگ برتر کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس نے مجھ کو اس تہمت سے بچایا اور جس حق میں قرآن نازل فرمایا۔

اس کے بعد حضورؐ مسجد گئے خطبہ پڑھا جو آیتیں نازل ہوئی تھیں وہ سنائیں پھر اہل افک میں سے حسان بن ثابتؓ مسطح ابن اثاثہؓ حمنہ بنت جحشؓ کو حد قذف میں اسی اسی درے مارے گئے۔

مسطح ابن اثاثہؓ یتیم ہو گئے تھے اور محتاج تھے حضرت صدیقؓ اُن کی کفالت کرتے تھے۔ مگر واقعہ افک کے بعد قسم کھائی کہ اب اس کی امداد نہ کروں گا آیت نازل ہوئی۔ اس طرح کی قسم سے منع کیا گیا۔ آپ نے پھر امداد شروع کر دی اور قسم کھائی کہ میں

امداد وصدقہ نہ کروں گا

حسان بن ثابتؓ کو اگر کوئی شخص حضرت عائشہؓ کے سامنے برا کہتا تو آپ منع کرتیں کہ حسانؓ نے کفار کے مقابلہ میں رسول اللہ کی مدح کی ہے اُن کو برا نہ کہو۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حسانؓ نے صفوان بن معطلؓ کی ہجو میں اشعار کہے تھے۔ ایک روز صفوانؓ نے راستہ میں اُن کو تلوار ماری۔ اور کہا کہ تجھے شعر کہنا نہیں آتا اس لیے اُس کا یہ بدلا ہے۔ لوگ اُن کو پکڑ کر رسول اللہ کے پاس لے گئے حضور نے حسان کو بلوایا اور کہا کہ حسان تیری کرو۔ تمہیں نے اس کو متوحش کر دیا ہے حسان نے کہا کہ یہ آپ کو اختیار ہے حضور نے حسانؓ کو اسکے بدلہ پر جہاں اب قصر جذیلہ ہے دیدیا۔ یہ پہلے ابوطلحہ بن سہل کا مال تھا۔ انہوں نے آل رسول کو دیدیا تھا۔ رسول اللہ نے وہ حسانؓ کو دیدیا۔ اُسی قصہ میں نیزیں اور قیصری و قبطی ٹوپیاں بھی آپ نے حسانؓ کو دیدی واللہ اعلم۔

تیمم کے حکم کا نزول

ابن سعد کہتے ہیں کہ اسی غزوہ میں حضرت عائشہؓ کے مالا کے گم ہو جانے پر آیۃ تیمم نازل ہوئی یہ قصہ صحیحین میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم بعض سفر میں رسول اللہ کے ساتھ تھے بلوگ جب مقام بیداء یا ذات الجیش میں تھے تو میرا مالا گم ہو گیا۔ رسول اللہ اُس کی تلاش میں ٹھہر گئے اور آپ کے ساتھ سب کو ٹھہرنا پڑا۔ اُس جگہ پانی نہ تھا نہ لوگوں کے ساتھ پانی تھا اس لیے سب لوگ بہت پریشان ہوگئے کچھ لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور شکایت کی کہ آپ دیکھتے ہیں عائشہؓ نے کیا رسول اللہ کو اور ساری جماعت کو ایسی جگہ روک لیا

ابن اثیر کہتے ہیں کہ صدر میں ابی طلحہؓ آیا ہے اصحاب حوالی اے تیسویں صفحہ میں بدری صحابہ کے ذکر میں ہے کہتے ہیں سہل بفتح اول و کسر ثانی و فتح ثالث و ضاد معجمہ۔ والقصر فی بعضھا والقصر فی سائرھا وھو مالا ماء بہ اور حرضی کہتے ہیں بفتحتین کے وزن پر ہے مراح سے اس کے معنی بلند زمین ہے ۱۲ منہ

ہے جہاں پانی نہیں ہے۔ فرمائی ہیں کہ حضرت صدیقؓ میرے پاس آئے اُس وقت رسول اللہ میرے زانو پر سر رکھکر سو گئے تھے۔ آکر بہت غصہ ہوئے کہا کہ تو لوگوں کو بلا وجہ مصیبت میں مبتلا بن گئی ہے۔ ایسی جگہ لوگوں کو روک دیا ہے جہاں پانی نہیں ہے اور جو کچھ کہنا تھا کہا۔ یہ کہکر مجھے مارنے لگے اور میں رسول اللہ کے خیال سے حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ الغرض جب پانی کے صبح ہو گئی صبح کے وقت تیمم کی آیۃ نازل ہوئی اور لوگوں نے تیمم کر کے صبح کی نماز پڑھی۔ بڑے خوش ہوئے اُسید بن حضیرؓ نے کہا کہ ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر یعنی اے آل ابی بکر تم کا حکم تمہاری پہلی پہلی برکت نہیں ہے۔ یعنی تمہاری برکت سے اور بھی آسانیاں ہو چکی ہیں۔

اُسید بن حضیرؓ اور دوسرے لوگ اُس مالا کو تلاش کرنے گئے۔ نہ ملا جب یہ لوگ لوٹکر آئے اور حضرت عائشہؓ کا اونٹ اُٹھایا تو اُس کے نیچے سے مالا مل گیا بعض روایت میں ہے کہ لوگ مالا کو تلاش کرتے گئے تھے اُن کو راستہ میں نماز کا وقت ہو گیا۔ پانی ملا نہیں اس لئے انہوں نے بلا وضو نماز پڑھی۔ اور آنے کے بعد رسول اللہ سے اس کی شکایت کی تو تیمم کی آیۃ نازل ہوئی واللہ اعلم

صحیحین کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ قصہ کس غزوہ کا ہے مدارج النبوۃ میں ہے کہ مواہب لدنیہ میں لیث ابادی سے منقول ہے کہ قسطلانی نے کہا ہے کہ آیۃ تیمم کا نزول غزوہ بنی مصطلق میں ہوا۔ اسناد کا رجال اسی پر جزم اور وثوق کیا ہے۔ اور اسی طرف ابن اسعد اور ابن خزیمہ گئے ہیں لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ طبرانی نے جو میں حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے فرمائی ہیں ایک دفعہ میرا مالا گم ہوا جس پر اہل افک کو جو کچھ کہنا تھا کہا۔ اس کے بعد پھر ایک دفعہ دوسرے سفر میں ہم رسول اللہ کے ساتھ گئے اور میرا مالا گم ہو گیا الحدیث اس سے معلوم ہو گیا کہ تیمم کے نزول کا قصہ اس سے صریح معلوم ہو گیا کہ یہ کسی دوسرے غزوہ کا قصہ ہے اور یہی ظاہر ہے واللہ اعلم

مدارج النبوۃ سیرت کی مشہور کتاب ہے جو حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی تصنیف ہے

تاریخ غزوۂ خندق

ابن سعد کہتے ہیں کہ شوال ۴ھ میں غزوۂ خندق ہوا اور یہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ یہ قصہ جس غزوہ سے متعلق ہے وہ بنو نضیر کا غزوہ ہے اور بنو نضیر کا واقعہ ہم نے ۴ھ میں ذکر کیا ہے۔ اس میں ابوسفیان نے کہا تھا کہ آئندہ سال بدر میں مقابلہ ہوگا۔ چنانچہ جس غزوہ کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ اسی سال ہوا لیکن قریش ایک سال کی مدت سے آئے یہ قصہ کا حصہ ہے۔ اس کے ۵ھ میں ہونے کے لیے دلیل یہ ہے کہ ۴ھ میں بنو نضیر کا واقعہ ہوا تھا اور اسی سال میں یہ دو واقعے ہوئے۔ واقدی کہتے ہیں کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا لیکن موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ یہ غزوہ ۴ھ میں ہوا۔ ان دونوں قولوں میں صحیح یہ ہے کہ صحیحین کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ان کو جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی۔ خندق کے وقت وہ پندرہ برس کے تھے تو اجازت دیدی۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ عبداللہ بن عمر خندق کے وقت پندرہ برس کے تھے، بیعت کے وقت نہیں۔ تاہم یہ کہنا صحیح ہوگا کہ خندق کے وقت وہ پندرہ برس کے تھے جیسوں کا ذکر کرنا مستحسن نہیں ہے۔

غزوۂ خندق

اس غزوہ میں چونکہ حفاظت کے لیے صحابہ نے خندق کھودا تھا اس لیے اس کو غزوۂ خندق کہتے ہیں۔ اور چونکہ بہت سے قبائل متفق ہو کر اس دعوت سلاموں کو فنا کرنے آئے تھے اس لیے اسی غزوہ کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ بنو نضیر کو حضور نے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ اس کے بعد وہ خیبر میں منتشر ہو گئے۔ اور ایک جماعت ان کی غیر میں جا کر مقیم ہوئی۔ جب خیبر والوں کو خبر ملی کہ غزوۂ احد میں قریش کو غلبہ ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ابوسفیان نے پھر جنگ کی دعوت دی ہے تو سلام بن ابی الحقیق سلام بن مشکم، کنانہ بن الربیع وغیرہ رؤسائے بنی نضیر اور سرداران بنی وائل کچھ لوگوں کے ساتھ مکہ گئے

۱۔ احزاب۔ گروہ، جماعت اور حزب قریب قریب عرب کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں۔

اور قریش کو رسول اللہ سے جنگ کرنے کی ترغیب دی وعدہ کیا کہ تم لوگ اپنی تمام طاقت سے ہمارا ساتھ دو ہم جب تک محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بیخ و بن نہ اکھیڑ لیں تمہارا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔

قریش نے کہا کہ اے سردار یہود تم لوگ اہل کتاب اور اہل علم ہو۔ ہم میں اور محمد میں کیا فرق ہے۔ ہم بیت اللہ کی خدمت کرتے ہیں حجاج کے لیے کھانا شراب اور دودھ مہیا کرتے ہیں اپنے بتوں کی پرستش کرتے ہیں جو ہمارے اور ہمارے اجداد کے معبود ہیں لیکن محمد نے نیا مذہب نکالا ہے۔ اور ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں۔ تم بتاؤ کہ ہم دونوں میں کس کا مذہب اچھا ہے اور کون حق پر ہے۔ یہودیوں نے کہا کہ تمہارا دین محمد کے دین سے اچھا ہے۔ اور تمہارا دین حق ہے۔ انہیں یہود کی شان میں آیت نازل ہوئی اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا یعنی ان لوگوں کو دیکھو جن کو کتاب اللہ میں سے حصہ ملا تھا وہ بتوں اور جبت کی تصدیق کرتے ہیں اور کفار سے کہتے ہیں کہ تمہارا طریقہ خدا پر ایمان لانے سے بہتر ہے یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا لعنت کرے اس کا کوئی نصیر و معاون نہ پاؤ گے۔

غرض قریش یہودیوں کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ رسول اللہ سے زیادہ برہم ہوئے اور عہد کر لیا۔ اس کے بعد یہ اشرار بنی غطفان[1] کے پاس گئے۔ وہ قیس بن عیلان[2] کا ایک قبیلہ ہے اور اس کو بھی مستعد کیا۔ پھر وہ قریش کے پاس گئے اور جہاں تک ممکن ہو سکا سبکو اس پر متعد کیا۔

الغرض اس دعوت قریش چار ہزار آدمیوں کے ساتھ نکلے۔ ان کا سردار ابوسفیان تھا اور ان کے ساتھ تین سو گھوڑے تھے۔ اور ایک ہزار اونٹ جب یہ لوگ مرالظہران میں پہنچے تو بنی سلیم کا قبیلہ بھی ان سے آکر مل گیا اور بنی سعد فزارہ الخ۔ یہ سب مزہ سب اپنی اپنی جمعیت روانہ

---

[1] غطفان عین غین مفتوح وطاء مہملہ ساکنہ وفاء مفتوحہ و نون

[2] قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن تحنیۃ کذا فی الاصل ۱۲ منہ

ہوئے بنی غطفان آئے اور ان کا سردار عیینہ بن حصن تھا اس طرح ایک اندازہ کثیر کافروں کی جمع ہوگئی۔ سارے غطفان و غزوۂ خندق میں جمع ہوئے اُن کی تعداد دس ہزار تھی۔

قصہ کو جب خبر ملی کہ قبائل اتنی کثیر تعداد میں جمع ہو کر روانہ ہو چکے ہیں تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی نے رائے دی کہ حفاظت کے لیے خندق کھودی جائے یہ رائے پسند ہوئی اور جلدی کے ساتھ خندق کھودنے کا کام شروع کر دیا گیا۔ مدینہ سے یورب کو جانے والے رستے پر خندق کھودی گئی۔ اس طرح کہ سلع اور خندق کے بیچ میں مسلمانوں کا قیام ہو کر حضرت بچے یہ خندق کھودی گئی۔ اس طرح کہ سلع اور خندق کے بیچ میں مسلمانوں کا قیام ہو کر حضرت بچے یہ بڑا جنگل کا میدان کے ایک وسیع حصہ کو خندق سے محصور کرنا تھا۔ مرد اور بالغلام کوئی نہ تھا خود رسول اللہ اور تمام مہاجرین و انصار کھودائی کا کام کرتے تھے۔ موسم جاڑہ کا تھا سب بھوکے تھے۔ کھانے کا کوئی سامان نہ تھا۔ تین تین روز فاقہ ہو جاتا تھا خود رسول اللہ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ ایسی حالت میں کھودنا پھر خود ہی سروں پر مٹی ڈھونا۔ حضرت براء بن عازب اور حضرت انس وغیرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے سینہ اور پیٹ پر بال تھے وہ سب مٹی سے چھپ گئے تھے مگر آپ فرماتے تھے اللھم لا خیر الا خیر الآخرۃ

یہ مصائب تھے مگر صحابہ کرام کا یہ حال تھا کہ ہر شخص ٹیلے میں بڑھ جانا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ سب سے زیادہ میرا کام ہو۔ حضرت سلمان نے اُس روز تنہا دس آدمی کا کام کیا۔ مہاجرین کہتے تھے کہ سلمان ہم میں سے ہیں۔ انصار کہتے تھے کہ ہم میں سے ہیں یہ قصہ رسول اللہ کے پاس آیا تو رسول اللہ نے فرمایا کہ سلمان میرے اہل بیت میں سے ہیں سبحان اللہ زہے نصیب[1] الغرض

[1] حضرت سلمان سے پوچھا جاتا تھا کہ آپ کا نسب کیا ہے تو کہتے تھے سلمان بن اسلام پہلے نسل پست قوم فارس کے رہنے والے پھر ان کا نام تھا آبا بن یوذخشان بن تورسلان ابن تہموذان بن خیروزان اس کے بعد مسلمان ہوئے ایک اسقف کے پاس ٹھہرے جسائی ہوئے وہ لوگوں کو خیرات کی نصیحت کرتا اور جو کچھ آتا خود رکھ لیتا پانچ قنطار سونا اس کے پاس جمع ہو گیا۔ غدان کو اُس سے نفرت ہی پھر موصل اور حمص وغیرہ میں گھومتے ہوئے ایک بزرگ عیسائی نے ان سے کہا کہ ایک نبی کا ظہور ہوا ہے جو ارض ذات النخل میں

ہر سلمان مخلوص سے کام کرتا تھا کسی کا حضورت جانا ہوتا تو رسول اللہ سے پوچھ جاتے۔ منافقین کی حالت اس کے خلاف تھی وہ کام سے جی چراتے تھے اور رسول اللہ سے چھپ کر چلے جایا کرتے تھے۔ ان دونوں مخلصین اور منافقین کا ذکر قرآن پاک میں مذکور ہے۔

اس غزوہ میں اور خصوصاً خندق کھودنے کے درمیان نبوت کی بڑی بڑی دلیلیں علامات کے بڑے بڑے آثار، اور بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوئے۔ اور نہایت مبسوط و صحیح اسناد سے مروی ہیں جو شہرت کے درجہ تک پہنچے ہیں۔ ہم بعض کو دلائل النبوۃ میں ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ

بخاری میں ہے کہ خندق کھودنے میں ایک پتھر ملا جس سے صحابہ پریشان ہوئے۔ آپ نے اس پر کدال ماری تو ریگ کا ڈھیر ہو گیا۔ امام احمد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ ایک پتھر ملا جس پر آپ نے تین ضرب ماریں۔ ہر ضرب میں اُس سے روشنی نکلتی تھی جو صحابہ نے دیکھی۔ اُس روشنی میں آپ نے شام ایران اور یمن دیکھا اور ان کا فتح ہونے کی بشارت دی۔ بشیر بن سعد کی لڑکی یعنی نعمان بن بشیر کی بہن کو اُن کی ماں نے کچھ کھجور دے کر بھیجا کہ اپنے باپ بشیر بن سعد اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ کو دے آئے۔ وہ کھجور اُس لڑکی سے لیکر رسول اللہ نے اصحاب خندق کو کھلایا۔ ان کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔ حضرت جابر بن عبداللہ نے رسول اللہ کو بھوکا دیکھکر کچھ کھانے کا انتظام کیا۔ ایک بکری تھی اُس کو ذبح کیا۔ اور ایک صاع جو تھا دونوں چیزوں کو پکوا کر چاہا کہ رسول اللہ کو اور دوسرے دو تین آدمیوں کو کھلائیں رسول اللہ کو خبر دی۔ آپ تمام اصحاب خندق کو اُن کے گھر لے گئے اور سیتے آسودہ ہو کر کھایا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ خندق بیس روز میں تیار ہوا۔ واقدی کہتے ہیں کہ چوبیس

ہجرت کر کے آئیں گے اور صدقہ نہیں کھائیں گے قریب سے کچھ یہود اُن کو وادی القریٰ لائے اور واد بنی قریظہ کا ایک شخص عزیہ لایا۔ یہ دیکھتے ہی کہ حرت ہوئی اُنھوں نے جب سنا تو گئے اور جو علامتیں معلوم تھیں اُس کی بنا پر تین ہوا اور ایمان لائے ۷ھ میں جو ہری میں اُن کا انتقال ہوا آپ کی بڑی عمر ہوئی ہے بعض تین سو برس کہتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ دو تو پچاس میں شبہ نہیں ہے واللہ اعلم

روز بھی اتم فرماتے ہیں کہ پندرہ روز تک رہا۔ روایتوں میں ہے کہ ایک مہینہ تک محاصرہ رہا لیکن خندق کے تیار ہو جانے کے بعد کفار فوج آئے۔

کفار قریش اپنے حلیف اور بنی کنانہ و اہل تہامہ کے ساتھ آئے تو جرف[1] اور زغابہ کے درمیان ٹھہرے۔ اور بنی غطفان اہل نجد کے ساتھ آئے تو جبل اُحد کے جانب شرقی رسول اللہ نے یہ انتظام کیا کہ عورتوں اور اطفال کو مدینہ کے نسبتاً محفوظ اور بلند مکانوں میں جمع کر دیا اور ابن اُم مکتوم کو خلیفہ مقرر کر دیا اُس کے بعد تین ہزار مہاجرین و انصار کے ساتھ مدینہ سے نکلے کوہ سلع کے دامن میں ٹھہرے سلع آپ کی پشت کے جانب تھا اور سامنے خندق۔

نجیب ابن مکرم کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ بنات سو مسلمان خندق میں شریک ہوئے مگر یہ غلط ہے اس لیے کہ اُحد سے اس میں کم نہیں ہو سکتے۔ یہ ابن قیم کا بیان ہے مگر سیرۃ ابن ہشام کا مصری نسخہ جو اس وقت میرے سامنے ہے اس میں ابن اسحاق کی روایت یہی ہے کہ تین ہزار تھے۔ سامنہ موجود ہے۔

ادھر بنی نضیر کے ابن اخطب اور سلیمان کے مشورہ سے کعب ابن اسد کے پاس گیا جو قریظہ کا سردار تھا کعب رسول اللہ کا حلیف تھا پہلے تو اُس نے دروازہ نہ کھولا اور کہا کہ اے بدبخت تو جانتا نہیں کہ ہم رسول اللہ کے حلیف ہیں اور ان کے خلاف نہیں کر سکتے۔ مگر اُس نے باتیں بنا کر دروازہ کھلوا لیا اور اُس کو سعد کیا کہ تم معاہدہ توڑ دو کعب آخر اس پر بھی راضی ہو گیا مگر یہ شرط لی کہ اگر شکست ہوئی تو تم کو میرے ساتھ اسی قلعہ میں آکر رہنا ہوگا تاکہ محمد کے ہاتھ سے جو تکلیف ہم پہنچے اُس میں تم بھی شریک رہو جب قریظہ نے جب معاہدہ توڑا اور کفار سے مل گئے تو کفار کو بڑی مسرت اور خوشی ہوئی۔

حضور کو جب اس کی خبر ملی تو آپ نے تحقیق کے لیے سعد بن معاذ سعد بن عبادہ عبداللہ بن رواحہ اور خوات بن جبیر کو بھیجا۔ اور فرمایا عضل اور قارہ کی طرح تو نہیں ہو گیا۔ اور اُن سے کہا کہ اگر

[1] جرف مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ زغابہ مدینہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔

خبر صحیح ہو تو ہمیں اس طرح اطلاع دینا کہ مسلمانوں میں بددلی نہ پھیلے یہ لوگ جب بنو قریظہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ جو خبر وہاں پہنچی ہے حالت اُس سے زیادہ خراب ہے وہ علانیہ رسول اللہ کو بُرا کہتے ہیں کہ کون رسول اور کیسا معاہدہ۔ ہم سے اور محمد سے کوئی معاہدہ نہیں ہے اور نہ کوئی وعدہ ہے۔ یہ لوگ لوٹ آئے اور حضور کے سامنے عرض کیا کہ عضل و قارہ یعنی جس طرح عضل و قارہ نے اصحاب رجیع اور حضرت خبیبؓ سے بدعہدی کی یہی حالت بنی قریظہ کی ہے۔ حضور نے فرمایا اللہ اکبر حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

اس کے بعد مسلمانوں کے خوف و پریشانی کی عجیب رہی اضطرار اہل اسلام کی آنکھیں خوف سے خیرہ ہو گئیں لوگوں کے قلوب اُلٹنے لگے۔ دلوں پر رعب چھا گیا۔ ایک طرف کفار کی کثرت۔ دوسری طرف یہ اندیشہ کہ عورتیں بچے مال متاع سب مدینہ میں بغیر محافظ ہیں بنی قریظہ قریب ہیں نہ معلوم کس وقت حملہ کر دیں۔ اللہ پاک نے قرآن شریف میں مسلمانوں کے اُس وقت کے اضطراب کو دل ہلا دینے والے الفاظ میں بیان کیا ہے بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ نے مدینہ کی حفاظت کے لیے زید بن حارثہ کو تین سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا

منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں نے گڑبڑی کا اظہار شروع کر دیا معتب بن قشیر نے کہا کہ کہاں تو محمد ہمیں قیصر و کسریٰ کے خزانہ کی کنجیاں دلوانے تھے کہاں یہ حال ہے کہ ہم میں کا کوئی شخص خوف سے پاخانہ بھی نہیں جا سکتا بنی حارثہ کے بعض منافقین کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ہمارے مکان غیر محفوظ ہیں اجازت دیجئے کہ ہم مدینہ جائیں مقصود بھاگنا تھا

ایک مہینہ سے کچھ کم کفار کا محاصرہ رہا خندق کی وجہ سے بالمقابلہ جنگ نہ ہو سکی مگر تیر برابر چلا کرتی تھیں۔ کفار حیران تھے کہ اس خندق کو کیونکر عبور کیا جائے۔ آخر ایک روز عمرو بن عبدود جو شہسوار تھا۔ اور عکرمہ بن ابی جہل۔ اور ہبیرہ بن ابی وہب اور ضرار بن الخطاب مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہو کر بنی کنانہ کے پاس آئے اور کہا کہ آج مقابلہ کر کے بتا دو کہ کون شہسوار ہے۔ یہ سب خندق کے پاس آئے ہر طرف دیکھا۔ حیران ہوئے کہ یہ تو عجیب

[1] عمرو بن عبدود بڑا بہادر تھا۔ ہزار سواروں کے برابر اُس کی طاقت مانی جاتی تھی۔

ترکیب ہے عرب اس ترکیب سے کبھی واقف نہ تھے۔ آخر ایک تنگ جگہ دیکھ کر پار ہو گئے اور
سلع و خندق کے درمیان والے میدان میں پہنچ گئے اور مبارزہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ اور
چند مسلمان پہنچ گئے۔ مقابلہ ہوا حضرت علیؓ نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا۔ بقیہ بھاگ گئے یہ عمرو
عرب کا مشہور شجاع شخص تھا۔

محاصرہ طویل ہوا۔ اور مسلمانوں پر پریشانیاں اور مصیبتیں اس غزوہ میں نازل ہوئیں
وہ کسی غزوہ میں نہ ہوئی تھیں۔ گو غزوہ احد میں بڑے بڑے مصائب پیش آئے مگر وہ ایک
ناگہانی حادثہ تھا اور صرف قریش سے مقابلہ تھا۔ اس غزوہ کی مصیبتیں طویل ہوئیں اور بہت سے
قبائل کا مقابلہ تھا۔ تمام کافر جمع تھے اور مخالفین کی کثرت سے مسلمان سخت اضطراب میں تھے
یہ حال دیکھکر رسول اللہ نے عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کو بلوایا۔ یہ دونوں غطفان
کے سردار تھے۔ آپ نے ان سے مدینہ کے ثلث پیداوار پر مصالحت کی بات چیت کی تھی۔
تحریر بھی لکھی جا چکی تھی صرف دستخط ہونے باقی تھے پھر آپ نے سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کو

لہ حضرت سعد بن معاذ قبیلہ اوس کے سردار تھے خود بنی عبدالاشہل میں سے تھے حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ
پر مسلمان ہوئے تو اپنے لوگوں سے کہدیا کہ تم لوگوں سے گفتگو حرام ہے جب تک مسلمان نہ ہو جاؤ اس پر ساری
بنی عبدالاشہل مسلمان ہو گئے یہ اسلام کے لیے بڑے بابرکت ثابت ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ
بنی عبدالاشہل میں جن لوگوں سے بڑ

لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ لیکن ابتک کفار کو اس کا علم نہیں ہے۔ اسلئے جو ارشاد فرمائی وہ خدمت بجالائیں حضورؐ نے فرمایا کہ حرب میں فریب جائز ہے اسلئے جو مناسب سمجھتے ہو کرو۔ یہ پہلے بنی قریظہ میں گئے اظہار یگانگت اور ہمدردی کے بعد کہا کہ تم لوگ اس لڑائی میں شریک تو ہو گئے ہو مگر کیا یہ بھی سوچ لیا ہے کہ نتیجہ کیا ہوگا۔ قریش اور غطفان کا کیا ہے اگر فتح ہوئی تب تو خیر اور اگر شکست ہوئی تو یہ سب چلے جائیں گے ہو تمہارا اور رسول اللہ ﷺ سابقہ ہوگا۔ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ بنی قریظہ نے پوچھا کہ کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اطمینان کرلو۔ قریش اور غطفان کے کچھ آدمی رہن رکھو۔ اگر وہ یہ نہ شرکت کر دیں تو کہنے کہا کہ واقعی یہ بہت صحیح ہے۔

نعیم بن مسعودؓ اس کے بعد قریش کے پاس آئے۔ اور ان سے کہا کہ میں نے ایک بات سنی ہے اور اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تم کو اس کی خبر کر دوں سنا ہے کہ یہود اب اپنے کیے پر پشیمان ہیں اور انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا ہے کہ کیا تم راضی ہو گے اگر ہم قریش اور غطفان کے کچھ سردار گرفتار کر کے تمہارے حوالہ کر دیں۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے رضامندی ظاہر کر دی ہے۔ اب یہودیوں کا ارادہ ہے کہ تم سے بطور رہن کچھ آدمی طلب کریں گے اور ان کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دینگے نعیم بن مسعودؓ نے اس کے بعد یہی باتیں غطفان سے بھی بیان کیں۔

اس کے بعد قریش اور غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا کہ ہمیں بہت دن ہو گئے۔ لڑائی جلد ختم ہونی چاہیئے۔ تم لوگ بھی باہر نکلو تو ملکر زبردست حملہ کیا جائے۔

بنی قریظہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ کل سبت ہے اور تم لوگ جانتے ہو کہ ہم سبت کے روز کوئی کام نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ ہم تمہارے ساتھ ملکر جنگ بھی نہیں کر سکتے جب تک ہمیں اطمینان نہ ہو جائے کہ تم کسی حال میں ہم کو تنہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں چھوڑ کر چلے نہ جاؤ گے اطمینان کی صورت یہ ہے کہ قریش اور غطفان اپنے کچھ سردار بطور رہن ہمارے پاس رکھیں۔

اس جواب سے قریش اور غطفان کو یقین ہو گیا کہ نعیم بن مسعودؓ نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ ان لوگوں نے پھر آدمی بھیجا کہ ہم رہن نہیں رکھ سکتے۔ تم کو اگر لڑنا ہے تو آؤ۔ اس جواب سے بنی قریظہ کو بھی معلوم ہو گیا کہ نعیم نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔

اس طرح ان کفار میں سخت اختلافات پیدا ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری امداد ہوئی۔ اس روز رات کے وقت سخت طوفان آیا۔ قریش کے تمام خیمے ادھر سے ادھر گر گئے طنابیں ٹوٹ گئیں۔ ظروف منتشر ہو گئے چولہے بجھ گئے ساری قوم پریشان ہو گئی۔ سردی کا موسم تھا اس ہوا کی وجہ سے سردی اتنی بڑھی کہ ناقابل برداشت ہو گئی حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی دیکھے کہ کفار کا کیا حال ہے اور کیا ارادہ ہے لیکن یہاں بھی سردی سے ہر شخص پریشان تھا کوئی نہ اٹھا آخر حضورؐ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو نام لیکر بلایا۔ اور بھیجا۔ انہوں نے جا کر دیکھا کہ سارے کفار حواس باختہ ہیں اور یہ دیس موجود تھے کہ ابوسفیان نے قریش سے کہا کہ ہم اب ٹھہر نہیں سکتے۔ اور خود بیکار ہو کر ان کے سامنے کفار روانہ ہو گئے۔ اور قریش کی خبر سنکر بنی غطفان بھی روانہ ہو گئے۔ اس طرح یہ تمام قبائل جو متفقہ طور پر اسلام اور رسول اللہ کو فنا کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے خائب و خاسر واپس ہوئے۔

حضورؐ نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم نے صبا کے ذریعہ میری امداد فرمائی اور دبور سے قوم عاد کو ہلاک کیا۔ صبا اور دبور ہوا کے قسموں کے نام ہیں۔

غزوۂ بنی قریظہ

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے جب کفار کے واپس ہو جانے کی خبر دی اور رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ نہایت خوش ہوئے۔ دشمن اپنے حصہ میں خائب و خاسر لوٹ گیا۔ اور ان کو کسی طرح کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ اس نے اپنے مخلص بندوں کو فتح دی اور خدا کی فوج باعزت رہی تمام احزاب و قبائل کے متفقہ کوششوں کو شکست ہوئی۔ اسکے

Scanned by CamScanner

بعد قریش کی ہمتیں پست ہوگئیں اور اُس کے بعد مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ہمت قریش کبھی نہ کریگا حضور نے فرمایا کہ قریش اب کبھی ہم پر حملہ نہ کرینگے بلکہ اب ہم اُن پر حملہ کرینگے اور یہی ہوا

الغرض صبح کے وقت رسول اللہ اور صحابہ مدینہ گئے۔ رسول اللہ اپنے سلاح اُتار چکے تھے اور حضرت ام سلمہ کے مکان میں غسل فرما رہے تھے ابھی ایک ہی طرف کا بدن دھونے پائے تھے کہ حضرت جبرئیل تشریف لائے اور حکم ہوا کہ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ آپ فوراً روانہ ہو گئے اور بنو قریظہ کے غزوہ کا جو حال ہوا وہ یہودیوں کے تذکرہ میں لکھ چکا ہوں

قتل ابو رافع

امام بخاری لکھتے ہیں کہ ابو رافع کا نام عبداللہ بن ابی الحقیق تھا یا سلام بن ابی الحقیق عتیق بصیغہ تصغیر ہے۔ اور سلام بتشدید لام و بتخفیف دونوں صحیح ہے۔ یہ خیبر میں تھا اور بعض لکھتے ہیں کہ ارض حجاز ہی میں اس کا قلعہ تھا یہ اُن لوگوں میں تھا جو احزاب و قبائل کو آمادہ کر کے غزوہ خندق میں رسول اللہ کے خلاف لائے تھے۔ اس کو سلام بن ابی الحقیق نو معاہدہ کے موافق خندق کے بعد بنی قریظہ میں جا کر ٹھہرا اور وہیں مارا گیا لیکن یہ سچ نکلا

یہ معلوم ہے کہ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج میں ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا اور رسول اللہ کے سامنے ایک دوسرے سے نیکیوں میں بڑھ جانے کی کوشش کرتے تھے قبیلہ اوس کے لوگوں نے بڑے خطرہ میں پڑ کر کعب ابن اشرف کو قتل کیا تھا خزرج کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ اب رسول اللہ کا سب سے بڑا دشمن ابو رافع ہے اُس کو ہم لوگ قتل کریں عبداللہ بن عتیک[1] عبداللہ بن انیس۔ ابو قتادہ۔ حارث بن ربعی۔ مسعود بن سنان۔ خزاعی بن اسود اس کے لیے مستعد ہوئے اور یہ سب صرف بنو سلمہ کے آدمی تھے۔ اُن لوگوں کی درخواست پر

[1] عتیک ابن عم عبداللہ و حلیف و قرابتہ مکسورہ کذا فی النہایہ۔ منہ

حضور نے اجازت دیدی۔ اور عبداللہ بن عتیک کو اُن کا امیر مقرر کر دیا۔ اور منع کر دیا کہ بچے اور عورتیں قتل نہ کیجائیں۔

امام بخاری کی روایت ہے کہ یہ لوگ شام کے وقت وہاں پہنچے عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں کو ایک جگہ ٹھہرایا اور خود موقع نکال کر تنہا مکان کے اندر داخل ہوئے اور اُس کے سونے کے کمرہ میں بستر پر تاریکی کی حالت میں اُس کو قتل کیا۔ نکلتے وقت سیڑھی سے گر گئے جس سے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مگر پیر کو عمامہ سے باندھ کر کسی طرح باہر آئے۔ اور اسی حالت میں ساتھیوں کے ساتھ مدینہ پہنچے۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے کہا پیر پھیلاؤ انہوں نے پیر پھیلایا حضور نے اُس پر ہاتھ پھیر دیا تو بالکل اچھے ہو گئے گویا کچھ تھا ہی نہیں۔

لیکن ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سب ساتھی اندر گئے۔ اور سب نے تاریکی میں ایک ساتھ تلوار ماری اسی وجہ سے جب یہ لوگ مدینہ آئے تو ہر شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے مارا ہے۔ رسول اللہ نے سب کی تلواریں دیکھی اور فیصلہ کیا کہ عبداللہ بن انیس نے مارا ہے کیونکہ اُن کی تلوار پر غذا کی علامتیں پائی گئیں۔

غزوہ بنی لحیان

غزوہ بنی قریظہ کے چھٹے مہینہ۔ مدینہ میں ابن ام مکتوم کو خلیفہ بنا کر دو سو مہاجرین انصار کے ساتھ بنی لحیان کے ارادہ سے حضور نکلے۔ اصحاب رجیع کے ساتھ جو سلوک بنی لحیان نے کیا تھا اُس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس دفعہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ بنی لحیان کو سزا دی جائے مگر مقصد کو پوشیدہ رکھنے کے خیال سے آپ نے شام کی طرف رخ کیا اور شام کے راستہ میں صحیحات الیہام تک گئے وہاں سے مکہ کی طرف مڑ گئے اور دس پندرہ منزل کے ساتھ وہاں سے غُرانِ آبِ عسفان

[1] غُران بضم غین معجمہ و تخفیف راء مہملہ و نون بیان عرفیہ کذا فی النہایہ و منہ ۔ [illegible]

[2] عبداللہ بن ام مکتوم ان کا نام عمرو تھا یہ کنیت سے مشہور تھے۔

ایک وادی ہے رُغ[1] اور عسفان کے درمیان جہاں بنی لحیان کے منازل ہیں اور یہی جگہ ہے جہاں اصحاب رسول اللہ مصائب میں مبتلا ہوئے اور قتل کیے گئے تھے۔ حضورؐ نے انکے لیے رحم و مغفرت کی دعا فرمائی۔

حضورؐ کے پہنچنے کی خبر جب بنو لحیان کو ملی تو وہ جبال و شعوب میں بھاگ گئے دو روز تک حضورؐ وہاں ٹھہرے کوئی نظر نہ آیا۔ آپ نے ادھر اُدھر سرایا بھیجے مگر کوئی نہ ملا تب آپ واپس مدینہ کی طرف بڑھے اور عسفان پہنچے عسفان میں ٹھہر کر وہاں سے حضرت صدیقؓ یا حضرت عثمانؓ بن عفان کو دس آدمی کے ساتھ آپ نے آگے بھیجا جو کراع الغمیم تک گئے مگر کوئی مقابلہ نہ ہوا واپس آئے اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ قریش کو مسلمان سواروں کے آنے کا حال معلوم ہو جائے اور رعب طاری ہو جائے۔ اس کے بعد حضور مدینہ واپس آئے۔ اس سفر میں چودہ روز آپ مدینہ سے باہر رہے واللہ اعلم

سریۂ نجد

اس کے بعد رسول اللہ نے ایک جماعت کو نجد بھیجا۔ وہ لوگ بنی حنیفہ کے ایک سردار ثمامہ بن اثال حنفی کو گرفتار کر کے لے آئے۔ رسول اللہ نے اُن کو مسجد کے ستون سے بندھوا دیا۔ جب حضورؐ ادھر گئے تو پوچھا کہ ثمامہ کیا حال ہے۔ ثمامہ نے کہا کہ اے محمدؐ اگر قتل کرو تو ایک مستحق کو قتل کرو گے۔ اور اگر چھوڑ دو تو ایک شکر گزار کو چھوڑو گے۔ اور اگر مال چاہتے ہو تو بتا دو دیا جائے گا۔ آپ چلے گئے۔ دوسرے روز بھی یہی سوال و جواب ہوا تیسرے روز بھی یہی ہوا۔ حضورؐ نے اُن کو چھوڑ دیا۔ وہ وہاں سے ایک درخت کے پاس گئے، غسل کیا اور پھر

[1] آج بطن الصفراء کہلاتا ہے۔ معجم البلدان یاقوت حموی۔

[2] عسفان ہو قریۃ جامعۃ بین مکۃ والمدینۃ کذا فی النہایۃ اور قاموس میں ہے کہ عسفان عثمان کے وزن پر مکہ سے دو مرحلہ پر ہے ۱۲ منہ۔ شاید ابن اثال حضرت علی سے ہم نام ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رہ کے زمانہ خلافت

خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اور کہا کہ خدا کی قسم ہمیں جتنا رنج آپ کے چہرے سے نفرت تھی اتنی کسی چہرے سے نہ تھی۔ اور آج جتنی آپ کے چہرے سے محبت ہے اتنی کسی چہرے میں نہیں۔ کوئی دین میری نظر میں اتنا بُرا نہ تھا جتنا آپ کا دین اور آج کوئی دین میری نظر میں اتنا محبوب نہیں ہے جتنا آپ کا دین۔ اور یا رسول اللہ میں عمرہ کے لیے جا رہا تھا آپ کے لوگوں نے گرفتار کر لیا۔ اگر آپ اجازت دیں تو عمرہ کروں۔ رسول اللہ نے اُن کو بشارت دی اور عمرہ کا حکم دیا۔ جب یہ مکہ گئے تو قریش نے کہا کہ ثمامہ تم صابی یعنی بے دین ہو گئے ہو انہوں نے کہا کہ نہیں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور اے اہل مکہ اب تم کو ایک دانہ غلہ کا نہیں ملے گا جب تک رسول اللہ اجازت نہ دیں۔ مکہ میں یمامہ ہی سے غلہ آیا کرتا تھا۔ چنانچہ جب یہ نجد پہنچے تو غلہ رُکوا دیا۔ اہل مکہ سخت پریشان ہوئے۔ اور آخر رسول اللہ سے قرابت کا واسطہ دیکر سفارش چاہی۔ حضورؐ نے سفارش کر دی تو غلہ حسب معمول آنے لگا۔ یہ قصہ صحیح مسلم میں بالتفصیل ہے اور بخاری میں بالاختصار۔

غزوۂ ذی قرد

ذی قرد بضم قاف و فتح راء و دال مہملہ ایک چشمہ کا نام ہے مدینہ سے ایک منزل پر طاوی غطفان کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں۔ غابہ بفتح غین معجمہ و فتح موحدہ۔ غابہ کے معنی جنگل یہاں ذی قرد میں بہت سے نخلستان جمع ہیں۔ غابہ کے اونٹ رہا کرتے تھے۔ یہ جگہ وبرہ کے پاس تھی اور اُس طرف درخت بہت تھے نخلستان جمع ہے نخل بضم النون و سکون الخاء و دو لام کا۔ ہر وہ زمین جس میں کھجور کے درخت ہوں۔

ایک روز رسول اللہ نے اپنے غلام حضرت رباحؓ کو اپنے اونٹوں کو چرانے کیلئے بھیجا انکے ساتھ سلمہ بن الاکوعؓ تھے اور سلمہ کے پاس طلحہ بن عبید اللہ کا گھوڑا تھا جس کا نام ذو قرد تھا جسکو طلحہ نے

[1] ذی قرد بضم القاف و فتح الراء و دال مہملہ ایک چشمہ کا نام ہے مدینہ سے ایک منزل پر طاوی غطفان کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں۔ غابہ بفتح غین معجمہ و فتح موحدہ۔ غابہ کے معنی جنگل یہاں ذی قرد میں بہت سے نخلستان جمع ہیں۔ غابہ کے اونٹ رہا کرتے تھے۔ یہ جگہ وبرہ کے پاس تھی اور اُس طرف درخت بہت تھے نخلستان جمع ہے نخل بضم النون و سکون الخاء و دو لام کا۔ ہر وہ زمین جس میں کھجور کے درخت ہوں۔

Scanned by CamScanner

وہاں مشہور بہادر بزرگ بیر رضی اللہ عنہ میں ام کرز عیینہ بن حصن فزاری یا جملہ رحمن بن عیینہ نے رسول اللہ
کے اونٹوں پر حملہ کر دیا۔ اور سب کو ہانک کر لے گئے۔ راعی کو جو غفار کا ایک شخص تھا قتل
کر دیا اور اس کی عورت کو بھی لے گئے بعض روایت ہے کہ یہ راعی حضرت ابوذر غفاری
کے لڑکے تھے مگر ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ قول نادر ہے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سلمہ بن الاکوع
ثنیۃ الوداع میں پہنچے تو واقعہ کا علم ہوا اور دشمن کے سوار نظر آئے انہوں نے رباح سے کہا
کہ تم اس گھوڑے کو لے جاؤ طلحہ کو دیدینا اور رسول اللہ کو واقعہ کی خبر کر دو۔ اور ہم دشمن
کے تعاقب میں جاتے ہیں حضرت سلمہ بڑے زبردست تیر انداز تھے اور اس وقت انکے پاس
تیر بھی موجود تھے اور تلوار بھی پاس تھی انہوں نے سلع کے دامن میں زور سے آواز دی
یا صباحاہ تاکہ خطرہ کی خبر مدینہ میں ہو جائے اور اس کے بعد روانہ ہو گئے اور تنہا پیادہ
دشمن کے تعاقب میں چلے۔ اس کے بعد دشمن کے قریب پہنچکر تیر مارنا شروع کیا ہر تیر میں
ایک شخص کو مجروح کرتے تھے اور پھر کہتے تھے انا ابن الاکوع واسیوم یوم الرضع یعنے ہم
ابن الاکوع ہیں اور آج جانچ کا دن ہے دیکھیں کس نے کتنا ماں کا دودھ پیا ہے ان کی طرف
کوئی رخ کرتا تو درخت کی آڑ سے تیر مار کر زخمی کر دیتے کبھی پہاڑیوں پر چلے جاتے کبھی نظر سے
چھپ جاتے ایک تنگ راستہ دو پہاڑیوں کے درمیان سے جاتا تھا جب دشمن اس راستے
چلے تو انہوں نے اوپر جاکر پتھر مارنا شروع کیا۔ الغرض اس طرح دشمن کو حواس باختہ کر دیا
اور ان بھوکے ہزار کو کوشش کی یہ ہاتھ نہ آئے۔ خود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے جتنے
اونٹ تھے وہ سب نے ان سے واپس لے لیا۔ انہوں کو مدینہ کی طرف ہنکا دیا اور پھر انکا
تعاقب کیا۔ اب یہ حالت ہوئی کہ چادریں اور نیزے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے وہ پھینک
دیتے ہمارے نشان کے لیے پتھر رکھ دیتے اور پھر تعاقب کرتے حتیٰ کہ تیس سے زیادہ چادریں
اور اتنے ہی نیزے انہوں نے پھینکے مگر جمنے تعاقب نہ چھوڑا

[1] فزاری جمع کا صیغہ ہے حضرت سلمہ اکیلے تھے کما فی الحلبی وغیرہ

[2] ثنیۃ الوداع وہ مقام ہے جہاں سے مدینہ کی عمارتیں نظر آنے لگتی ہیں یہاں پہنچ کر مسافر مدینہ کو دیکھ کر وداع کرتے تھے

یہ تو اس طرح تنہا دشمن کے پیچھے لگے رہے۔ وہاں مدینہ میں جب خبر پہنچی تو شور مچ گیا
سب سے پہلے مقداد بن عمرو گھوڑے پر سوار ہو کر خدمت میں حاضر ہوئے حضور نے ان کے
نیزہ سے لوا باندھ دیا اور کہا کہ جلد بڑھو سلمہ تنہا تعاقب کر رہے ہیں۔ ہم لوگ بھی ابھی آتے
ہیں۔ پھر عباد بن بشر، سعد بن زید، اسید بن ظہیر، عکاشہ بن محصن، عرزب ظفر، ابو قتادہ
ابو عیاش عبید بن زید کو حضور نے روانہ کیا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سعد بن زید کو حضور نے مقام
ذی قرد اعلم اس کے بعد مدینہ میں ابن ام مکتوم کو خلیفہ بنا کر خود بعزم لشکر اسلام روانہ ہوئے

سلمہ بن الاکوع کہتے ہیں کہ ایک مقام پر ایک فزاری اس جماعت کے پاس آیا اور سب کر
کھانے لگا ہم بھی ایک طرف بیٹھ گئے۔ فزاری نے سب کو پریشان دیکھکر پوچھا کیا حال ہے کہا کیا
کہوں آج صبح سے اس شخص نے ہم لوگوں کو پریشان کر دیا ہے جتنے ہمارے پاس کچھ تھا سب لیکے
بعد رسول اللہ کے سوار درختوں میں سے نمودار ہوئے سب سے آگے اخرم تھے پھر ابو قتادہ تھے پھر
فارس رسول اللہ مقداد بن الاسود الکندی (مقداد بن عمرو ہی کو مقداد بن الاسود کہتے ہیں)
دشمن ان کو دیکھتے ہی بھاگے۔ مگر ہم نے اخرم کی لگام پکڑلی کہ تنہا نہ جاؤ رسول اللہ کو آنے دو۔
اخرم کا نام محرز بن نضلہ تھا اور انھیں کو قیس بھی کہتے تھے انہوں نے کہا کہ اے سلمہ اگر خدا اور
قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور جنت و دوزخ کو حق جانتے ہو تو میرے اور شہادت کے درمیان
حائل نہ ہو میں نے لگام چھوڑ دیا۔ آخر وہ بڑھے عبدالرحمن فزاری سے ان سے مقابلہ ہوا اور
شہید ہوئے۔ اس کے بعد ابو قتادہ فارس رسول اللہ بڑھے اور عبدالرحمن بن عیینہ کو قتل کیا
ابن اسحاق نے بجائے عبدالرحمن کے حبیب بن عیینہ نام بتایا ہے۔ واللہ اعلم

اس کے بعد حضرت سلمہ نے پھر تعاقب شروع کیا وہ لوگ چشمہ ذی قرد پر پانی پینا
چاہتے تھے انہوں نے تیر مارنا شروع کیا وہ بھاگے مغرب تک پیچھا کیا اور دو گھوڑے پھینکے
جب لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ ذی قرد پر رسول اللہ تشریف رکھتے ہیں اور بال گوشت بھون

[1] یعنی عباد بن بشر بن وقش بن زغبہ بن زعورا، اوسی

رہتے ہیں اُنہوں نے عرض کیا رسول اللہ سب بیات اور پریشان ہیں آپ ہمیں کچھ کام دیجئے سب کو مارے ڈالتا ہوں حضور مسکرائے اور فرمایا اذا ملکت فاسجح جب تم کو غلبہ دیا تو اب نرمی کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وہ بنی غطفان میں پہنچ گئے ہیں۔

اس غزوہ میں دو شخص شہید ہوئے ایک اکرم یعنی عزیز بن نضلہ اور دوسرے وقاص بن مجزز المدلجی حضور نے فرمایا کہ ہمارے سواروں میں سب سے بہتر ابو قتادہ ہیں اور پیادوں میں سب سے بہتر سلمہ بن الاکوع حضور نے اونٹ وقت حضرت سلمہ کو اپنا رد ف بنایا۔

تمام اصحاب سیر اس غزوہ کو حدیبیہ کے پہلے لکھتے ہیں اسی لئے ہم نے بھی یہاں لکھا لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ غزوہ حدیبیہ کے بعد ہوا۔ حصین کی روایت سے سلمہ بن الاکوع لکھتے ہیں کہ ہم لوگ جب حدیبیہ سے لوٹ کر مدینہ پہنچے اُس کے بعد فتاح رسول اللہ پر حملہ کیا اور اس غزوہ سے لوٹ کر تین دن کے بعد خیبر کے لیے روانہ ہوئے۔

بعض سرایا

حدیبیہ کے قبل سنہ میں بعض سرایا کا ذکر واقدی نے کیا ہے۔ اور ابن سعد نے الاصحاب مواہب لدنیہ۔ معارج النبوۃ۔ مدارج النبوۃ وغیرہ میں بھی اُن کا ذکر آیا ہے مگر ان سرایا کی ترتیب میں بڑا اختلاف ہے۔ علیٰ ہذا زمانہ کی تعیین بہت مشکل ہے اُن سرایا کے واقعات کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے مگر اُس میں بھی تاریخ مذکور نہیں۔ البتہ بعض شواہد ایسے موجود ہیں جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ حدیبیہ کے پہلے کے واقعات ہیں یا بعد کے یا کون پہلے کے کون بعد کے۔ ہم اصحاب سیر کی اتباع میں ان سرایا کو یہاں پر لکھتے ہیں۔ لیکن جن سرایا کو حدیبیہ کے بعد ہونا چاہیئے اُس کے وجہات کو اس کے ضمن میں بتا دیں گے۔

غالب بن عبداللہ لیثی | غالب بفتح عین مہملہ و تخفیف لام و کاف مخصص بکسر میم و سکون حا مہملہ و

ف ۱ فتح اول جزء ثانی جلد سابعہ پر جرم گزرہ ہم حاشیہ معاویہ کا حصن وارجع لذا قال الدمیری فی شرح المنہاج وحصن حصین بالفتح ای الحافظ ابی ابا وجیف مقرر فرمایا۔

فتح صاد مہملہ فوجین ہو کسرہ۔

قتادہ بن نعمان | قتادہ بن نعمان ظفری کو حضور نے چالیس آدمیوں کے ساتھ بنی اسد کے مقابلہ کے لیے بھیجا ان میں ثابت بن ارقم اور سباع بن وعب بھی تھے یہ لوگ قریب پہنچے تو بنی اسد مکانوں کو خالی چھوڑ کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ کوئی نہ ملا ایک شخص سے اُن کی واپسی راہ پر گاؤں کا پتہ مل گیا جہاں دو سو اونٹ ملا یہ لوگ اس کو مدینہ لے آئے۔

محمد بن مسلمہ ذی القصہ | ذی القصہ ضم قاف و فتح صاد مہملہ مشدہ

ربیع الاول سنہ میں حضور نے محمد بن مسلمہ کو دس آدمیوں کے ساتھ بنی ثعلبہ کی طرف بھیجا یہ لوگ اُن کے موضع ذی القصہ تک پہنچے مگر وہ لوگ کہیں گاؤں میں چھپ گئے تھے وقت جب صحابہ بے خبر سو رہے تھے انہوں نے حملہ کر کے سب کو شہید کر دیا محمد بن مسلمہ مجروح پڑے تھے کوئی مسلمان اُن کو بیخبر پا کر مدینہ لایا۔

ابی عبیدہ ابن الجراح ذی القصہ | محمد بن مسلمہ کے واقعہ کے بعد ربیع الآخر سنہ میں حضور نے حضرت ابو عبیدہ کو چالیس آدمیوں کے ساتھ ذی القصہ بھیجا یہ راتوں رات گئے اور صبح کو اُن پر حملہ کر دیا وہ تاب نہ لا سکے اور جا بجا میں بھاگ گئے۔ ایک شخص ملا وہ مسلمان ہو گیا اس لیے اُس کو چھوڑ دیا لیکن اُن کے سب جانور اور اسباب کو مدینہ لے آئے۔

زید بن حارثہ بنی سلیم | اسی ربیع الآخر سنہ میں حضور نے ایک جماعت کے ساتھ زید بن حارثہ کو بنی سلیم کی طرف جموم بھیجا جو مہیم و ذو بیم بطن نخلہ کے پاس بنی سلیم کا موضع ہے مواہب لدنیہ میں ہے کہ یہ جگہ مدینہ سے چار روزہ ہے۔ جب زید وہاں پہنچے تو ایک عورت ملی جس کا نام حلیمہ تھا۔ اُس نے بنی سلیم کے ایک قبیلہ کا پتہ دیا جہاں اُن کے جانور رہتے تھے وہاں بہت سے اونٹ بکریاں اور قیدی ملے۔ ان قیدیوں میں حلیمہ کا شوہر بھی تھا یہ سب کو مدینہ لے آئے حضور نے حلیمہ اور اُس کے

Scanned by CamScanner

شوہر کو آزاد کر دیا۔

زید بن حارثہ بطرف بنی ثعلبہ جمادی الاول ۶ھ میں حضور نے زید بن حارثہ کو طرف کی جانب بھیجا طرف بنی ثعلبہ کا ایک چشمہ ہے مدینہ سے پچیس منزل پر بحار ذرے بھاگ گئے اُن کے اموال میں سے بیس اونٹ ملا جس کو یہ مدینہ لے آئے۔

زید بن حارثہ بحیص جمادی الاول ۶ھ میں حضور نے زید بن حارثہ کو حیص بکسر حاء و سکون تحتانیہ۔ مدینہ سے چار منزل پر ایک مقام ہے اسی جمادی الاول ۶ھ میں حضور نے سترہ آدمیوں کا سریہ زید بن حارثہ کو حیص بھیجا غرض یہ تھی کہ قریش کا ایک قافلہ شام گیا تھا اس کو روکا جائے چنانچہ اس قافلہ کو ان لوگوں نے روکا آدمیوں کو گرفتار کیا اور اموال پر قبضہ کیا۔

مشہور یہ ہے کہ ابو العاص بن الربیع رسول اللہ کے داماد اور حضرت زینب کے شوہر اسی قافلہ میں تھے اور زید بن حارثہ کے اسی سریہ نے اُن کے مال پر قبضہ کیا جو بعد کو حضرت زینب کے اسلام پیش کی وجہ سے واپس ہوا اور ابو العاص مسلمان ہوئے۔ اسد الغابہ سے بھی سمجھا جاتا ہے۔

مدارج النبوت میں روضۃ الاحباب وغیرہ سے بھی منقول ہے جنھوں نے ابن اسحاق کا قول بھی یہی بیان کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ ابو العاص بن الربیع فتح مکہ کے قریب مسلمان ہوئے صلح حدیبیہ کے بہت بعد اور رسول اللہ کے سریہ نے اُن کے قافلہ پر قبضہ نہیں کیا کیونکہ صلح کے بعد مدت کے زمانہ میں حضور نے قریش کے خلاف کوئی سریہ نہیں بھیجا کیونکہ یہ معاہدہ کے خلاف تھا۔ ہم ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ کی روایت نقل کرتے ہیں جس سے واقعہ کی اصلی نوعیت معلوم ہو جائے گی۔

ابن اسحاق نے غزوۂ بدر کے قیدیوں میں اس واقعہ کو بالتفصیل لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ابو العاص جب بدر سے بھوٹ کر مکہ گئے اور زینب مدینہ آگئیں تو دونوں میں اسلام کی وجہ سے تفریق ہو گئی۔ وہ مکہ میں رہے اور یہ مدینہ میں رہیں حتیٰ کہ فتح مکہ سے تھوڑا قبل ابو العاص

---

[1] انھوں نے مشرک سے پہلے ہی اسلام قبول فرمایا تھا۔

بن الربیع تجارت کی غرض سے شام کی جانب روانہ ہوئے اور واپسی پر مسلمانوں کا ایک دستہ مشہور تھے قریش کے بہت سے آدمیوں کا مال اُن کے ساتھ تھا جسے یہ فاتح ہو کر لائے تھے رسول اللہ کے سریہ نے ان کو روکا تمام اموال پر قبضہ کر لیا اور ان کو جاگیر بھی اصحاب سریہ مال لیکر واپس آئے۔ اور ابو العاص رات کے وقت چھپ کر زینب بنت رسول اللہ کے پاس آئے اور اُن سے امان چاہا۔ انھوں نے امان دی اگر ابو العاص کی اصل غرض یہ تھی کہ کسی طرح مال واپس مل جائے۔

صبح کے وقت جب رسول اللہ نماز کے لیے نکلے اور تکبیر ہوئی تو صف کے درمیان سے حضرت زینب نے آواز دی کہ اے لوگو میں نے ابو العاص ابن الربیع کو امان دیا ہے اور اپنے ہوا میں لیا ہے نماز کے بعد رسول اللہ نے پوچھا کہ تم لوگوں نے کچھ سنا ہے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ان باتوں کا ہمیں کچھ علم نہیں ہے ہیں جو تم نے سنا وہی ہم نے بھی سنا ہے۔

حضور گھر تشریف لے گئے تو حضرت زینب سے کہا کہ بیٹی دیکھو وہ تم سے ملنے نہ پائے تو اس کے لیے حلال نہیں ہے کیونکہ وہ اب تک کافر ہیں اس کے بعد حضور نے اُس سریہ کے لوگوں کو بلوایا اور کہا کہ ابو العاص کا اور میرا جو تعلق ہے اس سے تم لوگ واقف ہو تم نے اُس کے مال پر قبضہ کیا ہے اگر احسان کرو اور واپس کر دو تو یہ بات مجھ کو پسند ہوگی اور اگر ایسا نہ کرو تو وہ غنیمت ہے اور تم اُس کے زیادہ مستحق ہو سب نے کہا کہ ہم واپس کیے دیتے ہیں جس کے پاس اُس میں کی جو چیز تھی وہ لے آیا۔ یہاں تک کہ ڈول اور اونٹ باندھنے کی رسی بھی آئی اور کوئی چیز بھی اُس میں کی گم نہ ہوئی۔ ابو العاص ان سب چیزوں کو لیکر مکہ گئے اور جس کی جو چیز تھی اُس کو دیدی۔ آخر پوچھا کہ اے قریش کیا کسی کی کوئی چیز باقی ہے سب نے کہا کہ نہیں جزاک اللہ ہم نے تم کو پورا پورا امانت دار پایا۔ انھوں نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ہم اب تک اس ڈر سے مسلمان نہ ہوئے کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہارا مال لینے کے لیے مسلمان ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وہ پھر مدینہ چلے آئے۔

Scanned by CamScanner

ابن اسحاق حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے چھ برس کے بعد پہلے ہی نکاح پر حضرت زینبؓ کو ابوالعاص ابن الربیع[1] کے سپرد کیا اور کوئی جدید بات نہ ہوئی۔

قائل غور یہ ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ فتح مکہ سے تھوڑا قبل یہ واقعہ ہوا۔ اور پھر آخر میں کہتے ہیں کہ تفریق کے چھ برس بعد زینبؓ اور ابوالعاصؓ ملے۔ تفریق سنہ ۸ میں غزوۂ بدر کے بعد ہوئی اس حساب سے یہ ملاپ سنہ ۱۴ میں فتح مکہ سے پہلے ہونا چاہیئے۔ لیکن درمیان میں کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے سریہ نے اُن کے مال پر قبضہ کیا۔ حالانکہ وہ عدنہ کا زمانہ ہے اور عدنہ کے زمانہ میں قریش کے خلاف حضورؐ نے کوئی سریہ نہیں بھیجا کیونکہ یہ معاہدہ حدیبیہ کے خلاف تھا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ابن اسحاق نے اس سریہ کا یا اس کے امیر کا نام نہیں بتایا ہے موسیٰ بن عقبہ کی روایت اب ہم لکھتے ہیں اس سے مطلب واضح ہو جائے گا۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ابوالعاص بن الربیع کو جن لوگوں نے اسیر کیا اور اُن کے مال پر قبضہ کیا وہ ابوبصیرؓ عتبہ بن اسید ثقفی۔ اور ابوجندل بن سہیل اور اُن کی جماعت تھی صلح حدیبیہ کے بعد مکہ کا کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ جاتا تو صلح کے شرائط کے موافق حضور اُس کو مدینہ میں نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور ایسے لوگ نہ مکہ جا سکتے تھے نہ جانا پسند کرتے تھے اس لیے ایسے مسلمان ابوبصیرؓ ثقفی کے ماتحت ساحل بحر پر ٹھہر گئے اور اُن لوگوں نے قریش کے تجارتی قافلوں کا راستہ بند کر دیا۔ یہ لوگ معاہدہ کے پابند نہ تھے اس لیے کہ مدینہ آئے نہیں نہ حضور اُن کے ذمہ دار تھے اس لیے کہ خود قریش نے شرط کر کے اُن کو حضورؐ سے الگ رکھا تھا یہ لوگ عدنہ کے زمانہ میں برابر قریش کے قافلوں کو لوٹتے رہے۔ اور انہیں لوگوں نے ابوالعاص ابن الربیع کا قافلہ لوٹا تھا لیکن چونکہ مسلمان تھے اور رسول اللہؐ کے رشتہ کا ادب کرتے تھے اس قافلہ کے کسی شخص کو قتل نہیں کیا اور ابوالعاص کو بھی چھوڑ دیا۔ جب ابوالعاص و حضرت

[1] ابوالعاص نام و عدہ و کنیہ صحابی تھے اور اُن کے والد کا نام اُمیہ ثقفی بضم الف و کسر سین مہملہ بخلاف اُسیر بن جابر انصاری کے اُن کا نام بضم الف و فتح سین ہے تصغیر کے وزن پر ۱۲ منہ

[1] حضرت ابن عباسؓ یعنی حضرت عبداللہ بن عباس سنہ ۶۸ میں وفات پائی حضورؐ کے چچازاد بھائی ہیں اور جلیل القدر صحابی

زینبؓ کی پناہ میں تو رسول اللہؐ نے صحابہ سے کہا کہ ابوالعاص کے اموال پر ابوجندلؓ اور ابوبصیرؓ نے قبضہ کر لیا ہے مگر کسی آدمی کو مارا نہیں ہے۔ اب زینبؓ سفارش کرتی ہے کہ ہم ابوالعاص کو اپنے پناہ میں لے لیں کیا تم لوگ راضی ہو۔ اس پر سب صحابہ نے رضامندی ظاہر کی۔ یہ جریب ابوبصیرؓ وغیرہ کوئی تو اُن لوگوں نے تمام مال واپس کر دیا۔

اس کے بعد رسول اللہؐ نے ابوجندلؓ اور ابوبصیرؓ کو لکھا کہ تم لوگ مدینہ چلے آؤ اور اپنے ساتھیوں کو منتشر کر دو جہاں جانا چاہے چلا جائے اور قریش کے قافلوں سے تعرض نہ کرو یہ خط جس وقت پہنچا اس وقت ابوبصیرؓ سکرات میں تھے اُن کا انتقال ہو گیا اور یہ خط اُن کے سینہ پر تھا۔ ابوجندلؓ نے اُن کو وہیں دفن کیا اور اس کے بعد مدینہ چلے آئے اس کے بعد قریش کے قافلے مامون ہو گئے۔ موسیٰ بن عقبہ نے اس قصہ کو امام زہری سے روایت کیا ہے

ابن اسحاق کی روایت میں جو سریہ رسول اللہؐ کا ذکر ہے اُس سے یہی لوگ مراد ہوں تو اختلاف باقی نہیں رہتا۔ اور چونکہ یہ لوگ بھی مسلمان تھے اس لیے سریہ رسول اللہؐ کا اطلاق ان پر بیجا نہ ہوگا۔ الغرض یہ قصہ غزوۂ حدیبیہ کے بعد کا ہے یعنی سنہ ۷ ہجری کا اور زید بن حارثہؓ کے سریہ کے ساتھ اس قصہ کو ملا دینا صحیح ہے۔ ابوالعاص بلاشبہ زمانہ عدنہ میں مسلمان ہوئے فتح مکہ کے قریب۔ ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا روایت کو ترمذی نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے یعنی لا بأس بہ اور یزید بن ہارون کا قول لکھتے ہیں کہ حدیث ابن عباس اجود ہے اسناداً واللہ اعلم

سریہ زید بن حارثہ بہ جمی

ابن اثیر کہتے ہیں جموم بجائے مطر و بین صاد جمی جذام کا ایک بلدہ ہے اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ یہ وادی القریٰ کے آگے ہے۔ واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال حضورؐ نے زید بن حارثہؓ کو حسمی کی جانب بھیجا۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضورؐ نے دحیہ بن خلیفہ کلبی کو قیصر کے پاس دعوت اسلام کا خط لیکر بھیجا تھا۔ وہ وہاں سے ہوئے اور اُن کے ساتھ قیصر کے دیئے ہوئے تحائف بھی تھے۔ حسمی نے راستہ روکا اور سب

[1] قریش نے بعد صلح حدیبیہ سنہ ۶ ہجری میں حضرت سہل بن عمرو کی خدمت میں حضور کی خدمت میں بھیجکر درخواست کی کہ ان کا لڑکہ کو واپس کر دیا جائے منہ

چھین لیا۔ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اِکر خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہؓ کو بھی کی طرف بھیجا اور دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کو بھی اُن کے ساتھ واپس بھیجا۔ اُنہوں نے جاکر انتقام لیا اور تجارت بھی واپس لائے اور ہزاروں جانور اور سیکڑوں قیدی لائے۔

یہ غزوہ حدیبیہ کے بعد کا ہے بلاشک۔ اس لیے کہ حضورؐ نے حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد محرم ۷ھ میں ایک روزنامچہ فاصد شاہان عالم کے پاس روانہ کیے۔ اُن میں ایک دحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ بھی تھے جو قیصر کے پاس حضورؐ کا خط لیکر گئے تھے۔

سریہ علیؓ مرتضیٰ بہ فدک

ابن غیم واقدی سے روایت کرتے ہیں کہ اسی سال حضرت علیؓ دو سو آدمی کے ساتھ فدک گئے۔ معلوم ہوا تھا کہ وہاں کا قبیلہ بنی سعد بن بکر فوج جمع کر رہا ہے تاکہ خیبر کے یہود کی امداد کرے۔ حضرت علیؓ اس طرح گئے کہ رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے۔ ان لوگوں کو ایک شخص ملا جس کو بنی سعد نے خبر بھیجا تھا اور امداد کا وعدہ کیا تھا اس شرط پر کہ خیبر کی کھجور اُن کو دیجائے۔ معارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اس قبیلہ پر ایک حملہ کیا وہ بھاگ گئے۔ پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکری غنیمت میں ملی جس کو یہ مدینہ لائے۔ مسلمانوں کا کچھ نقصان نہ ہوا۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ بدومۃ الجندل

اسی سال شعبان کے مہینہ میں حضورؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دومۃ الجندل بھیجا اور اُن کو کہدیا کہ قوم متبع ہو جائے تو اُس کے سردار کی لڑکی سے تم نکاح کر لینا۔ وہ قوم مسلمان ہوگئی اور انہوں نے تماضر بنت الاصبغ سے نکاح کر لیا۔ اصبغ اس قوم کا رئیس اور سردار تھا یہی تماضر ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی ماں ہیں۔ ابوسلمہ اکابر تابعین میں سے ہیں اور مدینہ کے مشہور فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں۔

زید بن حارثہؓ بوادی القریٰ

حضورؐ نے اسی سال رمضان ۷ھ میں زید بن حارثہؓ کو وادی القریٰ کی طرف بھیجا۔ وجہ یہ ہوئی کہ بنو فزارہ کی ایک جماعت بنی بدر نے ان کے قافلہ پر ڈاکہ ڈالا۔ اُن کی فوج اور کم تھی اس لیے اُن بیچوں نے اُن کو بہت مارا بھی اور سب مال بھی لے لیا۔ یہ مدینہ آئے تو رسول اللہؐ نے اُن کی امداد کے لیے ایک جماعت دی اور بھرا نہیں کو بھیجا۔ اس دفعہ یہ گئے تو ان سے بدلا لیا۔ کچھ لوگوں کو قتل کیا باقی بھاگ گئے۔ اُن کی عورتوں کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔

سریہ کرز بن خالد الفہری

ابن غیم واقدی سے روایت کرتے ہیں کہ شوال ۷ھ میں بیس سوار قریشیوں کی طلب میں کرز بن خالد الفہری کے واقعت گئے۔ ابن سعد اور ابن حبان نے بھی اسی قول کو قبول کیا ہے۔ اسی بنا پر یہ واقعہ حدیبیہ کے قبل کا ہے اس لیے کہ حدیبیہ کا عمرہ ذیقعدہ ۶ھ میں ہوا جیسا کہ آگے آتا ہے۔

عُکل و عُرَینہ

عُکل بضم عین مہملہ و سکون کاف۔ عُرَینہ بضم عین مہملہ و فتح راے مہملہ۔ یہ دونوں قبیلوں کا نام ہے اُن کا قصہ صحیحین میں اور اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ وہ یہ ہے کہ عُکل و عُرَینہ کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور مسلمان ہوئی پیچھے رسول اللہؐ سے آکر شکایت کی کہ مدینہ کی آب و ہوا ہمیں موافق نہیں آئی کیونکہ ہم لوگ اہل ضرع ہیں یعنی اونٹ گائے بکری پالتے ہیں اہل زرع یعنی اہل زراعت نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ میدانوں میں جانور چراتے ہیں آبادیوں میں رہنے کی عادت نہیں ہے جس سے روایا ناساز ہو گئیں کہ اُن کے پیٹ پھول گئے تھے اور چہرہ زرد ہو گیا تھا حضورؐ نے ان کو ذود دوایا اور کہا کہ اس کو چرایا کرو اور اُسی کا دودھ اور پیشاب پیو۔ ذود اُن اونٹنی کو کہتے ہیں جس میں تین سے زیادہ اور دس سے کم جانور ہوں۔ چنانچہ اس دودھ اور پیشاب کے پینے سے وہ سب بالکل اچھے ہو گئے۔ مگر جب اچھے ہوئے تو رسول اللہؐ کے راعی کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لیکر بھاگ

۱۔ حضرت سودہؓ بن ابی سلمہ حضورؐ کے چچا زاد بھائی اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے سوتیلے لڑکے ہیں۔ یہ ۶۰ھ میں ایک بدمست ہاتھی کے اغوا کرنے سے فوت ہوئے۔

گئے اور اسلام کے حد پھر کافر ہو گئے۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ راعی کی آنکھ میں سلائی پھیر دی

حضورؐ کو خبر ہوئی تو اُن کے تعاقب میں آپ نے بیس سوار بھیجے کُرز بن حالد الفہری ان کے سردار تھے اور حضورؐ نے دعا کی کہ خدا وندا ان پر راستہ تنگ کر دے آخر بھی ہو اور پیاسے بھوکے گئے اور پکڑے گئے جب پکڑ کر آئے حضورؐ نے حکم دیا کہ اُن کی آنکھوں میں سلائی پھیری جائے اور اُس کے بعد حضورؐ کے حکم سے اُن کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ کر خرہ کے گھنٹوں میں ایک طرف پھینک دیا گیا حتیٰ کہ سب کے سب وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

محل بحث و ظاہر ہے کہ راعی کے قصاص میں تھا باقی اس سے معلوم ہوا کہ مختلف جرائم کے لیے متعدد سزاؤں کا جمع کرنا جائز ہے۔ وہ لوگ محارب کافر تھے جو راعی کی آنکھ میں سلائی پھیری تھی۔ ان تمام ذنوب کبیرہ کی سزا کو جمع کیا گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محارب کے ہاتھ پیر کو ایک ساتھ قطع کرنا جائز ہے۔ ائمہ قسم کہتے ہیں کہ یہ قصہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے مگر حدود کی وجہ سے منسوخ نہیں ہوا۔ اس لیے کہ حدود نے سزا کو سخت کیا ہے منسوخ نہیں کیا۔

اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوا کے لیے ماکول اللحم جانور کا پیشاب پینا جائز ہو گا اس میں بڑا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم انہیں کے لیے مخصوص تھا واللہ اعلم۔ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ نقل و عقل دونوں دلیلوں سے ثابت ہے کہ حلال ہے اور عرینہ ہی قحطان۔

صلح حدیبیہ

حضرت نافع سے مروی ہے کہ عمرہ حدیبیہ ۶ھ کے ذیقعدہ میں ہوا ابن قیم کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے یہی قول ہے امام زہری قتادہ۔ موسیٰ بن عقبہ۔ اور محمد بن اسحٰق وغیرہ کا۔ البتہ شام

بن عروہ حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ مدینہ سے رمضان میں نکلے اور شوال میں حدیبیہ میں تھے مگر یہ وہم ہے خود حضرت عروہ سے ابو الاسود روایت کرتے ہیں کہ ابتدا میں ہوا اور حضرت انسؓ سے صحیحین میں مروی ہے کہ حضورؐ نے چار عمرہ کیا سب ذیقعدہ میں انہیں عمرہ حدیبیہ کو بھی ذکر کیا ہے

اور صحیحین ہی حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ عمرہ حدیبیہ میں حضورؐ کے ساتھ پندرہ سو آدمی تھے۔ اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے کہ چودہ سو تھے۔ اور صحیحین ہی میں عبداللہ ابن ابی اوفیٰ سے مروی ہے کہ تیرہ سو آدمی تھے۔ ظاہر چودہ سو کا قول راجح معلوم ہوتا ہے جملہ معقل بن یسار۔ براء بن عازبؓ اور سلمہ بن الاکوعؓ بھی یہی کہتے ہیں۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ حج کیا۔ اور خانہ کعبہ کی کلید اپنے قبضہ میں کر لی بعض اصحاب نے نقل کیا بعض نے قصہ اس خواب کو آپ نے اصحاب سے بیان کیا۔ اور عمرہ کی تیاری شروع کر دی اور آخر انصار و مہاجرین کے ساتھ عمرہ کی نیت سے روانہ ہو گئے۔ اعراب میں سے جو شخص خوشی سے ساتھ ہوا اُس کو لیا نہ ساتھ ہوا اُس پر اصرار بھی نہ کیا سوائے تیار و ہتھیار کے کوئی سلاح ساتھ نہ لیا۔ اور یہ بات اچھی طرح ظاہر کر دی گئی کہ آپ کا یہ سفر محض عمرہ کی غرض سے ہے جنگ کا قطعاً ارادہ نہیں ہے

جب آپ ذی الحلیفہ پہنچے تو وہاں جو ہدی بھی قربانی کے جانور آپ کے ساتھ تھے اُس کی اشعار اور تقلید کی اشعار یہ ہے کہ کوہان کی دہنی جانب سے تھوڑا تھوڑا شق کر دیتے ہیں تاکہ اُس سے خون جاری ہو جائے۔ اور تقلید یہ ہے کہ جوتیاں وغیرہ کو باندھ کر قلادہ بنا کر گلے میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں اس بات کی علامت ہوتی ہیں کہ یہ قربانی کے جانور ہیں جن اصحاب کو حیثیت تھی اُنہوں نے بھی ہدی مقرر کی اس طرح ستر اونٹ قربانی کے لیے آپ کے ساتھ تھے۔ اور حضورؐ کے ہدی میں ایک ابوجہل کا اونٹ بھی تھا جس کے ناک میں چاندی کا حلقہ تھا اور غزوۂ بدر میں آپ کے قبضہ میں آیا تھا۔

۱؎ قصہ ہے ہوازن کے بال کٹوا دیا اور عمرہ سے مراد چوتھا عمرہ ہے۔

وہیں سے آپ نے بنی خزاعہ کے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ جا کر قریش کا کیا خیال ہے۔ جب آپ عسفان میں پہنچے تو آپ کا مقرر کردہ مخبر واپس آیا اُن کا نام بسر بن سفیان کعبی تھا۔ بنی کعب اس شام سمجھتے ہیں۔ بسر نے خبر دی کہ جس وقت ہم مکہ سے ان کی طرف سے جدا ہوئے اُس وقت وہ آپ سے لڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ فوجیں جمع کی ہیں احابیش کو اکٹھا کیا ہے اور آپ کو بیت اللہ میں داخل نہ ہونے دینگے رسول اللہ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے کیا اُن لوگوں کے مکان پر حملہ کر دیا جائے۔ جو قریش کی امداد کو گئے ہیں اگر وہ منتشر ہو جائیں یا ہم بیت اللہ چلیں اور جو کوئی روکے اُس سے لڑیں حضرت صدیق نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کسی سے مقابلہ کے لیے نہیں نکلے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص جانکر بیت اللہ کے درمیان حائل ہوگا تو ہم ضرور لڑینگے حضورؐ نے کوچ کا حکم دیا مگر فرمایا کہ کراع الغمیم میں خالد بن الولید قریش کے لشکر پر مقرر ہیں اس لیے داہنے ہاتھ سے چکر چلو۔ یہ نیا راستہ بڑا مشکل اور بڑا نشیب و فراز تھا مگر صحابہ نے تعمیل حکم کی اور اسی راستہ سے چلے جب ثنیۃ المرار میں پہنچے تو آپ کا اونٹ قصوی بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اٹھانے کی کوشش کی مگر نہ اٹھا آپ نے فرمایا کہ میں نے اصحاب فیل کو مکہ سے روک دیا تھا اسی نے اس کو روک دیا ہے ورنہ یہ اونٹ ایسا نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں اُن تمام باتوں کو قبول کروں گا جس میں حرم کی تعظیم ہوگی۔ اس کے بعد قصوی کو اٹھایا گیا تو وہ اٹھکر چلنے لگا۔ جب کہ آپ حدیبیہ کے ایک انتہائی مقام میں ٹھہرے۔ وہاں پر چند قلیب تھا یعنی پرانا کنواں اس میں پانی بہت قلیل تھا اُس کا پانی جلد ختم ہو گیا سب لوگ راستہ چلے ہوئے تھے پیاس سے پریشان ہوگئے اور عطش العطش کہنے لگے حضورؐ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر دیا کہ اس میں ڈال دو ڈالتے ہی اتنا پانی نکلا کہ سارا لشکر سیراب ہو گیا

اس کے بعد رسول اللہؐ نے ارادہ کیا کہ کسی کو قریش کی طرف بھیجیں حضرت عمر بن الخطابؓ نے آپ سے کہا مگر اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ مکہ میں کوئی بنی کعب نہیں ہے کہ کفار اگر مجھ

ایذا دیں تو وہ طرفداری کرے آپ عثمان بن عفانؓ کو بھیجئے۔ آپ نے حضرت عثمان کو قریش کی طرف بھیجا۔ اُن سے کہا کہ تم کفار سے کہنا کہ ہم محض عمرہ کی نیت سے آئے ہیں قتال مقصود نہیں ہے۔ اور کفار کو اسلام کی دعوت دیجیو اور جو مرد و عورت مسلمان مکہ میں ہیں اُن کو بشارت دیجیو کہ خداوند کریم جلد اسلام کو مکہ میں غالب کرنے والا ہے۔ جب یہ چلے تو راستہ سے ابان بن سعید بن العاص نے اُن کو اپنے گھوڑے پر بٹھا لیا۔ اور اُن کو اپنے جوار میں لے گئے۔ حضرت عثمان کے جانے کے بعد صحابہ کہنے لگے کہ عثمان کو ہم سے قبل طواف کا موقع مل گیا رسول اللہ نے کہا کہ مجھے اُمید نہیں ہے کہ ہم لوگ محصور ہوں اور عثمان طواف کریں۔ لوگوں نے کہا کہ ان کو طواف سے کیا چیز مانع ہوگی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ اُن کا خلوص میرا گمان ہے کہ وہ طواف نہیں کرینگے جب تک ہم لوگ بھی ساتھ نہ ہوں۔

بیعۃ الرضوان

حدیبیہ میں قریشیوں کے لوگ موجود تھے کسی نے ایک قریشی پر تیر پھینکا۔ پس دونوں فریق تیر اور پتھر چلنے لگے۔ رسول اللہ کو کسی نے خبر دی کہ حضرت عثمان کو کفار نے قتل کر دیا حضورؐ اس وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے صحابہ سے آپ کے پاس جمع ہونا شروع ہوئے آپ نے سب مسلمانوں سے بیعت لی اس بات پر کہ اگر لڑائی شروع ہو جائے تو کوئی شخص فرار نہ ہو سب سے پہلے ابو سنان الاسدی نے بیعت کی۔ اور سلمہ بن الاکوعؓ نے تین دفعہ بیعت کی شروع میں دو سو آدمیوں نے پھر آخر میں اور جتنے مسلمان موجود تھے سب نے بیعت کی سوائے ایک شخص کے جو حضرت عثمان موجود نہ تھے اس لیے آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو کہا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اُس پر دوسرا ہاتھ رکھ کر حضرت عثمان کی بیعت لی

سلہ حدیبیہ میں جس درخت کے نیچے بیعت لی گئی اونٹ کے پیٹ میں چھپ گیا خدا اُس کے نشان کا ذکر نہ کرے تو کسی کو اُس کا پتہ نہ ملے۔ واللہ اعلم۔ اور سنہ ۸ھ میں بیعت الرضوان کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا ہے لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الخ جس وقت اللہ مسلمانوں سے خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے

Scanned by CamScanner

بیعت تمام ہونے کے بعد حضرت عثمان آئے صحابہ نے کہا کہ اے ابا عبداللہ تم نے تو بیت اللہ کا طواف کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تم لوگوں نے میرے ساتھ بڑی سخت بدگمانی کی خدا کی قسم اگر میں ایک سال تک رہتا۔ اور رسول اللہ علیہ میں رُکے رہتے تو میں بلا رسول اللہ کے طواف نہ کرتا۔ قریش نے تو مجھ سے طواف کے لیے کہا مگر میں نے انکار کر دیا

گفت و شنید

اس کے بعد بدیل بن ورقا خزاعی خزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ کے پاس آئے یہ رسول اللہ کے خیر خواہوں میں سے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ مشرکہ مسلمان تھے بعض کہتے ہیں کہ مسلمان تھے مگر اہل مکہ کی باتوں سے رسول اللہ کو مطلع کر دیا کرتے تھے۔ اور ان کا قبیلہ بنی خزاعہ بھی جو اہل تہامہ میں سے تھا رسول اللہ کا طرفدار مشہور تھا۔ بدیل نے آکر بیان کیا کہ کعب بن لوی تیاری کے ساتھ حدیبیہ میں آگئے ہیں۔ انہوں نے قبائل کو بھی جمع کیا ہے اور انہوں نے آپ کو بیت اللہ سے روکنے اور مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے۔ صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔ قریش خال کے بڑے خواہشمند ہیں مگر یہ ان کے لیے سراسر ضرر ہے اگر وہ چاہیں تو ایک مدت کے لیے مصالحت کر کے جنگ روک سکتے ہیں۔ ہم کو دوسرے مشرکین عرب کے مقابل چھوڑ دیں۔ اگر ہم مغلوب اور خراب خستہ ہوئے تو ان کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر ہم غالب ہوئے تو وہ دوسرے لوگوں کی طرح اس دین میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اور اگر یہ بھی پسند نہ ہو تو ایک مدت کے لیے تو جنگ موقوف رہیگی اور اگر وہ قتال کے سوا کچھ نہیں چاہتے تو خدا کی قسم اس دین کے لیے ہم ان سے اسوقت تک مقابلہ کرینگے کہ یا تو میری گردن نہ رہے گی یا خدا کا حکم نافذ ہو کر رہے گا۔

بدیل نے کہا کہ میں جاتا ہوں آپ کا کلام قریش تک پہنچا تا ہوں۔ دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں اس کے بعد وہ قریش کے پاس گئے۔ اور کہا کہ میں نے محمد سے کچھ باتیں سنی ہیں۔ اگر تم چاہو تو

---

[1] یہ ہے اس واقعہ کا جو حضرت عثمان کے متعلق ہوا۔ اور آپ کو قید کر دیا۔ مگر جب صحابہ سے جنگ کا حضور نے ارادہ فرمایا تو چھوڑ دیا

بیان کروں۔ اس پر مکرز بن ابی جہل اور حکم بن العاص وغیرہ نوجوانوں نے کہا کہ ان کی باتوں کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم سننا نہیں چاہتے۔ لیکن قریش کے معمر اور اہل الرائے لوگوں نے کہا کہ کہو وہ کیا ہے۔ انہوں نے جو کچھ حضور سے سنا تھا بیان کر دیا اس پر عروہ ابن مسعود ثقفی نے اٹھکر کہا کہ اگر یہ باتیں محمد نے کہی ہیں تو پسندیدہ اور مناسب ہیں۔ اور قبول کرنی چاہیئے مگر اجازت دو کہ ہم خود محمد سے ملکر دیکھیں ان کی غرض کیا ہے۔ اور مصلحت کیا ہے۔

عروہ بن مسعود بڑے معزز اور ذی اثر شخص تھے۔ ان کے تعلقات بڑے وسیع تھے۔ اسوقت تو کافر تھے پیچھے مسلمان ہو گئے سب نے کہا کہ ہاں تم جاؤ۔ یہ حضور کے خدمت میں آئے۔ حضور نے ان سے وہی کہا جو بدیل سے کہا تھا۔ عروہ نے کہا کہ اے محمد تم نے اگر اپنی قوم کو تباہ بھی کر دیا تو کیا اچھا کام کیا۔ کیا اس سے پہلے کسی عرب کو تم نے سنا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو اس طرح تباہ کیا ہو۔ اور ہم تو کسی شریف کو تمہارے پاس نہیں دیکھتے یا اطراف کے اوباش جمع ہو گئے ہیں زیادہ دن نہیں گزرے گا کہ یہ سب تم کو تنہا چھوڑ کر الگ ہو جائینگے۔ عروہ کی یہ بات حضرت صدیق کو بہت ناگوار گزری۔ اور آپ نے غصہ میں کہا امصص بظر اللات انحن نفر عنہ وندعہ یعنی تو جا کر اپنے لات کا پیشاب گاہ چاٹ تو کیا جانے کہ ہم رسول اللہ سے کبھی بھاگ ہٹ ہے ہلوگ اور رسول اللہ سے بھاگ جائیں گے اور ان کو چھوڑ دینگے۔ عروہ میں یہ سخت گالی سنی

---

[1] عروہ ایام کفر میں بڑا معزز شخص تھا جب قریش کے لوگوں نے کہا تھا لو ارسلوا عدا الغداۃ الی رجل من قریۃ حقیرۃ لو بعض روایت میں ہے کہ اس میں ایک یہی عروہ مراد ہے اور دوسرا وہید بن مغیرہ خالد کے والد پھر اسلام کے بعد بھی عروہ کا بڑا مرتبہ ہے حضور سے انہوں نے اپنے قوم میں تبلیغ کی اجازت چاہی حضور نے کہا اندیشہ ہے تو انہوں نے کہا کہ ہماری قوم ہم کو سوتے میں ادب سے جگاتی نہیں ہے پھر ان کی کیسے کریگی تو نہ دیں گے۔ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر کی سے تیر مار کر کسی نے ان کو شہید کیا حضور نے فرمایا کہ عروہ کی مثال صاحب یٰسین کی ہے اور حضور نے فرمایا ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا عروہ بن مسعود سے بہت مشابہ تھے۔ منہ

در ات قبیلہ ثقیف کے بت کا نام تھا۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے حضور نے فرمایا ابوبکر۔ عروہ نے کہا کہ تمہارا ہم پر احسان ہے جس کا بدلہ ہم نے نہیں ادا کیا ہے۔ یہ نہ ہوتا تو ہم تم کو اس سخت گالی کا جواب دیتے۔ ایام جاہلیت میں عروہ پر ایک دیت لازم ہو گئی تھی۔ اور حضرت صدیق نے دی تھی۔ اور اسکی امداد کی تھی۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے۔ عروہ یہ کہکر پھر گفتگو میں مشغول ہو گیا۔ جب یہ گفتگو کر رہا تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ مغفر پہنے ہوئے اور تلوار لیے ہوئے کھڑے تھے۔ عروہ جب بات بولتا تو رسول اللہ کی ڈاڑھی پر ہاتھ بھی جاتا جیسا کہ عام عربوں کا قاعدہ تھا۔ حضرت مغیرہ تلوار کے نعل سے عروہ کے ہاتھ پر مارتے کہ ہاتھ رسول اللہ کی ڈاڑھی سے الگ رکھ۔ عروہ نے سر اٹھا کر کہا کہ یہ کون ہے حضور نے فرمایا کہ یہ تیرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔ عروہ نے کہا او غدار میں نے تیرے غدر کی اصلاح کے لیے کوشش کی اور تنگ کر رہا ہوں اور تو یہ سلوک ہے۔

عروہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ مغیرہ بن شعبہ اور بنی مالک کے تیرہ آدمی مقوقس کے پاس اسکندریہ گئے تھے۔ بنی مالک قبیلہ ثقیف کا جزو تھا۔ وہاں مقوقس نے مغیرہ پر ان لوگوں کو ترجیح دی اور انعامات دیئے۔ اس سے مغیرہ کو بڑا ملال ہوا۔ راستہ میں ایک روز شراب پیکر وہ سب قافلہ والوں سے لڑ پڑے۔ انہوں نے سب کو قتل کر دیا۔ اور ان سب کا مال و اسباب لیکر مدینہ چلے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اسلام تو تمہارا صحیح ہے مگر اس مال سے میں سروکار نہیں۔ یہ خیر جب بنی مالک کو دی تو وہ مغیرہ کے خاندان سے قصاص لینے کو مستعد ہو گئے۔ جنگ کا سامان ہو گیا تھا مگر عروہ بن مسعود نے بیچ میں پڑکر بنی مالک کو دیت پر راضی کر لیا۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے۔

عروہ اس طرح باتیں کر رہا تھا مگر ہر بار جب کوئی شخص تھا کھنکھارتا تھا حضرت اصحاب رسول اللہ

سلہ عروہ کا نسب یہ ہے عروہ بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف۔ بنی مالک بنی مغیرہ کا جد اعلیٰ ہے۔ منہ

کے طرز عمل کو خوب جانچ رہا تھا۔ اور صحابہ کی تعظیم و تکریم سے حیران تھا۔ لوٹ کر گیا تو کہا کہ اے مشرکین میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے ہاں بھی گیا ہوں۔ اور ان کے آداب بھی دیکھے ہیں۔ مگر خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسی محمد کے اصحاب محمد کی کرتے ہیں۔ اگر ان کا تھوک ان کے ہاتھ پر پڑ جائے تو اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر ملتے ہیں۔ کوئی بات محمد کے زبان سے نکلتی ہے تو سب اس کو پورا کرنے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں تو خسارہ کا پانی لینے کے لیے اس طرح کوشش کرتے ہیں کہ گویا لڑ جائیں گے۔ محمد کے سامنے بات بولتے ہیں تو پست آواز سے تعظیم اور جلالت شان کی وجہ سے کبھی نظر نہیں ملاتے۔ اور اے قریش محمد نے کوئی جھا بات نہیں کہی ہے۔ جو وہ کہتے ہیں مناسب ہے مان لو۔

اس کے بعد بنی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام حلیس تھا بصیغہ تصغیر اٹھکر کہا کہ اجازت دو ذرا ہم محمد سے باتیں کر کے دیکھیں۔ قریش نے اجازت دی۔ یہ شخص جب حضور کو سامنے سے نظر آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے۔ اس کی قوم قربانی کی دلدادہ ہے۔ قربانی کے جانور اس کے سامنے لاؤ۔ صحابہ بیشک کہتے ہوئے اس کے استقبال کو گئے۔ اور مدی کے جانوروں کو اس کے سامنے منکا دیا۔ اس نے جب دیکھا کہ وادی کی طرف سے اونٹوں کا ایک سیلاب آ رہا ہے۔ اور سب کے گلے میں قلادہ پڑا ہوا ہے۔ تو اس کے آنکھوں سے آنسو نکل پڑا اور اس نے کہا کہ سبحان اللہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ایسی قوم کو بیت اللہ سے روکا جائے۔ یہ حضور سے ملا بھی نہیں اور لوٹ گیا۔ قریش سے جا کر حال بیان کیا۔ قریش نے کہا کہ تو اعرابی ہے تجھکو علم نہیں بیٹھ جا۔ حلیس کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا کہ اے قریش ہمارا تمہارا یہ معاہدہ نہیں ہے کہ اس پر ہم حلیف ہوئے ہیں۔ کیا خدا کے گھر سے اس شخص کو روکا جائے گا جو اس کی تعظیم کے لیے آیا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں حلیس کی جان ہے تم محمد کو موقع دو کہ وہ جو کرنا چاہتے ہیں کریں ورنہ ہم تمام احابیش ہو کر تم سب کو یہیں

Scanned by CamScanner

قریش نے مجلس کی دعوت ہی عشاء کی اور کہا ذرا تم چپ رہو اور ہم کو محمد سے مناسب فیصلہ کر لینے دو

الحدیبیہ

اس کے بعد مکرز بن حفص آیا۔ رسول اللہ نے دیکھا تو فرمایا یہ مکرز بن حفص ہے فاجر شخص ہے اس نے باتیں شروع ہی کی تھیں کہ سہیل بن عمرو آیا۔ حضور نے دیکھا تو فرمایا کہ اب قریش نے اس شخص کو بھیجا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ارادہ صلح کا ہے۔ سہیل بن عمرو آیا تو بنا صلح پر گفتگو شروع ہوئی۔

حضور نے فرمایا کہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان تم لوگ روک نہ بنو تاکہ ہم بیت اللہ کا طواف کر سکیں سہیل نے کہا کہ سارا عرب یہ کہے گا کہ ہم نے ڈر سے تم کو چھوڑ دیا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں آئندہ سال آکر تم طواف کر سکتے ہو حضور نے اسکو مان لیا۔ سہیل نے پھر یہ شرط پیش کی کہ قریش کا کوئی شخص بلا اذن اپنے ولی کے تمہارے پاس جائے تو گو وہ تمہارے دین پر ہو اس کو ہماری طرف واپس کر دینا ہوگا۔ اور تمہارا کوئی شخص قریش کے پاس جائے تو وہ واپس نہیں کریں گے۔ صحابہ نے کہا سبحان اللہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جو مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے گا اس کو ہم کیونکر واپس کر دینگے مگر حضور نے اس شرط کو بھی قبول کر لیا۔

جب یہ شرائط زبانی طے ہو چکے تو تحریر کی نوبت آئی حضور نے حضرت علی کو بلایا اور کہا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل نے کہا کہ ہم بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں جانتے۔ جو طریقہ تحریر کا ہم میں چلا آتا ہے باسمک اللھم لکھو حضور نے کہا کہ اچھا باسمک اللھم لکھو۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ لکھو یہ وہ شرائط ہیں جس پر محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی سہیل نے کہا کہ اگر ہم تم کو رسول اللہ سمجھتے تو طواف سے کیوں روکتے اور مخالفت کیوں کرتے۔ اپنا اور اپنے

والد کا نام لکھو حضور نے فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں گو تم لوگوں نے تکذیب کی۔ اچھا لکھو محمد بن عبداللہ سہیل نے صلح کی مگر حضرت علی محمد رسول اللہ لکھ چکے تھے حضور نے فرمایا کہ رسول اللہ کے لفظ کو محو کر دو حضرت علی نے کہا کہ میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا اور غصہ میں حضرت علی نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا حضور نے فرمایا کہ اے علی تم کو بھی ایسا موقع پیش آئے گا اور آپ نے فرمایا کہ اچھا وہ لفظ مجھے دکھاؤ۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے لفظ کو محو کیا اسکے بعد بعض روایتوں میں ہے کہ محمد بن عبداللہ لکھا اور بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علی کو دیا کہ محمد بن عبداللہ لکھو۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ راجح یہ ہے کہ بطور معجزہ حضور نے خود لکھا اور شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ پہلی روایت میں کتب سے مراد امر کتابت ہے واللہ اعلم

ابھی یہ تحریر لکھی جا رہی تھی کہ اسی سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ابوجندل بن سہیل اپنی قید کی زنجیروں کے ساتھ اسفل مکہ کی طرف سے کسی طرح مسلمانوں میں آگئے۔ یہ مسلمان تھے۔ کفار نے انہیں تکلیفیں دی تھیں۔ زنجیروں میں باندھ رکھا تھا کسی طرح موقع پا کر اس وقت یہاں پہنچ گئے۔ ان کو دیکھتے ہی سہیل نے کہا کہ لے محمد سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ابوجندل کو میرے حوالہ کرو۔ ہم سے تم شرطیں طے پا چکی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ابھی تو تحریر مکمل نہیں ہوئی ہے سہیل نے کہا کہ تب تو قطعاً کسی بات پر ہرگز صلح نہیں ہو سکتی حضور نے فرمایا کہ اس کو میری خاطر اجازت دیدو۔ سہیل نے کہا میں تمہاری خاطر سے ہرگز اجازت نہ دوں گا۔ حضور نے فرمایا ان جاؤ سہیل نے کہا میں ہرگز نہ مانوں گا۔ مکرز بن حفص سہیل کیساتھ تھا اس نے کہا کہ ہم اجازت دیتے ہیں مگر سہیل نے کہا کہ ہم ہرگز اجازت نہ دینگے۔ اس کے بعد سہیل نے ابوجندل کو اپنی طرف کھینچا۔ ابوجندل نے آواز دی کہ یا معشر مسلمین کیا ہم کو دشمن کے سپرد کر رہے ہو حالانکہ ہم یہ تکلیفیں جھیل چکے ہیں اس سے واقف ہو۔ اس وقت مسلمانوں کے اضطراب کا جو عالم ہوگا وہ ظاہر ہے مگر رسول اللہ نے فرمایا کہ ابوجندل صبر کرو دیکھو اللہ پاک جلد تم لوگوں کے لیے سامان پیدا کرے گا

Scanned by CamScanner

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو حالت اُس وقت میری ہوئی اسلام کے بعد ویسی کبھی نہیں ہوئی میں رسول اللہ کے پاس گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ خدا کے نبی نہیں ہیں؟ فرمایا کہ ہاں ہوں۔ میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا کہ ہاں ہیں۔ تو میں نے کہا کہ پھر کیوں ہم اپنے دین میں کمزوری دکھائیں۔ کیوں نہ خدا کی طرف رجوع کریں۔ کہ وہ جو کچھ چاہے ہمارے اور ہمارے دشمن کے درمیان فیصلہ کرے۔ فرمایا کہ ہم خدا کے رسول ہیں۔ وہی میرا ناصر و مددگار ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اُس کی نافرمانی کریں میں نے کہا کہ کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ میں جائینگے اور طواف کریں گے فرمایا کہ ہاں کہا مگر کیا ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا تب ذرا صبر کرو ضرور سب لوگ بیت اللہ میں جاؤ گے اور طواف کرو گے[1]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور اُن سے بھی ٹھیک یہی سوالات کیے اور اُنہوں نے بھی ٹھیک وہی جوابات دیے جو رسول اللہ نے دیے تھے اتنا اور زیادہ کہا کہ اے عمر رسول اللہ کی اتباع میں مستحکم رہو جب تک موت نہ آجائے۔ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔

الغرض صلحنامہ میں جو باتیں لکھی گئیں وہ یہ ہیں۔ دس برس تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی۔ سب لوگ ایک دوسرے سے بالکل بے خوف ہو جائیں گے۔ اور یہ کہ مسلمان اس سال لوٹ جائیں گے۔ سال آئندہ میں آئیں اور تین دن مکہ میں رہیں۔ اس شرط پر کہ تلوار غلافوں[1] میں ہو۔ غلافان جمع مضموم معجمہ و لام مضموم معجمہ و الف موحدہ مشددہ و نون کی طرح تلوار رکھنے کی جزو کی ایک چیز ہوتی ہے۔ اس میں تلوار رکھکر تسمہ لگا کر رہا کرتے ہیں اور

[1] غلافان امام نووی کہتے ہیں کہ قاضی عیاض غلفان بضم غین و لام و تشدید با موحدہ کہتے ہیں اور یہی اکثر روایتوں میں اور ابن قتیبہ و جزولی اسی کی تصحیح کی ہے لیکن جمہور لام کہتے ہیں ہروی اور خطابی اسکو صحیح کہتے ہیں اور نہایت نے تو صرف سکون لام ہی کے قول کو اکثر کیا ہے ۱۲ منہ

[1] چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی اگلے سال کہ ۷ھ تھا آپ تشریف لے گئے اور طواف و زیارت فرمائی۔

دینے ہیں اور یہ کہ جو مسلمان قریش کے پاس آئیں قریش اُن کو واپس نہ کرینگے اور قریش کوئی شخص اگر بغیر اذن اپنے دل سے چلا جائے تو وہ قریش کو واپس کر دیا جائیگا[1] وضع بینا وبینکم جنبۃ مکفوفۃ اور یہ کہ ہر گروہ میں تا دس برس کوئی کسی سے کچھ دغا نہ کرے گا۔ اور دونوں کی طرح ایک دوسرے پر اعتبار کرے گا لڑائی سے کنارہ رہے گا صلح کو پورا کرے گا۔ وان لا اسلال ولا اغلال اور یہ کہ پوشیدہ یا ظاہر کسی طرح ایک دوسرے کے خلاف جنگ کا انتظام نہ کرے گا۔ اور یہ کہ جو شخص یا جو قبیلہ چاہے رسول اللہ سے معاہدہ کر سکتا ہے اور جو چاہے قریش سے معاہدہ کر سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ اس پر بھی راضی ہیں کہ ہمارا آدمی وہ واپس نہ کریں اور ہم مسلمان کو کافروں کے سپرد کر دیں حضور نے فرمایا کہ ہاں میرا آدمی ہو جائیگا وہ ضرور منافق ہوگا اس کا جانا ہی اچھا ہے۔ البتہ جس مسلمان کو ہم واپس کرینگے تو اسکے خداوند کریم جلد سامان کرے گا۔ معاہدہ کی شرطوں کی بنا پر ہو فراغت نے اُسی وقت سہیل سے معاہدہ کیا اور جو عمرؓ نے قریش سے۔ اس معاہدہ پر چند کفار کے دستخط ہوئے اور چند صحابہ کے۔ ابن اسحاق نے دستخط کرنیوالوں کے نام یہ لکھے ہیں۔ ابوبکر صدیق عمر بن الخطاب عبدالرحمن بن عوف۔ عبداللہ بن سہیل بن عمرو۔ سعد بن ابی وقاص۔ محمود بن مسلمہ۔ مکرز بن حفص۔ علی بن طالب کاتب صلحنامہ[1]

[1] بینا کفوفۃ کے معنی میں امر مطویۃ فی صدور سلیمۃ یعنی پیٹ کی مخالفتیں اور لڑائیاں نہ کروینگے جس کی بنا پر کوئی کسی سے کوئی عہد و میثاق ذکر اور جارحانہ صداقت اور اسلام رہینگے جس میں کوئی کدورت نہ رہے گی اور یہ قید ضروری ہے اس لیے کہ صدور سلیمہ نہ ہوں تو اختلافی مخالفت نہیں جاسکتے اور کفوفہ کے معنی میں محافظۃ علی صدورہ کی طرف بھی اشارہ ہے وان لا اسلال ولا اغلال سلہ یعنی سرقہ اور سلسل السیوف سے بھی ہے یعنی تلوار نکالنا اور خون خیانت اور اغلال رفع سرقہ میں بولا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ چوری اور خیانت نہ ہوگی یا یہ کہ جان و مال ایک کا دوسرے پوشیدہ اور ظاہر ہر طرح محفوظ رہے گا ۱۲ منہ اگرچہ بظاہر یہ صلح اگر ہوئی مگر مسلمانوں کے حق میں نتیجہ بہت ہی

اس صلح کے بعد جب حضور مدینہ گئے تو مکہ کی چند عورتیں جو مسلمان ہو گئی تھیں اور اُن میں عقبہ بن ابی معیط کی لڑکی ام کلثوم بھی تھیں مدینہ آئیں۔ اور اس کے بعد ان عورتوں کے لوگ ان کو اسی صلح نامہ کی بنا پر طلب کرنے آئے۔ مگر رسول اللہ نے اُن کو واپس کرنے سے انکار کیا اور عورتوں کو واپس دینے کے امتناع میں قرآن بھی نازل ہوا۔ علماء مختلف ہیں کہ اس امتناع کی کیا وجہ تھی بعض کہتے ہیں کہ معاہدہ کا یہ حصہ قرآن سے منسوخ ہو گیا بعض کہتے ہیں کہ عورتیں اس صلح میں شامل نہ تھیں۔ کفار عام کرنا چاہتے تھے البتہ ان عورتوں کا مہر اُن کے شوہروں کو حضور نے واپس دلوایا۔ اس کے پہلے جو عورتیں آئی تھیں اُن کا مہر واپس نہیں کیا گیا تھا۔

بعض معجزات اس غزوہ میں کئی عظیم الشان معجزے ظاہر ہوئے جن کا ذکر صحاح و سیر میں آتا ہے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہاں پانی کی قلت تھی اور آپ کے ترکش والے سے سوکھے کوئے میں اتنا پانی ہو گیا کہ سب سیراب ہو گئے۔ حضرت براء بن عازبؓ اور سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب لوگ پانی کے لیے بہت پریشان ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بئر حدیبیہ کے منڈیر پر بیٹھ کر وضو کیا اور بیڑ میں اپنے منہ کا پانی ڈالا تو اُس میں بہت پانی ہو گیا جتنے کہ آدمی اور جانور سب سیراب ہوئے۔ ایک دفعہ آپ نے ڈول منگوایا اُس سے وضو کیا اور منہ کا پانی ڈول میں ڈالا اور حکم دیا کہ اس کو بیڑ میں ڈال دو۔ پھر تیذان میں سے تیر نکال کر دیا کہ اس کو بھی ڈال دو اس کے بعد آپ نے دعا کی تو بیڑ میں اتنا پانی ہو گیا کہ لوگ کنارہ پر بیٹھ کر چلو سے پانی نکالتے تھے۔ حضرت جابرؓ سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضور ایک دفعہ ایک پیالہ سے وضو کر رہے تھے۔ صحابہ آپ کے پاس آ کر جمع ہو گئے پوچھا کیا ہے۔ سب نے کہا کہ یا رسول اللہ نہ ہم لوگوں کے پاس پینے کا پانی ہے نہ وضو کرنے کا۔ جو کچھ ہے وہ بھی جو آپ کے پیالہ میں ہے۔ آپ نے پیالہ میں ہاتھ دبا دیا آپ کے انگلیوں سے پانی اس طرح نکلنے لگا جس طرح چشمہ سے پانی نکلتا ہے۔ پندرہ سو

ف۱ صحاح ستہ جن کی حدیثیں مستند سمجھی جاتی ہیں اس نام سے مشہور ہیں۔ بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف۔

آدمی تھے سب سیراب ہو گئے۔

کفار نے چالیس یا پچاس آدمیوں کو بھیجا تھا کہ مسلمانوں کے اطراف میں چکر لگائیں اور موقع ملے تو مسلمانوں کو گرفتار کر کے لائیں۔ ان لوگوں نے مسلمانوں پر پتھر بھی پھینکے اور تیر بھی چلائیں ان سب کو محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھی گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں حاضر کیا آپ نے بلا کسی معاوضہ کے ان سب کو چھوڑ دیا۔ بعض اصحاب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے بدلہ میں چھوڑا مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

نحر و حلق

جب مصالحت کی تحریر سے فراغت ہوئی تو آپ نے صحابہ سے کہا کہ اٹھو قربانی کرو اونٹ کو قربانی کرو۔ اور اُس کے بعد حلق کراؤ۔ یہ گویا احرام کے ختم کرنے اور طواف کے متوسی کرنے کا حکم تھا مگر شرائط صلح کی وجہ سے صحابہ کے غم و غصہ کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ آپ نے پھر کہا پھر کوئی نہ اٹھا۔ تین بار کہا پھر بھی کوئی نہ اٹھا۔ اسوجہ سے حضور بنایت رنجیدہ اور ملول حضرت ام سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے صحابہ کی اس نافرمانی کا تذکرہ کیا حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صحابہ معذور ہیں اُن کے دلوں کو صدمۂ عظیم پہنچا ہے اُنکو اُمید تھی کہ فتح ہو گی۔ وہ عزم کر کے آئے تھے کہ عمرہ ادا کریں گے۔ اُن کا یہ مقصد حاصل نہ ہوا۔ پھر آپ نے کفار سے صلح کی اور اس طرح کہ اُن کے سارے شرائط کو تسلیم کر لیا۔ اب اگر آپکا ارادہ ہے کہ سب لوگ نحر کریں اور حلق کرائیں تو آپ کسی سے کچھ نہ کہیئے۔ اپنے اونٹ نحر کیجئے اور خود حلق کرائیے آپ کو دیکھکر سب صحابہ بھی کریں گے۔ چنانچہ حضور نے ایسا ہی کیا جب صحابہ نے دیکھا کہ حضور نے احرام توڑ دیا تو سب نے نحر کیا۔ اور ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے مگر سب کا غم سے یہ عالم تھا کہ معلوم ہوتا تھا ایک دوسرے کو قتل کر دینگے۔

ف۱ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی فقیہ تھیں ایسی دیدہ ور تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے مشورہ فرمایا۔ مشورہ بہت درست تھا

فتح مبین

اس صلح کو تمام صحابہ نے ذلت آمیز سمجھا حضرت عمرؓ سے تو ضبط نہ ہو سکا اور جو کچھ وہ بولے کھا جاتا ہے خود فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ایسی حالت میری کبھی نہ ہوئی تھی اس روز کی گستاخی کے کفارہ میں ہم ہمیشہ صدقات وغیرہ کرتے رہے اور خدا سے اس روز کے قصور کی معافی چاہتے رہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ رموز الٰہی کو کوئی سمجھ نہیں سکتا جب حدیبیہ سے سب لوگ روانہ ہوئے تو یہ آیۃ نازل ہوئی۔

انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدم من
ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک ویھدیک
صراطاً مستقیماً وینصرک اللہ نصراً عزیزاً

یعنی ہم نے تم کو فتح مبین عطا کی تاکہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو خدا معاف کردے اور تمہارے اوپر اپنی نعمتیں تمام کرے۔ اور تم کو ہدایت کا سیدھا راستہ دکھا دے اور تمہاری زبردست امداد کرے۔

اللہ پاک نے اس مصالحت کو فتح مبین بتایا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں فتح ہے۔

یہ تو اس وقت صحابہ کے خیالات تھے جب صلح ہوئی اور جب یہ آیۃ نازل ہوئی لیکن اس کے بعد واقعات نے بتا دیا کہ اشاعۃ اسلام اور تمام فتوحات اسلامی کی بنیاد اسی صلح پر ہے ہمارے صحابہ متفق ہیں کہ حدیبیہ کی مصالحت فتح عظیم اور نعمت کبریٰ تھی۔ یہی مصالحت فتح مکہ کا ذریعہ بنی اور یہی مصالحت اشاعۃ اسلام کا ذریعہ ثابت ہوئی اسلام نے اس اسوۂ حسنہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور اسلام کی وجہ سے صحابہ کرام کی جماعت اخلاق حسنہ کے جس مرتبہ پر پہنچ گئی تھی اس سے قریش اور دوسرے دشمن قبائل مطلع نہیں ہو سکتے تھے۔

ہر وقت کے جدال و قتال کی وجہ سے وہ اطمینان کے ساتھ اسلامی تعلیم کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکتے تھے۔ اس مصالحت کے بعد جب اطمینان کے ساتھ ایک دوسرے سے ملے تو انہوں نے دیکھا کہ خود ہماری ایک جماعت تھوڑے دنوں میں اسلامی تعلیم سے بہرہ اندوز ہو کر انسانیت اور شرافت کے کیسے اعلیٰ مرتبہ میں پہنچ گئی ہے۔ اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ قریش اور تمام قبائل نے اسلام کے متعلق اب تک جو رائے قائم کی تھی اس میں خود بخود ایک تغیر عظیم پیدا ہو گیا۔ اور دشمنوں کے قلوب بھی یک بیک اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔

دوسری بڑی بات اس صلح کی وجہ سے یہ ہوئی کہ اب تک ساری اسلامی طاقت قریش کے بے نتیجہ جنگ میں پھنسی ہوئی تھی۔ اس صلح کی وجہ سے حملات عظیمہ کی طرف توجہ ہو سکی۔ مدینہ واپس آنے کے بعد ہی حضور نے بادشاہان عالم کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ اس کے معنی یہ تھے کہ اب بجائے قریش اور قبائل کے اسلامی طاقت قیصر کسریٰ، اور قبط کی عظیم الشان طاقتوں سے ٹکرانے کے قابل ہو گئی تھی۔

اس صلح کی شرطیں گو بظاہر سخت ذلت آمیز تھیں۔ مگر اس میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو مقاصد عظیمہ میں رکاوٹ پیدا کر سکے۔ صرف لفظی نزاعات باہمود و ہٹ دھرمی تھی جس سے ناقص شرط اس میں یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھاگ کر مکہ جائے تو قریش واپس نہ کریں گے۔ اور مکہ سے کوئی مسلمان بھاگ کر مدینہ آئے تو اس کو قریش واپس لیں گے۔ اس شرط کی اصل شق یا تو واقع ہوئی نہیں۔ یا ہوئی تو شاذ۔ البتہ دوسری شق واقع ہوئی مگر اس طرح کہ یہ شرط خود قریش کے لیے آفت بن گئی اور انہوں نے خود رسول اللہ سے استدعا کی کہ اس شرط کو باطل کر دیجئے۔

مستضعفین مکہ

مکہ میں کچھ نوجوان مسلمان ہو گئے تھے۔ ہجرت کے وقت انہی کے اولیاء نے ان کو روک لیا

حضرت ابو بصیر اور حضرت ابو جندل نے چونکہ کافروں کے بعض قافلوں کو لوٹ لیا تھا اس لئے خود ترغیب کر کے حضور سے ان کی واپسی

Scanned by CamScanner

اور آنے نہ دیا اور ہجرت کے بعد بھی کچھ لوگ وہاں سلمان ہوئے۔ یہ لوگ صادق الاسلام تھے ہجرت کی اُن لوگوں نے بہت کوشش کی مگر آ نہ سکے۔ اُن لوگوں نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ اُن کو کوڑے مارے گئے، زنجیروں میں باندھے گئے لیکن جب اُن میں سے کوئی شخص موقع پاتا تو مدینہ آجاتا۔ انہیں کے لئے حدیبیہ میں قریش نے یہ شرط کی تھی کہ اگر قریش کا کوئی شخص مدینہ چلا جائے تو وہ قریش کو واپس دیا جائے گا جب حضور حدیبیہ سے واپس آکر مدینہ آئے تو اُس کے بعد ہی ابو بصیر عتبہ بن اسید مکہ سے بھاگ کر مدینہ آئے قریش کو جب معلوم ہوا تو اُنہوں نے اخنس بن شریق ثقفی عامری کے ایک شخص کو ایک خط دیکر حضور کی خدمت میں بھیجا اور حدیبیہ کی شرط کے موافق ابو بصیر کو طلب کیا یہ عامری دو شخص ایک غلام مدینہ آیا اور بیٹھا رسول اللہ کو دیا رسول اللہ نے ابو بصیر کو بلا کر فرمایا ہم نے قریش سے معاہدہ کیا ہے اس کا تم کو علم ہے۔ اور ہمارے دین میں غدر جائز نہیں ہے۔ خدا تمہارے لئے اور تمام مستضعفین مکہ کے لئے جلد کوئی سامان نکالے گا لیکن ابھی تم اپنی قوم کی طرف جاؤ۔ ابو بصیر نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ ہمیں دشمنوں کے سپرد کرتے ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ ابو بصیر جاؤ اللہ پاک سامان کرے گا۔ آخر یہ اُن دونوں کے ساتھ چلے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو کھانے کے لئے بیٹھے۔ اور باتیں ہونے لگے۔ ابو بصیر نے عامری سے پوچھا کہ تمہاری تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں بہت عمدہ کی ہوئی ہے۔ اور ان کو دیکھنے کیلئے دیا۔ انہوں نے اُس تلوار کی ایک وار میں عامری کا کام تمام کر دیا اُس کا غلام بھاگ کر مدینہ گیا اور رسول اللہ کو خبر دی۔ اس کے بعد ابو بصیر نے اس تلوار کے پیچھے دیکھا کہ یا رسول اللہ آپ نے اپنا عہد پورا کیا ہمیں دشمن کے سپرد کر دیا لیکن خدا نے ہمیں بچا لیا حضور نے فرمایا ویل امہ مسعر حرب لو کان معہ رجال یعنی یہ تو جنگ بھڑکا دے اگر اس کے ساتھ آدمی ہوں اس جملہ سے ابو بصیر سمجھے کہ رسول اللہ ہمیں پھر کافروں کے سپرد کر دینگے اسلئے وہاں سے چلے گئے اور سیف البحر میں مقام عیص کے قریب جا کر ٹھہرے۔ ابو جندل بن سہیل

جن کا ذکر اوپر ہوا وہ بھی آ گئے اور جب مستضعفین مکہ کو اس کی خبر ملی تو وہ بھی یہاں جمع ہو گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اُن کی جماعت ستر آدمیوں کی تھی ان لوگوں نے قریش کا مال جس راستہ سے قریش کے تجارتی قافلوں کا گذر ہوتا تھا قریش کا اس طرف سے جانا بند کر دیا۔ آخر تنگ آکر قریش نے رسول اللہ کو لکھا کہ آپ اپنے پاس اُن لوگوں کو بلا لیجئے ہم شرط سے باز آئے۔ ابو جندل کا ذکر ابو العاص بن الربیع کے حال میں اس واقعہ سے پہلے بھی ہو چکا ہے

غزوۂ خیبر

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ خیبر کی طرف روانگی ۷ھ میں ہوئی حضور حدیبیہ سے لوٹ کر ذی الحجہ میں مدینہ آئے۔ بقیہ ذی الحجہ و پورا محرم کا مہینہ مدینہ میں رہے پھر محرم ہی میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ حضور حدیبیہ سے لوٹ کر مدینہ آئے تو بیس دن یا اس کے قریب مدینہ میں رہے اس کے بعد غزوۂ خیبر کا ارادہ کیا لیکن اہل مکہ تک صاحبسلمہ میں کہ غزوۂ خیبر ۷ھ میں ہوا اور یہی جزم کہتے ہیں کہ یہ بالکل ہی صحیح ہے اس اختلاف کی وجہ غالباً یہ ہے کہ بعض لوگ ابتدا محرم سے کہتے ہیں اس لئے اُن کے نزدیک محرم ہی سے شروع ہو گیا۔ اور بعض ربیع الاول سے ابتدا لیتے ہیں کیونکہ سنہ کی ہجرت ربیع الاول میں ہوئی لہٰذا اُن کے نزدیک محرم ۷ھ سنہ کا غالباً اسی صحیح مسلم میں عن ابن الاکوع سے مروی ہے کہ حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد رسول اللہ کا خیبر جانا اور غزوۂ ذی قرد واقع ہوا اس غزوہ سے لوٹ کر آئے تو اس کے تین دن بعد غزوۂ خیبر کیلئے روانہ ہوئے۔ اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حدیبیہ ذی قعدہ میں ہوا

سلمہ حضور کا یہ جملہ جب کہ ابو جندل مستضعفین نے کہا کہ رسول اللہ ہمارا ان سے کیا واسطہ ہم کو بھیج دیا جائے گا ہم ان کو ٹھیک کر لیں گے چنانچہ وہ وہاں جمع ہو گئے اُن کی تعداد ستر تھی اور بعض روایتوں میں اسی سے زیادہ بھی آ گئے تھے

Scanned by CamScanner

حضورؐ جب حدیبیہ سے لوٹے تو راستہ ہی میں سورۂ فتح کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں اُس میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا ومغانم کثیرۃ یاخذونھا یعنی اللہ مومنین سے راضی ہوا جب وہ پیڑ کے نیچے تم سے بیعت کرنے لگے اور خدا کو معلوم ہو گیا جو کچھ اُن کے قلوب میں ہے تو ان پر اطمینان اور سکون نازل فرمایا اور اُن کو ایک فتح عطا فرمائی جو جلد حاصل ہوگی۔ اور بہت سی غنیمتیں عطا فرمائیں جس پر وہ قبضہ کریں گے انعام میں خدا نے دو چیزیں عطا فرمائیں مغانم کثیرہ اور فتح قریب۔ چونکہ خیبر دولت کے اعتبار سے مشہور جگہ تھی اس لیے سمجھا کہ یہ فتح خیبر کی پیشین گوئی ہے۔

اس کے علاوہ خیبر ہی وہ جگہ تھی جہاں بڑے بڑے اعدائے اسلام جمع ہو گئے تھے اور فسادات کا بڑا سرچشمہ یہی تھا۔ اس لیے حضورؐ نے خیبر پر حملہ کا ارادہ کیا۔ اور حکم دیا کہ سوائے اُن لوگوں کے جو حدیبیہ میں شریک تھے اور کوئی اس غزوہ میں شریک نہ ہو کیونکہ خیبر کے مغانم اصحاب بیعت الرضوان کا انعام تھا جیسا کہ آیۂ مذکورہ سے معلوم ہوا۔

خیبر آٹھ قلعوں کا مجموعہ تھا انطاۃ۔ الشق۔ النطاۃ ایک جانب تھا۔ اور الکتیبہ۔ الوطیح السلالم دوسری جانب تھا۔ اس کے علاوہ سب سے مستحکم قلعہ القموص تھا جو ابی الحقیق کا قلعہ تھا۔ اور

لہ انطاۃ بنون وطا مہملہ وہمزہ ثم تاء تانیث فیقال ابن اثیر وہی من الحطۃ بعد الراء قاموس میں ہے کہ انطاۃ وبلاط کے خیبر کا یا اُس کے قلعہ کا یا اس کے چشمہ کا نام ہے الشق رفع جو خیبر کا قلعہ اور اُس کی وادی کا نام ہے قاموس میں ہے کہ یا کسر بھی ہے لیکن مفتوح میں بالفتح صحیح ہے اور الکتیبہ بضم کاف تصغیر کے وزن پر ہے اور الوطیح قاموس میں ہے کہ شریف کے وزن پر ہے بمعنے مطلوبی مطلوبی بعض کتابوں میں قاف کے بجائے ہمزہ ہے وہ غلط ہے ابوداؤد کی بعض روایتوں میں الوطیحۃ آیا ہے بفتح واو وحاء مہملہ اور اسلام بمعنے حصار بضم سین مہملہ ہے اور فتح سین کے ساتھ بھی آیا ہے اور اسلالم بھی آیا ہے ۱۲ منہ

لہ قاموس میں ہے کہ بفتح قاف وضم موحدہ وسکون واو وصاد مہملہ بصیغۂ تصغیر کے وزن پر خیبر کے ایک یہودی کا نام ہے جس پر ابی الحقیق کا قلعہ تھا ۱۲ منہ

النطاۃ کے پاس قلعہ صعب بن معاذ تھا۔ یہ لوگ بڑے جوشیلے تھے نابور تھے زراعت کرتے تھے اور باغات کثیرہ کے مالک تھے۔ سب سے پہلے النطاۃ اور الشق فتح ہوا قموص حضرت علیؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا اور یہیں کی لڑائی فیصلہ کن جنگ تھی۔ الکتیبہ۔ الوطیح۔ السلالم پر دیر تک محاصرہ رہا اور آخر یہاں کے لوگ سب کچھ چھوڑ کر صرف اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جان بچا کر نکل جانے پر راضی ہو گئے۔

مدینہ سے روانگی حضورؐ نے مدینہ میں سباع بن عرفطہؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا اور روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ چودہ سو آدمی تھے۔ دو گھوڑے اور اونٹ بہت زیادہ۔ حضرت ام سلمہؓ کو آپ نے ساتھ لیا۔ ام شریک بنت اصلت[1] غفاریہ بھی غفار کی چند عورتوں کے ساتھ مریضوں کی خدمت کے لیے ساتھ ہوئیں کچھ اور عورتیں بھی ساتھ تھیں حضرت صفیہؓ کا ذکر آگے آئے گا۔

سلمہ بن الاکوع[2] کہتے ہیں کہ ہم لوگ رات کے وقت جا رہے تھے اور ہمارے چچا عامر بن الاکوع[3] نے اور بعض روایتوں میں ہے کہ میرے چچا عامر حدی پڑھتے تھے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا فاغفر فداء لک ما ابقینا

وثبت الاقدام ان لاقینا وانزلن سکینۃ علینا اذا بغوا علینا ابینا

لہ امیہ بنت اصلت ابن اثیر کہتے ہیں امیمہ بنت قیس بن ابی اصلت اور کہتے ہیں کہ شاید یہ اور امیمہ بنت ابی الحکم ایک ہی ہیں ابوداؤد نے سنن میں اس خبر چاہ کے قصہ کو روایت کیا ہے مگر نام کہتے ہیں امیمہ بنت ابی اصلت ۱۲ منہ

لہ ابن اخی سلمہ بن الاکوع کا نسب کتب میں سلمہ بن عمرو بن الاکوع ہے جس سے عامر بن الاکوع اس کے چچا ہوئے لیکن مسلم کی بعض روایت میں ہے کہ انہوں نے عامر کو چچا کہا ہے ۱۲ منہ وہی کہتے ہیں کہ عامر سب سے پہلے اور سب سے اچھا حدی خواں تھا اور رجز بہت اچھا پڑھتا تھا ۱۲ منہ

لہ حدی اونٹوں کو ہانکنے کے طرز کو کہتے ہیں اسی طرح ہے اللھم لولا انت ما اھتدینا الخ ۱۲ منہ وہی کہتے ہیں کہ یہ وزن صحیح نہیں ہے مسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے واللہ لولا اللہ ما اھتدینا الخ وہ صحیح ہے ۱۲ منہ

وما اصبنا ھھنا ولا اخذنا الا ما وطئت اقدامنا

یہ اشعار صحابہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہیں حضور انہیں اشعار کو گود رجز کے طور پر پڑھا کرتے تھے اور صحابہ بھی ان اشعار کو بڑے شوق سے سنتے تھے حضور نے پوچھا کون ہے لوگوں نے کہا عامر بن الاکوع حضور نے فرمایا یرحمہ اللہ صحابہ میں مشہور تھا کہ جو دعا میں حضور کی کو یہ دعا دیتے تھے تو وہ شہید ہو جاتے تھے اسی وجہ حضرت عمر نے یا اور کسی صحابی نے کہا کہ یا رسول اللہ ان کو شہادت لازم ہو گئی کاش ان کو صحت سے اور ان کے غدی کوائی سے ہم دیر تک اٹھاتے غرض جب حضور مقام صہبا میں پہنچے جو خیبر کا قریب ہی علاقہ ہے تو وہاں عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد کھانا طلب کیا صرف ستو خادمی حضور نے بھی کھایا اور صحابہ نے بھی پھر سب نے مل کر مغرب کی نماز پڑھی کسی نے وضو نہیں کیا۔ ف

اب رات ہو گئی تھی اور حضور کا قاعدہ تھا کہ رات کے وقت کسی قوم پر حملہ نہیں کرتے تھے صبح سویرے تاریکی میں آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور حملہ کے لیے تیار ہوئے اہل قلعہ اپنی کھیتی کھال وغیرہ لیکر کاموں کے لیے نکلے تھے دور سے فوج پر نظر پڑی پھر آپس میں کہنے لگے محمد واللہ محمد واللہ معہ الخمیس یعنی محمد اپنی کل فوج کو جس کثرت سے کہ اس میں پانچ چیزیں ہوتی ہیں لشکر جرار ساتھ لیکر آ گئے حضور نے فرمایا اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین

(بقیہ صفحہ ۱۸۵)

نرجھلا دعا اگر تو اور نبی حضرت دعوی تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے تو ہمارے لیے جس قدر تو نے ہمیں جب تک جاری رکھا کہ جو تیرے غضب ہوں اور ہمارے قدم کافروں سے جما جو ہمیشہ کو ان دشمنوں کا سامنا ہو تو ثابت قدم رکھ جب ظالموں کی فوج ہمیں خلاف ہو حاضر ہو جائیں تب تک کی آواز سنی تو لوگ جو ہمارے قدموں اگر تیرے ہمیں قتل ہو جائیں تو ہمیں تیرے

حملہ صحابہ جب قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے تو اور نے تکبیر کہی حضور نے فرمایا ٹھہرو جلدی نہ کرو ہم کسی کو نہیں پکارتے ہم تو کسی ایسے کو پکارتے ہیں جو تمہارے ساتھ نہیں ہے اور تمہاری آواز کو بھی سنتا ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں پڑھ رہا تھا لا حول ولا قوۃ الا باللہ حضور نے فرمایا کہ یہ جملہ بہشت کا خزانہ ہے اس کے بعد حضور نے ہمارے فوج کو کہا اور دعا پڑھی جب وہ ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا ہم انشاء اللہ صبح پڑھیں گے۔

قلعہ النطاۃ یہودیوں نے اپنے اہل وعیال کو ایسے قلعوں میں رکھا تھا اور کھانے پینے کی چیزیں قلعہ نطاۃ اور شعب میں جمع کیا تھا اور لڑنے کے قابل سب وہ قلعہ النطاۃ میں جمع ہوئے تھے اور اسی میں ان کا رئیس حارث بن ابو زینب تھا حضور نے اسلامی فوج کے قبہ کی جگہ مقام رجیع میں ظہران یہ جگہ قبہ اور قلعہ نطاۃ کے بیچ میں تھی قلعہ نطاۃ والوں کے حلیف تھے اور اہل قبہ کے حلیف تھے اس لیے انہوں نے سوچا کہ وہ ہماری مدد کو آئینگے اور وہ لوگ پہنچ بھی گئے مگر اس کو اپنے مکان کا ایک آواز کی وجہ سے اندیشہ پیدا ہو گیا اس لیے لوٹ گئے۔

الغرض پہلے قلعہ النطاۃ پر جنگ شروع ہوئی یہود قلعہ کے اندر سے تیر مارتے تھے اور مسلمان بابت حملہ آور تھے ہر روز حضرت خود بنفس نفیس میدان جنگ میں تشریف لاتے تھے اور خود رسول اللہ فوج کے ساتھ ٹھہر کر جنگ ہوتے تھے آخر خدا کے فضل سے یہ قلعہ فتح ہو گیا پچاس مسلمان مجروح ہوئے۔

محمود بن مسلمہ اندھوں گرمی سخت تھی شدت گرمائی وجہ سے محمود بن مسلمہ حضرت محمد بن حضرت کے چچا زاد بھائی تھے انکے پیچھے تنہائی اور پیاس لگا تھا لگا ہو گئے تھے مگر

لہ شیخ روایتوں میں حضرت ابو موسیٰ سے مروی ہے مگر ہو سکتا ہے کہ دونوں نے سنا ہو حضور کے وقت آنے کے بارے میں انہوں نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ میں حضور کے ساتھ رات کو چلا تھا اور صبح کے وقت حضور نے فرمایا کہ ہم صبح کریں گے ان شاء اللہ۔ منہ

لہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت محمود بن مسلمہ کا انتقال ہوا اسی دن محمد بن حضرت مسلمہ کا انتقال ہوا تھا۔ منہ

Scanned by CamScanner

کنانہ ابن ابی الحقیق یا مرحب نے دیکھ لیا اور اوپر سے اُن کے اوپر ایک بڑا پتھر گرا دیا جس سے اُن کا سر پھٹ گیا اور اُسی سے ان کا انتقال ہو گیا۔

اسود راعی اسود راعی جس کا قصہ احادیث صحیحہ میں آتا ہے وہ اسی قلعہ کی جنگ کے وقت پیش آیا۔ اہل خیبر کا ایک چشمی چرواہا تھا جب یہود جنگ کی تیاری کر رہے تھے اس نے پوچھا کہ کیا ہو۔ یہود نے کہا کہ اس شخص سے جنگ ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یہ سنکر اُس کے دل میں اسلام کے جذبات پیدا ہوئے وہ اپنی بکریاں لیے ہوئے حضورؐ کے پاس چلا آیا۔ اور حضورؐ سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اس بات کی کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ہمیں خدا کا رسول سمجھو۔ اُس نے کہا کہ اگر ہم خدائے ذوالجلال پر ایمان لائیں اور آپ کی نبوت کو قبول کریں تو کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ جنت ملے گی۔ اُس نے کہا کہ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں اس کو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو غلہ کی طرف پھینکا دو اور کنکریاں مارو یہ سب اپنے مالک کے پاس چلی جائینگی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اسنے کہا یا رسول اللہ تیرا رنگ سیاہ ہے تیرا چہرہ بدشکل ہے۔ بدن میں بدبو ہے۔ مال میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ کیا میں بھی اگر خدا کی راہ میں لڑوں اور قتل کیا جاؤں تو مجھ کو بھی جنت ملیگی حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں ملے گی۔ اس کے بعد وہ لڑا اور شہید ہوا۔ اُس کی نعش حضورؐ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا کہ خداوند پاک نے اُس کا چہرہ حسین کر دیا۔ اُس کے بدن کو خوشبودار کر دیا اور دو حوریں جنت کی اُس کو ملیں۔ اُس نے جہاد فی سبیل اللہ کے سوا اور کوئی عمل خیر نہیں کیا۔ ایک وقت کی نماز بھی نہیں پڑھی مگر ایمان اور صداقت کی وجہ سے اس مرتبہ کو پہنچا۔ سبحان اللہ

ایک اعرابی اسد ابن الہاد سے مروی ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے اور عزوۂ خیبر میں ساتھ آئے۔ خیبر کے کسی فتح میں حصہ ہوا

ف یہ قلعہ خیبر کا ہے مگر کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ کس قلعہ پر یہ واقع ہوا۔ اسود راعی کے قصہ کی مناسبت سے اُس کو یہاں درج کیا گیا۔ منہ

تو اُن کا حصہ بھی رسول اللہ نے رکھا۔ وہ اس وقت حضورؐ کا اونٹ چرانے کے لئے گئے ہوئے تھے جب آئے تو اُن کے ساتھیوں نے اُن کا حصہ اُن کو دیا۔ پوچھا یہ کیا ہے تو کہا کہ رسول اللہ نے مال غنیمت میں تمہارا حصہ دیا ہے۔ وہ اُس کو لیے ہوئے رسول اللہ کے پاس آئے اور یہ کہا یا رسول اللہ فرمایا کہ یہ ہم نے تم کو غنیمت میں سے حصہ دیا ہے اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اس لیے آپ کی اتباع نہیں کی۔ ہم نے اتباع اس لیے کی ہے کہ خدا کی راہ میں میری گردن کی رگ کٹے اور ہم کو جنت ملے حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو خدا بھی عنایت کرے گا۔ آخر انہوں نے قتال کیا اور شہید ہوئے۔ اُن کی نعش حضورؐ کے سامنے آئی تو حضورؐ نے فرمایا کہ کیا یہ وہی ہے وہی۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ سچی خدا کے پاس سچا ثابت ہوا اور خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا۔

قلعہ صعب اس کے بعد قلعہ صعب کا محاصرہ ہوا۔ مرحب یہودی بطل و بہادر تھا یہی عامر ابن الاکوع اس کے مقابل گئے۔ اُس نے تلوار ماری وہ اُن کے پیر میں لگی۔ اُنھوں نے نیچے سے اُس کے پیر میں تلوار ماری۔ اس کے پیر تک تلوار نہ پہنچی اور جھنڈ میں خود انھیں کی تلوار ان کے ران میں آکر لگی اور اُسی سے شہید ہوئے۔ اس کے بعد سلمہ بن الاکوع حضورؐ کے خدمت میں آئے تو روتے تھے حضورؐ نے رونے کا سبب پوچھا تو کہا کہ حضور صحابہ کہتے ہیں کہ عامر کے اعمال غارت ہو گئے کیونکہ وہ خود اپنی تلوار سے مرے حضورؐ نے فرمایا کہ غلط کہتے ہیں اُس نے جہاد کیا وہ مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ آپ نے عامر کے جنازہ کی نماز پڑھی اور تمام صحابہ نے پڑھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہی سبب کے لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ وہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ ہم لوگ سمت سے آتے ہیں اور ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے رسول اللہ کے پاس بھی کچھ نہ تھا جو اُن کو دیتے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ صحابہ نے بھی دعا کی کہ خدا وندا تو ان کے حال سے واقف ہے اور ہمارے پاس کچھ نہیں ہے جو ہم اُن کو

دے بیکس۔ خداوندا کسی ایسے قلعہ کی فتح عنایت کر جس سے ان کی عسرت دفع ہو۔ اس کے بعد قلعہ صعب فتح ہوا جس میں کھانے پینے کی چیزوں کا سب سے بڑا ذخیرہ تھا۔

بخاری میں ہے کہ جس روز فتح حاصل ہوئی اُسی روز رات کے وقت حضور نے دیکھا کہ ہر طرف آگ جل رہی ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ سب گوشت پکا رہے ہیں۔ پوچھا کس چیز کا گوشت کہا پالی گدھوں کا گوشت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ نجس ہے سب ہینڈ کو اور برتنوں کو توڑ دو۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ گوشت پھینکدیں اور برتنوں کو دھو دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا دھو ڈالو۔

قلعہ قموص

قموص کا جب محاصرہ ہوا تو رسول اللہ صلعم کو صداع یعنی درد سر لاحق ہو گیا تھا۔ آپ خود معرکہ میں نہیں جاتے تھے۔ مہاجرین انصار میں سے کسی کو سالار فوج مقرر کر دیا کرتے تھے یہ قلعہ سب سے زیادہ مستحکم تھا۔ اس لیے محاصرہ طویل ہوا۔ اور فتح نہ ہوتا تھا۔ ایک روز حضرت صدیق گئے اور بڑی کوشش کی مگر فتح نہ ہوا دوسرے روز حضرت عمر گئے اور بہت بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا کل ایسے شخص کو علم دینگے یا یہ فرمایا کہ کل ایسا شخص علم لے گا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا و رسول اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ اسی کے ہاتھ پر اللہ پاک اس قلعہ کی فتح عنایت کرینگے۔

سب صحابہ رات کے وقت آپس میں تذکرہ کرتے تھے کہ دیکھئے کل کس کو علم نصیب ہوتا ہے جب صبح کے وقت رسول اللہ کی خدمت میں صحابہ حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ علی کہاں ہیں صحابہ نے کہا کہ اُن کی آنکھوں میں رمد کی وجہ سے درد ہے وہ آنے کے قابل نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو بلاؤ۔ وہ آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا۔ اور خدا سے دعا کی۔ اُن کی آنکھیں ایسی اچھی ہو گئیں جیسے کچھ تھا ہی نہیں۔ پھر کہا کہ جاؤ پہلے اسلام کی دعوت دو۔ اور خدا کے حقوق کو سمجھاؤ۔ اے علی اگر تمہارے ذریعہ سے ایک شخص کی بھی ہدایت ہو گئی تو یہ تمہارے لیے سب سے بڑی نعمت ہو گی۔

۱۔ حضرت فاطمہ کے قلعہ کی فتح کا جھنڈا سب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر تھا۔

مرحب یہود

آپ جب قلعہ کے قریب گئے تو ایک یہودی نے قلعہ سے سر نکال کر پوچھا کہ تم کون ہو فرمایا کہ میں علی بن ابی طالب ہوں۔ اُس نے کہا قسم ہے توریت کی تم لوگ غالب ہوئے۔

اس کے بعد قلعہ سے مرحب نکلا جو یہودیوں میں سب سے بڑا دیو شخص تھا اور اس نے رجز پڑھا

انا الذی سمتنی امی مرحب　　شاک السلاح بطل مجرب

حضرت علی مقابلہ میں گئے اور فرمایا

انا الذی سمتنی امی حیدرہ　　کلیث غابات کریہ المنظرہ

یہ کہا اور ایک تلوار ماری کہ اُس کا سر اڑ گیا۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں اسی طرح ہے کہ مرحب کو حضرت علی نے قتل کیا۔ مگر موسیٰ بن عقبہ نے امام زہری اور ابو الاسود سے روایت کیا ہے کہ جابر بن عبداللہ نے کہا کہ مرحب کو محمد بن مسلمہ نے قتل کیا جب مرحب نے للکار مبارزت چاہی تو محمد بن مسلمہ نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے۔ ان سب نے میرے بھائی محمود بن مسلمہ کو قتل کیا ہے حضور نے اجازت دی۔ یہ گئے۔ دونوں کے بیچ میں ایک درخت پڑ گیا دونوں موقع تلاش کرتے رہے۔ آخر محمد بن مسلمہ نے اس کو قتل کیا۔ سلمہ بن سلامہ اور ربیع بن عارثہ بھی کہتے ہیں کہ مرحب کو محمد بن مسلمہ نے قتل کیا۔ واقدی کہتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ کے ضرب سے مرحب کے دونوں ساق کٹ گئے تھے اُنھوں نے چھوڑ دیا اور کہا کہ تجھ کو کا مزا چکھو جس طرح میرے بھائی نے تجھ کو اخائی اس کے بعد اس طرف حضرت علی آئے تو انھوں نے اس کی گردن مار دی اور اُس کی تلوار اور سامان لے لیا یہ معاملہ رسول اللہ کے سامنے گیا حضرت علی نے فرمایا کہ ہاں میں نے قتل کیا ہے مگر یہ اس کا پہلے سے کٹا ہوا تھا۔ حضور نے اس کی تلوار مغفر نیزہ وغیرہ سب محمد بن مسلمہ

۱۔ حضرت علی پیدا ہوئے تو اُن کی والدہ نے اُن کے باپ کے نام پر ان کا نام اسد رکھا تھا ابو طالب نے کہا کہ میں نے تو اپنے بیٹے کا نام علی رکھا ہے۔ اسد کا ترجمہ شیر ہے۔ ۱۲

کو دلوا دیا۔ یہ انوار محمد بن مسلمہ کے اولاد کے پاس موجود تھی اور اُس میں مرحب کا نام لکھا ہوا تھا۔ واللہ اعلم

مرحب کے بعد اس کا بھائی یاسر نکلا۔ یہ بھی عظیم الجثہ طویل القامۃ اور بڑا شہ زور تھا اس کے مقابل حضرت زبیر بن العوام گئے۔ حضرت صفیہ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میرے لڑکے کو قتل کر دے گا رسول اللہ نے فرمایا کہ نہیں۔ تمہارا لڑکا اُس کو قتل کرے گا۔ آخر حضرت زبیر نے اس کو قتل کیا۔

قلعہ قموص پر تقریباً بیس روز محاصرہ رہا۔ یہ سب سے مستحکم قلعہ تھا۔ اور اس قلعہ پر حضرت علی کے کارناموں کے متعلق بہت سی مبالغہ آمیز روایتیں مشہور ہیں۔

حضرت علی کی جوانمردی

مدارج النبوۃ میں روضۃ الاحباب اور معارج النبوۃ سے منقول ہے کہ حضرت علی کی سپر گر گئی اُس کو بھوڑے بھاگے حضرت علی نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر سپر بنا لیا جنگ کے بعد آپ نے اس دروازہ کو پھینکا تو سات قوی آدمی اس کو پلٹ نہیں سکتے تھے۔ اور چالیس آدمیوں نے فکر اٹھانا چاہا۔ لیکن نہ اٹھا سکے۔ اور معارج سے نقل کیا ہے کہ اُس کا وزن آٹھ سو من تھا۔ اور مواہب لدنیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی نے تنہا اُس دروازہ کو اکھاڑ لیا لیکن اُس کے بعد ستر آدمی بکوشش حرکت دے سکے۔ اور حاکم و بیہقی سے نقل کیا ہے کہ جس دروازہ کو حضرت علی نے تنہا اکھاڑ دیا چالیس آدمیوں نے فکر تجربہ کیا اٹھا نہ سکے بیہقی سے روایت ہے کہ قلعہ کے دروازہ کو حضرت علی نے تنہا اکھاڑ دیا اس کے بعد ہم میں سے ستر آدمیوں نے چاہا کہ اٹھا کر اُس کو اُس کی جگہ پر لگا دیں تو نہ سکے۔ ان سب روایتوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ مواہب لدنیہ میں ہے کہ ہمارے شیخ نے کہا کہ یہ سب روایات واہیہ ہیں بعض علماء نے ان سب سے انکار کیا ہے واللہ اعلم

لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اس قلعہ کو حضرت علی نے فتح کیا اور اس کے فتح ہو جانے کے

بعد یہودیوں کو جرأت بالمقابلہ لڑنے کی ہمت نہ ہوئی اس لئے حضرت علی فاتح خیبر کے نام سے مشہور ہیں۔ بخاری میں بھی یہ روایت ہے کہ حضور نے حضرت علی کو علم دیا اور اُنہوں نے فتح کیا۔ لیکن اُس میں یہ نہیں ہے کہ یہ خیبر کے کس قلعہ کا واقعہ ہے۔ اور نہ اُس میں دروازہ کے ڈھال بنانے کا ذکر ہے۔ ابن اسحاق نے ابی رافع مولی رسول اللہ صلعم سے دروازہ کو ڈھال بنانے کی روایت نقل کی ہے مگر اس میں بھی یہ نہیں ہے کہ یہ کس قلعہ کا واقعہ ہے۔

حضرت صفیہؓ

قلعہ قموص بنی ابن ابی الحقیق کا قلعہ تھا۔ جب یہود اس قلعہ سے بھاگے اور قلعہ فتح ہوا تو اس میں صفیہ بنت حی بن اخطب اور اُن کی دو چچا زاد بہنیں بھی قید ہوئیں صفیہ کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجہ تھیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کی کم سن تھیں۔ اور نئی دلہن تھیں۔ تھوڑا ہی پہلے انکا بیاہ ہوا تھا۔ یہ پہلے دحیہ بن خلیفہ کلبی کے حصہ میں آئی تھیں لیکن ان کے حسن کا شہرہ ہوا۔ اور لوگوں نے رسول اللہ سے کہنا شروع کیا کہ وہ معزز سردار کی لڑکی ہے اور ایسی پاکیزہ صورت ہے دحیہ کلبی کے پاس نہیں رہنا چاہیئے اُس کو آپ اپنے پاس رکھیں اندیشہ ہوا کہ اُن کی وجہ سے صحابہ میں بدمزگی نہ پیدا ہو جائے۔ آپ نے اُن کو دحیہ کلبی سے خرید لیا۔ اور اُن کے بدلہ اُن کی بہنوں کو دحیہ کلبی کے سپرد کیا۔

حضرت صفیہؓ کا خواب

صفیہ کے چہرہ پر نیلا داغ تھا۔ اُس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ چند راتہ پہلے ہم نے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند میرے گود میں آگیا ہے۔ اپنے شوہر سے میں نے ذکر کیا تو اس نے طمانچہ مارا کہ تو بادشاہ مدینہ کی تمنا کرتی ہے حالانکہ مجھے آپ کا حال کچھ معلوم نہ تھا۔

رسول اللہ نے ان کو آزاد کیا اور حق آنکا مہر ٹھہرا فرمایا اعتقها صداقها بمقام الصہباء میں رجوع کے وقت خلوت ہوئی اور تین روز حضور وہاں مقیم رہے۔ خلوت کے پہلے روز بغیر اطلاع حضرت ابو ایوب انصاری نے تلوار لیکر تمام رات پہرا دیا۔ صبح کے وقت رسول اللہ نے

Scanned by CamScanner

دیکھا تو پوچھا کہ ایسا کیوں کیا۔ کہا کہ یا رسول اللہ میں اندیشہ تھا کہ اس عورت کے باپ بھائی، شوہر اور تمام اقربا قتل ہوئے ہیں۔ خوف ہوا کہ کہیں کچھ شرارت نہ کرے حضور مسکرائے اور اُن کو دعا دی۔

ولیمہ اور حجاب خیبر کے روز کچھ کھجور اور پنیر کا آپ نے ولیمہ کیا۔ صحابہ کو شبہ تھا کہ یہ ام المومنین ہیں یا ملک یمین کی بنا پر تصرف ہے۔ طے ہوا کہ اگر حجاب ہو تو ام المومنین ہیں ورنہ ملک یمین۔ جب روانگی ہوئی تو دنبہ پر کپڑا کھینچکر حجاب کیا گیا اس سے سب نے سمجھ لیا کہ ام المومنین ہیں۔ واللہ اعلم

قلعۃ الزبیر اس کے بعد ابن قیم نے واقدی سے ایک اور قلعہ کا حال لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہود قلعۃ الزبیر میں چلے گئے۔ یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔ اور بہت محفوظ تھا۔ تین دن تک حضور نے اُس کا محاصرہ کیا۔ اس کے بعد ایک یہودی حضور کی خدمت میں آیا۔ اور کہا کہ اے ابوالقاسم آپ ایک مہینہ تک اس قلعہ پر لڑینگے تو کچھ نہ ہوگا۔ البتہ ایک صورت ہے جس سے آپ اُن کو مجبور کر سکتے ہیں۔ پانی کا چشمہ نیچے ہے جہاں سے وہ رات کے وقت پانی لیکر مطمئن ہو جاتے ہیں اگر آپ اس کو روک دیں تو وہ مجبور ہو جائینگے صبح کے وقت رسول اللہ نے چشمہ پر جا کر اُن کا پانی روک دیا وہ مجبور ہو کر نکلے اور وہاں پر سخت جنگ اُنھوں نے کی تقریباً دس یہود اور کچھ مسلمان وہاں مارے گئے۔ اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔

بقیہ قلعجات ایک طرف کے تمام قلعوں پر قبضہ ہو گیا۔ دوسرے طرف کے تین قلعے الکتیبہ الوطیح اور السلالم باقی رہ گئے۔ ہر طرف سے یہود اب یہیں جمع ہو گئے تھے جو مسلمان قلعوں کے مال و اسباب کو بھی یہیں لا کر جمع کیا تھا۔ چودہ روز حضور نے ان کا محاصرہ کیا۔ جب وہ لڑنے کے لئے نہ نکلے تو حضور نے ارادہ کیا کہ حقیق نصب کی جائے جب اُنھوں نے سنا اور ان کو اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ تو ابن ابی الحقیق سے کہلا بھیجا کہ ہم کچھ گفتگو کرنا چاہتے

* حقیق ایسا آلہ حرب ہے جس سے متصل دیوار ہی توڑ دی جاتی تھیں۔

ہیں اگر اجازت ہو تو آؤں۔ وہ آئے اور مصالحت ہوئی۔ یہ بات قرار پائی کہ قلعہ میں جتنے مرد اور ان کے اہل و عیال ہیں سب کو چھوڑ دیا جائے وہ خیبر کی زمین سے منہ اپنی ذہب چاندی کے سوا جائیں۔ مال زمین۔ سامان حرب۔ اور اسباب میں سے کوئی چیز نہ لیں سوائے بدن پر کپڑے کے۔ اور رسول اللہ نے کہدیا کہ اگر مال و اسباب میں سے کوئی چیز تم نے چھپائی تو پھر میرا ذمہ باقی نہیں رہے گا۔

تمام شرائط منظور ہو گئے لیکن جب حضور نے اموال کو ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ حیی بن اخطب کا مشک کہاں ہے۔ حیی بن اخطب بنی النضیر کا سردار تھا۔ وہ مشک یا گائے کے چمڑے کا بڑا تھیلا بناتا تھا اور اُس میں زر و جواہر اور سونا چاندی وغیرہ نقدیات رکھتا تھا۔ اس مشک میں بہت مالیت کا خزانہ تھا جس وقت بنی النضیر مدینہ سے نکلے گئے تو یہ اس مشک کو اپنے ساتھ خیبر لے آیا۔ اسی مشک کے متعلق حضور نے دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا کہ وہ نفقات اور حروب میں صرف ہو گیا۔ حضور نے فرمایا کہ قصہ زیادہ روز کا نہیں ہے اور مال بہت تھا۔

آخر حضور نے حضرت زبیر کے سپرد کیا کہ ان کو سزا دو تاکہ اقرار کریں۔ اس کے بعد کنانہ کے چچا زاد بھائی نے اقرار کیا۔ اور معلوم ہوا کہ ایک دیرانہ میں رکھا ہے۔ تلاش کیا گیا تو مل گیا خلاف معاہدہ مال چھپانے کی وجہ سے ابی الحقیق کے دونوں لڑکوں کے قتل کا حضور نے حکم دیا جس میں ایک عفیفہ کا شوہر تھا لیکن اُن کے سوا اور کسی کو صلح کے بعد قتل نہیں کیا گیا۔

مخابرہ شرائط کے موافق حضور نے چاہا کہ یہودیوں کو خیبر سے نکالدیا جائے۔ مگر یہودیوں نے کہا کہ اجازت دیجئے کہ ہم یہیں رہیں۔ اور اس زمین کی اصلاح اور خدمت کریں کیونکہ اس سے ہم لوگ خوب واقف ہیں رسول اللہ نے بھی دیکھا کہ صحابہ کو اتنی فرصت نہیں ہے کہ زمین خود آباد کر سکیں۔ غلام ہم لوگوں کے پاس اتنے ہیں جتنے کہ ان کے ذریعہ آباد کی جائے۔ اس لئے رسول اللہ نے ان کو اس شرط پر زمین دی کہ وہ زراعت

Scanned by CamScanner

کریں اور درختوں کی خدمت کریں۔ اور زراعت یا نخل سے جو پیدا ہوگا اُس میں نصف اُن کا حصہ ہوگا۔ چونکہ اس طرح کا معاملہ پہلے پہلے خیبر میں ہوا اس لیے ایسے معاملہ کا نام ہی مخابرہ ہوگیا۔

فدک اہل فدک کو جب خیبر کا حال اور زمین کا معاملہ معلوم ہوا۔ تو انہوں نے کمال بھیجا کہ ایسے ہی معاملہ پر ہم سے بھی صلح کرلی جائے حضور نے منظور کرلیا اور اُن سے بھی صلح ہوگئی۔ اور محیصہ بن مسعود کے ذریعہ فدک کی گنگوئے پائی لیکن وہاں چونکہ کوئی فوج نہیں گئی اس لیے وہ خاص رسول اللہ کی ملک ہوئی اور خیبر تمام مسلمانوں کی۔

خیبر کے اراضی کی تقسیم خیبر کے غنیمت میں سب سے بڑی چیز زمین تھی اس کی تقسیم حضور نے اس طرح کی۔ ابوداؤد میں بشیر بن یسار سے روایت ہے کہ حضور نے خیبر کو چھتیس سہام پر تقسیم کیا اور ایک ایک سہام میں سو سو حصہ مقرر کیا پھر اس میں سے نصف یعنی اٹھارہ سہام کو علیحدہ کردیا یہی تقسیم نہیں کیا بلکہ محفوظ رہا کہ وہ وفود اور نوائب یا دوسرے فی اور قومی ضروریات پر خرچ کیا جائے۔ باقی اٹھارہ سہام کو تقسیم کیا ابن شہاب کہتے ہیں کہ صرف اصحاب[1] حدیبیہ پر تقسیم کیا۔ اور اُن میں سے جو حاضر یا نائب تھے سب کو دیا۔ اصحاب سیر تصریح کرتے ہیں کہ اصحاب حدیبیہ میں سے صرف جابر بن عبداللہ خیبر نہ آئے تھے لیکن اُن کو حصہ دیا گیا۔

جو نصف علیحدہ کیا گیا اور تقسیم نہ کیا گیا اُس میں الکتیبہ۔ الوطیح۔ السلالم اور اُس کی توابع

---

[1] اصحاب حدیبیہ صحابہ کرام جو صلح حدیبیہ کے وقت حضور کے ساتھ موجود تھے۔

زمین تھی اور جو حصہ تقسیم ہوا اُس میں الشق اور النطاۃ اور اس کی ملحقہ زمین تھی۔

اب اس کی تفصیل کہ جو اٹھارہ سہام تقسیم ہوئے ان کی تقسیم کیونکر ہوئی اس میں دو بیتیں مختلف ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ جو دو سو آدمی تھے جو وہ سہام اُن کے ہوئے کیونکہ ایک سہم سو حصہ کا تھا۔ اور دو سو گھوڑے تھے ہر گھوڑے کو دو حصہ ملا اس لیے چار سہام گھوڑے کے ہوئے اس طرح اٹھارہ پورا ہوا۔

لیکن مجمع بن حارثہ کی روایت تین امور میں اس سے خلاف ہے۔ اوّل یہ کہ اس میں گھوڑے کا ایک حصہ ہے دو نہیں۔ دوم اُس میں ہے کہ آدمی پندرہ سو تھے۔ سوم اُس میں ہے کہ گھوڑے تین سو تھے اس حساب سے پندرہ سہام پندرہ سو آدمیوں کا۔ اور تین سہام تین سو گھوڑے کا اٹھارہ پورا ہو جاتا ہے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ گھوڑے کے حصہ میں اختلاف ہے جمہور کہتے ہیں کہ گھوڑے کا دو حصہ ہوتا ہے اس لیے پیدل کا ایک حصہ اور سوار کا تین حصہ ہو جاتا ہے۔ ایک سوار کا اور دو گھوڑے کا یہی قول ہے ابن عباس۔ مجاہد۔ حسن۔ ابن سیرین۔ عمر بن عبدالعزیز۔ امام مالک۔ امام اوزاعی۔ سفیان ثوری۔ لیث۔ امام ابو یوسف۔ امام محمد۔ امام احمد۔ اسحٰق ابوعبید ابن جریر اور دوسرے لوگوں کا لیکن امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ سوار کا دو حصہ ہوتا ہے ایک اُس کا اور ایک گھوڑے کا اور اسی طرح حضرت علی اور ابوموسیٰ اشعری سے بھی مروی ہے۔

امام ابوحنیفہ کا استدلال مجمع بن حارثہ کی روایت سے ہے۔ لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ مجمع بن حارثہ کا حال معلوم نہیں۔ دوسرا استدلال یہ ہے کہ عبداللہ العمری نافع سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ فارس کا دو سہم ہے اور راجل کا ایک سہم لیکن عبیداللہ بن عمر نافع سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ فرس کا دو سہم ہے اور فارس کا ایک سہم۔ اور صحیحین کی روایت میں تصریح ہے کہ فارس کے تین سہام ہیں دو فرس کا اور ایک فارس کا۔ اور عبیداللہ حفظ و ضبط میں اپنے بھائی سے بڑھے ہوئے

---

[1] فارس جو لڑائی کے وقت کسی سواری میں شریک تھے۔ راجل وہ لڑائی کے وقت پیدل تھے۔

ہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ غالباً نافع نے فرس کہا اس کو عبداللہ نے فارس سمجھا۔ اسکے علاوہ واقدی کی بعض روایتوں میں فارس کا ذوسہام مذکور ہے مگر صحاح کے مقابلہ میں واقدی کی روایتوں سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے

صحیح بن حارثہ کی روایت میں بیس سو گھوڑے ہیں مگر جابر بن عبداللہ ابن عباس صالح بن کیسان۔ بشر بن یسار۔ اور تمام اہل مغازی کہتے ہیں کہ دو سو گھوڑے تھے۔

اب اگر دو سو گھوڑے کے چار سہام نکال دیئے جائیں تو چودہ سہام بچتے ہیں لہٰذا چودہ سو آدمی ہونے چاہئیں اور حدیبیہ کی بھی راجح تعداد یہی ہے لیکن اگر پندرہ سو بھی ہوں تو ممکن ہے کہ موالی و غلام ایک تہائی ہوں جن کو زمین میں حصہ نہ دیا گیا ہو الغرض حصہ پانیوالوں کی تعداد چودہ سو تھی

البتہ ایک مشکل یہ ہے کہ فتح خیبر کے وقت اصحاب سفینہ آئے یعنی حضرت جعفر اور موسیٰ اشعری اور اُن دونوں کے ساتھی جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی۔ بخاری میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضور نے ہم لوگوں کو حصہ دیا۔ اس لیے تقسیم مذکورہ بالا منطبق نہیں ہوتی لیکن غالباً ان حضرات کو صرف منقولات میں حصہ دیا گیا ہو غیر منقولہ اراضی میں نہیں کیونکہ وہ صرف اصحاب بیعۃ الرضوان کا انعام تھا۔

حضور جب خیبر کے لیے روانہ ہو چکے تو مدینہ میں حضرت ابو ہریرہ پہلے آئے اور

لہ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ خیبر میں کچھ عورتیں بھی ساتھ آئی تھیں امیر سنت الصلت انصار یا دوسری بنی انصار کی عورتیں۔ اور یہ سب مجروحین کی خدمت بھی کرتی تھیں اُن کو منقولات میں حصہ ملانہ غیر منقولات میں لیکن بحق خدمت یا اعانت کے طور پر اُن کو کچھ حضور نے عنایت فرمایا تھا اسی کو اُن میں کی بعض عورتیں بیان کرتی ہیں کہ خیبر میں ہمیں غنیمت میں حصہ ملا تھا ورنہ غنیمت میں عورتوں کو کسی غزوہ میں حضور نے حصہ نہیں دیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

لہ یعنی غیر منقول اراضی میں تو یقیناً نہ تھا اور غالب قرینہ ہے کہ منقولات میں بھی باقاعدہ حصہ منضبط کے ساتھ منقولات کے کسی سے دیا گیا تھا بلکہ قبل تقسیم غنیمت کے اعانت کے طور پر دیا گیا تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ

لہ حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی شہادت ۸ھ میں جنگ موتہ میں پیش آئی۔

صباح بن عرفطہ کے پیچھے غابہ پر بھی اور پھر خیبر آئے لیکن فتح کے بعد پہنچے۔ ابان کو ایک سریہ میں حضور نے بھیجا تھا وہ وہاں سے خیبر آئے اور فتح کے بعد پہنچے اُن دونوں نے غنیمت میں حصہ کی خواہش بھی ظاہر کی مگر حضور نے ان لوگوں کو حصہ نہ دیا۔

علامہ عینی کہتے ہیں کہ حضور نے خیبر کی کل زمین تقسیم نہ کی بلکہ بعض حصہ تقسیم کیا بعض نہیں۔ صرف الشق اور النطاۃ کو تقسیم کیا اور باقی کو نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارض مفتوحہ میں امام کو اختیار ہے جو مصلحت دیکھے کرے۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ رسول اللہ اور خلفاء راشدین کے آثار کو دیکھنے سے ارض مفتوحہ کا حکم یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ اور جس قبیلہ کے لوگ مسلمان ہو گئے ہوں اُن کی زمین اُن کی ملکیت میں رہتی ہے اور عشر کے سوا اور اُن پر کچھ لازم نہیں ہوتا۔ اور جو زمین صلح کے ذریعہ فتح ہوئی ہو اس میں صلح کے شرائط کے موافق عمل ہوتا ہے۔ جو خراج صلح میں مقرر ہو جائے اُس سے زیادہ اُن پر لازم نہیں آتا ہے لیکن جو زمین قہر اور غلبہ کی وجہ سے فتح ہوئی ہو اُس میں علماء کا اختلاف ہے۔

ابن المنذر کہتے ہیں کہ امام شافعی اور ابو ثور کا مسلک یہ ہے کہ ایسی زمین جو قہر اور غلبہ سے فتح ہوئی ہو اس کا حکم مثل غنیمت کے ہے یعنی ایک خمس نکر باقی چار خمس کو خاصین تقسیم کر دیا جائے گا لیکن امام ابو حنیفہ صاحبین اور ثوری وغیرہ کہتے ہیں کہ ایسی زمین میں امام کو اختیار ہے کہ تقسیم کرے یا نہ کرے یا کچھ کرے کچھ نہ کرے۔ رسول اللہ نے خیبر کا نصف حصہ تقسیم کیا نصف نہیں۔ بنی قریظہ کی کل زمین تقسیم کر دی سوائے خمس کے مکہ کو بالکل تقسیم نہ کیا حالانکہ یہ سب قہراً فتح ہوئے۔ فتح مکہ کے متعلق اختلافات کو انشاء اللہ فتح مکہ میں ذکر کروں گا۔

قائلین خیبر کے تقسیم کی تاویل کرتے ہیں کہ جو نصف قہراً فتح ہوا اُس کو تقسیم کیا اور جو نصف صلح سے فتح ہوا وہ تقسیم نہیں ہوا مگر تمام روایات اور سیر میں تصریح ہے کہ وہاں سخت جنگ ہوئی اور جنگ سے مجبور ہو کر بھودا نے ہر قسم کے ملک اور اختیار سے دست بردار ہوئے صلح میں زمین مکانات اور اموال پر اُن کو کسی طرح کا کوئی حق نہیں دیا گیا۔ شرط یہی کہ

لہ صاحبین سے امام ابو حنیفہ کے دو مشہور تلامذہ امام ابو یوسف اور امام محمد مراد ہیں جو حنفیہ کے مسلمات میں سے ہیں مشہور لغت اردو کے جو

صرف بدن کا کپڑا یا بعض روایت میں ہے کہ سواری پر جو چیز ہے لیکن ابن سعد طبقات خیبر سے یہ بھی ثابت ہے کہ اگر صلح ہوتی تو یہ شرط کیونکر ہوتی۔

ابن شہاب سے امام مالک صاحب نے یہ روایت کیا ہے کہ خیبر کا بعض حصہ فتح ہوا یا انہیں نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ خیبر کا بعض حصہ فتح ہوا اور بعض صلح اور الکتیبہ کا اکثر حصہ فتح ہوا امام مالک سے پوچھا گیا کہ الکتیبہ کیا ہے کہا خیبر کی ایک زمین ہے جس میں چالیس ہزار مخل تھے اس صلح کی تشریح خود ابن شہاب سے ابوداؤد میں مروی ہے۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ خیبر فتح ہوا قتال کے بعد اہل خیبر اپنی جگہ سے ہٹے اور ملک چھوڑ دینے پر راضی ہوئے وہ قتال کر چکے تھے لیکن بعد اس کے اہل خیبر سے بٹائی کا معاملہ ہوا اور زمین پھر انہیں کو کاشت کے لیے دی گئی اور مکانات بھی رہنے کے لیے دیئے گئے مگر اس کو مصالحت سے کوئی تعلق نہ تھا وہ محض اجیتے زمین یا مکان کی ملکیت میں اُن کو کوئی دخل یا دعویٰ نہ تھا بلکہ حضور نے شرط کر لی تھی کہ جب تک ہم چاہینگے اس معاملہ کو قائم رکھینگے اور جب چاہینگے زمین واپس لے لینگے۔ چنانچہ اسی شرط کی بنا پر حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے زمانہ میں ان سے زمین واپس لے لی اور اُن کو ملک بدر کر دیا۔

مراجعت اہل حبشہ اسی غزوہ میں حضرت جعفر ابن ابی طالب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اور ابوموسیٰ اشعری یعنی عبداللہ بن قیس اشعری اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی کے ذریعہ حبشہ سے خیبر آئے۔ بخاری میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ہم کو جب رسول اللہ کے ہجرت کی خبر ملی تو ہم اور ہمارے دو بھائی جو ہم سے بڑے تھے

۱؎ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں بحیرا کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ حضرت جعفر کے ساتھ چالیس آدمی حبشہ سے آئے تھے جس پر نجاشی حبشہ کے تھے اور آنحضرت شام کے بحیرا راہب سے ملے تھے اور واپس آئے تھے اس میں حضرت ابوموسیٰ کے ساتھی اور قریش مردوں عورتیں داخل خیبر ہیں واللہ اعلم۔

۲؎ حضرت امام مالک بن انس ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۶ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

Scanned by CamScanner

اس بات کی حد ہے کہ نبوت بنی ہارون سے نکل گئی ورنہ بلاشبہ وہی مرسل ہیں اور یہود میری اس معاملہ میں سنتے نہیں۔ ہم کو اس بارہ میں دو قربانیاں سخت دینی ہونگی ایک مشرب میں اور دوسری تجہیز میں۔ حارث نے کہا کہ اس پر میں نے سلام سے پوچھا کہ کیا وہ تمام زمین پر غالب ہو جائیں گے۔ اُس نے کہا کہ ہاں"

زہر دینے کا واقعہ جب اطمینان ہوا تو سلام بن مشکم کی عورت زینب بنت حارث نے ایک بکری پکا کر حضور کو ہدیہ دیا۔ اور اس میں زہر ملا دیا تھا حضور نے اس میں سے گوشت منہ میں لیا مگر معلوم ہو گیا اور بعض روایت میں ہے کہ گوشت نے کہدیا کہ زہر ملا ہوا ہے آپ نے تھوکدیا لیکن بشر بن براء بن المعرور نے باوجود ظنی محسوس کرنے کے ادب سے حضور کے سامنے تھوکنا پسند نہ کیا اور کھا گئے اور اسی سے اُن کا انتقال ہو گیا حضور نے اُس عورت کو اور یہودیوں کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے اقرار کیا کہ ہم نے زہر اس لیے دیا تھا کہ اگر آپ سچے ہیں اور نبی مرسل ہیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا اور اگر جھوٹے ہیں تو ہم نجات پائیں گے۔

امام زہری کہتے ہیں کہ وہ عورت مسلمان ہو گئی اور حضور نے اس کو چھوڑ دیا لیکن ابو سلمہ کہتے ہیں کہ بشر بن براء کا انتقال ہوا تو آپ نے اُس عورت کو بلایا اور قتل کا حکم دیا یہ دونوں روایتیں مرسل ہیں لیکن ایک روایت متصل حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ پہلے حضور نے چھوڑ دیا لیکن بشر کے انتقال کے بعد اُس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور اُس کے تین برس بعد جب حضور کا انتقال ہوا تو حضور فرماتے تھے کہ خیبر کے زہر کا اثر مجھ پر غالب ہے اسی لیے امام زہری فرماتے ہیں کہ حضور شہید فوت ہوئے۔

حجاج بن علاط موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق وغیرہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص حجاج بن علاط اہلی مسلمان ہو گئے تھے اور فتح خیبر میں موجود تھے

ف بشر جیسا کہ فتح مکہ میں گزرا

ف ابن عساکر نے لکھا ہے کہ حجاج بن علاط کو حضرت زبیر بن عوام نے مکہ میں بالمقام حصہ

بن حلال بن کی کنیت ابو طاہر تھی اور کہا جاتا ہے کہ اس کی کنیت ابو محمد تھی اور وہ صحابی تھے ابن عساکر نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned by CamScanner

ان کو دیکھکر بعضوں نے کہا کہ عباس کیا حال ہے خدا تم کو خوش رکھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں حال بہت اچھا ہے اور خیبر بہت خوشی کی ہے محمدؐ نے خیبر فتح کیا۔ اور صحابہ سے عہد کیا۔ وہاں کے اموال غنیمت کو تقسیم کیا۔ سب نے تعجب سے پوچھا کہ یہ خبر تم کو کس سے معلوم ہوئی انہوں نے کہا کہ اسی حجاج سے جس سے تم نے پہلی خبر سنی تھی۔ وہ اپنا مال لینے آیا تھا اور مجھ سے وعدہ لیا کہ تین روز اس خبر کو ظاہر نہ کرنا۔ سارے کفار متحیر رہ گئے اسکے بعد مسلمان حضرت عباس کے پاس جمع ہوئے اور جب انہوں نے یہ خبر سنائی تو سب کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔

احکام فقہیہ

غزوہ خیبر سے بہت سے احکام فقہیہ پر استدلال کیا گیا ہے ہم ان میں سے بعض کو ذکر کرتے ہیں۔

مخابرہ اس غزوہ میں زمین بہت فتح ہوئی اور وہ سب اہل خیبر کو بٹائی پر دیگئی۔ یہ کسی روایت سے نہیں معلوم ہوتا کہ حضور نے بیج دینے کا وعدہ کیا ہو یا دیا ہو بظاہر بیج اور عمل اہل خیبر کا تھا اور زمین مسلمانوں کی اس سے معلوم ہوا کہ رب الارض کو بیج دینا لازم نہیں ہے۔

ممنوعات خیبر ابن اسحاق محول سے روایت کرتے ہیں کہ چیزیں خیبر میں منع کی گئیں نطرنجا یا میں اگر حاملہ عورتیں ہوں تو ان سے صحبت کرنے کو منع کیا گیا[1] نسترابی گدھے کا گوشت منع کیا گیا نسترد درندوں کے گوشت سے منع کیا گیا نسترا غنیمت کا مال جب تک تقسیم نہ ہو جائے اس کے بیچنے سے منع کیا گیا

حقوق بخاری میں روایت ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم اور عثمان بن عفان آئے کہ یا رسول اللہ آپ نے بنی المطلب کو خمس میں سے دیا اور ہم لوگوں کو نہیں حالانکہ ہمارا اور ان کا ایک مرتبہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب شی واحد ہیں۔ کفر میں بھی اور اسلام میں بھی۔ اور آپ نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ نہ دیا۔

[1] جب تک کہ پیدا نہ ہو۔

قتال شہر حرام یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس غزوہ کے لیے آپ محرم میں مدینہ سے چلے تو معلوم ہوا کہ شہر حرام میں قتال ممنوع نہیں ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر کفار کی طرف سے ابتدا ہو تو مسلمانوں کو بھی قتال جائز ہو جاتا ہے۔ اختلاف یہ ہے کہ مسلمان کو ان مہینوں میں ابتدا کرنا جائز ہے یا نہیں آئمہ اربعہ کہتے ہیں کہ جائز ہے اور نسخ شروع ہے لیکن عطاء وغیرہ کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہے منع ہے اور حلال قسم کھاتے تھے کہ شہر حرام میں قتال حرام ہے اور تحریم منسوخ نہیں ہے[1] لیکن جمہور کا استدلال غزوہ خیبر کی روایت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگرچہ حضور نے آخر محرم میں مگر غزوہ ہوا صفر میں۔ البتہ حاصرہ طائف سے استدلال صحیح ہے اس لیے کہ طائف کا محاصرہ بیس روز سے زیادہ ہوا اور آخری ایام ذیقعدہ کے تھے واللہ اعلم

تحریم لحوم الحمر الاہلیہ بسند جید ثابت ہے کہ حضور نے خیبر میں اہلی گدھے کے گوشت کو منع فرمایا اور فرمایا کہ وہ نجس ہے۔ صحابہ میں سے بعض نے کہا کہ منع اس لیے ہوا کہ سواری کا جانور ہے بعض نے کہا کہ اطراف کی پلیدی کھاتا ہے مگر رسول اللہ نے فرمایا کہ نجس ہے

طہارت رسول اللہ نے فرمایا کہ گوشت پھینکدو اور برتن توڑ دو مگر ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ گوشت پھینکدیا جائے اور برتن دھو دیا جائے آپ نے فرمایا کہ اچھا دھو دو پہلا حکم کل کو قبل منسوخ ہو گیا[2] اور معلوم ہوا کہ برتن کی نجاست دھونے سے زائل ہو جاتی ہے

متعہ کا حکم صحیحین میں حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے نکاح متعہ کو خیبر میں منع فرمایا اور اہلی گدھوں کے گوشت کو اس سے قبل نکاح متعہ جائز تھا نکاح متعہ یہ ہے کہ مدت معینہ کے لیے مہر معینہ پر نکاح کیا جائے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ابتدا اسلام میں نکاح متعہ کی رخصت تھی بشرطیکہ ضرورت شدید

[1] لیکن وہ بھی استدلال تام نہیں ہے جیسا کہ وہاں معلوم ہوگا۔ منہ

[2] صحابہ کرام نے جب حضور اور صحابہ سے مقابلہ کیا یہ حکم بھی حضور کے ساتھ رہا۔

Scanned by CamScanner

جیسے مردہ اور سور کا گوشت کھانے کی جان بچانے کے لیے رخصت ہے۔ اسی طرح اضطرار کی حالت میں اس کی بھی رخصت تھی حضرت ابن ابی عمرو انصاری سے صحیح مسلم میں مروی ہے فرماتے ہیں کہ ابتدا اسلام میں اضطرار کی حالت میں متعہ کی رخصت تھی جیسے مردہ، دم اور گوشت خنزیر کی رخصت ہے لیکن بعد کو جب اللہ تعالیٰ نے دین کو مستحکم کر دیا تو اس سے بھی منع کر دیا اور صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ کے ساتھ غزوات میں ہوتے تھے اور جوان تھے ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں ایک دفعہ ہم لوگوں نے رسول اللہ سے کہا کہ اجازت ہو تو ہم لوگ خصی کرا لیں حضور نے منع فرمایا اور رخصت دی کہ کپڑوں کو برابر ایک مدت کے لیے نکاح کریں۔

مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ اور سلمہ بن الاکوع سے بھی رخصت مروی ہے گو اس میں یہ تشریح نہیں ہے کہ یہ رخصت کس حالت میں تھی مگر ظاہر ہے کہ وہ بھی ضرورت پر محمول ہوگی مگر اس کے بعد یہ رخصت ممنوع ہو گئی اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے سوائے متدع روافض کے حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ اضطرار کی حالت میں جواز کا فتویٰ دیتے تھے مگر پیچھے انہوں نے بھی رجوع کیا اور سب کی طرح حرام کہنے لگے

اس میں اختلاف ہے کہ کب حرام ہوا بعض کہتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں بعض کہتے ہیں غزوۂ فتح میں بعض کہتے ہیں فتح مکہ میں بعض کہتے ہیں غزوہ اوطاس میں بعض کہتے ہیں حجۃ الوداع میں اس میں عام اوطاس اور فتح مکہ تو ایک ہی زمانہ ہے یعنی حجۃ الوداع اور غزوۂ فتح پھر حل ہو سکتا ہے کہ پہلے منع کی تاکید تھی اور اعلان منع جدید نہ تھا اس لیے اصل اختلاف رہ جاتا ہے خیبر اور فتح مکہ کا فتح مکہ میں صرف تاکید اور اعلان نہ تھا بلکہ وہاں اجازت اور فسخ تھا

صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ منع کیا رسول اللہ نے نکاح

ملتہ یعنی صرف کپڑوں پر کپڑوں کا نکاح کریں یہ متعہ سے مختلف ہے جس میں عورتیں ساتھ رہنے کے لئے نکاح میں آتی ہیں

متعہ سے خیبر میں اور ابی گدھوں کے گوشت سے یہ روایت متعدد طریقوں سے اعلیٰ سند کے ساتھ مروی ہے اور اس میں شبہ کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ متعہ خیبر میں منع ہوا مگر قابل یہ ہے کہ صحیح طریقوں سے ثابت ہے کہ اس کے بعد فتح مکہ کے وقت رسول اللہ نے مکہ میں متعہ کی اجازت دی اور تین روز کے بعد منع فرمایا لہٰذا ثابت ہوا کہ اگر خیبر میں حرام ہو گیا تھا تو پھر یہ اجازت کیسی تھی

فتح خیبر ۷ھ کی ابتدا میں ہوا اور فتح مکہ ۸ھ میں اور صحیح کے بعد طاؤس ابو سلمہ بن الاکوع سے متعلم میں جو سند ثقات مروی ہے کہ رسول اللہ نے عام اوطاس میں تین دن متعہ کی اجازت دی پھر منع فرمایا اور مسلم ہی میں ربیع بن سبرہ سے جو طریق سے مروی ہے کہ ان کے والد سبرہ ابن معبد الجہنی نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے متعہ کی اجازت دی تو ہم اور ہمارا ہی قوم کے ایک دوسرے شخص بنی عامر کی ایک عورت سے ملے اور ہم اپنے ساتھی سے جمال میں بہتر تھے۔ اور ہم دونوں کے پاس چادر تھی گویہ ہی چادر پھٹی ہوئی تھی اور میرے ساتھی کی چادر نئی اور اچھی تھی اس عورت سے کہا کہ کیا تو راضی ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک تجھ سے متعہ کرے اس نے کہا کہ کیا دو گے ہم لوگوں نے کہا کہ چادر پھر ہم لوگوں نے چادر پھیلا دیا اس نے جب میرے ساتھی کے چادر کو دیکھا تو پسند کیا اور پھر ہم کو پسند کیا کچھ دیر دونوں چادر اور ہم دونوں کو دیکھتی رہی پھر میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص اور اس کی چادر ہمارے لیے کافی ہے۔ ہم اس کے ساتھ تین دن رہے پھر حضور نے منع کر دیا اور فرمایا کہ کسی کے پاس ایسی عورت ہو تو اس کو علیحدہ کر دے۔ اور جو کچھ تم لوگوں نے ایسی عورت کو دیا ہو اس سے واپس نہ لو۔

یہی سبرہ بن معبد روایت کرتے ہیں کہ عام الفتح میں جب ہم لوگ مکہ میں داخل ہوئے تو رسول اللہ نے متعہ کا حکم دیا اور پھر مکہ سے باہر آنے کے پہلے منع کر دیا

خیبر کا امتناع اور پھر فتح مکہ کے وقت اجازت اور امتناع اس کے تطبیق دینے میں

طاہر کی رائے مختلف ہے۔ مازری اور قاضی عیاض کہتے ہیں کہ متعہ خیبر میں حرام ہوا حضرت علی کی روایت محکمات اور مستند لوگوں سے مروی ہے۔ اور عمرۃ القضاۃ یا فتح مکہ کا دعاس میں پوچھی وارد ہے وہ اسی خیبر کے نہی کی تاکید ہے نہی جدید نہیں ہے۔ مگر امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ قول اُن تمام روایات صحیحہ کے خلاف ہے جس میں فتح مکہ کے وقت اجازت دینا مذکور ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت علی کی روایت میں حرمت متعہ کا وقت نہیں بتایا گیا بلکہ مطلق رکھا گیا ہے اور وقت صرف اہلی گدھوں کے حرمت کا بتایا گیا متعہ فتح مکہ کے وقت حرام ہوا خیبر میں حرام نہیں ہوا تھا۔ ابن قیم بھی کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور اس پر انہوں نے بڑی بسط تقریر کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کی روایت صحیحین میں بھی ہے اور مسند امام احمد میں بھی ہے۔ صحیحین کے الفاظ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ متعہ کی حرمت کا زمانہ خیبر ہے۔ مگر مسند کی روایت کے الفاظ صاف ہیں کہ گدھوں کا گوشت خیبر میں منع ہوا۔ اور متعہ کی حرمت کے وقت میں اطلاق ہے اُس کا زمانہ نہیں بتایا گیا۔ لہٰذا متعہ خیبر میں نہیں بلکہ پہلے پہلے فتح مکہ کے وقت حرام ہوا۔ مگر اس تاویل میں صحیحین کی روایت کو ترک کرنا یا اُس کے مفہوم صریح کو ترک کرنا پڑتا ہے۔

امام طاحی صاحب فرماتے ہیں کہ متعہ پہلے مباح تھا خیبر میں حرام ہوا پھر فتح مکہ کے وقت مباح ہو گیا۔ اور تین روز کے بعد پھر حرام ہو گیا۔ یعنی اباحت اور حرمت دونوں مکرر ہوئی امام نووی کہتے ہیں کہ یہی مختار اور صحیح ہے۔ مگر امام شافعی صاحب خود فرماتے ہیں کہ ایسی نظیر شریعت میں نہیں پائی جاتی، جو چیز عند الشرع علی الاطلاق مذموم ہو گئی اور حرام ہوئی اُس کا بیان کر دیا گیا وہ پھر کیونکر مباح ہو سکتی ہے یا اباحت کسی ضرورت کی وجہ سے ہوگی تو ایسی ضرورت کے وقت ہمیشہ اُس کی اباحت قائم رہنی چاہیئے لہٰذا وہ فعل علی الاطلاق حرام نہ ہوگا حالانکہ خود امام شافعی اور دوسرے تمام علماء یہی کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد اب کسی ضرورت سے بھی متعہ مباح نہیں ہو سکتا۔

تمام شبہات اس وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں کہ خیبر کے اجتماع کو حرمت شرعی پر محمول کیا جا رہا ہے حالانکہ حضرت علیؓ کی روایت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے حرمت کا مفہوم متعین ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے خیبر میں متعہ منع کیا لیکن کسی روایت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ امتناع حرمت کی وجہ سے تھا یا مصلحت کی وجہ سے۔ ابن ابی عمرہ کی روایت صریح ہے کہ ابتداء اسلام میں جب رخصت تھی تو وہ بھی رخصت عام نہ تھی بلکہ اضطرار کی حالت میں رخصت تھی لہٰذا بلا اضطرار تو اس وقت بھی منع ہی تھا البتہ حضرت علیؓ کی حضرت ابن عباسؓ کے خلاف استدلال فرمایا کہ حضورؐ نے خیبر میں متعہ منع فرمایا۔ اس سے یہ بیشک معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ فتح مکہ کے قبل اس کو منع سمجھتے تھے مگر منع ہمیشہ حرمت ہی کے لئے نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباسؓ جواز کا فتویٰ دیتے تھے جیسا کہ حضرت عروہ بن زبیرؓ کی روایت سے جو صحیح مسلم میں ہے ثابت ہوتا ہے حضرت علیؓ اس کو منع فرماتے تھے۔

لیکن فتح مکہ کے روز حضورؐ نے صاف طور سے متعہ کا حرام ہو جانا بیان کر دیا چنانچہ مسلم میں وہی سبرہ بن معبدؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا یا ایھا الناس انی قد کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ قد حرم ذلک الی یوم القیامۃ لے لوگو میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور البتہ خدا نے اس کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ اس سے پہلے آپ کو خدا کی طرف سے کوئی حکم نہ تھا خیبر کا امتناع بحکم خداوندی نہ تھا بلکہ خود حضورؐ نے اس فعل کو مکروہ سمجھ کر منع کیا تھا۔ اور ضرورت کے وقت خود اجازت دی تھی فتح مکہ کے وقت جب خدا کا حکم آ گیا تو آپ نے متعہ کا من جانب اللہ حرام ہونا بیان کر دیا۔ لہٰذا عمرۃ القضاۃ میں جو امتناع مروی ہے وہ پہلے قسم کے امتناع پر محمول ہوگا۔ اور حجۃ الوداع میں جو امتناع مروی ہے وہ حرمت کا اعلان اور تاکید ہے واللہ اعلم فتح مکہ میں اس مسئلہ کی مزید توضیح ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ

لے ابو داؤد کے امام نے مشارع میں پیدا ہوئے۔ یہی امام ابو حنیفہ کا سن وفات ہے۔

فدک و وادی القریٰ و تیماء

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ فدک کا تصفیہ اُنہیں شرائط پر طے ہو گیا تھا جن شرائط پر خیبر کا معاملہ طے ہوا تھا۔ لیکن دوسری روایتیں ہیں کہ فدک کا معاملہ نصف اراضی پر تصفیہ ہوا تھا یعنی نصف زمین فدک کی اہل فدک کو ملی اور نصف رسول اللہ کو۔ اور جو صحیح ہے حضرت عمرؓ نے جب یہودیوں کو حجاز سے جلاوطن کیا تو اہل خیبر کو اراضی کی کوئی قیمت نہیں دی گئی لیکن اہل فدک کو نصف زمین کی قیمت دی گئی تھی۔

جب خیبر سے فراغت ہوئی تو حضورؐ نے وادی القریٰ کا ارادہ کیا وہاں یہودیوں کی ایک جماعت تھی اور کچھ عرب بھی اُن کے شامل ہو گئے تھے۔ جب سامان وہاں پہنچے تو اطمینان کے قبل ہی اُن لوگوں نے تیر مارنا شروع کر دیا۔ اور رسول اللہ کے ایک غلام جن کا نام مدعم[1] تھا شہید ہو گئے۔ لوگوں نے کہا کہ مدعم کو جنت مبارک ہو حضورؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اُس پر آگ مشتعل ہے۔ اُس نے خیبر کے غنیمت میں سے کچھ پوشیدہ لے لیا تھا جو اُس کو حصہ میں نہ ملی تھی۔ اس کے بعد حضورؐ نے صف قتال درست کی۔ اور لوا حضرت سعد بن عبادہؓ کو دیا۔ ایک رایہ حضرت حباب بن المنذرؓ کو۔ ایک رایہ حضرت سہل بن حنیفؓ کو ایک رایہ حضرت عباد بن بشرؓ کو۔ صف درست کرنے کے بعد اہل وادی القریٰ کو اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ اگر وہ اسلام قبول کریں تو اُن کے جان و مال سے کوئی تعرض نہ ہوگا۔ اور اُن کا معاملہ خدا کے ساتھ رہے گا۔ لیکن اُن میں سے ایک شخص مقابلہ کے لئے نکلا اُس کو حضرت زبیر بن العوامؓ نے قتل کیا دوسرا نکلا اس کو بھی اُنھوں نے قتل کیا تیسرا نکلا اس کو حضرت علیؓ نے قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ اُس روز اُن کے گیارہ آدمی قتل کیے گئے۔ اور جب اُن کا کوئی شخص قتل

[1] حباب بن المنذر وہی ہیں جن کا مشورہ جنگ بدر میں مناسب مقام پر پڑاؤ کرنے کا تھا اور اُنھیں کی رائے پر عمل ہوا تھا ۱۲ منہ

[1] اُحد میں شہید ہوئے ۱۲ منہ

ہوتا تھا تو اُس کے بعد رسول اللہ اُن کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ نماز کا وقت آتا تو رسول اللہ صحابہ کے ساتھ جماعت نماز پڑھتے پھر اسلام کی دعوت دیتے اور خدا و رسول کی طرف بلاتے مگر جنگ ہوتی رہی حتیٰ کہ شام ہو گئی۔ دوسرے روز آفتاب ایک نیزہ بھی بلند نہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کی فتح ہوئی اور جو کچھ مال و اسباب اُن کے پاس تھا وہ اُنھوں نے چھوڑ دیا بہت مال اور کثیر التعداد غنیمت میں حاصل ہوئی حضورؐ نے سب میں تقسیم کر دیا۔ اور زمین و درخت یہودیوں کے ہاتھ میں رہنے دیا۔ اور حضورؐ نے اُن پر اپنا عامل مقرر کر دیا۔

اہل تیماء یہود تھے جب اُن کو خیبر۔ فدک۔ اور وادی القریٰ کے یہودیوں کا حال معلوم ہوا تو رسول اللہ سے صلح کر لی وہ اپنے اموال اور زمین پر بدستور قائم رہے۔ اور اُن سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔ یہ تمام یہود اپنے اپنے اُن شرائط کے ساتھ جو جن کے ساتھ طے پائی تھی اپنی اپنی جگہ قائم رہے رسول اللہ کے زمانہ میں بھی اور حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں بھی لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں خیبر اور فدک کے یہود کو جزیرہ عرب سے نکال دیا۔ اور اہل تیماء و وادی القریٰ کو رہنے دیا۔ کیونکہ یہ دونوں مقام جزیرۂ عرب میں داخل نہیں سمجھا گیا اُن کے نزدیک وادی القریٰ سے مدینہ کی طرف سب حجاز کی زمین تھی۔ اور وادی القریٰ کے بعد شام کا علاقہ تھا واللہ اعلم۔

مراجعت

وادی القریٰ میں حضورؐ چار روز ٹھہرے۔ اُس کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دوسرے وقت راستہ میں کسی مقام پر آخر شب میں منزل ہوئی سب کو نیند آگئی حضرت بلالؓ ایک راحلہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے اُن کو بھی نیند آگئی۔ رسول اللہ اور تمام صحابہ سو گئے تھے کہ جب آفتاب بلند ہوا تو اُس کی تمازت سے سب سے پہلے رسول اللہ بیدار ہوئے صبح کا وقت جا چکا تھا آپ نے حضرت بلالؓ سے کہا کہ بلالؓ تم نے یہ کیا کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ جو چیز آپ کے نفس پر غالب آئی وہی میرے نفس پر بھی غالب آگئی حضورؐ نے فرمایا کہ اس وادی میں شیطان ہے جلد یہاں سے نکلو سب لوگ روانہ ہوئے جب اس وادی سے باہر ہوئے

[1] جلال بن رباح حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ تمام غزوات میں شرکت کی اُنہوں نے شام بھیجے گئے اور وہیں سنہ ۱۸ھ میں انتقال

Scanned by CamScanner

تو سب لوگ رضامند ہو گئے۔ (بعض) لوگوں نے کہا ہمیں بھی پوچھنا چاہیے تو حضرت بلالؓ کو آپ نے حکم دیا۔ انہوں نے اعلان کیا۔ جب نماز کی تیاری ہو جاتی تھی تو آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص نماز میں اس وقت نہ آئے جب تک اس کی صفیں درست نہ ہو جائیں۔ جب صفیں درست ہو جاتیں تو آپ تکبیر کہتے۔ اور جب نماز پڑھ لیتے تو اسی طرح ادا کرتے جس طرح وقت پر ادا کرتے تھے۔

بعض راویوں میں ہے کہ یہ وفد بیست و ششم وقت میں آیا۔ اور بعض میں ہے کہ پنج شنبہ کے روز وقت ہوا۔ ابن زبیر اور ابن اسحاق سے مروی ہے کہ مکہ کے راستہ میں شعبہ کنانہ میں حضرت ابن عباسؓ کے ہمراہ تھے۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ واللہ اعلم

رد منائح الانصار آخر ۸ھ میں جب مہاجرین مکہ چھوڑ کر مدینہ آئے تو ان کا معاش کا ذریعہ نہ تھا۔ انصار نے اپنے درخت ان کو دیے کہ ان کی خدمت کریں اور جو پیدا ہو وہ کھائیں۔ اسی طرح رسول اللہ کو بھی انصار نے درخت دیے تھے جب بنی نضیر نکالے گئے اور ان کی زمین خاص رسول اللہ کی ہو گئی کیونکہ صحابہ کو لالچ نہ تھا پھر جب بنی قریظہ قتل کیے گئے تو ان کی زمین کا خمس بھی حضورؐ کو ملا۔ اس لیے حضورؐ نے انصار کے درخت ان کو واپس کر دیے لیکن مہاجرین کے معاش کا ذریعہ بھی وہی انصار کے درخت تھے۔ جب خدا نے خیبر میں فتح دی اور وہاں کا حصہ صحابہ میں تقسیم ہوا تو مہاجرین کی حالت بدل گئی جب یہ لوگ مدینہ آئے تو سب نے انصار کے درخت ان کو واپس کیے۔ ام سلیم یعنی حضرت انسؓ کی ماں نے بھی رسول اللہ کو کچھ درخت دیے تھے اور رسول اللہ نے وہ درخت ام ایمن کو دیدیئے تھے یعنی اسامہ بن زیدؓ کی ماں کو جب مہاجرین نے سب انصار کے درخت واپس دیئے تو ام سلیم نے رسول اللہ سے اپنے درخت طلب کیے۔ رسول اللہ نے ام ایمن سے کہا کہ واپس کر دو انہوں نے انکار کیا کہ ہم نہیں واپس کریں گے۔ یہ رسول اللہ کی حامد تھیں لڑکپن میں آپ کی پرورش کی تھی اور آپ کے والد کی لونڈی تھیں اس لیے حضورؐ ان کو ناراض کرنا نہیں

چاہتے تھے مگر یہ راضی نہ ہوئیں جب تک ایک ایک کے بدلہ دس دس درخت کا مال ان سے نہ لے لیا۔ بعض اصحاب الوثیقہ سے روایت ہے کہ خیبر کی فتح کے بعد مہاجروں کا آسودہ ہو کر کھانے کو کھجوریں ملیں۔ اس کے پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا۔

خیبر کا انتظام خیبر کے پیداوار کا تخمینہ اور تقسیم کرنے کے لیے پہلے سال حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو مقرر کیا۔ ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے بعد عبداللہ بن سہل انصاریؓ کو آپ نے مقرر کیا ان کو حضورؐ کے وقت ہی میں یہودیوں نے شہید کر دیا۔ اس لیے ان کے دو چچازاد بھائی عبداللہ بن سہلؓ اور محیصہ بن مسعودؓ اور ایک حقیقی بھائی عبدالرحمن بن سہلؓ نے ان کے خون کا دعویٰ کیا۔ مگر قاتل کا پتہ نہ لگا تو حضورؐ نے اپنے پاس سے ایک سو اونٹ دیئے ان لوگوں کو ادا کیا۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ خیبر کا نصف جس میں الوطیح اور السلالم کے قلعے تھے آپ نے محفوظ رکھا تھا۔ باقی نصف کی تقسیم کے متعلق ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ الکتیبہ۔ الشق۔ اور النطاۃ تقسیم ہوا۔ اس میں سے الکتیبہ خمس اور رسول اللہ کا سہم ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ اور مساکین کے اخراجات۔ اور ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نفقات وغیرہ کے لیے رسول اللہ کو مخصوص کر دیا گیا۔ اور اس میں تین وسق قرار دیئے وسق شیر محیصہ بن مسعودؓ کے لیے مقرر ہوا کیونکہ انہوں نے فدک کے معاملہ میں آمد و رفت کر کے بات چیت کی تھی۔

باقی الشق اور النطاۃ کو اٹھارہ حصہ تقسیم کیا۔ ہر سہم میں ایک سو حصہ تھا اس طرح پر النطاۃ اٹھارہ سو حصوں پر تقسیم ہوئے۔ پانچ سو حصہ النطاۃ میں۔ اور تیرہ سو الشق میں۔

الکتیبہ میں سے قدر مراتب اور حسب ضرورت و احتیاج ازواج مطہرات بنی المطلب وغیرہ کے لیے اس طرح اخراجات مقرر کیے۔ بنی المطلب چونکہ بہت محتاج تھے ان کے لیے ایک سو وسق اور اسی وسق مقرر کیا۔ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ کے لیے پچاسی وسق اور اسامہ بن زیدؓ کے لیے چالیس وسق۔ مقداد بن الاسود کے لیے پندرہ وسق۔ ام حبیبہ

ہ حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری خزرجی بیعت عقبہ و غزوۂ بدر و احد میں شریک ہوئے غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے حضرت زید کے بعد سپہ سالار تھے

کے لیے پانچ وسق۔ اور رسول اللہ نے وصیت کی تھی کہ راہ گیروں کے لیے ایک سو وسق دائیوں کے لیے ایک سو وسق۔ بہائیں کے لیے ایک سو وسق۔ اشعریین کے لیے ایک سو وسق۔ یہ روایت ابن اسحاق کی ہے اور ابوداؤد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ اپنے ازواج میں سے ہر ایک کو دیتے تھے اسی وسق قمر اور دس وسق شعیر اور انہیں سے ابوداؤد ہی میں دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ خیبر کے قمر کو خمس نکالنے کے بعد سہام پر تقسیم کرتے تھے۔ اور خمس میں سے ہر زوجہ مطہرہ کو ایک سو وسق قمر اور بیس وسق شعیر دیتے تھے۔

تنبیہ ایک وسق جہازی تین سو پینسٹھ رطل کا ہوتا ہے جیسا کہ نایہ میں ہے اور رطل موجودہ انگریزی سیر سے نصف سیر کچھ کم ہوتا ہے لہٰذا وسق تقریباً دو من سے کچھ کم ہوا۔ اور اعرائی وسق چار سو اسی رطل کا ہوتا ہے لہٰذا وہ تقریباً تین من سے کچھ کم ہوگا۔

رسول اللہ کی خاص زمینیں رسول اللہ کے خاص ملکیت اور قبضہ میں جو زمینیں کسی طرح آئیں وہ سب یہی ہیں جو اب تک آچکی تھی۔ لہٰذا اس کی تفصیل کو یہاں پر لکھدینا بہتر ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کی ملکیت اور زیر حقوق تین طرح سے زمینیں آئیں ایک یہ کہ رسول اللہ کو کسی نے ہبہ کیا اس قسم میں ایک زمین ہے جو عمرو بن حزم نے اپنے اسلام کے وقت خزرج کے دن رسول اللہ کے لیے وصیت کی تھی۔ یہ بنی النضیر میں اس کے ثمانیہ مکانات تھے اور اس قسم میں دوسری زمین وہ تھی جو انصار نے آپ کو عطا کی تھی اور وہاں پانی نہیں پہنچتا تھا یہ زمینیں خاص رسول اللہ کی ملک تھیں دو بنی النضیر بسبب نکالے گئے تو ان کی زمینیں فی میں آپ کو ملیں۔ یہ آپ کے لیے خاص تھیں کیونکہ مسلمانوں کو وہاں لڑنا نہیں پڑا تھا۔ بنی النضیر اپنے اموال منقولہ کو جتنا وہ اونٹ پر لیجا سکے آلات حرب کے سوا وہ لے گئے باقی کو حضورؐ نے مسلمانوں پر تقسیم کر دیا لیکن زمینیں آپ کی

خاص تھیں اس میں سے آپ نفقات سے بعد سب مسلمانوں کی قومی ضرورتوں میں صرف کرتے تھے۔ اسی طرح فدک کی نصف زمین جس پر فتح خیبر کے بعد اہل فدک سے آپ نے صلح کی تھی وہ آپ کی خاص تھی۔ اور اسی طرح وادی القریٰ کے زمین کی ایک قطعہ جس پر وہاں کے یہودیوں سے آپ نے صلح کی تھی۔ اور اسی طرح خیبر کا وطیحہ اور سلالم جس کو آپ نے صلح سے لیا تھا۔

تہائی خیبر کے فتوحات کا خمس۔ اور خود حضورؐ کا سہم جو سب مسلمانوں کی طرح آپکو ملا تھا یہ سب زمینیں رسول اللہ کی ملک تھیں اور اس میں کسی دوسرے کا حق نہ تھا اس پر رسول اللہ نے کبھی کسی کو تصرف اور قبضہ کا اختیار نہ دیا۔ اس میں حضورؐ جن کے نفقات مقرر کر دیئے تھے ان کو نفقات ملتے تھے اس کے بعد بقیہ مسلمانوں پر اور مصالح عامہ پر صرف کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیقؓ سے خیبر۔ فدک اور مدینہ کی اراضی سے جو رسول اللہ کی ملکیت تھی اپنا حصہ طلب کیا حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ زمین ملک نہیں ہوسکتی حضورؐ نے فرمایا ہے کہ انبیاء کے متروکہ میں وراثت نہیں ہوتی۔ وہ جو چھوڑیں صدقہ ہے جس کا جس کا نفقہ اس میں مقرر ہے وہ اسی طرح رہے گا۔ اور جس جس کام میں حضورؐ خرچ کرتے تھے اسی کام میں خرچ ہوگا لیکن پھر حضرت عمرؓ نے اپنے وقت میں مدینہ کی زمین حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو بدی گران کی شرط کر لیا کہ جس طرح حضورؐ کے وقت میں صرف ہوتا تھا اسی طرح صرف کیا جائے گا لیکن فدک اور خیبر کے دینے سے انکار کیا کہ وہ رسول اللہ کا صدقہ ہے مسلم ہی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ مدینہ کی اسی زمین کے متعلق اختلاف کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس آئے کہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ اختلاف یہ تھا کہ حضرت عباسؓ رسول اللہ کے متروکہ میں نصف کا مطالبہ کرتے تھے اس لیے کہ رسول اللہ نے ایک بنی اور

Scanned by CamScanner

ایک چچا چھوڑا تھا اس لیے بنی کا نصف دیگر باقی نصف بطور عصوبت چچا کو پہنچتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے مدینہ کی زمین آپ دونوں صاحبوں کو اس شرط پر دی ہے کہ اس کا مصرف اسی طرح آپ لوگ قائم رکھیں گے جس طرح رسول اللہ کے وقت میں تھا۔ آج کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اس کے خلاف ہم کوئی فیصلہ کریں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ لوگ اس شرط کے موافق انتظام نہیں کر سکتے تو آپ زمین چھوڑ دیجیے۔ اس کا انتظام ہو جائے گا۔

بعض سرایا

رسول اللہ جب خیبر سے لوٹ کر مدینہ آئے۔ تو شوال تک مدینہ میں رہے۔ اور اس درمیان میں آپ نے مختلف اطراف میں سرایا بھیجے۔ ان سرایا کی ترتیب اور تاریخ میں بڑا اختلاف ہے۔ ہم ان سرایا کو ذیل میں درج کرتے ہیں جو بقرینہ راجح غزوۂ خیبر اور غزوۂ فتح کے درمیان میں ہیں۔

سریہ صدیق اکبرؓ ان میں ایک سریہ حضرت صدیق اکبر ہے ان کو حضورؐ نے بنی فزارہ کی جانب بھیجا اور ان کے ساتھ سلمین الاکوع بھی تھے۔

سریہ عمر بن الخطابؓ دوسرا سریہ عمر بن الخطابؓ ہے ان کو حضورؐ نے تیس سواروں کے ساتھ بنی حوازن کی جانب بھیجا وہ سب بھاگ گئے۔ ایک دوسری مخالف جماعت کا پتہ لگا مگر انہوں نے کہا کہ ان سے لڑنے کا ہمیں حضورؐ نے حکم نہیں دیا ہے۔

سریہ عبداللہ بن رواحہؓ عبداللہ بن رواحہ کو تیس سواروں کے ساتھ بشیر بن زارم یہودی کی جانب بھیجا۔ ان کے ساتھ عبداللہ بن انیسؓ بھی تھے خبر ملی تھی کہ بشیر بن زارم نے بنی غطفان کو لڑنے کے لیے جمع کیا ہے یہ لوگ اس کو اور اس کے تیس ساتھیوں کو کچھ باتیں بنا کر خیبر کے باہر لے آئے۔ تیس مسلمان تیس یہودیوں کے ردیف تھے۔ جب کچھ دور آئے تو ہر مسلمان نے اپنے ردیف کو قتل کر دیا صرف ایک شخص ان میں

بچ گیا عبداللہ بن انیسؓ کو کچھ چوٹ آئی تھی جب یہ لوگ مدینہ آئے تو رسول اللہ نے اس پر آب دہن ڈال دیا وہ بالکل اچھا ہو گیا۔

سریہ بشیر بن سعدؓ حضورؐ نے بشیر بن سعد انصاریؓ کو بنی مرہ کی جانب فدک بھیجا انہوں نے پہنچ کر ان کے مال پر غارت ڈالا اور ان کے اونٹ اور بکری وغیرہ ہنکا کر لے آئے۔ انہوں نے پیچھا کیا۔ راستہ میں لڑائی ہوئی کچھ بھاگے کچھ قید ہوئے۔ مسلمان غلبہ کے ساتھ مدینہ آئے۔ مگر بشیر بن سعدؓ زخمی ہو گئے تھے اس لیے وہ فدک واپس گئے اور ایک یہودی کے یہاں رہے جب اچھے ہو گئے تب مدینہ آئے

قصۂ اسامہ بن زیدؓ حضورؐ نے جہینہ کی جانب ایک سریہ بھیجا۔ اس میں اسامہ بن زیدؓ بھی تھے وہ لوگ جمع ہو کر رات کے وقت مقابلہ میں آئے۔ پہلے حضرت اسامہؓ نے بھیجا کہ اطاعت کرو مخالفت نہ کرو۔ انہوں نے نہ مانا تب انہوں نے مسلمانوں کو منظم کر کے ایک سخت حملہ کیا حضرت اسامہؓ نے ایک شخص مہیک بن مرداس کا پیچھا کیا۔ اس کے قریب پہنچ کر جب انہوں نے تلوار اٹھائی تو اس نے کہا لا إله إلا الله مگر انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر ان کے اموال اور ذریہ کو لیکر مدینہ آئے۔ تو حضورؐ کو اس واقعہ کی لوگوں نے خبر دی۔ آپ کو یہ سنکر بہت شاق ہوا آپ نے کہا کہ کیا تو نے اس کو لا إله إلا الله کہنے کے بعد قتل کر دیا اسامہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ اس نے محض بچنے کے لیے کہا تھا اپنے فرمایا کہ تو نے اس کا دل چاک کر کے نہیں دیکھ لیا اس نے دل سے کہا تھا یا نہیں صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ مجھ کو اپنے فعل پر تردد ہوا تو میں نے خود رسول اللہ سے بتایا یہ حضورؐ کو سخت رنج ہوا۔ فرمایا کہ قیامت کے روز تو لا إله إلا الله کا کیا جواب دے گا۔ تو قیامت کے روز لا إله إلا الله کا کیا جواب دے گا آپ بار بار یہی فرماتے تھے حتی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوتا۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ یا

سلہ ابن حجر نے اصابہ میں واقدی سے روایت کیا ہے کہ فدک شمعون کے حصہ میں گیا تھا واللہ اعلم

سلہ حضرت اسامہ بن زید حضورؐ کے اعمال کے وقت تیس برس کے تھے ۵۴ یا ۵۵ھ میں وفات پائی۔

رسول اللہ اب کبھی ایسے شخص کو قتل نہ کروں گا جو لا الٰہ الا اللہ پڑھے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد بھی نے کہا کہ آپ کے بعد بھی

سریہ غالبؓ بجانب بنی الملوح

حضورؐ نے غالب بن عبداللہ اللیثی کو بنی الملوح کی جانب کدید بھیجا اسی کو قدید بھی کہتے ہیں۔ ابن قیم ابن اسحٰق سے نقل کرتے ہیں کہ حدیث[1] بن کعیث العنبری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اس لشکر میں میں بھی تھا جب ہلوگ قدید پہنچے تو حارث بن مالک بن البرصاء اللیثی ملا۔ اس کو گرفتار کر لیا۔ اُس نے کہا کہ ہم تو مسلمان ہونے کے لیے آئے ہیں۔ غالب نے کہا کہ اگر تم مسلمان ہونے کے لیے آئے ہو تو ایک دن رات ٹھہرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے اُس کو باندھکر وہیں چھوڑ دیا۔ اور چند حبشیوں کو وہاں رکھدیا کہ میرے آنے تک اس کو دیکھتے رہو اور اگر شرارت کرے تو قتل کردو۔ اس کے بعد ہم لوگ بطن کدید میں عصر کے بعد پہنچے۔ ٹھہر گئے جب رات زیادہ ہوگئی تو غارت ڈالا جس کو قتل ہونا تھا قتل ہوا اور اُن کے جانوروں کو ہم لیکر چلے انھوں نے قوم میں آواز دی۔ مگر ہم لوگ تیزی کے ساتھ بڑھے حارث کو اور وہاں سے آدمیوں کو ساتھ لیا ہم لوگ اُن کے شور کی آواز کو سُن رہے تھے۔ وہ بھی تیزی سے آئے حتیٰ کہ میرے اور اُن کے درمیان صرف قدید کی ایک وادی رہ گئی۔ مگر نہ معلوم کس طرح اُس وادی میں یکایک سیلاب آگیا پہلے سے کچھ بارش وغیرہ بھی نہ تھی۔ اب وہ ہمیں دیکھ رہے تھے اور ہم انکو مگر کسی کی ہمت بڑھنے کی نہ ہوئی۔ ہم تمام مال کو لیکر مدینہ چلے آئے بعض اس سریہ کو اور اُس کے پہلے والے سریہ کو ایک بتاتے ہیں واللہ اعلم

سریہ بشیرؓ بن سعد

حسیل[2] بن نویرہ نے آکر عرض کیا کہ بنی غطفان اور حیان کے لوگ جمع ہوئے ہیں عیینہ نے اُن کو کملا بھیجا تھا کہ تم آئے ہو یا ہم آئیں انھوں نے

[1] رافع بن کعیث کے بجائے ۱۲ منہ

[2] حسیل، بصیغۂ تصغیر اور بعض بفتح حا و سر بیان کرتے ہیں ابن نویرہ اور بعض ابن خارجہ کہتے ہیں

نے جواب دیا ہے کہ تم ہی آؤ۔ ان سب کا ارادہ ہے کہ آپ پر یا آپ کے اطراف پر حملہ کریں حضورؐ نے حضرت صدیق اور حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا۔ اور بشیر بن سعد کو تین سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اِن لوگوں نے پہنچکر پہلے غارت ڈالا خبر سنکر وہ جماعت منتشر ہوگئی۔ یہ لوگ اُن کے مقام میں گئے تو کوئی نہ تھا اُن کے جانوروں کو لیکر چلے۔ راستہ میں عیینہ کے حلیف ملا اس کو قتل کیا۔ پھر اُس کی جماعت ملی مگر اُن سب نے سمجھا نہیں کہ یہ کون لوگ ہیں بڑھ گئے۔ اُس جماعت کے دو آدمی علیحدہ ہٹے اس کو یہ لوگ مدینہ لے آئے دونوں مسلمان ہوگئے اس کے بعد جب عیینہ پریشان جارہا تھا اس کو حارث بن عوف ملا اور کہا کہ تو دیکھتا نہیں کہ محمدؐ سارے بلاد پر غالب ہوں گے۔ اور تو بے عمل دشمنی کر رہا ہے۔

سریہ ابو قتادہ رد الاسلمی

قیس بن رفاعہ یا رفاعہ بن قیس بنی جشم کا سردار شخص تھا اُس کے پاس کچھ لوگ جمع ہوئے کہ اس کو رسول اللہ سے جنگ کرنے پر آمادہ کریں۔ رسول اللہ کو خبر ملی تو ابو قتادہ رد الاسلمی کو اور اُن کے ساتھ دو اور شخصوں کو بھیجا کہ اُس کی خبر لاؤ۔ خود بیان کرتے ہیں کہ ہم غروب آفتاب کے قریب وہاں پہنچے۔ جہاں پر مجمع تھا اُس کے ایک طرف ہم چھپ گئے۔ اور دوسری طرف ساتھیوں کو چھپنے کے لیے کہا اور کہدیا کہ اگر ہم تکبیر کہیں تو ساتھ ہی تکبیر کہکر تم بھی نکل آنیو۔ اس روز قیس کا چرواہا کسی وجہ سے دیر تک نہ آیا۔ قیس نے کہا کہ ضرور کوئی حادثہ ہوا ہے۔ اُس نے تلوار حمائل کی اور دیکھنے کے لیے نکلا۔ لوگ ساتھ آنے لگے تو اُس نے منع کیا کہ کوئی نہ آئے۔ اور تنہا نکلا جب

[1] ابن حنبل وہی ہیں۔ ابن حنبلہ کہتے ہیں کہ۔ حبیس یا حبیشین بن خارجہ بھی کہتے ہیں ابن عبد البر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حبیس دوسرے شخص ہیں ان کے بھائی اور اُن کو بھی رسول اللہ نے بلا بھول حبیل وہی شخص ہیں جن کو خیبر کا راستہ بتانے کے لئے حضورؐ نے پہلے اجرت پر مقرر کیا تھا۔ جدہ کو سلطان ہوگئے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] ابو قتادہ رد الاسلمی ہوازن بن اسلم کی اولاد میں اہل مجاز میں محسوب ہیں اُم درداء کے ذاد اور ابو درداء کے خسر ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

میری بگل کے قریب آیا تو میں نے جھک اُس کے سینہ پر تیر مارا اور آگر گیا۔ میں نے تلوار لے کاٹ دی اور تکبیر کہی پیشتر اس کے ساتھیوں نے بھی زور سے تکبیر کہی اور نکلے ہم نے سمجھا کہ فوج آگئی سب بھاگے بہت جانور اور غنیمت ملا۔ مدینے آئے۔ رسول اللہ نے اس میں سے تیرہ اونٹ ہمیں دیئے۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے نئی شادی کی تھی دو تولہ مہر مقرر تھا میں نے رسول اللہ سے امداد چاہی تھی آپ نے قسم کھائی کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ تمہاری امداد کر سکوں اُسکے بعد یہ قصہ پیش آیا۔

ابوقتادہؓ و محلم بن جثامہ

حضورؐ نے ایک سریہ بھیجا۔ اس میں ابوقتادہؓ اور محلم بن جثامہ تھے اُن کو راستہ میں عامر بن الاضبط الاشجعی چند آدمیوں کے ساتھ ملا اور مسلمانوں کی طرح ان لوگوں کو سلام کیا لیکن محلم نے اس کو قتل کر دیا اور اُس کا اونٹ وغیرہ لیا جب یہ لوگ لوٹے اور رسول اللہ کو اسکی خبر دی تو یہ آیت نازل ہوئی یاایھا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا تبتغون عرض الحیاۃ الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذلک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا ان اللہ بما تعملون خبیرا رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر اُس نے لا الٰہ الا اللہ کہا بھی اس نے اُس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد عیینہ بن بدر آیا اور اُس نے عامر کے خون کا مطالبہ کیا کیونکہ وہ بنی قیس کا سردار تھا۔ اور اقرع بن عابس محلم کی طرف سے بول رہے تھے یہ خندف کے سردار تھے۔ رسول اللہ نے عامر کی قوم کو کہا کہ ہم دیت میں پچاس اونٹ اس وقت دیتے ہیں اور پچاس مدینہ پہنچنے کے بعد دینگے مگر عیینہ بن بدر نہیں مانا تھا مگر آخر بڑی مشکل سے راضی ہوا۔ لوگ محلم کو رسول اللہ کے پاس لائے کہ اس کے مغفرت کی دعا کیجئے۔ آپ نے تین دفعہ فرمایا اللھم لا تغفر لمحلم ابن جثامہ کہتے

لہ اس میں بہت اختلاف ہے کہ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ عامر کو محلم بن جثامہ ہی نے قتل کیا تھا یا دوسرے محلم نے۔ منہ

لہ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ قصہ [illegible] ہے لیکن چونکہ دوسرے ایک روایت فضل

ہیں کہ اُن کی قوم کا گمان ہے کہ حضورؐ نے پیچھے محلم کے مغفرت کی دعا کی اور ابن اسحٰق روایت کرتے ہیں کہ وہ لوگ دیت نہیں قبول کرتے تھے تو اقرع بن عابس نے کہا کہ تم لوگ رسول اللہ کی بات نہیں مانتے ہو حالانکہ رسول اللہ محض مصالحت کے لیے یہ کہہ رہے ہیں۔ یا تو تم لوگ رسول اللہ کی بات قبول کرو ورنہ ہم بنی قیس کے پچاس آدمیوں کی گواہی پیش کریں گے کہ عامر بن الاضبط نے کبھی نماز نہیں پڑھی۔ تو تمہارا یہ سارا معاملہ تو ہو جائے گا جب اقرع نے یہ کہا تو اُن لوگوں نے دیت قبول کر لی واللہ اعلم

سریہ عبداللہ بن حذافہ السہمی

صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انصار کے ایک شخص کو رسول اللہ نے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ اُن کی سنو اور اتباع کرو۔ وہ کسی بات پر اُن لوگوں سے ناخوش ہو گئے۔ اور لوگوں سے لکڑی جمع کروائی پھر اُس میں آگ لگوائی۔ اس کے بعد پوچھا کہ کیا رسول اللہ نے حکم نہیں دیا کہ تم لوگ میری سنو اور اتباع کرو سب نے کہا کہ ہاں حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم سب اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔ صحابہ ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے پھر سب نے کہا کہ ہم آگ کی عذاب سے رسول اللہ کی طرف بھاگے ہیں۔ اس پر اُن کا غصہ سرد ہوا۔ اور آگ بجھائی گئی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کی آیت عبداللہ بن حذافہ السہمی کے قصہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جب حضورؐ نے یہ سنا تو فرمایا اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے تو کبھی آگ سے نہ نکلتے۔ یعنی ہمیشہ کے لیے جہنمی ہو جاتے طاعت معروف میں ہے حکم میں نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تعذیب نفس امیر کی اطاعت میں حرام ہے تو تعذیب مسلم یا ترک اداء یا فعل تو اسی امیر کے حکم سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ خدا کی نافرمانی کسی مخلوق کی اطاعت کی وجہ سے جائز نہیں ہو سکتی واللہ اعلم

کرنے ہیں کہ یہ قصہ اس وقت پیش آیا جب عضل وغیرہ میں تھے جن قبیلوں نے قرآن غضک سے پہلے۔ اس کا حال ذکر کیا ہے واللہ اعلم منہ

عمرۃ القضا

ابن قیم کہتے ہیں کہ موسیٰ بن عقبہ لکھتے ہیں کہ ذیقعدہ ۷ھ میں حضورؐ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے یعنی اُسی مہینہ میں جس میں مشرکوں نے آپ کو اس کے پچھلے سال محرم سے روکا تھا جب حضورؐ مقام یاجج[1] میں پہنچے تو تمام آلات حرب کو وہیں رکھدیا ساتھ صرف سلاح راکب یعنی تلوار تھی۔ اور جعفر ابن ابی طالبؓ کو میمونہ بنت الحارث بن الحزن الہلالیہ کے پاس نکاح کا پیغام دینے بھیجا۔ انہوں نے حضورؐ کے نکاح کا پیغام دیا میمونہ نے اپنا اختیار عباسؓ بن عبدالمطلب کو دیدیا کیونکہ میمونہ کی بہن ام الفضلؓ عباسؓ کی زوجہ تھیں۔ عباسؓ نے اُن کا نکاح رسول اللہ سے کردیا جب رسول اللہ مکہ میں داخل ہوئے تو صحابہ سے فرمایا کہ مونڈھوں کو کھولدو۔ اور چل کر طواف کرو تاکہ کفار مسلمانوں کی قوت اور دلیری کو دیکھیں کفار عورت مرد لڑکے سب کھڑے ہوکر دیکھتے رہے جس وقت رسول اللہ اور مسلمان طواف کررہے تھے اور عبداللہ بن رواحہؓ آپ کے سامنے رجز پڑھ رہے تھے۔

کچھ مشرکین حسد اور عداوت سے رسول اللہ کو دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے وہ وہاں سے کہیں غائب ہوگئے تھے اسکے بعد رسول اللہ نے تین روز مکہ میں قیام فرمایا جب چوتھا دن ہوا تو سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ رسول اللہ کے پاس آئے حضورؐ انصار کے ساتھ بیٹھے تھے اور سعد بن عبادہؓ کے ساتھ بات کررہے تھے حویطب نے آواز دی کہ تین دن ہوچکا اب صلح کے موافق ہماری زمین سے نکل جاؤ۔ سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ تو جھوٹا ہے زمین نہ تیری ہے نہ تیرے باپ کی ہم ہرگز نہ نکلینگے۔ رسول اللہ نے حویطب اور سہیل کو بلایا اور کہا کہ بجنے تمہارے میں سے ایک عورت کے ساتھ عقد کیا ہے۔ تمہارا کیا نقصان ہے اگر ہم اُس سے ولیمہ کھانا پکوائیں اور تم لوگ بھی ہمارے ساتھ کھاؤ۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم یہ سب نہیں جانتے

[1] یاجج تیج یا ضرب کے وزن پر بدون جیم جیسا کہ قاموس میں ہے ۱۲ منہ ۔ یعنی مدینہ میں ۱۲ منہ

نہ صلح کی پیروی کرو اور نکل جاؤ آپ نے اوس بن خولی کے ذریعہ تمام صحابہ کو کوچ کا حکم دیا اور خود سوار ہوئے حتیٰ کہ مقام سرف[1] میں آکر قیام فرمایا اور رافع کو مکہ میں چھوڑ دیا کہ شام کے وقت میمونہ کو لیکر آئیں۔ حضرت میمونہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئیں لیکن مشرکین اور اُن کے لڑکوں نے اُن کو تکلیف دی تھی اور شرارت کیا تھا۔ وہیں حضرت میمونہ سے زفاف ہوا اور کچھ آپ مدینہ آکر خدا نے یہ مقرر کردیا تھا کہ حضرت میمونہ کی قبر بھی اسی مقام پر ہوئی جہاں زفاف ہوا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب آپ عمرۃ القضا میں جانے لگے تو مدینہ میں ابو رہمؓ غفاری الاضبط کو خلیفہ بنایا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ اس عمرہ میں آپ کے ساتھ وہ سب لوگ نکلے جو اس سے پہلے رُوکے گئے تھے اور قریش کہتے تھے کہ محمدؐ اور اُن کے اصحاب کی حالت بھوک اور مدینہ کے بخار اور گندگی کی وجہ سے خراب ہوگئی ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ مشرکین دارالندوہ کے پاس صف باندھکر رسول اللہ اور ان کے اصحاب کی حالت دیکھنے کے لئے کھڑے تھے حضورؐ جب مسجد میں داخل ہوئے تو چادر اس طرح اوڑھ لی کہ داہنا بازو کھل گیا اور آپ نے فرمایا کہ خدا اس پر رحم کرے جو کفار کے سامنے قوت کا اظہار کرے۔ استلام رکن یمانی سے استلام رکن اسود تک تو آپ سعی کرتے تھے یعنی نرم چال اس کے بعد ہر دل کرتے تھے یعنی ذکی دوڑ۔ اسی طرح تین شوط میں کیا باقی میں سعی کیا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کا گمان تھا کہ یہ اسی سال قریش کے دکھانے کے لئے حضورؐ نے اس طرح کیا ہو مگر جب حجۃ الوداع میں بھی حضورؐ نے اسی طرح کیا تو یہ طریقہ مسنون ہوگیا

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ مدینہ میں آپ نے ابو رہم غفاریؓ کو خلیفہ بنایا

[1] ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ سرف بکسر راء مکہ سے کم و بیش دس میل پر یہ مقام ہے اس کا ذکر حدیثوں میں بہت آتا ہے ۱۲ منہ

[2] لطیفہ بتصریح ابن ہشام کوئی سے دو دن ہے کہ ان کے نام میں عوشہ بنت دحیہ بھی کہا جاتا ہے اضبط کا نام رسیعہ تھا اور ۱۲ منہ نام تھا حدیث میں حضورؐ نے تبدیل فرمادیا کیونکہ ۱۲ منہ میں بمعنی مرتد آتا ہے ۱۲ منہ

اور وہ ہزار اونٹ ایک تو گھوڑا اور ساٹھ بدنہ کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے۔ بعض روایت میں اتنی ہی ہے اور حضورؐ نے حکم دیا کہ جتنے لوگ صلیبیہ میں شریک تھے وہ سب چلیں جب حضورؐ ذی الحلیفہ پہنچے تو گھوڑوں کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کیا اور اسلحہ کو بشیر بن سعد کے اور وہیں احرام باندھا اور تلبیہ کیا اور صحابہ نے بھی احرام باندھا اور تلبیہ کیا گھوڑا اور اسلحہ کو پہلے روانہ کیا اور یہ چیزیں مرالظہران میں پہنچیں تو وہاں قریش کی ایک جماعت تھی حضورؐ دوسرے روز صبح کو پہنچے تو علی یا بسر کے ذریعہ خبر سے گھوڑے اور اسلحہ کو دیکھ کر خیال کیا کہ یہ تو جنگ کا ارادہ معلوم ہوتا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں صلح علی حالہ قائم ہے حضورؐ قصویٰ پر سوار ہوئے اور سب نے تلواروں کو غلاف میں رکھا۔ اور تلبیہ کہتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے جملہ اشعرین رواۃ اونٹ کی مہار پکڑے رجز پڑھتے ہوئے جارہے تھے اور رسول اللہ تلبیہ کہتے تھے حتیٰ کہ خانہ کعبہ کے پاس پہنچے اور آپ نے سواری پر سے حجر اسود کا استلام کیا۔ استلام ایک لکڑی کے ذریعہ کیا جس کا نام محجن تھا اور آپ کے ہاتھ میں رہا کرتی تھی پھر سواری پر طواف کیا۔ اور طواف میں اضطباع کیا یعنی چادر کو داہنے بغل سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈالا اس طرح کہ داہنا مونڈھا کھل گیا۔ اور پہلے تین شوط میں رمل کیا۔ اور باقی آخر کا چار شوط معمولی چال سے پورا کیا۔ پہلے تین شوط میں بھی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان آہستہ چلنے کا حکم دیا کیونکہ وہاں سے کفار نظر نہ آتے تھے وہ لوگ جبل قعیقعان کی طرف تھے اور وہاں سے رکن شامی اور رکن عراقی نظر آتا تھا طواف کے درمیان ہی جملہ اشعرین رجز پڑھتے تھے اور مسلمانوں کو حضورؐ نے یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ

اس کے بعد صفا و مروہ کے درمیان آپ نے سعی کی اور وہ بھی سواری پر پھر وہ سب

لہ قعیقعان جبل خوف (رخ) میں جملہ (مکسر خاء) کسر خاء (بالجیم) خوشی فاروس میں ہے کہ کہ ایک پہاڑ ہے جس کا رخ جبل ابو قبیس کی جانب ہے۔ منہ

قریب محرکیا اور فرمایا کہ یہ سب جگہ منحر ہے۔

ان تمام مناسک سے فراغت کے بعد ایک جماعت کو آپ نے علی یا بشر بھیجا کہ اسلحہ کی حفاظت کریں اور جو لوگ وہاں حفاظت کے لیے رہ گئے ہیں وہ آکر تلبیہ کریں۔

نکاح محرم

اس عمرہ میں جیسا کہ معلوم ہوا حضورؐ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا یہ حضرت عباسؓ کی زوجہ ام الفضل کی بہن اور حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت صحاح ستہ اور سنن کی دوسری کتابوں میں ہے کہ یہ نکاح حضورؐ نے حالت احرام میں کیا امام محمدؒ صاحب موطا میں فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اہل مدینہ کہتے ہیں کہ محرم اگر نکاح کرے تو باطل ہے لیکن اہل مکہ اور اہل عراق کہتے ہیں کہ نکاح جائز ہے جو لوگ منع کرتے ہیں ان میں سعید بن المسیب۔ قاسم۔ سلیمان بن یسار ہیں۔ اور جو لوگ جائز کہتے ہیں ان میں سعید بن جبیر۔ امام اوزاعی۔ امام مالک۔ امام احمد اور اسحٰق بھی کہتے ہیں اور وہی حضرت عمرؓ بن حضرت علیؓ اور حضرت ابان سے بھی ثابت ہے اور جو لوگ جائز کہتے ہیں ان میں ابراہیم نخعی سلیمان ثوری۔ حماد بن ربیع۔ حکم بن عتبہ۔ حماد بن سلیمان ملکوکہ مسروق اور امام ابو حنیفہ ہیں اور ان کے اصحاب اور یہی ثابت ہے حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت عائشہؓ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انسؓ رضوان اللہ علیہم۔

اس میں اتفاق ہے کہ حضرت میمونہؓ سے عمرۃ القضاء میں نکاح حضورؐ نے کیا مگر اختلاف ہے کہ کس وقت کیا احرام کی حالت میں یا قبل یا بعد ابن قیم کہتے ہیں کہ اور وہیں جملہ بن ابی سعید سے روایت ہے اسوں نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے میمونہؓ سے عقد احرام کی حالت میں کیا حالانکہ رسول اللہ مکہ آئے تو محرم نہ تھے نکاح ہی اسی وقت ہو گیا اس لیے لوگوں کو شبہ ہو گیا مگر اس قول میں شبہ ہو سکتی یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عمرہ کی نیت سے

حضورؐ مکہ آئے اور احرام باندھا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ احرام کے قبل ہی کسی کو وکیل بالنکاح کر دیا ہو۔ اور اُس نے مکہ میں آنے کے بعد نکاح کر دیا ہو۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ امام شافعیؒ نے اس کو ایک مستقل قول قرار دیا ہے۔ اس طرح تین قول ہو گئے۔ پہلا قول تو یہ ہے کہ عمرہ سے فارغ ہو کر احرام ختم کرنے کے بعد نکاح کیا۔ یہ قول خود میمونہؓ کا ہے۔ اور ابو رافعؓ بھی یہی کہتے ہیں جو اس معاملہ میں سفیر تھے۔ جس قول سعید بن المسیبؒ اور جمہور اہل نقل کا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ احرام کی حالت میں آپ نے نکاح کیا۔ یہ قول حضرت ابن عباسؓ اور اہل کوفہ اور ایک جماعت کا ہے۔ تیسرا قول حضرت ابن عباسؓ کے قول کی تاویل ہے یعنی حضرت عباسؓ نے کہا کہ حضورؐ نے نکاح کیا تو محرم تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ حالت احرام میں تھے۔ جو شخص شہر حرام یا بلد الحرام میں ہو اس کو بھی محرم کہتے ہیں۔ اور چونکہ حدود شہر حرام میں ہوا اسلئے حضرت ابن عباسؓ نے آپ کو محرم کہا۔

ماحین کا استدلال یہ ہے کہ مسلم ابوداؤد ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی اور ابن حبانؒ نے حضرت عثمانؓ بن عفان سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ محرم نہ خود اپنا نکاح کرے نہ کسی دوسرے کا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ اگر مان لیا جائے کہ ابن عباسؓ کی روایت اس کے معارض ہے تاہم یہ قول ہے اور قول کو فعل پر عند التعارض ترجیح دینا واجب ہے۔

دوسری روایت خود حضرت میمونہؓ کی ہے۔ ابوداؤد مسلم۔ ترمذی۔ اور ابو یعلےٰ نے روایت کیا ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے نکاح کیا تو حلال تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہم دونوں حلال تھے۔ ایک روایت میں تصریح ہے کہ مکہ سے لوٹنے کے بعد نکاح ہوا۔ ماحین کہتے ہیں کہ خود حضرت میمونہؓ کا قصہ ہے ان سے زیادہ اسکو کون جان سکتا ہے۔

یزید بن الاصمؒ روایت کرتے ہیں کہ جب میمونہؓ سے حضورؐ نے نکاح کیا تو حلال تھے روایت کیا اس کو طحاوی نے۔ یزید ابن الاصم میمونہؓ کے بھانجے ہیں۔ ایک جن کے

وہ کہے ابن عباسؓ میں ایک بات کہی ہے اس لئے اس میں دو قول ہیں۔ ابن عباسؓ کی قرابت وجہ ترجیح نہیں ہو سکتی

چہارم ابو رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا تو حلال تھے اور زفاف کیا تو حلال تھے۔ اور نکاح کی بات میں ہم قاصد تھے اس کو ترمذی۔ امام احمد اور ابن عباسؓ و ابن خزیمہؒ نے روایت کیا ہے ابو رافعؓ نکاح کے سفیر تھے اور ظاہر ہے کہ سفیر کے قول کو دوسروں پر ترجیح ہوگی۔

سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کو وہم ہو گیا ہے۔ اور اُن کا وہم جانا عجب نہیں ہے کیونکہ وہ اس وقت کم سن تھے۔ اس وجہ سے واقعہ میں بھول ہو جانا عجب نہیں ہے خصوصاً جبکہ ابو رافع سفیر واقعہ اور حضرت میمونہؓ صاحب واقعہ اُن کے خلاف بیان کر رہے ہیں۔

ان استدلالات کے جواب میں امام طحاویؒ نے بڑی طویل بحث کی ہے اور اسناد کے اعتبار سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو ترجیح دی ہے (مانعین میں کثیر بن مطلب بن ابی وداعہ ہیں جن سے جن لوگوں نے روایت کیا ہے وہ اہل علم اکثر اور فقہا ہیں جن کی رائیں لائق وثوق ہیں جیسے سعید بن جبیرؒ عطاؒ طاؤسؒ مجاہدؒ عکرمہؒ جابر بن زیدؒ یہ سب کے سب حضرات ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے جب میمونہؓ سے نکاح کیا تو محرم تھے۔ اور اُن سے جو لوگ روایت کرتے ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں عمرو بن دینارؒ۔ ایوب سختیانیؒ۔ عبداللہ بن ابی نجیحؒ یہ وہ لوگ ہیں جنکے روایات کی اقتداکی جاتی ہے۔ پھر اس کی تائید میں حضرت عائشہؓ کی روایت بھی ہے اُس کی سند میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا ابو عوانہ عن مغیرہ۔ عن ابی الضحیٰ عن مسروق عن عائشہؓ یہ سب ائمہ حدیث ہیں جن کی روایتیں جحت ہیں۔ ان لوگوں کی روایتیں اُن سے راجح ہوگی جو ضبط ثبت حفظ اور امانت میں ان کے مثل نہیں ہیں

Scanned by CamScanner

ابن عباسؓ کی روایت کے خلاف سب سے بڑا مستند قول حضرت عثمانؓ بن عفان کی روایت ہے لیکن اس کو یزید بن اصم نے روایت کیا ہے۔ وہ نہ تو عمرو بن دینار کے شاگرد ہیں نہ انھوں نے سیدتنا عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔ علم میں ان کا مرتبہ لوگوں کے مثل ہے اس لیے جائز نہ ہوگا کہ اس روایت سے اُن روایتوں کا معارضہ کیا جائے جو ثقہ کی روایت کے خلاف ہیں۔

اور ابو رافعؓ کی روایت تو اس کو منصلاً مطر الوراق نے روایت کیا ہے۔ اور علماء محدثین کے نزدیک ایسے شخص جنہیں ہیں جن کی حدیث حجت ہو۔ اس حدیث کو مالکؒ نے بھی روایت کیا ہے جو ضبط اور حفظ میں بڑھے ہوئے ہیں وہ منقطع کرتے ہیں اور سلیمان بن یسارؒ کا سماع ابو رافعؓ سے ثابت نہیں کرتے۔ اُن کی روایت ہے کہ سلیمان بن یسارؒ نے کہا کہ رسول اللہ نے ابو رافعؓ اور ایک انصاری کو بھیجا انھوں نے رسول اللہ کا نکاح میمونہؓ بنت الحارث سے کر دیا اس کے پہلے کہ رسول اللہ مدینہ سے روانہ ہوں۔

باقی یزید بن الاصم کی روایت۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ ابن شہاب زہریؒ نے یزید بن الاصمؓ سے روایت بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے میمونہؓ سے نکاح کیا تو حلال تھے اور میمونہؓ ان کی خالہ تھیں۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے زہریؒ سے کہا کہ یزید بن الاصمؓ کے نسبت تو یہی معلوم ہے کہ وہ ایک اعرابی بوال تھے۔ کیا آپ اُن کو ابن عباسؓ کے مقابلہ میں رکھتے ہیں۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ عمرو بن دینارؒ نے امام زہریؒ کو مخاطب کر کے اس روایت کی تضعیف کی اور امام زہریؒ نے جواب نہ دیا۔ اور اہل علم اسی وجہ سے اُن کو اعرابی بوال لکھتے ہیں۔ محدثین اس سے کم مرتبہ کے کلام پر۔ اور عمرو بن دینارؒ و امام زہریؒ سے کم درجہ کے لوگوں کی جرح پر روایتوں کو ضعیف ٹھہراتے ہیں۔ تو جب یہ دونوں ائمہ اس جرح پر متفق ہیں تو روایت کا کیا حال ہوگا۔ مع ہذا روایت منقطع ہے یزید بن الاصمؓ نے یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے یہ کس سے سنا اس لیے کہ وہ تو اس وقت

تھے نہیں۔ اوّل اُن کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ اور اگر بالفرض رسول اللہ کے وقت میں ہوئے بھی تو بچے ہوں گے۔ ان کا انتقال ایک سو ایک یا ایک سو چار یا پانچ میں ہوا۔ اور ابن عبدالبر اصابہ میں واقدی سے نقل کرتے ہیں کہ اُن کی عمر اس وقت تہتر سال کی تھی۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر یہ صحیح ہے تو اُن کی پیدائش رسول اللہ کے وفات کے تقریباً بیس سال بعد ہوئی اور ابن حجر عسقلانی تقریب میں لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ اُن کو رویت حاصل تھی مگر ثابت نہیں ہوتا۔

اب بعض طریقوں میں میمون ابن مہرانؒ سے ان کی روایت متصل ہے یعنی میمون بن مہرانؒ عن یزید بن الاصمؓ عن میمونہؓ زوج النبی صلے اللہ علیہ وسلم لیکن امام طحاویؒ لکھتے ہیں کہ میمون بن مہرانؒ کے راویوں میں جعفر بن برقانؒ بھی ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ میمون بن مہرانؒ نے بیان کیا کہ ہم عطاؒ کے پاس تھے کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ کیا محرم کو نکاح کرنا جائز ہے۔ عطاؒ نے اثبات میں جواب دیا تو میں نے کہا کہ مجھ کو عمرو بن علقمہؒ نے کہا کہ یزید بن الاصمؓ سے پوچھو کہ حضرت میمونہؓ سے نکاح کے وقت رسول اللہ محرم تھے یا حلال۔ یزیدؓ نے کہا کہ جب رسول اللہ نے نکاح کیا تو حلال تھے۔ عطاؒ نے کہا کہ ہم تو یہی سنتے رہے کہ محرم تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میمون نے عطاؒ کے سامنے اسناد الا ابا روایت پیش کی تھی اگر ان کو اتصال کا علم ہوتا کہ یزید نے میمونہؓ سے یہ روایت بیان کی ہے تو ضرور اپنے موقع پر پیش کرتے۔

امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ ان بیانات سے یہ معلوم ہو گیا کہ آثار کی قوت و ضعف کے اعتبار سے جواز کا قول راجح ہے لیکن قیاس اور نظر کے اعتبار سے بھی یہی راجح ہے کہ محرم کو دلی منع ہونے کی وجہ سے نکاح کا امتناع ضرور نہیں بالفاظ محرم کو لونڈی خریدنا جائز ہے مگر دلی منع۔ خوشبو خریدنا جائز ہے مگر استعمال منع۔ سلا ہوا کپڑا خریدنا جائز ہے مگر پہننا منع۔ اسی طرح عورت سے گو دلی منع ہے مگر نکاح جائز۔ اگر کوئی کہے کہ نکاح اور خریداری میں فرق ہے۔

Scanned by CamScanner

رضاعی بہن سے نکاح ناجائز ہے فرید ناجائز نکاح وہاں جائز نہیں ہو سکتا جہاں محل ولی نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ جہاں محل ولی نہ ہو وہاں نکاح جائز نہیں ہو سکتا مگر احرام کی وجہ سے ولی کا امتناع تو ایسا ہی ہے جیسا روزہ دار سے ولی منع ہے۔ بایں حائضہ سے ولی منع ہے مگر باوجود اس کے روزہ دار اور حائضہ سے نکاح جائز ہے۔ فتدبر اسی طرح احرام کی حالت میں ولی ممنوع ہے اور نکاح جائز واللہ اعلم

تنبیہ امام ابو جعفر طحاوی نے محض نعیم بن وہب کی وجہ سے حضرت عثمان کی روایت کو قابل ترک سمجھا حالانکہ نعیم کی ثقاہت میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور امام بخاری کے سوا تمام جماعت نے اُن سے روایت اخذ کیا ہے۔ اسی طرح حضرت میمونہ کی روایت میں دو جگہ کلام کیا ہے اوّل خود یزید بن الاصم میں دوم یہ کہ میمون بن مہران نے عطاء کے سامنے یزید بن الاصم کا قول پیش کیا۔ اور محل استدلال میں حضرت میمونہ کی طرف اتصال نہیں کیا۔ لیکن یزید بن الاصم سے ساری جماعت روایت کرتی ہے خود بخاری نے بھی ادب المفرد میں اُن کی روایت کو اخذ کیا ہے۔ باقی حضرت میمونہ کی طرف اتصال تو وہ خود میمون بن مہران کے اور لوگوں نے بھی حضرت میمونہ سے متصل روایت بیان کی ہے جیسا کہ مسلم میں موجود ہے۔

الغرض دونوں جانب روایات صحیح موجود ہیں ہاں اس میں شبہ نہیں کہ حضرت ابن عباس کی روایت اسناداً راجح ہے لیکن خود ہمارے فقہاء کہتے ہیں کہ جب اختلاف دائر ہو منع اور جواز میں تو حکم منع پر ہوگا کیونکہ اسی میں احتیاط ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

قصہ بنت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

حضورؐ نے جب مکہ سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی لڑکی جو پیچھے آئی اور پکارنے لگی یا عم یا عم حضرت علیؓ نے اس کو شامل لے لیا۔ اور ہاتھ پکڑ کر

حضرت فاطمہؓ کے پاس لے آئے کہ یہ تمہاری بہنت اعم ہے اس کی خبر لو۔ انھوں نے اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ اس کے بعد وہیں یا مدینہ میں آنے کے بعد اس لڑکی کے حق حضانت کے بارہ میں حضرت علیؓ بن ابی طالب حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور حضرت زیدؓ بن حارثہ میں اختلاف ہو گیا۔ تینوں حضرات دعویٰ کرنے لگے کہ اس لڑکی کو ہم رکھینگے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ میری بنت اعم ہے اور ہم اس کو پہلے ساتھ لائے ہیں حضرت جعفرؓ فرماتے تھے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اُس کی خالہ میرے پاس ہے حضرت زیدؓ بن حارثہ کہتے تھے کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ رسول اللہؐ نے فیصلہ کیا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے اس لئے یہ لڑکی خالہ کے سپرد کی جائے۔ اور پھر تینوں حضرات کی دلدہی فرمائی حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے۔ حضرت جعفرؓ سے فرمایا کہ تم سیرت وصورت میں میرے مثل ہو۔ زید بن حارثہؓ سے فرمایا کہ تم میرے بھائی اور میرے مولا ہو۔ یہ حدیث باتفاق صحیح ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حق حضانت خالہ کو ہے عصبات کو نہیں۔ اور حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ اُس وقت زندہ تھیں گو یہ معلوم نہیں ہوا کہ اُنھوں نے حضانت کی خواہش ظاہر کی یا نہیں مگر رسول اللہؐ نے باوجود اس علم کے کہ صفیہؓ موجود ہیں فرمایا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ پھوپھو کے عدم مطالبہ کی وجہ سے خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔

اس لڑکی کی ماں سلمیٰ بنت عمیسؓ زوجہ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب تھیں۔ اور اُن کی بہن اسماء بنت عمیسؓ اس وقت حضرت جعفرؓ کی زوجہ تھیں اس لئے اُس لڑکی کے حضانہ کا حق حضرت اسماءؓ کو ملا۔

اس قصہ میں زید بن حارثہؓ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہجرت کے قبل رسول اللہؐ نے کہ میں اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کرایا تھا اُسی مواخات کی بنا پر یہ دعویٰ تھا۔ یہ مواخات مہاجرین کا بعض سے تھا حضرت

---

۵۰ بچوں کے دودھ چھڑانے اور دیکھ بھال کرنے کو رضاع کہتے ہیں۔ ۵۱ حضرت جعفر بن ابی طالب کی بیوی ہیں جنہیں حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ ۵۲ حضرت یا بعضہ شرعاً محمد پیدا ہوئے جب حضرت جعفر شہید ہوئے تو حضرت ابوبکر نے ان سے نکاح کر لیا اور ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے اور حضرت علی نے بھی ان سے نکاح کر لیا اور ان سے یحییٰ بن علی پیدا ہوئے۔ ۵۳ حضرت جعفر کی بیوی ہیں جنہیں حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ ۵۴ حضرت

Scanned by CamScanner

ابوبکرؓ کا حضرت ؓ سے، حضرت عمرؓ کا حضرت زیدؓ سے، حضرت عثمانؓ کا حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے، حضرت زبیرؓ کا حضرت ابن مسعودؓ سے، حضرت عبیدہؓ بن الحارث کا حضرت بلالؓ سے، حضرت مصعبؓ بن عمیر کا سعدؓ بن ابی وقاص سے، ابوعبیدہؓ کا سالمؓ مولیٰ رسول اللہؐ سے، سعیدؓ بن زید کا طلحہ بن عبیداللہؓ سے۔

یہ مواخات صرف مہاجرین کے درمیان ہجرت سے پہلے کرایا تھا اور ہجرت کے بعد مہاجر و انصار کے درمیان دارالسلام میں جو مواخات آپ نے کرایا جس کا ذکر تفصیل ہو چکا ہے وہ دوسرا مواخات ہے واللہ اعلم

اسلام خالدؓ بن ولید و عمروؓ بن العاص

اسلام کے مشہور سالار و فوج حضرت خالدؓ بن ولید اور عرب کے مشہور عاقل اور اہل الرائے عمروؓ بن العاص انیس ۱۹ ہم میں مسلمان ہوئے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے زمانہ میں اختلاف ہے مگر یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہے کہ غزوہ حدیبیہ کے وقت خالدؓ بن ولید کفار کی فوج میں تھے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے اور بخاری کی روایت میں تصریح ہے کہ غزوہ موتہ میں حضرت خالدؓ شریک تھے بلکہ انہیں کے ہاتھ پر وہاں فتح ہوئی اور اس وقت تک خود ان کے ہاتھ میں تلوار نہیں تھی اور غزوہ موتہ فتح مکہ سے چار مہینہ پہلے ہوا۔ اس لئے یہ ضرور ہے کہ حدیبیہ اور غزوہ موتہ کے درمیان یہ مسلمان ہوئے۔ بعض روایتوں میں تصریح ہے کہ خیبر کے بعد ان کا اسلام ہے اور ابن اثیر کا قول آگے آتا ہے کہ مفتوحہ میں یہی غزوہ موتہ سے دو مہینہ پہلے مسلمان ہوئے اور مدینہ آئے۔

خالدؓ بن الولید کے والد ولید بن المغیرہ قریش کے نامی سردار تھے اور ان کی ماں لبابہ صغریٰ بنت الحارث حضرت ابن عباسؓ کی حقیقی خالہ تھیں۔ ابن عباسؓ کی ماں لبابہ کبریٰ خالدؓ کی ماں لبابہ صغریٰ اور ام المومنین حضرت میمونہؓ سب حقیقی بہنیں تھیں اللہ

یزید بن الاصم کی ماں ازدو شنوءۃ کی لڑکی بھی بہن تھیں۔ اسماء بنت عمیسؓ حضرت جعفرؓ کی زوجہ اول بنت عمیسؓ حضرت عونؓ کی زوجہ اول اور ان کی سوتیلی بہن تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی ان کی بہنیں تھیں اور یہ سب حضرت ابن عباسؓ اور حضرت خالدؓ کی خالہ تھیں۔

حضرت خالدؓ اسلام کے قبل شرفاء قریش میں بڑے معزز شخص تھے۔ ابن ہشام ان کے بڑے فضائل کا یہ مطلب ہے کہ قریش جنگ کے موقع پر ایک لشکر کو اپنا کر آتے تھے اور تمام سامان آپ اُن میں جمع کیا جاتا تھا اس کا انتظام اور اسلحہ کا تقسیم کرنا انہیں کے اختیار میں تھا۔ اور ابوجہل کا یہ مطلب ہے کہ مقدمۃ الجیش کا انتظام ان کے سپرد تھا یہ قریش کے بڑے بہادر لوگوں میں تھے اور اس کے قبل اسلام کے خلاف انہوں نے اپنی پوری قوت صرف کی تھی مگر مقدرات الٰہیہ کا مقابلہ ان کے بس کی بات نہ تھی جب یہ مسلمان ہوئے تو خدا کی تلوار تھے حضور نے ان کو سیف اللہ کا خطاب دیا اس کے بعد ان کی تلوار نے جو شمشیر بے نیام ہے وہ کام کئے جو خدا نے انہیں کے حصہ میں ودیعت کی تھی غزوہ موتہ کے بعد سے ان کے کارناموں کا ایک عظیم الشان سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

حضرت خالدؓ کے ساتھ ہی حضرت عمروؓ بن العاص بھی مسلمان ہوئے کہتے ہیں کہ عرب میں چار شخص عقل میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے ان میں ایک عمروؓ بن العاص ہیں قریش کی مہاجرین حبشہ کے خلاف نجاشی کے پاس انہیں کو بھیجا تھا یہ عمر میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے بڑے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں رات کو عمر بن الخطابؓ پیدا ہوئے وہیں یاد ہے۔ اسلام کے بعد حضور نے ان کو غزوات ذات السلاسل میں امیر بنا کر بھیجا حضور کے وقت میں قضاء کے یہ حاکم ہوئے۔ آخر میں یہ مصر کے حاکم تھے انہیں کے ہاتھ پر قبرص اور مصر فتح ہوا۔ یہ حضرت عثمانؓ سے ناراض ہو کر امیر معاویہؓ سے مل گئے تھے۔ مشہور ہے کہ جنگ صفین کے وقت اصحاب کی گفتگو میں انہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف

رسمی چال بازی کی تھی۔

زہری ابکار سے ابن عبد البر اصابہ میں نقل کرتے ہیں کہ کسی نے عمرو بن العاصؓ سے پوچھا کہ تم اتنے بڑے عقلمند ہو باوجود اس کے اسلام کو سمجھنے میں تم نے اتنی تاخیر کی اس کی کیا وجہ ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم ایسی قوم میں تھے جن کو ہم پر تقدم حاصل تھا۔ اور مسبکی رسیاں اُن کے ہاتھوں میں تھیں، جب رسول اللہ مبعوث ہوئے تو اُن لوگوں نے انکار کیا ہم نے اُن کی تقلید کی جب وہ لوگ ختم ہو گئے اور اختیار ہم لوگوں کے ہاتھوں میں آیا۔ تو ہم نے اس کے متعلق غور و فکر کیا۔ حق باطل واضح تھا ہم نے اسلام قبول کیا۔ اسکے بعد قریش نے بعض شخصوں کو مناظرہ کے لیئے میرے پاس بھیجا ہم نے اُن لوگوں سے سوال کیا کہ حق پر کون ہے ہم لوگ یا فارس و روم۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ۔ ہم نے پوچھا کہ دنیاوی حالت ہم لوگوں کی اچھی ہے یا اُن کی۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ اچھی ہم نے کہا کہ ہم کو جو کچھ ملتا ہے وہ ہیں دنیا میں اتنا سمجھ کے عقیدہ کی طرف اشارہ ہے اگر ہمارے حق و صداقت کی وجہ سے اس دنیا میں بھی ہمیں فضیلت نہ حاصل ہو تو بتاؤ یہ حق و صداقت ہمارے کس کام کی ہے۔ مجھ کو تو یقین ہو گیا ہے کہ محمد جو کہتے ہیں کہ اچھے اور بُرے اعمال کا اچھا یا بُرا بدلہ مرنے کے بعد ہو گا یہی صحیح ہے۔ اور حق واضح ہو جانے کے بعد باطل پر قائم رہنا کوئی خوبی کی بات نہیں ہے۔

نیز ابن ابکار، واقدی اور ابن اسحاق سب لکھتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ نے نجاشی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ مگر ابن عبد البر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ موسیٰ نے بسند جید روایت کیا ہے کہ جب جعفر ابن ابی طالبؓ رسول اللہ سے اجازت لیکر حبشہ گئے تھے تو وہیں عمرو بن العاصؓ نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

اور ابن اثیر اُسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ کی ماں بنی عنزہ کی ایک عورت تھی بنت حرملہ تھی اُس کا لقب نابغہ تھا۔ اُس کو قاعد بن المغیرہ نے حفاظ میں غرباء پھر اُس کو

جدلہ بن جدعانؓ نے خریدا پھر وہ عاص بن وائل کو ملی اور اسی سے عمرو بن العاصؓ پیدا ہوئے۔ یہ حبشہ گئے تو نجاشی نے کہا کہ اے عمرو تجب ہے کہ تم سے تمہارے ابن عم کا حال اب تک پوشیدہ ہے۔ عمرو نے کہا کہ خدا کی قسم وہ رسول اللہ ہیں۔ عمرو نے پوچھا کہ کیا آپ کو بھی اس کا یقین ہے۔ نجاشی نے کہا کہ اے عمرو خدا کی قسم یہ صحیح ہے۔ یہ وہیں سے ہجرت کر کے مدینہ آئے اور عام خیبر میں مسلمان ہوئے۔ دوسری روایت ہے کہ وہیں مسلمان ہو گئے اس کے بعد مدینہ آئے۔ اور اُس میں ہے کہ یہ صفر ۸ھ میں فتح مکہ سے چھ ماہ پہلے مسلمان ہوئے۔ اس کے بعد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے خالد بن الولیدؓ اور عثمان بن طلحہؓ بھی راستہ میں اُن کے ساتھ ہو گئے تھے وہ بھی اسلام قبول کرنے کے لیئے جا رہے تھے پہلے خالدؓ نے بیعت کی اُن کے بعد انہوں نے اس شرط پر بیعت کی کہ جو کچھ پہلے ہوا وہ معاف ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسلام اور ہجرت پہلے کی تمام برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔

غزوۂ موتہ

موتہ بضمہ و بلا ہمزہ دونوں آیا ہے لیکن بخاری کے اکثر رواۃ نے جہاں موتہ بضم میم و سکون واؤ بلا ہمزہ روایت کیا ہے۔ یہ جگہ شام کے علاقہ میں ارض بلقا کے ابتدا میں واقع ہے جمادی الاولیٰ ۸ھ میں جہاں غزوہ ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ حضورؐ نے حارث بن عمیر ازدیؓ کو خط لیکر شام یا بصریٰ بھیجا تھا۔ اُن کو شرحبیل بن عمرو غسانی نے قتل کر دیا حضورؐ قاصد کو قتل نہیں کیا کرتے تھے نہ حضورؐ کا کوئی قاصد اُن کے سوا قتل کیا گیا اس لیے یہ فعل حضورؐ کو بہت شاق ہوا۔ اگرچہ مقام بہت دور تھا اور غیر ملک مگر وہاں آپ نے فوج بھیجی اور زید بن حارثہؓ کو امیر کیا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر ابن ابی طالبؓ

ملہ اصحاب حدیث غزوۂ موتہ لکھتے ہیں اگرچہ اس میں حضورؐ شریک نہ تھے واللہ

ع عبادت بن قیس الکلبی الحمصی ثم الطبنی بکسر الطاء والنون ابن عساکر نے اس قصہ کو ابن عساکر نے بھی اصابہ میں ذکر کیا ہے واللہ

Scanned by CamScanner

امیر ہوں۔ اور وہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہؓ اور اُن کے ساتھ تین ہزار فوج آپ نے بھیجی۔

جب یہ لوگ معان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ارض بلقا میں خود ہرقل ایک لاکھ رومیوں کے ساتھ موجود ہے اور لخم و جذام و بلقین و بہرا کے ایک لاکھ آدمی اس کے علاوہ اُس کی امداد کو جمع ہو گئے ہیں۔ یہ خبر جب ملی تو مسلمان متردد ہوئے اور دو روز تک معان میں پڑے رہے اور سوچنے لگے کہ کیا کریں۔ رائے یہ ہوئی کہ رسول اللہ کو لکھا جائے وہ یا تو امداد بھیجیں یا جیسا حکم دیں اُس پر عمل ہو۔

عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ اے لوگو تم تو شہادت کی طلب میں نکلے ہو اور آج اسی کو مکروہ سمجھتے ہو ہم قوت اور تعداد کے بھروسہ پر نہیں لڑتے۔ دین کے لیے لڑتے ہیں دو بھلائیوں میں ایک بہرصورت ہمارے لیے ضرور ہے فتح یا شہادت۔ یہ سنکر مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا سب نے کہا کہ عبداللہ ٹھیک کہتے ہیں۔ اور سب لوگ روانہ ہو گئے۔ جب خاص بلقا کی سرزمین میں پہنچے تو مخالفین کی جماعت ایک قریہ کے پاس جس کا نام مشارف تھا موجود تھی۔ اس لیے مسلمان ایک مقام پر ٹھہر گئے جس کا نام موتہ تھا اور اسی مقام پر جنگ ہوئی۔ پہلے حضرت زید بن حارثہؓ کے ہاتھ میں علم تھا وہ لڑے اور شہید ہوئے اُن کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے علم لیا اُن کا داہنا ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ میں علم لیا وہ بھی کٹ گیا مگر پھر بھی علم کو گرنے نہ دیا سنبھالے رہے حتیٰ کہ شہید ہوئے۔ اس وقت اُن کی عمر تیس سال کی تھی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے علم لیا اور وہ بھی شہید ہوئے اُن کے بعد سارے مسلمان حضرت خالد بن الولیدؓ پر متفق ہوئے جب خالد نے علم اُٹھایا تو بڑے سخت سے لڑے حتیٰ کہ فتح ہوئی۔ بخاری میں خود حضرت خالدؓ بن الولید سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ غزوۂ موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ اور صرف ایک یمانی تلوار میرے پاس باقی رہ گئی۔

بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے غزوۂ موتہ کی خبر آنے سے پہلے زید جعفرؓ اور ابن رواحہؓ کے شہادت کی خبر دی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ زید نے علم لیا اور شہید ہوئے پھر کہا کہ جعفر نے علم لیا اور شہید ہوئے پھر کہا کہ ابن رواحہؓ نے علم لیا اور شہید ہوئے۔ آپ یہ کہہ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھا پھر کہا کہ سیف من سیوف اللہ نے علم لیا اور خدا نے مسلمانوں کو فتح دی۔

موسیٰ بن عقبہؒ کہتے ہیں کہ غزوہ موتہ کی خبر لیکر قتیلہ بن امیہ آئے تو رسول اللہ نے فرمایا اگر چاہو تو تم ہمیں خبر دو یا اگر کہو تو ہم تمہیں خبر سنائیں۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ ہی سنائیں تو رسول اللہ نے حال بیان کیا اُنہوں نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے تو ایک بات بھی نہ چھوڑی۔

بخاری میں عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے شہداء میں حضرت جعفرؓ کو تلاش کیا اور اُن کے جسم پر تیر و تلوار کے نوّے زخم سے زیادہ پایا۔ انہیں سے دوسری روایت ہے کہ پچاس سے زیادہ زخم میں نے اُن کے جسم پر گنا اور سب آگے تھا کوئی پشت پر نہ تھا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ خدا نے جعفرؓ کو دو پر دار بازو عنایت کیا ہے وہ جنت میں جس جگہ چاہتے ہیں جاتے ہیں اسی لیے حضرت جعفرؓ کو ذی الجناحین اور جعفر طیارؓ کہتے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ جب حضرت جعفرؓ کے لڑکوں کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے السلام علیک یا ابن ذی الجناحین۔

غزوہ موتہ میں یہ حضرات شہید ہوئے جعفر ابن ابی طالبؓ۔ زید بن حارثہؓ عبداللہ

لہ روی کی۔ روایت میں ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ صبح کے وقت روانہ ہوئے اور رسول اللہ نے مسلمانوں کے سامنے روانگی کے وقت اشعار پڑھے تھے وہ بھی جس طرح پہلے کہ عبداللہ بن رواحہؓ اور عائشہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے صبح کے وقت روانہ ہوئے اور عبداللہ بن رواحہؓ اشعار خود جس پڑھتے تھے بلکہ اُن کے اشعار پڑھے جاتے تھے ۱۲ منہ

ھ وہاں لائے جنہیں طائف اور شوک وغیرہ غزوات میں حضرت کی جگہ صفین میں ۳۷ھ میں شہید ہوئے

بن رواحہؓ مسعود بن الاوسؓ وھب بن سعد بن ابی سرحؓ۔ عباد بن قیسؓ۔ حارث بن النعمانؓ سراقہ بن عمرو بن عطیہ ابو خبیب بن عمرو بن زید۔ اُن کے بھائی جابرؓ۔ عامر بن سعد بن الحارثؓ۔ اور اُن کے بھائی عمروؓ۔ شہدا رحوتہ کی یہ فہرست ابن قیم نے لکھی ہے مگر اس میں بعض شبہات ہیں۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ بخاری میں ہے کہ اس غزوہ میں مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ اور ابن سعد کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی مگر صحیح وہ ہے جو ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ دونوں جماعتیں بلا فیصلہ الگ ہوگئیں لیکن ابن ہشام زہری سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو یہی معلوم ہوا ہے کہ جب خالدؓ امیر بنائے گئے تو خدا نے مسلمانوں کو فتح دی واللہ اعلم

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب مسلمان اس غزوہ سے لوٹ کر مدینہ آئے تو رسول اللہؐ اور مسلمان راستہ میں اُن کو لانے گئے۔ اور مسلمان اس جیش کے لوگوں پر مٹی پھینکتے تھے اور کہتے تھے کہ اے فرار کرنے والو تم خدا کی راہ سے فرار کر کے آئے ہو۔ رسول اللہؐ کہتے تھے کہ نہیں یہ کرار ہیں پھر جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابن اسحاق ہی کہتے ہیں کہ ام المومنین ام سلمہؓ نے سلمہؓ بن ہشام بن المغیرہؓ کی عورت سے دریافت کیا کہ ہم سلمہؓ کو رسول اللہؐ اور مسلمانوں کے ساتھ غازیوں میں دیکھتے کیا وجہ ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ وہ تو گھر سے نکل ہی نہیں سکتے۔ جہاں نکلے لوگ آوازیں دینا شروع کرتے ہیں یا فرار فرار سبحان فی سبیل اللہ یعنی اے فراری تو خدا کی راہ سے بھاگا ہے۔

لہ شبہات میں۔ مثلاً اس میں ایک مسعود ابن الاوس ہیں حالانکہ مسعود بن اوس بن اصرم بن زید بن ثعلبہ فتح مصر تک تھے واقدی نے ایک مسعود بن اوس بن زید بن اصرم صحابی کا نام لکھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ وہی مسعود بن اوس بن اصرم بن زید بن ثعلبہ ہیں معلوم ابن قیم نے کون سے مسعود بن الاوس کو شہدا رحوتہ میں لکھا ہے بعض ابو خبیب کی نسبت بھی شبہ ہے بعض شہدا رحوتہ کا اس میں نام نہیں ہے مثلاً سوید بن عمرو وغیرہ ۱۲ منہ

غزوۂ ذات السلاسل

سلاسل بضم سین اوّل یا بالفتح دونوں لغت ہے۔ وادی القریٰ کے آگے مدینہ سے دس منزل پر یہ مقام ہے یہ غزوہ جمادی الآخر شہ میں ہوا۔ ابن سعد اس کی وجہ لکھتے ہیں کہ حضورؐ کو خبر ملی کہ بنی قضاعہ کی ایک جماعت جمع ہوئی ہے کہ مدینہ کے اطراف پر حملہ کرے۔ حضورؐ اس غزوہ کے لیے عمرو بن العاصؓ کو منتخب کیا اور اُن کے لیے ایک سفید علم درست فرمایا۔ تین سو آدمی ساتھ کیے اور تیس گھوڑے۔ اور بڑے بڑے مہاجرین و انصار کو اُن کے ماتحت روانہ فرمایا۔ یہ لوگ رات کے وقت چلتے تھے اور دن کے وقت چھپ جاتے تھے۔ قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے عمرو بن العاصؓ نے رافع بن مکیث الجہنی کو رسول اللہؐ کے پاس بھیجکر امداد طلب کی حضورؐ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو دو سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا اور اُن کو بعجلہ علم عنایت فرمایا۔ اور اُن کے ساتھ بھی مہاجرین و انصار کے معزز ترین لوگوں کو بھیجا تھا کہ ابو بکر صدیقؓ۔ اور عمر فاروقؓ بھی اُن میں تھے اور اُن لوگوں سے کہا کہ عمرو بن العاص سے ملکر کام کرو اور آپس میں اختلاف نہ کیجیو۔ اس غزوہ میں سعید بن زیدؓ سعد بن ابی وقاصؓ۔ عامر بن ربیعہؓ حبیب بن سنانؓ رومی۔ اسید بن حضیرؓ سعید بن عبادہؓ وغیرہ بزرگان قدیم الاسلام بھی شریک تھے مگر یہ عمرشہ ہے کہ یہ لوگ پہلی جماعت میں تھے یا پچھلی میں۔ جب حضرت ابو عبیدہؓ پہنچے اور نماز کا وقت آیا تو اُنہوں نے امامت کرنی چاہی عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ امیر میں ہوں آپ لوگ امداد کو آئے ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے

لہ یہ فہرست اسطرح مدارج النبوۃ میں ہے مگر اس میں وہ نام غلط ہیں حبیب بن سنانؓ رومی کوئی صحابی نہیں ہیں یہاں حبیب بن سنانؓ رومی مراد ہیں اور سعید بن عبادہؓ بھی کوئی صحابی نہیں ہیں۔ مراد سعد بن عبادہؓ ہیں واللہ اعلم منہ

لہ حضرت سعید بن حضیر انصاری ہیں۔ عقبہ ثانیہ میں کو موجود تھے بدر و غیرہ میں بھی شریک ہے سنہ ۲۰ھ میں بعمر ۳۰ برس وفات پائی

کہا کہ میں علیحدہ ہوں تو علیحدہ کو مقصد ایک ہے مگر رسول اللہؐ نے اس جماعت کا امیر ابوعبیدہؓ درست کیا ہے۔ عمروؓ نے کہا کہ امیر جماعت میں ہوں۔ ابوعبیدہؓ نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کہ اختلاف نہ کیجیو، جیئے گو میں اپنی جماعت کا امیر ہوں لیکن اگر تم بیعت میں ہے تو میں اطاعت کے لیے مستعد ہوں۔ آخر عمرو بن العاصؓ نماز پڑھاتے رہے جب یہ لوگ بنی قضاعہ[1] میں پہنچے اور ان کا علاقہ لے لیا تو آخری حد پر ان کی جماعت ملی۔ اس پر مسلمانوں نے حملہ کیا وہ لوگ بھاگے اور منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد عوف بن مالک الاشجعیؓ کو خبر لیکر مدینہ روانہ کیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ متسلسل ایک چشمہ تھا اسی وجہ سے اس غزوہ کو ذات السلاسل کہتے ہیں۔ ابن قیم نے امام احمد صاحب سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہؐ نے جب ذات السلاسل میں جیش بھیجا تو ابوعبیدہؓ کو مہاجرین پر اور عمرو بن العاصؓ کو اعراب پر امیر مقرر کیا اور کہا کہ متفق رہو۔ اور حکم دیا کہ بکر پر حملہ کرو لیکن عمرو بن العاصؓ نے قضاعہ پر حملہ کر دیا اس لیے کہ بکر میں ان کے خالو تھے کیونکہ بنی بکر کی ایک عورت عاص بن وائل کی ماں تھی۔ اس پر ہیرہ بن شبۃؓ ابوعبیدہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ رسول اللہؐ نے آپ کو ہم پر امیر مقرر کیا ہے اور ابن فلان نے قومیت کی پکار کی ہے آپ کو اس میں شریک نہ ہونا چاہیئے۔ ابوعبیدہؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ہمیں اختلاف سے بچنے کا اور اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ہم رسول اللہؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔ عمرو بن العاصؓ نے نافرمانی کی ہے

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ ابوعبیدہؓ نرم طبیعت کے آدمی تھے۔ دنیا کی رغبت نہ تھی امارت کے خواہشمند نہ تھے اس لیے انہوں نے کاوش نہ کی بعض لوگوں کے متعلق حضرت عمر بن الخطابؓ اور عمرو بن العاصؓ میں بھی کچھ ناراضی پیدا ہو گئی تھی حضرت

[1] قضاعہ بالضم اسم ابی قبیلہ ومنہ

صدیقؓ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو روکا۔

اس غزوہ میں ایک اور اہم واقعہ پیش آیا۔ رات بہت سرد تھی عمرو بن العاصؓ کو احتلام ہو گیا انہوں نے غسل نہ کیا تیمم کر کے اپنے لوگوں کی صبح کی نماز پڑھائی اس کا تذکرہ رسول اللہؐ کے سامنے ہوا۔ آپ نے کہا کہ اے عمرو تم نے جنابت کی حالت میں امت کی اور نماز پڑھائی انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ جان کا خطرہ تھا اور خدا نے فرمایا ہے لا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما حضورؐ نے تبسم فرمایا اور ان سے کچھ نہ کہا بظاہر چونکہ یہ حضورؐ ہی کے روز پہلے مسلمان ہوئے تھے اور حضورؐ کو ان کا تالیف قلب مقصود تھا اس لیے کچھ نہ فرمایا ورنہ اگر یہ واقعی صاحب عذر بھی تھے تو حضرت صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوعبیدہؓ کے رہتے ہوئے ایسی حالت میں امامت کیوں ضرور تھی۔ حالانکہ حضورؐ نے ان کو بھی باوجود تیمم کے جنبی کہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر بھی کافی نہ تھا اور تیمم سے جنابت بھی دفع نہ ہوئی تھی واللہ اعلم

سریہ خبط

اس کے بعد رجب ۸ھ میں حضورؐ نے حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ کو تین سو مہاجرین و انصار کے ساتھ قبیلہ جہینہ[1] کی جانب سیف البحر یعنی ساحل بحر بھیجا۔ یہ جگہ مدینہ سے پانچ منزل ہے اس جماعت میں حضرت عمر بن الخطابؓ بھی تھے خبط درخت کی پتیوں کو کہتے ہیں چونکہ صحابہ کو اس زاد راہ ختم ہو جانے کی وجہ سے اس سفر میں درختوں کی پتیاں کھانی تھیں اس لیے اس سریہ کو سریہ خبط کہتے ہیں۔ اس سریہ کا قصہ بالتفصیل صحیحین میں موجود ہے۔

ابن قیم اور ابن حجر کہتے ہیں کہ اس سریہ کا شمار میں بھیجنا صحیح نہیں ہے اس لیے

[1] جہینہ بضم جیم و فتح ہائے ہوز بعدہ نون ثقیلہ ساکن بعدہ نون تصغیر کے وزن پر کذا فی القاموس ۱۲ منہ

کہ رسول اللہؐ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد تا تمام مدت میں آپ نے کوئی سریہ قریش یا اُن کے کسی حلیف کی جانب بھیجا ہو۔ رسول اللہ اپنی طرف سے عہد شکنی کبھی نہ کرتے تھے بلکہ بہت بڑا بچتے تھے۔ اس لئے یہ قصہ غالباً سنہ ۸ھ یعنی فتح مکہ سے پہلے کا ہے۔ لیکن مولانا شاہ جدالحق صاحب نے شیخ الاسلام ابن العراقی سے نقل کیا ہے کہ یہ قصہ فتح مکہ سے تھوڑا پہلے اور قریش کی عہد شکنی کے بعد کا ہے۔ اس بنا پر کوئی منافات نہیں ہے۔ بظاہر یہی صحیح ہے۔ اس لئے کہ حضورؐ رمضان میں فتح مکہ کے لئے روانہ ہوگئے تھے۔ اور رجب میں اس سریہ کو بھیجا تھا درمیان میں صرف شعبان کا مہینہ رہ جاتا ہے۔ اس لئے قریش کی عہد شکنی کے بعد فتح مکہ کا اہتمام آپ نے رجب میں شروع کر دیا ہوگا۔ اور اُسی اہتمام میں غالباً ایک یہ سریہ بھی ہو۔

صحیحین میں متعدد طریقہ سے یہ قصہ مروی ہے بعض روایات کا بعض کی کچھ خفیف اختلاف بھی ہے ہم اُن روایات کا ملخص لکھتے ہیں اور اختلاف و تطبیق وغیرہ کی طویل بحث یہاں مناسب نہیں سمجھتے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے تین سو آدمی ساحل بحر پر ارض جہینہ کی طرف بھیجا۔ میں بھی تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو حضورؐ نے امیر مقرر کر دیا تھا لیکن وہاں کوئی لڑائی نہیں اور ہم لوگوں کو ایک مہینہ یا کم و بیش وہاں رہنا پڑا۔ ہم لوگوں کے ساتھ زادِ راہ تھا اور حضورؐ نے بھی ایک جراب میں کھجوریں ساتھ دی تھی۔ وہ سب ختم ہوگیا۔ ایک روز تین اونٹ ذبح ہوئے۔ دوسرے روز پھر تین اونٹ ذبح ہوئے۔ تیسرے روز پھر تین ذبح ہوا۔ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے اونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا۔ امام نووی کہتے ہیں کہ اونٹ ذبح کرنے والے قیس[1] بن سعد بن عبادہؓ تھے حضرت جابرؓ

[1] حضرت سعد بن عبادہؓ کے صاحبزادے ہیں اور اپنے والد کی طرح یہ بھی بہت سخی مشہور ہیں۔ جیش العسرۃ میں اتنا خرچ کیا کہ قرضدار ہوگئے تھے۔ ان کے چہرہ پر بال نہیں نکلا تھا۔ صحابہ میں قیس بن سعد شیخ

[2] ابو عبیدہ بن جراح کے متعلق حضورؐ نے فرمایا کہ ہر امت کے لئے امین ہوتا ہے اور میری امت کا امین ابو عبیدہ ہیں۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ انتظام کیا کہ جس کے پاس جو کچھ زادِ راہ تھا سب کو جمع کرایا اور سب کا ایک ایک مُٹھی بھر بن تقسیم کیں روزانہ اسی طرح تقسیم کرتے پھر یہ نوبت ہوئی کہ ہر شخص کو صرف ایک کھجور ملتی تھی۔ اُسی کو چوس کر پانی پیتے تھے اور اپنی کمزوریوں سے درختوں کے پتے جھاڑ کر کھاتے تھے۔

ہم لوگوں کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ دریا سے ایک بہت بڑی مردہ مچھلی کنارہ آگئی جو ایک بڑے ٹیلہ کی طرح معلوم ہوتی تھی حضرت ابو عبیدہؓ نے پہلے کہا کہ یہ مردہ ہے اور مردہ کھانا جائز نہیں۔ لیکن پھر اس پر سب متفق ہوئے کہ ایسی حالت میں تو مردہ بھی جائز ہے۔ اندازہ روز یا اس سے زیادہ سب نے اُس میں سے کھایا۔ روزانہ ایک بیل کے برابر ٹکڑا اُس میں سے کاٹ لیتے تھے۔ اور اُسی کی چربی جلاتے تھے۔ اُس کے اضلاع کی ہڈیوں کو ابو عبیدہؓ نے کھڑا کیا۔ اور سب سے لانبے اونٹ پر سب سے زیادہ لانبا آدمی چُن کر سوار کیا اور اُس کے نیچے سے جانے کے لئے کہا تو چلا گیا۔ جب ہم لوٹ کر مدینہ آئے اور رسول اللہؐ سے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ خدا نے تم لوگوں کے لئے رزق بھیجا تھا۔ اگر اُس میں کا کچھ گوشت ہو تو لاؤ چنانچہ حضورؐ کے سامنے لایا گیا اور آپ نے اُس میں سے کھایا۔

یہ سریہ اس بات پر حجت ہے کہ شہر حرام میں قتال جائز ہے اس لئے کہ حضورؐ نے رجب میں یہ سریہ بھیجا دوم اس میں یہ دلیل ہے کہ دریا کی مچھلی گودہ مردہ ہو حلال ہے کیونکہ گو صحابہ نے مجبوری کی حالت میں کھایا لیکن خود رسول اللہؐ نے اُس میں سے بلا مجبوری کے کھایا تو یہ معلوم ہوا کہ جس جگہ رسول اللہؐ کا حکم اور نص نہ معلوم ہو تو جزئیات مسائل میں ضرورت کے وقت اپنی رائے پر عمل درست ہے۔ جیسا کہ صحابہؓ نے اس

اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو دانستہ نہ تھی تھیں جو امروی۔ دلیری اور سخاوت میں ان کا شہرہ تھا اور لڑائیوں میں ان کی رائے کا بڑا اثر تھا بڑے صاحب تدبیر تھے رضہ

سریہ میں کیا اور رسول اللہ نے اُس کو قائم رکھا

فتح مکہ

قریش کی عہد شکنی اور فتح مکہ کا سبب صلح حدیبیہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہو کرے۔ اور جو قبیلہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے کرے۔ اور اسی بنا پر بنی بکر نے دیس قریش سے معاہدہ کیا تھا۔ اور بنی خزاعہ نے رسول اللہ سے۔ یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب تھے اور اُن دونوں میں اسلام کے قبل سے عداوت چلی آرہی تھی اور یہی عداوت فتح مکہ کا سبب بنی امام السیر محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ اسلام سے پہلے ایک شخص مالک بن عباد حضرمی بنی بکر کے ایک سردار اسود بن رزن کا حلیف تھا۔ وہ تجارت کی غرض سے نکلا جب ارض خزاعہ کے وسط میں پہنچا تو اُس کو بنی خزاعہ نے قتل کر دیا اور اُسکا مال و اسباب لے لیا۔ چونکہ وہ بنی بکر کا حلیف تھا اس لیئے بنی بکر نے اُس کے بدلہ میں بنی خزاعہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ اس واسطے بنی خزاعہ نے اسلام سے تھوڑا پہلے اسود بن رزن الدیلی کے لڑکوں کو قتل کر دیا۔ اُن کا نام سلمی کلثوم اور ذؤیب تھا۔ اور یہ بنی کنانہ کے بڑے معزز لوگ تھے ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے بنی الدیل کے ایک شخص نے بیان کیا کہ ایام جاہلیت میں ہم لوگوں کی دیت ایک تھی لیکن بنی الاسود بن رزن کی ذو دیت تھی ان دو قبیلوں میں یہ اختلافات چل رہے تھے۔ اور بنی بکر بنی الاسود کا بدلہ لینے پائے تھے کہ اسلام کی تبلیغ شروع ہو گئی۔ اور سارے کفار اسلام کی مخالفت میں مشغول

لہ خزاعہ بطن عظیم جیسے وخفیف زائے معجمہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ

لہ بنی الدیل بکسر دال مہملہ وسکون یائے تحتانیہ وضم دال مہملہ وسکون ہمزہ کذا فی المغنی عن الزرکشی اسی طرح منسوب ہیں نوفل بن معاویہ الدیلی وغیرہ بکسر دال مہملہ وسکون یائے تحتانیہ ۱۲ منہ

ہو گئے جب حدیبیہ میں صلح ہوئی تو بنی بکر قریش کے معاہد ہو گئے اور بنی خزاعہ رسول اللہ کے۔ اور جونہ کے ایام کو غنیمت سمجھ کر بنی خزاعہ سے بدلہ لینا چاہا اور پس بنی الدیل نے کیا جو بنی بکر کے جزو تھے اور اُسی جزو میں کالاسود بن الرزن تھا۔ بنی الدیل کا سردار نوفل بن معاویہ الدیلی بنی الدیل کو لیکر بنی خزاعہ پر حملہ آور ہوا اور بنی خزاعہ کا ایک شعبہ تھا الوتیر وہاں اُن کے ایک شخص کو قتل کیا باقی بنی خزاعہ بھاگ اور بنی الدیل نے اُن کو قتل کرنا شروع کیا قریش سے بنی بکر کی امداد کی اُن کو آلات حرب بھی دیئے اور شب کے وقت چھپکر لڑے اور بنو خزاعہ کو قتل کیا بنی خزاعہ بھاگ کر حرم میں پہنچے گئے۔ اور بنو بکر نے اپنے سردار سے کہا کہ اے نوفل ہم لوگ حرم میں آگئے ہیں اب رک جاؤ۔ گروہ فتح کے جوش میں تھا اور بڑی سخت بات اُس کے زبان سے نکلی اُس نے کہا کہ آج کوئی خدا نہیں ہے اسے بنی بکر بدلہ وصول کر دیا جو کی عوت میں اپنا بدلہ چھوڑ دو گے

ثمیلہ بنی خزاعہ کا ایک ضعیف شخص الوتیر پر تھا اور اُس کی قوم کا ایک شخص تمیم بن اسد اُس کے ساتھ تھا۔ ثمیلہ نے کہا کہ تمیم تم اپنی جان بچاؤ۔ یہ کیا بات ہم تو مرے ہوئے ہیں ہم کو قتل کریں یا چھوڑ دیں۔ میرا تو بنی خزاعہ کا یہ حال دیکھ کر دل بھر گیا ہے تمیم تو وہاں سے ہٹ گیا لیکن ثمیلہ کو بنی بکر نے وہیں پر قتل کر دیا۔ جو بنو خزاعہ بھاگ کر مکہ گئے تھے۔ وہ مجبور ہو کر بدیل بن ورقاء اور اس کے غلام رافع کے مکان میں پہنچے

الغرض بنو بکر اور قریش نے مکہ میں بنو خزاعہ پر خوب ظلم کیا۔ اور اس وجہ سے عملاً قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑ دیا کیونکہ بنو خزاعہ رسول اللہ کے معاہد تھے عمرو بن سالم خزاعی نے مدینہ آکر رسول اللہ سے امداد چاہی اور یہی فتح مکہ کی تمہید ہوئی

لہ نوفل بن درخایہ مسلمان ہوئے مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ یہ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے یا پہلے ہو چکے تھے بعض سے وہ وفتح مکہ ۱۲ منہ

حضورؐ سے استعانت اور قریش کا اضطراب

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عمرو بن سالم آئے اور ایک قصیدہ پڑھا جس میں مظالم کی پوری داستان بیان کی پہلے وتیر بھی بھی حرام میں اور رکوع و سجود کی حالت میں جو فواعہ کا قتل ہونا۔ اور حرم میں مارا جانا بیان کیا اس کے بعد کہا کہ جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے اُن کے بعد مظلوم قتل کئے گئے۔ پھر کہا کہ یا رسول اللہ مدد کیجئے

"فانصر ھداک اللہ نصراً ابداً"

حضورؐ نے یہ سب سنا اور وہیں سے آواز دی نصرت یا عمرو بن سالم پھر حضورؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا اور کہا کہ یا بر کا ابر بھی بنی کعب کی نصرت چاہتا ہے

بدیل بن ورقا

اس کے بعد بدیل بن ورقا خزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ آئے۔ اور سب حال رسول اللہ کو سنایا۔ اور بتایا کہ قریش ذکس کس طرح بنو بکر کا ساتھ دیا۔ اور اس کے بعد کہ لوٹ گئے اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ اب ابوسفیان آیا ہی چاہتا ہے۔ بدیل دیکھ چکا رہے تھے تو مقطان میں اُن کو ابوسفیان ملا۔ اور پوچھا کہ کس سے آئے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ خزاعہ کے اس وادی تک ہو لوگ گئے تھے۔ پوچھا کہ کیا تم محمدؐ کے پاس گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ لیکن ابوسفیان کو شبہ ہوا اس نے کہا کہ ان کے اونٹ کی مینگنیاں دیکھو اگر بدیل مدینہ گیا ہوگا تو اس میں کھجور کی گٹھلیاں جھلنگی مینگنی دیکھنے کے بعد ابوسفیان نے کہا کہ ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ بدیل محمدؐ کے پاس گیا ہے

سلہ عمرو بن سالم خزاعی بنی ضمرہ سے تھے مگر بصیغۂ تصغیر اور آخر میں عاء مطلب ابن اسحاق نے بحسب اشعار کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہو گئے تھے اس لیے ان کا شمار صحابہ میں ہے حبیب نے اس پر طعن کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے ۱۲ منہ

ابوسفیان کی کوشش

اس کے بعد ابوسفیان مدینہ آیا۔ پہلے اپنی لڑکی ام حبیبہؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے اس کو دیکھکر فرش اُٹھا دیا۔ اُس نے پوچھا کہ بیٹی تو نے فرش اُٹھا دیا فرش کو میرے قابل نہ سمجھا یا مجھ کو فرش کے قابل نہ سمجھا اُنہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ کا فرش ہے اور تم مشرک اور نجس ہو اس لیے ہم نے پسند نہ کیا کہ تم رسول اللہ کے فرش پر بیٹھو۔ یہ سنکر وہ وہاں سے چلا آیا اور رسول اللہ کے پاس گیا۔ مقصد بیان کیا مگر رسول اللہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ تب ابوبکر صدیقؓ کے پاس گیا اُنہوں نے فرمایا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ تب حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم تیری سفارش رسول اللہ سے کریں۔ ہم تو خود کسی حال میں تجھ سے جہاد ترک کرنا نہیں چاہتے۔ وہاں سے حضرت علیؓ کے پاس گیا۔ حضرت علیؓ کے پاس حضرت فاطمہؓ بھی تھیں۔ اور حضرت حسنؓ بن علیؓ سامنے کھیل رہے تھے۔ اُس نے کہا کہ اے علیؓ تم قوم میں رحیم ہو۔ ہم ایک ضرورت سے یہاں آئے کیا اسی طرح ناکام واپس چلے جائیں ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم محمدؐ سے میری سفارش کر دو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان ہم لوگوں کی مجال نہیں ہے کہ رسول اللہ کے ارادہ میں مداخلت کریں۔ تب ابوسفیان حضرت فاطمہؓ سے مخاطب ہوا کہ اے بنت محمدؐ کیا تم یہ کر سکتی ہو کہ اپنے لڑکے کو اجازت دو کہ لوگوں کو اپنے جوار میں دے دو اور سارے عرب کا آخر زمانہ تک سردار بنا جائے۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اوّل تو میرا لڑکا ابھی اس عمر کو نہیں پہنچا دوم کیا رسول اللہ کے مقابلہ میں کوئی جوار دے سکتا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اے ابوالحسن معاملہ سخت ہو گیا ہے کوئی تدبیر بتاؤ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں کوئی سنجیدہ رائے تو نہیں دے سکتا مگر تم بنی کنانہ کے سردار ہو خود ہی لوگوں کے سامنے اپنے جوار کا اعلان کر دو۔ ابوسفیان نے کہا کہ کیا یہ سنجیدہ ہوگا حضرت علیؓ نے کہا کہ میرا گمان تو ایسا نہیں ہے مگر اس کے سوا اور کوئی صورت

سلہ یہ ابوسفیان کی لڑکی اور معاویہؓ کی بہن تھیں ۱۲ منہ حضرت ام حبیبہؓ ام المومنین ام حبیبہ حضرت ۱۲

ام سفیان کی عبارت نوی۔ انتہا الی ام انہا انہوں نے حبشہ کو ہجرت فرمائی۔ (باقی) انکے مکمل حالات ہم نے علیحدہ ۱۲ قائم رہیں انکے بدلے بدلی اور برباد ان کو دور کرنے نہ دیں۔ خاطر کے حصہ ہونے حواشی بادشاہ کو یہی مقرر فرمایا اور جو حاصل چاہو دیا۔

بھی نہیں معلوم ہوتی

ابوسفیان وہاں سے بعد میں آیا۔ اپنے ہوار کا اعلان کیا پھر اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ مکہ آیا تو سب نے پوچھا کہ کیا ہوا۔ اُس نے پوری حالت بیان کی تو سب نے پوچھا کہ کیا محمدؐ نے تیرے ہوار کو قبول کیا۔ کہا کہ نہیں۔ تو سب نے کہا کہ یہ تو مل گئے تیرے ساتھ مذاق کیا۔ اس نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم اس کے سوا اور کوئی صورت تھی ہی نہیں۔

حاطب بن ابی بلتعہؓ [1]

رسول اللہؐ نے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا۔ اور اپنے اہل کو بھی حکم دیا کہ سلاح جنگ درست کریں۔ مگر کسی کو حضورؐ نے یہ نہ بتایا کہ کس سے جنگ کا ارادہ ہے۔ حضرت صدیقہؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ سلاح جنگ نکال رہی ہیں۔ پوچھا کہ کیا رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے۔ کہا کہ ہاں پوچھا کہ کیا تم جانتی ہو کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ کہا کہ واللہ یہ معلوم نہیں۔

حاطب بن ابی بلتعہؓ نے ایک خط بعض اندازِ پر قریش کو لکھا کہ رسول اللہؐ کا ارادہ جنگ کا معلوم ہوتا ہے۔ سامان درست ہو رہا ہے گو یہ نہیں معلوم کہ کس طرف کا ارادہ ہے مگر میرا گمان ہے کہ قریش پر حملہ ہوگا۔ اور یہ خط ایک عورت کو دیا کہ قریش تک پہنچا دے وہ روانہ ہوئی اور خدا نے رسول اللہؐ کو اطلاع دی کہ حاطبؓ نے کیا کیا ہے۔ [2] ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا لیکن صحیحین میں خود حضرت علیؓ سے مفصل واقعہ مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے اور زبیرؓ اور مقدادؓ کو بھیجا کہ تم لوگ روضہ خاخ میں جاؤ۔ وہاں ایک عورت ہے اور اُس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اُس سے لے لو۔ کہتے ہیں کہ ہم لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں پہنچے اور عورت کو بھی پایا

[1] ان کا اصلی نام عمرو تھا حاطب ابی بلتعہ کے نام سے بہت پائی۔ حضورؐ صحابہ کرامؓ میں شریک ہوئے تھے بدر میں شرکت فرمائی تھی۔

[2] روضہ خاخ و کاخ وغیرہ جو دمیان میں الف لام کو وی کہتے ہیں کہ تمام روایتیں اور تمام علماء اس پر متفق ہیں لیکن بخاری کی ایک روایت بالواو سے ہے کہ حاج پے بجائے حملہ و بہم و ملطہ بالواو کو وہم کو ہوا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

کہا کہ تیرے پاس خط ہے نکال۔ اس نے کہا کہ میرے پاس خط تو نہیں ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے پہلے اس کے اسباب میں تلاش کیا۔ نہ ملا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ خدا کی قسم رسول اللہؐ نے جھوٹ نہیں کہا نہ ہم لوگ جھوٹ ہوئے۔ خط نکال نہیں تو ہم تجھ کو ننگا کر کے تلاش کریں گے۔ جب اس نے اس طرح انکو مستعد دیکھا تو کہا کہ ادھر جاؤ۔ یہ لوگ ہٹ گئے تو اُس نے اپنے سر کی چوٹی کھولی اور اُس میں سے خط نکال کر دیا یہ لوگ اُس خط کو رسول اللہؐ کے پاس لے آئے۔ پڑھا گیا تو وہ خط حاطب بن ابی بلتعہؓ کی طرف سے بعض مشرکین مکہ کے نام تھا اور اس میں رسول اللہؐ کے ارادہ کی اُن کو خبر دی گئی تھی۔ رسول اللہؐ نے حاطبؓ کو بلوایا اور کہا کہ حاطب یہ کیا ہے۔ حاطبؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے بارہ میں عجلت نہ فرمائیے خدا کی قسم میں خدا اور خدا کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔ نہ میں نے دین بدلا ہے نہ مرتد ہوا ہوں یہ کام میں نے ارتداد یا کفر کی وجہ سے نہیں کیا۔ وجہ صرف یہ ہوئی کہ میری بیوی بچے مکہ میں ہیں۔ اور وہاں اُن کا کوئی حامی نہیں ہے اس لیے کہ میں باہر کا آدمی ہوں قریش کا صرف حلیف تھا اُن سے رشتہ نہیں تھا اور دوسرے مہاجرین قریش ہیں۔ اُن کے اقربا اُن کی حمایت کیلئے وہاں موجود ہیں۔ اس لیے کسی تعلق نہ ہونے کی وجہ سے میں نے اُن کی بھردی اس طرح حاصل کرنی چاہی تھی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اس نے بات سچی تم لوگوں سے کہدی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ اجازت دیجئے ہم اس منافق کو قتل کر دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسے مگر یہ حاطبؓ بدر میں شریک ہوا ہے۔ تم کو کیا معلوم ہے اگر خدا نے اہل بدر کے ارادوں سے واقف ہو کر کہا ہو کہ جو تمہارا دل چاہے کرو خدا نے تم کو بخش دیا حضرت عمرؓ کی آنکھیں تر ہو گئیں اور کہا کہ خدا اور خدا کے رسول کو زیادہ علم ہے۔

مدینہ سے روانگی

حضورؐ اس کے بعد دس رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے خود بھی روزہ سے تھے اور صحابہ بھی۔ جب مقام کدید میں پہنچے تو حضورؐ نے

بقیہ صفحہ گذشتہ: مسئلہ ۲ میں [illegible] فرمایا۔

بھی اختلاف کیا ہے بھی۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ کدید ج اور عسفان کے درمیان ہے۔ اور بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ کدید پانی کی جگہ ہے قدید اور عسفان کے درمیان۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ کدید وہی جگہ ہے جس کو نیچے قدید کہنے لگے۔ اور بخاری میں اسی فتح مکہ کے باب میں اور ایک روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے کہ حضورؐ نے روزہ کی حالت میں سفر کیا جب عسفان پہنچے تو پانی مانگا۔ اور لوگوں کو دکھلا کر دن کے وقت پانی پیکر افطار کیا۔ بہرکیف اس کے بعد آپ مرّ الظہران آئے۔ اور آپ کے ساتھ دس ہزار آدمی تھے۔

حضرت عباسؓ و ابوسفیانؓ

اس سفر میں جب حضورؐ مدینہ سے چلکر جحفہ پہنچے تو وہاں حضورؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلبؓ مع اہل و عیال کے خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ مسلمان ہوکر اور مکہ سے ہجرت کرکے آئے تھے۔ اور اس سے پہلے جب آپ مقام ابواء میں تھے تو آپ کے چچا کے لڑکے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور آپ کے پھوپھی کے لڑکے عبداللہ بن ابی امیہ جو ام المومنین ام سلمہؓ

۱؎ یہ ابوسفیان رسول اللہ صلعم کے بڑے چچا کے لڑکے ہیں۔ اور انہوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ بھی پیا ہے۔ اس لیے حضورؐ کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ انہوں نے پہلے رسول اللہ صلعم کی ہجو میں بہت اشعار کہے تھے یہی جب مسلمان ہوئے تو بڑے صادق مسلمان ہوئے۔ فتح مکہ کے بعد ہی غزوۂ حنین میں جب سب لوگ بھاگ گئے تھے تو یہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ حضور صلعم ان کو جنت کے جوانوں کا سردار کہا کرتے تھے عبداللہ بن ابی امیہ رسول اللہ صلعم کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کے لڑکے ہیں۔ ان کے والد ابی امیہ زاد راکب رسول اللہ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اور وہی ام المومنین ام سلمہؓ کے والد ہیں اسلیے یہ حضرت ام سلمہؓ کے سوتیلے بھائی ہیں۔ ہجرت کے بعد یہ رسول اللہ کے شدید مخالف ہوگئے تھے لیکن آخر فتح مکہ کے وقت ابوسفیان بن حارث کے ساتھ گئے اور مع ان کے درمیان حاضر ہوکر مسلمان ہوئے۔ اور محمد بن اسحاق و ہشام بن عقبہ دونوں لکھتے ہیں کہ فوت وطائف میں شہید ہوئے۔ لیکن میں کئی جگہ ان کا ذکر آتا ہے۔ ابن حجر عسقلانی کا خیال ہے کہ ان کے علاوہ حضرت ام سلمہؓ کے کسی اور بھائی کا نام بھی

سے سوتیلے بھائی بھی تھے حاضر ہوئے۔ ان دونوں صاحبوں کے حاضری کی جب حضورؐ کو خبر دی گئی تو آپ نے اُن کے ملنے سے انکار کر دیا کیونکہ ان دونوں نے بہت تکلیفیں دی تھیں۔ اور ابوسفیان نے قصائد میں حضورؐ کی سخت ہجو کی تھی۔ مگر ام المومنین ام سلمہؓ نے حضورؐ سے اُن کی بہت سفارش کی۔ اور ابوسفیان نے کہا کہ اگر رسول اللہ نے میرا قصور معاف نہ کیا تو ہم اپنے چھوٹے بچے کو لیکر عرب کے ریگستان میں چلے جائینگے۔ اور دانہ پانی چھوڑ دینگے۔ تاکہ اس طرح تڑپ تڑپ کر بھوکے پیاسے مرجائیں حضرت علیؓ نے ان دونوں کو مشورہ دیا کہ رسول اللہ کے پاس اُن کے سامنے سے جاؤ۔ اور جس طرح حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا تھا وہی تم بھی کہو کہ ہم گنہگار تھے خدا نے آپ کو ہم پر غالب کیا اب آپ جو چاہیں کریں۔ ان لوگوں نے اسی طرح کیا۔ حضورؐ نے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین جب قصور معاف ہوگیا تو ابوسفیان نے حضورؐ کی مدح میں اشعار لکھے۔ اور اس سے پہلے جہالت کی وجہ سے جو کچھ ہجو میں لکھا تھا اُس کی معذرت کی۔ اور اس کے بعد نہایت پختہ اور ثابت قدم مسلمان رہے کبھی جیا سے رسول اللہ کے سامنے سر نہیں اٹھاتے تھے۔ اور رسول اللہ کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ ہمیں اُمید ہے کہ ابوسفیانؓ ہمارے چچا حمزہؓ بن عبدالمطلب کے قائم مقام ثابت ہوں گے۔

ابوسفیان کا اسلام

حضورؐ جب مرّ الظہران میں پہنچے تو حکم دیا کہ ہر شخص اپنی آگ علیحدہ روشن کرے۔ اور حضرت عباسؓ کو قریش کی حفاظت

عبداللہ بن ابی امیہ خطا پختہ خوان جیسا کہ ایک روایت اصابہ میں لکھتے ہیں کہ واقعہ حدیبیہ کے بعد سلمہ بن عقبہ نے جب مدینہ میں ہجرت کی تھی چاہی تو حضرت ام سلمہؓ نے اپنے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ کو بہت کامشورہ دیا واللہ اعلم منہ

۲؎ مرّ الظہران مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے اور فتح خاص مجد واسکان دوار محمد دونوں مکہ کے قریب ایک جگہ ہے جو اب وادی فاطمہ مشہور ہے کذا فی حواشی ابن ہشام منہ

اوس جوا دیکھے کہ رسول اللہ اسی وقت کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے
قریش کا خاتمہ ہو جائے گا۔ وہ رات کے وقت رسول اللہ کے لشکر پر حملہ کر کے
ارادے سے نکلے کہ قریش کو اس کی اطلاع دیں اور پیغام دیں کہ رسول اللہ سے
چاہو صلح کر لو۔ یہ خبر نہیں ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ قریش کو یہ خبر مل گئی
تھی کہ رسول اللہ مدینہ سے روانہ ہو گئے ہیں مگر ان کو یہ پتہ نہ تھا کہ حضور مرالظہران میں
پہنچ گئے ہیں۔ اس لئے ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام، بدیل بن ورقا اس تلاش
میں نکلے کہ رسول اللہ کا پتہ لگائیں۔ یہاں آ کے تو دیکھا کہ اس قدر آگ روشن ہیں کہ
زندگی میں کبھی ایسی آگ نہیں دیکھی تھی۔ بدیل بن ورقا نے کہا کہ یہ تو خزاعہ معلوم ہوتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ خزاعہ
قبیلہ اونٹ والے ہیں یہ اتنا اونٹ اور یہ شوکت ان کی کہاں

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسفیان کی آواز پہچانی اور کہا کون ہے ابوحنظلہ
اس نے کہا کون ابوالفضل میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا اے ابوالفضل تو پر میرے ماں
باپ قربان ہوں یہ کیا ہے۔ میں نے کہا یہ رسول اللہ ہیں اپنے اصحابؓ کے ساتھ۔ قریش
کی خیر نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ کیا تدبیر کی جائے تمہارے صدقہ جائیں بتاؤ۔ میں نے
کہا اگر تم کو یہ آگ دیکھ کر ابھی قتل کر دینگے۔ تو میرے پیچھے خچر پر بیٹھ جاؤ ہم تمہارے
لئے رسول اللہ سے امن طلب کرینگے۔ وہ خچر پر بیٹھ گیا۔ اور اس کے ساتھی کہ واپس
گئے۔ ہم اس کو لیکر چلے جب کسی آگ کے پاس پہنچے تو لوگ پوچھتے کہ کون ہے ہم پہچان کر
کہتے کہ رسول اللہ کا خچر ہے اور رسول اللہ کے چچا ہیں۔

جب عمر بن الخطابؓ کے آگ کے پاس پہنچے تو پوچھا کون ہے پھر خود اٹھ کر دیکھنے
آئے۔ اور ابوسفیان کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو خدا کا دشمن ابوسفیان ہے۔ الحمد للہ کہ تجھ پر
بلا کسی عہد یا شرط کے موقع ملا۔ اور پھر رسول اللہ کی طرف اجازت لینے کے لئے تیز

چلے۔ میں نے بھی خچر کو دوڑایا اور پہلے پہنچ گیا۔ مگر فوراً ہی عمرؓ بھی پہنچے اور کہا کہ یا رسول اللہ
اجازت دیجئے کہ اس عدو اللہ کو قتل کر دوں۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اس کو
اپنے حوار میں لیا ہے۔ عمرؓ نے بہت کچھ اس کے بارہ میں کہنا شروع کیا۔ تو میں نے کہا کہ
اے عمرؓ اگر بنی عدی بن کعب کا کوئی شخص ہوتا تو تم ہرگز یہ اصرار نہ کرتے۔ عمرؓ نے کہا کہ اے
عباسؓ آپ یہ کیا کہتے ہیں۔ خدا کی قسم آپ کا اسلام مجھ کو میرے باپ خطاب کے اسلام
سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ کا اسلام رسول اللہ کو زیادہ محبوب
ہے۔ رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ اچھا اس کو اس وقت لے جاؤ اور صبح کے وقت میرے
پاس لاؤ۔ صبح کے وقت اس سے رسول اللہ نے کہا کہ اے ابوسفیان بڑا افسوس ہے کہ
تجھ پر اب تک یہ بات ظاہر نہ ہوئی کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ
میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ کیسے حلیم ہیں اور کیسے کریم ہیں۔ صلہ رحم کا آپ کو
کتنا خیال ہے۔ بیشک اب میرا گمان ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو ہمارے کسی کی
امداد کرتا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان کیا اب تک تیری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ
میں خدا کا رسول ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ کیا حلم ہے
کیسا کرم ہے اور کیسا صلہ رحم ہے لیکن اس امر کے متعلق میرے دل میں اب تک تردد
ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا ارے کلمہ پڑھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسلام
قبول کر۔ ورنہ ابھی تو گردن مار دینگے۔ پس اس نے کلمہ پڑھا اور شہادت دی اور
مسلمان ہوا۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ابوسفیان فخر کو پسند کرتا ہے اس کیلئے
کوئی امتیازی بات عطا فرمائی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل
ہو اس کو امن ہے۔ جو اپنا دروازہ بند کرے اس کو امن ہے۔ اور جو مسجد حرام میں
داخل ہو اس کو امن ہے۔

پھر حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ روانگی کے وقت ابوسفیان کو کھلی گذرگاہ

Scanned by CamScanner

کے تنگ مقام پر رکھو تاکہ وہ خدا کی فوج کو دیکھے۔ حضرت عباسؓ نے بھی کیا۔ قبیلہ قبیلہ کے لوگ روانہ ہونا شروع ہوئے۔ جب کوئی قبیلہ آتا تو پوچھتا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت عباسؓ فرماتے یہ بنی سلیم ہیں۔ کہتا بنی سلیم سے ہمیں سروکار نہیں ہے دوسرا قبیلہ آتا اس سے پوچھتا یہ کون ہیں۔ کہتے مزینہ۔ کہتا مزینہ سے ہمیں سروکار نہیں۔ اسی طرح ہر قبیلہ کو پوچھتا اور کہتا بنی فلاں سے ہمیں سروکار نہیں۔ اس کے بعد جب قبیلہ خضرا ہیں مہاجرین و انصار کے ساتھ حضورؐ آئے اور سب لوہے میں غرق تھے۔ تو ابوسفیانؓ نے کہا کہ سبحان اللہ اے عباسؓ یہ کون لوگ ہیں۔ کہا یہ خود رسول اللہؐ اور اُن کے مہاجرین و انصار ہیں۔ کہا کہ ان لوگوں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کی کسی کو طاقت نہیں ہے اے ابن عباس تمہارے بھتیجے کی سلطنت بڑی زبردست ہوگئی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اے ابوسفیان یہ نبوت کی طاقت ہے اُس نے کہا ان ان نہیں تک ہے۔

انصار کا علم سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ جب ابوسفیان کے سامنے آئے تو کہا آج جنگ کا دن ہے۔ آج خدا نے خونریزی حلال کر دی ہے۔ آج خدا نے قریش کو ذلیل کر دیا ہے۔ اس کے بعد جب رسول اللہؐ سامنے آئے تو ابوسفیان نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ نے نہیں سنا۔ سعد کیا کہتے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا کیا کہتے ہیں کہا کہ اُنھوں نے اس اس طرح کہا ہے۔ اس پر مہاجرین کو بھی چونکہ وہ قریش تھے رنج ہوا۔ حضرت عثمانؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہمیں اطمینان نہیں ہے کہ اگر سعدؓ کو قریش پر صولت حاصل ہو جائے تو کیا ہو جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سعدؓ نے غلط کہا۔ آج کا دن کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ آج خدا نے قریش کو صحیح عزت دی ہے۔ اور حضورؐ نے اپنا آدمی بھیجا جس نے سعدؓ سے علم لیکر اُنکے لڑکے قیس بن سعدؓ کو دیدیا یہ بظاہر صرف قریش صحابہ کے اطمینان کے لیے کیا گیا ورنہ حضرت سعدؓ سے علم لینا مقصود نہ تھا کیونکہ ان سے

لہ قیس بن سعد بن عبادہؓ ان کا ذکر سریہ خبط میں ہو چکا ہے ۱۲ منہ

لیکر انہیں کے لڑکے کو دیا گیا۔ لیکن ابوعمر کہتے ہیں کہ حضرت سعدؓ سے علم لیکر حضرت زبیرؓ کو دیا گیا۔ مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ علم انصار کا تھا۔

اس کے بعد ابوسفیان بجلت مکہ گیا۔ اور بلند آواز سے پکارا کہ اے قریش محمدؐ آئے اور کسی کو اُن سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے۔ پیشتر ابوسفیان کی عورت ہند بنت عتبہ نے غصہ میں اس کی مونچھ پکڑلی۔ اور چلائی کہ اے بنی کنانہ اس کم بخت کو قتل کر دو یہ کیا بک رہا ہے۔ اور اس کو بہت گالی دی۔ لوگ جمع ہو گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اس وقت ان باتوں سے کچھ نہ ہوگا۔ کوئی محمدؐ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جو میرے گھر میں داخل ہو اُس کو امن ہے۔ جو مسجد میں داخل ہو اُس کو امن ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ارے کم بخت تجھ کو کیا خبر تیرے گھر میں کتنے آدمی آسکیں گے۔ ابوسفیان نے کہا کہ جو اپنا دروازہ بند کر لے اُس کو بھی امن ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو اُس کو بھی امن ہے لوگ بھاگے کوئی مسجد کی طرف گیا کوئی اپنے گھر کی طرف۔

مکہ میں داخلہ اس کے بعد رسول اللہؐ کداء کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے کداء بفتح کاف و مد ثنیۃ علیا میں مجون بھی جنت المعلاۃ کی طرف ہے۔ اور

لہ قاموس میں ہے کہ کدا اور کدی پر وفات کا ذکر ہے اور ایک پہاڑ کا نام ہے اور اسی کی طرف ہے جس طرف ۔۔۔ رسول اللہؐ مکہ میں داخل ہوئے تھے اور کُدی کے وزن پر بھی مضبوط ہے اور جنت المعلاۃ یہ ایک قبرستان ہے ایک پہاڑ مکہ میں ہے اس طرف سے آپ مکہ اور بھی ایک راستہ ہے جو ثنیہ کے قریب ہے اور ذی طوی مضموم طاء و فتح مخفف یہ بھی ایک پہاڑ کا نام ہے جو مکہ کے قریب ہے اور ذکر آ الخلاصہ طائف میں ایک شیخ صاحب تاجوں کے کہ یہ راستہ میں سے اور ذکر آ الخلاصہ طائف میں ایک شیخ صاحب تاجوں کے کہ یہ راستہ میں سے اور اس کی تفصیل میں طعن کی ہے اور تقویۃ الرحمٰن اقوال میں ہے کہ ۱۲ منہ

لہ جون جانے والے معتمد جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶ میں لکھتے ہیں کہ ایک جگہ ہے جس کو قعیقعان کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کئی ایک جگہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ وہی جگہ ہے جس کو ابراہیم کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ قریش کی قربان گاہ تھی ۱۲ منہ

لہ ابوثابت فرماتے ہیں انصار کے سردار تھے مکہ شام میں وفات پائی ۱۲ منہ

اسی مقام پر آپ کے لیے قبہ نصب کیا گیا اور خالد بن الولید کو حکم دیا کہ کدی کی طرف سے مکہ میں داخل ہوں۔ کدی بضم کاف و قصر مجمہ مقبل میں ہے۔ حضرت خالد یمن پر مقرر تھے اور اُن کے ساتھ اسلم سلیم، غفار، مزینہ، جہینہ اور دوسرے عربی قبائل تھے۔ اور حضرت ابو عبیدہ غیر مسلح لوگوں پر امیر تھے اور باہر وادی میں تھے۔ بعض روایت میں ہے کہ وہ رجالہ یعنی پیدل پر امیر تھے۔ بعض میں ہے حُسَّر یعنی غیر مسلح لوگوں پر ابن عیم کہتے ہیں کہ خالد بن الولید کو آپ نے فرمایا کہ اگر قریش کا کوئی شخص متعرض ہو تو اسکو کاٹ کر ڈال دو۔ اور ہم سے صفا پر آکر ملو۔

عکرمہ بن ابی جہل صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو نے خندمہ میں مُنضمہ قریش اور مختلف قبائل کے اوباش کو جمع کیا تھا۔ اور حماس بن قیس بن خالد جس نے پہلے سے سلاح حرب درست کرکے لڑنے کی تیاری کی تھی۔ انہیں لوگوں کے ساتھ آکر شریک ہوا تھا۔ اُن لوگوں نے کچھ شرارت بھی کی تھی۔ کُرز بن جابر الفہری۔ اور خنیس بن خالد بن ربیعہ کو شہید کر دیا تھا۔ یہ دونوں صحابہ خالد کے لشکر میں تھے مگر لشکر سے بچھڑ ہو کر دوسرے راستے سے جا رہے تھے کہ اُن کو کفار نے شہید کر دیا۔ خالد کو معلوم ہوا تو پلٹے اور اُن کو قتل کرنا شروع کیا بارہ مشرکین مارے گئے بقیہ بھاگے اور حماس بھی بھاگا۔

ابن اسحاق نے حماس کا ایک لطیفہ لکھا ہے۔ یہ جب اہتمام سے اپنے آلات کو درست کر رہا تھا تو اُس کی عورت نے کہا کہ یہ کس سے لڑنے کا اہتمام ہے۔ اُس نے کہا کہ محمد اور اُن کے اصحاب سے۔ عورت نے کہا کہ محمد اور اُن کے اصحاب کے سامنے یہ کچھ کام نہ آئے گا۔ اُس نے کہا کہ دیکھ تو میں قوم کی کیسی خدمت کرتا ہوں اور ایک شعر

ملہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ خندمہ مشہور پہاڑ ہے کہ کاخندمہ صاحع خلف جبل ہے۔ دیکھو ان دونوں کا ذکر اول سطر دوسرے صفحہ کے شروع میں ہے

پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ لوگ آج آئے تو دیکھ لینگے کہ جو میں چوٹ نہیں سہہ سکتا مل سلاح اور تمام آلات میرے پاس ہیں جب یہ بھاگ کر پہنچے تو کیا ہوا اسی عورت نے کہا کہ وہ دعوے کیا ہوئے اس نے اس وقت بھی اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا

کاش تو اُس وقت موجود ہوتی — جب صفوان و عکرمہ بھاگ گئے

ایسی تلواریں ہم نے چلائیں کہ ہاتھوں اور سروں کو اڑا رہی تھیں

ہمارے ہاتھ میں وہ ہتھیار تھا — جو ضربات کی صفائی کو ظاہر کرتا ہے

(یہ وقت میری فضیلت میں کچھ نہ کہہ

دخول مکہ کی تفصیل صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ نے میمنہ پر خالد بن الولید کو میسرہ پر حضرت زبیر کو مقرر کیا۔ اور قبیلہ مسلح لوگوں پر حضرت ابو عبیدہ کو مقرر کیا جو بطن وادی میں تھے اور حضورؐ خود اپنی ایک جماعت میں تھے قریش نے اوباش و اتباع کو جمع کیا تو حضورؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو آواز دی انہوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ تو سعد بن عبادہ کو حضورؐ نے فرمایا کہ انصار کو بلاؤ اور صرف انصار کو اور وہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضورؐ کے گرد جمع ہوئے حضورؐ نے فرمایا کہ قریش کی اوباشت دیکھتے ہو سب نے کہا کہ ہاں دیکھتا ہوں آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر اشارہ کیا کہ سب کو صاف کر دو اور اس کے بعد مجھ سے صفا پر حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ چلے اور ہم میں سے جو شخص جس کافر کو قتل کرنا چاہتا تھا قتل کرتا تھا لیکن دشمن کا کوئی شخص ہماری طرف رخ کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا ابو سفیان نے یہ حال دیکھا تو رسول اللہ کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہ قریش تباہ ہوئے اب قریش کا نام دنیا میں باقی نہ رہے گا حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اُس کو امان ہے۔ جو شخص سلاح اوتار دے اس کو امان ہے۔ جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے اُس کو امان ہے۔

ملہ حضرت صفوان بن امیہ فتح مکہ کے وقت فرار ہو گئے تھے حضرت عمیر نے آپ کی سفارش پر حضورؐ سے امان لی اور حاضر خدمت ہوئے

Scanned by CamScanner

انصار نے جب قریش ایسے دشمن کے ساتھ رسول اللہؐ کی اس عنایت کو دیکھا تو اُن کو یہ تقاضائے فطرت انسانی شبہ ہوا اور آپس میں بولنے لگے کہ رسول اللہ پر اپنی قوم اور اپنے وطن کی محبت غالب آگئی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس وقت حضورؐ پر زوال وحی کے آثار شروع ہوئے۔ اور جس وقت وحی نازل ہوتی تھی کوئی شخص نظر اٹھا کر آپ کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا۔ الغرض جب وحی نازل ہو چکی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے معشر انصار تم لوگوں نے کہا ہے کہ اس شخص پر قوم اور وطن کی محبت غالب آگئی ہے خدا کی قسم یہ نہیں ہے۔ میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں نے خدا کی طرف اور تمہاری طرف ہجرت کی۔ اب میری زندگی تمہاری زندگی کے ساتھ ہے۔ اور میری موت تمہاری موت کے ساتھ ہے۔ یہ سنکر انصار پر رقت طاری ہوئی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گیا۔ اور سب نے کہا کہ یا رسول اللہؐ یہ کلمہ ہم لوگوں نے محض جذبہ شوق کی بنا پر کہا تھا یعنی اس لیے کہ حضورؐ کی جدائی ہمیں پسند نہ تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے خدا نے تمہاری تصدیق کی ہے۔ اور تم کو اس کلام میں معذور رکھا ہے۔

بیت اللہ کا داخلہ حضورؐ کا علم حجون میں جس کو جنت المعلےٰ کہتے ہیں بمقام فتح کے قریب نصب کیا گیا پھر حضورؐ بیت اللہ کی طرف چلے۔ خاص مہاجرین و انصار آپ کے آگے پیچھے اور اطراف میں ساتھ تھے۔ مسجد حرام میں داخل ہو کر پہلے حجر اسود کا استلام کیا۔ اُس کے بعد سواری پر طواف کیا اور اس روز آپ احرام کی حالت میں نہ تھے اس لیے صرف طواف پر اکتفا کیا۔ طواف کی حالت میں قوس آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اور بیت اللہ کے اطراف میں تین سو ساٹھ بُت نصب تھے۔ آپ قوس سے بُت کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا[1] پیٹھ کی طرف اشارہ کرتے تو منہ کے بل گر جاتا اور منہ کی طرف اشارہ کرتے تو پیٹھ کے بل گر جاتا۔

[1] یعنی جہاں پیچھے بھوفتح بتائی گئی ۱۲ منہ

[2] حق آیا اور باطل گیا گذرا باطل اور باطل جیسے تو بھی آتی جاتی رہتی ہے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ اسی روز مکہ کے دوسرے بڑے بڑے بُت توڑے گئے منات پر اساف اور عزیٰ پر نائلہ یہ دو خاص بُت تھے۔ قریش کا اُن بتوں کے متعلق یہ اعتقاد تھا کہ قوم جرہم کے یہ دو عورت و مرد تھے اور بیت اللہ میں زنا کیا تھا اس لیے مسخ کر دیئے گئے باوجود اس اعتقاد کے اُن کی پرستش کرتے تھے۔ مکہ میں ایک بڑا بت ہبل تھا یہ جب توڑا گیا تو حضرت زبیرؓ بن العوامؓ نے ابوسفیانؓ سے کہا کہ یہی معبود ہے جس پر تجھ کو ناز تھا۔ اور غزوۂ اُحد کے روز کہتا تھا اعل ھبل ابوسفیانؓ نے کہا اب اُس قصہ کو چھوڑو اور اُس خیال پر اب سرزنش نہ کرو۔ ہم سمجھ چکے ہیں کہ اگر محمدؐ کے خدا کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو وہ ہم لوگوں کی مدد کرتا۔ اور آج حالت دوسری ہوتی۔ کعبہ کی دیوار میں جو بُت زیادہ بلندی پر نصب تھے اور وہاں ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا اُس کے لیے حضورؐ نے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو اپنے کاندھے پر سوار کیا۔ اس طرح حضرت علیؓ نے اُن کو توڑا اور گرا دیا۔

جب حضورؐ طواف سے فارغ ہوئے تو عثمان بن طلحہ کو بلایا۔ اور اُن سے کعبہ کی کلید لیکر دروازہ کھولا اور اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ اور اُن کے ہاتھوں میں قمار کی تیریں ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ خدا ان کفار کو غارت کرے یہ دونوں جلیل القدر انبیاء ہیں کبھی اُن لوگوں نے جوا نہیں کھیلا۔ اور دیکھا کہ لکڑی کے دو کبوتر تھے اُس کو حضورؐ نے اپنے ہاتھوں سے توڑ دیا۔ اور تصویروں کے مٹانے کا حکم دیا چنانچہ وہ تصویریں مٹا دی گئیں۔

نماز و خطبہ ہجوم کی وجہ سے حضورؐ نے دروازہ بیت اللہ کا بند کر دیا۔ اندر آپ کے ساتھ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ رہ گئے۔ اس کے بعد دروازہ کے سامنے والی دیوار کی طرف آپ گئے۔ جب دیوار سے تین ذرع کا فاصلہ رہ گیا تو ٹھہر گئے اور وہیں پر آپ نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد بیت اللہ کے اطراف میں آپ گھومے اور ہر

Scanned by CamScanner

گوشہ پر توحید اور تکبیر کی آواز بلند کی۔ اس کے بعد دروازہ کھولا قریش مسجد میں بھر گئے تھے اور بعض بتا کر انتظار کر رہے تھے حضورؐ دروازہ پر کھڑے ہوئے اور دروازہ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر فرمایا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ اس کے بعد حضورؐ نے خطبہ پڑھا اور بعض رسوم جاہلیت کے متعلق فرمایا کہ یہ سب آج باطل ہے اور میرے پیروں کے نیچے ہے ماسوا قصاص اور دیت کے پہلے قاعدہ کو آج سے باطل فرمایا اور قتل خطا اور شبہ عمد میں دیت مغلظہ اور دیت غیر مغلظہ کے فرق کی تعیین و تحدید فرمائی اور کہا کہ اے معشر قریش تمہارے جاہلیت کا فخر آبا کے نسب پر بڑائی کا اظہار اب خدا نے تم سے مٹا دیا سب انسان آدم کی اولاد ہے اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے۔ پھر آیت پڑھی کہ خدا نے تم سب کو مرد و عورت سے پیدا کیا۔ اور شعوب و قبائل میں محض اس لیے تقسیم کر دیا کہ آپس میں ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ ورنہ خدا کے نزدیک مکرم وہی ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔

اس کے بعد حضورؐ نے پوچھا کہ اے قریش تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ اب کیسا سلوک کروں گا سب نے کہا کہ بھلائی آپ خود کریم ہیں۔ کریم کی اولاد میں ہیں اس لیے آپ سے خیر ہی خیر کی امید ہے حضورؐ نے فرمایا کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ لا تثریب علیکم الیوم جاؤ تم لوگ چھوڑ دیئے گئے۔ اذھبوا انتم الطلقاء

سقایہ و حجابہ اس کے بعد حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کعبہ کی کنجی اور سقایہ حجابت فرمائی تاکہ سقایہ اور حجابت دونوں بنی ہاشم میں جمع ہو جائیں۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ عباس بن عبد المطلبؓ نے اس روز کلید کعبہ کے لیے بڑی کوشش کی اور بعض بنی ہاشم کو بھی اس مطالبہ میں اپنے ساتھ شریک کر لیا تھا۔ سقایہ

۵۵ تمہارا آج کوئی الزام نہیں ہے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

حضرت عباسؓ کے ہاتھ میں تھا مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ بجابت حضرت علیؓ اپنے لیے طلب کرتے تھے یا حضرت عباسؓ کے لیے حضورؐ نے فرمایا کہ عثمان بن طلحہ کہاں ہیں۔ وہ آئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ لو یہ کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم لوگوں میں رہے گی یہ کلید تم سے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ کعبہ کی کلید پہلے بھی عثمان بن طلحہ کے پاس رہا کرتی تھی۔ اور وہ سوموار اور جمعرات کو کعبہ کا دروازہ کھولا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی عیر دن میں کھولنے کی خواہش رسول اللہؐ نے اُن سے کی۔ اُنہوں نے بڑی سختی سے انکار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے عثمان ایک دن ایسا ہوگا کہ یہ کنجی میرے اختیار میں ہوگی اور ہم اپنے اختیار سے جس ہاتھ میں چاہینگے رکھینگے۔ عثمان نے کہا کہ شاید اُس روز سارے قریش ہلاک ہو جائینگے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ قریش کے اصلی عزت کا دن ہوگا۔ فتح مکہ کے روز جب اس کنجی پر بنی ہاشم نے مطالبہ کیا تو حضورؐ نے عثمان کو بلا کر کہا کہ تو آج وعدہ کے پورا ہونے کا دن ہے اور اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ کنجی تم لوگوں میں رہے گی۔ جب عثمان لیکر چلے تو حضورؐ نے اُن کو بلایا۔ اور وہ قصہ یاد دلایا اُنہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ

۵۵ شیبی جو اب کعبہ کے کلید بردار ہیں وہ شیبہ بن عثمان بن طلحہ کی اولاد میں لیکن دوسری روایت ہے کہ آپ نے کعبہ کی کلید شیبہ بن عثمان الاوقص بن ابی طلحہ بن عبد اللہ بن عبد العزیٰ بن عبد الدار القرشی العبدری کو دیا تھا اُن کی اولاد شیبی ہیں۔ یہ شیبہ غزوہ حنین میں مسلمان ہوئے۔ اور ان کا باپ عثمان بن ابی طلحہ غزوہ اُحد میں کافر قتل ہوا اور شیبہ کی ماں سعب بن جمیر کی بہن ام جمیل بنت جمیر تھیں۔ واقدی کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فتح مکہ کے روز کلید کعبہ شیبہ اور عثمان کو دی اس وقت سے عثمان کے پاس رہی اُن کے انتقال کے بعد شیبہ نے لیا اور شیبہ کے بعد ان کی اولاد میں اب تک ہے۔ بظاہر عثمان اور شیبہ چچازاد بھائی تھے عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبد اللہ بن عبد العزیٰ ہیں کو حضورؐ نے کنجی دی اور جو مسلمان ہوئے اُن کا چچا تھا عثمان ابن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ اُحد میں کافر مرا اور جو شیبہ کا باپ تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ

بیشک آپ خدا کے رسول ہیں اور وہ مسلمان ہوئے

فتح مکہ کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان بن طلحہ کلید ملنے کے بعد فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے لیکن حضرت خالدؓ اور عمرو بن العاصؓ کے اسلام کا قصہ اصحابؓ سیر جہاں لکھتے ہیں وہاں یہ بھی لکھتے ہیں کہ عثمان بھی اسی وقت اُن لوگوں کے ساتھ مسلمان ہو چکے تھے۔ بظاہر دونوں اشکال ہی خالی نہیں ہیں پہلے کہ کعبہ کی کلید فتح کے بعد صرف مسلم کو بظاہر حضورؐ نہ دیتے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان پہلے ہو چکے تھے لیکن اگر پہلے مسلمان ہو چکے تھے تو اب تک قریش نے اُن کے پاس کلید کیسے رہنے دی یہ بھی مستبعد ہے شاید مکہ میں اعلام کا اپنے اُنہوں نے پہلے اعلان نہ کیا ہو۔ اور مسلمان پہلے ہو چکے ہوں اعلان اس روز ہوا ہو واللہ اعلم

کعبہ میں پہلی اذان

اس کے بعد حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ کعبہ پر چڑھ کر اذان دو۔ اس وقت قریش کے بڑے بڑے سُرخا ابوسفیان بن حربؓ عتابؓ بن اسید حارث ابن ہشام وہیں مسجد فتح کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب نے کہا اچھا ہوا خدا نے اسید کو اٹھا لیا اور یہ سننے کے لیے زندہ نہ رکھا جس کو وہ سن نہیں سکتے تھے۔ حارث نے کہا کہ ہم تو اگر سمجھ لیں کہ جو یہ ہے تو اُسکی اتباع کریں ابوسفیان نے کہا کہ خدا کی قسم ہم کچھ نہ بولینگے۔ ہم بولیں تو یہ کنکریاں جاکر محمدؐ کو خبر کر دینگی۔ اس کے بعد ہی حضورؐ وہاں پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جو کچھ تم لوگ بولے اُس کا علم ہمیں ہو گیا ہے پھر ایک ایک کے کلام کو حضورؐ نے اُن کے سامنے دہرایا اُسی وقت عتاب بن اسیدؓ اور حارث بن ہشام مسلمان ہو گئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ہماری باتوں سے کوئی واقف نہ تھا جس پر ہم شبہ بھی کر سکیں یقیناً آپ کا علم خدا کی طرف سے ہے

اس کے بعد حضورؐ اُم ہانی کے مکان میں تشریف لے گئے غسل کیا اور آٹھ رکعتیں نماز

پڑھیں کسی نے سمجھا کہ یہ صلوٰۃ الضحیٰ تھی کسی نے کہا کہ فتح کے شکریہ میں یہ نمازیں آپ نے پڑھی تھیں واللہ اعلم

عام معافی باستثنا چند

جب فتح مکہ حاصل ہو گئی اور چین ہو گیا تو آپ نے عام معافی کا اعلان کر دیا لیکن چند مرد و عورت کو اس معافی سے مستثنیٰ کیا۔ اور حکم دیا کہ یہ جہاں ملیں قتل کیے جائیں گو وہ استار کعبہ میں لپٹے ہوئے ہوں۔ ابن قیم نے اُن کی تعداد دس لکھی ہے مگر اور لوگوں نے زیادہ لکھا ہے اُن میں بعض قتل کیے گئے بعضوں نے اسلام قبول کیا وہ معاف کر دیئے گئے ان کا خلاصہ لکھتا ہوں۔

۱ عبدالعزیٰ بن خطل یہ مسلمان ہو گیا تھا صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا گیا خدمت کے لیے ایک مسلمان کو اُس کے ساتھ کیا گیا۔ کام میں کچھ اس کی مرضی کے خلاف ہوا تو اُس مسلمان کو قتل کر دیا۔ اور قصاص کے خوف سے صدقات کے جانوروں کو لیکر مکہ بھاگ گیا۔ اعلان کے بعد معلوم ہوا کہ کعبہ کے پردہ میں چھپا ہوا ہے حضورؐ نے حکم دیا کہ اُس کو وہیں قتل کر دو۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ سعید بن حریث مخزومی اور ابوبرزہ اسلمیؓ دونوں نے مکہ اُس کو قتل کیا۔

۲ صفوان ابن امیہ اسلام کی مخالفت میں مشہور شخص ہے۔ بھاگ کر یمن جا رہے تھے جدہ جا چکے تھے عمیر بن وہب الجمحیؓ نے رسول اللہؐ سے اُن کے لیے امن کی خواہش کی حضورؐ نے امن دیا اور اس کی نشانی میں اپنا عمامہ دیا یہ جاکر اسکو ملے۔ اُس نے آکر رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ عمیر کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے

سعید بن حریث فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور اپنے بھائی عمرو بن حریث کے ہمراہ مدینہ گئے تھے اور وہیں مقیم ہو گئے تھے۔ ابن حجر نے ان کے نام میں بہت اختلاف بتایا ہے ابن حجر نے ان کے نام میں سعید بن عبید کو ترجیح دی ہے بخاری میں ہے کہ یہ اجنادین کی لڑائی میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھے۔ خواص میں ان کا انتقال ہوا ہے

معاف کر دیا گیا یہ صحیح ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں صحیح ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ اسلام قبول کرنے کے لیے جس دو مہینہ کی مہلت دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم کو چار مہینہ کی مہلت ہے۔ پیچھے غزوۂ حنین کے وقت مسلمان ہو گئے مگر مولفۃ القلوب میں تھے

۳ عکرمہؓ بن ابی جہل یہ ابوجہل کے صاحبزادے تھے اپنے باپ کی دشمنی کا کیا کہنا۔ یہ بھاگ کر یمن چلے گئے لیکن ان کی زوجہ ام حکیم بنت الحارث بن ہشام جو ابوجہل کی بھتیجی تھیں مسلمان ہو گئیں۔ اور اپنے شوہر عکرمہ کیلئے معافی بھی چاہی۔ حضورؐ نے معاف کر دیا یہ خود یمن گئیں اور معافی کا حال بیان کیا۔ عکرمہ کو بڑا تعجب ہوا کہ مجھ کو اور محمدؐ نے معاف کر دیا۔ آخر اپنی زوجہ کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں آئے اور مسلمان ہوئے اور اس کے بعد صادق مسلمان رہے۔

صفوان ابن امیہ کی زوجہ اور عکرمہ بن ابی جہل کی زوجہ دونوں مسلمان ہو چکی تھیں اور ان کے شوہر بھاگ بھی چکے تھے مگر جب پیچھے وہ دونوں مسلمان ہوئیں تو اُن کو اپنی اپنی زوجہ کے ساتھ پہلے ہی نکاح پر رہنے کی حضورؐ نے اجازت دی۔

۴ عبداللہ بن سعد ابی سرح یہ پہلے مسلمان تھے اور کاتب وحی بھی تھے مگر مرتد ہو گئے۔ اور جھوٹی جھوٹی باتیں مشہور کر کے لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی۔ اس لیے اِن کے قتل کا حکم ہوا لیکن یہ حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے اُنھوں نے اِن کے لیے سفارش کی۔ حضورؐ دیر تک ساکت رہے۔ آخر معاف کر دیا لیکن صحابہ سے فرمایا کہ ہم نے دیر اس لیے کی تھی کہ کوئی اس کو قتل کر دے صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ نے اشارہ کیوں نہ کر دیا۔ فرمایا کہ نبی اشارہ سے قتل نہیں کیا کرتا۔ یہ پیچھے صادق مسلمان رہے۔

۵ قریرۃ بصیغہ ابن نقید بن وہب شاعر تھا۔ اور حضورؐ کی ہجو کہتا تھا حضرت علیؓ نے اس کو قتل کیا۔

---

۶ مقیس بکسر میم وسکون قاف وفتح تحتانیہ ابن صُبابہ بضم صاد اس کو نمیلہ بن عبداللہ نے قتل کیا۔ نمیلہ بنون ہے۔

۷ خطل بن الاسود بفتح ہا وتشدید طا مہملہ وحدہ۔ یہ وہی شخص ہے جس نے ہجرت کے وقت حضرت زینبؓ کو سخت تکلیف پہنچائی تھی اور اُن کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ یہ بہت عرصہ تک اِدھر اُدھر چھپا رہا۔ اور صحابہؓ اُس کی تلاش میں تھے آخر تنگ آکر ایک روز خود بخود ایک رسول اللہ کے سامنے حاضر ہو گیا۔ اور عرض کیا کہ میں گنہگار اور قصوروار تھا۔ مگر خدا نے میری ہدایت کی۔ اور مسلمان ہوا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور کہا کہ میں آپ سے سخت شرمندہ ہوں۔ اور مجھ سے بڑی زیادتیاں ہوئی ہیں۔ اس اعتراف اور معذرت کے بعد رسول اللہؐ نے اُس کو سزا دینا یا قتل کرنا پسند نہ فرمایا۔ اور کہا کہ میں نے خطل کو معاف کر دیا۔

۸ حارث بن طلاطلہ بضم طا اول وکسر طا ثانیہ۔ بڑا موذی تھا حضرت علیؓ نے اس کو قتل کیا۔

۹ کعب بن زہیرؓ یہ ۹ھ میں اپنے بھائی کے ساتھ حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور حضورؐ کی مدح میں مشہور قصیدہ بانت سعاد پڑھا۔ حضورؐ اُن سے بہت خوش ہوئے معاف کیا اور اپنی چادر عنایت فرمائی۔

۱۰ وحشی قاتل حضرت حمزہؓ حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔ حضورؐ نے اس کی زبان سے حضرت حمزہؓ کے قتل کا حال سنا۔ اس کو چھوڑ دیا مگر کہا کہ تو میرے سامنے نہ آیا کر۔ یہ گو مسلمان ہو گیا تھا مگر آخر عمر تک شراب پیتا رہا۔ اور اسی حالت میں مرا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا کو منظور نہ تھا کہ حمزہؓ کا قاتل یوں بخش دیا جائے۔

۱؎ نمیلہ بن عبداللہ اللیثی یہ بیعت سے ہم کو ملتے ہیں، منہ ۱۲ ان کا ذکر آگے آئے گا منہ

۲؎ وحشی بن حرب۔ حضرت حمزہ کو انہیں نے شہید کیا۔ غزوۂ طائف کے بعد ۱۰ھ میں آئے جبیر یا سکی بجگہ میں مسلمان ہوئے۔

۶ شریک ہوئے اور مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔ مقام حمص میں انتقال ہوا۔

۱۱ عبداللہ بن زبعری یہ بھی شاعر تھا پہلے حاضر ہو کر مسلمان ہوا حضورؐ نے اس کو معاف کر دیا۔

عورتیں

۱۲ ہندہ جب اسلام کی بڑی دشمن تھی حضرت حمزہؓ کو اسی نے شہید کیا تھا اور فتح مکہ کے وقت تک اس کی دشمنی کا یہ حال تھا کہ اپنے شوہر ابوسفیان کی موجودگی میں بڑبڑاتی تھی جیسا پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ یہ چہرہ چھپا کر اور عورتوں کے ساتھ آکر مسلمان ہوئی اس کے بعد ظاہر کیا کہ میں ہندہ بنت عتبہ ہوں اس کی بیعت قبول فرمائیے بیعت کے وقت بھی جرح کرتی تھی حضورؐ نے سلمان ہونے کی وجہ سے اس کو معاف کر دیا۔

۱۳ قرینہ یہ ہے کہ صفیہ و قرنین بفتح قاف و سکون راء و فتح نون ہر دو نوں ابن خطل مذکور کی لونڈیاں تھیں۔ اور گانا جانتی تھیں۔ اور گا کر رسول اللہ کی ہجو کیا کرتی تھیں فرار ہو کر نکل گئی لیکن قرینہ نہ بھاگی اور پیچھے آکر مسلمان ہو گئی۔

۱۵ ارنب یہ بھی ابن خطل کی لونڈی تھی قتل ہوئی۔

۱۶ علامہ مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ یہ وہی عورت ہے جس کی معرفت حاطب ابن ابی بلتعہ نے قریش کو خط بھیجا تھا بعض کہتے ہیں کہ اس کو حضرت علیؓ نے قتل کر دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مسلمان ہو گئی اور اصابہ میں ہے کہ یہ بنی المطلب کی لونڈی تھی اور اسی کے پاس حاطب کا خط تھا۔ فتح کے روز رسول اللہؐ نے اس کو امن دیا تھا ظاہر ہے کہ یہ اس فہرست میں نہیں آتی۔

۱۷ ام سعد یہ بھی قتل کی گئی مگر اس کا مزید حال معلوم نہیں۔

دوسرا خطبہ فتح کے دوسرے روز رسول اللہؐ کوہ صفا پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ پڑھا پہلے خدا کی حمد و ثنا بیان فرمائی۔ اس کے بعد کہا کہ اے لوگو خدا نے

مکہ کو اسی روز حرم بنایا جس روز آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ یہ جگہ خود خدا کے حرم بنا دینے سے حرم ہے۔ اور قیامت تک حرم رہے گی کوئی شخص جو خدا اور قیامت پر ایمان لایا ہو اس کو جائز نہیں ہے کہ یہاں خون بہائے۔ یا یہاں کے درخت کو کاٹے اگر کوئی شخص رسول اللہؐ کے قتال کی وجہ سے قتال کی یہاں اجازت دے تو اس کو کہدو کہ خدا نے صرف اپنے رسول کو اجازت دی تھی۔ تم کو خدا نے اجازت نہیں دی ہے۔ میرے لیئے دن کے ایک حصہ میں یہاں قتال حلال کیا گیا لیکن آج پھر اس کی حرمت ویسی ہی قائم ہو گئی جس طرح کل تھی۔ اور جو لوگ اس وقت موجود ہیں ان کو ضرور ہے کہ اس خبر کو ان تک پہنچا دیں جو غائب ہیں۔

بعض روایت میں ہے کہ انصار کا یہ شک کہ حضورؐ یہاں رہ جائینگے۔ اور حضورؐ کا یہ فرمانا کہ معاذ اللہ المحیا محیاکم والممات مماتکم کوہ صفا پر اس خطبہ کے بعد ہوا تھا واللہ اعلم

انہیں ایام میں یہ قصہ ہوا کہ حضورؐ طواف کر رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر بن الملوح نے ارادہ کیا کہ اس وقت رسول اللہؐ کو قتل کر دیں۔ اتنے میں حضورؐ ان کے پاس پہنچے اور کہا کون ہے فضالہ کہا کہ ہاں یا رسول اللہؐ آپ نے فرمایا کہ ابھی دل میں کیا سوچ رہے تھے۔ فضالہ نے کہا کچھ نہیں خدا کا ذکر کر رہا تھا حضورؐ مسکرائے اور فرمایا کہ استغفار کرو استغفار۔ پھر فضالہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا فضالہ خود کہتے ہیں کہ حضورؐ کے ہاتھ اٹھانے کے قبل ہی مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ خدا کی مخلوق میں حضورؐ سے زیادہ ہمیں کوئی محبوب نہیں ہے

اہدام اصنام اس کے بعد حضورؐ نے اہتمام کیا کہ مکہ سے باہر اطراف میں جو بڑے بڑے بت ہیں ان کو منہدم کر دیا جائے چنانچہ لات منات عزیٰ کے اہدام کے لیئے آپ نے آدمی بھیجے حضورؐ کے منادی نے تمام مکہ میں اعلان کیا کہ جو شخص خدا اور قیامت پر یقین رکھتا ہے۔ وہ اپنے گھروں میں کوئی بت نہ رہنے دے نخلہ میں عرب کے نامی اور مشہور بت عزیٰ کا استھان تھا جب رمضان کے پانچ دن باقی

وہ آپ نے حضرت خالد بن الولیدؓ کو تیس سواروں کے ساتھ وہاں بھیجا۔ وہ اس کو منہدم کرکے واپس آئے تو حضورؐ نے پوچھا کہ تم نے وہاں کچھ دیکھا کہا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تب ابھی وہ منہدم نہیں ہوا ہے۔ جاؤ اس کو پھر منہدم کرو۔ یہ غصہ میں اپنی تلوار کھینچے ہوئے پھر پہنچے تو ایک عورت سیاہ ننگی منتشر بال نکلی اور بت خانہ کا خادم شور کر رہا تھا۔ انہوں نے اُس عورت کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد حضورؐ کو خبر دی۔ فرمایا ہاں یہ عزیٰ تھی۔ اور اب تمہارے ملک میں اس کی پرستش نہ ہوگی۔ یہ بنی قریش اور تمام بنی کنانہ کا سب سے بڑا بت تھا۔ اور بنی شیبان اس کے خادم تھے۔

مُحَلِّم کا مشورت سواع تھا۔ اس کو بدم کرنے کے لیے عمرو بن العاصؓ کو بھیجا یہ جب وہاں پہنچے تو اس کے خادم نے کہا کہ کیا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ نے بھیجا ہے کہ اسے منہدم کر دیں۔ اُس نے کہا کہ ایسا نہ کر سکو گے۔ میں نے کہا کیوں۔ اس نے کہا کہ وہ مدافعت کرے گا۔ میں نے کہا کہ کیا تو اب تک باطل پر ہے افسوس کیا دیکھتا اور سنتا ہے۔ اس کے بعد میں قریب گیا اور منہدم کیا اور میرے ساتھیوں نے اُس کے بیت خزانہ کو گرایا مگر کچھ اُس میں تھا نہیں۔ اس کے بعد میں نے خادم سے کہا کہ تم نے دیکھ لیا۔ اُس نے کہا کہ ہاں میں مسلمان ہو گیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مناۃ۔ اوس۔ خزرج اور غسان وغیرہ کا مشہور بت تھا۔ اُس کا صنمخانہ مشلل میں قدید کے قریب تھا۔ وہاں حضورؐ نے سعد بن زید اشہلی کو بھیجا۔ اور اُن کے ساتھ بیس سوار گئے۔ وہاں کے خادم نے کہا کہ کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ مناۃ کا انہدام اُس نے کہا کہ تم جاؤ اور وہ۔ سعد انہدام کے لیے بڑھے تو ایک ننگی عورت نکلی۔ اس کے سر کے بال منتشر اور سینہ پیٹتی ہوئی۔ خادم نے کہا کہ مناۃ یہ تیرے نافرمان بندے ہیں سعد نے بڑھکر اُس عورت کو قتل کیا پھر اُس کے صنم کو منہدم کیا۔ اور بیت خزانہ کو گرایا مگر وہاں بھی کچھ نہ ملا۔

خالدؓ بن ولید اور بنی جذیمہ

خالد بن ولیدؓ جب ابھی کو منہدم کرکے آئے تو حضورؐ نے بنی جذیمہ[1] کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا مقاتلہ کا اُن کو حکم نہ تھا۔ یہ تین سو مہاجر و انصار اور بنی سلیم کے ساتھ وہاں گئے اُن سے پوچھا کہ تم کون کیا ہو۔ انہوں نے کہا ہم مسلمان ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ صدقہ ادا کیا ہے۔ تمہاری مسجد ہے اذان ہوتی ہے۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ پھر سلاح کیوں رکھے کہا کہ میں نے سمجھا تھا کہ کوئی دشمن قبیلہ ہوگا۔ یہ روایت اصحاب سیر کی ہے بخاری میں ہے کہ وہ صاف طرح یہ نہ بیان کر سکے کہ ہم مسلمان ہیں بلکہ کہا ہم صابی ہو گئے ہیں۔ یہ اس لیے کہ جو شخص مسلمان ہوتا تھا قریش اُس کو صابی کہتے تھے۔ بہرکیف جو بھی ہو حضرت خالدؓ نے اُن کو قتل کیا۔ اور اس کے بعد گرفتار کرکے ہر دو ہوں پر باندھ باندھکر اپنے لوگوں میں حفاظت کے لیے تقسیم کر دیا۔ اور صبح کے وقت حکم دیا کہ جو قیدی جس کے پاس ہے وہ اُس کو قتل کر دے۔ بنی سلیم کے پاس جو قیدی تھے ان سب کو انہوں نے قتل کر دیا۔ لیکن انصار اور مہاجرین نے قتل نہ کیا بلکہ انکو رسول اللہ کی خدمت میں لے آئے۔ رسول اللہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو بے چین ہو گئے اور فرمایا کہ خدایا میں اس سے بری ہوں جو خالد نے کیا۔ خدایا میں اس سے بری ہوں جو خالد نے کیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ بنی جذیمہ کے جو لوگ قتل ہوئے ہیں اُن کی دیت ادا کریں۔ اور جن کا مال ضائع ہوا ہے اُن کا مال ادا کریں۔

اس معاملہ کے متعلق حضرت خالدؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ میں کچھ سوء اخلاقی بھی ہو گئی تھی۔ حضورؐ نے کہا کہ خالد چپ رہو۔ اگر تمہارے پاس اُحد کا پہاڑ سونا بن جائے اور تم سب کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تاہم تم میرے صحابی میں سے کسی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور کچھ روز تک حضورؐ اس بات میں حضرت خالدؓ سے ناراض بھی رہے

[1] بنی جذیمہ بجیم مضموم جذمۃ دال ہو کسور جذمۃ و تخفیف میم کان جذامۃ بمعنوع ۱۲ منہ مقتبس از فتح الباری

مشرکین میں سے ہیں صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول فرمایا اور ہمیشہ چلے کے تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ شریک

(بقیہ صفحہ)

حکم اراضی مکہ و مکانات مکہ

سیاق قصۂ فتح سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ مکہ عنوۃً فتح ہوا کفار سے کسی قسم کی صلح نہ ہوئی نہ کوئی صلح نامہ مرتب ہوا حضورؐ نے باقاعدہ اپنی فوج کا تین حصہ میسرہ و مرتب کیا ایک طرف سے حضرت خالدؓ اور ایک طرف سے حضرت زبیرؓ اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے مکرمہ اور صفوان وغیرہ نے کچھ اوباش کو لیکر مقابلہ کیا اور شکست کھا کر بھاگ گئے فتح کے بعد خود حضورؐ نے اپنی خوشی سے قریش کو معاف کر دیا۔ اور کہا کہ اسلم العطلقاء اس لفظ میں اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ ہم تم کو قدرت اور اختیار حاصل ہو جانے کے بعد چھوڑ دیتے ہیں۔ اور جس جس کو آپ نے چاہا اُس کے قتل کا اعلان کیا۔ اسی قتال کی وجہ سے ایک دن یا کچھ حصہ ایک دن کا مکہ میں حرم کا حکم نہ رہا دوسرے روز آپ نے فرمایا کہ آج حرم کا پھر وہی حکم قائم ہو گیا جو اس سے پہلے تھا اور آپ نے فرمایا کہ اب کسی شخص کو بھی مکہ میں قتال جائز نہیں ہے۔ ان سب امور کو دیکھنے کے بعد اس میں شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ مکہ فتح ہوا لیکن باوجود اس کے مکہ کی اراضی فاتحین پر تقسیم نہیں کی گئی جیسا کہ غنیمت کا حکم ہے۔ اس کی وجہ وہی ہے جو ہم خیبر کی اراضی کے باب میں کہہ چکے ہیں۔ اراضی کا حکم منقولات کا نہیں ہے غنیمت میں سے خمس لینے کے بعد بقیہ کو فاتحین پر تقسیم کر دینے کا حکم ہے مگر زمین کا یہ حکم نہیں ہے۔ اُس میں امام کو اختیار ہے تقسیم کرے۔ یا مصالح عمومی کے لیے محفوظ رکھے۔

شبہ یہ ہے کہ مفتوحہ زمین اگر تقسیم نہ کی جائے تاہم وہ مصالح عامہ کے لیے وقف رہتی ہے یا امام کے قبضہ میں رہتی ہے۔ جیسا کہ خیبر وغیرہ میں ہوا۔ لیکن مکہ میں یہ بھی نہ ہوا حتیٰ کہ خود رسول اللہ سے صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کل آپ اپنے مکان میں ٹھہریں گے حضورؐ نے جواب دیا کہ کیا عقیلؓ نے ہم لوگوں کے لیے کچھ چھوڑا ہے۔ مہاجرین صحابہ کے

لہ عقیل بھائی طالب فتح میں ۲۰ سال قبل ہجرت مسلمان ہو گئے تھے اور غزوۂ احد میں ثابت قدم رہے ہیں

ہجرت کی حضورؐ نے مکہ چھوڑا ہے ۸ھ میں مکہ فتح ہوا ۱۰ھ میں حضورؐ نے حجۃ الوداع کیا ۱۱ھ میں انتقال کیا جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

مکانات پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا مگر کسی ایک مہاجر کو بھی آپ نے اُس کا مکان نہیں دلوایا یہ اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ مکہ عنوۃً فتح نہ ہوا۔ ایسا کہنا واقعات کا صریح انکار ہے۔ بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کی اراضی اور مکانات کا حکم دوسری جگہ سے علیحدہ ہے مکہ حج اور مناسک کی جگہ ہے۔ مسجد حرام اور صفا و مروہ منیٰ و عرفات تمام دنیا کی عبادت کے لیے مشترک ہے۔ اس پر تو ظاہر ہے کہ کسی کی ملکیت ہو نہیں سکتی مگر اس کے سوا مکہ کی تمام زمین حرم ہے وہ بھی کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں ہو سکتی جمہور ائمہ جلف و خلف یہ کہتے ہیں کہ مکہ کی اراضی کی بیع اور مکانات کا اجارہ جائز نہیں ہے۔ اہل مکہ میں سے مجاہدؒ اور عطاءؒ کا یہی مذہب ہے۔ اہل مدینہ میں امام مالک صاحب۔ اہل عراق میں امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ اور اسی طرح امام احمد اسحٰق بن راہویہ رحمہم اللہ سب کہتے ہیں کہ اراضی مکہ کی بیع درست نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جو شخص بیوت مکہ کا کرایہ کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ اس کو دارقطنی نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ امام احمدؒ نے قاسم بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ جو شخص بیوت مکہ کا کرایہ کھاتا ہے وہ آگ کھاتا ہے اسی طرح طاؤس عطاء اور مجاہد سے بھی امتناع مروی ہے۔

لیکن باوجود ان روایات کے علماء کی ایک جماعت طبیعت کی قائل ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ مکہ کے مکانات میں بعثت کے پہلے اور بعد ہمیشہ وراثت جاری رہی اور کسی نے اس میں انکار نہ کیا عقیلؓ نے ابی طالب کے مکان پر دارالنبوۃ قبضہ کیا اور حضورؐ نے اس قبضہ سے انکار نہ کیا صفوان ابن امیہ سے ایک مکان حضرت عمرؓ نے چار ہزار درہم میں خریدا اور قید خانہ بنایا معاویہؓ نے دارالندوہ خریدا۔ اسی طرح اور مکانات کی بیع کا ذکر بھی احادیث صحیحہ میں مروی ہے۔ اگر وقف ہوتا اور ملکیت نہ ہوتی تو اس میں بیع اور وراثت کیونکر جاری ہوتی علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ بیع اور وراثت مکانات کے اینٹ اور

عمارات میں جاری تھی اور جاری ہے۔ یہ بلاشبہ جائز ہے لیکن مکانات کے اراضی میں وراثت اور بیع جاری نہیں ہوا اور عمارات اُن میں بھی بیع اور وراثت جائز ہے اور ملکیت بھی ہے لیکن اُس کا اجارہ احادیث مذکورہ کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔ مکانات کا حکم یہ ہے کہ اس پر ملکیت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے دارِ مالی۔ دارِ خدیجہ۔ دارِ ارقم۔ دارِ فلاں۔ دارِ فلاں کی نسبت ہو احادیث میں آئی ہے وہ صحیح ہے۔ مگر وہ مکان اگر ویران ہو جائے اور بنا باقی نہ رہے تو دوسرا شخص اُسی جگہ مکان بنا سکتا ہے۔ باقی تعمیرات میں باوجود ملکیت کے اجارہ درست نہیں ہے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ اِس طرح اصحاب مناسک اور مستحقین کے لیے ایک طرح کی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ اور چونکہ بیع اور اجارہ دونوں عقود متبائنہ ہیں اس لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بعض جگہ اجارہ درست ہے بیع جائز نہیں جیسے اوقاف میں اسی طرح یہاں بیع جائز ہے اجارہ درست نہیں جیسے مکاتب غلام میں۔

دورِ مکہ گو مملوکہ خاص ہیں مگر اس کے انتفاع سے کسی کو روکنا جائز نہیں ہے۔ امام[۵۵] الک صاحب روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے امیرِ مکہ کو لکھا کہ بیوت مکہ کو کرایہ پر نہ دیا جائے۔ اُنھیں نے حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اہلِ مکہ کو مکانات میں دروازہ لگانے سے منع کیا۔ تاکہ باہر کے لوگ جہاں چاہیں ٹھہر سکیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اہلِ مکہ کو دروازہ بند کرنے سے منع کیا اور فرمایا کہ جس کے گھر میں دروازہ نہیں ہے وہ نہ لگائے اور جس کے مکان میں دروازہ ہے وہ بند نہ کرے۔

الغرض مکہ کی اراضی اور اس کے منافع تمام عالم کے مسلمانوں میں مشترک ہیں۔ صرف اجنبیہ میں

[۵۵] مکاتب اُس غلام کو کہتے ہیں جس سے یہ بات طے ہو گئی ہو کہ اگر وہ اتنا بدل ادا کرے تو آزاد ہو جائے گا وہ جب تک بدل الکتابۃ ادا کرے غلام ہے اس لیے جس کی بیع درست ہے لیکن اجارہ درست نہیں کیونکہ اگر مالک اُجرت لے لیگا تو وہ بدل الکتابت نہیں ادا کرے گا ۱۲ منہ [۵۶] احمد بن حنبل فقہ حنبلی کے

ملکیت خاصہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کی زمین کا حکم اسلام کے قبل بھی یہی تھا۔ اس لیے کہ کی اراضی نہ تقسیم کی جاسکتی تھی۔ نہ امام قبضہ کرکے اُس سے انتفاع حاصل کرسکتے تھے۔ اس لیے اُس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا واللہ اعلم

اِس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مکہ گو عنوۃً فتح ہوا مگر دوسری مفتوحہ اراضی کی طرح کہ کی اراضی جزیہ و خراج نہیں لگایا جاسکتا۔ یہ معظم اور محترم جگہ ہے خدا نے خود اس کو محترم بنایا ہے اور فتح کے بعد اس کا احترام اسی طرح قائم ہو گیا جس طرح پہلے تھا۔ تمام روئے زمین کا یہ قبلہ ہے۔ مناسک کی جگہ ہے اور عبادت کا مقام ہے۔ اس کا مرتبہ اس سے افضل ہے کہ اُس پر خراج لگے۔ جو درحقیقت زمین کا جزیہ ہے۔

خطباتِ عظیمہ

رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے وقت دو مہتم بالشان خطبے ارشاد فرمائے ان دونوں خطبوں سے بہت سے علوم و مسائل پر استدلال کیا گیا ہے یہ خطبات مہمات دین سے ہیں۔ پہلا خطبہ بیت اللہ کے دروازہ پر تھا جس میں آپ نے رسوم جاہلیت کی نفی کی۔ انساب پر فخر کو منع فرمایا۔ اور دیت مغلظہ و غیر مغلظہ کی تعیین و تحدید فرمائی جس کے ضمن میں بہت سے مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔ اور دوسرا خطبہ دوسرے روز آپ نے کوہ صفا پر دیا۔ اس میں حرم کے احکام بیان فرمائے حرم میں جانوروں کا مارنا۔ شکار کرنا۔ درخت کاٹنا۔ یا اذخر کے سوا کسی سبزی کا کاٹنا سب کو ممنوع قرار دیا۔ ان مسائل پر تفصیلی بحث اور اُس کے جزئیات و توضیحات فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اس لیے سیرت میں اس کی تفصیل مناسب نہیں معلوم ہوتی۔

متعہ کی بقیہ بحث

ہم غزوۂ خیبر میں متعہ کے حکم پر مفصل بحث کر چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ فتح مکہ میں حضورؐ نے متعہ کی اجازت دی۔ اور غزوۂ حنین کے بعد بھی حضورؐ نے متعہ کیا۔ اُس کے تین دن بعد حضورؐ نے منع کر دیا اور فرمایا کہ میں نے پہلے اجازت دی تھی لیکن اب خدا نے قیامت تک کے لیے اس کو حرام کر دیا جو ایسی کوئی عورت

[۵۷] سبرۃ بن المعبد۔ ان کے والد صحابی ہیں حضرت ربیع اور دوسرے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔

کسی کے پاس ہو تو چھوڑ دے اور جو کچھ اُس کو دے چکا ہے وہ واپس نہ کرے۔ ابن الاکوعؓ کی روایت بھی صحیح مسلم میں ہے کہ حضورؐ نے عام اوطاس میں متعہ کی تین دن رخصت دی تھی پھر اُس سے منع فرما دیا۔ عام اوطاس اور عام فتح ایک ہی ہے اس لیے اس سے بھی مراد وہی فتح مکہ کی اجازت اور منع ہے۔

لیکن حضرت جابر بن عبداللہؓ سے صحیح مسلم میں روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہؐ کے زمانہ میں اور حضرت صدیقؓ کے ایام میں ایک مٹھی کھجور یا ایک مٹھی ستو پر متعہ کیا کرتے تھے حتیٰ کہ عمر بن الخطابؓ نے عمرو بن الحریث کے قصہ کے بعد بالکل منع کر دیا۔ اور ایک روایت حضرت عمرؓ سے بعض لوگوں نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں دو متعہ تھا۔ ایک متعۃ النساء اور دوسرا متعۃ الحج ہم دونوں سے منع کرتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کے امتناع کو تحریم پر محمول نہیں کر سکتے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی اس کے منافی نہیں ہے جو رسول اللہؐ نے فتح مکہ کے وقت کہا کہ آج سے خدا نے متعہ کو قیامت تک کے لیے حرام کر دیا۔ جن لوگوں نے اس کے بعد بھی متعہ کیا بلاشبہ اُن کو فتح مکہ کے اس امتناع کا علم نہ ہوا ورنہ وہ اس کے بعد ہرگز ایسا نہ کرتے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے یہ اس لیے کہا کہ ان کو حضورؐ کے مطلق منع کر دینے کا علم نہ ہوا۔ حضورؐ حجۃ الوداع میں اسی لیے اعلان کی ضرورت پڑی کہ بہتوں کو اُس کی خبر نہ ہوئی تھی کہ متعہ حرام ہو گیا ہے حضرت صدیقؓ یا حضرت عمرؓ کے وقت میں بعض لوگ اسی دلیل پر متعہ کرتے تھے کہ لوگوں نے رسول اللہ کے وقت میں کیا ہے حضرت عمرؓ نے زجراً ایسے لوگوں سے کہا کہ ہاں رسول اللہؐ کے وقت میں لوگ کرتے تھے مگر ہم منع کرتے ہیں یعنی باوجود کرنے کے پھر منع ہو گیا جس سے ہم واقف ہیں۔ حاشا وکلا حضرت عمرؓ کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ جو چیز رسول اللہؐ کے وقت میں جائز تھی اُس کو ہم اپنی رائے سے حرام بناتے ہیں

بعض لوگوں نے سبرہ بن معبد الجہنیؓ کی روایت کو جو صحیح مسلم میں ہے محض اسی وجہ سے

ناقابل حجت سمجھا ہے کہ اُس کو امام بخاریؒ نے اپنے صحیح میں روایت نہیں کیا۔ حالانکہ ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ اس باب میں سب سے بہتر روایت ہے پھر بھی لوگ جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے متعہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ اُس کو بھی بخاریؒ نے روایت نہیں۔ دوم اس روایت سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ کو حرمت کا علم نہ ہوا۔

اصل یہ ہے کہ صحابہؓ نے جس کام کو خود رسول اللہؐ کے سامنے دیکھا یا رسول اللہؐ سے سنا اس پر وہ نہایت وثوق سے قائم رہتے تھے اور بڑی مشکل سے وہ اپنے علم کے خلاف کسی کی بات کا یقین کرتے تھے۔ حالانکہ بہت سے احکام منسوخ ہو جاتے تھے اور دوسرے صحابہ کو اُس کے نسخ کا یقینی علم ہوتا تھا حضرت ابن عباسؓ کو متعہ کے جواز پر سخت اصرار تھا باوجودیکہ اُن کو حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ نے کہا کہ یہ منسوخ ہو گیا ہے تاہم وہ مرتے دم تک اپنے خیال پر مصر رہے۔ صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ[1] بیٹھے ہوئے تھے تو عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ بعض آدمی جن کے قلوب بھی ایسے ہی اندھے ہو گئے ہیں جیسے اُن کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں وہ متعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ کیا نا سمجھی ہے رسول اللہؐ کے وقت میں ہم لوگوں نے متعہ کیا ہے۔ ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ اچھا اب آزما کر دیکھو ہم تمہیں رجم کرتے ہیں یا نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کو اس وقت تک اصرار تھا اور اسی بنا پر کہ رسول اللہؐ کے وقت میں ہوا ہے لیکن اس کے بعد انہوں نے رجوع کیا جیسا کہ ان سے ثابت ہے۔ حضرت جابرؓ کا طرز بیان یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے بھی پیچھے رجوع کیا۔ ان کی روایت کے الفاظ لکھ چکا ہوں کہتے ہیں کہ عمرؓ نے عمرو بن الحریث کے قصہ کے بعد بالکل منع کر دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے منع کو انہوں نے قبول کر لیا۔ اور مسلم میں ایک روایت ہے کہ اُن کے سامنے ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ کے اختلاف

[1] حضرت ابن عباسؓ نابینا ہو گئے تھے ۱۲ منہ

کا ذکر ہوا تو انھوں نے کہا کہ عمر نے پیچھے منع کر دیا ہے یعنی بظاہر اُنھوں نے ابن زبیرؓ کے قول کو ترجیح دی۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سمجھا دیا کہ منع ہو گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ عمرؓ نے رسول اللہ کے حکم کو خود منسوخ کر دیا اور صحابہ نے اُن کے فسخ کو قبول کر لیا واللہ اعلم

بعض قضایا دسویں رمضان ۸ھ ہجری چہار شنبہ کے روز عصر کے بعد حضورؐ مدینہ سے عمرۂ فتح کے لیے روانہ ہوئے مع اختلاف الروایات۔ اور ۱۰ رمضان کو مکہ میں داخل ہوئے اور اُسی روز مکہ فتح ہوا۔ اس کے بعد رمضان کا بقیہ صیام اور چند روز شوال کا آپ مکہ میں ٹھہرے۔ بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ فتح کے بعد آپ دس روز مکہ میں رہے اور ابن عباس کی روایت ہے کہ انیس روز۔ ترمذی میں ہے کہ پندرہ روز۔ اور یہی ابن اسحاق بھی کہتے ہیں واللہ اعلم اور ان ایام میں سب سے برابر نماز میں قصر کیا۔ اور اُن ایام میں بعض قضایا بھی آپ سے صادر ہوئے۔

سرقہ فاطمہ بنت ابی الاسد بخاری میں حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے غزوۃ الفتح میں چوری کی۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ اُس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ اُس کی قوم میں بڑا اضطراب پیدا ہوا سب نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو منتخب کیا کہ وہ رسول اللہ سے سفارش کر دیں کہ اُس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے حضرت اسامہؓ نے جب رسول اللہ سے اس معاملہ میں گفتگو کی تو آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا کہ اے اسامہ تو حدود اللہ کے خلاف سفارش کرتا ہے۔ حضرت اسامہؓ نے معذرت کی اور کہا کہ یا رسول اللہ میرے لیے استغفار کیجیے۔ پھر شام کے وقت حضورؐ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ تمہارے پہلے دوسری قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ اُن میں جب کوئی شریف چوری کرتا تھا تو اُس کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب کوئی ضعیف کرتا تھا تو حد قائم

کرتے تھے۔ اُس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو ہم اُس کا ہاتھ کاٹتے۔ اس کے بعد حضورؐ نے حکم دیا اُس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا۔ اور پھر وہ اچھی تائب رہیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ آیا کرتی تھیں اور رسول اللہ کے سامنے ہم اُن کی حاجتیں پیش کر دیا کرتے تھے۔

ابو داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ لکھتے ہیں کہ جس عورت کا ہاتھ سرقہ میں کاٹا گیا تھا وہ فاطمہ بنت ابی الاسد بن عبد الاسد مخزومی تھیں یعنی حضرت ابو سلمہ کی حقیقی بہن۔ روایت میں اُن کی نسبت ہے فاطمہ بنت ابی الاسود بن عبد الاسد اور ابن سعد لکھتے ہیں امہ وہب بنت عبد بن عبد الاسد بہرصورت حضرت ابو سلمہؓ کے بھائی کی لڑکی تھیں۔ بنی مخزوم میں بنسبت معزز خاندان تھا۔

زمعہ کی عورت کا لڑکا بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو کہا تھا کہ زمعہ کی عورت کا جو لڑکا ہے وہ میرا ہے۔ تم اُس پر قبضہ کر لینا۔ یہ جب فتح مکہ میں رسول اللہ کے ساتھ آئے تو اُس لڑکے پر قبضہ کیا۔ اور اُس کو رسول اللہ کے پاس اپنے ساتھ ہی عبد بن زمعہ بھی آئے۔ سعدؓ نے کہا کہ یہ میرے بھائی نے کہا ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ زمعہ کی عورت کا لڑکا ہے اور اُن کی زوجیت میں پیدا ہوا ہے۔ حضورؐ نے دیکھا تو وہ لڑکا شکل میں عتبہ کے مشابہ تھا۔ آپ نے عبد بن زمعہ سے کہا کہ وہ تمہارا بھائی ہے کیونکہ الولد للفراش جس کی زوجیت میں پیدا ہوا اُسی کا لڑکا ہے۔ اور آپ نے ام المومنین سودہ بنت زمعہؓ سے کہا کہ تم اُس سے پردہ کیجیو کیونکہ یہ لڑکا جس عتبہ کے مشابہ معلوم ہوتا ہے

غزوۂ حنین و اوطاس

غزوۂ حنین حنین اور اوطاس مکہ اور طائف کے درمیان دو مقام ہے یہ غزوہ اُن دونوں مقامات کی طرف منسوب ہے۔ اور اس کو غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں اس لیے

کر بنی ہوازن سے مقابلہ تھا

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب ہوازن کو خبر ملی کہ رسول اللہ نے مکہ فتح کیا تو مالک بن عوف النضری نے تمام ہوازن اور ثقیف کو جمع کیا اور اُن کے ساتھ بنی نضر اور بنی جشم کے سب لوگ شریک ہوئے اور سعد بن بکر اور بنی ہلال کے کچھ لوگ مگر یہ تھوڑے تھے۔ یہ سب قبیلہ بن عیلان کے آدمی تھے ہوازن کی دو جماعت بنی کعب اور بنی کلاب میں سے کوئی مشہور شخص شریک نہ ہوا بنی جشم میں عرب کا مشہور اور نامی شہسوار دُرید بن الصمہ تھا مگر یہ بہت بوڑھا اور نابینا ہو گیا تھا تبرّاً اُس کو ساتھ رکھتے تھے لیکن مواقع حرب سے خوب واقف تھا اُس کی رائیں زبردست جنگوں پر مبنی ہوتی تھیں اس لیے اُس کے مشورہ پر عمل کرتے تھے۔ ثقیف کے دونوں سردار اُن کے ساتھ تھے۔ اور حلیفوں میں سے قارب بن الاسود بن مسعود اور بنی مالک میں سے ذوالخمار[1] جبیع بن الحرش بن مالک۔ اور اُس کا بھائی احمر بن الحارث بھی اُن کے ساتھ تھا یہ سب جب رسول اللہ کے مقابلہ کو چلے تو اپنے جانور۔ اپنی عورتیں اور اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے لیا۔

جب یہ جماعت اوطاس میں پہنچی تو وہاں کے لوگ اس سے ملنے کے لیے جمع ہوئے اور انھیں میں دُرید بن الصمہ بھی تھا۔ دُرید نے پوچھا کہ یہ کون وادی ہے۔ لوگوں نے کہا اوطاس کہا ہاں یہ مقام جنگ کے لیے خوب ہے۔ زمین اچھی ہے مگر یہ آوازیں کیا آ رہی ہیں۔ اونٹ چلا رہے ہیں گدھے شور کر رہے ہیں۔ لڑکے رو رہے ہیں۔ بکریاں ممیا رہی ہیں لوگوں نے کہا کہ مالک نے لوگوں کے ساتھ اُن کے مال و متاع اور عورت و بچوں کو بھی لے لیا ہے۔ دُرید نے کہا کہ مالک کہاں ہے۔ مالک کو لوگوں نے بلایا۔ دُرید بن الصمہ نے کہا کہ مالک تو رئیس قوم ہے

[1] ذوالخمار یہ لقب ہے جو مکسور و فتح میم اور ذوالخمار بھائی ہے اسود و نجشمی ہے جس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا ۱۲ منہ

مگر یہ ہم کیا سن رہے ہیں۔ اونٹ چلا رہے ہیں۔ گدھے شور کر رہے ہیں۔ لڑکے رو رہے ہیں بکریاں ممیا رہی ہیں۔ مالک نے کہا کہ ہم نے لوگوں کے مال و اسباب اور لڑکے اور عورتوں کو بھی ساتھ لے لیا ہے۔ دُرید بن الصمہ نے کہا کہ کیوں۔ مالک نے کہا اس لیے کہ اُن چیزوں کی محبت کی وجہ سے کوئی بھاگ نہ سکے گا۔ دُرید نے کہا کہ کیں شکست خوردہ یہ سب دیکھتا ہے اگر تم کو وسیع ہوئی تو صرف عمدہ تیر و تلوار کام آئیگی۔ اور شکست ہوئی تو مال و عیال تم کو مصیبت میں مبتلا کر دینگے پھر پوچھا کہ کعب و کلاب نے کیا کیا۔ کہا اُن میں سے کوئی بھی نہیں آیا۔ کہا بد جد کی بنیاد ہی غائب ہو گئی اگر آج غلبہ اور فتح حاصل ہوتا تھا تو کعب و کلاب ہرگز غائب نہ ہوتے میری تو رائے ہے کہ تم سب بھی وہی کرنے جو کعب و کلاب نے کیا۔ اچھا تم لوگوں کے ساتھ کون کون ہے۔ کہا عوف بن عامر اور عوف بن عامر کہا یہ تو نفع پہنچائینگے نہ نقصان۔ اے مالک ہوازن کی جماعت کو اس تہلکہ میں مت ڈال۔ ان سب کو اپنے علاقہ کے کسی محفوظ مقام میں رکھ دے۔ اور پھر آزاد ہو کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمنوں سے مقابلہ کر۔ اگر فتح ہوئی تو یہ سب آ کر تجھ سے مل جائینگے۔ اور اگر شکست ہوئی تو تم نے اپنے اہل و عیال کو بچا لیا۔ مالک نے کہا واللہ یہ نہیں ہو سکتا تم بوڑھے ہو گئے ہو اور تمہاری عقل بھی بوڑھی ہو گئی ہے پھر ہوازن کے لوگوں سے مخاطب ہو کر اے بنی ہوازن تم میری بات مانو ورنہ ہم ابھی خود کشی کر لیں گے ہم اپنی تلوار پر سینہ کے بل لڑتے ہیں تاکہ چھید کر پیٹھ سے نکل جائے۔ مالک نے نہ مانا پھر کیا لوگ دُرید بن الصمہ کا ذکر کریں یا اُس کی عقل و تدبیر کی تعریف کریں چونکہ دُرید بہت بوڑھا تھا اور عقلاء رائے کے لائق نہ تھا سب نے کہا کہ اے مالک ہم تیری بات پر راضی ہیں۔ دُرید بن الصمہ اس کے بعد اُن سے علیحدہ ہو گیا۔

جب اس گفتگو سے فراغت ہوئی تو مالک نے لوگوں سے کہا کہ جب تمہاری نظر مسلمانوں پر پڑے۔ تو سب اپنی اپنی کمانیاں توڑ کر پھینکدو۔ اور سب فکر ایک ساتھ زبردست حملہ کرو۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مالک نے دریافت حال کے لیے کچھ جاسوس بھیجے تھے۔ وہ لوٹ کر

Scanned by CamScanner

مالک کے پاس آئے تو سب کے جواب ذرا سے کانپ رہے تھے۔ مالک نے پوچھا کہ تمہاری ایسی حالت کیوں ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم دیکھ کر آرہے ہیں کہ سفید لوگ اونٹوں پر کچھ سوار ہیں اُن کو دیکھکر ہماری یہ حالت ہوگئی ہم اپنے مقصد کے لیے جانے تو ایک بھی پھر نہ آتا۔

رسول اللہ کو جب ہوازن کے ارادہ کی خبر ملی تو آپ نے ابوحدرد اسلمی کو تحقیق کیلئے بھیجا اُنھوں نے جب آکر اس خبر کی تصدیق کی تو حضورؐ نے اُن کے مقابلہ کے لیے جانے کا ارادہ کیا معلوم ہوا کہ صفوان بن امیہ کے پاس سلاح اور آلات حرب بہت ہیں آپ نے صفوان سے سلاح طلب کئے صفوان نے کہا کہ اے محمد کیا یہ چیز ہیں ہم سے غصباً لینا چاہتے ہو حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں عاریۃً ضمانت کے ساتھ سب چیزیں تم کو واپس کردیجائینگی صفوان نے کہا کہ اس میں مضائقہ نہیں ہے اُس نے ایک سو زرہ اور اُس کے موافق دوسرے سلاح دیئے رسول اللہ نے اُس کی بارہ داری کا انتظام بھی صفوان ہی کے سپرد کیا اور صفوان نے اس کو قبول کیا۔

اس انتظام کے بعد حضورؐ دس ہزار اہل مکہ اور دس ہزار صحابہ جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے اور جن کے ہاتھ پر خدا نے مکہ فتح کرایا تھا، بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور خاندان بنی اسید کو مکہ میں امیر مقرر فرمایا۔

ابن اسحٰق حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہوازن حنین کی وادی کی طرف جارہے تھے۔ تہامہ کی وادیوں میں سے ایک وادی کے اندر تیز گذر رہے تھے ابتدار صبح کا وقت تھا لیکن دشمن اس تنگ راستہ میں پہلے سے آکر چھپے ہوئے تھے گھاٹیوں میں،

لہ یہ بیان اختصار کے ساتھ ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ جعرانہ سے روانہ ہونے کے بعد حضورؐ نے بنی اسید کو امیر مکہ مقرر کیا اور ہوسکتا ہے کہ دونوں ہی باتیں ہوئی ہوں۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ مدینہ سے عام اللہ کی تعداد جب امیر مقرر ہوئے اور رسول اللہ کے زمانہ میں چھ حضرت صدیق کے زمانہ میں یہ امیر مکہ رہے فتح مکہ میں یہ عطاب ہوئے اور فتح مکہ ہی میں حضرت عتاب کے والد اسید پر قریش نے فہرس کیا تھا اُن میں ایک یہ بھی تھے مگر اس کے بعد عتاب ہوئے ابوجہل کی لڑکی سے حضرت عتاب نے نکاح کرلیا تھا اور رسول اللہ نے اپنے نکاح میں لڑکی دے دی تھی عتاب بن اسید نے عقد کیا تھا۔ ۱۲ منہ

گذھوں میں تنگ مقامات میں پھنسے ہوئے تھے جس کی ہوگوں کو بالکل خبر نہ تھی اور ہوگ بے خطر جارہے تھے۔ اور ہماری جماعت بے خطر وہاں سے گذر رہی تھی اسی حالت میں اُن اب نے ہم پر یکبارگی طرف سے ایک ساتھ شدت کا حملہ کردیا۔ پھر تو یہ حال تھا کہ ہماری جماعت بے تحاشا پلٹی آدمی پر آدمی اور اونٹ پر اونٹ گرنے لگا رسول اللہ اپنے رُخ پلٹے اور کہا کہ ہوگو کہاں اور کدھر جارہے ہو میری طرف آؤ میں خدا کا رسول ہوں میں غلط کار پیغمبر ہوں میں محمد بن عبداللہ ہوں مگر کیفیت یہ ہوئی کہ رسول اللہ کے ساتھ صرف چند صابر اور اہل بیت رہ گئے جو بزرگان ایسے وقت میں رسول اللہ کے ساتھ ثابت قدم رہ جائیں یہ حضرات تھے

ابوبکر صدیق عمر فاروق علی بن ابی طالب عباس بن عبدالمطلب ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب فضل بن عباس ربیعہ بن حارث اسامہ بن زید ایمن ابن ام ایمن یہ اسی روز شہید ہوئے قثم بن عباس عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب عقیل ابن ابی طالب ان سب کے اور دوسرے بعض بزرگان رضی اللہ عنہم

حضورؐ اُس روز سفید خچر پر سوار تھے حضرت عباسؓ داہنی طرف باگ پکڑے ہوئے تھے اور ابوسفیانؓ بائیں طرف بعض آدمی آگے تھے بعض ظل میں یعفور دلدل تھا جو فروہ الجذامی نے آپکو ہدیۃً بھیجا تھا۔ مقدر پریشانی اور انتشار کے باوجود آپ پر کوئی اضطراب نہ تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب مسلمان منہزم ہوئے تو اُس وقت کفار مکہ اور نومسلم جو ساتھ آئے تھے اُنھوں نے طعن اور شرارت کی باتیں شروع کردیں اور جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا اُس کو زبان سے ظاہر کرنے لگے ابوسفیان نے کہا کہ یہ بھگوڑے ہیں۔ اب کیا اس بھگدڑ کا خاتمہ ہوگا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن ابی نجیح نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ صفوان بن امیہ کا ماں کی طرف سے بھائی تھا اُس نے کہا کہ او تو! آگاہ ہوجا آج سمندر کا

لہ یہ بیان صفوان کے بھائی کا نام زہیر تھا حافظ زرقانی مواہب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ صفوان کا بھائی کلدہ تھا اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اس کا نام کلدہ بن حنبل تھا۔ ۱۲ منہ

ہ حضرت فضل بن عباسؓ حضورؐ کے چچازاد بھائی۔ حنین میں حضورؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور حضورؐ کو فضل بھائی اور ابن

ہو گیا صفوان نے جواب دیا وہ اس سے کہ کافر تھا کہا کہ چپ رہ خدا تیرا منہ توڑے قریش کا ایک شخص ہمارا تربیت دینا اور یہ تو بہتر ہے اس سے کہ ہوازن کا کوئی شخص ہماری سرداری کرے۔

ابن اسحٰق اور ابن سعد دونوں نے شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ العبدری کا ایک قصہ لکھا ہے اس میں کچھ تفصیل زیادہ ہے وہ کہتے ہیں کہ خود شیبہ بن عثمان کا بیان ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ قریش کے ساتھ میں بھی جنگ حنین جاؤں اور موقع ملے تو قریش کے خون کے بدلہ محمد کو قتل کروں اور کہتے ہیں کہ اس وقت صرف میں تھا جو سارے قریش کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا اور دل میں کہتا تھا اگر سارا عرب و عجم محمد کا متبع ہو جائے تب بھی ہرگز اتباع نہ کروں گا۔ اسی کے بعد جب سب کے ساتھ روانہ ہوا تو میں اپنے خیال میں رہا اور میرا ارادہ اور مضبوط ہوتا گیا حتیٰ کہ جس وقت لوگ مختلط ہوئے تو میں اپنے مقصد سے تلوار کا لکر رسول اللہ کی طرف بڑھا اور تلوار کو جنبش کر لیا تھا کہ یکایک آگ کی ایک لہر بجلی کی طرح میرے اور رسول اللہ کے درمیان ظاہر ہوئی اس کو دیکھ کر خوف سے میری بری حالت ہو گئی میں نے ڈر سے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ لیا اسی حال میں رسول اللہ نے مجھ کو آواز دی میں نزدیک گیا تو فرمایا اور قریب آؤ اور نزدیک گیا تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا اسی وقت میرے ارادہ میں ایک تغیر عظیم پیدا ہوا اور مجھ کو محسوس ہوا کہ رسول اللہ کی محبت میرے دل میں میرے سمع و بصر بلکہ خود اپنی جان سے بھی زیادہ ہے حضور نے پھر فرمایا کہ اور نزدیک آؤ اور دشمنوں سے مقاتلہ کرو میں بڑھا اور تلوار چلانے لگا خدا جانتا ہے کہ اس کے بعد میری صرف خواہش یہ تھی کہ اپنی جان اور اپنا سب کچھ فدا کر کے جس طرح ممکن ہو رسول اللہ کی حفاظت کروں۔ جذبات محبت کا یہ عالم تھا کہ اگر میرا باپ بھی زندہ ہوتا اور اس وقت سامنے آتا تو میں تلوار سے اس کا مقابلہ کرتا۔ جنگ کے بعد جب مجھ میں ہوش و اشتیاق دیدار میں حضور کے

لہ شیبہ کو حضور سے فطری عداوت تھی اس کی اولاد میں بھی ان تک یہ اثر تھا فتح مکہ میں حضرت نے خود ہی شیبہ کو بلا کر اس کے سینہ پر ہاتھ رکھا تھا اور اس سے یہ اثر زائل کر دیا تھا۔ ۱۲

میں گیا اس وقت حضور تنہا تھے فرمایا کہ اے شیبہ جو کچھ خدا نے تیرے لیے پسند کیا وہ اس سے بہتر ہے جو تو چاہتا تھا اور حضور نے ان خیالات کو بیان فرمایا جو میں نے ارادہ کیا تھا میں نے کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ پھر میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے لیے مغفرت کی دعا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا نے تجھ کو بخشوا۔

ابن اسحٰق حضرت عباس بن عبد المطلب سے روایت کرتے ہیں کہ جب لوگ بھاگے تو میں رسول اللہ کے بغل کی باگ پکڑے ہوئے تھا اور میں جسیم آدمی تھا میری آواز بھی بلند تھی فرمایا کہ اے عباس آواز دو کہ یا معشر انصار یا معشر اصحاب السمرہ[1] سمرہ سے وہ درخت مراد ہے جس کے نیچے حدیبیہ میں اصحاب نے بیعت کی تھی یہ آواز سنتے ہی ہر طرف سے لبیک لبیک کی صدا آئی اور اطراف سے لوگ گروہاں جمع ہونا شروع ہوئے مجلت میں جو اونٹ نہ لا سکتا تھا وہ بھی گلے میں ڈال لیتا اور تلوار سپر اونٹ سے کود پڑتا اور رسول اللہ کی طرف میری آواز کے سمت دوڑتا جب ایک سو آدمی جمع ہو گئے تو جنگ شروع ہو گئی۔ خزرج کے لوگ بڑی ثابت قدم لڑنے والے تھے جب انہوں نے مقاتلہ شروع کر دیا تو حضور دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا الآن حمی الوطیس یعنی اب تنور گرم ہوا اور فرماتے تھے

انا النبی لا کذب	و انا ابن عبد المطلب
میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں	اور میں ابن عبد المطلب ہوں

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضور بطحاء سے اترے۔ زمین سے ایک مٹھی بھر لی کفار کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا شاھت الوجوہ پڑھکر وہ مٹی کفار کی طرف پھینکی تو دشمن کا کوئی شخص نہ بچا جس کی آنکھ میں یہ خاک نہ پڑی ہو بس کفار بھاگے اور خدا نے فتح دی۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ متفق ہیں کہ رسول اللہ پیچھے نہ ہٹے اور کوئی روایت ایسی نہیں ہے کہ حضور کسی جنگ میں کبھی بھاگے ہوں نہ ایسا ممکن تھا۔ شان نبوت یہ تھی کہ عین اس وقت جبکہ لوگ منہ پھیر کر پیچھے بھاگ رہے تھے رسول اللہ آگے بڑھنا چاہتے تھے اور اسی لیے حضرت

[1] یہ درخت کچھ مدت بعد جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں صحابہ سے موت کی بیعت لی تھی۔

عباس اور ابوسفیان آپ کے خچر کی باگ پکڑے تھے تاکہ حضور تنہا آگے نہ جائیں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے قیس کے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا تم حنین میں آپ پر بھاگ گئے تھے اور رسول اللہ کو چھوڑ دیا تھا فرمایا کہ ہم اس امر کے شاہد ہیں کہ رسول اللہ مسلم نہ ہوئے مگر بات یہ ہوئی کہ آگے جو لوگ تھے وہ ناتجربہ کار اور غیر مسلح تھے ان لوگوں پر یکبارگی ہوازن نے حملہ کر دیا۔ ہوازن بڑے تیر انداز تھے ایک ساتھ ڈھی کی طرح اُن کی تیریں آئی تھیں اور کوئی تیر نشانہ سے خالی نہیں جاتا تھا۔ اس لئے انتشار پیدا ہو گیا تھا لیکن رسول اللہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے تھے۔

ابن اسحاق جہم بن معظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے دیکھا کہ ہمارے اور دشمن کے درمیان کوئی چیز چادر کی طرح سیاہ آسمان سے زمین پر آئی۔ اس میں سیاہ چیونٹیاں تھیں تھوڑی دیر میں ان چیونٹیوں سے وادی بھر گئی۔ اس کے بعد دشمن کو شکست ہوئی ہم میں سے کسی کو اس میں شبہ نہ رہا کہ یہ خدا کے فرشتے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مشرکوں کو جب ہزیمت ہوئی تو وہ تین حصہ میں تقسیم ہو گئے ایک حصہ اُن کا طائف چلا گیا۔ اور اس میں خود مالک بن عوف تھا۔ دوسرا حصہ اوطاس گیا اور تیسرا حصہ نخلہ گیا۔

جس وقت لشکر حضور حنین کی طرف روانہ ہوئے تو مسلمانوں کے لشکر کی کثرت کو دیکھ کر ایک شخص نے کہا تھا کہ ان پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا لیکن کثرت تعداد سے کوئی فائدہ نہ دیا فتح جب ہوئی تو خدا ہی کی طرف سے وما النصر الا من عند اللہ قرآن پاک میں خدا وند کریم نے اس طرف اشارہ کیا ہے ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض الآیۃ۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب ہوازن بھاگ گئے تو قبیلہ ثقیف کی ایک جماعت بنی مالک میں شامل ہو گئی۔ اُن کا علمبردار ذوالخمار تھا وہ قتل ہوا تو عثمان بن عبداللہ

بن ربیعہ نے قتل کر لیا۔ یہ بھی قتل ہوا اور اُس کے قتل ہونے کی خبر جب حضور کو ملی تو فرمایا کہ خدا نے اُس کو دور کیا یہ قریش کے ساتھ بہت عداوت رکھتا تھا۔

غزوۂ نخلہ و اوطاس

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حنین سے شکست کھا کر جو لوگ نخلہ کی طرف گئے تھے اس میں صرف بنی غیرو تھے۔ یہ ثقیف کے ایک جز تھے ان کے تعاقب میں جو لوگ گئے تھے اُن میں ایک شخص ربیعہ بن رفیع بن الصمہ تھے جو ابن درید مشہور تھے کیونکہ دفعۃً ان کی ماں کا نام تھا اُنھوں نے ایک اونٹ پکڑا اور سمجھا کہ اس میں کوئی عورت ہے مگر معلوم ہوا کہ اس میں ایک ضعیف شیخ ہے۔ یہ نام اور مشہور شہ سوار دریدبن الصمہ تھا۔ مگر ربیعہ کمسن تھے اور اس سے واقف نہ تھے۔ دریدنے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو انھوں نے کہا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا پوچھا تم کون ہو۔ انھوں نے کہا ربیعہ بن رفیع السلمی یہ کہا اور ایک تلوار ماری مگر اُس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ دریدنے کہا کہ تیری ماں نے تجھ کو پھاڑ رہا ہے میں دیکھتا ہوں تلوار نے اور حال کے پیچھے ملی ہوئی ہے اُس سے مجھ کو قتل کرا اور اپنی ماں سے کہہ کہ میں نے دریدبن الصمہ کو قتل کیا ہے میں بہت دفعہ بنی سلمہ کی عورتوں کے لیے لڑا ہوں ربیعہ نے درید کی تلوار لیکر درید کو قتل کیا اُس کے بعد جب اپنی ماں سے انھوں نے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ تو نے دریدبن الصمہ کو قتل کر دیا دریدبن الصمہ سے تین مرتبہ تیری امت کا آزاد کیا ہوا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ بعضوں نے دریدبن الصمہ کے قاتل کا نام عبداللہ بن شجنہ بن عتبان

لہ یہ دونوں بھائی حضور کے ساتھ تھے اور فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ منہ

۲ ابن الاثیر نے بھی یہی لکھا ہے کہ ربیعہ فتح کے دن اسلام لائے تھے اور ان کی ماں کا نام دختا تھا۔ منہ

۳ بعض نے ان کا نسب یہ لکھا ہے ربیعہ ابن رفیع بن الصمہ بن الحارث بن معاویہ بن ثعلبہ بن عبداللہ بن رفیع بن سلمی بن ثعلبہ۔ ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ دریدبن الصمہ حضور کے قاتل ربیعہ بن رفیع بن آبی بن ثعلبہ بن رفیع سلمی میں اور کہتے ہیں کہ اُن کے باپ کے نام کو بگاڑ کر شجنہ بنا دیا تھا۔ منہ

۴ یہ ہے پاس جو شہر طائف سے تین منزل کے فاصلہ پر ہے۔ منہ

بتایا ہے مگر بخاری میں ان دونوں کے خلاف ہے جیسا اس کے بعد کی روایت میں آتا ہے۔

اور حنین سے جو جماعت اوطاس گئی تھی اُس کا حال بخاری میں ہے۔ ابوموسیٰ اشعری سے بخاری میں روایت ہے کہ جب رسول اللہ حنین سے فارغ ہوئے تو ابو عامر اشعری کو ایک فوج کے ساتھ اوطاس بھیجا۔ اُنہوں نے دُرید بن الصمہ کو قتل کیا اور پیچھے خدا نے وہاں کفار کے فوج کو شکست دی۔

ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھ کو بھی ابو عامرؓ کے ساتھ اوطاس بھیجا تھا۔ ابو عامرؓ کو ایک جشمی نے تیر مارا۔ وہ تیر اُن کے زانو پر لگی۔ ابو عامرؓ ابوموسیٰ اشعری کے چچا تھے کہتے ہیں کہ میں پاس گیا اور پوچھا کہ چچا آپ کو یہ تیر کس نے مارا۔ انہوں نے اشارہ سے جشمی کو بتایا میں نے اس کو قتل کیا اور ابو عامرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ اُنہوں نے کہا کہ اس تیر کو نکالو۔ جب میں نے تیر نکالا تو زخم میں سے پانی نکلا۔ ابو عامرؓ نے مجھ کو خلیفہ بنایا اور کہا کہ رسول اللہ سے کہیو کہ میرے لیے دعا کریں۔ اس کے بعد ابو عامرؓ کا انتقال ہوگیا۔ فتح کے بعد میں رسول اللہ کی خدمت میں آیا اور سب حال سنایا۔ اور یہ بھی کہا کہ اُنہوں نے دعا کی خواہش کی ہے۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا۔ اور اس قدر ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ آپ کے بغل کی سفیدی میں نے دیکھی آپ نے دعا کی کہ خداوندا ابو عامرؓ کو قیامت روز بہتوں سے عالی مرتبہ بنا دے۔ میں نے کہا کہ حضورؐ میرے لیے بھی۔ آپ نے فرمایا کہ خداوندا عبداللہ بن قیس کے گناہوں کو قیامت کے روز بخش دے۔ عبداللہ بن قیس ابوموسیٰ اشعری کا نام ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ابو عامرؓ کو سلمہ بن دُرید بن الصمہ نے تیر مارا تھا اور روایت میں اسی کو جشمی کہا گیا ہے کیونکہ دُرید جشم کا آدمی تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ علاء بن الحارث اور اوفی بن الحارث بنی جشم کے دو شخص تھے جنہوں نے ایک ساتھ تیر مارا جس سے ابو عامرؓ شہید ہوئے اور ان دونوں کو ابوموسیٰ اشعری نے قتل کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو بنی سعد بن بکر کے بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے بنی سعد بن بکر کے ایک شخص کو جس کا نام مُحلّم تھا گرفتار کیا۔ اور اُس کو مع اُس کے اہل کے رسول اللہ کے پاس لے گئے۔ اس کے اہل میں ایک عورت تھیں الشیماءؓ۔ اُنہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ کی رضاعی بہن ہوں حضورؐ نے پوچھا کہ کیا علامت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ میری پیٹھ میں دانت کاٹ لیا تھا۔ آپ نے پہچانا۔ اور اپنی چادر اُن کے لیے بچھا دی۔ اور بہت عزت کی۔ اُنہوں نے اپنی قوم میں جانا پسند کیا تو اُن کو تحائف دیئے اور ایک غلام و باجن کا نام مکحول تھا۔ اور ایک لونڈی ان دونوں کا عقد ہوگیا تھا اور اُنکی نسل جو سعد میں باقی رہی۔

ابوبکر کہتے ہیں کہ الشیماء ایمان لائیں۔ اور رسول اللہ نے ان کو تین غلام دیئے اور لونڈی اور بہت سی اونٹ اور بکریاں۔ اُن کا نام حذافہ رکھا اور لقب الشیماء تھا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ غزوہ حنین اور اوطاس میں جو مسلمان شہید ہوئے ان کے نام یہ ہیں ایمن[1] ابن عبید یعنی ایمن ابن ام ایمن برکۃ بن ثعلبہ۔ اور انصار کے ایک شخص سراقہ[2] بن الحارث جو قبیلہ بنی نجلان میں سے تھے۔ اور ابو عامر اشعریؓ

مؤلف حنین میں سبایا اور غنائم مسلمانوں کے قبضہ میں بہت آئے۔ اس سے پہلے کبھی اتنا بلکہ اس کا نصف دو ثلث بھی شاید نہیں ملا تھا۔ چھ ہزار عورتیں اور بچے قیدی تھے۔ چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار سے زیادہ تعداد بکری۔ چار ہزار اوقیہ چاندی حضورؐ نے حکم دیا کہ

---

[1] بجاد بفتح موحدہ و تشدید جیم ۱۲ منہ

[2] رضاعت کے بیان میں اور اُس کے حاشیہ میں اس کا مفصل ذکر ہے ۱۲ منہ

[3] حیرت یہ ہے مصری نسخہ میں اُس میں سراقہ بن اقرع ہے صد حنین میں بعض نے سراقہ بن الحارث لکھا ہے اور بعض نے سراقہ بن الحباب لکھا ہے مگر ابن ہشام کی دونوں کو دو سمجھا ہے اور شہداء حنین میں دو سراقہ لکھا ہے جو تعجب ہے اور بعض لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق اور ابو معشر نے ایک ہی لکھا ہے اور حق یہ ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں باقی سراقہ بن اکوع شہداء حنین میں کوئی نہیں کسی کتابی کا یہ وہم ہے ۱۲ منہ

تمام اموال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کیا جائے اور خود طائف تشریف لے گئے۔ اموال غنیمت کی تقسیم طائف سے لوٹنے کے بعد ہوئی اس لیے اس کا ذکر غزوۂ طائف کے بعد ہوگا۔

غزوۂ طائف

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ ہوازن اور ثقیف کی ایک جماعت حنین سے بھاگ کر طائف چلی گئی تھی اور انہیں میں ان کا سردار مالک بن عوف النضری تھا۔ اس لیے حضور جیش لشکر کے حنین سے طائف گئے اور اسی شوال ۸ھ میں غزوۂ طائف واقع ہوا

ابن سعد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ نے جب طائف کا ارادہ کیا تو طفیل بن عمرو الدوسی کو بھیجا کہ وہ ذا الکفین کے بتخانہ کو منہدم کر دیں۔ یہ عمرو بن حممۃ الدوسی کا بت تھا اور لکڑی کا بنا ہوا تھا حضور نے فرمایا کہ اس میں تم اپنی قوم سے مدد لیجئے۔ اور ہدم کرنے کے بعد ہم سے طائف میں آکر ملو۔ یہ نکلے اور عجلت کے ساتھ اپنی قوم میں گئے۔ ذا الکفین کو منہدم کیا۔ اور اس کے منہ کو آگ سے جلا دیا اور اس کے بعد اپنی قوم کے چار سو آدمیوں کے ساتھ حضور سے طائف میں آکر ملے۔ یہ چار دن بعد آئے تھے سب لکھتے ہیں کہ جس وقت یہ ذا الکفین کو منہدم کر رہے تھے اور اس کے منہ کو جلا رہے تھے۔ تو یہ اشعار پڑھتے تھے۔ ؎

یا ذا الکفین لست عبادکا	میلادنا اکبر من میلادکا	انی حشوت النار فی فؤادکا
اے ذا الکفین میں تیرا بندہ نہیں ہوں	میری پیدائش تیری پیدائش سے بڑی ہے	میں نے تیرے دل میں آگ لگائی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور حنین سے روانہ ہوئے۔ اور نخلہ یمانیہ۔ پھر قرن۔ پھر لیہ ہوتے ہوئے بحرۃ الرغاء میں آئے۔ یہ جگہ لیہ کے علاقہ میں ہے۔ یہاں آپ نے ایک بعوانی اور لیہ میں مالک بن عوف کا قلعہ تھا حضور نے حکم دیا وہ گرا دیا گیا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوئے جب طائف پہنچے تو حضور اور صحابہ قلعہ کے قریب ٹھہرے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضور حنین سے روانہ ہوئے تو خالد بن الولید کو مقدمہ پر مقرر کیا۔ اور ثقیف جب اوطاس سے بھاگ کے طائف

ف طفیل ابن عمرو دوسی مکہ میں اسلام لائے۔ گھر واپس گئے پھر ہجرت کی۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

کے قلعہ میں آکر ٹھہرے قلعہ کو بند کر لیا۔ اور ایک سال کے خرچ کا سامان قلعہ میں محفوظ کر لیا تھا اور پوری طرح لڑنے اور مقابلہ کرنے کو مستعد ہو گئے تھے حضور اور اسلامی لشکر جب قلعہ کے قریب آکر ٹھہرے تو انہوں نے بڑی سخت تیر باری کی۔ ثقیف تیر اندازی میں بڑے ماہر تھے بہت سے مسلمان زخمی اور شہید ہوئے۔ اس لیے حضور مسلمانوں کو وہاں سے منتقل کر کے اس مقام پر لے آئے جہاں اب مسجد طائف ہے۔ حضور کے ساتھ ازواج مطہرات میں سے دو ساتھ تھیں حضرت ام سلمہ اور حضرت زینب دونوں کے لیے دو قبہ نصب کیا گیا اور جب تک طائف کا محاصرہ رہا حضور ان دونوں قبوں کے درمیان کی جگہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب بعد کو ثقیف مسلمان ہوئے تو غیلان ابن سلمہ بن معتب نے اسی مقام پر مسجد بنا دی جہاں رسول اللہ ان دونوں نماز پڑھا کرتے تھے۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ اٹھارہ روز طائف کا محاصرہ رہا۔ اور وہی ایک دوسری روایت لکھتے ہیں کہ حضور نے اہل طائف پر چالیس دن تک منجنیق نصب رکھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بیس دن سے زیادہ محاصرہ رہا۔ اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ سترہ روز واللہ اعلم اس پر اتفاق ہے کہ حضور نے طائف پر منجنیق نصب کی تھی۔ اور یہ اسلام میں پہلی منجنیق تھی خلیل بن عمرو دوسی جب ذا الکفین کے بتخانہ کو ڈھانے گئے تھے تو وہاں سے اپنے ساتھ منجنیق کا سامان بھی لائے تھے۔ اور قلعہ کی دیوار توڑنے کا سامان بھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جس روز قلعہ کی دیوار توڑنے اور جلانے کا ارادہ تھا اس روز اصحاب رسول اللہ دبابہ کے زیر سایہ قلعہ کی دیوار کے پاس پہنچے تاکہ دیوار میں سوراخ کریں

ف۱ عمرو بن امیہ بن وہب ثقفی۔ ابن قمر کہتے ہیں کہ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں عمرو بن امیہ بن وہب اور اموی مغازی میں ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں ابو امیہ بن عمرو بن وہب اور واقدی کہتے ہیں امیہ بن عمرو بن وہب واللہ اعلم۔

ف۲ ابن اثیر جزریہ میں لکھتے ہیں کہ دبابہ ایک آلہ ہوتا ہے لکڑی اور چمڑے سے بنایا جاتا ہے۔ اس کے سایہ میں محاصرہ کرنیوالے قلعہ تک جاتے ہیں تاکہ قلعہ کی تیر باری سے محفوظ رہیں واللہ اعلم دبابہ جمع ہے مطوی کے موصوف ہے۔

Scanned by CamScanner

اور آگ لگائیں گر ثقیف نے لوہے کی سلاخیں آگ میں سرخ کر کے دبابہ کے اوپر ڈالیں۔ صحابہ دبابہ کے نیچے سے نکلے تو انہوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ اس سے کئی صحابہ شہید ہوئے

اس کے بعد حضورؐ نے حکم دیا کہ ثقیف کے انگوروں کا درخت کاٹ دیا جائے جب لوگ کاٹنے لگے تو ثقیف بڑے بے چین ہوئے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ سے التجا کی کہ خدا کے واسطے اور رحم کا خیال کر کے اس کو چھوڑ دو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہم خدا اور رحم کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اس کے بعد حضورؐ کے منادی نے اعلان کیا کہ کوئی غلام اگر قلعہ سے نکلکر میرے پاس چلا آئے تو وہ آزاد ہے۔ چنانچہ قلعہ سے بیس غلام کے قریب نکلکر اسلام میں آگئے۔ حضورؐ نے ان کو آزاد کر دیا اور مختلف صحابہ کے سپرد کیا کہ ان کے خرچ کا خیال رکھیں اور ان کی خبرداری کریں۔ ان میں ایک شخص وقت بکرہ یعنی صبح بڑے سویرے آئے تھے اس لئے وہ ابوبکرہ مشہور ہو گئے یہ انصار اور مشاہیر اصحاب رسول اللہ میں سے ہیں۔ ان کا نام نفیع بضم نون و فتح فاء۔ اور چونکہ حارث بن کلدہ یا مروح بن کلدہ کے غلام تھے اس لئے ان کا نسب نفیع بن الحارث بن کلدہ یا نفیع بن مروح بن کلدہ لکھتے ہیں۔ ان غلاموں کا آنا ثقیف کو بڑا شاق ہوا اور برابر ان کے واپس کرنے کی فکر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ بہت عرصہ کے بعد جب ثقیف مسلمان ہو گئے تب بھی انہوں نے رسول اللہ سے التجا کی کہ وہ سب غلام ان کو واپس دیئے جائیں۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ اب غلام نہیں ہیں۔ وہ اللہ پاک کے آزاد بندے ہیں۔ وہ اب کیونکر دیئے جا سکتے ہیں۔

مولانا شاہ جد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ اسی محاصرہ کے زمانہ میں حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ طرف میں جو جا بجا ثقیف کے بتکانے ہیں سب کو منہدم کر دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کئی روز میں تمام اصنام اور بتکانوں کو منہدم کر دیا۔ یہ جب لوٹکر خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کو دیکھکر حضورؐ بہت خوش ہوئے اور بہت دیر تک ان سے تنہائی میں گفتگو کرتے رہے

ملہ نفیع ابوبکرہ موصوف صبح کا وقت تھا اس لئے یہ عبارت بن کلدہ ثقفی کے غلام تھے کنیت سے مشہور ہیں۔ ۱۲

۱۲ فرقہ طائف میں مسلمان ہونے کے بعد یہیں اقامت اختیار کی ۵۲ھ میں وہیں انتقال ہوا۔

جس سے صحابہ کو بہت تعجب ہوا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ محاصرہ کے ایام میں حضورؐ نے حضرت صدیقؓ سے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ دودھ سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ مجھکو دیا گیا۔ لیکن ایک مرغ نے آکر ٹھوکر ماری اور جو کچھ اس پیالہ میں تھا سب گر گیا۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ آپ کا ارادہ جو اس قلعہ کو فتح کرنے کا ہے وہ ابھی حاصل نہ ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ یہ ابھی نہ ہوگا۔ اس کے بعد حضورؐ نے نوفل بن معاویۃ الدیلی سے اس باب میں مشورہ کیا انہوں نے بھی جواب دیا اس سے اسی خیال کی تائید ہوئی۔ حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا۔ اور حضورؐ نے حضرت خویلد بنت حکیم سے یعنی حضرت عثمانؓ بن مظعون کی زوجہ سے بھی اشارۃً اس کا تذکرہ کیا تھا۔ انہوں نے بھی حضرت عثمانؓ سے کہ حضرت عثمانؓ خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ نے ایسا فرمایا ہے۔ حضورؐ نے کہا کہ ہاں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا آپ کو ابھی اس کی اجازت نہ ملی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ پوچھا کہ تب میں اعلان کر دوں کہ لوگ کوچ کریں۔ حضورؐ نے کہا کہ ہاں

جب کوچ کا اعلان ہوا تو صحابہ میں بڑا جوش تھا سب کہنے لگے کہ کیا ہم بغیر طائف کو فتح کئے چلے جائیں۔ جب حضورؐ نے صحابہ کا یہ بے موقع اشتیاق دیکھا تو فرمایا کہ اچھا کل جنگ کرو۔ دوسرے روز مسلمان جوش میں لڑے اور بہت نقصان پہنچا۔ حضورؐ نے شام کے وقت فرمایا کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ کل یہاں سے چلے جائینگے۔ آج یہ سنکر سب صحابہ بہت خوش ہوئے اور کسی نے اعتراض نہ کیا صبح کے وقت قافلہ روانہ ہونا شروع ہوئے اور ہر شخص خوش خوش چل پڑا صحابہ کے خیال میں اتنا جلد تغیر پیدا ہونے پر حضورؐ نے تبسم فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ثقیف کیلئے بددعا کیجئے۔ آپ نے دعا کی کہ خدایا ثقیف کو ہدایت دے۔ اور ان کو مسلمان کر کے میرے پاس بھیج۔ اس کے بعد حضورؐ حعرانہ تشریف لے گئے۔

ملہ نوفل کا ذکر فتح مکہ میں ہوا ہے ۱۲ منہ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ طائف میں رسول اللہ کے کل بارہ اصحاب شہید ہوئے۔ سات قریش چار انصار۔ اور ایک شخص بنی لیث کے۔ قریش میں سے سعید بن العاص[1] حنظلہ بن ابی سفیان بھم وان اور بعض کہتے ہیں بجائے حنظلہ و بائے موحدہ پہلی روایت ابن اسحاق کی ہے عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت صدیق کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان کو طائف میں تیر لگی اور اس کا زخم رہا۔ رسول اللہ کے بعد حضرت صدیق کے خلافت میں اسی زخم کی وجہ سے انتقال ہوا۔ عبداللہ بن ابی امیہ ام المومنین ام سلمہ کے بھائی عبداللہ بن حارث بن سائب بن الحرث اور ان کے بھائی عبداللہ بن الحرث یہ ثلاثہ قریش۔ اور انصار میں سے ثابت ابن الجذع۔ حارث ابن سہل۔ منذر ابن عبداللہ عاصم ابن ثابت رضی اللہ عنہم

وفد ھوازن بہ جعرانہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف سے جعرانہ تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں ھوازن کا ایک وفد آیا۔ اس وفد میں بارہ آدمی تھے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اس وفد کے سردار ایک شخص تھے جن کا نام زہیر تھا اور کنیت ابوصرد۔ اور ایک شخص تھے ابوبرقان جو حضورؐ کے رضاعت کے رشتہ سے چچا تھے۔ قبیلہ بنی سعد بن بکر میں قبیلہ کی حلیمہ سعدیہ تھیں وہ ھوازن کا ایک جزو تھا۔ اور یہ لوگ بنی سعد ہی کے تھے۔ اس وفد میں جو لوگ آئے تھے وہ سب مسلمان ہو گئے تھے۔ اور ابوصرد زہیر نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو مصیبت میرے قبیلہ پر نازل ہوئی اس سے آپ واقف ہیں۔ ہم لوگ ایک درخواست لیکر آئے ہیں۔ اس وقت ہم پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا۔ ہم کو میری عورتیں۔ میرے بچے۔ اور میرے اموال واپس کر دیجئے یا رسول اللہ جو عورتیں گرفتار ہوئی ہیں۔ ان میں آپ کی خالائیں۔ پھوپھیاں۔ آپ کی پرورش کرنیوالیاں۔ آپ کی کفالت کرنیوالی

[1] حنظلہ بن ابی سفیان بھم وبائے موحدہ و الف بعدہ بائے موحدہ و ابن ہشام کہتے ہیں اور ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہی موسیٰ بن عقبہ بھی کہا ہے اور ابن اسحاق بجیم وذال کہتے ہیں ۱۲ منہ۔ حضرت صدیق اکبر کے ساتھ شریک جنگ یرموک میں ہوئے تھے۔ ہجرت کے موقع پر جاں نثاری کا کام

عورتیں بھی ہیں۔ یا رسول اللہ اس وقت جو حالت میری ہے۔ اگر ایسی حالت میں ہم حارث بن شمر اور نعمان بن منذر سے بھی رحم کی درخواست کرتے تو میرا خیال ہے کہ وہ رد نہ کرتا اور آپ تو سب سے بہتر رحم کرنیوالے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو۔ میرے ساتھ جماعت ہے اور سب کے حقوق ہیں۔ دونوں چیز تو ممکن نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم کو عورتوں اور بچوں کی واپسی زیادہ محبوب ہے یا اموال کی۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ جب آپ ہمیں احساب و اموال کے درمیان ایک چیز اختیار کرانے کو فرماتے ہیں۔ تو ہمارے بچے اور ہماری عورتیں ہمکو زیادہ محبوب ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری عورتیں اور تمہارے بچے جو میرے یا بنی عبدالمطلب کے پاس ہیں وہ میں نے واپس کیا۔ مگر جو دوسرے مسلمانوں کے پاس ہیں اس میں میں صرف سفارش کر سکتا ہوں۔ تم ظہر کی نماز کے بعد اٹھ کر کہو کہ ہماری یہ حالت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہ میری سفارش مسلمانوں سے کر دیں۔ اور مسلمان رسول اللہ سے تاکہ ہماری عورتیں اور بچے ہمکو واپس ہو جائیں۔ میں سفارش کر دوں گا۔ ظہر کے بعد ان لوگوں نے اسی طرح کہا جس طرح رسول اللہ نے بتا دیا تھا رسول اللہ نے فرمایا کہ تمہاری عورتیں اور بچے جو میرے یا بنی عبدالمطلب کے پاس ہیں وہ میں نے تم کو واپس کیا۔ اس پر مہاجرین نے اٹھکر کہا کہ جو میرے پاس ہیں اس میں رسول اللہ کو اختیار ہے۔ انصار نے کہا کہ جو میرے پاس ہیں اس میں رسول اللہ کو اختیار ہے۔ اقرع بن حابس نے کہا کہ جو میرے اور بنو تمیم کے پاس ہے وہ نہیں۔ عیینہ بن حصن نے کہا کہ جو میرے اور بنو فزارہ کے حصہ میں ہے وہ نہیں۔ عباس بن مرداس نے کہا کہ جو میرے اور بنی سلیم کے حصہ میں ہے

[1] عیینہ نام حذیفہ کنیت ابو مالک کی۔ روایت میں تصریح نہیں ہے کہ یہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوا اس کے بعد بھی مؤلفۃ القلوب سے تھا حضرت صدیق کے زمانہ میں مرتد ہو گیا اور طلیحہ کی بیعت کر لی تھی پھر مسلمان ہوا۔ امام شافعی نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ ارتداد کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے اس کو قتل کیا مگر یہ شبہ ہے اور کسی نے نہیں لکھا مگر برا بے ادب خارسول اللہ نے اس کو احمق مُطاع کہا ہے یعنی اپنی قوم میں مُطاع ہے ۱۲ منہ۔ اقرع بن حابس تمیمی بنو تمیم کے وفد کیساتھ حضورؐ کی خدمت میں تشریف لائے تھے ام نے قبل ہم

عہ اور بعد از اسلام معزز شمار ہوتے۔ موضحین تلوب میں ان کا بھی شمار ہوتا تھا۔

وہ نہیں۔ اس پر بنو تمیم کے لوگوں نے پکارا یہ بھی نہیں ہے۔ جو میرے حصہ میں آیا ہیں رسول اللہ کو اختیار ہے عباس نے بنو تمیم سے کہا کہ تم ہمیں ذلیل کرتے ہو۔

رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے اپنا حق چھوڑنا نہیں چاہتا اُس سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جو بھی حاصل ہوگی اُس میں سے ہم اُس کو ایک کا بدلہ چھ دیں گے مگر ان چاروں کو ان کی عورتیں اور بچے واپس کردو۔ اس پر سب راضی ہوگئے مگر عیینہ بن حصن پھر بھی راضی نہ ہوتا تھا۔ آخر مشکل سے پیچھے وہ بھی راضی ہوگیا۔ اور اُن لوگوں کی عورتیں اور بچے سب اُن کو واپس مل گئے۔ ایک لڑکی جس کا نام ریطہ بنت ہلال تھا حضورؐ نے حضرت علیؓ کو دیدیا تھا۔ ایک لڑکی زینب بنت حیان تھی وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو حضورؐ نے دی تھی۔ ایک لڑکی حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو دی تھی۔ اور اُنھوں نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ہبہ کردیا تھا۔ ان سب نے جب سنا کہ رسول اللہ نے اُن کی عورتوں اور بچوں کو واپس کردیا ہے تو سب نے فوراً واپس کردیا۔

رسول اللہ نے وفد کے لوگوں سے دریافت کیا کہ مالک بن عوف کہاں ہے۔ اُن سب نے کہا کہ وہ ثقیف کے ساتھ طائف میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مالک بن عوف کو خبر کردو کہ اگر وہ مسلمان ہوکر میرے پاس آئے تو ہم اس کا اہل اور اس کا مال سب اس کو واپس کردینگے اس کے علاوہ ایک سو اونٹ اور دینگے۔ مالک بن عوف کو جب یہ خبر ملی تو وہ رات کے وقت ثقیف سے چھپکر طائف سے نکل آئے۔ اور رسول اللہ سے جعرانہ میں یا مکہ میں ملے۔ حضورؐ نے ان کا مال اور اہل اُن کے سپرد کیا۔ اور ایک سو اونٹ اُس کے علاوہ دیا۔ وہ مسلمان ہوئے اور صادق مسلمان حضورؐ کی مدح میں قصائد کہے۔ اُن کے ایک قصیدہ کا شعر ہے۔ ؎

ما ان رأیت ولا سمعت بمثله	فی الناس کلهم بمثل محمد
نہیں نے دیکھا نہ ایسا سُنا	کہ تمام انسان میں کوئی محمدؐ کے مثل ہو

حضورؐ نے اُن لوگوں پر جو اُن کی قوم میں مسلمان ہوگئے تھے۔ اور بنی سلہ کے

؎ مسیلمہ بھی کذاب تھا۔ (نبیل)

مسلمانوں پر اُن کو امیر بنادیا۔ اُنھوں نے اس کے بعد ثقیف کو بہت تنگ کیا۔

تقسیم غنیمت بہ جعرانہ

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے حنین کے سبایا کو اُن کے اہل پر رد کردیا تو صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ غنیمت کو تقسیم کردیجئے چنانچہ حضورؐ مستعد ہوئے۔

فرمایا کہ اے لوگو تمہارے مال غنیمت میں میرا کچھ نہیں ہے حتیٰ کہ ایک سوئی میں نہیں رکھتا سوائے خمس کے۔ اور خمس بھی پھر تم ہی لوگوں کے لیے ہے۔ اگر تم میں سے کسی نے کچھ لیا ہو تو وہ داخل کردے حتیٰ کہ سوئی یا دھاگا کسی نے لیا ہو تو وہ بھی داخل کرے۔ مال غنیمت میں خیانت یعنی چھپا کر لینا عیب ہے جہنم کی آگ ہے۔ اور قیامت کے روز تعییر ظلمی ہے۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو بعض نے ضرورت کی بعض بہت ہی معمولی چیزیں لی تھیں وہ لے آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ تو معمولی سی چیز ہے اور ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ حضورؐ نے کہا کہ میں نے اپنا حق تم کو دیدیا۔ اُنھوں نے کہا کیا اس میں سب سے حق بھی مانگنے ہونگے۔ اُس کو اُنھوں نے غنیمت میں ڈالدیا کہ بار آئے ایسے لینے سے۔ حضرت عقیل بن ابی طالب کچھ تاگا اور ایک سوئی لے گئے تھے اور کسی کو دیا تھا جب یہ سنا تو گئے۔ مانگ کر لائے اور فوراً داخل کردیا۔

ہر یک کے حصے

اس کے بعد حضورؐ نے اموال غنیمت کو تقسیم کیا۔ ہر شخص کے حصہ میں چار اونٹ اور چالیس بکری آئی اور ہر سوار کو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں ملیں۔

مؤلفۃ القلوب

اس روز آپ نے مؤلفۃ القلوب کو اموال کی بڑی مقدار عنایت کی۔ آپ کے عطا بخشش نے سب کو حیرت میں ڈالدیا۔ صفوان بن امیہ۔ ابوسفیان بن حرب۔ مالک بن عوف وغیرہ نے صاف اقرار کیا کہ یہ بخشش غیر نبی سے ممکن نہیں ہے۔ صفوان نے اب تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اسی بخشش کو دیکھکر مسلمان ہوا۔ مؤلفۃ القلوب قبائل اور جماعتوں کے سردار تھے۔ اب تک ان لوگوں نے اسلام کے اور خود حضورؐ کے خلاف بڑی سخت عداوتیں کی تھی۔ اور ابھی اُن میں سے بعض مسلمان بھی نہ ہوئے تھے۔ بعض وہ تھے جو گو بظاہر مسلمان ہوگئے

Scanned by CamScanner

تھے مگر دل سے سخت مخالف تھے اور اسی غزوہ میں اپنی مخالفتوں کا اظہار کر چکے تھے لیکن باوجود اس کے حضورؐ نے اُن کو اموال کثیر عنایت فرمائے۔

ابوسفیان بن حرب کو آپ نے چالیس اوقیہ چاندی اور ایک سو اونٹ عنایت فرمایا اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے لڑکے یزید کو بھی کچھ ملنا چاہیئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اُس کو بھی چالیس اوقیہ اور ایک سو اونٹ دیدو۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرا لڑکا معاویہ بھی ہے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ اُس کو بھی چالیس اوقیہ اور ایک سو اونٹ دیدو حکیم بن حزام کو آپ نے ایک سو اونٹ دیا اُنھوں نے ایک سو اور مانگا آپ نے ایک سو اونٹ اور دیا۔ حارث بن ہشام کو سو اونٹ۔ سہیل بن عمرو کو سو اونٹ۔ عیاض بن عبد العزیٰ کو سو اونٹ۔ علاء[1] بن جاریہ الثقفی کو سو اونٹ۔ عیینہ بن حصن فزاری[2] کو سو اونٹ۔ اقرع بن حابس تمیمی کو سو اونٹ۔ مالک بن عوف النضری کو سو اونٹ۔ صفوان بن امیہ کو سو اونٹ۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ سب ایک سو پانے والے میں چند آدمیوں کو سو سے کم دیا۔ مخرمہ بن نوفل الزہری۔ عمیر بن وہب الجمحی۔ ہشام بن عمرو اور اُس کا بھائی۔ ان سب کی نسبت یہ نہیں معلوم ہوا کہ کتنا دیا۔ صرف یہ معلوم ہوا کہ ان سب کو سو سے کم دیا۔ عدی بن قیس السہمی کو پچاس اونٹ دیا۔

عباس بن مرداس کو حضورؐ نے چالیس اونٹ دیا تھا۔ وہ بہت غصہ ہوا۔ اور ایک قصیدہ میں اپنی ناراضی کا اظہار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جاؤ جس طرح ہو میری طرف سے اُسکی زبان کاٹ لو۔ صحابہ گئے اور جتنے میں راضی ہوا دیکر اُس کو راضی کیا۔ یہ حضورؐ کے قطع لسان کا مطلب تھا

[1] علاء بن جاریہ بجیم مفتوحہ والف و رائے مہملہ و یائے مثناہ تحتانیہ ۱۲ منہ

[2] عیینہ بن حصن فزاری بضم فا و زائے معجمہ عیینہ کے قبیلہ بنی فزارہ کی طرف نسبت ہے ۱۲ منہ

[3] اقرع بضم ہمزہ و سکون قاف و فتح راء مہملہ و عین مہملہ ۱۲ منہ

مؤلفۃ القلوب کی دوسری فہرست

ابن اسحٰق نے ابن شہاب زہری سے اُن لوگوں کی ایک دوسری فہرست لکھی ہے جن کو حضورؐ نے بہت زیادہ عطایا سے نظر عنایت فرمائے۔ وہ فہرست اس سے کچھ فرق ہے اور بڑی ہے اس لیے ہم وہ بھی لکھ دیتے ہیں۔ قریش میں سے جن لوگوں کو حضورؐ نے زیادہ دیا وہ یہ ہیں۔ ابوسفیان بن حرب۔ طلیق بن سفیان۔ خالد بن اُسید۔ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ۔ ابوالسنابل بن بعکک۔ عکرمہ بن عامر۔ زہیر بن ابی امیہ بن المغیرہ۔ حارث بن ہشام بن المغیرہ۔ خالد بن ہشام بن المغیرہ۔ ہشام بن ابوعبید بن المغیرہ۔ سفیان بن عبد الاسد۔ سائب بن ابی السائب مطیع بن الاسود بن حارث۔ ابوحمید بن قیس بن لقیط بن عامر بن لؤی۔ صفوان بن امیہ۔ عمیر بن امیہ۔ عدی بن قیس السہمی۔ عیاض بن عبد العزیٰ۔ ہشام بن عمرو بن ربیعہ۔ اور بقیہ قریش یہ لوگ تھے یعنی باہر کے قبائل کے۔ نوفل بن معاویۃ الدیلی حلیف بنی عبد شمس بن عوف کلابی۔ خالد بن حوذہ[1]۔ حرملہ بن حوذہ یعنی خالد مذکور کے بھائی۔ مالک بن عوف النضری۔ عباس بن مرداس السلمی۔ عیینہ بن حصن فزاری۔ اقرع بن حابس حنظلی تمیمی۔

حضورؐ سے کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے عیینہ بن حصن۔ اور اقرع بن حابس کو سو سو اونٹ دیئے اور جعیل بن سراقہ کو کچھ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں جعیل بن سراقہ کے اسلام پر ہمیں اطمینان ہے۔

حضورؐ نے جو جو عطایا قریش۔ اور قبائل کے سرداروں کو عطایا سے نظر عنایت فرمائے اُن کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض اشخاص اور خصوصاً انصار بہت ناخوش ہوئے۔ اور بعضوں نے خلاف شان نبوت کچھ الفاظ بھی کہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ایک شخص تمیمی جس کا نام ذوالخویصرہ تھا تقسیم کے وقت کھڑا دیکھتا

[1] خالد بن حوذہ حارثی جو مؤلفۃ القلوب میں سے تھے ان کے لئے حضورؐ نے تین سو اونٹ دیئے تھے ۱۲ منہ

[2] ذوالخویصرہ کو ابن اثیر نے صحابہ میں شمار کیا ہے ابوعمر کہتے ہیں کہ حرقوص بضم حاء مہملہ و سکون راء مہملہ و ضم قاف بعدہ واو ساکنہ بعد ہ صاد مہملہ ذوالخویصرہ کا نام تمیمہ بن اوس کا سردار تھا اور بدر و اُحد میں شامل ہوا ابن اسحاق نے ذوالخویصرہ کا یہ قول نقل کیا ہے اسی کا نام بخاری سے بھی نقل کیا ہے اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ منافقین میں سے تھا لیکن ابوعمر کہتے ہیں کہ اس کے صحابی ہونے میں

رہا اور اس کے بعد کہا کہ اے محمدؐ آج آپ نے جو کچھ کیا میں نے دیکھا رسول اللہؐ نے پوچھا کہ ہاں تم نے کیا دیکھا اس نے کہا کہ آپ نے عدل نہیں کیا۔ حضورؐ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ اگر عدل میں نہ کروں تو دنیا میں عدل اور کس کے پاس ہوگا حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ اجازت دیجئے کہ ہم اس کمبخت کو قتل کر دیں حضورؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو اس کی نسل سے صادق مسلمان پیدا ہوں گے۔

بخاری میں ہے کہ انصار کے ایک شخص نے کہا کہ آج رسول اللہؐ کی تقسیم سے اللہ نہیں چاہتا حضورؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ خدا حضرت موسیٰؑ پر رحم کرے اُن کو ہم سے زیادہ تکلیف دی گئی۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ حنین میں جب مسلمانوں کی جماعت منہزم ہو گئی تھی تو حضورؐ نے حضرت عباسؓ سے کہا تھا کہ آواز دو یا معشر الانصار بعض انصارؓ نے اس کا بھی طعنہ دیا بخاری میں ہے کہ بعض انصار نے کہا کہ جب مصیبت آتی ہے تو انصار کو آواز دی جاتی ہے۔ اور جب غنیمت کی تقسیم کا وقت آتا ہے تو اپنی قوم میں تقسیم کرتے ہیں۔

جب انصار میں اس قسم کی ناراضی کا ذکر زیادہ ہوا تو حضرت سعد بن عبادہؓ حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ اور کہا کہ یا رسول اللہؐ انصار بہت ناخوش ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اموال غنیمت میں سے ایسے ایسے عطایائے عظیم آپ نے قریش کو دیئے اور ہمیں کچھ نہیں حالانکہ ہماری تلواروں میں ابھی قریش کا خون بھی خشک نہیں ہوا حضورؐ نے پوچھا کہ سعد تمہارا کیا خیال ہے انہوں نے کہا کہ میں بھی تو اپنی قوم کا ایک فرد ہوں۔

توضیح مقصد

وہ اتو یعیرہ تھی۔ اقرع بن حابس۔ عیینہ بن حصن وغیرہ نے اگر خلاف شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی باتیں کیں تو یہ تعجب نہیں ہے۔ یہ تو مسلم تھے۔ اور ابھی ان کا اسلام برائے نام تھا۔ ابھی اپنے بتوں کی محبت بھی شاید اُن کے دلوں سے نہیں گئی تھی۔ ابھی تھوڑا

ہی پہلے وہ رسول اللہؐ اور اسلام کے شدید ترین دشمن تھے۔ اب گو بظاہر وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر نہ وہ رسول کے مرتبہ سے واقف تھے نہ اسلام اور خدا کے اسلام سے اُن کے نزدیک جو کچھ تھا یہی دنیا کا مال تھا۔ یا اونٹ اور بکریاں۔ وہ عدل اور انصاف کو اتنا ہی جانتے تھے جتنا انہوں نے اپنی جاہل اور وحشی قوم سے سیکھا تھا۔ اُن کے نزدیک بڑا عدل یہ تھا کہ اُن کو بہت کچھ دیدیا جائے مقاصد عظیمہ اور مہمات ضروریہ اُن کی سمجھ اور ادراک سے بھی باہر تھا اگر ایسے جاہل اور وحشی رسول اللہؐ کے عدل اور عدل کے اُس معیار کو جس کی بنیاد اسلام نے رکھی تھی نہ سمجھ سکے۔ اور خدا اور رسولؐ کے طریقہ کو ناپسند کیا تو تعجب نہیں ہے۔ اور اُن کو اس کا سمجھنا ابھی اُس وقت مشکل تھا اسی لیے بخاری کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اُن کے جواب میں فرمایا کہ صبر ہے اور کہا کہ حضرت موسیٰ کو اس سے زیادہ تکلیف دی گئی تھی۔

البتہ افسوس یہ ہے کہ مخلص انصار بھی رسول اللہؐ کے اس طرز عمل کو نہ[1] سمجھ سکے۔ اور بیجا شبہات میں مبتلا ہو گئے۔ اُن کے شبہات غلط فہمی اور حقیقت سے عدم واقفیت پر مبنی تھے۔ اُن شبہات کی وجہ بے دینی اور بد قسمتی نہ تھی۔ یہ لوگ اسلام کے سچے جاں نثار تھے اس لیے اُن کا غلط فہمی میں مبتلا رہنا اچھا نہ تھا حضورؐ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کو حکم دیا کہ انصار کو ایک جگہ جمع کرو۔ اور وہاں انصار کے سوا اور کوئی نہ رہے جب انصارؓ جمع ہو گئے تو حضورؐ وہاں تشریف لے گئے اور پوچھا کہ اے انصار کیا یہ صحیح ہے کہ تم لوگ ہم سے ناخوش ہو گئے ہو۔ انصار نے جواب دیا۔ کہ یا رسول اللہؐ ہم میں سے فقہاء اور سمجھدار لوگوں نے تو کچھ نہیں کہا۔ مگر عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے قریش کو ایسے بڑے بڑے عطایا عنایت کیے۔ اور ہمیں کچھ نہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی قریش کے خون کے قطرات گر رہے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ اے انصار کیا تم دنیا کے مال ناپایدار کے لیے بھجت ناخوش ہو گئے ہو۔ یہ مال تو میں نے صرف اُن لوگوں کو دیا ہے جو ابھی مسلمان ہوئے ہیں جن کے دلوں میں ابھی اسلام کی محبت نہیں ہے۔ اس سے میری غرض تالیف قلوب تھی۔ تاکہ وہ اسلام کی طرف

[1] غیر مناسب۔ الفاظ جو بعض نوجوان انصار سے صادر ہو گئے تھے لیکن ان کو بعد میں افسوس ہوا۔

توجہ کریں۔ دشمنی سے باز آئیں۔ خدا کے دین کی حمایت کریں۔ اے انصار کیا تم کو یہ بات پسند نہ آئی کہ لوگوں کو اونٹ اور بکریاں دیکر اسلام کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی اور تمہارے اسلام اور ایمان پر اعتماد کیا۔ کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ وہ لوگ مال اور اونٹ لے جائیں اور تم لوگ اپنے ساتھ رسول اللہ کو لے جاؤ۔ خدا کی قسم کوئی کسی راستہ میں جائے میرا راستہ انصار کا راستہ ہے۔ ہم ہر حال میں تمہارے ساتھ ہیں۔ میری موت و حیات تمہارے ساتھ ہے۔

اے معشر انصار تم آج مجھ سے ناراض ہو گئے۔ کیا ہم نے تم کو گمراہ نہیں پایا پھر خدا نے میرے ذریعہ سے تمہاری ہدایت کی۔ کیا تم متفرق اور جدا جدا نہ تھے پھر خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو متحد کیا۔ کیا تم محتاج نہ تھے پھر خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو غنی کیا۔ جب حضورؐ یہ فرما رہے تھے تو انصار کہتے جاتے تھے کہ بیشک خدا اور خدا کے رسول نے احسان کیا۔ حضورؐ نے پھر فرمایا کہ تم اس کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ انصار نے کہا کہ یا رسول اللہ اس کا جواب کیا دوں یہ تو صحیح ہے کہ خدا اور اس کے رسول نے ہم پر احسانات کئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم اگر کہو تو سچ کہو گے کہ جب تم کو سب نے جھٹلایا تو ہم نے تصدیق کی جب تم کو سب نے ذلیل کیا تو ہم نے عزت دی۔ جب سب نے تم کو تمہارے گھر اور وطن سے نکال دیا تو ہم نے پناہ دی جب تم بالکل محتاج تھے تو ہم نے تمہاری مدد کی۔ اے انصار تم ہمارے شعار ہو اور سب لوگ دثار ہیں۔ خدا و ہمارا انصار پر رحم کرے۔ انصار کی اولاد پر رحم کرے۔ انصار کے اولاد کی اولاد پر رحم کرے۔

سارے انصار رونے لگے۔ اُن کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور سب نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم راضی ہیں جو تقسیم خدا اور خدا کے رسول نے پسند کی اُس پر ہم خوش ہیں۔ اسکے بعد حضورؐ تشریف لے گئے اور قوم منتشر ہو گئی۔

تنبیہ۔ حضورؐ نے انصار کو شعار۔ اور دوسروں کو دثار کہا۔ شعار کپڑے کی اُس تہ کو کہتے ہیں جو بدن سے ملا ہوتا ہے۔ اور دثار اوپر کی تہ کو کہتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے کہا کہ ہم وثیقہ لکھ دیتے ہیں کہ اس کے بعد جو مال غنیمت

ملے گا وہ سب انصار کا ہوگا۔ مگر انصار نے معذرت کی اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم حنین کے کام کو دنیا کی خواہش سے ملوث کرنا نہیں چاہتے۔

مسئلہ کی حقیقت

کسی روایت میں یہ تشریح نہیں ہے کہ رسول اللہ نے مؤلفۃ القلوب کو جو اموال جعرانہ میں عطا فرمائے وہ مجموعہ غنائم میں سے تھا۔ یا خمس میں سے۔ علماء کی رائے اسمیں مختلف ہے۔ امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ خمس میں سے بلکہ خمس الخمس میں سے جو حضورؐ کا خاص حصہ تھا۔ اور بظاہر یہی قول قوی ہے اس لیئے کہ حضورؐ نے اس عطا کے وقت غانمین سے اجازت نہیں لی۔ اور یہ حضورؐ کا قاعدہ نہ تھا کہ اموال صحابہ یا اُن کے حقوق کو بغیر اُن کی اجازت کے کسی کو دیدیں۔ اسی قضیہ میں ہے کہ آپ کی رائے تھی کہ ھوازن کے سبایا کو واپس کر دیا جائے۔ مگر گو آپ کی یہ رائے تھی آپ نے صحابہ سے صرف سفارش کی نہ خود اُن کے حصہ کو واپس کیا۔ نہ اُن کو حکم دیا کہ واپس کر دو۔ سفارش کے بعد بھی جن لوگوں نے واپس کرنے سے انکار کیا۔ اُن سے بدلہ دینے کا آپ نے وعدہ کیا۔

خمس خدا کا مال ہے اور اُس میں رسول اللہ کو تصرف کا کامل اختیار ہے۔ وہ ایسے ہی مصالح کے لیئے بعد کیا گیا ہے۔ اس سے بہتر مصرف اُس کے خرچ کا اور کیا ہوگا کہ سرداران قریش اور روسار قبائل جن کی خوشی و ناخوشی پر قبائل کی خوشی و ناخوشی کا مدار تھا۔ اُن کو ساکت کیا جائے۔ جن کی دشمنی اور عداوت سے ابتک مسلمانوں کو بڑے بڑے صدمات پہنچ چکے تھے اُن کی دشمنی کو روکا جائے۔ اسلام کی اشاعت کے راہ میں جو لوگ سدراہ بنے ہوئے تھے اُن کو ہٹایا جائے اور اس عطا و بخشش کی وجہ سے بلاشبہ یہ تمام فوائد حاصل ہوئے۔ بعض تو اُن میں سے مسلمان ہو گئے۔ بعض نے اقرار کیا کہ اس کے قبل ہماری نظر میں رسول اللہ سے زیادہ کوئی بُرا نہ تھا۔ اور اس کے بعد ہماری نظر میں رسول اللہ

Scanned by CamScanner

سے زیادہ کوئی محبوب نہ رہا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انصار کا اعتراض یہ نہ تھا کہ میراث دوسرے کو دیدیا گیا بلکہ اعتراض کا منشا یہ تھا کہ حق کے علاوہ انعام واکرام کے مستحق بھی ہم تھے۔ قریش نہ تھے نہ سردار ان قبیلہ جن کی عداوتیں بھی ابتک سرد نہ ہوئی تھیں لیکن یہ غلط فہمی تھی۔ یہ تمام مال سب کا سب انصار کو دیدیا جاتا تو خود اُن کے لیے اور اسلام کے لیے اتنا مفید ہوتا جتنا مؤلفۃ القلوب کے دینے سے ہوا۔ مؤلفۃ القلوب کے دینے میں جو حکمتیں غامضہ اور مصالح عظیمہ پوشیدہ تھے اُس کے فوائد اس کے بعد ہی ظاہر ہو گئے۔

اس کو یہ سمجھنا کہ حضورؐ نے اپنی قوم کا خیال کیا سخت نادانی ہے۔ آپ نے اپنے اہل بیت میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا۔ اُن مہاجرین کو کچھ نہیں دیا جو آپ کی محبت اور اسلام کی صداقت کے لیے اپنا گھر۔ اپنا وطن اور اپنے اقربا کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ تھے۔ اور اسلام کے لیے شروع سے ابتک سخت سے سخت مصیبتیں برداشت کر چکے تھے۔ یہ بھی قریش ہی تھے مگر معلوم تھا کہ مزخرفات دنیاوی کی وجہ سے اُن کی صداقت ایمانی میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہو سکتا۔ مومنین صادقین کو مالی ترغیب کی کوئی ضرورت نہ تھی مہاجر ہوں یا انصار اہل بیت ہوں یا غیر اہل بیت۔ مالی ترغیب کی اُنہیں کے لیے ضرورت تھی جن کے نزدیک ابتک سب کچھ مال ہی تھا۔

میں نے یہ سب کچھ اس بنا پر لکھا ہے کہ حضورؐ نے مؤلفۃ القلوب کو جو کچھ دیا وہ خمس میں سے دیا مگر سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ایسے موقع پر حضورؐ کل مال میں سے بھی صرف کر سکتے تھے یا نہیں۔ جواب ظاہر ہے کہ تمام اموال میں حکم خداوندی نافذ ہے اور آپ جو کچھ کرتے تھے وہ بحکم خداوندی جس خدا نے مال غنیمت کو مسلمانوں کے لیے جائز کیا وہ آپ کو کسی خاص مصرف میں صرف کرنے کا اختیار بھی دے سکتا ہے اور نہ وہ عدل کے خلاف ہوگا نہ مصلحت کے۔ مکہ کے غنائم سے حضورؐ نے سب کو روک دیا وہ عین عدل تھا اراضی مکہ کو خدا نے حرم بنا دیا

وہی عدل تھا۔ ایک روز حرم میں خونریزی جائز کر دی یہی عدل تھا۔ پھر اس کو کالعدم کر دیا یہی عدل تھا۔ عدل تو وہی ہے جو خدا اور خدا کے رسول کے حکم کے مطابق ہو یہ عدل نہیں ہے کہ مصالح عامہ پر احباب اور اشخاص کے فوائد کو ترجیح دیجائے۔

حضورؐ کے افعال پر تو وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جو خدا اور رسول سے واقف نہیں ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ایسی ضرورت پیش آجائے تو امام اور امیر اسلام بھی ایسا کر سکتا ہے یا نہیں۔ خمس میں تو بالکل ظاہر ہے کہ کوئی مال مصالح عامہ پر صرف کر سکتا ہے لیکن فیٔ خمس میں بھی اگر ضرورت شدید داعی ہو تو اُس کو بھی کیا جا سکتا ہے۔ مصالح عامۂ اسلامی ہر حال فوائد شخصیہ پر مقدم ہیں۔ اور عدل کے خلاف نہیں بلکہ عین عدل ہے لیکن تقسیم کے قبل یا اموال کو دار الاسلام میں لانے سے پہلے تقسیم کے بعد نہیں واللہ اعلم

عمرۂ جعرانہ

ابن اثیر جعرانہ میں دو لغت لکھتے ہیں۔ بکسر جیم وسکون عین۔ اور بکسر جیم وعین وتشدید راء مکہ سے ایک مرحلہ پر یہ ایک مقام ہے۔ یہ حل میں ہے اور یہی میقات ہے۔ طائف کی طرف سے آنے والے یہیں احرام باندھتے ہیں۔ معلوم ہو چکا ہے کہ حضورؐ نے حوازن کی غنیمت کو یہیں تقسیم کیا۔ اور مؤلفۃ القلوب کو اسی مقام پر بڑے بڑے عطایا عنایت فرمائے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ تقسیم کے جلدی میں جو کچھ بچ رہا تھا حضورؐ نے حکم دیا کہ اس کو بجمع[1] چلو جو مر الظہران کے قریب ہے۔ اور خود حضورؐ نے عمرہ کی نیت کی احرام باندھا اور مکہ تشریف لے گئے۔ عمرہ ادا کیا پھر مدینہ روانہ ہو گئے۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ عشا کی نماز جعرانہ میں پڑھکر آپ روانہ ہوئے اور صبح کی نماز مکہ میں پڑھی۔ رات کے وقت یہ سفر طے ہوا۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ یہ عمرہ

[1] بجمعہ بعض بکسر میم کہتے ہیں اور اکثر بفتح یہاں یاد رکھنا چاہیئے کہ تاء حجرات کے چلے اس کا ذکر آچکا ہے۔ منہ

آپ نے ذیقعدہ میں کیا۔ اور مکہ میں عتاب بن اسید کو خلیفہ مقرر کیا۔ اُن کے لیے ایک درہم روزانہ خرچ مقرر کیا۔ حضرت معاذ بن جبل کو مکہ میں رہنے دیا تاکہ لوگوں کو دین کی باتیں تعلیم کریں۔ اس کے بعد مکہ سے روانہ ہوئے۔ مرالظہران سے فی کے اموال کو لیتے ہوئے مدینہ آئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ذیقعدہ ۸ھ میں یا ابتدا ذی الحجہ میں مدینہ پہنچے اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب آپ مدینہ پہنچے تو ذیقعدہ میں چند دن باقی تھا واللہ اعلم

اس سال یعنی ۸ھ حجری میں کفار نے حسب معمول اپنے طریقہ سے حج ادا کیا۔ اور مسلمانوں نے عتاب ابن اسید کے ساتھ حج ادا کیا۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ حضورؐ نے عتاب ابن اسید کو امیر الحج بھی مقرر کیا تھا یا نہیں۔ ابھی اہل طائف یعنی ثقیف اپنے کفر پر تھے۔ اور اس کے بعد رمضان کے مہینہ تک وہ اسلام کے مخالف رہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

غزوہ طائف کے تاریخ کی تعیین پہلے لکھ چکا ہوں کہ فتح مکہ کے لیے حضورؐ دس رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے ہی قول اکثر کا ہے۔ لیکن

امام احمد صاحب نے مسند میں شداد بن اوس سے ایک روایت لکھی ہے کہ وہ فتح مکہ کے زمانہ میں ۱۸ رمضان کو رسول اللہ کے ساتھ بقیع کی طرف گئے تو ایک شخص غصے رہا تھا حضورؐ نے فرمایا کہ فصد کرنے والا اور فصد لینے والا دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ روایت سند اعلیٰ شرط مسلم صحیح ہے اور اُن روایتوں سے بہتر ہے جس میں ہے کہ حضورؐ دس رمضان کو روانہ ہوئے حالانکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ ۱۰ رمضان تک مدینہ میں تھے بھلا دس روز راستہ میں صرف ہوا اور ۲۰ رمضان کو مکہ فتح ہوا لیکن مسند کی روایت کے مطابق ۱۹ یا ۲۰ رمضان فتح کی تاریخ ہونی چاہیئے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت عباس کی روایت کے مطابق جو بخاری میں ہے آپ نے ۱۹ یا بیس روز مکہ میں قیام فرمایا یعنی ۹ شوال تک اور مسند کی روایت کے مطابق تقریباً اٹھارہ شوال تک۔ پھر غزوۂ حنین و اوطاس میں اور اس کے بعد طائف تک جانے میں تقریباً آٹھ یا دس روز صرف ہوا لہٰذا بہر صورت

۱؎ ہم حیاء اللہ معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ کو بیت محبت تالیف میں حاضر تھے تمام غزوات میں حضرت فرمائی حضورؐ نے انہیں کو قاضی اور امام (باقی ۳۰۵)

طائف کا غزوہ شوال میں شروع ہو گیا تھا۔ مگر مسند کی روایت کے موافق شوال کا صرف دو تین روز باقی تھا لیکن ہر روایت کی بنا پر یہ غزوہ ذیقعدہ میں بھی ضرور جاری رہا۔

طائف کا محاصرہ ابن اسحاق کی روایت کے موافق بیس دن سے زیادہ رہا۔ ابی سعد کی روایت کے موافق اٹھارہ دن۔ اور مکحول کی روایت کے موافق چالیس دن۔ اور طائف سے لوٹنے کے بعد آپ نے جعرانہ میں غنیمت تقسیم کیا اس کے بعد عمرہ جعرانہ ادا فرمایا۔ متفق علیہ ہے کہ عمرہ جعرانہ ذیقعدہ میں ہوا۔ اب اگر مسند کی روایت کو مدینہ سے روانگی کی تاریخ میں راجح قرار دیا جائے۔ اور مکحول کی روایت کو محاصرہ طائف کے باب میں تو عمرہ جعرانہ ذیقعدہ میں ناممکن ہے۔ اس لیے ان میں سے ایک روایت تو یقیناً صحیح نہیں ہو سکتی واللہ اعلم

اس توضیح سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ غزوۂ طائف سے اس بات پر استدلال کرنا کہ شہر حرام میں غزوہ جائز ہے یہ صحیح نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ غزوۂ طائف شوال میں شروع ہو گیا تھا۔ اور اختلاف اس میں ہے کہ شہر حرام میں غزوہ شروع کرنا درست ہے یا نہیں۔ شروع پہلے ہو تو شہر حرام میں جاری رکھنا باتفاق درست ہے۔

عاملین صدقہ کا تقرر

ابن قیم لکھتے ہیں کہ حضورؐ جب طائف سے مدینہ واپس آئے اور ۹ھ شروع ہوا تو اعراب سے صدقات وصول کرنے کے لیے آپ نے آدمی بھیجے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ محرم ۹ھ کا ہلال دیکھا گیا تو آپ نے قبائل میں عاملین صدقہ کو روانہ فرمایا عیینہ بن حصن کو بنی تمیم کی طرف بھیجا۔ یزید بن حصین کو اسلم اور غفار کی طرف۔ عباد بن بشر الاشہلی کو سلیم اور مزینہ کی طرف۔ رافع بن مکیث کو جہینہ کی طرف۔ عمرو بن العاص کو بنی فزارہ کی طرف۔ ضحاک[1]

[1] ضحاک بن سفیان الکلابی یزید ضحاک سے پہلے ہوئے ہیں ممکن ہے کہ سہو ہو۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ ضحاک بن سفیان ایک تھے یہی ایک تخالبی مگر میرا گمان ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں واللہ اعلم (باقی ۳۰۶)

Scanned by CamScanner

ابن سفیان کو بنی کلاب کی طرف۔ بشر بن سفیان کو بنی کعب کی طرف۔ ابن اللتبیہ[1] الازدی کو بنی ذبیان کی طرف حضورؐ نے سب سے تاکید کر دی تھی کہ لوگوں کے بہترین اور مرغوب اموال صدقہ میں نہ لئے جائیں چنانچہ جب ابن اللتبیہ واپس آئے تو اُن سے اس بارہ میں محاسبہ کیا گیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضورؐ نے مہاجر ابن ابی امیہ کو صنعاء بھیجا۔ زیاد بن لبید انصاری کو حضرموت۔ عدی بن حاتم کو قبیلہ طی اور بنی اسد کی طرف۔ مالک بن نویرہ کو بنی حنظلہ کی طرف۔ بنی سعد کے صدقات کو ذُوحصہ کیا زبرقان بن بدر کو ایکطرف بھیجا۔ اور قیس بن عاصم[2] کو دوسری طرف۔ علاء بن الحضرمی کو بحرین۔ اور حضرت علیؓ کو نجران تاکہ صدقہ جمع کریں اور جزیہ وصول کریں۔ یہ سب حضورؐ کے امراء اور عاملین ہیں۔

---

[1] ابن اللتبیہ بضم لام و فتح مثناۃ فوق و کسر موحدہ و شدۃ یا تحتیہ۔ و قیل بفتح لام و سکون فوقیہ و فتح تحتانیہ کما قال امام نووی کذا فی القاموس کہ اللتبیہ بضم لام و سکون تا ہے اور بعضوں نے کہا ہے بفتح لام و تا خطا ہوا اور بعضوں نے کہا ہے کہ مسلم کی روایت میں دونوں کو فتحہ ہے یہ بھی خطا ہے یہ نسبت ہے بنی لتب مشہور قبیلہ کی جانب۔ ابن اللتبیہ کا نام عبداللہ ہے ۱۲ منہ

[2] مالک بن نویرہ بڑی پرہوی ایام جاہلیت میں بہت معزز تھے اور حضورؐ نے اُن کو بنی حنظلہ کے صدقات پر مقرر کیا حضورؐ کے بعد جب ارتداد کا زور ہوا تو انہوں نے صدقات روک دیا اور سجاح نے نبوۃ کا دعویٰ کیا تھا اُس سے مصالحت کر لی تھی لیکن ارتداد کی کوئی بات ظاہر نہیں کی نماز یہ لوگ برابر پڑھتے رہے اور اذان ہوتی رہی حضرت خالدؓ جب بنی اسد اور غطفان کی جنگ سے فارغ ہوئے تو مالک اور نویرہ کی طرف متوجہ ہوئے مالک نے ظاہر کر دیا کہ ہم مسلمان ہیں اور پابند شریعت اسلام ہیں مگر حضرت خالدؓ کے حکم سے حضرت ضرار ابن الازور اسدیؓ نے اُن کو قتل کر دیا اور مالک کی عورت پر خالدؓ نے قبضہ کیا یہ خبر جب مدینہ پہنچی تو حضرت عمرؓ حضرت خالدؓ سے بہت برافروختہ ہوئے اور بہت تشدد کیا مگر حضرت صدیقؓ حضرت خالدؓ کے ساتھ متی مناسب دیکھی بعض کہتے ہیں کہ مالک مرتد ہو گئے تھے مگر یہ غلط ہے۔ باتفاق وہ صحابی ہیں اگر وہ مرتد مقتول ہوتے تو صحابہ میں کیسے شمار ہوتے اور خالد کے خلاف حضرت عمرؓ کی تشدد کیوں کر ہوتا منہ

[3] ابوجہیم۔ قیس بن عاصم رئیس بنی تمیم حضورؐ کی خدمت میں شرف اسلام قبول کیا علم و فضل میں مشہور تھے۔

سریہ عیینہ بن الحصن و وفد بنی تمیم

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ محرم ۹ھ میں حضورؐ نے عیینہ بن حصن فزاری کو پچاس سواروں کے ساتھ بنی تمیم سے جنگ کے لیے بھیجا۔ اُس میں مہاجر و انصار کا کوئی شخص نہ تھا۔ ان لوگوں نے بنی تمیم پر اُن کے صحرا میں حملہ کیا۔ وہ بھاگ گئے۔ یہ لوگ گیارہ مرد، اکیس عورت اور تیس لڑکے گرفتار کر کے مدینہ لائے۔ اور رملہ بنت الحارث کے مکان میں سب کو رکھا۔

اس کے بعد بنی تمیم کا وفد حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ اس میں اُن کے چند رؤسا بھی تھے عطارد بن حاجب۔ زبرقان بن بدر قیس بن عاصم۔ اقرع بن حابس قیس بن الحرث نعیم بن سعد عمرو بن الاہتم۔ رباح بن الحرث ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اور حجاب بن زبرقان بن ہشام کہتے ہیں عطارد بن یزید جن کا حضورؐ نے حضرت معاویہؓ سے مواخات کرایا تھا۔ اور پیچھے اُن کے انتقال کے بعد اُن کے اموال پر معاویہؓ نے اُسی مواخات کی بنا پر قبضہ کیا۔ ابن اثیر اور ابن حجر نے بھی ان کا نام عطارد ہی لکھا ہے بضم عین مہملہ و تخفیف مثناۃ فوقیہ۔

ابن اسحاق نے یہاں سریہ کا تذکرہ نہیں لکھا۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ عیینہ بن الحصن الفزاری بھی اس وفد کے ساتھ مدینہ آئے تھے۔ عیینہ بن الحصن اور اقرع بن حابس فتح مکہ اور غزوۂ حنین و طائف میں رسول اللہ کے ساتھ تھے۔ اب پھر بنی تمیم کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے واللہ اعلم۔

یہ لوگ اعرابی تھے۔ آداب رسالت سے واقف نہ تھے۔ حجروں کے باہر سے پکارنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نکلو۔ جلد آؤ۔ اس بے محل سے پکارنا اور آواز دینا خدا کو ناپسند ہوا۔ اس طرح پکارنے کی ممانعت میں آیت کلام اللہ نازل ہوئی۔ بہرکیف حضورؐ نکلے اور اُسی وقت حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان دی۔ حضورؐ مسجد تشریف لے گئے۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ اسکے بعد صحن مسجد میں بیٹھے۔ ان سب نے کہا کہ ہم مفاخرت کے لیے آئے ہیں ہمارے خطیب

کو اجازت دیجئے۔ حضورؐ نے اجازت دی۔ پہلے عطارد بن حاجب نے خطبہ پڑھا اور اس کہا

خدا کے لیے حمد ہے جس نے ہم میں ملوک بنائے جن کو ہم سب پر فضیلت حاصل ہے۔ اور جس نے ہم لوگوں کو بڑی دولت دی جس کو ہم نیک کام میں صرف کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کو سارے مشرق میں سب سے زبردست بنایا۔ ہماری تعداد بہت زیادہ کی۔ ہمارے لیے سامان حرب مہیا کرنا آسان کر دیا۔ تو ہمارے انسان میں ہمارا مثل کون ہے۔ کیا ہم تمام انسان سے بالا نہیں ہیں۔ کیا ہم سب سے فضل میں برتر نہیں ہیں۔ اگر کوئی ہمارے فخر میں مقابلہ کرنا چاہے تو بتائے کہ کیا یہ باتیں ایسی ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اپنی مفاخرت میں طویل تقریر کر سکتے ہیں لیکن ہمیں شرم معلوم ہوتی ہے کہ خود ثنائی کریں۔ جو کچھ کہا وہ بھی اس لئے کہ اگر کوئی لا سکتا ہے تو اس کے مثل یا اس سے بہتر کوئی بات اپنی فضیلت کی پیش کرے۔ اتنا کہکر وہ بیٹھ گیا

لہ ابن جریر نے بعض محدثین سے نقل کیا ہے کہ جس جماعت نے حجروں کے باہر سے آواز دی جس کے متعلق آیت نازل ہوئی اس میں عطارد بن حاجب تھے اور جب تمیم کا وفد آیا اس میں عطارد بن حاجب تھے گویا یہ وہ واقعہ ہے جیسا ابن اسحاق کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے مگر صحابہ میں عطارد بن حاجب کا ذکر صرف ابن فتحون نے کیا ہے عطارد بن حاجب کا ذکر بخاری میں بھی ہے کہ یہ لنگی حلہ پہنے ہوئے تھے جو اون کو کسریٰ نے دیا تھا۔ اور جس کو دیکھکر صحابہ کو تعجب ہوا تھا۔ صحابہ نے حضورؐ سے خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا کہ ریشم دنیا میں وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ دلائل وغیرہ میں بھی اس وفد کا قصہ آیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سعد بن عبادؓ کی منزل اس سے اچھی ہے عطارد بن حاجب اس وفد کے ساتھ مسلمان ہوئے پھر بنی تمیم میں سجاح نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو یہ اسکے ساتھ ہو گئے اس کے بعد پھر تائب ہوئے اور صادق مسلمان رہے ۱۲ منہ

اللہ کے بعد رسول اللہ کے کہنے پر حضرت ثابت بن قیس بن شماس بن شماس الانصاری کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

ساری تعریف خدا ہی کے لیے سزاوار ہے جس نے آسمان و زمین پیدا کیا اور اس میں اپنا حکم نافذ فرمایا۔ اس کا علم آسمان و زمین اور کل چیزوں کو محیط تھا جبکہ ان چیزوں کا کوئی وجود نہ تھا جو کچھ ہوا اسی کے فضل سے ہوا اور صرف اسی کے فضل سے یہ فضل ہے یہ اسی کا فضل ہے کہ اس نے ہم میں حکومت دی۔ اپنے تمام مخلوق میں سے بہترین شخص کو اپنا رسول بنایا جو نسب میں سب سے اکرم ہے۔ بات میں سب سے سچا ہے حسب میں سب سے افضل ہے پھر خدا نے اُن پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اپنی ساری مخلوق پر اُن کو امین بنایا۔ اور وہی خدا کے نزدیک ساری مخلوقات سے افضل ہیں پھر انہوں نے تمام انسان کو خدا پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے پہلے اُن کے صاحبزادوں نے ایمان لائے جو نسب میں بہتر سب سے افضل و بزرگ ہیں جن کی صورتیں اچھی اور جن کے اعمال افضل ہیں اور نبی کی دعوت کو قبول کرنے میں بھی وہی سب سے مقدم ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کے انصار اور رسول اللہ کے وزراء ہیں ہم لوگوں سے اس وقت تک مقاتلہ کرتے ہیں جبتک لوگ ایمان نہ لے آئیں لیکن جب کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے تو پھر اس کا مال

لہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس خزرجی تھے اور انصار کے خطیب تھے ان کی نسبت رسول اللہ نے فرمایا ہے نعم الرجل ثابت بن قیس بلاذری میں ہے وہ مارے ہی جاوینگے اصل مسلمین بھی ہے اس کے اور قصے بخاری و مسلم میں ہیں ۱۲ منہ

اور اُس کا خون سب محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جو اس سے رُکا ہم ہمیشہ
اُس سے خدا کے لیے جہاد کریں گے۔ اور ایسوں کا قتل کر دینا ہمارے
لیے بالکل آسان ہے۔ یہ ہے جو کچھ ہمیں کہنا تھا۔ اور خدائے بزرگ و
برتر سے دعا کرتا ہوں کہ تمام مومنین و مومنات کی مغفرت کرے السلام علیکم

جب ثابت بن قیس خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے تو بنو تمیم کا شاعر زبرقان بن بدر کھڑا ہوا اور اپنی قومی مفاخرت کا قصیدہ پڑھا۔ اُس کے جواب کے لیے حضرت حسان بن ثابتؓ کھڑے ہوئے اور فی البدیہہ ایک زبردست قصیدہ جواب میں پڑھا۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ اقرع بن حابس نے کہا کہ رسول اللہ کا خطیب میرے خطیب سے اچھا ہے۔ اُن کا شاعر میرے شاعر سے بہتر ہے۔ اُن کی آوازیں ہماری آوازوں سے افضل ہیں پھر سب مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ نے اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔

ابن اسحاق نے دوسری جگہ اس کے بہت بعد عیینہ بن حصن کے سریہ کا علیحدہ ذکر کیا ہے کہ اُن کو رسول اللہ نے تمیم کی ایک جماعت بنی العنبر کی طرف بھیجا تھا۔ اور وہ وہاں سے مرد عورت قیدی لائے تھے۔ اس لیے تمیم کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ اور حضورؐ سے قیدیوں کے متعلق اُن لوگوں نے گفتگو کی۔ آپ نے بعض قیدیوں کو چھوڑ دیا بعض کا فدیہ لیا۔ مگر لکھتے ہیں کہ اس وفد میں حسب ذیل اشخاص تھے۔

ربیعہ بن رفیع۔ سبرہ بن عمرو۔ مخلاع بن معبد۔ وردان بن محرز۔ قیس بن عاصم۔ مالک بن نمرہ۔ اقرع بن حابس۔ فراس بن حابس

بظاہر یہ دونوں ایک ہی وفد کا قصہ ہے واللہ اعلم

لہ زبرقان کے معنی قمر ہیں اُن کے حسن کی وجہ سے اُن کو زبرقان کہتے ہیں یہ ارتداد کے ایام میں ثابت رہے اور قبائل نے جب صدقات روک دیئے تو اُنہوں حضرت صدیقؓ کو صدقہ ادا کیا ۱۲ منہ

سریہ قطبہ بن عامرؓ الی خثعم

ابن سعد کہتے ہیں کہ حضورؐ نے قطبہ بن عامر کو بیس آدمیوں کے ساتھ دحیہ اور خثعم کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا جو تبالہ[1] کے ایک طرف رہتے تھے۔ اُن لوگوں نے وہاں ایک شخص کو پکڑا اور اُس سے کچھ باتیں دریافت کیں وہ پہلے گومگو بن گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد لوگوں کو پکار کر متنبہ کرنے لگا اور ڈرانے لگا۔ ان لوگوں نے اس کو قتل کر دیا۔ اور ٹھہرے رہے۔ جب وہاں کے لوگ سو گئے تو انہوں نے حملہ کر دیا۔ بڑی لڑائی ہوئی۔ فریقین کے لوگ زخمی ہوئے اور خود قطبہ ابن عامرؓ شہید ہو گئے۔ بقیہ آدمی اُن کی لاشیں۔ اونٹ اور بکریاں لیکر مدینہ آئے ابن قیم کہتے ہیں کہ قطبہ بن عامر بن حدید کا غزوہ صفر ۶ھ میں ہوا۔

اور کہتے ہیں کہ اسی غزوہ میں بھی یہ واقعہ ہوا ہے کہ جب مسلمان جانور اور قیدی عورتوں کو لیکر چلے تو خثعم کے لوگوں نے تعاقب کیا۔ مگر اُسی وقت بیچ میں سیلاب عظیم حائل ہو گیا۔ جس کو وہ عبور نہ کر سکے اور دیکھتے رہے۔ یہ لوگ سب کچھ لیکر مدینہ چلے آئے۔

سریہ ضحاک بن سفیانؓ کلابی

پھر ربیع الاول ۶ھ میں حضورؐ نے ایک فوج بنی کلاب کی طرف بھیجی اور اُس پر ضحاک بن سفیانؓ بن عوف کو امیر کیا۔ اور انہیں کے ساتھ اُسیدؓ بن سلمہ بھی تھے۔ رجیع[3] میں جنگ ہوئی اور

لہ تبالہ بفتح مثناۃ فوقیہ و تخفیف باء موحدہ و بن کا ایک شہر ہے کذا فی النہایہ ۱۲ منہ

لہ یہ ابن قیم نے ابن سعد سے نقل کیا ہے لیکن ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن عاکم کہتے ہیں کہ قطبہ بن عامرؓ حضورؐ کے زمانہ میں انتقال ہوا اور ابن حبان کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے خلافت میں ان کا انتقال ہوا واللہ اعلم ۱۲

لہ عاملین صدقہ میں ان کا ذکر ہوا ہے ۱۲ منہ

لہ اُسید بروزن احمد بن سلمہ دو صحابی ہیں ایک سلمی ہیں اور ایک کلابی اسید سلمی کے والد سلمان ہو گئے اور اسید کلابی کا یہ قصہ ہے بعض علماء کو ان دونوں میں وہم ہوا ہے ۱۲ منہ

لہ ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں رجیع لاوہ بضم زائے معجمہ و کسر یہ مہملہ جگہ ہے جہاں پر ہذیل نے ضحاک بن سفیان کو بھیجا تھا ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

کفار کو ہزیمت ہوئی۔ وہاں پر ایک عورت اس پر اصیدبن سلمہ کو ان کے باپ سلمہ اور
سلمہ اپنے گھوڑے پر تھے۔ اصیدنے سلمہ کے گھوڑے کو تلوار ماری جس سے وہ گھوڑا
اصید کو اور اُن کے دین کو گالی دیا۔ اصیدنے سلمہ کے گھوڑے کو تلوار ماری جس سے وہ گھوڑا
گر گیا۔ اور خود سلمہ نیزے کے بل پانی میں گرا۔ یہ روکے رہے حتیٰ کہ ایک شخص نے آکر اس کو
قتل کر دیا خود اصیدنے اپنے باپ کو قتل نہیں کیا۔

سریہ علقمہ بن مجزز المدلجی الی الحبشہ

خبر ملی کہ جدہ میں کچھ حبشی آئے ہیں حضورؐ نے ربیع الآخر ۹ھ میں علقمہ بن مجزز المدلجی کو تین سو آدمیوں کے
ساتھ وہاں بھیجا۔ یہ گئے تو وہ سب بھاگ گئے۔ یہ لوگ بعض جزیرہ تک گئے۔ مگر وہ سمندر میں
لاپتہ ہو گئے۔ یہ لوگ لوٹے مگر فوج کے کچھ آدمی نے اپنے اہل کی طرف جانے میں جلدی کی
اور اُن میں عبداللہ بن حذافہ سہمی بھی تھے۔ راستہ میں بعض مقام پر علقمہ بن مجزز نے آگ جلوائی
اور عجلت کرنے والوں سے کہا کہ تو لوگ آگ میں داخل ہو جاؤ جب کچھ لوگ آگ میں جانے
کے لیے مستعد معلوم ہوئے تو علقمہ نے کہا فقط وہم نے تو مذاق سے کہا تھا۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے
اور رسول اللہ کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ کوئی معصیت کا حکم دے تو نہ مانو۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ یہ قصہ اس طرح مواہب لدنیہ میں حاکم اور
ابن ماجہ سے منقول ہے حضرت ابی سعید خدریؓ کی یہ روایت ہے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے
اس کو صحیح کہا ہے۔ اور صحیحین میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ایک سریہ میں ایک انصاری
کو امیر بنایا اور اس میں اسی قسم کے واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے مسند امام احمد
میں ایک روایت ہے کہ آیۃ شریفہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم
عبداللہ ابن حذافہ ابن قیس بن عدی کے باب میں نازل ہوئی ہے اُن کو رسول اللہ نے
ایک سریہ میں بھیجا تھا۔

لہ علقمہ بن مجزز ابن اثیر اور ابن حجر لکھتے ہیں مجزز بضم میم وجیم و دو زا سے مجھ پہلا مکسور ثقیلہ اور منہ

میں نے عمرۃ القضاۃ سے پہلے عبداللہ بن حذافہؓ کے سریہ کا تذکرہ کیا ہے۔ نہ معلوم یہ
اُسی واقعہ کا حال ہے جو صحیح حدیث میں محفوظ ہے۔ یا دوبارہ ہوا واللہ اعلم

سریہ علیؓ بن ابی طالب الی طی

اسی سال حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ وہ قبیلہ طی کے
بتخانہ کو گرا دیں۔ اُن کے ساتھ ایک سو پچاس آدمی
ایک سو پچاس گھوڑوں پر تھے۔ اور اُن کے ساتھ سیاہ رایہ اور سفید لوا تھا۔ یہ لوگ جب
فلس میں پہنچے (فلس بضم فاف وسکون لام قبیلہ طی کا بڑا بتخانہ تھا) تو فجر کے وقت حملہ کیا اور
بتخانہ کو گرا دیا۔ پھر تو میں۔ اونٹ۔ بکریاں اُن کی گرفتار کر لیں۔ قیدی عورتوں میں مشہور
حاتم طائی کی لڑکی اور عدی بن حاتم کی بہن بھی تھیں۔ خود عدی بن حاتم بھاگ کر شام چلے گئے
اُن کے سلاح خانہ میں تین تلواریں اور تین زرہیں ملیں۔

ابن اسحاق نے خود عدی بن حاتم سے مفصل واقعہ نقل کیا ہے۔ اُس کا ملخص یہ ہے کہ
عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ سے بڑا متنفر تھا۔ میں نصرانی تھا۔ بادشاہ تھا۔
سمجھتا تھا کہ میرا دین حق ہے اور قوم کا رئیس ہوں جب رسول اللہ کے فتوحات کی شہرت ہوئی تو
مجھے سخت اندیشہ ہوا۔ میں نے اپنے خادم سے کہدیا تھا کہ اگر اسلامی فوج کا رُخ اس طرف
ہو تو مجھے خبر دینا۔ اُس نے ایک روز آکر کہا کہ جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر لو محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی فوج آگئی۔ میں نے خود علم دیکھا ہے۔ میں نے اونٹ منگوایا۔ اور اپنے اہل وعیال کو لیکر
شام چلا آیا۔ کیونکہ شام کے لوگ نصرانی اور میرے ہم مذہب تھے لیکن اپنی بہن حاتم کی
لڑکی کو وہیں چھوڑ دیا۔ جب رسول اللہ کی فوج نے حملہ کیا۔ اور عورتوں کو قید کیا تو یہ بھی
حاتم کی لڑکی بھی تھیں۔ وہ جب رسول اللہ کے سامنے پیش ہوئیں۔ تو کہا کہ یا رسول اللہ
میرے باپ کا انتقال ہو گیا۔ میرا محافظ بھی چھوڑ کر غائب ہو گیا۔ میں ضعیفہ ہوں اور

لہ امام قاضی نے کہا ہے دونوں کو جمع کرکے سریہ عبداللہ بن حذافہ سہمی و علقمہ بن مجزز المدلجی بھی اس کے جدا آگ
جلانے کا قصہ روایت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا بھی واقعہ ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

کسی خدمت کے لائق بھی نہیں ہوں مجھ پر احسان کیجیے خدا آپ پر احسان کرے گا حضورؐ نے پوچھا کہ تمہارا محافظ کون تھا۔ کہا کہ عدی بن حاتم حضورؐ نے اُن کو چھوڑ دیا۔ اور جانے کیلئے اونٹ بھی دیا۔ تیری بہن وہاں سے میرے پاس شام آئیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف کی۔ کہا کہ اُنہوں نے تو وہی کیا ہے جو تمہارا باپ کرتا تھا۔ اُن کے پاس فلاں آیا اُس پر یہ احسان کیا۔ فلاں آیا اُس پر یہ عنایت فرمائی۔ تم اُن کے پاس جاؤ۔

آخر میں مدینہ آیا حضورؐ مسجد میں تھے۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ عدی بن حاتم آیا ہے اور فیل بلا کسی امان یا تحریر کے چلا آیا تھا۔ خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضورؐ نے اخلاق کریمانہ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور پہلے لوگوں سے حضورؐ کہہ چکے تھے کہ خداوند پاک جلد عدی بن حاتم کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا میرے سامنے اُسی وقت ایک عورت آئی اُس کے ساتھ اُس کا لڑکا بھی تھا۔ اُس نے آکر حضورؐ سے کہا کہ مجھ کو آپ سے ایک کام ہے۔ آپ مجھ کو چھوڑ کر اُس کے ساتھ چلے گئے اور اُس کا کام انجام دیکر پھر تشریف لائے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنے گھر آئے۔ ایک عورت تھیں اُنہوں نے گدا ڈال دیا حضورؐ اُس پر بیٹھے اور میں بھی سامنے بیٹھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے عدی تو کس چیز سے بھاگا کیا لا الٰہ الا اللہ کہنے سے۔ کیا خدا کے سوا اور کوئی معبود ہے میں نے کہا کہ نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ کیا تو اللہ اکبر کہنے سے بھاگا یعنی اس بات کے اقرار کرنے سے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ کیا تو کسی کو خدا سے بڑا سمجھتا ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ یہود پر خدا کا غضب ہے اور نصاریٰ گمراہ ہوگئے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور دین حنیف پر ہوں یہ سنکر حضورؐ کا چہرہ خوشی سے روشن ہو گیا۔

اس کے بعد حضورؐ نے حکم دیا میں ایک انصاری کے مکان میں ٹھہرا۔ اور صبح شام خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک روز ایک جماعت آئی۔ نماز کے بعد آپ نے اُن لوگوں کو نصیحت کی اور فرمایا۔

اے لوگو خدا نے تم پر فضل کیا ہے اس سے دوسروں پر بھی احسان کرو اگرچہ ایک صاع ہو یا اگرچہ نصف صاع ہو۔ یا اگرچہ ایک مٹھی ہو۔ یا اگرچہ ایک مٹھی سے بھی کم ہو یہی تم کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا اگرچہ ایک چھوہارہ ہو۔ یا چھوہارہ کا ایک ٹکڑہ ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو اچھی بات سے احسان کرو۔ تم میں سے ہر شخص کو خدا کے سامنے جانا ہے۔ اور خدا بھی ہی کہے گا جو ہم کہتے ہیں۔ خدا کے سامنے جب کوئی جائے گا تو خدا سوال کرے گا کہ کیا میں نے تم کو مال اور اولاد نہیں دیا تھا بندہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا۔ خدا پوچھے گا کہ آج کے لیے تم نے کیا رکھا ہے وہ آگے دیکھے گا۔ داہنے بائیں دیکھے گا کوئی چیز نہ پاویگا جو اُس کو اُس روز جہنم کی آگ سے بچا سکے یا چھوہارہ کا ٹکڑہ نہ اچھی بات۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ اے لوگو میں اس سے نہیں ڈرتا کہ تم فاقہ سے مر جاؤ گے۔ خدا تمہارا مددگار ہے۔ اور تم کو اتنا غنی بنا دیگا کہ ایک عورت یثرب سے حیرہ چلی جائیگی۔ بلکہ زیادہ اور اُس کو چوری کا بالکل خطرہ نہ رہے گا۔ عدی بن حاتم کہتے ہیں۔ کہ میں نے سوچا تھا کہ یہ طی کے چور کہاں چلے جائیں گے۔

کعب بن زہیر پیچھے لکھ چکا ہوں کہ فتح مکہ میں جن لوگوں کا خون حضورؐ نے ہدر کر دیا تھا اور جنکے قتل کا حکم دیا اُن میں کعب بن زہیر شاعر کا نام بھی تھا۔ غزوۂ طائف اور غزوۂ تبوک کے درمیان کعب بن زہیر خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ جب حضورؐ طائف سے لوٹے تو بجیر بن زہیر نے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو لکھا کہ جو شعراء رسول اللہ کی ہجو کرتے تھے وہ قتل کیے گئے۔ اب قریش کے شعراء میں سے صرف ابن الزبعری اور ہبیرہ بن وہب رہ گئے ہیں حضورؐ کا قاعدہ ہے

کہ جو شخص تائب اور مسلمان ہو کر اُن کے پاس آجائے اُس کو قتل نہیں کرتے۔ اگر تم کو اپنی زندگی مقصود ہے تو اگر معافی چاہو اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ اور بجیر نے اشعار بھی لکھے جس میں اسلام کی ترغیب دی تھی۔

جب کعب نے دیکھا کہ اس کے سوا چارہ نہیں ہے تو ایک قصیدہ مدح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھا اور مدینہ آئے۔ اور جہینہ کے ایک آدمی کے یہاں ٹھہرے جس سے اُن کی پہلے سے شناسائی تھی۔ اور صبح کے وقت انھیں کے ساتھ رسول اللہ کے پاس گئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو یہ پاس گئے حضور اُن کو پہچانتے نہ تھے۔ اُنھوں نے حضور کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا اور کہا کہ یا رسول اللہ کعب بن زہیر توبہ کرکے اور مسلمان ہو کر آیا ہے اور آپ سے امان چاہتا ہے۔ کیا آپ اُس کو امان دینگے رسول اللہ نے کہا کہ ہاں۔ اُنھوں نے کہا کہ میں کعب بن زہیر ہوں یا رسول اللہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُن کے اس کہنے پر انصار میں سے ایک شخص اُٹھے کہ یا رسول اللہ اجازت دیجیے اس عدو اللہ کی گردن ماروں۔ حضور نے فرمایا کہ جانے دو تائب ہو کر آیا ہے۔ اسکی وجہ سے کعب کو انصار کی طرف سے ملال ہوا۔ جب کعب نے اپنا وہ مشہور قصیدہ پڑھا جو بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس پر بہت سے شروح و تراجم لکھے گئے ہیں۔

اس قصیدہ میں اُنھوں نے مہاجرین کی تعریف و توصیف لکھی لیکن انصار کی نہیں کیونکہ انصار سے غصہ ہو گئے تھے۔ انصار کو اس کا بہت ملال ہوا لیکن مسلمان ہونے کے بعد انصار کی منقبت میں بھی قصیدہ لکھا اور اُس کی تلافی ہو گئی۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ جب کعب بن زہیر نے قصیدہ بانت سعاد پڑھا تو حضور اُن سے بہت خوش ہوئے۔ اور اپنی چادر مبارک جو بدن پر تھی وہ اُن کو عنایت فرمائی حضور کی یہ چادر کعب بن زہیر کے پاس تھی حضرت معاویہ نے حضور کے بعد کعب بن زہیر کو دس ہزار درم دے رہے تھے کہ یہ چادر ہمیں دیدو۔ مگر انھوں نے

قبول نہ کیا اور کہا کہ ہم رسول اللہ کا جامۂ مبارک ہرگز نہ دینگے لیکن آخر حضرت معاویہ نے کعب بن زہیر کے بعد اُن کے ورثہ کو بیس ہزار درہم دیکر وہ چادر لی۔ اور اب تک وہ چادر سلاطین اسلام کے پاس رہی واللہ اعلم

کعب بن زہیر نے زبردست شعراء میں تھے۔ اُن کے لڑکے عقبہ بن کعب اور اُن کے پوتے عوام بن عقبہ بھی اچھے شاعر ہوئے ہیں۔ اس خاندان کو شاعری مبارک ہوئی کیونکہ رسول اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ بنی۔

غزوۂ تبوک و جیش العسرۃ

مدارج النبوۃ میں ہے کہ تبوک ایک مقام ہے مدینہ سے چودہ منزل پر شام اور مدینہ کے درمیان بعض کہتے ہیں کہ ایک قلعہ کا نام ہے مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ قاموس میں ہے کہ تبوک ایک زمین ہے شام اور مدینہ کے درمیان۔ ان سب معنوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ یہ غزوہ سخت قحط کے ایام میں ہوا تھا۔ دور کا سفر تھا۔ ہوا گرم۔ تواری کم۔ کھانے پینے کی تکلیف جیش کی تعداد زیادہ بھی تنگی ہوئی تھی۔ جیسا کہ آگے معلوم ہوگا اس لیے اس کو جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں۔ منافقوں کو اس میں شرمساری ہوئی تھی اور ان کا نفاق ظاہر ہو گیا تھا اسلئے اسکو غزوۂ فاضحہ بھی کہتے ہیں اور حدیثوں میں اس غزوہ کا یہ سب نام آیا ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لیے حضور ماہ رجب ۹ھ میں جمعرات کے روز روانہ ہوئے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضور کا قاعدہ تھا کہ کسی غزوہ میں جاتے وقت صحیح مقام بہت کم بتاتے تھے لیکن اس غزوہ میں چونکہ جگہ دور تھی۔ زمانہ شدت کا تھا۔ دشمن کی تعداد بہت تھی۔ آپ نے ظاہر کر دیا کہ روم سے مقابلہ ہے اور وہیں جانے کا ارادہ ہے تاکہ سب لوگ مناسب حال تیاری کر سکیں۔

Scanned by CamScanner

غزوہ کی وجہ

ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ کو خبر ملی کہ شام میں روم نے بڑی فوج جمع کی ہے۔ اور ہرقل نے ایک سال کا خرچ اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے اور اُن کے ساتھ لخم و جذام۔ اور عاملہ و غسان کے آدمی بھی آکر شامل ہو گئے ہیں۔ اور اُنکی فوج کے مقدمات ارض بلقاء تک آگئے ہیں۔ مدارج النبوۃ میں یہ بھی ہے کہ اس دیار کے نصاریٰ نے ہرقل سے جھوٹ یہ کہا تھا کہ مدینہ میں جو شخص نبوۃ کا دعویٰ کرتے تھے اُنکا انتقال ہو گیا۔ اور وہاں اس وقت سخت قحط اور تنگی ہے۔ اور اُن کے اموال ضائع ہو گئے ہیں۔ اِس لیئے اس ملک کو اس وقت بآسانی لیا جا سکتا ہے۔ اس لیئے ہرقل نے ایک رومی سردار کو چالیس ہزار آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا اور مدینہ کے لیئے نامزد کیا حضورؐ کو یہ خبر ملی تو حضورؐ نے اُن کے مقابلہ کا ارادہ کیا۔

فوج کی تیاری

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فوج کی تیاری کا حکم دیا۔ اور غنیا کو فی سبیل اللہ نفقہ اور سواری مہیا کرنے کی ترغیب دی تمام صحابہ اپنی اپنی استطاعت کے موافق اونٹ اور مال لائے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنا نصف مال لاکر حاضر کیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنا کل مال لاکر حاضر کر دیا اور خدا و خدا کے رسول کا نام اپنے اہل و عیال کیلئے رکھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بہت مال پیش کیا۔ مگر اس روز جو نفقہ عظیم حضرت عثمان غنیؓ نے دیا وہ سب سے بڑھا ہوا تھا تین سو اونٹ لدا ہوا جو اسباب سازو سامان جیش العسرۃ کی ترتیب کے لیئے حضرت عثمانؓ نے دیدیا۔ اور ایک ہزار اشرفی نقد۔ ناداروں صحابہ نے مزدوری کی اور جو کچھ ملا حضورؐ کی خدمت میں حاضر کیا۔ عورتوں نے اپنے اپنے زیورات لاکر حاضر کر دیئے۔ الغرض جسقدر اموال جمع ہوئے حضورؐ نے اس کو فوج پر تقسیم کیا اور تاکید کی کہ تعلیمیں زیادہ رکھو۔ فوج بڑی تھی۔ آدمی زیادہ۔ سواری اور نفقہ کی بڑی تنگی ہوئی۔

بکاؤن

ابن سعد کہتے ہیں کہ سات آدمی جو بکاؤن کہے جاتے تھے جنکی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے سواری طلب کی حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے کہ ہم تم کو دے سکیں۔ یہ لوگ رونے کی وجہ سے اِن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ کہ حمل اور نفقہ کا کوئی سامان نہ ہو سکا۔ وہ سات بزرگوار یہ ہیں۔ سالم بن عمیرؓ۔ علبہ بن زیدؓ۔ ابو لیلے المازنی۔ عمرو بن حمامؓ۔ عمرو بن عتبہؓ۔ عباض بن سارینہؓ۔ اور ابن قیم لکھتے ہیں کہ بعض روایات میں عبداللہ بن مغفلؓ اور مقرن بن یسارؓ کا نام بھی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بکاؤن مزینہ کی جماعت سے سات آدمی تھے ابن اسحاق نے بکاؤن میں عمرو بن الحمام بن الجموح کا نام شمار کیا ہے۔ قرآن پاک میں اُن لوگوں کے خلوص اور اُن کے رونے کا ذکر ہے۔

ابو موسےٰ الاشعریؓ

حضرت ابو موسےٰ اشعریؓ کو اُن کے لوگوں نے بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کریں۔ حضورؐ غصہ ہوئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم ہم تم کو سواری نہ دینگے۔ اور نہ میرے پاس ہے کہ دیں۔ لیکن اِس کے بعد جلد حضورؐ کے پاس اونٹ آگئے۔ آپ نے اُن کو بلوایا۔ اور چھ اونٹ اُن کو دیئے۔ اور قسم کے بارہ میں فرمایا کہ تم کو سواری میں نے نہیں دی خدا نے دی۔ اِس کے علاوہ ہم قسم کھالیں اُس کے بعد معلوم ہو جائے کہ اِس کے خلاف کرنا بہتر ہے تو ہم قسم کا کفارہ ادا کر دیتے ہیں۔ اور جو بہتر ہوتا ہے اُسی پر عمل کرتے ہیں۔

لہ سالم بن عمیر خوات بن جبیر کے ابن عمرو بن الصامی بنی عمرو بن عوف سے تھا اور ضحاک نے ابن عباس سے ان کو بکاؤن میں روایت کیا ہے لیکن محمد بن اسحٰق بن جاریہ سے بجائے ان کے سالم بن عمر مزنی کا نام لیتے ہیں واللہ اعلم

لہ علبہ بن زید جس کے حملہ مضموم بعدہ لام ساکن بعدہ باء کے ہے وھو الحارثی الانصاری الاوسی ۱۲ منہ

لہ عمرو بن حمام بن ماز بن قیس خزرجی کذا فی اسد الغابہ ۱۲ منہ

لہ عبداللہ بن مغفل بضم میم وسکون غین معجمہ وفتح فاء وبلام وھو عبداللہ بن مغفل بن عبد نہم بن عفیف بن اسحٰق بن کعب بن عمرو بن شیبان بن ذہل بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل المزنی البصری ابو سعید او ابو حمزہ صحابی مشہور ہے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ابو احمد عسکری نے کہا کہ قسم الحدیث محقق طبع یا ابو حمزہ کہتے ہیں میں نے حسن بصری کے سامنے پڑھا تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ محقق کہو اور جو ۱۲ منہ

لہ عرباض بن ساریہ ابو نجیح السلمی مکہ میں اسلام قبول کر کے مدینہ تشریف لیگئے جہاں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے سے ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

ثعلبہ بن زید

حضرت ثعلبہ بن زید نے رات کے وقت نماز پڑھی۔ اور اُس کے بعد بہت روئے۔ کہا کہ خداوند تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا۔ جہاد کی ترغیب دی لیکن نہ میرے پاس کچھ ہے جس کی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت میں تقویت ہو۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں کچھ ہے کہ وہ کم از کم ہماری سواریوں کا کچھ بندوبست کردیں۔ خداوند امیرے پاس مال نہیں ہے مگر جو زمین ہے وہ سب ہم مسلمانوں کے لیے صدقہ کرتے ہیں۔ جب کے وقت حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ رات کس نے صدقہ کیا ہے کوئی نہ بولا۔ حضورؐ نے پھر پوچھا اور پھر پوچھا تو اُنھوں نے حال بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارا صدقہ مقبول ہوا۔

معذورین

ابن سعد لکھتے ہیں کہ بنو سلمی اعراب نے شرکت سے معذوری ظاہر کی۔ اور حضورؐ سے اذن چاہا کہ وہ غزوہ میں شریک نہ ہوں۔ حضورؐ نے اذن نہ دیا اور اذن قبول نہ ہوا۔

روانگی اور مخلفین

اس کے بعد جب حضورؐ نے سفر کا ارادہ کیا تو ملے آگے مدینہ پر حضرت محمد بن مسلمہ انصاری کو خلیفہ بنایا۔ اور حضرت علیؓ کو اہل بیت کی نگرانی کے لیے مدینہ میں رکھا۔ اور تیس ہزار فوج اور دس ہزار گھوڑے کے ساتھ روانہ ہوئے ثنیۃ الوداع میں مقام کیا۔ وہاں فوج کا مقدمہ تیسرا۔ میسرہ۔ مرتب کیا علم اور الویہ تقسیم کیے پھر وہاں سے کوچ کیا۔ منافقین رہ گئے اور مخلص مسلمانوں میں سے بھی چند صحابہ رہ گئے اُن میں یہ حضرات تھے۔ کعب بن مالک۔ ہلال ابن امیہ۔ مرارہ ابن الربیع۔ ابوخیثمہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم ان میں ابوخیثمہ اور ابوذر پیچھے جا کر شریک ہوگئے لیکن یہ تین آدمی نہ گئے۔ حضورؐ تبوک پہنچے تو وہاں بیس روز قیام فرمایا۔ اور وہاں برابر آپ نے نماز میں

ملہ زاد المعاد میں علیہ بن زید ہے علیہ بنائے تحتانیہ و زیر آخر اور بنائے تحتانیہ مگر اصحاب اسد الغابہ میں ہے تعلبہ بن زید بفتحہ تاء مثلثہ و سکون عین مہملہ و فتح لام ساکن بعدہ باء موحدہ ہے ہے ہے

سویلم یہودی کے مکان میں جمع ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کو رسول اللہ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں جانے سے بہکاتے ہیں۔ اُس کا مکان جاسوم کے پاس تھا۔ رسول اللہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو چند آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ سویلم کو آگ لگا کر جلا دو۔ اِن حضرات نے جب آگ لگائی اور گھر جلنے لگا تو ضحاک بن خلیفہ نے دیوار کے پیچھے سے کُود کر بھاگنا چاہا اُن کا پیر ٹوٹ گیا۔ اُس کے دوسرے ساتھی کُود کر بھاگ گئے۔

عبد اللہ بن اُبی بن سلول نے ثنیۃ الوداع میں علیحدہ ڈیرا کے حضرت اپنے حلیف یہود اور منافقوں کی ایک بڑی فوج جمع کی جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُس کی تعداد کم نہ تھی۔ مگر جب حضورؐ روانہ ہوئے تو وہ سب رہ گئے۔

حضرت علیؓ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اہل بیت کی نگرانی کے لیے مدینہ میں چھوڑ دیا تھا حضورؐ کے جانے کے بعد منافقین نے کہنا شروع کیا کہ رسول اللہ کو علیؓ کی طرف سے طبیعت میں کچھ گرانی ہے اس لیے اُن کو چھوڑ دیا۔ حضرت علیؓ نے جب یہ سنا تو اپنا سلاح لیا اور روانہ ہو گئے۔ حضورؐ نے جب مقام جرف میں منزل کی تو یہ وہاں پہنچے پوچھا کہ یا رسول اللہ منافقین ایسا کہتے ہیں۔ کیا آپ نے ہمیں مدینہ میں اس لئے چھوڑا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ جھوٹے ہیں۔ میں نے تمکو اس لیے چھوڑا تھا کہ جن کو ہم چھوڑ آئے ہیں اُنکی نگرانی کرو۔ تم جاؤ میرے اہل اور اپنے اہل میں میرے قائم مقام رہو۔ اے علیؓ کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لیے البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ الغرض حضرت علیؓ پھر مدینہ لوٹ گئے۔

لہ سیرۃ ابن ہشام میں جو میرے پاس ہے اُس میں یہ قصہ ابن اسحاق کی طرح غزوۂ تبوک میں مروی ہے ۱۲ یہودی صاحب بیت کا نام سویلم بسین مہملہ و واؤ و لام ہے بعد ظاء معجمہ ہے لیکن ابن حجر نے اصابہ میں اس قصہ کو ابن اسحاق ہی سے روایت کیا ہے اور اسی غزوۂ تبوک سے لیکن یہودی کا نام تحویل کر کے شین معجمہ و واؤ و تحتانیہ کا ف ورائے مہملہ لکھا ہے اصابہ بھی مصری چھاپہ کا ہے ۱۲ منہ

ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ حضورؐ کے مدینہ سے روانہ ہونے کے کئی دن بعد حضرت ابو خیثمہ ایک روز اپنی عورتوں کے پاس آئے گرمی شدید تھی۔ اور دھوپ تیز تھی۔ اُن کی دو عورتیں تھیں۔ دونوں نے اپنے اپنے حجروں کی دیوار پر پانی چھڑکا تھا پینے کے لیے سرد پانی کا انتظام کیا تھا۔ اور وہیں اُن کے کھانے کا سامان کیا تھا یہ آئے تو دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ اپنی عورتوں کو دیکھا۔ اور جو کچھ اُنہوں نے انتظام کیا تھا اُس کو دیکھا پھر بولے کہ رسول اللہ دھوپ ہوا۔ اور گرمی میں ہوں۔ اور ابو خیثمہ ٹھنڈے سائے میں۔ تیار کھانا۔ اور حسین عورتوں کے ساتھ بیٹھا رہے یہ انصاف نہیں ہے خدا کی قسم ہم تم دونوں میں سے کسی کے حجرے میں داخل نہ ہوں گے جب تک رسول اللہ کے ساتھ نہ جا ملیں۔ میرے لیے زادِ راہ تیار کرو عورتوں نے تیار کر دیا۔ اُنہوں نے اونٹ منگوایا اور اُس پر روانہ ہو گئے۔ حضورؐ نے جب تبوک پہنچکر قیام کیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ کوئی شتا راکب معلوم ہوتا ہے دور حضورؐ نے فرمایا کہ ابو خیثمہ ہو گا جب کچھ نزدیک ہوئے اور لوگوں نے پہچانا تو کہا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم ابو خیثمہ ہیں۔ یہ حاضر ہوئے سلام کیا اور حال بیان کیا۔ حضورؐ نے اِن کے حق میں دعا خیر کی اور کلمات خیر کہے۔

دیارِ ثمود ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضورؐ جب مقام حجر میں پہنچے جو قوم ثمود کا علاقہ ہے تو فرمایا یہاں کا پانی نہ پیو۔ اِس پانی سے نماز کے لیے وضو نہ کرو جس نے اس پانی سے آٹا گوندھا ہو وہ اونٹ کو کھلا دے خود بالکل نہ کھائے۔ اور کوئی شخص تنہا نہ نکلے بعض نے اِس پر عمل کیا لیکن بنی ساعدہ کے دو شخص باہر نکلے۔ ایک کسی ضرورت سے گئے تھے۔ اور ایک اونٹ تلاش کرنے گئے تھے۔ جو کسی ضرورت سے نکلے تھے وہ راستہ میں بیہوش ہو گئے اور جو اونٹ کی تلاش میں نکلے تھے اُن کو ہوا نے اُٹھا کر جبل طی پر پھینک دیا حضورؐ نے جب سُنا تو فرمایا کہ کیا میں نے منع نہیں کیا تھا کہ کوئی شخص تنہا باہر نہ جائے۔ اسکے بعد جو بیہوش ہو گئے تھے اُن کے لیے حضورؐ نے دعا کی وہ اچھے ہو گئے۔ اور دوسرے کو قبیلہ

یا روئی ہوئی کے لئے تھے۔ لیکن میرے جد کو نبی ۱۲ منہ متفق علیہ مشکوٰۃ ساقطہ

ملی کے لوگوں نے مدینہ پہنچنے کے بعد ہدیۃً آپ کے پاس بھیجا۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں یہ روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک پہنچے تو فرمایا کہ آج رات کو بڑی سخت ہوا چلے گی۔ تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو وہ اُس کے عقال کو باندھ دے۔ آخر شدید ہوا چلی ایک شخص کھڑے ہوئے اُن کو ہوا نے اٹھایا اور جبل طی پر پہنچا دیا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھ کو امام زہری سے یہ روایت پہنچی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقام حجر سے گزرے تو منہ پر کپڑہ ڈال لیا۔ اور سواری کو تیز کیا۔ اور فرمایا کہ ظالموں کے بیوت میں داخل نہ ہو مگر روتے ہوئے۔

اور صحیحین میں ابن عمر سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اس معذب قوم پر داخل ہو تو روتے رہو۔ اور رونا نہ آئے تو نہ داخل ہو۔ کہیں تم پر بھی وہی مصیبت نہ آجائے جو اُن پر آئی۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حکم دیا کہ جو آٹا وہاں کے پانی سے گوندھا گیا ہو اُس کو پھینکدو لیکن صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حکم دیا کہ وہ آٹا اونٹ کو کھلا دو اور پانی کو پھینکدو۔ صرف اس کوئے سے پانی پیو جہاں اونٹنی ٹھہرتے رہیں۔ یہ کوا بیر ناقہ کے نام سے مشہور ہے اور اب بھی ہے۔

اونٹ کا گم ہونا ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مقام حجر میں حضورؐ کے حکم سے سب پانی پھینکدیا گیا۔ صبح کے وقت کسی کے پاس پانی نہ تھا۔ صحابہ نے حضورؐ سے شکایت کی حضورؐ نے دعا کی پانی برسا اس سے لوگوں کی حاجت پوری ہوئی۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو کسی مقام میں حضورؐ کا اونٹ گم ہو گیا۔ زید بن لصیب منافق نے کہا کہ محمد اپنے آپ کو اللہ کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ اُنکا

ملہ زید بن لصیب لام مضموم و لام صاد مہملہ و شناء تحتیہ بعدہٗ موحدہ تصغیر کے وزن پر ۱۲ منہ

اونٹ کہاں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک شخص اس طرح کہتا ہے۔ خدا کی قسم ہمیں کچھ نہیں معلوم سوائے اُس کے جو ہمارے خدا نے ہمیں بتایا۔ اور اونٹ کا حال ہمیں خدا نے بتایا وہ وادی کے فلاں شعب میں ہے اس کی ڈور درخت سے پھنس گئی ہے جاؤ لے آؤ۔

حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ جب کوئی شخص راستہ میں رہ جاتا تھا تو صحابہ آکر عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ فلاں شخص رہ گیا حضورؐ فرماتے کہ چھوڑ دو اگر اُس میں کچھ خیر ہوگا تو خدا اُس کو تمہارے ساتھ ملا دیگا اور اگر اس کی حالت کچھ اور ہے تو خدا نے تم کو اُس سے بچا لیا حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اونٹ راستہ میں سست ہو گیا۔ اُنھوں نے کوشش کی مگر جب تاخیر زیادہ ہو گئی تو اپنا ضروری اسباب اپنے پیٹھ پر رکھا اور حضورؐ کی تلاش میں پیدا دو چلے۔ جب حضورؐ کی قیام گاہ پر اترے ہوئے تھے تو کسی نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوئی شخص دور تنہا آرہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابو ذر ہوں گے۔ جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو کہا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم ابو ذر ہیں حضورؐ نے فرمایا خدا ابو ذر پر رحم کرے۔ وہ تنہا چلتے ہیں تنہا مریں گے اور تنہا اٹھائے جائینگے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ذر کو مقام ربذہ کی طرف خارج کر دیا تو وہاں صرف اُن کی زوجہ تھیں اور غلام انتقال کے وقت حضرت ابو ذر نے اُن دونوں سے وصیت کی کہ تم دونوں مجھے نہلا کر اور کفن پہنا کر راستہ میں رکھدینا اور جو پہلا رکب اس طرف آئے اس سے کہنا کہ یہ رسول اللہ کے صحابی ابو ذر ہیں ان کو دفن کرنے میں مدد دو۔ اس طرف پہلے حضرت عبد اللہ بن مسعود اپنی جماعت کے ساتھ آئے۔ اس جماعت میں ابو علقمہ عراقی بھی تھے غلام نے کہا کہ یہ رسول اللہ کے صحابی ابو ذر ہیں ان کے دفن کرنے میں آپ لوگ اعانت کیجئے حضرت عبد اللہ بن مسعود نے یہ سنا تو پڑھا لا الہ الا اللہ اور رونے لگے پھر فرمایا کہ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر چلتے ہیں تنہا مریں گے اور تنہا اٹھائے جائینگے پھر سب اتر پڑے اور حضرت

ملہ ابو ذر جندب بن جنادہ قدیم الاسلام اور اعاظم زہاد صحابی ہیں۔ پانچویں سنہ میں ایام خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں وفات پائی

عبداللہ بن مسعودؓ نے جس کا سب قصہ اپنے ساتھیوں سے بیان کیا۔

ابن تیم کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت میں تامل ہے۔ اسلئے کہ ابو حاتم ابن حبان نے اپنے صحیح میں۔ اور دوسرے لوگوں نے ام ذر سے یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زوجہ سے ایک روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر موت کی حالت طاری ہوئی تو میں رونے لگی کہا وتی کیوں ہو۔ میں نے کہا کیسے نہ روؤں آپ اس میدان میں مر رہے ہیں اور میرے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں ہے جو آپ کو کفن دے سکوں حضرت ابوذرؓ نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ میں ایک بشارت دیتا ہوں سنو۔ ہم چند آدمی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص تنہائی کی حالت میں ایک میدان میں مرے گا لیکن وہاں ایک جماعت مسلمانوں کی آجائیگی۔ ان چند آدمیوں میں سے صرف ہم رہ گئے ہیں۔ اور سب کا آبادی میں انتقال ہو چکا ہے۔ جا کر راستہ میں دیکھو۔ ہم ذرہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا۔ جاتی جا چکے۔ راستہ منقطع ہو چکا اب آدمی کہاں فرمایا کہ جاؤ جا کر دیکھو تو میں اُن کے کہنے پر جاتی ٹیلہ پر سے اِدھر اُدھر دیکھتی اور پھر آکر اُن کی تیمارداری کرتی ہی حال میں کچھ آدمی اونٹ پر سوار مجھے نظر آئے۔ میں نے اشارہ کیا۔ وہ جلدی میرے پاس آئے اور پوچھا کہ اے خدا کی بندی کیا ہے۔ میں نے کہا کہ ایک مسلمان مر رہے ہیں اُن کے کفنانے میں مدد دو۔ پوچھا کون ہیں۔ میں نے کہا ابوذرؓ انہوں نے کہا کون ابوذر کیا رسول اللہ کے صحابی ہیں میں نے کہا کہ ہاں سب جلدی بیتاب ہو گئے۔ اور اُن کے نام پر اپنے آپ کو اور اُن کے اہات کو فدا کرنے لگے۔ اور اُن کے پاس پہنچنے میں بڑی جلدی کی جب پاس آئے تو حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ سچ فرمایا رسول اللہ نے۔ سب لوگ سن لو ہم چند آدمی تھے رسول اللہ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص میدان میں تنہائی کی حالت میں مرے گا۔ اور وہاں مومنین کی ایک جماعت حاضر ہو جائیگی۔ اُن چند آدمیوں میں سے صرف میں رہ گیا ہوں۔ اور سب کا آبادی کے اندر جماعت میں انتقال ہو چکا ہے۔ اگر میرے یا میری عورت کے پاس اتنا کپڑا ہوتا جو میرے کفن

ملہ اس میں عبدہ والوں کے لئے بشارت ہے۔

کے لئے کافی ہو جاتا تو میں تم سے نہ کہتا لیکن میں تم لوگوں کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص ہیں کفن نہ دے جو امیر ہو یا تقیہ ہو۔ یا برید ہو۔ یا نقیب ہو

مشکل یہ ہوئی کہ اُس جماعت میں جتنے لوگ تھے اُن سب میں ان حمدوں میں سے کوئی نہ کوئی بات تھی جس کو حضرت ابوذرؓ نے بیان کیا تھا۔ الا ایک انصاری نوجوان۔ اُس نے کہا کہ اے چچا میں آپ کو کفن دوں گا یہ میری چادر ہے اس میں دو کپڑے ہیں۔ یہ خاص میرا ہے اور اس میں میری ماں کے ہاتھ کا کاتا ہوا سوت ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ ہاں تم ہی کفنانیو۔ انتقال کے بعد انصاری نے کفن پہنایا پھر سب نے مل کر دفن کیا۔

منافقین کی شرارت پھر تبوک کا قصہ ہے جو کہ منافقین میں سے دو یعنی بن ثابت اور بنی اشجع کا ایک شخص مخشن بن حمیر تھا۔ یہ سب ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا تم لوگوں نے دیلمان بنی الاصفر کو بھی ہوں کا سا لڑنے والا سمجھا ہے۔ کل دیکھ لینا سب کے سب رسیوں میں باندھ دیئے جائینگے۔ یہ کہکر یہ لوگ مسلمانوں کو ذرا سے تھے مخشن نے کہا کہ اچھا ہو سب پر سو سو کوڑے کا حکم ہو۔ اور کہیں ہمارے متعلق قرآن نہ نازل ہو جائے اور اُس میں تمہاری اس گفتگو کا تذکرہ ہو۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو اُن کے پاس بھیجا۔ کہ پوچھو وہ کیا کہتے ہیں اگر انکار کریں تو کہو کہ تم نے ضرور اس اس طرح کہا ہے۔ حضرت عمارؓ نے جا کر اُن سے کہا تو وہ سب خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم تو مذاق سے اس طرح آپس میں بول رہے تھے۔ انہیں لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی لئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب مخشن بن حمیر نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ

ملہ امیر فوج یا قبیلہ کا سردار۔ عریف رئیس قوم۔ برید قاصد۔ نقیب عریف سے کم مرتبہ کا رئیس چار دس حفظ ایک وزن ہے نفع اول وکشاف ۱۲ منہ

ملہ مخشن بن حمیر قرن شام میں آخر میں ہوا ہے لیکن ابن اثیر اور ابن حجر دونوں مخشی آخر میں یائے مثناہ تحتیہ لکھتے ہیں ابن حجر کہتے ہیں بسکون خاء معجمہ بعدہا شین معجمہ بن حمیر بضم حائے مہملہ و فتح میم وتشدید یائے بعدہ راے

ملہ اور اگر آپ اس پر چلے تو ہم بیٹھے کرہم تو محض شغل اور خوش طبعی کر رہے تھے۔

Scanned by CamScanner

تیرے اور تیرے باپ کے نام کا قصور ہے حضورؐ نے اُن کو معاف کیا اور عبدالرحمن ان کا نام رکھا اُنھوں نے خدا سے دعا کی کہ ایسی جگہ شہید ہوں جس کا کسی کو علم نہ ہو چنانچہ یمامہ میں وہ شہید ہوئے اور کسی کو اُن کا پتہ نہ ملا۔

عین تبوک

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے سے پہلے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے۔ اور آفتاب کے بلند ہونے کے بعد پہنچو گے لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو پانی میں ہاتھ نہ لگائے جب تک میں نہ آجاؤں۔ وہاں دو شخص پہلے پہنچے گئے۔ رسول اللہ جب وہاں پہنچے تو پانی کی یک پتلی دھار بہہ رہی تھی۔ اُن دونوں سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں نے پانی میں ہاتھ لگایا ہے۔ دونوں نے کہا کہ ہاں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غصہ ہوئے اور جو کچھ کہنا تھا اُن کو کہا پھر حضورؐ نے پانی کو تھوڑا تھوڑا کرکے جمع کیا۔ اُس سے منہ اور ہاتھوں کو دھویا پھر اُس پانی کو چشمہ میں ملا دیا تو چشمہ میں بہت پانی بہنے لگا۔ سب لوگوں نے اس کے بعد اُس سے پانی پیا۔ اُس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ اے معاذ اگر تمہاری عمر زیادہ ہوئی تو دیکھو گے کہ اس کے پانی سے یہاں تمام باغات بھر جائینگے۔

اطراف سے مصالحت

جب حضورؐ تبوک پہنچے تو آپ کی خدمت میں صاحب ایلہ یا صلع کی اور جزیہ دیا اور اہل جرنا اور اذرح آئے اور اُن سب نے بھی جزیہ دیا۔ اُس کے بعد حضورؐ نے اُن کو تحریر لکھدی جو اُنکے پاس محفوظ رہی۔ اور صاحب ایلہ کو آپ نے جو لکھکر دیا اس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ امان ہے خدا کی طرف سے اور محمدؐ کی طرف سے جو نبی ہیں اور خدا کے رسول ہیں یحنہ بن روبۃ

ملہ ابن اثیر طبایہ میں لکھتے ہیں کہ اذرح بضم ہمزہ و ضم رائے مہملہ و حائے مہملہ شام میں ایک قریہ ہے اور بلقاء جزائی ۱۲ منہ

صاحب ایلہ کو۔ اہل ایلہ کی کشتیاں۔ اُن کے مسافر خشکی میں ہوں یا تری میں۔ اُن کو ذمہ ہے خدا کا اور خدا کے رسول کا۔ اور اسی طرح ان لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ہیں۔ اہل شام یا اہل یمن یا اہل بحر میں سے۔ اور اگر کوئی اُن میں خلاف عہد کوئی حرکت کرے تو اُس کا مال اُس کے نفس کو نہیں بچائے گا اور وہ اسی کا ہو جائیگا جو اُس کو لیوے۔ اور یہ کہ جو راستہ یا چوپانی تری یا خشکی سے اُن کے علاقہ میں جاتا ہو اُس کو روکنا حلال نہیں ہوگا

خالد بن الولیدؓ الی اکیدر

رسول اللہ نے تبوک سے حضرت خالد بن الولیدؓ کو دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر کی طرف بھیجا۔ اکیدر بن عبدالملک ہنی کندہ کا ایک نصرانی تھا۔ وہاں کا بادشاہ تھا جب حضرت خالدؓ جانے لگے تو حضورؐ نے اُن سے کہا کہ تم اُس کو گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ خالدؓ روانہ ہوئے اور جب وہاں پہنچے تو خوب صاف چاندنی تھی۔ وہ اپنی عورت کے ساتھ چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک جنگلی گائے آئی اور سینگ سے قصر کے دروازہ پر دھکا مارنے لگی۔ اُس کی عورت نے کہا کہ ایسا کبھی تم نے دیکھا ہے۔ اکیدر نے کہا کہ کبھی نہیں عورت نے کہا کہ ایسا شکار بھی چھوڑا جاتا ہے۔ اکیدر نے کہا کہ ہرگز نہیں۔

اکیدر نے گھوڑا منگوایا اور اپنے چند اہل بیت کے ساتھ جن میں ایک اس کا بھائی بھی تھا جس کا نام حسان تھا شکار کے لیے نکلا۔ اس کو حضرت خالدؓ و مسلمانوں کی جماعت ملی ان لوگوں نے اُس کو پکڑ لیا۔ اور اسکے بھائی کو قتل کیا۔ اس کا بھائی حسان دیباج کی قبا پہنے ہوئے تھا اور اُس میں زری کا کام تھا۔ حضرت خالدؓ نے اس قبا کو پہلے ہی حضورؐ کی خدمت میں مدینہ بھیجدیا۔ اس کے بعد اکیدر کو لیکر خود حاضر خدمت ہوئے حضورؐ نے اُس سے جزیہ لیکر صلح کی اور چھوڑ دیا۔ وہ واپس گیا۔

Scanned by CamScanner

ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس کے بعد وہی اوپر کا قصہ لکھا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ حضرت خالدؓ نے شروع کی کہ اگر دومۃ الجندل کا دروازہ کھول دو تو ہم تم کو رسول اللہ کے پاس پہنچنے سے پہلے قتل نہ کریں گے اس نے منظور کیا۔ اور دو ہزار اونٹ آٹھ سو راس، چار سو درع، چار سو نیزہ پر صلح ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے اس میں سے پہلے خاص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے حصہ علیحدہ کیا پھر خمس نکالا بقیہ اپنے ساتھیوں پر تقسیم کیا۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ اکیدر اور حسان دونوں رسول اللہ کی خدمت میں جمع ہوئے تھے حضورؐ نے دونوں کو اسلام کی دعوت دی۔ دونوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور دونوں نے جزیہ ادا کرنا قبول کیا۔ حضورؐ نے دونوں کو دومۃ الجندل تبوک، ایلہ اور تیما پر حاکم کر دیا اور دونوں کے لیے تحریر لکھ دی۔

بقیہ قصہ تبوک ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک میں بیس دن کم دس شب رہے پھر مدینہ کی طرف لوٹے۔ راستہ میں پانی تھا جس سے ایک ذرا ایک سیراب ہو سکتے تھے یا تین۔ یہ پانی ایک وادی میں تھا جس کو وادی الشقق کہتے تھے حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی وہاں پہنچے تو پانی نہ پیے جب تک ہم نہ آجائیں مگر کچھ منافق وہاں پہلے پہنچ گئے۔ اور پانی پیا مگر ان کو کوئی بات نہ معلوم ہوئی۔ حضورؐ آئے تو معلوم ہوا کہ فلاں فلاں اشخاص نے پانی پی لیا ہے۔ حضورؐ نے ان پر لعنت اور بددعا کی۔ اس کے بعد حضورؐ نے اتر کر اس میں ہاتھ ڈالا اور منہ دھویا پھر دعا کی تو بڑے زور کا پانی جاری ہوا۔ اور ترک کی سی آواز لوگوں نے سنی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی باقی رہا تو سن لے گا کہ یہ تمام وادی اس پانی سے سرسبز ہو جائے گی۔

اس قسم کا واقعہ آتے وقت میں تبوک پر ہوا تھا۔ صحیح مسلم کی روایت لکھ چکا ہوں۔ دونوں کی توضیح میں خفیف فرق ہے اگر ایک ہی واقعہ ہو تو مسلم کی روایت راجح ہے لیکن اگر دو واقعہ ہو تو ممکن ہے۔

ف۱ ابو عبیدہ سے روایت ہے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا حضورؐ فرماتے تھے خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اور خیر کے بہترین جوان۔ اس کو احمد نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ ص۵۵۴ جامع المناقب)۔

وفات حضرت ذوالبجادینؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں تھے۔ ایک روز بڑی رات میں ہم اٹھے دیکھا کہ فوج کے ایک طرف آگ کا بڑا شعلہ ہے۔ ہم اس طرف گئے۔ دیکھا کہ وہاں رسول اللہ اور ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ ہیں۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادین مزنی کا انتقال ہو گیا تھا ان حضرات نے قبر کھودی تھی حضورؐ خود قبر کے اندر تھے۔ اور یہ لوگ نعش دے رہے تھے۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کو اور پیر سے نزدیک کرو۔ ان صاحبوں نے نزدیک کیا جب دفن سے فارغ ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ خدا و نداہم اس سے آخر وقت تک راضی رہے تو اس سے راضی ہو۔ حضرت عبداللہؓ نے اس قصہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ کاش ہم اس قبر میں دفن ہوتے۔

حضورؐ نے تبوک سے لوٹتے ہوئے فرمایا کہ مدینہ میں ایک جماعت ہے کہ جس راہ سے تم گذرے۔ اور جس وادی کو تم نے قطع کیا وہ تمہارے ساتھ رہی۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اور وہ لوگ مدینہ ہی میں مقیم ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں مدینہ ہی میں ہیں۔ بے عذر کی وجہ سے شریک نہ ہونے کی

انتہائی شرارت ابن قیم لکھتے ہیں کہ ابوالاسود نے اپنے مغازی میں حضرت عروہؓ کی روایت کیا ہے کہ جب حضورؐ تبوک سے لوٹے تو بعض منافقین نے مشورہ کیا کہ رسول اللہ جب عقبہ سے جائیں گے ان کو عقبہ سے نیچے گرا دیا جائے خود یا اونٹ اور اسی لیے یہ لوگ حضورؐ کے ساتھ چلنے لگے۔ حضورؐ کو خدا نے خبر کر دی۔ حضورؐ جب عقبہ کے قریب پہنچے تو حکم دیا کہ جس کا جی چاہے بطن وادی سے جائے کیونکہ وہ کشادہ راستہ ہے۔ اور خود حضورؐ عقبہ کی طرف سے چلے۔ ان لوگوں نے جب یہ سنا تو گو اور لوگ بطن وادی کی طرف گئے تھے مگر ان بیسوں نے اسی طرف سے جانے کا ارادہ کیا اور منہ پر نقاب ڈال لیا۔ اور اس عظیم کام کے پورا کرنے کا ارادہ کیا جو سوچ رکھا تھا حضورؐ نے حضرت حذیفہؓ بن الیمان اور عمار بن یاسرؓ کو ساتھ لیا۔ فرمایا کہ اے عمار تم ناقہ کی باگ پکڑو۔ اور اے حذیفہ تم ناقہ کے پیچھے رہو جب وقت

ف۱ صحابہ صفہ میں سے تھے۔ (مدینہ ص۵۵۴) یہ وہ صحابہ تھے جو اپنی مجبوریوں کی وجہ سے گھروں میں نہیں رہ سکتے تھے

ف۲ حضرت مذکور عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ میں وفات ہوئی۔ حضورؐ کے رازدار تھے۔

حضورؐ عقبہ سے گزر رہے تھے ان لٹیروں کے پیچھے سے آہٹ کی آواز معلوم ہوئی۔ وہ منہ چھپائے ہوئے تھے اور رات بھی تاریک تھی۔ حضورؐ کے چہرہ پر آثار غضب تھے حکم دیا کہ اُن کو پیچھے ہٹا دو۔ حضرت حذیفہؓ ہٹے اور اپنے تیر دان سے اُن کے اونٹ کے منہ پر مارا پہلے تو وہ سمجھے کہ کوئی مسافر ہے مگر جب اُنہوں نے حضرت حذیفہؓ کو پہچانا تو سمجھے کہ راز ظاہر ہو گیا۔ اور اُن پر رعب طاری ہو گیا۔ تیزی کے ساتھ لوٹ گئے۔ اور جا کر لوگوں کے ساتھ مل گئے۔

جب حضرت حذیفہؓ لوٹ کر آئے تو آپ نے حکم دیا کہ اونٹ کو تیز ہنکاؤ۔ اور حضرت عمارؓ کو حکم دیا کہ تیز چلو حتیٰ کہ آپ عقبہ سے نکل گئے اور لشکر کے انتظار میں ٹھہرے حضرت حذیفہؓ سے دریافت فرمایا کہ تم نے اس جماعت کو پہچانا۔ اُنہوں نے کہا کہ سواری تو پہچانی فلاں فلاں کی تھی مگر آدمی کو نہ پہچان سکا حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے ان کا ارادہ سمجھا۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا نہیں حضورؐ نے فرمایا کہ ان کا ارادہ تھا کہ ہمیں عقبہ سے نیچے گرا دیں اور فرمایا کہ ابھی پوشیدہ رکھو خدا نے ہمیں اُن کے ارادہ اور اُن کے ناموں سے مطلع کر دیا ہے انشاء اللہ صبح بتا دینگے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ صبح کے وقت حضورؐ نے فرمایا کہ بلاؤ عبداللہ بن ابی بن سلول بن ابی سرح۔ اباخباط الاعرابی۔ عامر ابو عامر راہب۔ جلاس بن سوید کو۔ جلاس بن سوید نے کہا تھا کہ آج کی رات ہم محمدؐ کو بلا عقبہ سے گرائے نہ رہینگے۔ اگرچہ محمدؐ اور اُن کے اصحاب ہمسے بہتر ہوں۔ ہم لوگ تو بکری ہیں اور یہ ہمارے چرواہے ہیں۔ ہم بے عقل ہیں اور وہ برتر عاقل ہیں۔ اور آپ نے فرمایا کہ بلاؤ مجمع بن جاریہ کو اور مجمع کہتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جو خرمرتد ہو گیا اور لاپتہ ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ بلاؤ محسن بن فضیر کو یہ وہ شخص ہے جس نے مسجد ضرار بنائی تھی۔

لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت میں چند اوہام ہیں۔ ایک یہ کہ ابن اسحاق کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے ان منافقین کے اسماء ظاہر کر دیئے حالانکہ سوائے حضرت حذیفہؓ کے اور کسی کو آپ نے اُن کا نام نہ بتایا حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کو نہ معلوم تھا حضرت حذیفہؓ اسی لیے صاحب سترِ رسول اللہ کہے جاتے تھے۔ منافقوں میں سے کوئی مرتا تھا تو حضرت عمرؓ دریافت کرتے تھے کہ حذیفہؓ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی یا نہیں۔ اگر اُن میں سے ہوتا تھا تو وہ اُس کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ دوئم وہ لکھتے ہیں کہ ان میں خود عبداللہ ابن اُبی تھا حالانکہ وہ جنگ میں شریک نہ ہوا۔ وہ اپنی فوج کے ساتھ مدینہ ہی میں رہ گیا تھا۔ سوئم وہ سعد بن ابی سرح کا بھی نام لکھتے ہیں حالانکہ وہ مسلمان ہو ہی نہیں۔ اس کے لڑکے عبداللہؓ

لہ زاد المعاد میں ابن اسحاق سے اسی طرح مروی ہے۔ ابا خباط کا نام حارث ہے۔ واقدی کا بیان ہے کہ ہم اس کے نام و ترجمہ سے واقف نہ ہو سکے اور ابو خباط نامی صحابہ میں کوئی ہے۔ اسد الغابہ میں ہے

لہ جلاس بن سوید بن الصامت الانصاری منافق تھا اختلاف ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اپنے ساتھیوں سے تائب ہو گیا اور صادق رہا واللہ اعلم جلاس بھی بدری ہے ۱۲ منہ

لہ میرے خیال میں محسن بن فضیر صحابہ میں محسن بن فضیر ہیں لیکن ابن حجر اصابہ میں محسن بن فضیر کا نام لکھتے ہیں

اور چوری کیا تھا۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ جواب دیا کہ مجھے یقین نہ تھا کہ آپ کو اس کی خبر ہو گی۔ مگر آج معلوم ہوا کہ واقعی آپ خدا کے رسول ہیں۔ میں اس کے قبل کبھی دل سے مسلمان نہ تھا۔ اس وقت صرف دل سے مسلمان ہوتا ہوں حضورؐ نے معاف کر دیا پھر حکم دیا کہ بلاؤ طلیحہ بن ابیرق[1] کو۔ اور عبداللہ بن خبیقؓ کو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ آج کی رات جاگو تو ہمیشہ سلامت رہو گے۔ تمہارا کوئی کام اس کے سوا نہیں ہے کہ اس شخص کو آج قتل کر دو۔ حضورؐ نے پوچھا کہ ہم قتل ہو جاتے تو میرا قتل تجھ کو کیا نفع دیتا۔ اُسنے معذرت کی حضورؐ نے چھوڑ دیا۔ پھر فرمایا بلاؤ مرثد بن ابی مرثد کو اس نے کہا تھا کہ اگر ہم ایک شخص کو قتل کر دیں تو سب کو اطمینان ہو جائے گا۔ یہ سب بارہ آدمی تھے جنہوں نے حضورؐ کے قتل کا مشورہ کیا تھا حضورؐ نے ایک ایک کے کلام اور گفتگو کو بتایا۔ اور فرمایا کہ تو نے یہ کہا تھا اور دل میں یہ ہے یہی ہیں جن کے نسبت خداوند پاک نے فرمایا وھموا بما لم ینالوا الآیۃ ابو عامر فاسق اُن سب کا سردار تھا۔ اس کو پہلے ابو عامر راہب کہتے تھے حضورؐ نے اُس کو فاسق کہا وہ حضرت حنظلہؓ غسیل الملائکہ کا باپ تھا اسی کے لیے منافقین نے مسجد ضرار بنائی تھی۔

---

[1] ابن حجر طلحہ بن ابیرق لکھتے ہیں۔ بنایا کے مخالف ہیں اور بحوالہ سے قتل کرنے میں یہ بھی ہے کہ اسلام لا کر

بن سعد بن ابی سرح مسلمان ہوئے۔ کاتب وحی تھے پھر مرتد ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ کی سفارش پر فتح مکہ کے بعد اُن کو معاف کیا گیا اور مسلمان ہوئے۔ اور اس کے بعد اُن کی کوئی حرکت ایسی معلوم نہ ہوئی جس سے نفاق کا شبہ ہو۔ چہارم وہ کہتے ہیں کہ ابو عامر ان لوگوں کا سردار تھا یہ بھی ظاہر غلط ہے اور ابن اسحاق سے کم درجہ کے شخص پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی بلکہ ابن اسحاق نے خود ابو عامر کا حال لکھا ہے۔ وہ ہجرت کے بعد مکہ چلا گیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد طائف گیا۔ اہل طائف کے اسلام کے بعد شام چلا گیا۔ اور وہیں تنہائی میں مرا۔ کہاں وہ فاسق اور کہاں غزوۂ تبوک۔

مسجد ضرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس ہوئے تو مقام ذی اوان میں قیام فرمایا اس مقام سے مدینہ ایک گھنٹہ کا راستہ ہے۔ حضورؐ کے تبوک جانے سے پہلے انصار کے بعض لوگوں نے مسجد قبا کے قریب ایک مسجد بنائی تھی۔ اور حضورؐ کے پاس آئے تھے کہ ہم نے ضعفاء و معذورین کے لیے ایک مسجد بنائی ہے آپ چلکر اس میں نماز پڑھا دیں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ ابھی میں سفر میں جا رہا ہوں۔ واپس آنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری مسجد میں نماز پڑھوں گا او کما قال

جب حضورؐ تبوک سے لوٹکر ذی اوان پہنچے تو آپ کے پاس آسمان سے خبر آئی اور اس مسجد کے بانیوں کی نیت سے آپ کو مطلع کیا گیا۔ آپ نے مالک[1] بن الدخشم کو جو بنی سلمہ بن عوف کے ایک بزرگ تھے۔ اور معن بن عدی[2] عجلانی کو بلایا اور حکم دیا کہ جاؤ اور ان ظالموں کی مسجد کو گرا دو اور جلا دو۔ یہ لوگ گئے بعجلت روانہ ہوئے۔ جب بنی سالم بن عوف میں آئے تو مالک نے کہا کہ ٹھہرو ہم اپنے گھر سے آگ لے آئیں کیونکہ اسی قبیلہ میں اُن کا گھر تھا۔ یہ گئے اور ایک درخت کی شاخ

[1] مالک بن الدخشم بضم دال معجمہ و سکون خاء معجمہ و ضم شین معجمہ انصی نے مسیل بن عمرو کو بدر میں گرفتار کیا تھا عثمان بن مالک سے روایت ہے کہ بعض لوگ ان کو بھی منافق کہتے تھے لیکن حضورؐ نے ایسا کہنے سے منع کیا۔

[2] معن بن عدی عجلانی بلوی حلیف بنو عمرو بن عوف کے بھائی ہیں یمامہ میں شہید ہوئے ۱۲ منہ

کو جلا کر لائے پھر دونوں آدمی اس مسجد میں گئے۔ اور اس کو گرا دیا اور جلا دیا جتنے لوگ وہاں میں تھے سب اِدھر اُدھر ہو گئے۔ اسی مسجد کے بارہ میں آیت پاک نازل ہوئی والذین اتخذوا مسجداً ضراراً وکفراً وتفریقاً بین المومنین الی آخر القصۃ

دارمی میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ انصار کے چند آدمی تھے۔ ابو عامر فاسق نے اُن سے کہا تھا کہ تم ایک مسجد بناؤ۔ اور جہاں تک ہو سکے قوت اور سلاح جمع کرو میں قیصر کے پاس جاتا ہوں اور وہاں سے ایک فوج لاؤنگا تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو مدینہ سے نکال دوں گا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ جن منافقین نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ بارہ آدمی تھے اُن کے نام یہ ہیں خذام بن خالد[1] ثعلبہ بن حاطب[2] معتب بن قشیر بن زید بن العطاف۔ ابو حبیبہ بن الازعر بن زید بن العطاف عباد بن حنیف۔ جاریۃ[3] بن عامر۔ مجمع بن جاریہ۔ زید بن جاریہ

[1] ثعلبہ بن حاطب ایک بدری ہیں جو احد میں شہید ہوئے یہ ثعلبہ بن حاطب منافق دوسرا شخص ہے جس کو دونوں میں اشتباہ ہو گیا ہے ۱۲ منہ

[2] جاریہ بن عامر بن مجمع بن العطاف اور مجمع بن جاریہ بن عامر بھی پہلے کافر تھا۔ اور زید بن جاریہ بن عامر بن مجمع بھی منافق تھا ابن جاریہ کا بھائی اور جاریہ بن عامر کا لڑکا ابن اسحٰق نے تینوں کو مسجد ضرار کے بانیوں میں لکھا ہے۔ یہ جائز نہیں ہے۔ اس میں مجمع اور زید کا باپ جاریہ بن عامر شروع منافق اور باقی مسجد ضرار بنانے والا تھا مجمع بن جاریہ بفتح میم و فتح جیم و تشدید میم مکسورہ و فتح عین مہملہ سورہ حجرات کے حافظ تھے مسجد ضرار کے امام تھے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگوں کو امام مقرر کیا جانے لگا تو اس پر اعتراض ہوا کہ یہ مسجد ضرار کا امام تھا مگر اس نے معذرت کی کہ میں کمسن تھا قرآن سب سے زیادہ پڑھا ہوا تھا اس لیے لوگوں نے دیکھا امام مقرر کر دیا تھا۔ ان کی بیٹوں کی کیا فکر تھی چنانچہ یہ عذر قبول کیا گیا یہ مجمع بن جاریہ کے بھائی زید بن جاریہ کے متعلق ابن جریر اور ابن اثیر نفاق کا کوئی تذکرہ نہیں کرتے لکھتے ہیں کہ یہ اُن میں سے ایک ہیں جن کو کم عمری کی وجہ سے حضورؐ نے غزوۂ احد میں شریک نہیں کیا تھا باپ جاریہ بن عامر منافق تھا اور خذام کے نام سے مشہور تھا۔ زید بن جاریہ کو حضورؐ نے نجیب میں حصہ دیا تھا ان کا انتقال حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ جہاد میں ہوا اُنہوں نے قزستان کو فتح کیا تھا وہاں یہ صفین کی جنگ میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے ۱۲ منہ ۱۵ اور جتنے ایسے ہیں جنہوں نے اُن اوصاف کیلئے مسجد بنائی ہے کافر تھے یا منافق ۱۲ منہ

[3] جاریہ بن عامر کی بیٹیاں مومن اور ایسا نماز میں تھرتھرانے والیں۔

Scanned by CamScanner

مسکین بن الحارث۔ نحرق۔ نجاد بن عثمان۔ ذویب بن ثابت۔

رسول اللہ کی مسجدیں

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مدینہ سے تبوک تک رسول اللہ کی مسجدیں یہ مشہور تھیں۔ مسجد تبوک۔ مسجد ثنیۃ مران۔ مسجد ذات الرائب۔ مسجد بالحضر۔ مسجد دشق۔ مسجد ذی الحیفہ۔ مسجد بنصر روحا۔ مسجد بالجرف۔ مسجد بالصفیر۔ مسجد وادی العرعی۔ مسجد بالرقہ۔ مسجد بنی عذرہ۔ مسجد ذی المروہ۔ مسجد قبلتین۔ مسجد ذی خشب۔

مدینہ میں داخلہ

حضور جب مدینہ کے قریب آئے تو شیاق میں عورتیں بچے سب استقبال کے لیے نکل آئے۔ اور وہ ذوق وشوق میں پڑھتے تھے۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعی للہ داع

بعض روایۃ بیان کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہجرت کے وقت پڑھے گئے تھے مگر ثنیۃ الوداع شام سے آنے میں جنوب کی طرف ہے واللہ اعلم

حضور جب مدینہ میں داخل ہوئے تو فرمایا ھذہ طابۃ وھذا جبل احد یحبنا ونحبہ یہ طابہ ہے اور جبل احد کو میں پیار اہوں مجھ کو جبل احد پیار اہے۔ اسکے بعد حضرت عباس نے اجازت چاہی کہ میں عرب کے اشعار پڑھوں حضور نے اجازت دی۔ اور انہوں نے ایک قصیدہ مدحیہ پڑھا۔

متخلفین کی معذرت

حضور پہلے مسجد تشریف لائے۔ دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد وہ لوگ آئے جو غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اور عدم شرکت کے عذرات پیش کیے۔ ان لوگوں کی تعداد اسی سے زیادہ تھی۔ سب کے عذرات ظاہری کو آپ نے قبول فرمایا۔ اور ان کے باطن کو خدا کے سپرد کیا۔ ان سب کی بیعت لی۔ اور سب کے لیے استغفار کیا۔

لیکن کعب بن مالک۔ ہلال بن امیہ اور مرارہ ابن الربیع کے توبہ کا قصہ خصوص۔ صداقت اور استقلال وتصبر کا ایک نادر نمونہ ہے۔ ان حضرات نے بجز اعذر بنا ناپسند کیا

صداقت کی وجہ سے سخت تکلیف برداشت کی مگر مستقل رہے۔ آخر بڑی ابتلا وآزمائش کے بعد مقبول بارگاہ نبوت اور مقبول بارگاہ ذوالجلال ہوئے۔ ہم اختصار کے ساتھ ان کا حال لکھتے ہیں۔ خود حضرت کعب نے مفصل کیفیت بیان کی ہے جو صحاح وغیرہ صحاح میں موجود ہے اور ہم اسی کا خلاصہ لکھتے ہیں۔

حضرت کعب بن مالک حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ تو حضور نے تبسم فرمایا مگر یہ تبسم غضب آلود تھا۔ کہا نزدیک آؤ۔ پاس جاکر بیٹھے فرمایا کیوں رہ گئے۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ اگر میں اس وقت کسی دنیا دار کے سامنے ہوتا تو بہت اور حیلے نکال کر بچ سکتا تھا لیکن خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اگر اس وقت جھوٹ باتیں بنا کر آپ کو راضی کروں تو ممکن ہے کہ خدا سے قدوس مجھ بات ظاہر کر کے آپ کو مجھ سے ناراض کر دے لیکن اگر سچ کہوں تو اس وقت آپ مجھ سے خوش نہ ہوں گے۔ مگر مجھے امید ہے کہ خداوند پاک میرے قصور کو معاف کر دے۔ اور آپ کو مجھ سے راضی کر دے۔

یا رسول اللہ خدا کی قسم تا ئیسکی کوئی صحیح وجہ نہ تھی۔ واللہ میں قادر تھا کسی طرح کی وقت نہ تھی باوجود اس کے میں پیچھے رہ گیا حضور نے فرمایا کہ تو کچھ اس نے کہا وہ صحیح کہا اٹھو جب تک خدا تمہارے حق میں کوئی فیصلہ نہ کر دے ٹھہرو۔ میں کھڑا ہوا اور بنی سلمہ کے بعض اشخاص میرے پیچھے ٹھہرا۔ لوگوں نے مجھ سے کہنا شروع کیا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ ہم لوگ نہیں جانتے کہ تم نے پہلے کوئی گناہ کیا ہو۔ آج تم وہی عذر پیش کر سکتے تھے جو دوسرے متخلفین نے پیش کیا۔ اور تمہارے گناہ کے لیے رسول اللہ کا تمہارے لیے استغفار کرنا کافی تھا حضرت کعب فرماتے ہیں کہ مجھ کو اتنا لوگوں نے سمجھایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ کوئی عذر پیش کروں اور اپنے پہلے بیان کی تکذیب کروں۔ مگر میں نے دریافت کیا کہ میری سی حالت اور بھی کسی کی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں دو شخصوں نے اور بھی ایسا ہی کہا ہے جس طرح تم نے کہا۔ ایک مرارہ بن الربیع العامری۔ اور ایک ہلال ابن امیہ الواقفی۔ حضرت کعب

Scanned by CamScanner

کہتے ہیں کہ ایسے دو شخصوں کا لوگوں نے نام لیا جو دونوں صالح اور سچے مسلمان تھے۔ دونوں بدر کے شرکاء میں تھے۔ ایسے لوگ تھے جن کا اسوۂ حسنہ قابل تقلید تھا۔ اس لیے میں پھر اپنے قول پر ثابت رہا۔ اور ساکت رہا۔

وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے مسلمانوں کو ہم تین شخصوں سے گفتگو کرنے کو منع کر دیا۔ لوگ ہم سے بچنے لگے اور سب کی حالت بدل گئی۔ زمین متغیر ہو گئی معلوم ہوتا تھا کہ یہاں ہمیں کوئی جانتا ہی نہیں ہے۔ میرے دو ساتھی تو گھروں میں بیٹھ گئے اور برابر روتے رہے میں نکلتا تھا اور نماز میں لوگوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا۔ بازاروں میں چکر لگاتا تھا۔ مگر کوئی مجھ سے بات نہ کرتا تھا حضورؐ نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تو میں حاضر ہوتا سلام کرتا اور دیکھتا رہتا کہ جواب میں حضورؐ کے لبوں کو حرکت ہوتی ہے یا نہیں۔ میں حضورؐ کے قریب ہی نماز پڑھتا۔ اور چوری سے حضورؐ کو دیکھتا رہتا۔ جب میں نماز میں ہوتا تھا تو حضورؐ میری طرف دیکھتے تھے لیکن جب میں متوجہ ہوتا تھا تو حضورؐ منہ پھیر لیتے تھے۔

ایک روز جبکہ بہت عرصہ ہو چکا تھا میں شہر کے باہر ابو قتادہؓ کے باغ میں گیا۔ وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور مجھ سے اُن سے بہت محبت تھی۔ میں نے سلام کیا تو خدا کی قسم اُنہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابو قتادہ میں تم سے قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا میں خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہوں۔ وہ ساکت رہے میں نے پھر پوچھا۔ وہ پھر ساکت رہے۔ میں نے پھر قسم دی۔ اُنہوں نے کہا اللہ و رسولہ اعلم یعنی اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑا اور میں واپس چلا آیا۔

کہتے ہیں کہ مدینہ کے بازاروں میں چکر لگا رہا تھا۔ اور ایک شامی تاجر لوگوں سے دریافت کر رہا تھا کہ کعب بن مالک کہاں ہیں۔ مجھ پر نظر پڑی تو سب نے متفقہ اشارہ میری طرف کیا کہ وہ ہیں۔ وہ میرے پاس آیا اور غسان کا ایک خط مجھ کو دیا۔ اُس خط کا یہ مضمون تھا۔

امابعد مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر جفا کیا ہے۔ حالانکہ خدا نے تمہارا مرتبہ کم

یہ سب گذشتہ۔ میں امیر انصار کا میں غزوۂ بدر میں شرکت کی متعدد صحابہ نے ان سے حدیث بیان کیں۔

نہیں کیا۔ تم اس طرح چھوڑ دینے کی چیز ہو۔ تم ہم لوگوں سے جو تب تم پیغام بھیجو دیکھو گے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خط پڑھا تو کہا کہ یہ ایک اور بلا ہے اس خط کو میں نے تنور میں جلا دیا چالیس دن اس حالت میں گذر چکے تھے اُس کے بعد حضورؐ کا قاصد آیا اور کہا کہ رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ اپنی عورت سے علیحدہ رہو۔ میں نے کہا کہ کیا طلاق دیدوں یا کیا کروں کہا طلاق نہ دو مگر علیحدہ رہو۔ اور میرے دوسرے دو ساتھیوں کے پاس بھی یہی حکم گیا میں نے اپنی عورت سے کہا کہ جب تک خدا اس بارہ میں کوئی حکم نہ دے تم اپنے میکہ چلی جاؤ۔ اور اپنے لوگوں کے ساتھ رہو۔ لیکن ہلال بن امیہ کی عورت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ یا رسول اللہ میرا شوہر شیخ ہے۔ اور اُن کا کوئی خادم بھی نہیں ہے وہ ضائع ہو جائیں گے۔ کیا آپ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں کہ میں اُن کی خدمت کروں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں میں خدمت کو مکروہ نہیں سمجھتا لیکن قربت نہ ہونے پائے اُنہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم اُن کو کسی بات کی مطلق خواہش نہیں ہے جب سے آپ کا حکم ہوا ہے وہ تو برابر رو رہے ہیں حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میرے بعض اقارب نے کہا کہ میں طرح ہلال بن امیہ کی عورت نے اجازت لی ہے تم بھی ہو گا کہ تم بھی اپنی عورت سے خدمت لینے کی اجازت لے لو میں نے کہا کہ یہ نہیں معلوم کہ حضورؐ میرے اس سوال کا کیا جواب دینگے وہ میں جوان ہوں۔

قبولیت استغفار اور معافی حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد دس دن اور گذرے اور پورا پچاس دن ہو گیا۔ تو ٹھیک پچاسویں دن صبح کے وقت میں اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا اور میرا وہی حال تھا جو خود خداوند پاک نے ذکر کیا ہے ضاقت علی نفسی وضاقت علی الارض اسی حال میں میں نے آواز سنی کہ کوئی شخص جبل سلع سے بلند آواز میں پکار رہا تھا کہ اے کعب بن مالک بشارت ہو میں سجدہ میں گر گیا اور سمجھا کہ خدا کی طرف سے خاص ہوئی۔ شاید صبح کی نماز میں حضورؐ کو خدا کی طرف سے توبہ قبول کرنے کی اجازت ہوئی۔ اس کے بعد لوگ بشارت دینے کے بعد دیگرے آنے لگے۔ اور ہر شخص جلدی کر رہا تھا۔ بعض گھوڑے پر چڑھ کر دوڑتے ہوئے آئے۔ پہاڑوں پر سے آوازیں آ رہی تھیں۔ اور آواز گھوڑے سے بھی پہلے پہنچی تھی جس کی آواز

جس پہلی رات وہ آئے تو میرے بدن پر ذو کپڑے تھا میں نے وہ دونوں اتار کر ان کو دیدیا اور خدا کی قسم میرے پاس اس کے سوا اور کوئی کپڑا نہ تھا میں نے دوسرے سے عاریۃً لیکر کپڑا پہنا۔ اسکے بعد میں رسول اللہ کی خدمت میں چلا اور راستہ میں جماعت جماعت قبیلہ قبیلہ پر بشارت اور قبیلہ قبیلہ پر دعوت تھی مسجد میں پہنچا تو دیکھتے ہی حضرت علی بن عبید اللہ دوڑے اور مصافحہ کیا اور مبارکباد دی صحابہ میں سے صرف حضرت علی کھڑے ہوئے اور میں ان کو کبھی نہ بھولوں گا اس کے بعد میں نے رسول اللہ کو سلام کیا حضور کا چہرہ مبارک خوشی سے چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔ اور لوگوں کو معلوم تھا کہ حضور کا چہرہ خوشی کے وقت منور ہو جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اے کعب بشارت ہو۔ ماں سے پیدا ہونے کے بعد آج کا دن تیرے لیے سب سے زیادہ مبارک دن ہے میں نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی جانب سے ہے یا خدا کی جانب سے۔ فرمایا کہ خدا کی جانب سے۔

میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ بطور توبہ و شکریہ میں اپنا سارا مال صدقہ کر دوں حضور نے فرمایا کہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ کچھ مال اپنے لیے بھی رکھو میں نے عرض کیا کہ اپنا خیبر کا حصہ رکھ لیتا ہوں۔ اسکے بعد میں نے رسول اللہ کے سامنے عہد کیا کہ صداقت کی وجہ سے خدا نے میری توبہ قبول کی اب میری توبہ یہ ہے کہ سوائے سچ کے کبھی کوئی بات نہ کروں گا فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اب تک میں نے کبھی کوئی جھوٹی بات زبان سے نہ نکالی۔ اور خدا یقینہ زندگی بھی محفوظ رکھے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ خدا وند کریم نے ہم تینوں کی توبہ کا قرآن میں بالتخصیص ذکر کیا ہے وعلی الثلثۃ الذین خلفوا سے ہم تین آدمی مراد ہیں۔ اور ہم لوگوں کے سوا اور کسی کے توبہ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔

ابن عباس نے حضرت ابن عباسؓ سے وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ کی تفسیر میں ایک روایت کی ہے کہ تبوک کے مخلفین میں سے دس آدمی کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ تین یہ۔ اور سات آدمی بنو امیہ اور ان کے حامی تھے۔ جنہوں نے ستونی مسجد سے اپنے کو باندھ دیا تھا واللہ اعلم حضرت ابو لبابہ کا قصہ اسی طرح کا ہے قریظہ کے زمانہ میں بھی ہوا ہے۔ نہ معلوم یہ اسی قصہ سے التباس ہوا ہے یا اس وقت

ف اور کچھ لوگ ہیں جو اپنی خطا سے مغفور ہوگئے۔

بھی اسی طرح کا واقعہ دوبارہ پیش آیا واللہ اعلم

نفیر عام کا حکم تبوک کا قصہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ جب امام کی طرف سے جہاد کے لیے نفیر عام ہو جائے تو کسی شخص کو رکنا جائز نہیں ہے جب تک امام سے اجازت نہ حاصل کرے۔ اور معلوم ہوا کہ نفیر کے بعد جہاد فرض عین ہو جاتا ہے گو خود اس کی خبر نہ دی گئی ہو۔

قصر صلوٰۃ تبوک میں بھی حضور نے نماز قصر ادا کی اور فتح مکہ میں بھی حالانکہ علی العموم اقامت کی نیت روزان مقامات میں قیام کرنا پڑا۔ یہ دلیل ہے کہ مسافر جب تک اقامت کی نیت نہ کرے قصر کرتا رہے ایک ارجوا و اکثر اہل علم کا اس پر اتفاق ہے۔ اصحاب رسول اللہ رام ہرمز میں سات مہینہ رہے اور برابر قصر کرتے رہے۔ عبد الرحمن بن سمرہ کابل میں دو برس رہے اور برابر قصر کرتے رہے لوگوں نے رے میں ایک سال تک قصر کیا۔ اور جستان میں دو برس تک قصر کرتا رہا۔

قضا علی الظاہر تبوک کے مخلفین کا قصہ اس پر دال ہے کہ قضا ظاہر پر ہوتا ہے۔ مخلفین جن کا نفاق معلوم تھا عذر کرنے کی وجہ سے چھوڑ دیئے گئے لیکن مخلصین کو چونکہ انہوں نے کوئی عذر شرعی پیش نہ کی تنبیہ کی گئی۔ حالانکہ ان کا اخلاص مومن ہونا سب کو معلوم تھا۔

صدقہ علی البشارۃ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ بشارت کے وقت بقدر استطاعت صدقہ مستحب ہے جیسا کہ حضرت کعبؓ نے کیا۔ اور حضور نے بھی پسند فرمایا مگر کہا کہ کچھ اپنے لیے رکھو۔ اسی طرح بشارت دینے والے کو کچھ انعام دینا چاہیے کہ حضرت کعبؓ نے اپنے بدن کا کپڑا اتار کر بشیر کو دیدیا۔ حالانکہ ان کے پاس صرف وہی کپڑا تھا۔

جمیع غزوات و سرایا

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک سب سے آخر غزوہ ہے یعنی اسکے بعد حضور کسی غزوہ میں شریک نہ ہوئے۔ البتہ اس کے بعد بھی بعض سرایا کا بھیجنا ثابت ہے۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جہاد ہجرت کے بعد فرض ہوا اس لیے غزوات و سرایا کی ابتدا ہجرت کے بعد ہوئی۔ اور دس برس میں ستائیس یا انتیس یا پچیس[1] کر و بیش غزوات میں حضور شریک ہوئے۔ سات غزوات میں حضور نے خود بھی مقاتلہ کیا

[1] اس میں حنین اور طائف کو ایک شمار کیا گیا ہے اور قریظہ خندق کا جزو شمار ہوا ہے ۱۲ منہ

ف حضرت عبد الرحمن بن سمرہ فتح مکہ میں اسلام لائے اور حضور کی صحبت میں رہے۔ ۵۰ھ میں وفات پائی۔

بدر، احد، خندق، قریظہ، بنی المصطلق، خیبر، فتح مکہ اور حنین و طائف بعض کہتے ہیں کہ بنی النضیر، غابہ، اور ذی امر کی لڑائی میں بھی آپ نے مقاتلہ کیا ہے۔

بڑے بڑے غزوات سرایا آپ نے نافہ کے قریب بھیجے ان سب کی تعداد مرتب بہت مشکل ہے بڑے بڑے غزوات سات ہیں بدر۔ احد۔ خندق۔ خیبر۔ فتح مکہ۔ حنین۔ تبوک قرآن پاک میں ان سب کا مجملاً یا مفصلاً ذکر موجود ہے۔ سورۂ انفال میں تقریباً سب کا سب غزوۂ بدر کا حال ہے۔ اسی لئے اسکو سورۂ بدر کہتے ہیں۔ اور آل عمران کے آخر میں غزوۂ احد کا ذکر ہے۔ واذ غدوت من اھلک تبوی المومنین مقاعد للقتال سے ختم سورہ سے تھوڑا قبل تک سب غزوۂ احد کا ذکر ہے۔ سورۂ احزاب کے ابتدا میں خندق قریظہ۔ اور خیبر کا حال ہے۔ سورۂ حشر میں بنی النضیر کا حال ہے۔ حدیبیہ اور خیبر کا حال سورۂ فتح میں ہے۔ حنین اور تبوک کا ذکر سورۂ توبہ میں ہے۔ فتح مکہ کا سورۂ فتح میں بھی اور سورۂ نصر میں بھی۔

نزول ملائکہ ایک غزوہ میں حضور مجروح ہوئے یعنی غزوۂ احد میں۔ دو غزوات میں فرشتوں نے آپ کی امداد میں مقاتلہ کیا غزوۂ بدر۔ اور غزوۂ حنین میں۔ غزوۂ احزاب میں فرشتوں نے مقاتلہ نہیں کیا لیکن نزول ملائکہ سے کفار میں زلزلہ پڑ گیا اور وہ بھاگے۔ غزوۂ احد میں بھی بہت فرشتے نازل ہوئے اور بعض دوسرے غزوات میں بھی فرشتے آئے۔ بدر و احد میں فرشتوں کے نزول کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے مگر فرشتوں کے مقاتلہ کی صحیح روایت صرف بدر و حنین کے بارہ میں آئی ہے نزول ملائکہ کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ دلائل نبوۃ کے بیان میں ہوگی۔

یمن غزوات میں حضور نے کنکریوں پر دم کر کے کفار کی طرف پھینکا جس سے کفار کو شکست ہوئی ایک غزوہ میں حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے خندق کھود کر مع لشکر متحصن ہوئے یعنی غزوۂ احزاب میں ایک غزوہ میں آپ نے بمنجنیق نصب کی یعنی غزوۂ طائف میں

حراست ابتداء غزوات میں قاعدہ تھا کہ جب آپ سوتے تھے یا شب کے وقت جب قیام فرماتے تھے یا جب آپ کے لیے عریش بنایا جاتا تھا تو بعض صحابہ ننگی تلوار لیکر پہرہ دیتے تھے

جیسے بدر میں حضرت سعد بن معاذؓ نے اور احد میں حضرت محمد بن مسلمہؓ نے حنین میں حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ نے خیبر میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے اور کئی مقامات میں حضرت عباد بن بشرؓ نے پہرہ دیا۔ اور اسلحہ مختلف اصحاب کے متعلق صحیح روایتیں موجود ہیں کہ انہوں نے حراست کی لیکن جب آیت نازل ہوئی واللہ یعصمک من الناس تو آپ نے صحابہ کو اس کی خبر دی اور اس کے بعد حراست کا قاعدہ موقوف ہو گیا۔

حدی خوانی دور کے سفر میں۔ یا کفار پر بعض امور ظاہر کرنے کے لئے کبھی کبھی بعض صحابہ آپ کے سامنے حدی پڑھتے تھے۔ اور حضور اس کو پسند فرماتے تھے۔ اور حدی پڑھنے والوں کے لیے دعاء خیر کرتے تھے۔ حدی پڑھنے والے یہ حضرات تھے عبداللہ بن رواحہؓ انجشہؓ عامر بن الاکوعؓ سلمہ بن الاکوعؓ انجشہؓ بہت خوش گلو تھے صحیح مسلم میں ان کا ذکر ہے۔ اور عامر بن الاکوعؓ کا ذکر بخاری میں ہو چکا ہے۔

جہاد کی فضیلت حضور نے جہاد فی سبیل اللہ کی بڑی بڑی فضیلتیں بیان کی ہیں۔ اور ہمیشہ صحابہ کو اس کی ترغیب دیتے تھے ترمذی میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ دو قطرے خدا کو بہت محبوب ہیں اور اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔ ایک آنسو کا قطرہ جو خدا کے خوف سے نکلے اور ایک خون کا قطرہ جو خدا کی راہ میں بہے حضرت جابرؓ کے والد غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو حضور نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں یہ نہ بتا دوں کہ خدا نے تمہارے والد سے کیا کہا۔ انہوں نے کہا کہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ خدا نے کسی سے بلا حجاب کلام نہ کیا مگر تمہارے والد سے اور ان سے کہا اے میرے بندے مجھ سے مانگ میں تجھ کو دوں گا جو شخص اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتا ہے کہ دشمن سے مقاتلہ کرے اور قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔ خدا کے نزدیک عرش کے نیچے اس کی جگہ ہے۔ اس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجہ نبوت کا فرق ہے۔ اور بسند صحیح حضور سے ثابت ہے کہ کافر اور اس کا قاتل ہرگز ایک ساتھ جہنم میں جمع نہ ہوں گے۔ الغرض قرآن پاک کی آیتیں اور احادیث جہاد کے احکام اور اس کی فضیلت سے معمور ہیں۔ اور حضور نے فرمایا ہے کہ میری امت کی ایک جماعت قیامت تک حق کے لیے مقاتلہ کرتی رہے گی کسی کا خلاف ان کو مضر نہ ہوگا

ه اور جبکہ آپ صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے مسلمانوں کو مقاتلہ کرنے کیلئے مقامات پر جا رہے تھے

آدابِ جہاد

حضورؐ اپنے اصحاب سے جنگ شروع ہونے سے پہلے بیعت لیتے تھے کہ فرار نہ ہوگے اور کبھی موت پر بیعت لیتے تھے۔ اور جہاد کے فرار کی بیعت بھی اسی طرح لیتے تھے جس طرح اسلام قبول کرنے کی۔ جہاد کے معاملہ میں اصحاب سے مشورہ کرتے تھے۔ جہاد کے موقع پر منزل کے انتخاب میں مشورہ کرتے تھے اور ہر ہر بات پر مشورہ کرتے تھے۔ جاسوس مقرر فرماتے تھے جو دشمن کی خبر لاتے تھے۔ دشمن کے جاسوس کو قتل کا حکم دیتے تھے۔ اپنے مشورہ اور ارادہ کو دشمن سے مخفی رکھتے تھے۔ کوئی مسلمان اگر مسلمانوں کے پوشیدہ مشورہ کی خبر کفار کو دیتا تو اس سے سخت ناراض ہوتے اور وہ منافق سمجھا جاتا تھا۔ حاطب بن ابی بلتعہ کا حال فتح مکہ میں معلوم ہو چکا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسی بنا پر کہا کہ یا رسول اللہ اجازت دیجئے اس منافق کو قتل کر دوں لیکن حضورؐ نے ان کو اس لیے چھوڑ دیا کہ وہ اصحاب بدر سے تھے۔ غیر عام کے سوا کوئی خاص جہاد میں شریک نہ ہوتا اس سے آپ سخت ناخوش ہوتے تھے۔ غزوۂ تبوک میں مخلصین تبوک کا اگر بالتفصیل ہو چکا ہے۔ جیش کی ترتیب اور مقاتلہ کی تنظیم کا آپ بہت اہتمام کرتے تھے علم اور رایات سے کوئی لشکر خالی نہ ہوتا تھا۔ زرہ اور سلاح ہر لشکر جہاں تک ممکن ہوتا بندوبست کرتے خود اپنے لئے بھی اور لشکر کے لوگوں کے لیے بھی۔ کم ہوتا تو عاریۃً لیتے تھے اور ضرورت کے وقت کافر سے بھی چیزیں عاریۃً لیتے تھے جیسا کہ غزوہ ہوازن کے وقت صفوان ابن امیہ سے ایک سو زرہیں آپ نے لیں۔ سفر کے وقت فوج کی امامت کا خیال فرماتے تھے اور دھوپ کی تیزی کے وقت مقام کرتے تھے۔ غزوۂ بنی المصطلق سے لوٹتے وقت عبد اللہ بن ابی کی شرارت کی وجہ سے دھوپ کی تیزی کے وقت ہی جب آپ نے سفر موقوف نہ کیا تو حضرت سعدؓ نے تعجب سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ تو ایسے وقت سفر نہیں کیا کرتے۔ حضورؐ نے مجبوری بیان کی۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جب دشمن کے مقام کے قریب پہنچتے تو جیش کو روکتے۔ خود آگے تشریف لے جا کر دعا کرتے پھر فرماتے کہ اب بڑھو بسم اللہ۔ اپنے وقت کی مختلف دعائیں آپ سے مروی ہیں حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جیش کو جیسا استعانت کی تلقین فرماتے۔ دشمن کی تعداد اور تیاری زیادہ ہوتی تو صحابہ سے کہتے کہ فتح و نصرت کثرت تعداد اور کثرت آلات حرب پر موقوف نہیں ہے بلکہ اصلی چیز اس کے لیے خدا پر اعتماد اور صبر و استقامت ہے۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ دشمن پر حملہ صبح کے وقت کرتے تھے۔ یا آفتاب ڈھلنے کے بعد ٹھنڈے وقت رات کے وقت حضورؐ خود حملہ نہیں کرتے تھے جیسا کہ غزوۂ خیبر میں معلوم ہو چکا ہے لیکن جو سرایا حضورؐ نے بھیجا ان لوگوں نے بعض دفعہ رات کو بھی حملہ کیا اور آپ نے ان کو اس سے منع نہ فرمایا۔ بین حرکہ جنگ میں ان کافروں کو جن سے حرب قائم ہے دھوکہ دینے کی اجازت دیتے تھے اور فرماتے تھے الحرب خدعۃ۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ عورت۔ لڑکے۔ اور بوڑھوں کو قتل کرنے سے منع فرماتے تھے۔ جب سریہ بھیجتے تو ان لوگوں کو تاکید کر دیتے کہ منکرین خدا کو قتل کرو مگر مثلہ نہ کرو۔ کفار سے جب کچھ معاہدہ کرو تو بدعہدی نہ کرو۔ عورت بچے اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو۔ البتہ جو بوڑھا جنگ کے بارہ میں اہل الرائے اور صاحب تجربہ ہوتا اور کفار اس کی رائے سے فائدہ اٹھاتے تو ایسے بوڑھے کے قتل کی اجازت دیتے تھے[۵]

کفار سے استعانت

بہت دفعہ آپ نے کفار کی اعانت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر خیبر میں اور بعض دوسرے مواقع میں آپ نے مشرکین اہل کتاب سے مدد لی۔ اور ان کو غنیمت میں سے اس کا بدلہ بھی دیا مگر صحابہ کی طرح ان کا باقاعدہ سہم قرار نہ دیا۔ غزوۂ حنین میں کفار قریش بھی آپ کے ساتھ ہو گئے تھے اور آپ نے ان کو شرکت سے منع نہ کیا۔

تقدیم دعوت

حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ دشمن کے علاقہ میں قرآن پاک ساتھ نہ لیجاؤ۔ اور امیر سریہ کو حکم دیتے تھے کہ مقاتلہ شروع ہونے سے پہلے اسلام اور ہجرت کی طرف اسلام کی دعوت دو۔ اگر قبول نہ کرے تو مقاتلہ کرو۔ واقدی الفزی کے بیان میں معلوم ہو چکا ہے کہ حضورؐ وہاں خود بار بار اسلام کی دعوت دی۔ اسی طرح بعض دوسرے غزوات میں بھی مروی ہے لیکن معلوم ہو چکا ہے کہ بعض دفعہ صحابہ سرایا پیچھے رہے جب دشمن غافل سو گئے تب ان لوگوں نے حملہ کیا بعض جگہ جاتے ہی حملہ کیا بعض جگہ دشمن کو اطلاع ہو گئی وہ لوگ بھاگ گئے۔ صحابہ سریہ نے ان کے اموال

[۵] جیسے درید بن الصمہ جیسا تجربہ کار بوڑھا اسی غزوہ میں جنگ حنین میں مارا گیا۔

Scanned by CamScanner

پر حملہ کر دیا ایسے مقامات میں (ظاہر ہے پہلے دعوت اسلام کی کوئی صورت نہ تھی شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کو دعوت پہلے پہنچ چکی تھی یا دشمن کی کسی شرارت یا پیشقدمی کی وجہ سے آنحضرت ان مواقع میں داخل دعوت حملہ کی ابتدا فرماتے تھے۔

احتیاط جس بستی یا قبیلہ کو اذان کی آواز سنی جائے یا اسلام کی کوئی علامت معلوم ہو وہاں حملہ کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اور جو شخص کلمہ پڑھ لیتا گو اس نے تلوار کے خوف ہی سے پڑھا ہو اس کو قتل کرنے سے منع فرماتے تھے صحابہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ اس نے تو موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا آپ فرماتے کہ تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ کیوں نہ لیا حضرت اسامہ بن زیدؓ اور مقداد بن اسودؓ نے حضور سے بنا بر جبلتا ناراض ہونے وہ ذکر ہو چکا ہے حضور نے حضرت اسامہؓ سے وعدہ لیا کہ میرے سامنے یا میرے بعد کبھی کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو جو کلمہ پڑھ لے حضرت خالدؓ کے اس بارہ میں بلا اطلاع ہو گئی اُن سے حضور نے ناراضی ہوئے وہ ذکر ہو چکا ہے۔ بنی حذیفہ کے حال میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

بعض دستور عموماً غزوات میں حضور کا قاعدہ تھا کہ فتح کے بعد وہاں تین دن قیام فرماتے اموال غنیمت کی وہیں تقسیم کرتے کبھی وہاں سے چلکر راستہ میں کبھی مدینہ پہنچکر اگر غزوات میں کوئی مذکور اہم الومنین ساتھ ہوتی تھیں قبائل کی کچھ عورتیں بھی کبھی ساتھ ہو جایا کرتی تھیں۔ جو زخم کا علاج اور مرہم پٹی کرنا جانتی تھیں۔ یا بیمار کی خدمت کرتی تھیں۔ یا پانی پلاتی تھیں۔ ان کے علاوہ غلام بھی ساتھ ہوتے تھے کبھی کنیز بھی ساتھ ہو جاتے تھے یا کسی کام کے لیے ساتھ لے لیے جاتے تھے ان لوگوں کو غنیمت میں سے ان کی خدمتوں کا انعام ظاہر کر کے حضور کچھ دیدیا کرتے عورتوں کو۔ اور غلاموں کو تو ظاہر ہے غنیمت میں سہام بھی نہیں دیا گیا غیر کی بعض شریک عورتوں نے بیان کیا کہ ہمیں غیبر کے غنیمت میں سہم ملا جیسا کہ سنن کی روایتوں میں ہے اس سے مراد وہی مال ہے جو اُن کو دیا گیا غالباً یہ مثل سہم تھا۔ کہ ہوتا تھا اور بعض فقہا رجو تبعی یا اہم تجری کی خدمت انجام دیتے تھے اُن کو سہم سے زیادہ بھی ملتا تھا۔

طعام غنیمت غلول یعنی اموال غنیمت میں سے چھپا کر کچھ لینے کو حضور کبائر میں شمار کرتے تھے خیبر کے اموال غنیمت کو تقسیم کرتے وقت (جیسا کہ غلول کے سبب سے ہونے کی آگ ہے۔ قیامت کے روز مصیبت علی ہے سونے یا کپڑے کی جس نے لیا ہو وہ لاکر داخل کرے۔ اموال خیبر میں سے حضور کے ایک غلام نے کوئی معمولی سی ضرورت کی چیز لے لی تھی وہ وادی القریٰ میں شہید ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ اُس غلول کی وجہ سے اس پر آگ دیکھ رہی ہے لیکن شہد انکھوا اور کھانا اس میں داخل نہیں ہے صحابہ بقدر ضرورت کھانے کی چیزیں کھا لیتے تھے۔ ابوداؤد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں طعام اور عسل غنیمت میں ہوتا تھا تو اُس میں خمس نہیں لیا جاتا تھا عبداللہ بن المغفل نے خیبر میں ایک جراب شحم پر قبضہ کیا اور کہا کہ اس میں سے ہم آج کسی کو کچھ نہ دینگے حضور نے تبسم فرمایا اور اُن سے کچھ نہ کہا۔ حضرت[۵۵] بن ابی اوفیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا طعام میں آپ لوگ خمس دیتے تھے فرمایا کہ ہم لوگوں کو خیبر میں طعام ملا۔ تو جو آتا تھا اپنی ضرورت کے لائق لے لیتا تھا۔ بعض صحابہ فرماتے ہیں کہ غزوات میں ہم لوگ انگور کھا لیتے تھے تقسیم نہیں کرتے تھے۔

کتاب الاموال

چونکہ مغازی کی بحث غزوۂ تبوک پر ختم ہوئی اس لیے اس موقع پر مالی انتظامات کا بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جس کی ترتیب اور مغازی کے اختتام میں سب سے اہم چیز مالی اخراجات کا فراہم کرنا ہے۔ مغازی کے ضمن میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس وقت تک عرب کا بڑا حصہ اسلام کے زیر اقتدار آچکا تھا۔ ایک طرف قبیلہ طی محکوم ہو چکا تھا اور دوسری طرف خیبر اور تبوک کا علاقہ فتح ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد اسی سال بلا جنگ یمن کے قبائل عرب نے وفود وغیرہ کے ذریعہ اطاعت قبول کر لی تھی جیسا کہ آگے وفود کے بیان میں معلوم ہوگا۔ صرف بعض قبیلے رہ گئے تھے ورنہ یمن سے بحرین تک اور عمان سے تبوک تک سارا ملک اسلام کے اقتدار کے ماتحت آگیا تھا۔ اتنے بڑے ملک کا انتظام۔ اور اُس کے لیے فوجی قوت بحال رکھنے کے لیے کتنے بڑے مالی انتظام کی ضرورت ہے اس کا اندازہ

Scanned by CamScanner

کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ مغازی کے ضمن میں مالیات کے متفرق احکام بیان ہو چکے ہیں مگر ان تمام انتظامات کی تشریح انصار کے ساتھ یہاں بیان کر دیتا ہوں۔ اس سے اسلام کے مالی انتظامات کی بنیادی کیفیت واضح ہو جائے گی۔

فتح پر دو غزوا و مساکین پر جو اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کرتے تھے وہ تین قسم کے تھے زکوٰۃ، غنائم اور فیٔ ان تینوں قسم کے اموال کے جمع و تقسیم کے احکام و قواعد قرآن پاک میں مجمل ہیں۔ اور اس کے متعلق حضورؐ کا طریق عمل مفصل احادیث میں منضبط ہے۔ ہم تینوں قسم کے احکام کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں اس کے بعد آخر میں کفار سے جزیہ لینے کا حکم ہوا۔ اور آپ کے حکم سے جزیہ وصول کیا گیا اس لیے اسی کے ساتھ اس کو بھی بیان کریں گے۔ پانچویں چیز خراج ہے اور چھٹی چیز عشور ساتویں وہ ہدایا ہیں جو آپ کی خدمت میں اطراف کے امراء و سلاطین نے یا اور کسی نے بھیجا ان سب کے احکام اور اس کے جمع و خرچ کے متعلق حضورؐ کا طریق عمل اسی کے ساتھ بیان کریں گے تاکہ مالیات کے متعلق تمام عہد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ایک جگہ معلوم ہو جائے۔

زکوٰۃ کے احکام

ہر مسلمان عاقل بالغ پر جو نصاب نامی کا مالک ہو اور اس پر سال پورا ہو جائے زکوٰۃ فرض ہے اس پر اجماع اسلام کا اتفاق ہے کہ نماز و روزہ کی طرح زکوٰۃ بھی فرض ہے اس کا منکر کافر اور تارک فاسق ہے۔ مال زکوٰۃ کا نصاب، ادائے زکوٰۃ کا وقت و طریقہ، مصرف زکوٰۃ سب حضورؐ نے بتفصیل بتا دیا ہے اور اس کا مکمل قانون جس میں پوری طرح تمام مصالح کا لحاظ رکھا گیا ہے خود حضورؐ کی تعلیم اور حضورؐ کے عمل سے ثابت ہے۔

زکوٰۃ کے معنی نمو کے ہیں اور زکوٰۃ کو زکوٰۃ اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کے ادا کرنے سے مال کا تحفظ اور نمو ہوتا ہے۔ اس سے مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے۔ اور آخرت میں ہو اس کا بدلہ ہو گا وہ اس کے علاوہ ہے زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ہے اور صرف مسلمانوں پر فرض ہے۔ کفار پر نہیں۔ زکوٰۃ

سے زکوٰۃ لی جاتی ہے۔ قرآن پاک اور احادیث نبوی میں اکثر جگہ زکوٰۃ کی تاکید نماز کے ساتھ ساتھ آئی ہے مثلاً اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ وغیرہ۔

اموال قابل زکوٰۃ زکوٰۃ چار قسم کے اموال پر ہے۔ اور فی الواقع مالیت کے اعتبار سے اس چار قسم میں ہر طرح کے اموال آ جاتے ہیں۔ اور جو مستثنیات اس میں داخل نہیں ہیں وہ مصارف اور ضروریات کی چیزیں ہیں ان چیزوں پر زکوٰۃ کا فرض ہونا دقت کا باعث تھا اس لیے ان چیزوں کو زکوٰۃ سے معاف کر دیا گیا۔ وہ چار قسمیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے یہ ہیں اوّل زراعت کے غلے اور درختوں کے ثمار۔ دوم مویشی یعنی جانور اونٹ۔ گائے بھینس۔ بکری بھیڑ سوم یہ دونوں جو اہم بالذات جن پر انتظام عالم کا مدار ہو گیا ہے یعنی سونا و چاندی چہارم اموال تجارت بجمیع اقسامہ۔

وقت زکوٰۃ زکوٰۃ سال میں صرف ایک دفعہ فرض ہے۔ اور اس میں توسط ملحوظ ہے۔ اگر سال سے کم میں فرض ہوتی یا سال میں مکرر فرض ہوتی تو اغنیا کے لیے مضر تھا کیونکہ زراعت اور ثمار وغیرہ فطری پیداوار کی چیزیں جو سال میں ایک ہی دفعہ پیدا ہوتی ہیں۔ اور اگر سال سے زیادہ مدت میں زکوٰۃ فرض ہوتی یا عمر میں ایک ہی دفعہ فرض ہوتی تو یہ فقرا و مساکین کے لیے مضر تھا کیوں کہ ان کو ہر پیداوار سے مناسب انتفاع کا موقع نہ ملتا۔

مقدار زکوٰۃ مقدار زکوٰۃ مختلف چیزوں کی مختلف ہے۔ اور اس میں اس امر کی رعایت رکھی گئی ہے کہ جس مال کی تحصیل میں مشقت کم ہے اس میں زکوٰۃ زیادہ ہے۔ اور جس میں مشقت زیادہ ہے اس میں زکوٰۃ کی مقدار کم ہے۔

رکاز[1] بکسر الراء معدن و کان و آخر ذالک جو مال کو کہتے ہیں جو زمین کے اندر جمع ہو۔ اس کی دو قسم ہیں اگر وہ مال زمین ہی کے اندر پیدا ہوا ہو تو اس کو معدن کہتے ہیں۔ اور جس مال کو کسی شخص نے زمین کے اندر دفن کر کے رکھا ہو وہ کنز و خزانہ ہے۔ اور رکاز معدن و کنز دونوں کو عام ہے۔ اگر کسی شخص کو

[1] رکاز۔ خزانہ جو زمین میں خدائے تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔

فرمانِ رفت، کسی چیز کا حاصل ہونا تو اس پر عشر واجب ہوگا۔ جو زکوٰۃ کی سب سے بڑی مقدار ہے کیونکہ رب المال کو اس کے حاصل کرنے میں کوئی زحمت اور تکلیف پیش نہیں آتی۔

زراعت | جو بارش یا نہر کے پانی سے پیدا ہو اس کے بونے اور کاٹنے میں بہ نسبت بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے اس لیے اس پر عشر واجب ہے یعنی اس کی زکوٰۃ پیداوار کا نصف ہے۔

زراعت | جو چاہ یعنی کنوئیں کے پانی سے پیدا کیا جائے۔ اس میں آدمی کی قوت صرف ہوتی ہے اور پہلی قسم کی زراعت سے بہت زیادہ محنت چاہتی ہے۔ اس کے لیے جوتنا، بونا، پانی پلانا وغیرہ محنت طلب کام پیش آتا ہے اس لیے اس کی زکوٰۃ نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ہے۔

اموالِ تجارت | اس میں اس سے بھی محنت زیادہ ہوتی ہے۔ تجارت کے لیے سفر کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اور نفع پھر بھی بہ نسبت زراعت کے بہت کم ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی زکوٰۃ ربع عشر یعنی چالیسواں حصہ اور یہ زکوٰۃ کی سب سے کم مقدار ہے

سونا چاندی | چونکہ عموماً خرید و فروخت کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اس لیے اس کی زکوٰۃ بھی اموالِ تجارت کی طرح ربع عشر یعنی چالیسواں حصہ ہے۔ البتہ معدن یا کان میں سے نکلے تو اس پر خمس ہوگا۔

نصاب زکوٰۃ[1] | ہر چیز کے لیے ایک مقدار حضور نے معین کر دی ہے کہ کسی کے پاس وہ مال اس نصاب سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اس مقدار کو نصاب زکوٰۃ کہتے ہیں۔ زکوٰۃ اسی شخص پر واجب ہے جو نصاب کا مالک ہے۔

صحیحین اور سنن کی روایت میں تصریح ہے کہ ذہب یعنی سونا کا نصاب بیس مثقال ہے اور فضہ یعنی چاندی کا دو سو درہم، جو چیز چاندی یا سونا سے بنی ہوئی ہو اس میں اسی کے نصاب کا اعتبار ہوگا۔ اور سونا یا چاندی کے ساتھ دوسری چیز ملی ہوئی ہو تو اس کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اموالِ تجارت میں قیمت کا اعتبار ہے یعنی دو میں سے کسی ایک کے نصاب کی قیمت کا مال ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائیگی۔ چاندی اور سونا دونوں نصاب سے کم ہو لیکن دونوں کی قیمت ملا کر کسی ایک کا

[1] زکوٰۃ کا حکم ہر مسلمان عاقل بالغ پر فرض ہے۔ کافر پر نہ تو فرض ہے نہ اس سے قبول کی جاتی ہے۔ مجنون پر بھی فرض نہیں ہے۔ نابالغ کے مال میں اس کے ولی کو زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔ ابو حنیفہ کے نزدیک نابالغ کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا فاسق ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا فاسق ہے۔

نصاب ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائیگی۔

زیتون کے پیداوار کے متعلق صحیحین کی روایت ہے کہ پانچ وسق سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے گویا اس کا نصاب پانچ وسق ہے۔ وسق، فتح واو و سین مہملہ بعدہ قاف اونٹ کے بوجھ کو کہتے ہیں اس کے وزن کی تعیین عنقریب کے بیان میں ہم بتا چکے ہیں لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ زیتون کے پیداوار میں کوئی نصاب معین نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ کم و بیش میں زکوٰۃ واجب ہے مگر صاحبین اور امام شافعی صاحبین صحیحین کی روایت کی بنا پر پانچ وسق نصاب مقرر فرماتے ہیں اس سے کم پر وہ زکوٰۃ واجب نہیں کہتے۔

زکوٰۃ مویشی | تین قسم کے سائمہ جانوروں پر زکوٰۃ دینے کا حکم حضور سے ثابت ہے ایک اونٹ دوسرے گائے اور بھینس بھی داخل ہے جیسے حکم اس میں بکری تھی بھیڑ بھی اسی میں داخل ہے۔

قسم اول اونٹ | صحیحین میں حضور سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پانچ ذود سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے ذود سے مراد اونٹ ہے اس لیے باتفاق اونٹ کا نصاب پانچ ہے۔

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ان کو حضرت ابو بکر صدیق نے محصل بنا کر بھیجا تو زکوٰۃ کے متعلق ایک تحریر ان کو لکھ دی اس کا یہ مضمون تھا۔ [illegible] ہے جو رسول اللہ نے مسلمانوں پر فرض کیا اور جس کا خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا مسلمانوں سے جب اس کے موافق طلب کیا جائے تو ادا کریں۔ اور جب کوئی شخص اس سے زیادہ طلب کرے تو نہ دیں۔ اونٹ جب پچیس یا پچیس سے کم ہو تو ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری زکوٰۃ ہے اور جب پچیس ہو جائے تو اس میں ایک بنت مخاض ہے پینتیس تک۔ اور جب چھتیس ہو جائے تو ایک بنت لبون ہے پینتالیس تک اور جب چھیالیس ہو جائے تو ایک حقہ ہے ساٹھ تک۔ اور جب اکسٹھ ہو جائے تو ایک جذعہ ہے پچھتر تک اور جب چھتر ہو جائے تو دو بنت لبون ہے نوے تک۔ اور جب اکیانوے ہو جائے تو دو حقے ہیں ایک سو بیس تک اور جب ایک سو بیس سے زیادہ ہو تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون ہے اور ہر پچاس میں ایک حقہ

[illegible] ۱۲ اونٹ تک بکری ہے۔ ۱۳ سے ۱۹ تک دو بکریاں ہیں۔ ۲۰ سے ۲۴ تک چار بکریاں ہیں۔ ۲۵ سے ۳۵ تک ایک بنت مخاض (ایک سال کی اونٹنی) ہے۔ ۳۶ سے ۴۵ تک ایک بنت لبون (دو سال کی اونٹنی) ہے۔ ۴۶ سے ۶۰ تک ایک حقہ (تین سال کی اونٹنی) ہے۔ ۶۱ سے ۷۵ تک ایک جذعہ (چار سال کا اونٹ) ہے۔ ۷۶ سے ۹۰ تک دو بنت لبون ہیں۔ ۹۱ سے ۱۲۰ تک دو حقے ہیں۔ ۱۲۱ سے ۱۲۹ تک تین بنت لبون ہیں۔ ۱۳۰ سے ۱۳۵ تک ایک حقہ اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۳۶ سے ۱۴۵ تک ایک حقہ اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۴۶ سے ۱۵۰ تک دو حقے ہیں۔ ۱۵۱ سے ۱۵۹ تک تین حقے ہیں۔ ۱۶۰ سے ۱۶۵ تک چار بنت لبون ہیں۔ ۱۶۶ سے ۱۷۵ تک ایک حقہ اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۷۶ سے ۱۸۰ تک دو حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۸۱ سے ۱۹۰ تک تین حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۹۱ سے ۲۰۰ تک چار حقے ہیں۔ ۲۰۱ سے ۲۱۰ تک پانچ بنت لبون ہیں۔ ۲۱۱ سے ۲۲۰ تک ایک حقہ اور چار بنت لبون ہیں۔ ۲۲۱ سے ۲۳۰ تک دو حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۲۳۱ سے ۲۴۰ تک تین حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۲۴۱ سے ۲۵۰ تک چار حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۲۵۱ سے ۲۶۰ تک پانچ حقے ہیں۔ ۲۶۱ سے ۲۷۰ تک چھ بنت لبون ہیں۔ ۲۷۱ سے ۲۸۰ تک ایک حقہ اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۲۸۱ سے ۲۹۰ تک دو حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۲۹۱ سے ۳۰۰ تک تین حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۳۰۱ سے ۳۱۰ تک چار حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۳۱۱ سے ۳۲۰ تک پانچ حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۳۲۱ سے ۳۳۰ تک چھ حقے ہیں۔ ۳۳۱ سے ۳۴۰ تک ایک جذعہ اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۳۴۱ سے ۳۵۰ تک ایک جذعہ اور چار بنت لبون ہیں۔ ۳۵۱ سے ۳۶۰ تک ایک جذعہ اور تین بنت لبون ہیں۔ ۳۶۱ سے ۳۷۰ تک ایک جذعہ اور دو بنت لبون ہیں۔ ۳۷۱ سے ۳۸۰ تک ایک جذعہ اور ایک بنت لبون ہے۔ ۳۸۱ سے ۳۹۰ تک دو جذعہ ہیں۔ ۳۹۱ سے ۴۰۰ تک دو جذعہ اور ایک بنت لبون ہے۔ ۴۰۱ سے ۴۱۰ تک دو جذعہ اور دو بنت لبون ہیں۔ ۴۱۱ سے ۴۲۰ تک دو جذعہ اور تین بنت لبون ہیں۔ ۴۲۱ سے ۴۳۰ تک دو جذعہ اور چار بنت لبون ہیں۔ ۴۳۱ سے ۴۴۰ تک دو جذعہ اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۴۴۱ سے ۴۵۰ تک دو جذعہ اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۴۵۱ سے ۴۶۰ تک دو جذعہ اور ایک حقہ ہے۔ ۴۶۱ سے ۴۷۰ تک دو جذعہ اور ایک حقہ اور ایک بنت لبون ہے۔ ۴۷۱ سے ۴۸۰ تک دو جذعہ اور ایک حقہ اور دو بنت لبون ہیں۔ ۴۸۱ سے ۴۹۰ تک دو جذعہ اور ایک حقہ اور تین بنت لبون ہیں۔ ۴۹۱ سے ۵۰۰ تک دو جذعہ اور ایک حقہ اور چار بنت لبون ہیں۔ ۵۰۱ سے ۵۱۰ تک دو جذعہ اور ایک حقہ اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۵۱۱ سے ۵۲۰ تک دو جذعہ اور ایک حقہ اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۵۲۱ سے ۵۳۰ تک دو جذعہ اور دو حقے ہیں۔ ۵۳۱ سے ۵۴۰ تک دو جذعہ اور دو حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۵۴۱ سے ۵۵۰ تک دو جذعہ اور دو حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۵۵۱ سے ۵۶۰ تک دو جذعہ اور دو حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۵۶۱ سے ۵۷۰ تک دو جذعہ اور دو حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۵۷۱ سے ۵۸۰ تک دو جذعہ اور دو حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۵۸۱ سے ۵۹۰ تک دو جذعہ اور دو حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۵۹۱ سے ۶۰۰ تک دو جذعہ اور تین حقے ہیں۔ ۶۰۱ سے ۶۱۰ تک دو جذعہ اور تین حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۶۱۱ سے ۶۲۰ تک دو جذعہ اور تین حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۶۲۱ سے ۶۳۰ تک دو جذعہ اور تین حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۶۳۱ سے ۶۴۰ تک دو جذعہ اور تین حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۶۴۱ سے ۶۵۰ تک دو جذعہ اور تین حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۶۵۱ سے ۶۶۰ تک دو جذعہ اور تین حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۶۶۱ سے ۶۷۰ تک دو جذعہ اور چار حقے ہیں۔ ۶۷۱ سے ۶۸۰ تک دو جذعہ اور چار حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۶۸۱ سے ۶۹۰ تک دو جذعہ اور چار حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۶۹۱ سے ۷۰۰ تک دو جذعہ اور چار حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۷۰۱ سے ۷۱۰ تک دو جذعہ اور چار حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۷۱۱ سے ۷۲۰ تک دو جذعہ اور چار حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۷۲۱ سے ۷۳۰ تک دو جذعہ اور چار حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۷۳۱ سے ۷۴۰ تک دو جذعہ اور پانچ حقے ہیں۔ ۷۴۱ سے ۷۵۰ تک دو جذعہ اور پانچ حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۷۵۱ سے ۷۶۰ تک دو جذعہ اور پانچ حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۷۶۱ سے ۷۷۰ تک دو جذعہ اور پانچ حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۷۷۱ سے ۷۸۰ تک دو جذعہ اور پانچ حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۷۸۱ سے ۷۹۰ تک دو جذعہ اور پانچ حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۷۹۱ سے ۸۰۰ تک دو جذعہ اور پانچ حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۸۰۱ سے ۸۱۰ تک دو جذعہ اور چھ حقے ہیں۔ ۸۱۱ سے ۸۲۰ تک دو جذعہ اور چھ حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۸۲۱ سے ۸۳۰ تک دو جذعہ اور چھ حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۸۳۱ سے ۸۴۰ تک دو جذعہ اور چھ حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۸۴۱ سے ۸۵۰ تک دو جذعہ اور چھ حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۸۵۱ سے ۸۶۰ تک دو جذعہ اور چھ حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۸۶۱ سے ۸۷۰ تک دو جذعہ اور چھ حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۸۷۱ سے ۸۸۰ تک دو جذعہ اور سات حقے ہیں۔ ۸۸۱ سے ۸۹۰ تک دو جذعہ اور سات حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۸۹۱ سے ۹۰۰ تک دو جذعہ اور سات حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۹۰۱ سے ۹۱۰ تک دو جذعہ اور سات حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۹۱۱ سے ۹۲۰ تک دو جذعہ اور سات حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۹۲۱ سے ۹۳۰ تک دو جذعہ اور سات حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۹۳۱ سے ۹۴۰ تک دو جذعہ اور سات حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۹۴۱ سے ۹۵۰ تک دو جذعہ اور آٹھ حقے ہیں۔ ۹۵۱ سے ۹۶۰ تک دو جذعہ اور آٹھ حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۹۶۱ سے ۹۷۰ تک دو جذعہ اور آٹھ حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۹۷۱ سے ۹۸۰ تک دو جذعہ اور آٹھ حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۹۸۱ سے ۹۹۰ تک دو جذعہ اور آٹھ حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۹۹۱ سے ۱۰۰۰ تک دو جذعہ اور آٹھ حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۰۰۱ سے ۱۰۱۰ تک دو جذعہ اور آٹھ حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۰۱۱ سے ۱۰۲۰ تک دو جذعہ اور نو حقے ہیں۔ ۱۰۲۱ سے ۱۰۳۰ تک دو جذعہ اور نو حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۰۳۱ سے ۱۰۴۰ تک دو جذعہ اور نو حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۰۴۱ سے ۱۰۵۰ تک دو جذعہ اور نو حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۰۵۱ سے ۱۰۶۰ تک دو جذعہ اور نو حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۰۶۱ سے ۱۰۷۰ تک دو جذعہ اور نو حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۰۷۱ سے ۱۰۸۰ تک دو جذعہ اور نو حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۰۸۱ سے ۱۰۹۰ تک دو جذعہ اور دس حقے ہیں۔ ۱۰۹۱ سے ۱۱۰۰ تک دو جذعہ اور دس حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۱۰۱ سے ۱۱۱۰ تک دو جذعہ اور دس حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۱۱۱ سے ۱۱۲۰ تک دو جذعہ اور دس حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۱۲۱ سے ۱۱۳۰ تک دو جذعہ اور دس حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۱۳۱ سے ۱۱۴۰ تک دو جذعہ اور دس حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۱۴۱ سے ۱۱۵۰ تک دو جذعہ اور دس حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۱۵۱ سے ۱۱۶۰ تک دو جذعہ اور گیارہ حقے ہیں۔ ۱۱۶۱ سے ۱۱۷۰ تک دو جذعہ اور گیارہ حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۱۷۱ سے ۱۱۸۰ تک دو جذعہ اور گیارہ حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۱۸۱ سے ۱۱۹۰ تک دو جذعہ اور گیارہ حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۱۹۱ سے ۱۲۰۰ تک دو جذعہ اور گیارہ حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۲۰۱ سے ۱۲۱۰ تک دو جذعہ اور گیارہ حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۲۱۱ سے ۱۲۲۰ تک دو جذعہ اور گیارہ حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۲۲۱ سے ۱۲۳۰ تک دو جذعہ اور بارہ حقے ہیں۔ ۱۲۳۱ سے ۱۲۴۰ تک دو جذعہ اور بارہ حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۲۴۱ سے ۱۲۵۰ تک دو جذعہ اور بارہ حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۲۵۱ سے ۱۲۶۰ تک دو جذعہ اور بارہ حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۲۶۱ سے ۱۲۷۰ تک دو جذعہ اور بارہ حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۲۷۱ سے ۱۲۸۰ تک دو جذعہ اور بارہ حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۲۸۱ سے ۱۲۹۰ تک دو جذعہ اور بارہ حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۲۹۱ سے ۱۳۰۰ تک دو جذعہ اور تیرہ حقے ہیں۔ ۱۳۰۱ سے ۱۳۱۰ تک دو جذعہ اور تیرہ حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۳۱۱ سے ۱۳۲۰ تک دو جذعہ اور تیرہ حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۳۲۱ سے ۱۳۳۰ تک دو جذعہ اور تیرہ حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۳۳۱ سے ۱۳۴۰ تک دو جذعہ اور تیرہ حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۳۴۱ سے ۱۳۵۰ تک دو جذعہ اور تیرہ حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۳۵۱ سے ۱۳۶۰ تک دو جذعہ اور تیرہ حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۳۶۱ سے ۱۳۷۰ تک دو جذعہ اور چودہ حقے ہیں۔ ۱۳۷۱ سے ۱۳۸۰ تک دو جذعہ اور چودہ حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۳۸۱ سے ۱۳۹۰ تک دو جذعہ اور چودہ حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۳۹۱ سے ۱۴۰۰ تک دو جذعہ اور چودہ حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۴۰۱ سے ۱۴۱۰ تک دو جذعہ اور چودہ حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۴۱۱ سے ۱۴۲۰ تک دو جذعہ اور چودہ حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۴۲۱ سے ۱۴۳۰ تک دو جذعہ اور چودہ حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۴۳۱ سے ۱۴۴۰ تک دو جذعہ اور پندرہ حقے ہیں۔ ۱۴۴۱ سے ۱۴۵۰ تک دو جذعہ اور پندرہ حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۴۵۱ سے ۱۴۶۰ تک دو جذعہ اور پندرہ حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۴۶۱ سے ۱۴۷۰ تک دو جذعہ اور پندرہ حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۴۷۱ سے ۱۴۸۰ تک دو جذعہ اور پندرہ حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۴۸۱ سے ۱۴۹۰ تک دو جذعہ اور پندرہ حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۴۹۱ سے ۱۵۰۰ تک دو جذعہ اور پندرہ حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۵۰۱ سے ۱۵۱۰ تک دو جذعہ اور سولہ حقے ہیں۔ ۱۵۱۱ سے ۱۵۲۰ تک دو جذعہ اور سولہ حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۵۲۱ سے ۱۵۳۰ تک دو جذعہ اور سولہ حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۵۳۱ سے ۱۵۴۰ تک دو جذعہ اور سولہ حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۵۴۱ سے ۱۵۵۰ تک دو جذعہ اور سولہ حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۵۵۱ سے ۱۵۶۰ تک دو جذعہ اور سولہ حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۵۶۱ سے ۱۵۷۰ تک دو جذعہ اور سولہ حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۵۷۱ سے ۱۵۸۰ تک دو جذعہ اور سترہ حقے ہیں۔ ۱۵۸۱ سے ۱۵۹۰ تک دو جذعہ اور سترہ حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۵۹۱ سے ۱۶۰۰ تک دو جذعہ اور سترہ حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۶۰۱ سے ۱۶۱۰ تک دو جذعہ اور سترہ حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۶۱۱ سے ۱۶۲۰ تک دو جذعہ اور سترہ حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۶۲۱ سے ۱۶۳۰ تک دو جذعہ اور سترہ حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۶۳۱ سے ۱۶۴۰ تک دو جذعہ اور سترہ حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۶۴۱ سے ۱۶۵۰ تک دو جذعہ اور اٹھارہ حقے ہیں۔ ۱۶۵۱ سے ۱۶۶۰ تک دو جذعہ اور اٹھارہ حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۶۶۱ سے ۱۶۷۰ تک دو جذعہ اور اٹھارہ حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۶۷۱ سے ۱۶۸۰ تک دو جذعہ اور اٹھارہ حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۶۸۱ سے ۱۶۹۰ تک دو جذعہ اور اٹھارہ حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۶۹۱ سے ۱۷۰۰ تک دو جذعہ اور اٹھارہ حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۷۰۱ سے ۱۷۱۰ تک دو جذعہ اور اٹھارہ حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۷۱۱ سے ۱۷۲۰ تک دو جذعہ اور انیس حقے ہیں۔ ۱۷۲۱ سے ۱۷۳۰ تک دو جذعہ اور انیس حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۷۳۱ سے ۱۷۴۰ تک دو جذعہ اور انیس حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۷۴۱ سے ۱۷۵۰ تک دو جذعہ اور انیس حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۷۵۱ سے ۱۷۶۰ تک دو جذعہ اور انیس حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۷۶۱ سے ۱۷۷۰ تک دو جذعہ اور انیس حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۷۷۱ سے ۱۷۸۰ تک دو جذعہ اور انیس حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۷۸۱ سے ۱۷۹۰ تک دو جذعہ اور بیس حقے ہیں۔ ۱۷۹۱ سے ۱۸۰۰ تک دو جذعہ اور بیس حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۸۰۱ سے ۱۸۱۰ تک دو جذعہ اور بیس حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۸۱۱ سے ۱۸۲۰ تک دو جذعہ اور بیس حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۸۲۱ سے ۱۸۳۰ تک دو جذعہ اور بیس حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۸۳۱ سے ۱۸۴۰ تک دو جذعہ اور بیس حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۸۴۱ سے ۱۸۵۰ تک دو جذعہ اور بیس حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۸۵۱ سے ۱۸۶۰ تک دو جذعہ اور اکیس حقے ہیں۔ ۱۸۶۱ سے ۱۸۷۰ تک دو جذعہ اور اکیس حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۸۷۱ سے ۱۸۸۰ تک دو جذعہ اور اکیس حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۸۸۱ سے ۱۸۹۰ تک دو جذعہ اور اکیس حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۸۹۱ سے ۱۹۰۰ تک دو جذعہ اور اکیس حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۹۰۱ سے ۱۹۱۰ تک دو جذعہ اور اکیس حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۹۱۱ سے ۱۹۲۰ تک دو جذعہ اور اکیس حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۹۲۱ سے ۱۹۳۰ تک دو جذعہ اور بائیس حقے ہیں۔ ۱۹۳۱ سے ۱۹۴۰ تک دو جذعہ اور بائیس حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۱۹۴۱ سے ۱۹۵۰ تک دو جذعہ اور بائیس حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۱۹۵۱ سے ۱۹۶۰ تک دو جذعہ اور بائیس حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۱۹۶۱ سے ۱۹۷۰ تک دو جذعہ اور بائیس حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۱۹۷۱ سے ۱۹۸۰ تک دو جذعہ اور بائیس حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۱۹۸۱ سے ۱۹۹۰ تک دو جذعہ اور بائیس حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۱۹۹۱ سے ۲۰۰۰ تک دو جذعہ اور تیئس حقے ہیں۔ ۲۰۰۱ سے ۲۰۱۰ تک دو جذعہ اور تیئس حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۲۰۱۱ سے ۲۰۲۰ تک دو جذعہ اور تیئس حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۲۰۲۱ سے ۲۰۳۰ تک دو جذعہ اور تیئس حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۲۰۳۱ سے ۲۰۴۰ تک دو جذعہ اور تیئس حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۲۰۴۱ سے ۲۰۵۰ تک دو جذعہ اور تیئس حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۲۰۵۱ سے ۲۰۶۰ تک دو جذعہ اور تیئس حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۲۰۶۱ سے ۲۰۷۰ تک دو جذعہ اور چوبیس حقے ہیں۔ ۲۰۷۱ سے ۲۰۸۰ تک دو جذعہ اور چوبیس حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۲۰۸۱ سے ۲۰۹۰ تک دو جذعہ اور چوبیس حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۲۰۹۱ سے ۲۱۰۰ تک دو جذعہ اور چوبیس حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۲۱۰۱ سے ۲۱۱۰ تک دو جذعہ اور چوبیس حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۲۱۱۱ سے ۲۱۲۰ تک دو جذعہ اور چوبیس حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۲۱۲۱ سے ۲۱۳۰ تک دو جذعہ اور چوبیس حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۲۱۳۱ سے ۲۱۴۰ تک دو جذعہ اور پچیس حقے ہیں۔ ۲۱۴۱ سے ۲۱۵۰ تک دو جذعہ اور پچیس حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۲۱۵۱ سے ۲۱۶۰ تک دو جذعہ اور پچیس حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۲۱۶۱ سے ۲۱۷۰ تک دو جذعہ اور پچیس حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۲۱۷۱ سے ۲۱۸۰ تک دو جذعہ اور پچیس حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۲۱۸۱ سے ۲۱۹۰ تک دو جذعہ اور پچیس حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۲۱۹۱ سے ۲۲۰۰ تک دو جذعہ اور پچیس حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۲۲۰۱ سے ۲۲۱۰ تک دو جذعہ اور چھبیس حقے ہیں۔ ۲۲۱۱ سے ۲۲۲۰ تک دو جذعہ اور چھبیس حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۲۲۲۱ سے ۲۲۳۰ تک دو جذعہ اور چھبیس حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۲۲۳۱ سے ۲۲۴۰ تک دو جذعہ اور چھبیس حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۲۲۴۱ سے ۲۲۵۰ تک دو جذعہ اور چھبیس حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۲۲۵۱ سے ۲۲۶۰ تک دو جذعہ اور چھبیس حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۲۲۶۱ سے ۲۲۷۰ تک دو جذعہ اور چھبیس حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۲۲۷۱ سے ۲۲۸۰ تک دو جذعہ اور ستائیس حقے ہیں۔ ۲۲۸۱ سے ۲۲۹۰ تک دو جذعہ اور ستائیس حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۲۲۹۱ سے ۲۳۰۰ تک دو جذعہ اور ستائیس حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۲۳۰۱ سے ۲۳۱۰ تک دو جذعہ اور ستائیس حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۲۳۱۱ سے ۲۳۲۰ تک دو جذعہ اور ستائیس حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۲۳۲۱ سے ۲۳۳۰ تک دو جذعہ اور ستائیس حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۲۳۳۱ سے ۲۳۴۰ تک دو جذعہ اور ستائیس حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۲۳۴۱ سے ۲۳۵۰ تک دو جذعہ اور اٹھائیس حقے ہیں۔ ۲۳۵۱ سے ۲۳۶۰ تک دو جذعہ اور اٹھائیس حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۲۳۶۱ سے ۲۳۷۰ تک دو جذعہ اور اٹھائیس حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۲۳۷۱ سے ۲۳۸۰ تک دو جذعہ اور اٹھائیس حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۲۳۸۱ سے ۲۳۹۰ تک دو جذعہ اور اٹھائیس حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۲۳۹۱ سے ۲۴۰۰ تک دو جذعہ اور اٹھائیس حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۲۴۰۱ سے ۲۴۱۰ تک دو جذعہ اور اٹھائیس حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۲۴۱۱ سے ۲۴۲۰ تک دو جذعہ اور انتیس حقے ہیں۔ ۲۴۲۱ سے ۲۴۳۰ تک دو جذعہ اور انتیس حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۲۴۳۱ سے ۲۴۴۰ تک دو جذعہ اور انتیس حقے اور دو بنت لبون ہیں۔ ۲۴۴۱ سے ۲۴۵۰ تک دو جذعہ اور انتیس حقے اور تین بنت لبون ہیں۔ ۲۴۵۱ سے ۲۴۶۰ تک دو جذعہ اور انتیس حقے اور چار بنت لبون ہیں۔ ۲۴۶۱ سے ۲۴۷۰ تک دو جذعہ اور انتیس حقے اور پانچ بنت لبون ہیں۔ ۲۴۷۱ سے ۲۴۸۰ تک دو جذعہ اور انتیس حقے اور چھ بنت لبون ہیں۔ ۲۴۸۱ سے ۲۴۹۰ تک دو جذعہ اور تیس حقے ہیں۔ ۲۴۹۱ سے ۲۵۰۰ تک دو جذعہ اور تیس حقے اور ایک بنت لبون ہے۔ ۲۵۰۱ سے ۲۵۱۰ تک دو جذعہ اور تیس حقے اور

اونٹ کے پاس پانچ اونٹ ہوں اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے جس اگر صاحب مال خود اپنی خوشی سے کچھ دینا چاہے تو دیا کرے۔

تشریح: بنت مخاض اونٹنی کے ایسے بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال کا پورا ہو گیا ہو اور دوسرے سال کی ابتدا میں ہو۔ مخاض بکسر میم و فتحہ خاء معجمہ و آخر ضاد معجمہ۔ ابن مخاض وہ بچہ ہے جس کی ماں حاملہ ہو۔ بنت لبون اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دو سال کا ہو گیا ہو یعنی گویا اس کی ماں دوسرے بچے کے حمل سے دودھ والی ہو گئی ہو۔ بکسر لام و فتحہ باء موحدہ و نون ساکن و آخر سین مہملہ۔ تخاض جمع کی ہے جو تخلص کے وزن پر ہے۔ تخلص کے معنی ہیں داخل ہو گیا ہو یعنی اب اس پر سواری کرنا جائز ہو گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اس تحریر میں ایک سو بیس تک کی زکوٰۃ کا جو قاعدہ درج ہے یہ جمہور کے نزدیک متفق علیہ ہے اور یہی طریقہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بخاری ابوداؤد ترمذی نسائی وغیرہ میں مروی ہے لیکن ایک سو بیس سے زیادہ کا قاعدہ اس روایت میں یہ ہے کہ ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ ہے۔ امام شافعی اسی کے موافق کہتے ہیں لیکن احناف فرماتے ہیں کہ ایک سو بیس کے بعد پھر اختیار ہو گا یعنی ایک سو بیس سے زیادہ ہو تو پھر تیس تک ہر تیس میں ایک بکری اور چالیس یا زیادہ ہو تو ایک بنت مخاض واجب ہو گا۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے ماخوذ ہے جس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد نسائی کی دوسری روایتیں بھی اس کی مؤید ہیں۔

قسم دوم گائے بقر جنس گائے کا نصاب تیس ہے۔ اصحاب سنن اربعہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت معاذؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا تو ان کو حکم دیا کہ ہر تیس گائے میں ایک تبیع یا تبیعہ زکوٰۃ وصول کریں علامہ زیلعی کہتے ہیں کہ حضرت معاذؓ کی حدیث کی وجہ سے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نصاب میں تبیع یا تبیعہ واجب ہے۔

تبیعہ۔ تبع طبیعی کے وزن پر گائے کے اس بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال کا ہو گیا ہو اور تبیعہ ایسے ہی مادہ بچے کو کہتے ہیں۔ مسنہ اس بچے کو کہتے ہیں جو دو سال کا ہو گیا ہو۔ مسن کا لفظ اسن سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں دانت کے ہیں چونکہ اس عمر میں دانت ظاہر ہو جاتے ہیں اس لیے اس کو مسنہ کہتے ہیں۔

گائے اور بھینس کا ایک حکم ہے یعنی جس طرح گائے کی زکوٰۃ میں تیس میں ایک تبیع یا تبیعہ اور چالیس میں ایک مسنہ یا مسنہ واجب ہوتا ہے اسی طرح بھینس میں بھی ہے۔ اور جو کچھ گائے کا حکم ہے وہی بھینس کا ہے۔ اور یہی حضرت معاذؓ کی روایت ہے جو اصحاب سنن اربعہ نے ذکر کی ہے۔ اور حضرت معاذؓ ہی کی روایت امام احمد و طبرانی نے بھی کی ہے جس میں یہ ہے کہ بھینسوں میں حکم وہی ہے جو گائے میں ہے۔ اور چالیس کے زیادہ ہونے کی صورت میں اس کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ متفرقات کی زکوٰۃ معاف ہے۔ شافعی کے جدید قول کی بھی یہی نسبت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ متفرقات کی زکوٰۃ معاف ہے۔ شافعی کے جدید قول کی بھی یہی نسبت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ متفرقات کی زکوٰۃ معاف ہے۔ شافعی کے جدید قول کی بھی یہی نسبت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ متفرقات کی زکوٰۃ معاف ہے۔ شافعی کے جدید قول کی بھی یہی نسبت ہے

قسم سوم غنم غنم کا لفظ جنس ہے اس میں تین نوع داخل ہے ایک ضأن جمع ضائن جذعہ بمعنی بھیڑ کی جس میں دنبہ بھی داخل ہے۔ اور دوسری نوع معز جمع میز بکری یعنی بکری جنس ہے اور ان کا نصاب چالیس ہے اور دوسری روایت ہے کہ چالیس بکری میں ایک بکری زکوٰۃ فرض ہے اگر چالیس سے ایک کم ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی جس تحریر کا ذکر ہوا اس میں ہے کہ چالیس سے ایک سو بیس تک میں ایک بکری ہے اس سے زیادہ ہو تو دو سو تک دو بکری ہیں اس سے زیادہ ہو تو تین بکری ہیں تو تک میں اس سے زیادہ ہو تو چار سو تک میں ایک بکری۔

طریق اخذ حضور کی عادہ تھا کہ بن قبائل کے پاس اموال ظاہرہ ہوتے تھے جیسے مویشی زراعت اور درخت وغیرہ۔ ان کے پاس سعاۃ روانہ فرماتے تھے۔ جو اموال ظاہرہ کی کل زکوٰۃ کو اغنیاء سے جمع کرتے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور نے یمن بھیجا تو حکم دیا کہ اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کرو اور ان کے فقراء پر تقسیم کرو۔

عمال عمال جمع عامل۔ عامل ان چیزوں کی زکوٰۃ لینے حضور کے یا حضور کے عاملین سے نائب تھے ہیں۔ جو لوگ قبائل میں جا کر زکوٰۃ وصول کرتے تھے ان کو ساعی کہتے ہیں۔ اور جو لوگ راستوں پر تاجروں سے زکوٰۃ یا جزیہ وصول کرنے پر مقرر تھے ان کو عاشر کہتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

مصارف زکوٰۃ

قرآن پاک میں خداوند کریم نے زکوٰۃ کے مصارف کی تعیین کردی ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل یہ آٹھ مصارف زکوٰۃ کے ہیں حضور فرماتے ہیں کہ خدا نے یہ بھی پسند نہ کیا کہ اس کا مقرب فرشتہ یا نبی مرسل اپنی رائے سے زکوٰۃ کے مال کو تقسیم کرتا۔ بلکہ خدا نے خود تصریح کردی کہ یہ مال کس کس جگہ صرف کیا جائے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ ان تاکیدات سے مقصود یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مال کو ان اقسام ثمانیہ کے باہر صرف کرنا حرام ہے۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے حیلے نکال کر اور ضرورتوں کا بہانہ بنا کر مصارف زکوٰۃ کو باطل ہی بدل دیا ہے۔ اور اس کا جو کچھ نتیجہ مسلمان دیکھ رہے ہیں وہ ظاہر ہے۔

خداوند کریم نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بتائے ہیں۔ اس میں اپنے کو کفار المنصوب کا حصہ نہیں رکھا جیسا اپنے کسی جگہ فرمایا ہوں۔ اور عاملین صدقہ کا حق اسی وقت ہے جب امام عادل کے زیر صدقہ کے جمع و خرچ کا انتظام کرے لیکن جب صاحب مال خود زکوٰۃ تقسیم کرے تو عامل کا حق نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت عامل ہوتا ہی نہیں ہے۔ اسلئے صرف چھ مصرف باقی رہ جاتا ہے اور انہیں چھ مصارف میں زکوٰۃ کا مال صرف کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہیں (۱) فقراء (۲) مساکین جن محتاج (۳) گردنوں کے چھڑانے میں یعنی غلاموں کے آزاد کرانے میں (۴) تاوان میں امداد کرنا (۵) غزوات میں (۶) مسافروں کی امداد میں۔

اموال ظاہرہ کے کل صدقات کو حضور کے عاملین جمع کر لیتے تھے۔ صاحب مال خود نہیں ادا کرتا تھا بنسبت اموال باطنہ کی زکوٰۃ میں صاحب مال کو اختیار ہوتا تھا کہ امام یا عاملین کے سپرد کرے یا خود زکوٰۃ کے مصارف معینہ میں صرف کرے۔

لہ یعنی صدقات یعنی زکوٰۃ فقراء کے لیے ہے مسکین کے لیے ہے اور ان لوگوں کے لیے ہے جو صدقہ ہی کے کام پر مقرر ہوں اور مؤلفۃ القلوب کے لیے ہے اور گردنوں کے آزاد کرانے میں خرچ ہوگا اور قیمتیں خرچ ہوگا جس پر تاوان ہے اور فی سبیل اللہ خرچ ہوگا اور مسافروں کی امداد میں خرچ ہوگا ۱۲ منہ

غنائم

مقاتلہ اور جنگ کے بعد قہر اور غلبہ سے کفار کے جن اموال پر مسلمانوں کا قبضہ ہو اس کو غنیمت کہتے ہیں حضور نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم نے اس امت کے لیے غنیمت کو حلال کیا ہے۔

سب سے پہلی غنیمت جو مسلمانوں کو ملی وہ عبداللہ بن جحش کے سریہ میں ہوا جو غزوہ بدر سے بھی پہلے تھا جیسا کہ مغازی میں بیان کر چکا ہوں۔ اس سریہ نے غلطی سے شہر حرام میں مغاتل بن عبداللہ الحضرمی کو قتل کیا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو قید کیا اور انکے اموال پر قبضہ کر کے مدینہ آئے۔

چونکہ ان حضرات نے غلطی سے شہر حرام میں قتال کیا تھا اور شہر حرام میں قتال ممنوع تھا اسلئے حضور نے ان کے اموال غنیمت اور قیدیوں کو لینے میں تامل کیا۔ لیکن اس کے بعد آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصدٌّ عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور نے اس مال کو لیا۔ اور دونوں قیدیوں کا فدیہ کفار نے بھیجا تھا مگر اس وقت دو مسلمان حضرت سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کفار قریش کے قبضہ میں تھے حضور نے فرمایا کہ تم میرے دونوں اصحاب کو چھوڑ دو تو ہم تمہارے دونوں قیدیوں کو واپس کر دینگے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات ان دونوں کے بدلہ چھوٹ کر آئے۔

ابن وہب کہتے ہیں کہ حضور نے اس غنیمت کو واپس کر دیا تھا صرف قیدیوں کا اصحاب تبادلہ ہوا تھا۔ مگر یہ قول تمام اصحاب سیر کے بیان کے خلاف ہے۔

اس سریہ کے بعد غزوہ بدر کا مال غنیمت ملا لیکن اس وقت تک غنیمت کی تقسیم کا قاعدہ اور خمس نکالنے کا حکم نازل نہ ہوا تھا حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے۔ قتال کے بعد کفار کو ہزیمت ہوئی تو اصحاب رسول اللہ کی تین جماعت ہو گئی۔ ایک جماعت تو میدان جنگ میں تھی۔ دوسری جماعت ان لوگوں کی جو مشرکین کے تعاقب میں گئے تھے

لہ حضرت عبداللہ بن جحش حضرت زینب کے بھائی ہیں غزوہ احد ۳ھ میں شہید ہوئے ہے حضرت عتبہ بن غزوان صرف چھ سال فوت ہوئے

تیسری جماعت ان حضرات کی جو رسول اللہ کی حفاظت کے لیے حضورؐ کے پاس تھے۔ اور ہر جماعت کا دعویٰ تھا کہ غنیمت کے ہم زیادہ مستحق ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ نے اموال غنیمت کو سب پر برابر تقسیم کر دیا۔ اس وقت تک خمس کا حکم نازل نہ ہوا تھا یعنی آیت وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ الآیۃ نازل نہ ہوئی تھی۔

تقسیم کا قاعدہ اموال غنیمت دو طرح کے ہوتے تھے منقول۔ اور غیر منقول یعنی جائداد وزمین آیت خمس کے نازل ہونے کے بعد اموال منقولہ میں یہ قاعدہ تھا کہ تمام مال غنیمت کو ایک جگہ جمع کیا جاتا تھا پھر اس میں سے خمس نکالا جاتا تھا۔ اور اس کو خمس کے مصارف منصوصہ میں صرف کرنے کے لیے حضورؐ اپنے قبضہ میں رکھتے تھے۔ بقیہ چار خمس کو غانمین پر تقسیم فرماتے تھے۔

اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ گھوڑوں کا سہم بھی مقرر تھا۔ مگر اختلاف یہ ہے کہ کتنا گھوڑوں کو دیا جاتا تھا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کا انسان کے برابر ایک سہم ہے لیکن انکے شاگردان امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی وغیرہ تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کو جو شدہ دو سہم دیئے جاتے تھے یعنی پیدل کا ایک سہم اور سوار کے تین سہم ہوتے تھے ایک سہم سوار کا خود اور دو سہم اس کے گھوڑے کا۔ ہم اس اختلاف کی تشریح اور دلائل کو اختصار کے ساتھ غزوۂ خیبر میں بیان کر چکے ہیں۔

صفی رسول اللہ ابوداؤد نے مراسیل میں شعبی سے روایت کیا ہے کہ غنیمت میں حضورؐ کو بھی ہم حصہ اس کو صفی کہتے تھے خمس نکالنے سے پہلے تو اپنی غلام گھوڑا یا جو چیز حضورؐ پسند فرماتے وہ نکالدی جاتی تھی اور ابن عون نے محمد بن سیرین سے دریافت کیا کہ رسول اللہ کا سہم کیا تھا اور صفی رسول اللہ کیا چیز تھی۔ انہوں نے کہا کہ حضورؐ غزوہ میں شریک ہوتے یا نہ ہوتے آپ کا سہم سب مسلمانوں کی طرح مقرر ہوتا تھا۔ اور خمس میں سے جو چیز آپ پسند فرماتے یا جو چیز آپ کیلئے پسند کر لی

علہ یہ لوگ غنیمت کے بارہ میں پوچھتے ہیں۔ تو کہدو کہ مال غنیمت اللہ اور اسکے رسول کا ہے ۱۲ منہ

علہ اور جان لو کہ جو چیز تم کو غنیمت میں ملی اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے خاص ہے ۱۲ منہ

بقیہ صفحہ گذشتہ: کے بعد ایمان لائے ۸ھ میں واپس جاتے ہوئے راستہ میں وفات پائی۔

وہ صفی رسول اللہ کہلاتی تھی۔ اور حسن سے مروی ہے کہ مال غنیمت جب جمع ہوتا تو حضورؐ کا حصہ پہلے علیحدہ کر دیا جاتا تھا اسی کو صفی رسول اللہ کہتے ہیں۔ وہ خواہ آپ ہی کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ اس کے نکالنے کے بعد سہام تقسیم ہوتے تھے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ جب غزوہ میں خود شریک ہوتے تھے تو آپ اپنے سہم میں جو چیز پسند فرماتے وہ علیحدہ کر دیجاتی تھی۔ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اسی قسم کے سہم میں تھیں۔ اور جب حضورؐ غزوہ میں شریک نہ ہوتے تھے تو سب مسلمانوں کی طرح آپ کا سہم بھی مقرر ہوتا تھا۔ اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہؓ سے علی شرط الشیخین روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہ صفی میں تھیں واللہ اعلم حضورؐ کی مشہور تلوار ذوالفقار بھی صفی میں تھی حضور رسالتمآب نے قیس بن قیس کو خط لکھا تو اس میں تصریح کر دی تھی کہ اگر تم خدا اور رسول پر ایمان لائے۔ اور نماز قائم کی۔ زکوٰۃ ادا کی غنیمت میں سے خمس ادا کیا۔ اور رسول اللہ کا سہم اور صفی دیتے رہے تو تم کو امن ہے۔ اور تم خدا اور رسول کی پناہ میں ہو۔

غیر حاضرین کا سہم حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ غنیمت میں صرف انہی کا سہم مقرر فرماتے تھے جو غزوہ میں شریک ہوا ہو۔ غیر حاضرین کو یا ان لوگوں کو جو فتح کے بعد آئے آپ ان کا سہم میں شریک نہیں کرتے تھے۔ غزوۂ خیبر اور غزوۂ تبوک میں اس کے متعلق پہلے بھی لکھ چکا ہوں لیکن غزوۂ بدر میں حضرت عثمانؓ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زیدؓ شریک نہ ہوئے۔ وہ تمام گنے ہوئے تھے لیکن ان دونوں حضرات کا سہم حضورؐ نے دیا۔ انہوں نے کہا کہ میرا اجر اور ثواب یا رسول اللہ حضورؐ نے فرمایا کہ ان تم دونوں کو اجر بھی ملے گا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابولبابہؓ اور حارث بن حاطبؓ اور عاصم بن عدیؓ رسول اللہ کے ساتھ روانہ ہوئے مگر حضورؐ نے ان کو واپس بھیجا اور ابولبابہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا اور ابن ام مکتومؓ کو نماز کے لئے امام مقرر کر دیا اور ان سب حضرات کو آپ نے غنیمت میں سے حصہ دیا۔

حارث بن الصمہؓ کو روحاء پہنچکر چوٹ آئی اسلئے وہ غزوہ میں شریک نہ ہو سکے مگر حضورؐ نے ان کو سہم عطا فرمایا۔

علہ انکے دو نام بیان کئے جاتے ہیں عمرو بن قیس یا عبد اللہ بن عمرو قرشی ہیں۔ بنو نجار کے حلیف تھے حضرت ضمیرہ کے ماموں زاد بھائی تھے ۱۲

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حوالت بن جبیر بھی سہم ظاہر کیا گیا کہ وہ شریک غزوہ نہ تھے۔

اور کوئی بھی انصار نہیں کہ آپ حضرت عثمان بن عفان غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ اُن کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ سخت بیمار تھیں لیکن حضورؐ نے اُن کو حصہ دیا تو انھوں نے کہا کہ میرا اجر یا رسول اللہ تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں تمہارا اجر بھی ملے گا۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ غیر حاضرین کا سہم مقرر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھا بلکہ بعد مسلمانوں کا اجماع ہو گیا ہے کہ غائب کا سہم نہیں ہے۔ لیکن یہ اجماع کا دعویٰ قابل بحث ہے۔ امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام ابو حنیفہؒ اور سلف و خلف کی ایک جماعت کہتی ہے کہ امام اگر کسی شخص کو خود کسی کام پر مقرر کر کے بھیجے تو اس کا سہم غنیمت میں ہوگا۔

غزوات میں عورتیں، بچے اور غلام ساتھ ہوتے تھے مگر اُن کو حضورؐ باقاعدہ حصہ نہیں دیا کرتے تھے نہ کافروں کو جیسا کہ غزوات میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ البتہ خدمت کا کچھ معاوضہ دیا کرتے تھے۔ اور بعض وقت اہم خدمتوں کا معاوضہ سہم سے زیادہ بھی ہو جاتا تھا۔

تنفیل حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ بعض موقعوں پر جب دشمن کی تعداد زیادہ ہوتی یا مقابلہ سخت ہوتا تو ترغیب کے لیے اعلان فرماتے تھے کہ مثل فتل فتیلا فلہ سلبہ یعنی جو شخص کسی کافر کو قتل کرے تو اُس کافر مقتول کا سلب اس کے قاتل کا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص کسی غزوہ میں کوئی نمایاں خدمت انجام دیتا تو کو پہلے سے اعلان یا وعدہ نہ ہوا اُس کو اُس کے سہم سے زیادہ بھی عنایت فرماتے تھے جیسا کہ غزوۂ طائف میں حضرت سلمہ بن الاکوع کو بجائے سہم کے جو مسلم میں بعض سریہ کا حال مروی ہے کہ حضورؐ نے اصحاب سریہ کو اُن کے سہم سے زیادہ عنایت فرمایا اسی طرح اگر امام یا امیر تنفیل کا اعلان کرے یا نمایاں خدمات انجام دینے والوں کو دے تو جائز ہے مگر تنفیل خمس میں محسوب ہوگی اس لیے کہ امام کو خمس کی تقسیم کا اختیار دیگر اموال غنیمت کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ خمس میں امام کو تصرف کا اختیار حاصل ہے الا یہ کہ غانمین سے اجازت حاصل کرلے۔

لہ یعنی جس نے کسی کو قتل کیا اُسی کے لیے مقتول کا سلب ہے ۱۲ منہ

اسلاب کا حکم جنگ میں کسی کافر کو کسی سلمان نے قتل کیا تو اُس کافر کے جملہ پرتاس کے ساتھ کی ہر چھوٹی بڑی چیز جو مسلمان حربی یا جو چیز ہو اس کو سلب کہتے ہیں۔ اسلاب اس کی جمع ہے صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو قتادہؓ فارس رسول اللہ روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں ایک کافر کا مجھ سے مقابلہ ہو گیا میں گویا موت کے منہ میں پھنس گیا تھا مگر آخر خدا نے مجھکو غالب کیا اور میں نے اُس کو قتل کیا۔ پھر حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی انھوں نے پوچھا کہ جنگ کا کیا حال ہے میں نے کہا کہ خدا کا حکم غالب ہوا اس کے بعد جب لوگ لوٹے اور رسول اللہ نے تشہد فرمایا تو ما منکم فتل فتیلا وله علیه بینة فله سلبه یعنی جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اس پر اُس کے پاس دلیل ہو تو اُس مقتول کا سلب اس کے قاتل کا ہے۔ پس کھڑا ہوا اور میں نے کہا کہ کوئی شخص میری شہادت دے سکتا ہے یہ کہکر میں پھر بیٹھ گیا پھر رسول اللہ نے یہی فرمایا اور میں پھر کھڑا ہوا اور میں نے کہا کہ کوئی شخص میری شہادت دے سکتا ہے یہ کہکر میں پھر بیٹھ گیا تیسری دفعہ رسول اللہ نے پھر وہی کہا اور میں پھر کھڑا ہوا تو رسول اللہ نے پوچھا کہ کیا بات ہے میں نے قصہ بیان کیا۔ تب ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ ٹھیک کہتے ہیں اور اُس قتیل کا سلب میرے پاس ہے آپ اُن کو راضی کر دیجیے کہ اپنا حق چھوڑ دیں۔ اس پر حضرت صدیقؓ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا خدا کا شیر خدا و رسول کے واسطے لڑا ہے تو اُس کا سلب اُس کو دیدو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابو بکر سچ کہتے ہیں تو ابو قتادہ کا حق اُن کو دیدو۔

اس روایت کا مفہوم ظاہر یہ ہے کہ امام بعد اعلان کرے یا نہ کرے قتیل کے سلب کا مالک اُس کا قاتل ہے جیسے حضرت ابو قتادہؓ کو جو سلب دلایا اُس کا پہلے اعلان نہ ہوا تھا جنگ ختم ہو جانے کے بعد حضورؐ نے یہ فرمایا کہ قتیل کے سلب کا مالک اس کا قاتل ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمد صاحب بھی کہتے ہیں۔ اور امام بخاری وغیرہ محدثین کا یہی مسلک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سلب اصل غنیمت میں سے ہوتا ہے خمس میں سے نہیں۔ اور سلب کا خمس بھی نہیں لیا جاتا لیکن امام مالکؒ

لہ یعنی جس نے کسی کو قتل کیا اور اس کی دلیل اسکے پاس ہے تو مقتول کا سلب اُسی کا ہے ۱۲ منہ

بلد۔ حضورؐ نے متعدد بار مدینہ ہی کو اپنا قیام مقام مقرر فرمایا۔

اور امام ابوحنیفہؒ اس کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قتیل کے سلب کا مالک اس کا قاتل اسی وقت ہوگا جب امام پہلے اعلان کردے۔ اور وہ خمس میں محسوب ہوگا۔ اپنے کہ آیت واعلموا انما غنمتم میں غنیمت کے جو اجزاء گنائے گئے ہیں ان میں سلب کا ذکر نہیں ہے۔ اور غانمین کے حق کو بغیر اس کی اجازت کے کسی دوسرے کو نہیں دے سکتا۔ اس لیے سلب کا حکم نفل کا ہے اور خمس میں سے محسوب ہوگا۔

امام مالک صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ حضورؐ نے حنین کے پہلے اور کسی غزوہ میں ایسا کیا ہو یا کسی کو اس طرح قتیل کا سلب دلوایا ہو۔ اس غزوہ میں بھی حضرت ابوقتادہؓ کا واقعہ یہ ہے کہ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ اور فارس رسول اللہ ہیں۔ انہوں نے خود نہ سلب کا مطالبہ کیا نہ ان کو اس کا علم تھا جب لڑائی موقوف ہوئی اسکے بعد حضورؐ نے اعلان کیا تب حضرت ابوقتادہؓ نے سلب طلب کیا۔ حالانکہ اگر وہ سلب کے مالک ہوتے تو یہ اور حضرت ابوقتادہؓ سے مخفی نہ رہتا غنیمت میں غانمین کا استحقاق غزوۂ بدر میں نازل ہو چکا تھا اگر سلب اس سے مستثنیٰ تھا تو اتنے زمانہ تک رسول اللہ اس پر ساکت نہ رہتے۔ اور حضورؐ نے حضرت ابوقتادہؓ کو صرف ایک شہادت پر سلب دلوایا۔ اگر کل غنیمت میں سے دلواتے تو بغیر دلیل تمام کے گمان نہ تھا کیونکہ تبدل ملک کا شبہ پیدا ہوتا تھا پھر حضورؐ کے بعد حضرت صدیق یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی قتیل کا سلب قاتل کو نہیں دلوایا۔ کوئی روایت ایسی نہیں پائی جاتی (یہ سب امام مالک امام ابوحنیفہ اور ان کے لوگوں کے استدلالات ہیں۔)

مگر محدثین کہتے ہیں کہ خود بخاری کی روایت ہے کہ ابوجہل کو غزوۂ بدر میں معاذ بن عمرو بن الجموحؓ اور معاذ بن عفراء انصاریین نے قتل کیا۔ تو حضورؐ نے اس کا سلب معاذ بن عمرو بن الجموحؓ کو دلوایا۔ جس سے علاوہ بریں مالک کو سلب ملا۔ سلمہ بن اکوعؓ کو سلب ملا۔ حضرت ابی طلحہ انصاریؓ کو حنین میں بھی دس آدمیوں کا سلب ملا۔ یہ سب صحیح اور ثابت واقعات ہیں اور اکثر صحاح میں موجود ہیں۔ باقی رہا آیت کا حکم عام خمس کا جواب یہ ہے کہ تخصیص عام کی سنت ثابتہ سے جاری ہوا اور نظیر اسکی بہت موجود ہے۔ حضورؐ نے اس حکم کے اظہار میں تاخیر نہیں کی بلکہ غزوۂ بدر ہی میں قولاً و عملاً بتا دیا تھا۔

ف حضرت معاذ ہم غزوۂ بدر اور حنین میں موجود تھے۔ ابوجہل کو قتل کرنے والوں میں ان کا بھی نام آتا ہے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا کہ حضرت ابوقتادہؓ کو اس کا علم نہ تھا دعویٰ میں تاخیر شاید اسی وجہ سے ہو سکتی ہے کہ علم عام کی وجہ سے واللہ اعلم

امام مالک وغیرہ کی طرف سے کہا جا سکتا ہے کہ سلب کا حکم یا تو غزوۂ بدر میں معلوم ہونا چاہیے جس میں غزوۂ بدر کے واقعہ سے استدلال صحیح نہیں ہے اسلیے کہ اس وقت خمس کا حکم اور غنیمت کا حصہ نازل نہ ہوا تھا۔ آیت انفال میں خدا کا بدر کی غنیمت کو رسول اللہ کے اختیار میں کر دینا تھا حضورؐ نے جس کو مناسب سمجھا دیا۔ سوال یہ ہے کہ آیت خمس کے نزول کے بعد کیا قاعدہ رہا۔ اس کی روایتیں تو اسلیے بارہ میں بہت ہیں مگر ان روایتوں سے کلام امت کی تخصیص نہیں ہو سکتی امام مالک صاحب کی غرض یہ ہے کہ حنین سے پہلے کی کوئی روایت نہیں پائی جاتی۔

(عن ابن اسحٰق و حدثنی بعض اصحابنا عن حبیب بن مسلمہ کا ایک واقعہ روایت کیا ہے) حبیب بن مسلمہ کہتے ہیں کہ صاحب قیصر نے بارہ ہزار تجارت ارمینیہ اور آذربیجان کا سفر کیا۔ ابن مسلمہ کو خبر ہوئی تو یہ گئے اس کو قتل کیا اور پانچ خچروں پر دیباج یاقوت زمرد موتی وغیرہ قیمتی اسباب لاد کر لے آئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس میں سے خمس کا مطالبہ کیا جیسے کہا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے من قتل قتیلا فلہ سلبہ ابوعبیدہؓ نے کہا کہ یہ ہرگز ہو نہیں سکتا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ شریف لائے اور جب ان دونوں کی گفتگو کا حال انہوں نے سنا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے انما الخمس و ما طابت بہ نفس امامہ حبیب بن مسلمہ راضی ہو گئے اور حضرت ابوعبیدہؓ نے خمس سے تیرہ ہزار دینار ان کو دیدیا۔

بیہقی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے لیکن امام ابن الہمام کہتے ہیں کہ گو روایت ضعیف ہے مگر میرا استدلال اس روایت سے صرف اتنا ہے کہ من قتل قتیلا فلہ سلبہ میں تملیک اور تفضیل دونوں معنی کا احتمال ہے۔ اور یہ روایت تفضیل کے معنی کو متعین کرتی ہے۔ اتنی بات کے لیے

ل یعنی جس نے کسی کو قتل کیا اسی کے لیے اس کا سلب ہے واللہ

ت یعنی انسان کے لیے وہی ہے جس سے اس کا امام راضی ہو واللہ

ضعیف روایت بھی کافی ہے واللہ اعلم

خُمس کا مصرف

اللہ پاک نے فرمایا واعلموا ان ما غنمتم من شئی فللہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل یعنی غنیمت میں کوئی چیز تم کو ملے تو اُس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے۔ اور رسول اللہ کے لئے۔ اور ذوی القربیٰ کے لئے اور یتامیٰ کے لئے اور مساکین کے لئے۔ اور مسافر کے لئے۔

ضحاک نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں جو خُمس اللہ کے لئے مذکور ہے وہ افتتاح کلام کے لئے ہے رسول اللہ خُمس کو پانچ ہی مصرف میں صرف کیا کرتے تھے۔ اور حاکم نے مستدرک میں حسن ابن محمد بن علیؓ سے روایت کیا ہے وہ بھی اسی کے موافق ہے۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خمس میں خمس کے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں ہے۔ اسلئے خُمس کے مصارف پانچ رہے رسول اللہ ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ مساکین۔ ابن السبیل۔ حضور کے زمانہ میں خمس انہیں پانچ مصارف میں صرف ہوتے تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوہ بنی قریظہ میں چھتیس گھوڑے تھے۔ اور یہ پہلا غزوہ تھا جس میں گھوڑوں کے سہام دیئے گئے تھے اور خمس نکالا گیا تھا۔ اور اس کے بعد یہی سنت جاری ہوگئی۔

ابن قیم نے قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق کا قول نقل کیا ہے کہ وہ بھی اس سے متفق ہیں فرماتے ہیں کہ کسی روایت میں بنی قریظہ کے بعد خُمس کا صاف تذکرہ نہیں آیا۔ البتہ اسکے بعد خیبر میں یقیناً خُمس نکالا گیا۔ قاضی اسمٰعیل کا مطلب یہ معلوم نہیں حضرت عائشہؓ کے مطالبہ میں خیبر کے خُمس کا ذکر اور بعض سرایا کے خُمس کا ذکر صحیح روایتوں میں موجود ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ غزوہ بدر کے ایک مہینہ تین دن بعد غزوہ بنی قینقاع کے غنیمت میں سے پہلا خُمس نکالا گیا۔ اور صحیح روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ غزوہ بدر تک خُمس کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی

حضرت عبادہ بن صامت کی روایت پہلے لکھ چکا ہوں اُس میں یہ تصریح ہے کہ غزوہ بدر کے وقت یہ آیت واعلموا ان ما غنمتم نازل نہیں ہوئی تھی۔ بدر کے غنیمت میں خُمس نکالا گیا تھا واللہ اعلم۔

حسن کی روایت ہے کہ ذوی القربیٰ کا سہم رسول اللہ نے بنی عبد شمس بنی ہاشم اور بنی المطلب کو دیا اور بنی نوفل بنی عبدالخُمس کو نہ دیا۔ تو حضرت جبیر بن مطعمؓ اور عثمان بن عفانؓ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم بنی ہاشم کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے اسلئے کہ آپ بنی ہاشم میں ہیں لیکن بنی المطلب کو بھی آپ نے عنایت فرمایا اور ہم لوگوں کو اس میں حصہ نہیں دیا حالانکہ ہم لوگوں کا اور ان کا ایک درجہ ہے حضور نے فرمایا کہ ہم اور بنی المطلب جاہلیت اور اسلام میں کبھی جدا نہ ہوئے ہم اور وہ ایک ہیں۔ اور حضور نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں مضبوط پکڑ کر دکھایا کہ ہم اس طرح سے رہے۔

حضور کے جدِ اعلیٰ عبد مناف کے پانچ لڑکے تھے ہاشم۔ مطلب۔ نوفل۔ عبد شمس۔ ابو عمر۔ ابو عمر کی کوئی اولاد نہ رہی۔ ہاشم کی اولاد میں حضور ہیں اسلئے کہ آپ کا نسب ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ اور مطلب کی اولاد میں مطلبی حضرات ہیں حضرت شافعیؒ عبد شمس کی اولاد میں ان کا نسب ہے عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اور حضرت جبیر نوفل کی اولاد میں ان کا نسب ہے جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف۔

حضور نے بنی المطلب کے ملے رہنے کا جو ذکر کیا اس کا حال ابتداء نبوت میں معلوم ہو چکا ہے جس وقت قریش نے بنو طالب اور رسول اللہ کی متحد و مخالفت کی اور قریب تھا کہ شاید جنگ چھڑ جائے اُس وقت ابو طالب نے جب اپنی قوم کو امداد کی دعوت دی تو تمام بنی ہاشم و بنی المطلب خواجہ ابو طالب اور رسول اللہ کی امداد کے لیے مستعد ہوگئے باوجودیکہ اُن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا لیکن بنی نوفل اور بنی عبد شمس نے ساتھ نہ دیا۔ یا تو کفار کے ساتھ رہے یا ساکت رہے حضرت جبیر کے والد مطعم بن عدی تو کفار کے ساتھ ہو کر خود جا بو طالب سے لڑنے تھے حضور نے اُسی طرف اشارہ کیا ہے۔

ف۵ شعب ابی طالب آبی گھاٹیوں میں بھی یہ حضرات صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور تکلیفیں برداشت کرتے تھے

بعض کہتے ہیں کہ ہاشم اور عبد شمس توام تھے اس لیے ذوی القربیٰ کے سہم میں عبد شمس زیادہ مستحق ہیں لیکن جمہور کا مسلک یہی ہے کہ ذوی القربیٰ کا سہم صرف بنی ہاشم اور بنی المطلب کے لیے مخصوص ہے اور خود رسول اللہ نے قولاً و فعلاً مخصوص کر دیا ہے لہٰذا اس کا اطلاق جائز نہیں ہو سکتا۔

البتہ رسول اللہ نے یہ نہیں کیا کہ ان کے غنی و فقیر کو برابر تقسیم کیا ہو بلکہ ورثہ کی طرح للذکر مثل حظ الانثیین یا اس سے بھی کم و بیش کا قاعدہ یہ تھا کہ ان میں سے جو شخص جتنا حاجتمند ہوتا تھا اس کو بقدر حاجت عنایت فرماتے تھے۔ مثلاً کسی کو ضرورت ہوتی تو اس کا عطیہ کرا دیتے تھے۔ قرضدار ہوتا تو اس کا قرض ادا کر دیتے تھے۔ غرض ہوتا تو بقدر ضرورت اس کے اطمینان کی چیز دیتے تھے۔ مصلحت اور ضرورت کے موافق کرتے تھے۔ ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت علیؓ کو حضورؐ نے مقرر کر دیا تھا کہ وہ خمس کے پانچویں حصہ کا انتظام کرتے تھے حضورؐ کے وقت میں بھی انھوں نے اس کا انتظام کیا اور اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں بھی۔

خدا وند پاک نے زکوٰۃ اور خمس کے مصارف کو ذکر کر دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مال ان مصارف سے باہر نہ جانے پائے۔ یہ نہیں بتایا کہ ان سب مصارف میں برابر تقسیم کیا جائے۔ اسلئے جائز ہے کہ جس مصرف میں جس حاجت ہو اس کے موافق کمو بیش کیا جائے۔ کوئی روایت ایسی معلوم نہیں ہوتی حضورؐ نے مصارف ثمانیہ پر برابر سہام مقرر کر کے زکوٰۃ یا خمس کے اموال کو تقسیم کیا ہو یا تقسیم کا کوئی اور قاعدہ مقرر فرمایا ہو جیسے میراث وغیرہ میں ہے۔

امام شافعی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ اور خمس کے جن مصارف کا ذکر خدا نے کیا ہے اس مال کو اس کے تمام مصارف پر برابر تقسیم کرنا ضرور ہے۔ امام محمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس کی بالکل ضرورت نہیں ہے جس مصرف میں جس حاجت ہو اس میں وہ دیا جائے حتیٰ کہ اگر ایک ہی مصرف میں کل مال صرف کر دیا جائے تو جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ صاحبؒ زکوٰۃ میں امام محمد صاحبؒ کے مثل کہتے ہیں اور خمس میں امام شافعی صاحبؒ کے مثل۔ امام ابوحنیفہؒ خمس کے متعلق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کا سہم رسول اللہ کے بعد اب نہیں رہا۔ ذوی القربیٰ کے سہم منسوخ ہیں اور ابن السبیل بھی خمس کے مستحق نہیں

اغنیا نہیں ہیں اسلئے خمس کا مال ان کی سہم میں تقسیم ہوگا۔ اور اب بنی ہاشم و بنی المطلب کے حاجتمند مقسوم ہوں گے۔

غیر منقولات اموال غنیمت کے جمع و تقسیم کی تفصیل اوپر بیان ہوئی۔ منقولات میں اس پر اسی تفصیل سے عمل کا حکم ہے۔ غیر منقولات یعنی زمین وغیرہ کے بارہ میں یہ اختلاف ہے کہ جو زمینیں فتح ہو کر کسی کی آپس میں تقسیم کر دی گئیں یا کسی خاص شخص کو عنایت فرما دی گئیں۔ وہ تو بالاتفاق مالکوں کی ہو گئیں۔ اور جو باقی رہ گئیں کہ قومی دفاع اور ضروریات اس سے انجام دیتا ہے۔

بنی نضیر کی زمینیں بنی ہاشم رسول اللہ کو ملی تھیں اور رسول اللہ نے ان کو بھی تقسیم نہیں کیا۔ بنی قریظہ کی زمینیں خندق کے بعد فتح ہوئی تھیں۔ بنی خمس کا حصہ نکالنے کے بعد صحابہ میں تقسیم کر دی گئیں۔ خیبر کو بھی جب فتح کیا تو اس کی زمین تقسیم کر دی گئی۔ صرف نصف زمین کو رسول اللہ نے اپنے لیے رکھ لیا۔ جس کو بعد میں آپ نے ازواج مطہرات کو دے دیا۔ سہل بن حنیف اور حارث بن خزرج کو جو بنی حارثہ سے تھے حضرت نے کچھ زمین عنایت فرمائی تھی۔ وہ بھی ان کو واپس دلا دی گئی۔ فدک کی نصف زمین بھی رسول اللہ کو ملی تھی۔ آپ نے اس کو بھی تقسیم نہیں کیا۔ اس کی آمدنی بنی ہاشم کے فقراء میں تقسیم ہوتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے بھی اسی طرح تقسیم کی۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں بھی اسی طرح تقسیم ہوتی رہی۔ بعد میں حضرت حسنؓ نے اس کو حضرت عمرؓ کے زمانہ کی طرح تقسیم کر دیا۔ حضرت حسینؓ کے زمانہ میں بھی اسی طرح تقسیم ہوتی رہی۔ بعد میں حضرت حسنؓ کے صاحبزادوں نے اس کو حضرت عمرؓ کے زمانہ کی طرح تقسیم کر دیا۔ حضرت حسینؓ کے زمانہ میں بھی اسی طرح تقسیم ہوتی رہی۔ بعد میں حضرت حسنؓ کے صاحبزادوں نے اس کو حضرت عمرؓ کے زمانہ کی طرح تقسیم کر دیا۔

جو زمین فتح ہوئی تھی اس کے متعلق رسول اللہ کا یہ طریق تھا کہ اس کی پیداوار کا پانچواں حصہ نکال کر باقی کو فاتح لشکر میں تقسیم کر دیتے تھے۔ یہ رائے امام شافعی صاحبؒ کی ہے۔ امام ابوحنیفہ صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ زمین کو فاتح لشکر میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ جب سے وہ فتح ہو تو اس زمین کو اس کے مالکوں کے ہاتھ میں رہنے دیا جائے اور خراج مقرر کر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے سواد عراق کی زمین کو اس طرح تقسیم نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس کو مالکوں کے ہاتھ میں رہنے دیا اور خراج مقرر کر دیا۔ حضرت بلالؓ اور ان کے ساتھیوں نے عراق کی زمین کو فاتح لشکر میں تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کا مطالبہ نامنظور کر دیا۔ اور فرمایا کہ اگر میں ایسا کروں گا تو بعد کے مسلمانوں کے لیے کچھ نہیں رہے گا۔ یہ تمام زمین تقسیم ہو جائے گی۔ اور بعد کے مسلمان کچھ نہ پائیں گے۔ اس کی تفصیل سے بحث ان شاء اللہ تعالیٰ۔

امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ جو زمین جنگ کے بعد فتح ہوئی ہو اس کو بھی امام پر خمس نکالنے کے بعد تقسیم کرنا ضرور ہے کیونکہ وہ غنیمت ہے اور غنیمت میں خمس کے علاوہ باقی

خمس کا تعین کا ہونا چاہیئے۔ خدا نے آیت خمس میں اموال منقولہ اور غیر منقولہ میں کوئی فرق نہیں رکھا یا سب کا حکم ایک ہے۔ لیکن رسول اللہ کا طریق عمل معلوم ہو چکا ہے اور یہ بھی قابل غور ہے کہ اراضی غیر منقولہ کو غنیمت کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ غنیمت کو اللہ نے صرف اس امت کے لیے حلال کیا ہے لیکن اراضی مفتوحہ پر انبیاء سابقین اور امم متقدمین بھی قبضہ کرتے تھے۔ اسلئے اموال منقول اور غیر منقول کا ہمیشہ حکم مختلف رہا ہے اور زمین کی وراثت صالحین کے لیے ہمیشہ برقرار کی ہے واللہ اعلم

فئی کے اموال کا حکم

ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ فئی اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر مقاتلہ اور جنگ کے کافروں سے حاصل ہو۔ اور خداوند پاک نے سورۂ حشر میں بنی نضیر کے اموال کو فئی کہا ہے اور یہی وجہ بتائی ہے وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء یعنی جو کچھ خدا نے دلایا اپنے رسول کو بنی نضیر سے اسکے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط کر دیتا ہے جس پر چاہے۔

لیکن صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ نے غزوۂ حنین میں مؤلفۃ القلوب کو فئی میں سے عنایت فرمایا۔ ظاہر ہے کہ حنین کی غنیمت مقاتلہ اور جنگ کے بعد حاصل ہوئی تھی اسلیئے وہ اس معنی کے اعتبار سے فئی نہیں ہو سکتی جو اوپر ذکر ہوا اور نہ یہ خمس میں سے ہو سکتی ہے اس لیئے کہ خمس کے مصارف میں مؤلفۃ القلوب داخل نہیں ہیں۔ غالباً یہ خمس کے اس حصہ سے تھی جو آپ کا خاص تھا۔ اور فئی کا اطلاق اس حصہ پر دوسری روایتوں میں بھی آیا ہے۔

غزوۂ خیبر میں جو قلعہ یا زمین اپنے محفوظ رکھا اور تقسیم نہ کیا اس پر بھی صحیح روایتوں میں فئی کا اطلاق آیا ہے فدک کی نصف زمین اور وادی القریٰ کی ایک تہائی صلح سے لی تھی اس پر بھی فئی کا اطلاق آیا ہے۔

ان سب روایتوں کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو مال یا زمین کسی وجہ سے بھی رسول اللہ کے لیئے مخصوص ہو جاتا اس کو فئی رکھتے ہیں۔

خداوند پاک نے سورۂ حشر میں فئی کے مصارف کو مفصل ذکر کیا ہے آیتیں یہ ہیں ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارہم واموالہم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولٰئک ہم الصٰدقون والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلہم یحبون من ہاجر الیہم ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ہم المفلحون والذین جاءوا من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان الآیۃ ان آیات کا خلاصہ مفہوم یہ ہے۔ کہ جو مال اللہ پاک نے اپنے رسول کو بستی والوں سے دلایا وہ خدا کے لیئے ہے۔ رسول کے لیئے ہے ذوی القربیٰ یتامیٰ اور مساکین و مسافر کے لیئے ہے۔ تاکہ تمہارے اغنیا کے درمیان دولت نہ بچائے۔ جو رسول بتائے اس کو پکڑو جس سے منع کرے اس سے باز آؤ۔ اور اللہ سے ڈرو وہ بڑا سخت عذاب دینے والا ہے۔ اور وہ مال فقراء مہاجرین کے لیئے ہے جو اپنے گھر اور اپنے مال نکال دیئے گئے ہیں۔ اور خدا کا فضل اور اس کی رضا کے طالب ہیں۔ خدا اور خدا کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ صادق ہیں۔ اور یہ مال ان لوگوں کے لیئے ہے جو مدینہ ہی میں رہے اور ایمان میں مہاجرین سے بھی مقدم ہیں۔ اور ان کے پاس جب کوئی ہجرت کرکے آتا ہے تو اس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور اپنے دلوں میں اس کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیجائے۔ وہ مہاجرین کو اپنی ذات سے مقدم سمجھتے ہیں گو ان پر خود تنگی ہو۔ اور

یہ مال اُن لوگوں کے لیے ہے جو اُن کے بعد آئیں اور کہیں کہ خداوندا ہمیں بخشدے اور ہمارے اُن بھائیوں کو بخشدے جو ہم سے پہلے ایمان لائے لا آیہ

اِس میں اوّل خُمس کے جتنے مصارف ہیں سب کو خداوند پاک نے فَیٔ کا مصرف قرار دیا اور اِن کے علاوہ تمام فقراء صالحین اور تمام انصار کو فَیٔ کا مصرف بتایا پھر اس سے بھی عام کر دیا بتایا کہ قیامت تک جتنے لوگ مسلمان ہوں سب کا فَیٔ کے مال میں حق ہے اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان نہیں ہے جس کا فَیٔ کے مال میں حق نہ ہو اور فَیٔ کے مال میں مجھ کو کوئی ترجیح دوسرے مسلمانوں کے حق پر نہیں ہے۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ فَیٔ کے اموال پر خود اپنا قبضہ رکھتے تھے۔ ازواج مطہرات اور اہل بیت کے ایک سال کا نفقہ اس میں سے رکھتے تھے یا جیسا کہ بعض روایت میں ہے دیتے تھے بقیہ فَیٔ۔ اور تمام ضروریات اور قومی و مذہبی اور معاشرتی حوائج میں صرف کرتے تھے۔ فقراء و مساکین کی خبر گیری بیکسوں کی نگرانی کے لیے زکوٰۃ اور خُمس میں مصارف معین تھے مگر فَیٔ کے اموال کو بھی آپ ان کاموں میں صرف کرتے تھے۔ حاجتمندوں کی شادی میں بھی آپ فَیٔ کا مال صرف کیا ہے۔ اور جس طرح فَیٔ کے اموال کو صرف کرنے میں آپ کو اختیارات کامل حاصل تھے ویسا اور کسی مال میں نہ تھا اسلیے کہ زکوٰۃ اور خُمس کے مصارف معین اور محدود تھے۔ اور فَیٔ میں وسعت تھی ہر قسم کے مصالح میں یہ مال صرف کیا جاسکتا تھا چنانچہ میں آپ نے فَیٔ کا کثیر حصہ مؤلفۃ القلوب کو دیا کامل الایمان بھی نہ تھے اور انصار و مہاجرین کو نہ دیا اور فرمایا کہ جس کو ہم نہیں دیتے وہ ہمارے نزدیک اُس سے بہتر ہے جس کو ہم دیتے ہیں جس پر ہمیں اعتماد ہے اُس کو نہیں دیتے اور جس پر اعتماد نہیں ہے اُس کو دیتے ہیں۔ حضورؐ کے اسی طرز عمل کی وجہ سے جمیل القدر صحابہ میں یہ بات مشتبہ رہی کہ فَیٔ کا مال حضورؐ کی خاص ملکیت تھی۔ یا آپ کو بحیثیت امام صرف تصرف کا حق حاصل تھا۔

حضرت فاطمہ زہراؓ اور حضرت علیؓ کی جو گفتگو فَیٔ کے اموال کے متعلق حضرت صدیق اکبرؓ

اور حضرت فاروق اعظمؓ سے ہوئی اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ یہ سمجھتے تھے کہ فَیٔ خاص رسول اللہ کی ملک تھی اور اُس میں وراثت جاری ہونی چاہیئے مگر حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ یہ سمجھتے تھے کہ یہ مال تمام مسلمانوں کا تھا حضورؐ چونکہ سب کے ولی اور سب کے آقا تھے اسلیے ہر طرح کے تصرف کا آپ کو اختیار تھا لیکن وراثت نہیں ہو سکتی۔

صحیحین میں حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ اموال بنی نضیر خدا نے اپنے رسول کو دلوایا تھا مسلمانوں نے اس کے لئے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے اسلئے وہ رسول اللہ کے لئے خاص تھا حضورؐ اس میں سے اپنے اہل کا نفقہ ایک سال کا دیتے تھے۔ بقیہ فی ضروریات میں صرف کرتے تھے سنن میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ کے پاس فَیٔ کا مال آتا تھا تو اس کو اُسی روز تقسیم کر دیتے تھے متقابلین کو دو حصہ دیتے تھے اور مجردین کو ایک حصہ حضرت عمرؓ کی ایک روایت مسند امام احمد میں ہے فرماتے ہیں کہ اس مال میں کوئی کسی سے زیادہ مستحق نہیں ہے نہ میں کسی سے زیادہ مستحق ہوں جبل صنعاء کا ایک چرواہا اپنی جگہ حق رکھتا ہے اُس کا بھی اِس مال میں حق ہے۔

حضرت فاطمہ زہراؓ کے مطالبہ پر صدیق اکبرؓ نے بھی اور حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی یہ جواب دیا کہ اس مال میں جس طرح رسول اللہ کے زمانہ میں تصرفات مقرر تھے۔ اُسی طرح اب بھی مقررہ رہیں گے۔ اور بقیہ جن کاموں میں خرچ ہوتا تھا اُسی طرح اب بھی صرف ہوگا حضرت صدیقؓ نے بھی اور حضرت فاروقؓ نے بھی فرمایا کہ یہ رسول اللہ کا صدقہ ہے اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ یہ مال خدا کی ملک ہے اور اس کے مصارف قرآن پاک میں مذکور ہیں عمل کر کے رسول اللہ نے بتا دیا جو طریقہ حضورؐ سے ثابت ہے ضرور ہے کہ اُسی کے موافق عمل کیا جائے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ انبیاء ورثہ نہیں چھوڑتے وہ جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ صدقہ بعد ملک ہے کیونکہ صدقہ کل مال میں ابھی وفات نہیں ہو سکتا۔ وہ وصیت ہو جائیگی اور وصیت صرف ایک ثلث میں صحیح ہے نہ کل مال میں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مال انبیاء کا ہوتا

Scanned by CamScanner

ہے وہ پہلے ہی سے کفر و ضلالت کی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو اس میں تصرف کا اختیار خدا کی طرف سے حاصل ہوتا ہے بطور امور کے نہ بطور مالک کے اور اسی لئے انبیاء علیہم السلام کے بعد بھی وہ صدقہ اور عشر کفر و ضلالت ہی رہتا ہے۔

ی اواضح فی رکا مسئلہ استدلال ہے۔ جو ہمیشہ احکام کے لئے پریشان کن رہا ہے جو کچھ تامل کے بعد معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ حضور کو کفار کے اموال پر مالکانہ تصرفات کے اختیارات حاصل تھے مگر نہ بطور خود بلکہ باذن اللہ۔ اور ان تصرفات میں آپ مامور من اللہ تھے واللہ اعلم۔ اگر ہم کو اس کی تفصیل اور اس کے متعلق حضرت فاطمہ اور حسنین کا اختلط مع مال و ما علیہ اور اس رسول اللہ کی بحث میں وادی القریٰ کے بعد مفصل لکھ چکا ہوں واللہ اعلم

الجزیہ

جزیہ اس مال کو کہتے ہیں جو مغلوب کفار سے ان کے نفوس کے بدلہ وصول کیا جائے جب جہاد کا حکم ہوا تو اس وقت صرف دو صورت تھی یا تو کفار اسلام قبول کریں یا مقاتلہ کریں تیسری کوئی صورت نہ تھی کہ وہ اپنی جگہ رہ سکیں الا یہ کہ مغلوب ہو جانے کے بعد ان کو اپنی جگہ رہنے کی اجازت دی گئی اور زمین کے متعلق انہیں سے بٹائی کا معاملہ طے پا گیا تھا۔ یا خیبر ہی کی طرح میں فدک اور وادی القریٰ کا معاملہ تھا۔ لیکن ان سب مقامات میں معاہدہ کے ساتھ یہ بات طے تھی کہ مسلمان جس وقت مناسب سمجھیں گے یہود کو خیبر سے نکال دینگے لیکن اسکے بعد سنہ ۹ھ میں جزیہ کا حکم نازل ہوا۔ اس کے بعد کفار کو اختیار دیا گیا کہ وہ یا اسلام قبول کریں۔ یا ذات کے حلقہ کے لئے ایک معینہ مقدار مال کی دینا قبول کریں۔ مجاہد کی روایت ہے کہ سنہ ۹ھ میں غزوہ تبوک سے پہلے جزیہ کی آیت نازل ہوئی لیکن کی روایت ہے کہ بنی قریظہ و بنی نضیر کے غزوہ کے وقت یہ حکم نازل ہوا تھا مگر کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ تبوک سے پہلے حضور نے کسی سے جزیہ لیا ہو صحیح یہ ہے کہ حضور نے جب تبوک پر حملہ کا ارادہ کیا اس وقت یا تبوک میں یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت یہ ہے

۱؎ ابن جابر بن جزیہ لیا ہی نہیں اور یہ کہ وہ بحرین کے مغتر تھے سنہ ۹ھ میں انتقال فرمایا

قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون ط

یعنی جو نہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں نہ قیامت پر۔ اور نہ خدا اور رسول کے حرام کئے ہوئے چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں۔ نہ دین حق کا اعتقاد رکھتے ہیں اور ان لوگوں میں ہیں جن کو خدا کی کتاب عطا کی گئی۔ ان سے مقاتلہ کرو حتی کہ اپنے اوپر جزیہ دیں ذلیل ہو کر

یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور فتح مکہ کے بعد عرب جوق جوق اور فوج فوج مسلمان ہونے لگے اور تقریباً عرب کے تمام قبائل میں اسلام پھیل گیا۔ پہلے عربوں سے مقاتلہ کی علت باقی نہ رہی اس کے بعد پہلا حملہ تبوک پر ہوا۔ اور وہیں اکیدر صاحب دومۃ الجندل نے جزیہ قبول کر کے صلح کر لی پھر اسکے بعد نجران کے نصاریٰ نے جزیہ دینا قبول کیا۔ انہوں نے منظور کیا کہ دو ہزار حلہ دینگے جس کا نصف صفر کے مہینہ میں اور نصف رجب میں۔ اس کے علاوہ وہ بطور عاریۃ مسلمانوں کو ذکر دینگے تیس زرہ تیس گھوڑے تیس اونٹ اور ہر قسم کا سلاح اور مسلمان حرب تیس تیس ان عاریۃ کی چیزوں کے مسلمان ضامن ہوں گے۔ غزوات میں استعمال کریں گے اور واپسی کے بعد واپس کر دینگے جزیہ کے بدلہ ان سے عہد لیا گیا کہ ان کا کوئی گرجا گرایا نہ جائے گا اور ان کا کوئی قس کالا نہ جائے گا۔ اور نہ انکو اپنوں چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا۔ نہ جب تک وہ کوئی نئی بات پیدا نہ کریں۔ اور سود کا لین دین نہ کریں۔

حضور نے حضرت معاذ کو جزیہ وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا اور حکم دیا کہ ہر بالغ مرد سے ایک دینار نقد یا اسکی قیمت کا معافری وصول کریں۔ معافری ایک قسم کے کپڑہ کا نام ہے جو یمن میں تیار ہوتا تھا۔ اور اہل یمن جن سے جزیہ وصول کرنے کے لئے حضرت معاذ گئے تھے وہ یہود تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے شہادت دی کہ رسول اللہ نے مجوس سے جزیہ لیا

ہے حضرت عمرؓ پہلے مجوس کے متعلق متردد تھے مگر اس شہادت کے بعد انہوں نے مجوسیوں کا جزیہ قبول کیا اور تمام صحابہ اس پر متفق رہے۔

الغرض جزیہ کی ابتدا تبوک کے بعد ہوئی۔ اور تین فریق کا جزیہ خود حضورؐ نے قبول کیا اوّل نجران اور ایلہ کے لوگوں کا جو نصرانی تھے۔ دوم دومۃ الجندل کا جس میں اکثر عرب کے یہود تھے اور یمن کے یہود کا۔ سوم ہجر کے مجوس کا۔ لیکن کسی بت پرست قبیلہ یا جماعت سے آپ کا جزیہ لینا ثابت نہیں ہے اسلئے ائمہ میں اختلاف ہوگیا کہ آیا بت پرستوں سے جزیہ لیکر بت پرستی کی اجازت دینا اور قتال ترک کرنا جائز ہے یا نہیں۔ امام مالکؒ اور امام احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب اور بت پرست سب کا جزیہ قبول کرنا درست ہے۔ امام شافعی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صرف اہل کتاب سے جزیہ قبول کرنا درست ہے بت پرستوں سے نہیں اسلئے کہ کتاب اللہ میں اہل کتاب کی قید ہے اور حضورؐ نے بھی صرف اہل کتاب ہی سے لیا۔ لہٰذا بت پرستوں کا جزیہ قبول کرنا اور مقاتلہ مامور بہا کو ترک کرنا اور بت پرستی کی اجازت دینا درست نہیں ہوسکتا۔

لیکن معلوم ہو چکا ہے کہ حضورؐ نے مجوس کا جزیہ قبول کیا۔ اور آتش پرستی اور بت پرستی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مجوس نہ کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ کسی نبی کے پیرو ہیں بعض روایات میں جو آیا ہے کہ اُن کی آسمانی کتاب تھی وہ اٹھالی گئی اوّل یہ روایت صحیح نہیں ہے دوئم اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو یہ اُن کے زیادہ معتوب من اللہ ہونے کی دلیل ہے بعض وجوہ سے مجوسیوں کی حالت بت پرستوں سے بھی زیادہ خراب ہے اسلئے کہ مجوس ایک خالق کے قائل نہیں ہیں وہ خالق خیر اور خالق شر علیحدہ علیحدہ مانتے ہیں بت پرست ایک خالق کے قائل ہیں۔ مجوسی محرمات ابدیہ یعنی اپنی بیٹی اور بہن سے نکاح درست سمجھتے ہیں بت پرست ان خرابیات کے قائل نہیں ہیں۔ تو جب باوجود ان خرابیوں کے مجوس سے جزیہ لیکر اُن کو اپنے دین پر رہنے کی اجازت دی گئی تو بت پرستوں کو یہ اجازت کیوں نہ حاصل ہوگی۔

حضورؐ نے خود بت پرستوں کا جزیہ کیوں نہ قبول کیا اس کی وجہ ظاہر ہے۔ جزیہ کا حکم جب نازل

ہ شکل اوّل ہے بقیہ ہیں ہم اوّلی۔ یہ اصل شکل ۳ ہے اور شکل ۱ میں دلالت پائی جاوے گی جزء جزء اور ان کے تناقض میں۔

ہوا اُس کے پہلے تقریباً تمام بت پرست قبائل میں اسلام پھیل چکا تھا۔ اور اُس کے بعد بت پرست قبائل سے جنگ کی نوبت نہ آئی۔ اہل کتاب سے اس کے بعد تھوڑا عرصہ میں جزیہ لیا گیا۔ بہت جزیہ کے قبل جن قبائل سے جنگ ہوئی اُن پر جزیہ لگایا نہ لگایا بہت بت پرست ہوں یا اہل کتاب۔ جنی فیستطاع جنی غیر جنی قریظہ۔ اہل خیبر سب اہل کتاب تھے مگر اُن میں سے کسی کا جزیہ حضورؐ نے قبول نہ کیا کیونکہ جس وقت اُن لوگوں سے جنگ ہوئی اُس وقت جزیہ کا حکم تھا ہی نہیں۔ اور یہ آیت نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح بت پرست عرب بھی داخل تھے۔

حضورؐ نے اہل نجران کو۔ اور مذدان سباوی کو اور دومۃ الجندل کے عرب کو حضورؐ نے بلا تفریق سب کو اسلام اور جزیہ کی دعوت دی صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب دشمن سے مقاتلہ ہو تو تین باتوں کی دعوت دو۔ پہلے وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ دینا منظور کریں۔ اس میں کوئی تفریق بت پرست اور اہل کتاب کی نہیں ہے حضرت بریدہؓ سے کہا ہے فرمایا کہ جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور وہ لوگ تم سے خواہش کریں کہ تم اُن کو اللہ کے حکم پر اتار دو تو ایسا نہ کرو بلکہ اپنے حکم پر اتارو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تم اللہ کے حکم پر اُن کو اتار سکو یا نہیں۔ اپنے حکم پر اتارو۔ پھر اگر وہ لوگ خود اپنی درخواست سے جزیہ قبول کرلیں تو تم اُن سے جزیہ قبول کرو اور اُن کو جزیہ دو۔

امام ابوحنیفہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب اور بت پرست سب کا جزیہ قبول کرنا جائز ہے مگر خاص عرب سے بت پرستوں کا نہیں جیسے کہ وہاں حضورؐ کی بعثت ظاہر ہوئی اس لئے وہاں بت پرستی ہرگز نہ رہنی چاہیئے۔ دوئم وہ تمام قبائل مسلمان ہو چکے بت پرستی اگر رہ سکتی ہے تو صرف از راہ عناد۔ اور عنداً تفاق جزیہ دیکر نہیں رہ سکتے۔ سوئم حضورؐ کی وصیت ہے کہ جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہیں ہوسکتا اس لئے جزیہ لیکر وہاں بت پرستی کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور عرب کے یہود و نصاریٰ سے جزیہ لینا اس لئے درست ہے کہ اُن سے خود حضورؐ نے لیا ہے امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ جو بات مذکورہ بالا عرب کے بت پرست اور اہل کتاب کسی سے جزیہ لینا درست نہیں ہے۔

حضورؐ نے نجران کے نصاریٰ سے جزیہ میں دو سو حلے لیا۔ یمن کے یہود سے متعلق حضرت معاذؓ

ہ مذدان سباوی لغوی میں گویا زیر ہے ہم قبول کیا کہ ہر حالم حلم بالغ سے ایک اشرفی جزیہ لیا جائے نجران کے حلے سے بڑا تھا۔

کو حکم دیا کہ ہر بالغ مرد سے ایک دینار لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جزیہ کی کوئی خاص مقدار معین نہیں ہے اسی لیے حضرت عمرؓ نے تین درجہ جزیہ کا مقرر کیا غنیوں سے ایک درہم ماہوار یا بارہ درہم سالانہ متوسط لوگوں سے دو درہم ماہوار یا چوبیس درہم سالانہ غنی سے چار درہم ماہوار یا اڑتالیس درہم سالانہ۔ غربت اور تنگی کی کوئی خاص حد معین نہیں فقرائی بلکہ ایک بیمار ہر جگہ کے لیے ممکن نہیں ہے جس جگہ غربت اور تنگی کا اعتبار جس مقدار پر ہوتا ہو اسی مقدار کا اعتبار ہوگا۔ [۵۸]

بچے، بوڑھے، عورتیں، اور خنثیٰ مرد سے جزیہ نہیں لیا جاتا۔ اسی طرح غلام مکاتب مدبر، ام الولد پر بھی جزیہ نہیں ہے۔ مذہبی پیشوا جو گوشہ نشیں ہوں اُن پر بھی جزیہ نہیں ہے مسند امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی سب میں حضرت معاذؓ کی روایت ہے اور اس میں بھی ہے کہ حضورؐ نے اُن کو حکم دیا کہ ہر بالغ مرد سے ایک دینار وصول کرو یہی صحیح ہے لیکن مصنف عبدالرزاق میں یہ روایت ہے کہ حضورؐ نے حضرت معاذؓ کو حکم دیا کہ ہر بالغ مرد اور بالغ عورت سے ایک دینار وصول کرو۔ یہ روایت منقطع ہے اور تمام رواۃ اس زیادتی کو ذکر نہیں کرتے واللہ اعلم

بنی تغلب عرب تھے مگر نصرانی ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے جزیہ طلب کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم جزیہ نہ دینگے جس طرح مال کا صدقہ تم عربوں سے یعنی مسلمانوں سے وصول کرتے ہو اسی طرح مجھ سے لو حضرت عمرؓ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم مشرکوں سے صدقہ نہیں لے سکتے۔ اُن میں کچھ لوگ ناراض ہو کر روم چلے گئے کچھ منتشر ہو گئے۔ آخر نعمان بن زرعہ کے مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ اُن سے جزیہ میں دوگنی زکوٰۃ لجائے اور صدقہ کے نام سے لیجائے چنانچہ اسی پر معاہدہ ہو گیا اور چونکہ زکوٰۃ عورتوں سے بھی لی جاتی ہے اسلئے بنی تغلب کی عورتوں سے بھی دوگنی زکوٰۃ مقرر ہوئی

ہدایا و تحائف

کبھی رسول اللہ کی خدمت میں اصحاب کرام کمانے کی چیزیں، سواری کے جانور یا دوسری

[۵۸] مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کو آقا نے جسکو قیمت لیکر آزاد کرنے پر ارادہ کرنے کا لکھا ہو۔

ضرورت کی چیزیں ہدیہ کرتے تھے اور حضورؐ اُس کو قبول فرماتے تھے۔ اور کبھی ویسی ہی یا اس سے زیادہ قیمت کی چیز اُس کے بدلہ اُن کو ہدیہ میں دیتے تھے۔ سلاطین نے آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا اور آپ نے ان کا ہدیہ قبول بھی فرمایا سلاطین کے ہدیہ کو آپ اپنے اصحاب میں تقسیم فرماتے تھے۔ اور جو چیز آپ کو پسند ہوتی وہ اپنے لئے رکھتے جو مثل صفی کے آپ کے لیے خاص ہوتی تھی اُس کا ذکر میں ہے کہ ایک دھونکنی دیباج کی قبائیں آپ کے پاس ہدیہ میں آئیں اور اُس پر سونے کا کام تھا۔ آپ نے اُس کو اپنے بعض اصحاب پر تقسیم کیا اور اُس میں سے ایک مخرمہ بن نوفل کے لئے نکال کر رکھا مخرمہ بن نوفل اپنے لڑکے مسور کے ساتھ آئے تو آپ نے اُن کا استقبال کیا اور وہ قبائیں کو دیا مقوقس حاکم اسکندریہ نے آپ کو ہدیہ بھیجا۔ اُس میں ماریہ قبطیہ تھیں سیرین تھیں۔ ایک خچر۔ ایک گدھا اور کئی چیزیں تھیں حضورؐ نے حضرت ماریہ کو خود پسند فرمایا وہ آپ کی ام الولد تھیں سیرین کو حضرت حسان کو بخش دیا۔ نجاشی شاہ حبشہ نے آپ کو ہدیہ بھیجا۔ آپ نے اس کو قبول فرمایا۔ اور اس کے بدلہ میں خود بھی نجاشی کے لیے ہدیہ روانہ فرمایا مگر سنا کہ اس کے پہنچنے سے پہلے ہی اُس کا انتقال ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ فروہ ابن نفاثہ جذامی نے آپ کو سفید حلہ ہدیہ بھیجا جس پر آپ عزوۂ حنین میں سوار تھے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے مگر بخاری میں ہے کہ سفید بغلہ آپ کو ایلہ کے بادشاہ نے بھیجا تھا واللہ اعلم

ابوسفیان نے آپ کو ہدیہ بھیجا تو آپ نے اُس کے ہدیہ کو قبول فرمایا لیکن عامر بن مالک ملاعب الاسنہ نے ایک گھوڑا آپ کو ہدیہ بھیجا تو آپ نے فرمایا کہ ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح عیاض مجاشعی نے آپ کو ہدیہ دینا چاہا مگر آپ نے قبول نہ کیا۔

ابوعبید کہتے ہیں کہ ابوسفیان کا ہدیہ آپ نے قبول فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مدینہ کا زمانہ تھا۔ اور اُس وقت قریش کے ساتھ آپ کی جنگ موقوف تھی۔ مقوقس کا ہدیہ بھی آپ نے اس لیے

[۵۹] فخطب بنو الضمیر ثم قام فاثنی علیہ بما ھو اھلہ ثم قال اما بعد فانکم منا معشر الانصار ۱۲ منہ

[۶۰] ایلہ کے بادشاہ کا نام یحنہ بن رؤبہ تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کذا قال النووی ۱۲ منہ

قبول کیا کہ اُس نے آپ کے سفیر حاطب بن ابی بلتعہ کی عزت کی تھی۔ اور آپ کے نبی ہونے کا اقرار کیا تھا۔ آپ کو اس کے اسلام سے ذرا سی نہیں ہوئی تھی جیسی کہ مشرک محارب کا ہدیہ آپ نے کبھی قبول نہیں کیا۔

یہ حضورؐ کے بڑائی کی حالت تھی لیکن امام مسجد کے ہدایا کے متعلق رائیں مختلف ہیں۔ امام مالکؒ کے مطابق اصحاب فرماتے ہیں کہ اگر کفار روم مسلمانوں کے امام کو ہدیہ بھیجے تو وہ امام کا خاص ہوگا لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا ہوگا۔ اور بیت المال میں رہے گا۔ اور امام ہجرت کا ہدیہ بیت المال سے شاہ روم کو بھی بھیج سکتا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام یا امیر جیش کو کفار جیش کا ہدیہ لینا جائز ہے وہ خود لے یا اُس کا حکم لینے کا ہے واللہ اعلم

صحیح ترین مشہور طریقہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ابن اللتبیہ کو عامل بنا کر بھیجا۔ اور بعض روایت میں تصریح ہے کہ بنی سلیم کا صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ آئے تو رسول اللہ سے کہا کہ یہ مال تو آپ کا ہے اور یہ مجھ کو ہدیہ میں ملا ہے۔ حضورؐ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو نے اپنے باپ اور ماں کے گھر میں بیٹھ کر نہ دیکھا کہ تیرے پاس کہاں سے ہدیہ آتا ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بنا راضی عامل ہونے کی صورت میں بھی غیر عامل ہدیہ قبول کر سکتا ہے بلکہ قبول کرنا مستحب ہے واللہ اعلم

اموال مہجورہ

مسلمانوں کے کسی مال پر کفار کا قبضہ ہو جائے تو اس کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ یہ تھا۔ بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھاگ گیا۔ وہ اس پر کفار نے قبضہ کر لیا جب مسلمانوں کا اُن کافروں پر غلبہ ہوا تو وہ گھوڑا حضرت ابن عمرؓ کو واپس دلوا دیا گیا۔ یہ حضورؐ کے وقت کا قصہ ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کا غلام بھاگ کر روم چلا گیا جب وہ روم پر مسلمانوں کا غلبہ ہوا تو وہ غلام حضرت خالدؓ نے ابن عمرؓ کو واپس دیا۔ یہ حضرت صدیقؓ کے زمانہ

کا قصہ ہے لیکن ابو داؤد کی روایت ہے کہ یہ بھی رسول اللہ ہی کے زمانہ میں ہوا۔ مزید شام والی میں ایک روایت ہے کہ اموال غنیمت میں ایک مسلمان نے اپنا اونٹ پہچانا۔ حضورؐ نے اُن سے کہا کہ اگر تم نے غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے پایا تو اپنا اونٹ لے لو۔ اور اگر تقسیم ہونے کے بعد ملے تو تم اُسکے زیادہ مستحق ہو قیمت دیکر لے سکتے ہو۔ یہ تو منقولات کے بارہ میں تھا لیکن بھی روایتوں میں مذکور ہے کہ فتح مکہ کے روز مہاجرین نے مطالبہ کیا کہ اُن کے مکانات اُن کو واپس دلوائے جائیں۔ مگر کسی ایک مہاجر کو بھی حضورؐ نے اُن کا مکان واپس نہیں دلوایا۔ وجہ اُن لوگوں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ حضورؐ کل اپنے کس مکان میں ٹھہریں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہم لوگوں کیلئے کوئی گھر چھوڑا ہے۔

اس جملہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضورؐ اپنے دادا خواجہ عبدالمطلب کے مال سے محجوب تھے کیونکہ آپکے والد خواجہ عبداللہ نے اپنے باپ کے سامنے انتقال کیا۔ اور اس کے بعد آپ کے اکثر چچا لاوارث فوت ہوئے اسلئے خواجہ ابو طالب کو اپنے بھائیوں کا مال بھی ملا۔ خواجہ ابو طالب فوت ہوئے تو اُن کے اموال پر عقیل ابن ابی طالب نے قبضہ کیا کیونکہ علی ابن ابی طالبؓ اور جعفرؓ ابن ابی طالب مسلمان ہو چکے تھے اور اختلاف دین کی وجہ سے اُن کے اموال پر قبضہ نہیں کر سکتے تھے لیکن مکان میں سب رہتے تھے جب رسول اللہ اور حضرت علیؓ نے ہجرت کی اور حضرت جعفرؓ حبشہ میں تھے عقیل ابن ابی طالب نے اُس مکان پر بھی قبضہ کر لیا۔ اسی لئے حضورؐ نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہم لوگوں کے لئے کوئی گھر چھوڑا ہے۔

اس کے بعد جب عقیل ابن ابی طالب مسلمان ہوئے تو حضورؐ فرما چکے تھے کہ جو کافر مسلمان ہو تو جو مال اُس کے پاس ہو وہ اُسی کا رہے گا۔ اور اسی لیے جو کافر مسلمان ہو کر مدینہ آتے کفار اُن کے اموال پر قبضہ کر لیتے تھے وہ مسلمانوں کو واپس نہیں ملتا تھا۔ اسکے بعد یہی طریقہ جاری ہو گیا کہ کفار کفر کی حالت میں اگر مسلمانوں کے جان و مال کو تلف کر دیں یا قبضہ کر لیں اور اُسکے بعد مسلمان ہو جائیں تو اُن سے ضمان دلوایا جاتا تھا نہ اموال مغصوبہ واپس کرائے جاتے تھے واللہ اعلم

ملہ وعن ابی ھریرۃ الخ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا جعفر مسکین سے محبت کرتے ہیں اور اُنکے پاس بیٹھکر باتیں کرتے

العشر والخراج

ذمی یا حربی کفار تجارت کی غرض سے جو چیز بر اسلامی ممالک میں لاتے تھے اُن کا کچھ مال وصول کیا جاتا تھا۔ اور مسلمان تاجروں سے بھی وصول کیا جاتا تھا۔ مگر سب کے مقدار میں فرق تھا۔ مسلمان تاجروں سے تو زکوٰۃ لی جاتی تھی یعنی چالیسواں حصہ۔ لیکن ذمی کافروں سے نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لیا جاتا تھا اور حربی کافروں سے عشر یعنی دسواں حصہ۔

امام محمد صاحب موطا میں ایک روایت لائے ہیں۔ کہ نبطی لوگ مدینہ میں گیہوں اور زیت لایا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ اُن سے نصف عشر لیا کرتے تھے تاکہ زیادہ لائیں کیونکہ اہل مدینہ کو ان چیزوں کی حاجت تھی۔ اور قطنیہ میں عشر لیتے تھے۔ قطنیہ کسر قاف و سکون طاء و کسر نون و تحتیہ مشددہ اُن چیزوں کو کہتے ہیں جو بکائی جائیں جیسے سُوپر، چنا، لوبیا وغیرہ۔

بظاہر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عشر کی مقدار کا تفاوت غلہ کے اقسام اور رواج کی بنا پر تھا۔ لیکن امام محمد صاحب فرماتے ہیں کہ اہل ذمہ قطنیہ لائیں یا غیر قطنیہ اس پر نصف عشر ہے۔ اور اہل حرب جو چیز لائیں اُس پر عشر ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے زیاد بن حدیر تمیمی۔ اور انس بن ابی انس مشہور صحابی کو بصرہ اور کوفہ کے عشور پر بھیجا۔ تو اُن کو اسی قاعدہ سے عشر وصول کرنے کا حکم دیا۔

پہلی روایت میں یہ تاویل ممکن ہے کہ شاید مدینہ میں قطنیہ لانے والے حربی تاجر ہوں۔ اور نبط جو گیہوں اور زیت لایا کرتے تھے ذمی تاجر ہوں۔ واللہ اعلم

امام مالک صاحب فرماتے ہیں کہ ذمی تاجروں سے بھی عشر لیا جائے۔ کوئی روایت ایسی معلوم نہیں ہے جس سے عشور کے وقت کا قطعی صاف معلوم ہو۔ اور عبد الرزاق روایت کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے حضرت انس بن مالکؓ کے پاس حضرت عمرؓ کی تحریر دیکھی تھی جس میں یہ تھا کہ اہل ذمہ سے بیست درم میں ایک درم لیا جائے۔ اور اہل حرب سے دس درم میں ایک درم

۱؎ یہ حضرت کعب بن حدیر ہیں۔ کوئی بھی۔ امام نسائی نے اُن سے احادیث روایت کی ہیں۔

لیا جائے۔ واللہ اعلم

عرب کے قبائل جو مسلمان ہو جاتے تھے اُن کی زمینیں اُنہیں کی ملک رہتی تھیں۔ اور مفتوحہ زمینیں جو غانمین پر تقسیم ہوتی تھیں، وہ بھی غانمین کی ملک ہوتی تھیں۔ پس اب زمینوں پر کسی قسم کا کوئی خراج نہ تھا۔ البتہ اُس سے پیداوار میں عشر یا نصف عشر جیسی زمین ہو زکوٰۃ کے قاعدہ سے زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی۔ عرب کی زمین سے عشر کے سوا اور کسی قسم کا خراج لینا بہ حضور ثابت ہے۔ نہ خلفاء راشدین سے۔ اسی لیے عرب کی کل زمین جس اور ارض جس بھر سے لیکر حدود شام تک ساری زمین عشری ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سواد عراق فتح ہوا۔ یہ رسول اللہ کے بعد عرب کے باہر پہلی عظیم الشان فتح تھی۔ حضرت عمرؓ نے وہاں کی زمین کو غانمین پر تقسیم کرنے کے متعلق اصحاب رسول اللہ سے مشورہ کیا تو رائیں مختلف ہوئیں۔

قاضی ابوعبید بن سلام کی کتاب الاموال سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تقسیم کرنا چاہا، اور اصحاب رسول اللہ سے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس کو تقسیم نہ کیجئے تاکہ یہ مسلمانوں کا منفعہ سرمایہ رہے۔ اور دوسری روایت ہے کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ نے اس کو تقسیم کر دیا تو قوم کے ہاتھ میں بہت بڑی زمین ہو جائیگی اور ہو سکتا ہے کہ اس طرح ساری زمین شخص واحد کے ہاتھ میں چلی جائے۔ اور جو مسلمان اسکے بعد آئیں اُن کے لیے کوئی راست باقی نہ رہے۔ آپ بسا طریقہ اختیار کیجئے جس سے موجودہ اور آئندہ سب مسلمانوں کے انتفاع حاصل کرنے کی وسعت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور تقسیم کا ارادہ منسوخ کر دیا۔

ابو عبید روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ اور اُن کے ساتھیوں نے اختلاف کیا اور کہا کہ سب ہم نے لڑ کر فتح کیا ہے ہمارے درمیان تقسیم کیجئے جس طرح رسول اللہ نے خیبر کو صرف حاضرین پر تقسیم

Scanned by CamScanner

کیا تھا حضرت عمرؓ نے تقسیم سے انکار کیا۔ اور کہا کہ ہم تقسیم تو کر دیں لیکن بتاؤ کہ جو مسلمان تمہارے بعد آئیں گے اُن کے لئے کیا ہوگا۔

امام طحاوی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دلیل کی بنا سورۂ حشر کے فی کی آیت پر تھی اُس آیت میں خدا نے بتایا ہے کہ فی کا مال جملہ مہاجرین۔ کل انصار اور قیامت تک کے کل مسلمانوں کا ہے تقسیم ہو جانے کے بعد آنے والے مسلمانوں کے انتفاع کی صورت باقی نہیں رہتی۔

خیبر میں بھی حضورؐ نے صرف وطیح و کتیبہ تقسیم کیا الشق اور النطاۃ باقی قلعوں کو تقسیم نہیں کیا۔ فتح مکہ کے بعد مکی اراضی بالکل تقسیم نہیں کی گئی بلکہ انہیں کے ہاتھوں میں چھوڑ دی گئی جن کے ہاتھوں میں پہلے سے تھی۔ رسول اللہ کا یہ عمل اس بات کی دلیل تھی کہ امام کو اختیار ہے کہ اراضی مفتوحہ کو تقسیم کرے یا نہ کرے۔ یا کچھ تقسیم کرے کچھ نہ کرے اور موقوف رکھے تاکہ فوجی و ملکی ضروریات پوری ہو سکیں۔

حضرت عمرؓ نے تقسیم سے انکار کیا مگر حضرت بلالؓ اور اُن کے ساتھیوں کو اصرار تھا کہ سواد عراق کی زمین تقسیم کی جائے۔ حضرت عمرؓ نے دعا کی کہ خداوندا ہم کو بلال سے بچا۔ کہتے ہیں کہ اُسی سال کے اندر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

الغرض سواد عراق کی زمین حضرت عمرؓ نے وہیں کے کافروں کو دی۔ اُن کی ذات پر جزیہ مقرر کیا اور زمین پر خراج۔ تمام صحابہ نے حضرت عمرؓ کے اس بارہ میں اتفاق کیا لیکن ائمہ میں اس کے متعلق بعض باتوں میں اختلاف ہو گیا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری وغیرہ کہتے ہیں کہ جن کافروں کو یہ زمین دی گئی تھی۔ اُن پر لازم تھا کہ جزیہ اور مقررہ خراج ادا کریں۔ لیکن زمین اُن کی ملک تھی اور وہ سب آزاد تھے۔

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ محدثین نے اس قول سے شدید انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ارض مفتوحہ کے کفار مالک نہیں ہو سکتے۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اپنے مبسوط تقریر کی ہے۔ میں اس کتاب میں اس مسئلہ پر اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا یہ کتاب رسول اللہ کی سیرت پر ہے۔ خراج کی بحث اس میں محض ضمنی ہے اس لئے کہ ولایات کی بحث بغیر خراج کی بحث کے مکمل نہیں ہو سکتی لیکن

ضمنی بحث کو زیادہ طول نہیں کیا جا سکتا۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان بن حنیفؓ اور حضرت حذیفہؓ کو بھیجا کہ سواد عراق کے زمین کی مساحت کریں۔ اُنہوں نے کل زمین کو ناپا تو تینتیس کروڑ ساٹھ لاکھ جریب کل زمین تھی۔ اور اسی پر خراج مقرر ہوا۔ خراج ہدایہ لکھتے ہیں کہ اس تفصیل کو ابوعبید نے کتاب الاموال میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

ایک جریب تناسلہ ذراع کا ہوتا ہے بادشاہ کسریٰ کے ذراع سے۔ کسریٰ کے ذراع سے مراد ثمانیہ شت کا ایک ذراع ہے۔ عام ذراع چھ شت کا ہوتا ہے کذا فی المغرب

یہ تو معلوم ہو چکا کہ عرب کی کل زمین عشری ہے اس کے حدود یہ ہیں۔ عراق کی طرف تقریب دوسری جانب انتہار بین اور ارض مہرہ تیسری جانب حدود شام کی ابتدا یبرین اور ارض مہرہ کی انتہا سے مراد مسقط اور عدن کے درمیان کا مقام ہے گویا جزیرہ عرب کا پورا اعلیٰ کنارہ۔

اور سواد کی کل زمین خراجی ہے جیسا کہ معلوم ہوا اُس کے حدود یہ ہیں تقریب سے عقبہ حلوان تک عرض۔ اور حلت سے عذیب تک طول۔

عذیب بالتصغیر ماء بنی تمیم کا نام ہے۔ یہ جگہ کوفہ سے ایک مرحلہ پر ہے۔ بیس عذیب کی انتہا ہے اور سواد عراق کی ابتدا ہے۔

حلوان بضم حا مرحلہ ایک قصبہ کا نام ہے۔

حلت بفتح عین مہملہ وسکون لام ذات عرق حلہ کے شرق میں ایک قریہ ہے جو عراق کی حد ہے۔

عقبۃ حلوان بفتح عین مہملہ وفتح واو۔ جلولا کے پاس مشہور جزیرہ ہے۔

حضرت عمرؓ نے اہل سواد پر جو خراج مقرر کیا تھا اُس کی تفصیل یہ ہے ایک وہ زمین جہاں پانی پہنچتا تھا اور فعلی زراعت اُس میں ہو سکتی تھی اُس کا خراج ایک درہم اور ایک قفیز فی جریب تھا یہ سب سے کم خراج تھا دوم اس سے بہتر زمین ارض رطبہ تھی جس میں کروم۔ ترنج۔ نیشکر اور ترکاریاں پیدا ہوتی تھیں اُس کا خراج پانچ درہم تھا یہ اوسط درجہ کا خراج تھا تیسری قسم اُس سے بھی بہتر تھی جس میں انگور

ف حضرت عثمان بن حنیف انصاری ہیں جناب امیر نے حضرت علی نے انہیں بصرہ کا گورنر بنایا۔ حضرت معاویہ کے دور حکومت تک رہے تھے

بکھر رہے گئے تھے اُس میں پیداوار زیادہ ہوتا تھا اور محنت کم ہوتی تھی اُس کا خراج دس درم تھا۔
اِن زمینوں کے علاوہ ایسی زمین بھی تھی جس میں زعفران پیدا ہوتا تھا یا باغات تھے ایسی زمینوں پر
خراج اُن کے محل کے لائق مقرر کیا گیا تھا۔

جو زمین آب پاشی منقطع ہو جانے کی وجہ سے پیداوار کے لائق نہ رہتی اُس کا خراج معاف ہو جاتا
تھا لیکن قابل زراعت زمین اگر کاشتکار کی کاہلی اور غفلت کی وجہ سے معطل رہ جائے تو اُس کا خراج
وصول کیا جاتا تھا جو زمین خراجی تھی اگر اُس کو کوئی مسلمان خرید لے یا اور کسی طرح حاصل کرلے تو اُس
وہ خراجی رہتی تھی اور مسلمان مالک کو خراج ادا کرنا پڑتا تھا۔

امام طحاوی بسند اشعث بن عروبن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن العاص نے
مصر فتح کیا تو اُن کے ساتھ جتنے اصحاب رسول اللہ تھے سب کو جمع کیا اور اُن سے زمین کی تقسیم کے
بارہ میں مشورہ کیا۔ کہ یا جس طرح صرف حاضرین پر غنیمت تقسیم کی گئی اور جس طرح خیبر میں رسول اللہ نے
صرف حاضرین پر سپہ کی زمین تقسیم کی تھی مصر کی زمین بھی اُسی طرح تقسیم کردی جائے۔ یا توقف کیا جائے
اور اس بارہ میں امیر المومنین کی رائے لی جائے چند اشخاص نے کہا ہمیں عمر بن الخطاب ہی
تھے کہ اس میں نہ تم کو کوئی اختیار ہے۔ نہ عمر کو۔ یہ زمین ہے جس پر خدا نے ہمیں فتح دی ہے۔ اسکے لئے
ہم نے گھوڑے دوڑائے ہمارے آدمیوں نے محنت کی۔ اور جو کچھ ہے اُس پر قبضہ کیا۔ تو اس سے
زیادہ اور کس مال پر میراث ہو سکتا ہے۔ لیکن دوسرے لوگوں نے کہا اس کی بھی تقسیم نہ ہو توقف رکھو امیر المومنین
کی رائے آجائے وہ۔ اور آخر یہی رائے قرار پائی۔ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس سب کی رائے لکھکر
گئی۔ اُس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے جو خط لکھا اُسکو بھی امام طحاوی نے نقل کیا ہے اُس میں بھی یہی تھا۔

"اگر ہم اس کو تمہارے درمیان تقسیم کردیں تو جو مسلمان تمہارے بعد آئیں گے اُن کے پاس کوئی ذریعہ
باقی نہیں رہے گا جس سے وہ دشمنوں کے مقابلہ میں تقویت حاصل کرسکیں۔ یہ فئی رہے اسکو موقوف
رکھو۔ تاکہ اس وقت تک باقی رہے جب تک مسلمانوں کی کوئی جماعت بھی اللہ کے واسطے
جہاد کرنے کے لئے باقی رہے والسلام"

* فرستادن عمرو بن العاص پیغام خود را پیش از ہمہ فرمود۔ اثبات عائشہ کی عبارت آگے حضرت عمرو بن العاص کی طرف منسوب کی ہے۔ منہ

حضورؐ کے قاصد

حضورؐ جب حدیبیہ سے لوٹکر آئے۔ تو محرم ۷ھ میں دعوت اسلام کے خطوط دیکر اطراف کے
ملوک و سلاطین کے پاس ایک ایک روز اپنے چھ قاصد آپ نے روانہ کئے۔ یہ غزوۂ خیبر سے پہلے کا واقعہ ہے
اس کا ذکر وہاں مناسب تھا مگر چونکہ مغازی کی ترتیب میں اس سے خلل واقع ہوتا تھا اس لیئے اسکو
وہاں لکھنا مناسب نہ معلوم ہوا۔

عمرۂ حدیبیہ ذیقعدہ ۶ھ میں ہوا۔ اور وہاں سے ذی الحجہ میں حضورؐ لوٹکر آئے۔ پھر
اسی مہینہ میں غزوۂ خیبر واقع ہوا۔ بسلسلہ ابن الاکوع کی روایت ہے کہ وہاں سے لوٹے تو صرف تین
دن مدینہ میں قیام فرمایا اس کے بعد محرم ۷ھ میں غزوۂ خیبر کیلئے روانہ ہوگئے اسلئے غالباً اسی قیام کے
زمانہ میں ایک روز آپ نے اپنے چھ قاصد روانہ کئے۔

جب حضورؐ نے ان قاصدوں سے بھیجنے کے لیے خطوط لکھے تو آپ سے لوگوں نے کہا کہ
سلاطین ان خطوط کو قبول نہیں کرتے۔ اور نہ پڑھتے ہیں جس پر مہر نہ ہو اس لیے آپ نے چاندی کی ایک
انگوٹھی بنوائی اور اس میں نام مبارک کندہ کرایا۔ جن سطروں میں تھیں محمد ایک سطر۔ رسول ایک سطر۔
اللہ ایک سطر۔ پھر اُس سے خطوط پر مہر کرکے قاصدوں کو عنایت فرمایا۔ ایک روز ان چھ قاصدوں کو
حضورؐ نے روانہ فرمایا وہ یہ ہیں

(۱) عمرو بن امیہ الضمری کو حبشہ بھیجا۔ (۲) دحیہ ابن خلیفہ الکلبی کو روم بھیجا۔ (۳) عبداللہ بن حذافہ السہمی
کو شاہ ایران کے پاس بھیجا۔ (۴) حاطب ابن ابی بلتعہ کو مقوقس کے پاس اسکندریہ بھیجا۔ (۵) شجاع
بن وھب الاسدی کو حارث ابن ابی شمر غسانی کے پاس بھیجا۔ (۶) سلیط بن عمرو کو جو دون علی حنفی
کے پاس یمامہ بھیجا۔

(۱) عمرو بن امیہ الضمری کو حضورؐ نے نجاشی کے پاس حبشہ بھیجا۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ

ہ ضمری بضم ضاد معجمہ و سکون میم و کسر راء مہملہ ۱۲ منہ
ہ نجاشی بفتح نون و تشدید جیم و تخفیف دونوں آیا ہے حبشہ کے بادشاہ کا یہ لقب ہے جس طرح ایران کے
بادشاہ کا کسریٰ۔ روم کے۔ دشاہ کا قیصر۔ یمن کے بادشاہ کا تبع وغیرہ کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں ۱۲ منہ

ہے مروی ہے کہ حضورؐ نے قیصر کسریٰ۔ اور نجاشی کے پاس خطوط روانہ کئے۔ لیکن یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کے جنازہ کی نماز خود حضورؐ نے پڑھی تھی۔ اور عمرو ابن حزم کہتے ہیں کہ جس نجاشی کے پاس حضورؐ نے عمرو بن امیہ الضمری کو بھیجا تھا وہ مسلمان نہیں ہوا مگر واقدی۔ ابن اسحاق۔ ابن سعد اور ایک جماعت کہتی ہے کہ جس نجاشی کے پاس حضورؐ نے عمرو ابن امیہ الضمری کو بھیجا تھا اس کا نام اصحمؓ ابن ابجر تھا رسول اللہ کے خط کی اُس نے تعظیم کی۔ مسلمان ہوگیا۔ اور جس روز اس نے انتقال کیا حضورؐ نے اُس کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ لیکن صحیح وہی ہے جو امام مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے نجاشی کو ایک خط اور بھیجا تھا جس میں ام حبیبہؓ سے عقد کا حکم دیا تھا وہ دونوں فعلوں کو بڑی تعظیم سے عاج کے ڈبہ میں رکھتا تھا۔ اور وہ برابر ان حبشہ کے پاس رہا جس کو وہ برکت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور غالباً اب تک وہاں موجود ہے۔

(۲) دحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ کو حضورؐ نے قیصر کے پاس جس کا نام ہرقل تھا روم بھیجا۔ صحیح ابن حبان میں حضرت انس ابن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے پوچھا کہ میرے اس خط کو قیصر کے پاس کون لے جائے گا۔ جسکے لیئے جنت کی بشارت ہے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ اگر قیصر قبول نہ کرے آپ نے فرمایا کہ گو وہ قبول نہ کرے پہنچانے والے کے لیئے جنت ہے۔ وہ یہ کہکر گئے تو قیصر راستہ میں ملا کیونکہ وہ بیت المقدس جا رہا تھا۔ انہوں نے خط کو اُس کے سامنے پر پھینکدیا اور یہ کہکر وہ ہو گئے قیصر نے آواز دی کہ یہ خط کون لایا ہے سامنے آئے۔ اُس کو امن ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں لایا ہوں۔ قیصر نے کہا کہ میں بیت المقدس جا رہا ہوں۔ وہاں سے واپس آجاؤں تو تم میرے پاس آؤ جب وہ لوٹکر آیا۔ تو یہ اُس کے پاس گئے۔ اُس نے حکم دیا کہ محل کے سب دروازے بند کر دیئے گئے اسکے بعد اُس نے اپنے مشاورہ سے اعلان کرایا کہ قیصر نے محمدؐ کی اتباع کر لی۔ اور نصرانیت ترک کر دی جب یہ مشہور ہوا تو اُس کی سخت فوج نے اُس کے محل کو گھیر لیا۔ تب قیصر نے رسول اللہ کے قاصد سے کہا کہ تم نے دیکھ لیا میں اپنے ملک کا اندیشہ ہے۔ اس کے بعد اُس نے اپنی فوج میں اعلان کرایا کہ ہم تمہارے

ملہ اصحمہ بفتح ہمزہ وکون صاد مہملہ وفتح حاء مہملہ وسکون میم ۱۲ منہ ۵۰ (حبیب الشیخ علی مراد آبادی عفرلہ)

جو اوپر شریک ہے انکو ہرقل شاہ روم کے پاس حضورؐ نے ایلچی بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت معاویہ کے دور حکومت میں انتقال ہوا۔

اس فعل سے بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ اعلان صحت قسطنطنیہ پہونچ کر ہرقل کی تاجپوشی کے لیئے کیا گیا تھا۔

اُس کے بعد قیصر نے رسول اللہ کو خط لکھا کہ میں مسلمان ہوں۔ اور آپ کے لیئے اشرفیاں بھیجیں رسول اللہ نے فرمایا کہ عدو اللہ جھوٹا ہے وہ تو اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔ اور آپ نے وہ اشرفیاں تقسیم کر دیں۔

لیکن صحیح تر میں ایک مفصل روایت ہے کہ جس زمانہ میں وہ حجاز گئے تھے ابوسفیان بھی تھا اُس نے رسول اللہ کے متعلق ابوسفیان سے کچھ سوالات کئے ابوسفیان نے اسکے جوابات دیئے اُس نے جوابات کو سنکر کہا کہ جو کچھ تم نے کہا اگر یہ سچی ہے تو بلاشبہ وہ نبی ہیں اور اُن کی حکومت اس سرزمین تک پہنچیگی جہاں اس وقت میرا قدم ہے اگر میں وہاں ہوتا تو اُن کا پیر دھوتے مجھ کو اُن کے ایک رسول کا انتظار تو تھا مگر یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم لوگوں میں ظاہر ہوں گے۔ الخ

(۱) عبداللہ بن حذافہ سہمی کو حضورؐ نے کسریٰ پرویز ابن ہرمز کے پاس بھیجا اس کا نام پرویز بن ہرمز بن نوشیروان تھا تجارتی میں روایت ہے کہ عبداللہ بن حذافہ سہمی نے رسول اللہ کا خط عظیم بحرین کو دیا۔ اُس نے کسریٰ پرویز کو دیا اُس بدنصیب نے اُس خط کو پڑھا اور پڑھکر غصہ میں آکر خط کو ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا۔ رسول اللہ کو جب خبر ملی تو دعا کی کہ اللہ اُس کے ملک کو ٹکڑہ ٹکڑہ کر دے۔ اور یہی ہوا۔

(۳) حاطب ابن ابی بلتعہ کو حضورؐ نے مقوقس نائب اسکندریہ کے پاس بھیجا یہ قبطیوں کا بڑا سردار تھا۔ نہایت اچھی طرح حضرت حاطبؓ سے ملا یہ گو مسلمان نہ ہوا۔ حضورؐ کے لیئے ہدیہ بھیجا ایک جاریہ حضرت ماریہ قبطیہ۔ اور اُن کی دو بہنیں ایک سیرین اور دوسری قیسری حضرت ماریہؓ حضورؐ کی ام ولد تھیں۔ سیرین حضرت حسانؓ کو ہبہ کیا وہ اُن کی ام ولد تھیں جنہیں حضرت عبدالرحمن بن حسان کی ماں دوسری بہن قیسری بھی تھیں۔ اسکے علاوہ ایک خچر مقوقس نے بھیجا جس پر آپ قباطی پہنتے ایک سفید خچر جسکا نام دلدل۔ ایک سفید گدھا جسکا نام یعفور۔ ایک شہد کی مکھی جو مدینہ میں کاٹتا تھا۔ شاید یہ حضرت ماریہؓ کے چچا زاد بھائی تھے۔ ایک گھوڑا جس کا نام مرتجز تھا۔ ایک شیشہ کا پیالہ اور شہد حضورؐ نے ذوالہاکر نجیب ملک کی وجہ سے بھیجا گیا۔ حالانکہ اسکے ملک کو خانہ بدوش تھے۔

(۸) سجاح ابن وہب الاسدی کو حضورؐ نے حارث ابن ابی شمر الغسانی کے پاس بھیجا جو بطنا کا رئیس اعظم تھا۔ یہ ابن اسحٰق اور واقدی کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اُن کو جبلہ ابن الایہم کے پاس بھیجا بعض کہتے ہیں کہ دونوں کے پاس۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اُن کو بھی دحیہ کلبیؓ کے ساتھ روم بھیجا تھا واللہ اعلم

(۹) سلیط بن عمروؓ کو حضورؐ نے صوذہ بن علی الحنفی کے پاس یمامہ بھیجا۔ اُس نے اُن کی بہت عزت کی۔ اور کپڑا پسرا ہوا جو ہجر کا بنا ہوا تھا۔ اور خود اپنی طرف سے ثمامہ ابن اثال الحنفی کے پاس بھیجا صوذہ تو مسلمان نہ ہوا۔ اور ثمامہ بھی اُس وقت مسلمان نہ ہوئے لیکن پیچھے ایمان لائے۔ مغازی میں اُن کا حال بیان ہو چکا ہے ایمان لانے کے بعد ثمامہؓ نے قریش کا غلہ روک دیا تھا۔

پہنچے حضرات وہ ہیں جن کو حضورؐ نے ایک روز روانہ کیا۔ ان کے علاوہ مختلف رؤسا اور لوگوں کے نام مختلف اوقات میں آپ نے خطوط بھیجے اور قاصد روانہ کئے۔

(۱۰) حضرت عمرو بن العاصؓ کو ۸ھ میں جیفر ابن الجلندی اور عبد ابن الجلندی یا لازدی کے پاس عمان بھیجا۔ یہ دونوں بھائی تھے اور عمان کے رئیس تھے۔ دونوں نے اسلام قبول کیا۔ اور رسول اللہ کی نبوت کی تصدیق کی۔ عمرو بن العاصؓ کو اختیار دیا کہ وہ اُن کے مال اور رعایا کے مال سے شرعی احکام کے موافق صدقہ وصول کریں۔ حضرت عمروؓ وہیں مقیم رہے اور رسول اللہ کے وفات کی خبر اُن کو وہیں ملی۔

(۱۱) علاء الحضرمیؓ کو حضورؐ نے نجران سے لوٹنے کے بعد یا فتح مکہ سے بھی پہلے منذر بن ساوی عبدی کے پاس بحرین بھیجا۔ ابن اسحاق اور دوسرے بہت لوگوں نے لکھا ہے کہ علاء الحضرمی منذر ابن ساوی کے پاس خط لیکر گئے۔ اور وہ مسلمان ہو گئے۔ ابن مندہ کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ کی طرف سے ہجر کے عامل مقرر ہوئے تھے۔ طبرانی بطریق عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اُن کو خط لکھا تھا کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرکے عبادت کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہی مسلمان ہے۔ پھر حرقوص کے بارہ میں بھی حضورؐ نے اُن کو خط لکھا۔ ابن مندہ زید ابن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ خود منذر ابن ساوی کا بیان ہے کہ حضورؐ نے اُن کو خط لکھا کہ جس کے پاس

---

* حضرت علاء حضرمیؓ کی جگہ میں شبیہ ہے ۵ کا نام عبداللہ ہے حضرت کے اپنے والے تھے حضورؐ نے بحرین کا ... باقی ص۳۸۷

زمین نہ ہو اُس پر چار درہم مقرر کرو۔

(۹) حماجر ابن ابی امیہ قشیری کو حضورؐ نے حارث بن عبد کلال کے پاس بھیجا اُنہوں نے کہا کہ ہم اس بارہ میں غور کرینگے۔ یہ آپ قیم کا بیان ہے۔ لیکن ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ جب حضورؐ تبوک سے لوٹے تو حارث حمیری نے آپ کے پاس اپنے اسلام قبول کرنے کے خطوط بھیجے اُس حارث بن عبد کلال حمیری کا بھی خط تھا حضورؐ نے حماجر ابن ابی امیہ کو حارث مذکور کے پاس بھیجا تھا وہ مسلمان ہوئے اور حضورؐ کو خط لکھا اُس میں ایک شعر یہ تھا۔

وبنا شددن الحق بقہ ظہارۃ وانت بعافیہ من الحق آمر

دارقطنی نے حضرت ابن عمرؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور ابو الحسن ہمدانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے کذا فی الاصابہ واللہ اعلم

(۱۰-۱۱) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ۔ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو حضورؐ نے تبوک سے واپس آنے کے بعد یمن بھیجا۔ اور بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں کو رجیع الاوّل سنہ میں بھیجا تھا تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اور اُنکی دعوت پر وہاں کے لوگ بخوشی بلا قتال خود مسلمان ہو گئے۔ اسکے بعد حضورؐ نے وہاں حضرت علیؓ کو بھیجا۔

(۱۲) جریر بن عبداللہ البجلیؓ کو حضورؐ نے ذوالکلاع حمیری اور ذو عمر کی جانب بھیجا۔ وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ اور جریرؓ ابھی وہیں تھے کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا۔ صحیح بخاری میں جریرؓ کے سامنے اُن دونوں کے اسلام قبول کرنے کا ذکر ہے۔

اُن دونوں نے رسول اللہ کی بہت نہیں پائی اور مسلمان رسول اللہ کے وقت میں ہوئے ذوالکلاع حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدینہ آئے۔ اُن کے اور حضرت عمرؓ کے بہت سے قصے ہوئے۔

ذوالکلاع کی کنیت ابو شرحبیل۔ یا شراحیل تھی۔ ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ جب جریرؓ نے اُن کو اسلام کی دعوت دی اور حضورؐ کی حالت سنائی تو اُنہوں نے کہا کہ تم ام شرحبیل سے ملو۔ یہ اُن کی

---

* حماجر ابن ابی امیہ ام المومنین ام سلمہ کے بھائی تھے ۱۲ منہ

سنہ صفحہ گذشتہ: حال مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت تک اس عہدہ پر برقرار رہے اور مسئلہ جبریہ میں انتقال فرمایا۔

زوجہ تھیں۔ اور یہ بھی کہا کہ وہ جب سے میرے پاس آئی ہے تم سے پہلے کوئی مرد اُن سے نہیں مل سکا ہے۔ غرض یہ اُن سے ملے تو ذوالکلاع اور اُن کی زوجہ دونوں مسلمان ہوگئے۔ اور ذوالکلاع نے اس خوشی میں چار ہزار غلام آزاد کئے۔ حضرتؓ کے وقت میں جتنے تبع ہوئے اُن کے شامل چار ہزار غلام تھے۔ حضرتؐ نے اُن سے کہا کہ ان غلاموں کو میرے پاس بھیج دو تاکہ ہم اُن سے اسلامی خدمت کا کام لیں۔ اُنہوں نے کہا کہ نہیں یہ آزاد ہیں۔ اور اُن سب کو بھی آزاد کر دیا۔ ذوالکلاع اور ذوعمرو دونوں ملوک حمیر سے تھے۔ واللہ اعلم

(۱۴) عمرو بن امیہ ضمریؓ کو حضورؐ نے مسیلمہ کذاب کی طرف یمامہ بھیجا۔ اور پھر دوسرا خط دیکر سائب بن العوام یعنی زبیر بن العوامؓ کے بھائی کو بھی مسیلمہ کی طرف بھیجا۔ مگر وہ بدنصیب ایمان نہ لایا

(۱۵) فروہ بن عمرو الجذامی قیصر روم کی طرف سے معان کے عامل تھے۔ اور اطراف کے شامی اور عربی علاقوں پر اُنکی حکومت تھی۔ بعض روایات میں ہے کہ اُن کے پاس بھی حضورؐ نے قاصد بھیجا لیکن ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے خود مسعود بن سعد کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا اور اپنے اسلام کی خبر دی۔ اور ہدیہ بھی بھیجا جس میں ایک بغلہ بھی تھا جس کا نام فضہ تھا۔ ایک گھوڑا جس کا نام الضرب تھا۔ اور ایک گدھا جس کو یعفور کہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یعفور اور حفیر ایک ہی ہے۔ کچھ کپڑے سندس کی قبا جس میں سونے کا کام تھا۔ حضورؐ نے ہدیہ قبول فرمایا۔ اور مسعود ابن سعد کو بارہ اوقیہ اور ایک نش عنایت فرمایا۔

(۱۶) عیاشؓ ابن ابی ربیعہ مخزومی کو حضورؐ نے حارث مسروح اور ضمیم ابن عبد کلال کی جانب بھیجا تھا۔

لہ عیاش میں اصل عدہ غین معجمہ بعد الف بعد ہا بلین مہملہ ہے حضرت خالدؓ کے ابن عم اور ابوجہل کے ابن اخی ہیں۔ ابوجہل کہ سے ان کو مکہ لے گیا۔ ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لے گئے۔ جیسی میں ہے کہ حضورؐ نے اُن کیلئے قنوت میں دعا کی تھی ۱۲ منہ عمرو بن امیہ ضمری سفیر حبشہ کے ساتھ مکہ آئے اور مدینہ میں جنگ کی بعد اسلام قبول فرمایا ۱۲ منہ

نجاشی کے پاس حضورؐ کا مکتوب لیکر گئے تھے اور نجاشی نے اسلام قبول کیا تھا۔

رسول اللہؐ کے خطوط

صحیحین میں ہے کہ حضورؐ نے ہرقل قیصر روم کو خط لکھا۔ وہ خط یہ تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم۔ سلام علی من اتبع الھدیٰ۔ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام۔ اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین۔ فان تولیت فان علیک اثم الاریسیین۔ ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل کی جانب جو روم کا حکیم ہے سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ امابعد میں تم کو اسلام کے گھر کی دعوت دیتا ہوں اسلام لاؤ سلامت رہوگے۔ اور خدا تم کو دوہرا اجر دے گا لیکن اگر تم نے روگردانی کی تو تمہاری تمام جاہل رعایا کا گناہ تم پر ہوگا اور اے اہل کتاب تعالوا الخ الآیۃ

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اُن سے ابوسفیان نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ کا خط شام میں گیا تھا تو ہم وہیں تھے۔ دحیہؓ بھی وہ خط لائے تھے۔ اُنہوں نے بصریٰ کے امیر کو دیا تھا۔ اور امیر بصریٰ نے ہرقل کو دیا۔ ہرقل نے دریافت کیا کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے کیا اُس کی قوم میں کوئی آدمی یہاں ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ اس لئے وہ لوگ بلائے گئے اور میرے چند ساتھیوں کو ہرقل کے پاس لے گئے۔ ہرقل نے پوچھا کہ اُن کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں ہوں

لہ وجہ کسر دال و فتح دونوں صحت سے ثابت ہیں۔ اختلاف ہے لیکن ابن السکیت کہتے ہیں کہ کسر ال بہتر ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ فتح دال بہتر ہے اور کچھ نہیں کہتے۔ قال النووی واللہ اعلم ۱۲ منہ

ٹہ بصریٰ بضم با بحاز اور شام کے درمیان اور اُن کا شہر ہے جس میں قبائل ہیں ۱۲ منہ

اس لیے ابوسفیان کو ہرقل کے سامنے بلایا اور اُس کے ساتھیوں کو اُس کے پیچھے۔ پھر ہرقل نے ترجمان کے ذریعہ کہا کہ مدعی نبوت کے بارہ میں ہم تمہاری سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم سے یہ کوئی بات غلط کہیں تو تم لوگ ظاہر کیجیو۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ اگر ہم کو جھوٹ ظاہر ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ضرور اس موقع پر ہم بہت سی بات بنا کر کہتے۔

ابوسفیان نے کہا کہ

ہرقل نے پوچھا کہ اُن کا حسب کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ ہمارے درمیان اُن کا حسب بہت اچھا ہے۔ پھر پوچھا کہ اُن کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ دعوی نبوت سے پہلے تم لوگوں نے اُن کو کبھی جھوٹا پایا؟ میں نے کہا نہیں۔ پوچھا کہ اُن کی اتباع شرفاء کرتے ہیں یا ضعفاء جس طرح کہ ضعفاء پر پوچھا ان کے متبعین بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں۔ میں نے کہا بڑھتے ہیں۔ پوچھا کہ آیا کوئی متبع دین سے ناراض ہو کر علیحدہ ہوتا ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ پوچھا کیا اُن سے اور تم لوگوں سے کبھی مقاتلہ ہوا۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ پوچھا کیا حال رہا؟ میں نے کہا کہ کبھی ہم غالب ہوئے کبھی وہ۔ پوچھا کیا وہ کبھی عہد شکنی بھی کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں لیکن ایک معاہدہ ابھی ہمارے اُن کے درمیان ہے معلوم نہیں اس میں کیا کریں گے۔ پوچھا کہ کیا تم میں کسی نے پہلے بھی ایسا دعوی کیا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔

ہرقل نے ان جوابات کو سُن کر کہا کہ انبیاء اسی طرح ذی احساب ہوتے ہیں۔ اگر اُن کے آباء میں کوئی بادشاہ ہوتا تو گمان ہوتا کہ اپنے آباء کا ملک حاصل کرنے کے لیے ایسا دعوی کرتے ہیں اور انبیاء کے متبعین اسی طرح پہلے ضعفاء ہوا کرتے ہیں۔ اور جس شخص نے انسان پر جھوٹ نہ باندھا ہو وہ خدا پر کیونکر جھوٹ باندھ سکتا ہے۔ اور انبیاء کے متبعین راسخ الایمان ہوتے ہیں اسی لیے مرتد نہیں ہوتے۔ اور انبیاء کے متبعین اسی طرح رفتہ رفتہ بڑھتے ہیں۔ لڑائیوں میں انبیاء کی یہی حالت ہوتی ہے کبھی غالب کبھی مغلوب لیکن آخری کامیابی اُن کی یقینی ہے۔ انبیاء اسی طرح غدار نہیں ہوا کرتے۔ ہاں اگر تم لوگوں کو کوئی پہلے ایسا دعوی کرنا ثابت ہوتا کہ یہی تکرار ایسا دعوی کرتے ہیں۔

پھر پوچھا کہ اچھا بتاؤ وہ کس بات کا تم لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا نماز۔ روزہ۔ صلہ رحم

اور عفاف کا۔ اس پر ہرقل نے کہا کہ یہ جو کچھ تم نے کہا اگر صحیح ہے تو وہ ضرور نبی ہیں۔ ہم لوگ یہ تو جانتے تھے کہ ایک نبی کا ظہور ہونے کو ہے مگر یہ نہ معلوم تھا کہ اُن کا ظہور تم لوگوں میں ہوگا۔ میری خواہش ہے کہ کامل اُن کی زیارت ہوتی۔ اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو اُن کا پیرو ہوتا۔ اُن کی حکومت اس مقام تک پہنچے گی جہاں اس وقت میرا قدم ہے۔

لیکن مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ ہرقل نے حضورؐ کو خط لکھا کہ میں مسلمان ہوں تو حضورؐ نے فرمایا کہ کاذب ہے جھوٹ کہتا ہے وہ تو اپنی نصرانیت پر ہے۔ اسکے علاوہ غزوۂ موتہ میں خود ہرقل نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا واللہ اعلم

اور حضورؐ نے کسریٰ کو خط لکھا۔ اس کسریٰ کا نام پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ وآمن باللہ ورسولہ وشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی جانب سے کسریٰ شاہ فارس کو۔ سلام ہو اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اور ایمان لائے خدا پر اور خدا کے رسول پر اور گواہی دے کہ خدا ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندہ اور رسول ہیں اور میں تجھ کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں میں خدا کا فرستادہ ہوں سارے انسان کی طرف۔ تاکہ اُن کو خوف دلاؤں اور کافروں پر حجت قائم ہو جائے اسلام قبول کر و سلامت رہو گے۔ اور اگر تم نے انکار کیا تو سارے مجوس کا وبال تم پر ہوگا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن حذافہ سہمی نے رسول اللہ کا خط بحرین کے رئیس کو دیا۔ اور اُس نے کسریٰ کو دیا۔ کسریٰ نے جب اس خط کو سنا تو غصہ میں اُس کو ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا۔ حضورؐ کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ خدا اس کے ملک کو ٹکڑہ ٹکڑہ کر دے۔ اُس کے بعد ہی کسریٰ مارا گیا اور

ہ کسریٰ پرویز کو اسکے لڑکے نے قتل کیا۔ اُسکے بعد سے یہ حکومت ختم ہو گئی۔ فارس مجوسی مذہب سے ہٹ گیا اور ایران پر مکمل مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اس کا ملک تازہ تازہ ہو گیا۔

اور حضورؐ نے نجاشی اصحمہ حبشہ کو خط لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی النجاشی الاصحم ملک الحبشۃ اسلمت فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن واشھد ان عیسیٰ بن مریم روح اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول الطیبۃ الحصینۃ فحملت بعیسیٰ فخلقہ اللہ من روحہ ونفخہ کما خلق آدم بیدہ وانی ادعوک الی اللہ عز وجل وحدہ والموالاۃ علی طاعتہ وان تتبعنی وتؤمن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وقد بعثت ابن عمی جعفرا معہ نفر من المسلمین فاذا جاءوک فاقرھم ودع التجبر فانی ادعوک وجنودک الی اللہ عز وجل وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصیحتی والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی اصحمہ حبشہ کی جانب۔ اسلام قبول کرو میں تمہارے سامنے خدائی مہربان ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے پاک ہے سارے عیب سے سالم ہے اپنے رسول کی تصدیق کرنیوالا ہے پناہ دینے والا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی روح اور اسکا کلمہ ہیں جو اللہ نے پاک بتول مریم پر ڈالا جس سے وہ حاملہ ہوئیں تو حضرت عیسیٰ کو اپنی روح اور اپنی پھونک سے پیدا کیا جس طرح آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور میں تمہیں اللہ عزوجل کیطرف بلاتا ہوں میں نے تمہارے پاس اپنے چچا زاد بھائی جعفر کو بھیجا ہے اور چند مسلمان ہیں جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کی عزت کرنا تکبر نہ کرنا میں تمہیں اللہ عزوجل کی طرف اور تمہارے لشکر کی طرف بلاتا ہوں میں نے پہنچا دیا اور نصیحت کی میری نصیحت قبول کرو اور سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

یہ خط محرم ۷ھ میں عمرو بن امیہ ضمری کی معرفت آپ نے حبشہ بھیجا۔ اس میں اختلاف ہے کہ نجاشی مسلمان ہوا یا نہیں۔ ابن اسحاق نے وہ خط بھی نقل کیا ہے جو نجاشی نے اس خط کے جواب میں لکھا اور اس میں اپنا اسلام قبول کرنا اور رسول اللہ کی رسالت کو تسلیم کرنے کا اقرار ہے۔

ابن اسحاق یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ وہی نجاشی ہے جس کے جنازہ کی نماز غائبانہ حضورؐ نے پڑھی تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کے جنازہ کی نماز حضورؐ نے پڑھی تھی وہ ۹ھ میں ہجرت سے پہلے فوت ہو گئے۔ اس وقت نجاشی وہ نجاشی تھا جس کا نام صحمہ ابن ابجر بعض

روایتوں میں مذکور ہے۔ یہ خط مقوقس کے پاس گیا۔ مقوقس کے پاس جو نجاشی کا نام لکھا ہے اس اختلاف کی وجہ سے ہے اور مقوقس سے حضورؐ نے جس کے جنازہ کی نماز پڑھی کہتے ہیں وہ بھی وہی تھا۔

اس خط کے پہلے اور بعد بھی نجاشی کے پاس حضورؐ نے خطوط بھیجے ہیں۔ ایک خط میں ابو سفیان کو آپ نے خط کیا تھا۔ اور نجاشی نے وہیں آپ کا نکاح ام حبیبہؓ سے کر دیا تھا اور چار سو مثقال طلا مہر خود ادا کر دیا تھا۔ ان خطوط کے واقعات میں رواۃ نے غلط ملط کر دیا ہے جس کی وجہ سے مختلف شکل ہو گئی ہے واللہ اعلم

اور حضورؐ نے مقوقس ولد اغاط حاکم اسکندریہ کو خط لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد عبد اللہ ورسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم واسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم القبط یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد کی جانب سے جو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے مقوقس کے جانب جو قبط کا عظیم ہے۔ سلام اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے امابعد میں تم کو اسلام کے کلمہ کی طرف بلاتا ہوں اسلام قبول کرو سلامت رہو گے۔ اسلام قبول کرو خدا تم کو دوہرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو سارے قبط کا گناہ تم پر ہو گا۔ اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان متفق علیہ ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں ہم میں کا بعض بعض کو خدا کے سوا مالک نہ بنائے اور اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

حاطب ابن ابی بلتعہ اس خط کو لیکر مقوقس کے پاس پہنچے کچھ عرصے قبل ایک شخص خاطب نامی کا دعویٰ گزرا تھا۔ وہ دعویٰ غلط ثابت ہوا۔ آپکا لقب تم کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

ملک المقوقس عمرو بن یامین فتح فتوح مصر وکنوزھا واموالھا وذخائرھا وطرائفھا وتحریر معجم البلدان

میں تم کو دین اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اور بلا شبہ حضرت عیسیٰ کی بشارت حضرت محمدؐ کے حق میں ویسی ہی ہے جیسا حضرت موسیٰ کی بشارت حضرت عیسیٰ کے حق میں ہے میں تم کو آج قرآن کی طرف اسی طرح بلاتا ہوں جس طرح تم یہود کو انجیل کی طرف بلاتے رہے۔ تمہارے نبی کا زمانہ پایا ہے غور کرو کہ اب تمہیں کیا کرنا چاہیئے مقوقس نے کہا کہ میں نے اس کے متعلق غور کیا ہے وہ کسی بُری بات کا حکم نہیں دیتے اور کسی اچھی بات سے منع نہیں کرتے نہ وہ گمراہ ساحر ہیں۔ نہ جھوٹے کاہن۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اُن میں نبوت کی علامتیں بھی پائی جاتی ہیں مقوقس نے حضورؐ کے خط کو بہت عزت سے لیا اور ایک ہاتھی دانت کے ڈبہ میں محفوظ کر کے رکھا پھر ایک کاتب کو بلا کر عربی میں حضورؐ کے خط کا جواب لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم لمحمد بن عبد اللہ من المقوقس عظیم
القبط سلام علیک اما بعد فقد	قبط کی طرف سے سلام ہو آپ پر۔ امابعد میں نے آپ کا
قرأت کتابک وفہمت ما ذکرت فیہ	خط پڑھا۔ اور اُس میں جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے اور
وما تدعو الیہ۔ وقد علمت ان نبیا	جس بات کی طرف آپ بلاتے ہیں اُس کو سمجھا۔ مجھکو معلوم
بقی وکنت اظن انہ یخرج بالشام۔ وقد	ہے کہ ایک نبی باقی ہیں مگر میرا گمان تھا کہ اُن کا ظہور شام
اکرمت رسولک وبعثت الیک بجاریتین	میں ہوگا میں نے آپکے قاصد کی عزت کی۔ اور آپکے
لہما مکان فی القبط عظیم وبعثت	واسطے دو لونڈیاں بھیجیں جنکا قبط میں بڑا درجہ ہے اور کپڑے
الیک ایضا بملحفۃ لتنزلہا وابلۃ علیک	آپ کے لئے بھیجے۔ اور ایک خچر بھیجا تا کہ آپ اس پر
والسلام	سواری کریں۔ والسلام علیک

اپنا اسلام لانا ظاہر نہ کیا۔ جاریہ ایک تو ماریہ قبطیہ تھیں اور دوسری سیرین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہی جاریہ تھیں مگر ابن اسحٰق سے زاد المعاد میں ایک روایت ہے جس کو ہم قاصد رسول اللہ لکھ چکے ہیں بیان کر چکے ہیں کہ ایک اور جاریہ تھیں قیرسی۔ اور واقدی الاجابہ میں ایک روایت ہے کہ پانچ جاریہ تھیں مگر نام نہیں معلوم۔ ابن قیم نے بھی اصابہ میں اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ بلاذری فتوح میں حضرت معاویہؓ کے زمانہ تک زندہ رہنا۔ اس خط میں مقوقس نے ساری چیزوں کی فہرست نہیں دی ہے سکے خلاوہ اور

چیزیں بھی تھیں جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں۔ اور حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس نے ایک سو مثقال سونا دیا اور کپڑے بھرپایا دا سلام

اور حضورؐ نے ہوذہ بن علی صاحب یمامہ کو خط بھیجا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے ہوذہ بن علی
من محمد رسول اللہ الی ہوذہ	کی جانب سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے
بن علی سلام علی من اتبع الہدی	اور جان لو کہ میرا دین وہاں تک پہنچے گا جہاں تک
واعلم ان دینی سیظہر الی منتہی	چوپائے اور گھوڑے جا سکتے ہیں تو اسلام قبول کر لو تم محفوظ
الخف والحافر فاسلم تسلم واجعل	رہو گے۔ اور جو کچھ تمہارے اختیار میں ہے جس کا
لک ما تحت یدیک	مالک ہم تمہیں کو بنا دینگے۔

جب علیطن عمرو عامری اس مرسلہ خط کو لیکر ہوذہ بن علی کے پاس گئے۔ تو اُس نے ان کو بڑے عزت کے ساتھ اتارا خط سنا پھر اُس کا جواب لکھا۔

ما احسن ما تدعو الیہ واجملہ	کیسی اچھی اور کیسی بہترین بات ہے جس طرف آپ ہمیں
والعرب تہاب مکانی فاجعل لی	بلاتے ہیں۔ عرب میرے مرتبہ کی عزت کرتے ہیں
بعض الامر اتبعک	بعض اختیارات مجھے بھی دیجئے جو آپ کی اتباع کر سکوں۔

علیطن عمرو کو اُس نے اچھا صلہ دیا۔ اور خچر کا بنا ہوا کپڑہ پہنایا۔ اور خط دیکر رخصت کیا۔ یہ اُن سب چیزوں کو لیکر حضورؐ کے پاس آئے۔ اور حضورؐ نے اُس کا خط سنا تو فرمایا کہ اگر وہ ایک انگل زمین یا ایک کھجور برابر زمین مانگتے تو میں نہ دوں گا۔

حضورؐ جب فتح سے لوٹے تو حضرت جبرئیل نے آپ کو خبر دی کہ ہوذہ مر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ غریب برا مرا ایک کذاب ظاہر ہوگا۔ اور بیس برس حکمران کیا جائے گا۔ ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اُس کو

لہ الخف والحافر خف جوتے وغیرہ۔ حافر گھوڑا وغیرہ کو کہتے ہیں اور بیر کہتے ہیں اور حافر کہا جائے اس واسطے کہ اکثر اوقات عرب کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جہاں تک اونٹ اور گھوڑے کہ پہنچ سکتے ہیں ۱۲ منہ

مہ مثقال ایک وزن ہے تقریباً ساڑھے چار ماشہ بھر کا ہے

کون خلق ہے گا۔ فرمایا اگر تم اور تمہارے ساتھی یہ بیعت کہ اب سے متعلق پیشین گوئی تھی۔

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ ھوذہ کے پاس دمشق کا ایک بڑا نصرانی تھا۔ اُس نے ھوذہ سے رسول اللہ سے متعلق سوال کیا۔ تو ھوذہ نے کہا کہ میرے پاس اُن کا خط آیا تھا۔ اسلام کی دعوت دی تھی میں نے قبول نہ کیا۔ پوچھا کیوں۔ ھوذہ نے کہا کہ مجھکو اپنے دین سے حسن ظن ہے۔ اور میں ایک قوم کا بادشاہ ہوں اگر میں اُنکی اتباع کر لیتا تو اپنے ملک کا مالک نہ رہتا۔ نصرانی نے کہا کہ اگر تم اُن کی اتباع کرتے تو بلاشبہ وہ تم کو مالک رہنے دیتے۔ اور تمہارے لیے بھلائی بھی تھی کہ اُن کی اتباع کرتے۔ وہ عرب کے بھی نبی ہیں جسکے ذکر سے عیسیٰ مریم نے اُن کی بشارت دی ہے۔ اور انجیل میں لکھا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں

حارث بن ابی شمر غسانی کو حضور نے خط لکھا۔ اور شجاع بن وھب کے ذریعہ سے بھیجا

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی الحارث ابن ابی شمر سلام علی من اتبع الھدی و امن بہ وصدق و انی ادعوک الی ان تؤمن باللہ وحدہ لاشریک لہ یبقی لک ملکک۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث ابن ابی شمر کی جانب سلام ہو اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اور اُس پر ایمان لائے۔ اور پھر جانتا ہے میں تم کو بلاتا ہوں اس طرف کہ خدا پر ایمان لاؤ۔ جو ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں تو تمہارا ملک تمہارے پاس باقی رہے گا۔

یہ حارث کا قاتل تھا۔ قتل کی جانب سے سمجھ یہ ہے کہ یہ گمان نہ ہوا۔ حارث کے حصے کے جو اُسکی جگہ حکمران ہوا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ خط حضور نے جیسا ابن ابجر کے پاس بھیجا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ شجاع بن وھب ہی دمشق کے حاکم حارث کے پاس گئے تھے

اور ان سے بادشاہ کو حضور کے خط کا پڑھ کر سنانا حضور کے خاص صحابہ میں تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد بن عبد اللہ الی جبلۃ بن الایھم

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد بن عبد اللہ کی جانب جبلہ بن ایہم کو جو دو برس تک غسانی کے سردار رہے اور جو راہ راست کی پیروی کرتے اور

علی ادعوکما بدعایۃ الاسلام اسلما تسلما فانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لأنذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین فاسلما ان اقررتما بالاسلام ولیتکما وان ابیتما ان تقرا بالاسلام فان ملککما زائل عنکما وخیلی تحل بساحتکما وتظھر نبوتی علی ملککما۔

کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ دونوں سلامت ہو جاؤ دونوں سلامت ہو گے میں خدا کا رسول ہوں۔ تمام انسان کی طرف تاکہ آگ سے ڈراؤں کافروں کو اور ثابت ہو جائے قول کافروں پر پس اگر مسلمان ہو جاؤ تو میں تم کو تمہارے حکم پر والی رکھوں گا اور اگر قبول اسلام سے انکار کرو گے تو تمہارا ملک تمہارے ہاتھوں سے نکل جائیگا اور میرے سوار تمہارے مکان میں داخل ہونگے اور میری نبوت تمہارے ملک میں غالب ہوگی۔

اس خط کو حضرت ابی بن کعب نے لکھا۔ اور اُس پر مہر کی گئی تھی۔ واقدی کہتے ہیں کہ میں اس خط کو لیکر حوران پہنچا۔ تو وہاں پہلے عبد بن الجلندی سے ملا کیونکہ وہ حضرت عمر کے زمانہ تک زندہ رہے تھے میں نے کہا کہ میں رسول اللہ کا قاصد ہوں تمہاری طرف اور تمہارے بھائی کی طرف آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے بھائی سے تو وہ مجھ سے بزرگ ہیں اور وہی بادشاہ ہیں میں تم کو اُن کے پاس پہنچا دیتا ہوں پھر جو چاہو کرو۔ کیا بات ہے جس کی تم دعوت دیتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں تم کو خدا کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اس طرف بلاتا ہوں کہ خدا کے سوا اور جتنی چیزیں پوجی جاتی ہیں اُن کی پرستش چھوڑ دو۔ اور گواہی دو کہ محمد اُس کے بندے اور اُسکے رسول ہیں۔

عبد نے کہا کہ تم تو ہم ہی قوم کے ایک سردار کے لڑکے ہو۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے باپ نے کیا کیا کیونکہ اس میں میرے لیے ایک مثال ہے۔ میں نے کہا وہ مر گئے مگر محمد نے ان کو زندہ کیا۔ ان کا گمان نہ لائے۔ اور میری دلی خواہش یہ ہے کہ کاش وہ مسلمان ہو گئے ہوتے۔ میں بھی اُنہیں کی رائے پر چلتا مگر خدا نے مجھ کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت دی۔ اُس نے پوچھا کہ تم نے کب اُن کی اتباع کی میں نے کہا تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ پوچھا تمہارا مکان کہاں ہے۔ میں نے کہا مجدلی کے پاس۔ اور میں نے اُنکو یہ بھی بتایا کہ غسانی سلطان کون ہے۔ پوچھا کہ اس کی قوم نے اپنے بادشاہ کے ساتھ

کیا جاؤ ہیں نے کہا کہ اس کو خزانہ رکھا اور اُس کی اتباع کی پوچھا کہ کیا سردار اور رہبانوں نے بھی اُس کی اتباع کی ہیں نے کہا کہ ہاں۔ تو اُس نے کہا کہ اے عمرو دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو۔ جھوٹ سے زیادہ بُری خصلت اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ ہیں نے کہا کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا ہے اور نہ ہمارے دین میں جھوٹ جائز ہے۔ اُس نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ نجاشی کے اسلام کی خبر ہرقل کو نہیں ہوئی ہیں نے کہا کہ ہاں ہوئی۔ پوچھا کہ تمکو کیسے معلوم ہوا۔ ہیں نے کہا کہ نجاشی ہرقل کو خراج بھیجتا تھا جب مسلمان ہوا تو اُس نے کہا کہ خدا کی قسم ہرقل نے ایک درم بھی جو مجھ سے طلب کیا تو ہم نہ دیں گے۔ ہرقل کو اُس کی خبر ہوئی تو اُس کے بھائی نیاق نے کہا کہ کیا تم اس غلام کو اس طرح چھوڑ دو گے کہ خراج نہ ادا کرے اور ایک نیا دین جو تمہارے دین کے خلاف ہے قبول کرلے۔ ہرقل نے کہا کہ کسی کو کسی دین کی طرف رغبت ہوئی اُس نے اُس کو قبول کیا تو ہم کیا کریں اور اگر تمکو یہ خیال نہ ہوتا تو ہم بھی وہی کرتے جو اُس نے کیا۔ عمرو نے کہا کہ عمرو دیکھو تم کیا کہہ رہے۔ ہیں نے کہا خدا کی قسم سچ کہہ رہا ہوں۔

عمرو نے کہا کہ اچھا بتاؤ محمد کس کام کا حکم دیتے ہیں اور کس بات سے منع کرتے ہیں ہیں نے کہا اللہ عزوجل کی طاعت کا حکم کرتے ہیں معصیت سے منع کرتے ہیں۔ احسان اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں۔ ظلم اور عدوان سے منع کرتے ہیں۔ زنا اور شراب سے منع کرتے ہیں پتھر بت۔ اور صلیب سب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔

عمرو نے کہا۔ یہ کیسی اچھی باتیں ہیں جس طرف وہ لوگوں کو بلاتے ہیں۔ اگر بھائی ساتھ دیتے تو ہم بھی سوار ہوتے اور محمد پر ایمان لاتے اور اُن کی تصدیق کرتے لیکن بھائی کو ملک کی محبت ہے نہیں ہو سکتا کہ وہ اُس کو چھوڑ دیں ہیں نے کہا کہ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو رسول اللہ انکی قوم پر انہیں کو حاکم بنا دینگے۔ اُن کے اغنیاء سے صدقہ وصول کرینگے اور اُن کے فقراء پر تقسیم کرینگے۔ کہا یہ تو بہت ہی اچھا اخلاق ہے۔ اچھا صدقہ کیا ہے تب جس طرح رسول اللہ نے صدقہ فرض کیا ہے ہیں نے وہ سمجھا دیا۔

عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ میں چند روز وہاں ٹھہرا عبدبن الجلندی اپنے چھوٹے بھائی کو روزانہ میری خبر دیتا تھا۔ ایک روز جیفر ابن الجلندی نے مجھے بلایا۔ میں عبد کی مجلس سے وہاں پہنچا۔ مجلس میں بیٹھنا چاہا تو سب نے بیٹھنے نہ دیا۔ میں نے جیفر کی طرف دیکھا تو اُس نے کہا کہ بولو تم کو کیا حاجت ہے۔ میں نے رسول اللہ کا خط دیا۔ اُس نے مہر توڑی اور پورا خط پڑھا۔ اُس کے بعد اپنے بھائی کو دیا اُس نے بھی پورا پڑھا پھر مجھ سے پوچھا کہ بتاؤ قریش نے کیا کیا۔ میں نے کہا سب نے اتباع کی یا تو رغبت سے دین قبول کرکے یا تلوار کے خوف سے۔ پوچھا کہ اُن کے شامل کون لوگ ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رغبت اور خوشی سے اُن کے دین کو قبول کرلیا ہے اور سب کے مقابلہ میں اُنہیں کو اختیار کرلیا ہے۔ اور اپنی عقلوں سے اور اس ہدایت سے جو خدا نے اُن کو عطا کی ہے یہ سمجھ گئے ہیں کہ ہم پہلے گمراہی میں تھے اور ہم نہیں جانتے کہ اب اس زمین میں تمہارے سوا اور کوئی باقی رہ گیا ہو جس نے اُن کی اطاعت نہ کی ہو۔ اور تم نے بھی اگر اسلام قبول نہ کیا اور اُن کی اتباع نہ کی۔ تو اُن کے سوار آئیں گے اور تمہارے سرزمین کا صفایا کردیں گے۔ اسلام قبول کرو سلامت رہوگے۔ اور وہ تم کو تمہاری قوم پر حکومت کرنے کا اختیار دیں گے۔ سوار اور پیدل کوئی نہ آئے گا۔

اس گفتگو کے بعد اُس نے کہا کہ اچھا آج تو ہمیں سونے پینے دو کل پھر آنا۔ میں وہاں سے آیا تو پھر اُس کے بھائی سے ملا۔ اُس نے کہا کہ اے عمرو جو تو امید ہوگئی ہے کہ وہ مسلمان ہوجائے دوسرے روز میں پھر گیا تو اندر جانے کی مجھے اجازت نہ ملی میں پھر اُسکے بھائی کے پاس گیا تو میں اُس سے اُس کے پاس پہنچا۔

جیفر نے کہا کہ جس بات کی تم نے ہمیں دعوت دی اُس پر ہم نے غور کیا جو کچھ میرے ساتھ ہیں اگر یہ سب کچھ ہم اُن کو دیدیں تو عرب میں مجھ سے زیادہ ضعیف اور کوئی نہ ہوگا۔ اور اُن کی فوج تو یہاں آنے لگی ہیں اور اگر آئی تو مجھے ڈبو پڑے گا اور یہ ترائی دھرس کی ترائی کی طرح ہوگی۔ میں نے کہا بہتر تو ہم کچھ جانتے ہیں جب میری روانگی کا اُن سب کو یقین ہوگیا تو پھر اُن سے

Scanned by CamScanner

پھر اپنے بھائی سے تنہائی میں ملا۔ اور بتایا کہ ایک قوم باقی رہ گئے ہو ورنہ جسکے پاس انہوں نے قاصد بھیجا سب نے قبول کیا۔ تب اس نے پھر ہمیں بلا بھیجا اور دونوں بھائی مسلمان ہوئے اور رسول اللہ کی تصدیق کی۔ صدقہ وصول کرنے کا ہمیں اختیار دیا۔ اور قوم کے نزاعات میں بھی ہمیں حکم تسلیم کر لیا۔ اسکے بعد اگر کوئی میری مخالفت کرتا تو دونوں بھائی میرے معین ہوتے۔

صدیق اکبرؓ کا حج

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضورؐ جب تبوک سے واپس آئے تو بقیہ رمضان۔ اور شوال و ذیقعدہ ٹھہرے رہے اس کے بعد حضرت صدیقؓ کو امیر حج کر کے روانہ کیا۔ تاکہ مسلمانوں کو حج کرائیں ابن سعد کہتے ہیں کہ مدینہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تین سو آدمی روانہ ہوئے۔ اور رسول اللہ نے ان کے ساتھ دس بدنہ روانہ کیا جس کی تقلید کا شعار رسول اللہ نے خود اپنے ہاتھ سے کی تھی۔ اور اس پر ناجیہ بن جندب اسلمیؓ کو مقرر کر دیا تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ خود اپنی طرف سے پانچ بدنے لے گئے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اسکے بعد سورہ برات کی بیس نقص عدد کے بارہ آیتیں نازل ہوئیں تب حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے ناقہ پر جس کا نام العضباء تھا روانہ کیا۔ تاکہ وہ سورۂ براۃ کو کفار کے سامنے پڑھ دیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ جب مقام العرج میں پہنچے۔ اور ابن عائذ کہتے ہیں کہ مقام عثمان میں آئے تو ان کے پاس حضرت علیؓ العضباء پر سوار ہوتے اور ان کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھا تو پوچھا کہ آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مامور ہو کر۔ اس کے بعد دونوں حضرات مکہ روانہ ہوئے۔ ابن سعد یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ نے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ نے مناسک حج ادا کرانے کے لیے آپ کو حکم دیا ہے حضرت علیؓ نے کہا کہ نہیں۔ مجھکو تو اسلیے رسول اللہ نے بھیجا ہے کہ لوگوں کو سورۂ براۃ پڑھکر سنا دوں اور جس کے ساتھ عہد ہے اس کا عہد واپس کر دوں۔

الغرض حضرت صدیقؓ نے حج کرایا خطبہ پڑھا مناسک کی تعلیم دی۔ اور حضرت علیؓ نے

---

* حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ کی اللہ تعالیٰ نے دوست بنایا ہے (مسلم و مشکوٰۃ ۵۵۵)

یوم النحر میں جمرہ کے قریب کھڑے ہو کر اعلان کیا جیسا کہ ان کو رسول اللہ نے کہا تھا۔ اور جس کے ساتھ عہد تھا اس کا عہد واپس کرنے کا اعلان کیا۔ اور کہا کہ اے لوگو آج کوئی کافر جنت میں نہیں جائے گا۔ اور اس سال کے بعد* کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔ اور جس کا عہد رسول اللہ کے ساتھ کسی معین مدت کے لیے ہے وہ عہد باقی رہے گا۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ حمیدی نے روایت کیا ہے۔ کہ زید بن یثیع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ حج میں کس کام کے لیے بھیجے گئے تھے۔ فرمایا کہ چار احکام دیکر بھیجا گیا تھا اوّل یہ کہ جنت میں مومن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا۔ دوم یہ کہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ سوم یہ کہ مسلمان اور کافر اس سال کے بعد کعبہ میں جمع نہ ہوں۔ چہارم یہ کہ رسول اللہ کے ساتھ جس کا معاہدہ کسی معین مدت کے لیے ہے وہ معاہدہ اس مدت تک قائم رہے گا۔ اور جس کا معاہدہ کسی معین مدت کے لیے نہیں ہے اس کو چار مہینہ کی مہلت ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صدیقؓ نے مؤذنین کو بھیجا اور ان کے ساتھ مجھے بھی تاکہ یوم النحر کو منیٰ میں اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔ اور وہی کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ منیٰ میں حضرت علیؓ نے بھی سورۂ برات کا اعلان کیا۔ اور کہا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔

ابن قیم لکھتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ یہ حج ذی الحجہ کے مہینہ میں تھا یا ذیقعدہ کے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ کفار جو مہینوں میں نسیء لگایا کرتے تھے اس کی وجہ سے یہ حج ذیقعدہ میں واقع ہوا تھا۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ حجۃ الوداع کے سال سے پہلے حج فرض ہوا تھا یا نہیں صحیح یہ ہے کہ حج اس وقت فرض ہوا جب یہ آیت نازل ہوئی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا یعنی خدا کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے جس کو راہ کی استطاعت ہو۔ یہ آیت سنہ ۹ھ کے آخر میں نازل ہوئی۔ اور اس کے بعد ہی حضورؐ نے حجۃ الوداع کیا۔ اسلیے حضرت صدیقؓ

---

* مشرکین چونکہ جس سال کے بعد مسجد حرام میں داخل نہ ہوں۔ (القاریہ)

Scanned by CamScanner

کا حج حج کے فرض ہونے سے پہلے تھا لیکن بعض کہتے ہیں کہ حج ۹ھ میں فرض ہوا۔ کوئی کہتا ہے ۸ھ میں کوئی کہتا ہے ۷ھ میں کوئی کہتا ہے ۶ھ میں حضرت صدیقؓ کے حج سے پہلے۔ مگر ابن قیم کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک قول کے لیے کوئی ایک دلیل بھی نہیں پائی جاتی۔ بعض نے سب سے بڑی دلیل یہ دی ہے کہ آیت اتموا الحج والعمرة لله ۵ حدیبیہ میں نازل ہوئی تھی یعنی ۶ھ میں۔ مگر اس آیت میں حج و عمرہ کے پورا کرنے کا حکم ہے جس طرح ہو رہا تھا۔ اسلام کی طرف سے کسی جدید حکم سے حج لازم نہیں کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ اور حضورؐ کی سیرت احکام الٰہی کے متعلق یہ ہے کہ جو چیز فرض ہوتی تھی اس میں آپ تاخیر نہیں فرماتے تھے۔ اگر ۶ھ میں حج فرض ہو گیا تھا تو آپ نے تین چار برس تاخیر کیوں کی۔ صحیح یہ ہے کہ ولله على الناس حج البيت کے نزول کے بعد ۹ھ کے آخر میں حج فرض ہوا اور ۱۰ھ میں آپ نے حج ادا کیا۔ واللہ اعلم

حضرت صدیقؓ کو بھیجنے کے بعد سورۂ برات کے اعلان کے لیے حضورؐ نے حضرت علیؓ کو روانہ کیا۔ اس لیے روافض یہ کہتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ معزول کر دیئے گئے تھے اور ان کی جگہ حضرت علیؓ کو حضورؐ نے امیر مقرر کر دیا تھا۔ مگر یہ بے علمی اور جہالت ہے۔ حضرت علیؓ نے خود فرمایا کہ میں مامور ہوں امیر آپ ہیں۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ نے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ نے مناسک حج ادا کرانے کے لئے آپ کو بھیجا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نہیں میں صرف سورۂ برات کا اعلان کروں گا حج آپ کرائیں گے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صدیقؓ نے بحیثیت امیر ان کو اور دوسرے مؤذنین کو منیٰ بھیجا کہ وہاں اعلان کریں۔ ان صریح بیانات کے علاوہ متن کی اور روایتیں بھی ہیں جو اس بات کی شاہد ہیں کہ امیر حضرت صدیقؓ ہی رہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علیؓ کو سورۂ برات کے اعلان کے لیے بھیجا۔ لیکن اس کی وجہ کیا ہوئی اس میں دو قول ہے۔ ابن اسحاق کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ برات کی ابتدائی آیتیں ہیں جن میں معاہدہ کے فسخ کا حکم تھا حضرت صدیقؓ کے روانہ ہو جانے کے بعد نازل ہوئیں۔ البتہ مشرکوں کے حج کا دوسرے سال سے امتناع اور ننگے طواف کرنے کی

۵ حج اور عمرہ کو اللہ کے واسطے پورا کرو۔

ممانعت غالباً پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اسلئے کہ حضرت صدیقؓ نے ابوہریرہؓ اور دوسرے مؤذنین سے صرف انہیں دو باتوں کا اعلان کرایا۔ معاہدہ کے احکام کا اعلان حضرت علیؓ نے کیا۔

آور اگر یہ آیتیں بھی پہلے نازل ہو چکی ہوں۔ اور حضرت صدیقؓ کو ان کے اعلان کا حکم بھی مل چکا ہو۔ تاہم حضرت علیؓ کو حضورؐ نے اسکے بعد اس لیے بھیجا کہ کفار معاہدہ کے خلاف کارروائی کو جائز اُسی وقت سمجھتے تھے جب صاحب معاہدہ خود اعلان کرے یا اُن کا رشتہ دار مولانا شاہ عبدالحق صاحب معارج النبوۃ ۵ میں اور امام بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت صدیقؓ کو چالیس آیتیں سورۂ برات کی دی تھیں کہ ان کا اعلان کر دیجو۔ لیکن اسکے بعد حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے ناقہ العضباء پر بھیجا۔ اور واپسی کے بعد حضرت صدیقؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا میرے خلاف کوئی حکم نازل ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں مگر یہ مناسب نہ تھا کہ میرے اہل کے سوا اور کوئی شخص معاہدہ کے متعلق اعلان کرے۔

سورۂ برات کی تیس یا چالیس آیتوں کا اعلان ہوا تھا جن میں اُس کی ابتدائی آیتیں جن میں معاہدہ کے متعلق ذکر ہے ذیل میں درج کرتا ہوں تاکہ معاہدہ کے متعلق اعلان کا مطلب معلوم ہو جائے گا۔

براءة من الله ورسوله الى الذين عاهدتم من المشركين فسيحوا في الارض اربعة اشهر واعلموا انكم غير معجزي الله وان الله مخزي الكافرين واذان من الله ورسوله الى الناس يوم الحج الاكبر ان الله بريء من المشركين ورسوله فان تبتم فهو خير لكم وان تولتم فاعلموا انكم غير معجزي الله وبشر الذين كفروا بعذاب اليم الا الذين	صاف ہو جانا اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے ان مشرکوں کو جن سے تم نے صلح کا عہد کیا تھا۔ تو اے مشرکو چل پھرو زمین میں چار مہینے اور جان لو کہ تم اللہ کو ہرا نہ سکو گے اور جان لو کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے اور اعلان ہے اللہ اور اسکے رسول کی طرف لوگوں کو حج اکبر کے دن کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہے اور اگر توبہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم اللہ کو ہرا نہ سکو گے۔ اور خبر سنا دے کافروں کو درد ناک عذاب کی مگر جن

۵ معارج النبوۃ سیرت کی معتبر کتاب ہے۔

Scanned by CamScanner

عاهدتم من المشركين ثم لم ينقصوكم شيئا ولم يظاهروا عليكم احدا فاتموا اليهم عهدهم الى مدتهم ان الله يحب المتقين فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم كل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوة واتوا الزكوة فخلوا سبيلهم ان الله غفور رحيم

مشرکوں سے تم نے عہد کر رکھا تھا۔ اور انھوں نے تمہارے ساتھ کوئی عہد شکنی نہیں کی۔ اور نہ کسی کی تمہارے خلاف امداد دی تو اُن کے عہد کو مدت تک پورا کرو۔ اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ پھر جب اشہر حرم نکل جائیں۔ تو مشرکوں کو قتل کرو جہاں پاؤ۔ اور اُن کو پکڑو۔ گھیرو۔ اور ہر گھات کی جگہ اُن کی تاک میں بیٹھو۔ اس کے بعد اگر توبہ کرلیں اور نماز قائم رکھیں۔ زکوٰۃ ادا کریں تو اُن کا راستہ چھوڑ دو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ اعلان حج اکبر کے دن ہوا اور عمرۃ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حج اکبر کا دن عرفہ کا دن ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اور ابن الزبیرؓ سے بھی مروی ہے عطاء۔ طاؤس۔ مجاہد۔ سعید بن المسیب کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت علیؓ کا فرمانا جس میں کہ میں نے رسول اللہ سے پوچھا تو کہا کہ وہ یوم النحر ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اس روایت کا حضرت علیؓ سے موقوف ہونا اصح ہے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ یوم النحر کے روز اعلان کیلئے اُن کو حضرت صدیقؓ نے بھیجا۔ اور اُسی روز حضرت علیؓ نے بھی رسول اللہ کے حکم کے موافق اعلان کیا۔

ان روایات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کفار سے معاہدہ منقطع کرنے کا اعلان بحکم خداوندی یوم النحر کے روز ہوا۔ اور اُسی روز سے چار مہینہ کی مہلت دی گئی لیکن یہ اُن لوگوں کو جن کا معاہدہ موقت نہ تھا کہ مطلق تھا کیونکہ جنکے معاہدہ کی کوئی مدت تھی اُن کا حکم آگے آتا ہے۔

اور جن کا معاہدہ موقت تھا اور اُنھوں نے کوئی عہد شکنی بھی نہ کی اور نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کی امداد کی تو حکم ہوا کہ اُن کے معاہدہ کی مدت پوری کرو۔ اور اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ وہ مدت چار مہینہ سے کم ہو یا چار مہینہ سے زیادہ ہو اس لیے ظاہر یہ ہے کہ ہر حال میں اُن کی

* حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عبداللہ بن عباس نے حج کیا تھا اور یہ ۱۷ھ کے قصہ تھا۔ ۱۲

مدت پوری کرنے کا حکم تھا۔ پھر ارشاد ہے کہ جب حرمت کے مہینے گزر جائیں تو اُن کو قتل کرو اس حکم کے متعلق دو باتیں تحقیق طلب ہیں۔ اوّل یہ کہ اشہر حرم سے کیا مراد ہے۔ دوم یہ کہ یہ حکم معاہدہ موقت اور غیر موقت دونوں کے ساتھ ہے یا ایک کے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ موقت معاہدہ مدت پوری ہونے کے بعد ختم ہوگا۔ اشہر حرم سے اُس کے تعلق نہیں ہے۔ یہ غیر موقت معاہدہ کے ساتھ ہے۔ اور غیر موقت معاہدہ کی مدت چار مہینہ ہے یوم النحر۔ ذی الحجہ کو اعلان ہوا اس روز سے ۱۰ دسویں تک دس مہینوں کو اس آیت میں اشہر حرم کہا گیا۔ اور ان دس مہینوں کے گزرنے کے بعد قتل کا حکم ہے اس اشہر حرم سے وہ مہینے مراد نہیں ہیں جس میں ہمیشہ قتال ممنوع ہے یعنی ذی قعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم اور رجب اس لیے کہ یوم النحر کے بعد ان اشہر حرم کے چار مہینے ہو نہیں سکتے ہیں واللہ اعلم

کتاب الوفود

فتح مکہ کے بعد سارے عرب کے خیالات میں ایک تغیر عظیم واقع ہوا حضورؐ جب فتح سے لوٹے تو جلد ہی مکہ چلے گئے۔ مگر وہاں سے لوٹکر جب حضور مدینہ تشریف لائے تو عرب کے بہت سے قبائل نے خود اپنے آدمی حضورؐ کی خدمت میں بھیجے اور اسلام قبول کیا۔ جن کے طوفٹ جمیر نے بھی مخلوط دیکھے اور اسلام قبول کرنے کی توفیق دی اللہ تعالیٰ نے اس پر خدا کا شکر ادا کرنے اور اُس کی حمد بیان کرنے کا حکم دیا۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح و رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا الآیۃ۔ بعض وفود اس سے پہلے بھی آئے تھے مگر چونکہ اس سال وفود کثرت سے آئے اس سال کو سنۃ الوفود کہتے ہیں۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جب وفود سے ملتے تو خود بھی لباس فاخرہ پہنتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے۔ اس سال کے وفود بھی اتنے ہیں کہ سب کا ذکر بالاستیعاب طول کا باعث ہے اس لیے ہم صرف اُن وفود کا ذکر کرتے ہیں جس میں حضورؐ کی سیرت کے متعلق کوئی اہم بات پائی جاتی ہے۔

وفد ثقیف جب حضورؐ طائف سے لوٹے اور عمرہ جعرانہ ادا کرنے کے بعد مدینہ جارہے تھے تو راستہ ہی میں مدینہ پہنچنے سے پہلے عروہ بن مسعود ثقفی حضورؐ کی خدمت میں

حاضر ہو کر مسلمان ہوئے حضرت عروہؓ ثقیف کے بڑے معزز شخص تھے۔ ان کا کچھ حال [illegible] میں عرض کر چکے ہیں مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے رسول اللہ سے اجازت چاہی کہ اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ حضورؐ کو ثقیف کے مزاج کا حال معلوم تھا آپ نے فرمایا کہ کہیں وہ تمہیں قتل نہ کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے آن میں سے مجھ کو جس قدر محبت کرتا ہے اور جس قدر میرے تعلق میں عروہ کو اپنے شرف اور مرتبہ پر بڑا اطمینان تھا سمجھتے تھے کہ ہرگز کوئی شخص میری مخالفت نہ کرے گا۔ جیسے یہ دونوں سے انوکھا راہی قوم میں گئے۔ اور اپنے مسلمان کی بابت پوری سب کو اسلام کی دعوت دی۔ اور اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا۔ اس پر فوراً ہر طرف سے تیر باری ہوئی ان کا بھی ایک تیر لگا اور اسی سے یہ شہید ہوئے۔ اُن سے لوگوں نے اُن کے قتل کے متعلق سوال کیا تو کہا کہ میری حالت انہیں لوگوں کی سی ہے جو رسول اللہ کے ساتھ تھے اور شہید ہوئے اور انہیں کے ساتھ مجھے دفن کرو۔

کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ کو عروہؓ کی شہادت کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ عروہ کی مثال اپنی قوم میں ایسی ہے جیسی صاحب یٰس کی اُن کی قوم میں جو حضورؐ اس کے بعد تک پہلے گئے اور بنی ثقیف ایک مہینہ تک عروہؓ کے حق میں اپنی حالت پر غور کرتے رہے۔ آخر ایک مہینہ کے بعد انہوں نے ایک جلسہ کیا اور اُس میں طے کیا کہ ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اطراف کے تمام عربوں کا ہم مقابلہ کریں۔ اور یہ سب مسلمان ہو چکے ہیں۔ پہلے ایک شخص کو رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا جائے۔ عروہ بن مسعودؓ کے بعد اُن کا ہم عمر اور ہم رتبہ دوسرا شخص اُن میں عبد یالیل بن عمرو بن عمیر تھا۔ اسکے پاس سب گئے۔ اُس نے کہا کہ میں یہ نہیں کر سکتا جب تک کچھ اور آدمی بھی میرے ساتھ نہ کرو۔ وہ ڈرا کہ جو سلوک ان لوگوں نے عروہؓ کے ساتھ کیا کہیں وہی سلوک میرے ساتھ نہ کریں۔

وہ لوگ اس پر راضی ہوئے اور حلیف قبائل میں سے دو آدمی اور بنی مالک کے بھی آدمی انکے ساتھ کئے۔ وہ پانچ آدمی یہ تھے۔ حکم بن عمرو وہب اور شرحبیل ابن غیلان حلیف کے اور بنی مالک میں سے عثمان ابن ابی العاص اور اوس بن عوف اور بعض کہتے ہیں ان پانچ آدمیوں کے ساتھ

عبد یالیل عروہؓ کے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ تبوک سے لوٹے تو یہ وفد مدینہ آیا۔ یہ لوگ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو مغیرہ بن شعبہؓ سے ملاقات ہوئی وہ بہت خوش ہوئے۔ اور جلدی چلے کہ رسول اللہ کو اس کی بشارت دیں۔ مگر راستہ میں ابوبکر صدیقؓ سے انہوں نے اُن سے کہا کہ ہم تم کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اس خبر کو رسول اللہ کے سامنے پہلے ہمیں بیان کرنے دو چنانچہ حضرت صدیقؓ نے حضورؐ کو اس وفد کے آنے کی خبر دی۔

یہ لوگ عبد یالیل ابن عمرو ثقفی قوم کے نئے اسلام وفد پہلے وہ پھر اُن لوگوں کے پاس گئے اور اُن کو بتایا کہ رسول اللہ سے کس طرح ملنا چاہیئے۔ مگر باوجود اس کے وہ لوگ رسول اللہ سے اپنی جاہلیت کے قاعدہ کے موافق ملے۔

جب وفد کے آدمی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خوان کے لیئے مسجد کے پاس خیمہ کھڑا کیا گیا۔ اور اُن کے اور رسول اللہ کے درمیان گفتگو کرنے کے لیئے خالد بن سعید بن العاص کو بھیجا۔ جب وہ کھانا لے کر جانے لگے تو انہیں نے وہ خوان رکھ لیا جو بھیجا گیا تھا اور انہیں دیدیا گیا۔ وفد کے لیئے رسول اللہ کے یہاں سے جو کھانا جایا کرتا تھا اُس کو وہ لوگ کھاتے نہ تھے جبتک خالد اس میں سے کھانا نہ لیں اور بہرحال اُس وقت تک راہب تک وہ لوگ مسلمان نہ ہو گئے۔

اُن لوگوں نے جو شرطیں پیش کیں اُنمیں ایک بات یہ تھی کہ اُن کا بت لات تین برس تک منہدم نہ کیا جائے حضورؐ نے نہ مانا۔ تب ایک مہینہ کی شرط رہی۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ مگر اُن کی اس استدعا کو حضورؐ نے قبول فرمایا کہ وہ خود منہدم نہ کریں گے اور حضورؐ نے

لہ مغیرہ بن شعبہؓ ثقیف کے بعض آدمیوں کو قتل کر کے اور اُن کا مال لیکر مدینہ چلے آئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ عروہؓ مدینہ میں ان کا حال کہہ چکا ہوں۔ تو جو کہ ثقیف ان کی قوم کے لوگ تھے اُن کے آنے سے ان کا خوف ظاہر تھا۔ وہ اس لیئے ثقیف سے منہدم کرنے لات کو منہدم کرنے کے لیئے حضورؐ نے انہیں کو بھیجا۔ اور ان کے ساتھ ابوسفیانؓ کو بھیجا کیونکہ وہ ثقیف کے حلیف تھے۔ اور اس لیئے کہ وہ عثمان کے گھر یا ہی ہوئی تھی۔ اور اسکے وہاں روابط تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

فرمایا کہ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ جاکر منہدم کردیں گے۔

اُنھوں نے خواہش کی کہ ہم کو دو باتوں سے معاف کیا جائے۔ اوّل یہ کہ اپنے بتوں کو ہم اپنے ہاتھوں سے نہ توڑیں گے۔ اور دوم یہ کہ ہم کو نماز سے معاف کیا جائے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جہاں کو اس بات سے معاف کرتے ہیں کہ اپنے بتوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑیں۔ مگر جس دین میں نماز نہیں ہے اُس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ یعنی نماز نہیں معاف ہوسکتی۔ اسکے بعد وہ سب مسلمان ہوگئے اور حضورؐ نے انکو ایک تحریر لکھکر دی۔ اور عثمان بن ابی العاص کو اُن پر امیر مقرر کردیا۔ یہ ہیں سب سے کم عمر تھے مگر اس عرصہ میں یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ اُن کو احکام اسلامی کے سیکھنے کا شوق ہے اور کچھ سیکھ بھی لیا تھا۔

جب یہ لوگ فارغ ہوکر مدینہ سے لوٹے تو حضورؐ نے اُن کے ساتھ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو بھی روانہ کیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد مغیرہ بن شعبہ لات کو منہدم کرنے گئے قبیلہ ثقیف کا کوئی اُن کو بھی تیر نہ مارے جس طرح عروہ ابن مسعود کو ان لوگوں نے مارا تھا اپنے نبی کی حفاظت کرتے رہے۔ اُنھوں نے منہدم کیا تو ثقیف کی عورتیں نکل آئیں۔ اور حسرت سے کھڑی روتی رہیں۔ جب منہدم کرنے کے بعد اُس میں سے سونا اور چاندی بہت نکلا مغیرہؓ نے سب کو ابوسفیان کے پاس جمع کردیا۔

عروہ بن مسعودؓ کے لڑکے ابوملیح[1] اور اسود ابن مسعود کے لڑکے قارب دونوں عروہ بن مسعودؓ کے شہید ہونے کے بعد مدینہ چلے آئے تھے۔ اور یہ دونوں مسلمان ہوگئے تھے۔ اور ارادہ کرلیا تھا کہ اب کبھی ثقیف کے لوگوں سے نہ ملیں گے جب اہل طائف مسلمان ہوگئے تو ابوملیح نے رسول اللہ سے

[1] عروہ بن مسعود اور اسود بن مسعود دونوں حقیقی بھائی تھے۔ اور اُن میں سے کسی ایک کے ساتھ ابوسفیان کی بن بیاہی ہوئی تھی کہ جسکے بطن سے ابوسفیان یا ابوملیح اور قارب کا مامون تھا ابوملیح عروہ بن مسعود کے لڑکے تھے قارب اسود بن مسعود کے۔ اس لیئے یہ دونوں چچازاد بھائی تھے۔ عروہ کے شہید ہونے سے بنی ثقیف سے ناراض ہوکر دونوں مدینہ چلے آئے تھے اور بنی ثقیف مسلمان ہوگئے۔ جیسے عروہ کے خون کا بدلہ لیا اُن سے نہ لیا جاسکا اس لیئے رسول اللہ نے ان دونوں کو اُس مال میں سے دلوایا ہوتا

استدعا کی کہ جو مال بطور تاوان کے اسلام سے طلب ہے۔ اُس میں سے عروہ کا دین ادا کردیا جائے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ ضرور ادا کردیا جائے۔ تب قارب نے کہا کہ اور اسود کا دین یا رسول اللہ اُس کو بھی ادا کردیا جائے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اسود تو مشرک مرا ہے۔ قارب نے کہا کہ ہاں مگر دین تو اب مجھ پر ہے اور میں آپ سے مانگتا ہوں حضورؐ نے ابوسفیان کو حکم دیا کہ عروہ اور اسود دونوں کا دین اُس مال سے ادا کردیا جائے۔

خالد بن سعیدؓ نے جو تحریر لکھی اُس میں یہ بھی لکھا کہ وج اور اس کا صید حرام ہے جو شخص ایسا کرے اُس کو ننگا کیا جائے اور کوڑے مارا جائے۔ یہ محمد رسول اللہ کا حکم ہے۔ خالد بن سعیدؓ نے رسول اللہ کے حکم سے یہ لکھا ہے کوئی شخص اس کا خلاف نہ کرے۔ اور اگر کوئی زیادتی کرے تو اللہ کے نبی عمرؓ کو اُس کی خبر دیجائے۔

وج طائف میں ہے۔ اسی تحریر کی وجہ سے بعض الناس یہ سمجھتے ہیں کہ یہ زمین بھی حرم ہے۔ اور اس کا حکم بھی ویسا ہی ہے جیسا حرم مکہ کا واللہ اعلم

موسیٰ بن عقبہ روایت کرتے ہیں کہ اس وفد کے ساتھ کنانہ بن عبد یالیل تھا اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ زنا کی ہمیں اجازت دیجئے کیونکہ اسکے بغیر ہم لوگوں کو چارہ نہیں ہے رسول اللہ نے کہا کہ اس کو خدا نے حرام کردیا ہے فرمایا لا تقربوا الزنا اُس کے قریب بھی مت جاؤ بہت بُری بات ہے اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ ربوٰا کی اجازت دیجئے کیونکہ وہی ہم لوگوں کا مال ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اصل سرمایہ تم لوگوں کا ہے وہ لے لو۔ زیادتی کو خدا نے منع کردیا ہے فرمایا لا تاکلوا الربوٰا اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ شراب کی اجازت دیجئے وہ تو ہمارے زمین کا عصارہ ہے حضورؐ نے فرمایا وہ شیطانی چیز ہے۔ حرام ہے پلید ہے خدا نے اُس کو جس کہا ہے انما الخمر والمیسر الآیہ۔ اس پر سب حضورؐ کے پاس سے اٹھ گئے۔ اور آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ آخر یہی پایا کہ وہی کچھ کہتے ہیں اُس کو تسلیم کرلیا جائے کیونکہ اسکے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ورنہ اہل مکہ کا سا حال ہوگا۔ اس مشورہ کے بعد پھر سب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ جو آپ فرمائیں تسلیم ہے۔

Scanned by CamScanner

مگر جہودوں کے بارہ میں آپ کیا کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ سب کو منہدم کردو۔ سب نے کہا کہ ہو کہیں جہودوں کو معدوم ہو گیا اُن کے قتل کا ارادہ ہے تو سارے باشندوں کو قتل ہی کر دینگے اس پر حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ اے ابن صدیا بیل یہ کیسی جہالت کی بات کر رہے ہو۔ وہ جہود سب نو جھوں دگر سنہ ہیں۔ سب نے کہا کہ اے ابن خطاب ہم سب تمہارے پاس نہیں آئے ہیں اور رسول اللہ سے کہا کہ آپ خود منہدم کرائیے ہم تو اُن کو ہرگز منہدم نہ کریں گے رسول اللہ نے کہا کہ بہتر اُس کو ہم خود منہدم کرا دینگے۔ الغرض اس کے بعد مصالحت ہو گئی اور سب مسلمان ہو گئے۔

لیکن اس کے بعد جب یہ لوگ طائف گئے اور بنی ثقیف کے لوگوں کو اس مصالحت اور اور اسلام کا حال معلوم ہوا تو ان میں ذرا جوش پیدا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو لڑینگے اور اپنے ذبیل غرضوں کو ہرگز تسلیم نہ کرینگے مگر دو روز کے بعد یہ جوش خود بخود ٹھنڈا ہو گیا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم اب محمد کے ساتھ ہو گئے ہے ہم کس کس سے لڑائی کرتے ہوئی بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ لڑنے کے لیے جو لوگ طائف گئے تھے ان میں خالد بن اسید بھی تھے۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ عثمان ابن ابی العاص نے کہا کہ یا رسول اللہ شیطان میرے اور نماز و قرأت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس شیطان کا نام خنزب ہے جب ایسا معلوم ہو تو تم اس پر تین مرتبہ اپنے بائیں جانب تھوک دو۔ عثمان ابن ابی العاص کہتے ہیں کہ جب میں نے ایسا ہی کیا تو خدا نے اس کو مجھ سے ہٹا دیا۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ طائف سے واپس آنے کے بعد رمضان میں یہ وفد آیا تھا۔ واللہ اعلم

سنن ابی داؤد میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اس وفد کے لوگوں نے یہ شرط کی تھی کہ ان پر صدقہ اور جہاد فرض نہ ہو لیکن جب اسکے بعد وہ مسلمان ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ وہ صدقہ دیا کریں گے اور جہاد میں بھی لڑیں گے۔ واللہ اعلم

وفد عبد القیس

صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عبد القیس کا وفد آیا تو رسول اللہ نے دریافت کیا کہ کس قوم کا وفد ہے۔ کہا گیا کہ حضورؐ نے فرمایا مرحبا ہے اس قوم کو یا مرحبا ہے اس وفد کو۔ اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر ہیں اسلئے ہم لوگ سوائے شہر حرام کے حاضر نہیں ہو سکتے آپ ہم لوگوں کو واضح اور مفصل احکام بتا دیں تاکہ ہم بھی اُس پر عمل کریں۔ اور جو لوگ ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو بھی اُس پر عمل کرنے کے لیے کہیں۔ اور اُس کی وجہ سے ہم جنت میں جائیں حضورؐ نے فرمایا کہ ہم چار امور کا تم کو حکم دیتے ہیں اور چار چیزوں سے منع کرتے ہیں۔ حکم یہ ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ یعنی اس کی شہادت دو کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمد خدا کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ اور غنیمت میں سے خمس دیا کرو۔ اور چار چیزوں سے منع کرتے ہیں۔ دبا، حنتم، نقیر اور مزفت سے۔ ان چیزوں کو یاد کر لو۔ اور انہیں کی طرف اُن لوگوں کو بھی بلاؤ جو تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور مسلم کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ اُن لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو نقیر کے متعلق کیا معلوم ہے کہ یہ کیا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اس باتھی کے جھوکے کے جڑ کو اور سے خالی کر کے اس میں کھجور ڈالتے ہیں پھر اُس پر پانی ڈالتے ہیں جب جوش کھا کر ساکن ہو جاتا ہے تو اُس کو پیتے ہیں۔ اور اُسی کی وجہ سے کبھی یہ ہوتا ہے کہ اپنے ان عم کو تلوار سے مارتے ہیں۔ اُن سب نے دریافت کیا کہ پھر کس چیز میں ہم لوگ پئیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ چمڑے کے ظرف میں جس کا منہ باندھے سے بندھا ہوا ہو۔ اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے مکانات میں چوہے بہت ہیں چمڑے کا برتن بھی نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اُس کو چوہا کھائے گا اُس کو چوہا کھائے۔ اُس کو چوہا کھائے۔

اور رسول اللہ نے اشج عبد القیس سے کہا کہ تم میں دو خصلتیں ہیں جو اللہ کو پسند ہیں حلم اور اناۃ یعنی عقل اور تحمل۔ رسول اللہ نے جس بات سے خوش ہو کر اُن کے خصلتوں کی تعریف کی وہ یہی کہ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو ان کے اور سواری تو فوراً رسول اللہ کی خدمت میں حاضر

Scanned by CamScanner

ہوگئے لیکن یہ ٹھہر گئے۔ اپنے اونٹ کو باندھا۔ ہاتھ منہ دھویا اور کپڑے وغیرہ درست کرکے تب خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسکے بعد باتیں ہوئیں پھر جب سب بیعت پر راضی ہوئے تو رسول اللہ نے دریافت کیا کہ تم لوگ اپنے اور اپنی قوم کی طرف سے بیعت کرتے ہو تو سب نے کہا کہ ہاں مگر الاشج نے کہا کہ یا رسول اللہ جو میرے اختیار کی بات ہے، اسی کا ہم ذمہ لے سکتے ہیں۔ ہم بیعت طرفین اپنی کرسکتے ہیں۔ قوم کی طرف دعوت بھیجئے جو تسلیم کریگے وہ ہمارے ساتھی ہیں اور جو نہ مانیں گے اُن سے ہم لوگ لڑینگے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ بہت صحیح ہے۔ اور آپ اُن کی گفتگو سے بہت خوش ہوئے اور اسی پر آپ نے اُن کی یہ دو صفتیں بیان کیں انہوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ دو باتیں مجھ میں اب پیدا ہوگئی ہیں یا پہلے سے ہیں حضور نے کہا کہ خدا ہی ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہماری جبلت میں اسنے ایسی دو صفتیں رکھی ہیں جس سے خدا اور خدا کے رسول خوش ہیں۔

امام نووی نے صاحب انوار سے نقل کیا ہے کہ وفد عبدالقیس میں چودہ سوار تھے۔ الاشج العصری اُن کے رئیس تھے اُن کے علاوہ یہ لوگ تھے مزیدہ بن مالک الحارثی۔ ضبیرہ ابن جہام الحارثی۔ صعار بن عباس الفہری۔ عمرو بن مخرم یا مرجوم العبسی۔ حارث بن شعیب العصری حارث بن منقذ بن ہنی عدیش کہتے ہیں کہ یہی نام معلوم ہے اور لوگوں کا نام طویل تلاش کے بعد بھی نہ معلوم ہوسکا۔

وہبی کہتے ہیں کہ اس وفد کے آنے کی وجہ ہوئی کہ بنی غنم بن ودیعہ کے ایک شخص منقذ بن حیان ایام جاہلیت میں بحرین سے بشرب تجارت کا مال لایا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد بھی مال لیکر آئے۔ وہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور کسی طرف سے رسول اللہ جا رہے تھے وہ دیکھکر کھڑے ہوگئے۔ حضور نے پوچھا کون ہے منقذ بن حیان۔ اور آپ نے اُن سے خیریت پوچھی اسکے بعد اُن کی قوم کے شرفاء میں سے ایک ایک کا نام لیکر اُن کا حال دریافت کیا۔ اُن کو تعجب ہوا اور مسلمان ہوگئے۔ پھر اُنھوں نے سورۂ فاتحہ اور اقرأ باسم کی سورہ سیکھی۔ اس کے بعد بحرین کی جانب

روانہ ہوئے۔ رسول اللہ نے اُن کے ساتھ علاء حضرمی کی جماعت کے نام خط دیا۔

منقذ رضی اللہ عنہ جب واپس گئے تو وہاں کچھ عرصہ تک اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا مگر کچھ عرصہ کے بعد اُن کی زوجہ کو معلوم ہوگیا۔ اُن کی زوجہ منذر بن عائذ غال عبدی بن الحارث کی لڑکی تھیں اور یہی منذر الاشج ہیں۔ اُن کو الاشج رسول اللہ نے کہا کیونکہ اُن کے چہرہ پر کچھ نشانات تھے اور اسی لقب سے مشہور ہوگئے۔ منقذ رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے چونکہ یہ نئی بات تھی اُن کی زوجہ کو ناپسند ہوا۔ اُنھوں نے اپنے باپ سے ذکر کیا۔ کہ میرے شوہر اس دفعہ جب سے مشرب سے واپس آئے ہیں نہ معلوم وہ کیا کرتے ہیں۔ ہاتھ پیر دھوتے ہیں پھر جھکتے (قبلہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کبھی کھڑے ہوتے ہیں کبھی جھکتے ہیں کبھی زمین پر سر رکھتے ہیں۔ الاشج نے جب یہ سنا تو اپنے داماد سے ملے۔ باتیں ہوئیں تو اُن کے دل میں بھی اسلام کی محبت پیدا ہوگئی وہ اپنی قوم عبدالقیس اور محارب کے پاس رسول اللہ کا خط لیکر گئے اور اُن کو سنایا۔ اُن کے دل میں اسلام کی طرف رغبت پیدا ہوئی اور سب نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔

اس وفد کو حضور نے چار چیزوں سے منع کیا۔ ایک دُبّاء (ضم دال و تشدید قاف) کہتے ہیں دوم حنتم (فتح حاء و نون و فوقانیہ مفتوحہ) کہتے ہیں سوم نقیر (فتح نون و قاف) کہتے ہیں چہارم مزفت (فتح میم و زاء و فاء مفتوحہ) کہتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ایک قسم کا سبز رنگ کا برتن ہوتا تھا اور اسی برتن میں مدینہ شراب بنایا کرتی تھی۔ اور یہی کہتے ہیں کہ مٹی کے ہر روغن دار برتن کو حنتم کہتے ہیں ایسے برتن میں بھنگ ڈالنے سے نشہ جلد آتا ہے۔ سوم نقیر (فتح نون و قاف) اس کی تفسیر تو خود رسول اللہ نے بیان کردی ہے اسی روایت میں ابھی ذکر ہو چکا ہے۔ چہارم مزفت اس برتن پر زفت چڑھایا گیا ہو بعض روایات میں بجائے مزفت کے مقیر (فتح قاف) آیا ہے جس برتن پر قیر چڑھا ہو قیر اور زفت تقریباً ایک ہی قسم کی چیز ہے۔

اس منع کا مطلب یہ تھا کہ اس قسم کے برتنوں میں نبیذ بنا کر نہ پیا کرو۔ منع کی وجہ یہ تھی کہ ان برتنوں میں نبیذ میں جلد نشہ آجاتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ ان برتنوں کا استعمال ممنوع ہے لیکن صحیح مسلم میں حضرت بریدہ

Scanned by CamScanner

کی روایت ہے کہ حضورؐ نے پیچھے فرمایا کہ ان برتنوں سے ہم تم لوگوں کو منع کرتے تھے اب استعمال کر سکتے ہو۔ اس روایت کی وجہ سے اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ منع منسوخ ہو گیا۔ لیکن بعض طبقہ کہتے ہیں کہ منع کی روایت اتنے کثیر طریقوں سے مروی ہے جو تواتر کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اور اجازت کی روایت صرف ایک ہے۔ اس لئے منع منسوخ نہیں ہو سکتا واللہ اعلم

حضورؐ نے وفد عبدالقیس کو ارکان اسلام کی تعلیم دی لیکن اس میں حج کو ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ بھی اسی طرح اسلام کا ایک رکن ہے جس طرح نماز اور روزہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ وفد سنہ الوفود میں آیا یعنی ۹ھ میں یہ دلیل ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا حج ۱۰ھ میں فرض ہوا یہی صحیح ہے۔ لیکن واقدی عیاض کہتے ہیں کہ عبدالقیس کا وفد فتح مکہ کے سال حضورؐ کے مکہ روانہ ہونے سے پہلے آیا تھا یعنی ۸ھ میں اور حج اس کے کئی مہینہ بعد ۹ھ میں فرض ہوا واللہ اعلم

وفد عبدالقیس کی بعض روایتوں میں صوم کا ذکر بھی نہیں ہے مگر وہ روایت کا نسیان ہے اس لئے کہ بہت سی روایتوں میں صوم کا ذکر موجود ہے۔ برخلاف اس کے حج کا ذکر کسی روایت میں نہیں ہے واللہ اعلم

ابن قیم ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ وفد عبدالقیس کے ساتھ چار دن بعد علاء آئے تھے وہ نصرانی تھے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں ایک دین پر ہوں لیکن میں اپنا دین آپ کے مخالفہ میں ترک کر دیتا ہوں کیا آپ ضمانت لیتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں میں اس بات کا ضامن ہوں کہ جس کی طرف میں بلاتا ہوں یہ اس سے بہتر ہے جس پر تم ہو۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے اس کے بعد حضورؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس سواری نہیں ہے سواری عنایت فرمایئے حضورؐ نے فرمایا کہ واللہ میرے پاس سواری نہیں ہے جو تم کو دوں۔ تب انہوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ

ہ حضورؐ نے شہر کو یثرب کہا جاتا تھا حضورؐ نے اس کا نام طابہ اور طیبہ رکھا۔

راستہ میں لوگوں کے بھٹکائے ہوئے اونٹ ہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میں اس پر سوار ہو کر اپنی جگہ پہنچ جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ آگ ہے یعنی ہر گز ایسا نہ کرو واللہ اعلم

وفد بنی حنیفہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حنیفہ کا وفد آیا اور اس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ یہ لوگ بنی نجار کی ایک عورت کے یہاں ٹھہرے تھے۔ یہ لوگ جب رسول اللہ کی خدمت میں آئے تو مسیلمہ کو کپڑے سے چھپا کر لائے۔ اس نے رسول اللہ سے گفتگو کی اور اپنے لئے اختیارات طلب کئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اس وقت کھجور کی ایک لکڑی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے یہ لکڑی کا ٹکڑہ بھی طلب کرے تو میں نہ دوں جب تک خدا کی اجازت نہ ہو۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ لیکن یمامہ کے ایک شیخ نے مجھ سے دوسری طرح بیان کیا۔ اس کا بیان ہے کہ بنی حنیفہ کے لوگ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اور ہر گروہ کو اس نے اپنی سواریوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنے ایک ساتھی کو سواریوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہ نے اس کے لئے بھی وہی احکام دیئے جو اس کی قوم کو دیئے تھے۔ اور فرمایا کہ اس کا درجہ کچھ تم سے کم نہیں ہے۔ حضورؐ کی غرض اس کہنے سے صرف حفاظت مال کے متعلق تھی اور کچھ نہیں لیکن جب یہ لوگ یمامہ واپس گئے تو وہ مرتد ہو گیا۔ اور نبوت کا دعویٰ کرنے لگا۔ اور کہا کہ ہم نبوت میں محمدؐ کے شریک ہیں۔ اور کہا کہ کیا محمدؐ نے تم لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ اس کا درجہ کچھ تم سے کم نہیں ہے۔ اس سے ان کی غرض یہی تھی کہ ہم ان کے شریک ہیں مسیلمہ قرآن کے مقابلہ میں مسجع عبارتیں بھی بنایا کرتا تھا۔ مثلاً یہ اسی کی عبارت ہے اللہ اللہ اللہ ما ھی اتقی مفروح منہا نسمۃ تسعی من بین صفاق وحشا۔ اور اس نے لوگوں کو شراب معاف کر دی اور زنا کو شراب کے جائز کر دیا لیکن باوجود اس کے وہ رسول اللہ کی نبوت کا اقرار کرتا تھا۔ اور بنو حنیفہ اس کے وہ پیرو بھی بنے تھے۔

ہ مسیلمہ کذاب اس کا لقب تھا۔

Scanned by CamScanner

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مسیلمہ نے حضورؐ کے پاس خط بھی بھیجا تھا۔ وہ یہ ہے

من مسیلمة رسول الله الی محمد رسول الله اما بعد فانی اشرکت فی الامر معک وان لنا نصف الامر ولقریش نصف الامر ولیس قریش قوما یعدلون ۔

مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کو۔ امابعد میں اس معاملہ میں آپ کا شریک بنایا گیا ہوں آپ کے ساتھ تو نصف اختیار میرا ہے اور نصف قریش کا اور قریش عادل قوم نہیں ہے۔

حضورؐ نے اس کا جواب جو خط کتابت منشی حضورؐ کے آخر میں ہوئی۔

بسم الله الرحمن الرحیم من محمد رسول الله الی مسیلمة الکذاب السلام علی من اتبع الهدی اما بعد فان الارض لله یورثها من یشاء من عباده والعاقبة للمتقین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ امابعد زمین خدا کی ہے اس کا مالک بناتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے۔ اور آخری بھلائی پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

ابو داؤد طیالسی نے ایک روایت لکھی ہے کہ مسیلمہ کے خط دو شخص لائے تھے۔ ابن النواحہ اور ابن آثال رسول اللہ نے ان سے کہا کہ کیا تم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہو۔ انہوں نے کہا لا الہ الا اللہ مسیلمہ رسول اللہ اور ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تم بھی وہی کہتے ہو جو وہ کہتا ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ ہاں۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ قاعدہ نہ ہوتا کہ قاصد قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم کو قتل کرتا۔

یہ جو کچھ میں نے بیان کیا وہ امام ابن اسحٰق المغازی والاخبار محمد بن اسحاق بن یسار کی روایت ہے لیکن کچھ لوگ ہیں جن میں مسیلمہ کذاب کا قصہ مختلف طرح مروی ہے اور اس سے مختلف ہے اور جس کی روایت ابراہیم بن طہمان نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرنے میں کہ مسیلمہ کذاب رسول اللہ کے وقت میں مدینہ آیا۔ اور کہتا تھا کہ اگر محمد اپنے بعد اپنا خلیفہ مجھے

بنا کر دیں تو میں ان کی پیروی کروں۔ اور اس کے ساتھ اس کی قوم کے بہت آدمی آئے تھے۔ وہ جب رسول اللہ کی خدمت میں یا دوسرے وقت حضورؐ کے پاس آیا تو حضورؐ بن قیس بن شماس تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک کھجور کی ٹہنی تھی آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجھ سے یہ ٹہنی مانگے تو میں نہ دوں گا اور حضورؐ نے فرمایا مجھ کو خواب میں یہ بھی دکھایا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ تو ہی ہے جس کا خواب کا اس میں ذکر ہے اس کی تفصیل حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے جو حضورؐ نے دیکھا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں دو کنگن ہیں آپ کو وحی ہوئی کہ اس پر پھونک دو۔ جب دم کیا تو وہ دونوں کنگن غائب ہو گئے آپ نے اس کی تعبیر کی کہ دو کذاب نبوت کا دعویٰ کریں گے جن میں کا ایک مسیلمہ کذاب (اور دوسرا اسود عنسی تھا۔

وفد طی ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ کی خدمت میں طی کا وفد آیا۔ اور اس میں زید الخیل تھے۔ کتاب الخلفاء میں ابن عساکر نے وفود طائی کے وفد کا ذکر کیا ہے لیکن زید الخیل کے وفد کے آنے کا ذکر نہیں۔ نام اہل سیر نے اور وفود میں لکھتے ہیں یہ بھی ضرور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ دو وفد علیحدہ علیحدہ آئے ہوں۔ یا زید الخیل بھی عدی بن حاتم کے ساتھ ہی آئے تھے واللہ اعلم

زید الخیل اپنی قوم کے سردار تھے۔ یہ لوگ جب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ نے ان پر اسلام پیش کیا یہ سب مسلمان ہو گئے۔ اور اچھے مسلمان ہوئے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے پاس پہنچنے سے پہلے آپ کے اوصاف سے جس قدر میں تم سے سنا کرتا تھا جتنی فضیلتیں ان کی پہلے مجھ سے بیان کی گئی تھیں لیکن زید الخیل کی جو خوبیاں میں نے سنی تھیں اس سے ان کو زیادہ پایا۔ اور رسول اللہ نے ان کا نام زید الخیر رکھا۔ اور ان کے لئے زمین کا ایک قطعہ عطا فرمایا۔ یہ جب روانہ ہوئے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ عنقریب ہی مدینہ کے لئے بیمار کی سکیں۔ آخر ایسا ہی ہوا میں ایک چشمہ پانی کا تھا جس کا نام قردد تھا کہ وہاں پہنچ کر بیمار ہوئے۔ اور اسی سے ان کا انتقال ہو گیا۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ ان کا انتقال حضرت ابوبکرؓ کے خلافت کے ایام میں ہوا۔ انکے

دو رکنی تھے کنف اور عریف یہ دونوں سلطان ہوئے۔ دونوں اصالی ہیں اور دونوں نعمان کے خاندان میں حضرت خالد بن الولید کے ساتھ تھے اور اس میں شہید ہوئے۔ ابو عمر کا بن اثیر اسد الغابہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن حجر نے اصابہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔

وفد کندہ کندہ بکر کی ایک شاخ ہے جن کا ایک قبیلہ ہے۔ اس قبیلہ کی جانب سے اشعث بن قیس رسول اللہ کی خدمت میں اسی یا ساٹھ سواروں کے ساتھ حاضر ہوئے۔ یہ لوگ ریشم کی دھاریوں سے اڑے تو نگلی کی جوڑ صورت جبے پہنے ہتھیار اور اوزار میں رنگے کام تھے سلاح اتار کر کپڑے پہنے اس کے بعد جب رسول اللہ کے پاس گئے تو حضور نے پوچھا کہ کیا تم لوگ مسلمان ہیں ہوئے سب نے کہا ہاں یا رسول اللہ مسلمان ہو چکا ہوں حضور نے فرمایا کہ پھر تمہاری گردنوں میں یہ ریشم کیوں ہے اس پر سب نے ریشم چاک کر دیا اور اتار ڈالا۔

اشعث ابن قیس نے کہا یا رسول اللہ ہم بھی آکل المرار کی اولاد میں اور آپ بھی اس پر حضور مسکرائے اور فرمایا کہ یہ سب ربیعہ بن الحارث اور عباس بن عبد المطلب کے مناسب ہے بلوگ اشعث کو غلط کہتے ہیں کہ وہ آکل المرار کی اولاد میں۔

امام زہری اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ربیعہ اور عباس تجارت کے لیے جایا کرتے تھے تو ظاہر کرتے تھے کہ ہم آکل المرار کی اولاد میں اس سے عرب ان کی عزت کرتے تھے کیونکہ آکل المرار کی اولاد لوگ تھے۔ آکل المرار لقب ہے اس کا نام حارث بن عمرو بن حجر بن عمرو بن معاویہ بن کندہ تھا اور رسول اللہ کی ایک جدہ کا نام بھی فہیشہ کی قبیس یعنی ام کلاب بنت جوہ۔ اشعث ابن قیس نے اسی وجہ سے آپ کا انتساب کندہ کی طرف کیا تھا۔ اور ربیعہ و عباس اسی انتساب کی وجہ سے اپنے کو آکل المرار کی اولاد ظاہر کرتے تھے۔ مگر حضور نے اس کو پسند نہ فرمایا

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ ریشم مرد کے لیے بالکل جائز نہیں ہے۔ اور گو بظاہر ریشم کا چاک کر دینا مال کا ضائع کرنا معلوم ہوتا ہے۔ مگر حرام سے بچنے کے لیے ایسا کرنا مال کا ضائع کرنا نہیں ہے۔

اشعث ابن قیس حضور کی خدمت میں سنہ ۱۰ھ میں آئے تھے۔ ارتداد کا شکار ہوئے مگر حضرت صدیق اکبر رضی

نماز خلافت میں بسلام قبول کیا سنہ ۴۰ھ میں ان کا انتقال ہوگیا۔

وفد ازد شنوءۃ حضور کے پاس ان کے اشعریین کا وفد آیا حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضور سے فرمایا کہ تمہارے پاس اہل یمن آتے ہیں ان لوگوں میں سب سے اچھے ہیں۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ وہ لوگ یا رسول اللہ تو آپ ساکت رہے پھر اس نے پوچھا تب بھی آپ ساکت رہے تیسری دفعہ اس نے پوچھا تو حضور نے فرمایا کہ ہاں تم لوگ ہی۔ مگر یہی آدمی صحیح مسلم میں ہے کہ حضور نے اہل یمن کو فرمایا کہ یہ لوگ رقیق القلب اور نرم دل ہیں۔ ایمان یمن کا ہے اور حکمت یمن کی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور سے بنی تمیم کے کہا کہ تم کو بشارت ہے اے بنی تمیم۔ ان لوگوں نے کہا کہ بشارت تو آپ نے دی مگر کچھ عطا بھی تو فرمایئے۔ حضور کا چہرہ غصہ سے متغیر ہوگیا۔ اسی جدال میں آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ بشارت قبول کر دی تم نے قبول نہیں کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم قبول کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم دین سیکھنے آئے ہیں۔ اور حضور سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے کیا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا اور لوح میں ہر چیز لکھ دی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری اپنے لوگوں کو لیکر حضرت عمر کے ساتھ جیرہ میں آئے تھے یعنی سنہ ۱۷ھ میں جیسا کہ وہاں لکھ چکا ہوں لیکن سنہ ۱۰ھ یعنی سنہ ۱۷ھ میں اشعریین کے آنے کا ذکر بھی تمام روایات میں مذکور ہے اور حضور کا اہل یمن کی تعریف کرنا اور یہ فرمانا الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ اور اس وفد کا حضور سے یہ کہنا کہ ہم دین کی تعلیم حاصل کرنے آئے ہیں۔ اور ابتدا آفرینش کے متعلق سوال کرنا۔ اور حضور کا جواب دینا یہ سب اسی وفد کا قصہ ہے جو سنہ ۱۰ھ میں آیا یعنی سنۃ الوفود میں۔ ابن حجر کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وفد یمن کے جیرہ کا تھا واللہ اعلم

لہ نبی تمیم کا یہ جواب بس وجہ تھا کسی اور اس ان کا ایمان تک کامل نہ تھا یہ لوگ ہوا اخف القلوب ہیں جیسا کہ مغازی میں معلوم ہو چکا ہے ۱۲ منہ ۔ ہو گا کہ ایمان تک کامل نہ تھا اسلئے آپ نے جواب دیا

لہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا حضور نے میں آل داؤد کے مزامیر میں ایک مزمار دیا گیا ہوں۔

وفد ازد[1] ابن اسحاق کہتے ہیں کہ صرد بن عبداللہ الازدی ثم الغامدی ازد کے وفد کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام قبول کیا اور اچھے مسلمان ہوئے رسول اللہ نے انکو ان کی قوم کے مسلمانوں پر امیر مقرر کر دیا۔ اور حکم دیا کہ ان کے اطراف میں شرک قبائل میں اُن سے جہاد کریں۔ اسکے بعد صرد بن عبداللہ رخصت ہوئے۔ جرش اُس وقت یمن کا ایک حصار بند محفوظ شہر تھا۔ اور وہاں یمن کے قبائل رہتے تھے۔ جب صرد بن عبداللہ وہاں پہنچے تو خثعم کے لوگوں نے اہل جرش کو مسلمانوں کے آنیکی خبر دی۔ اور سب نے شہر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ صرد بن عبداللہ نے شہر کا محاصرہ کیا۔ ایک مہینہ تک یہ محاصرہ رہا اور وہ لوگ اندر سے مقابلہ کرتے رہے۔

ایک مہینہ کے بعد صرد بن عبداللہ نے محاصرہ اٹھا لیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اہل جرش نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ شکست پا کر واپس جا رہے ہیں۔ اسلئے شہر سے نکل کر تعاقب کیا۔ ایک پہاڑ کے پاس جس کو شکر کہتے تھے یہ لوگ پہنچے۔ تو صرد بن عبداللہ اور انکے ساتھیوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا اور بُری طرح قتل کیا۔

اس کے پہلے اہل جرش نے اپنے دو آدمیوں کو رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ وہ دونوں اُس وقت حضر کے بعد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اسی عرصہ میں رسول اللہ نے دریافت کیا کہ فکر کس علاقہ میں ہے۔ اُن دونوں جرشیوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے ملک میں ایک پہاڑ کا نام شکر ہے۔ اہل جرش اس کو شکر ہی کہتے تھے حضور نے فرمایا کہ وہ کثرت سے شکر ہے۔ اہل جرش نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اُس کے متعلق کیا بات ہے جو آپ نے دریافت فرمایا حضور نے کہا کہ وہاں خدا کے ذبیحے قربان ہو رہے ہیں۔ اُن دونوں نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عثمان کے مشورہ سے دعا کی خواہش کی حضور نے دعا کی کہ خدا وند تعالیٰ تمہاری قوم کو اس مصیبت سے بچالے۔ یہ لوگ جب جرش واپس گئے تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اُسی روز اُسی وقت

[1] ازد بفتح ہمزہ و سکون زا و ضم عین و آخر دال مہملہ ہے

اہل جرش قتل کیے گئے تھے۔ اس واقعہ رسول اللہ نے خبر دی تھی۔ اس کے بعد جرش کا وفد رسول اللہ کی خدمت میں گیا اور سب مسلمان ہو گئے۔ واللہ اعلم

وفد بنی حارث بن کعب[2] ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے خالد بن الولید کو ماہ ربیع الاول سنہ دس ہجری میں بنی حارث بن کعب کی طرف نجران بھیجا۔ اور ان کو حکم دیا کہ تین دن تک انکو دعوت اسلام کی دیتے رہو۔ اگر قبول کر لیں تو تم بھی ان کے اسلام کو قبول کر لو اور نہ ہو تو خالد کو حضرت خالد نے وہاں پہنچ کر سواروں کو بھیجا۔ انہوں نے ہر طرف اعلان کیا کہ لوگو اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے تو وہ سب مسلمان ہو گئے اور اسلام کو قبول کر لیا حضرت خالد تین دن تک پاس ٹھہرے رہے۔ اور ان کو احکام اسلام سکھاتے رہے۔ اور رسول اللہ کو ان کے اسلام کا حال لکھا۔ رسول اللہ نے حضرت خالد کو لکھا کہ تم چلے آؤ اور اپنے ساتھ ان کا ایک شخص بھیجو حضرت خالد نے قیس بن الحصین ذی الغصہ یعنی جو بعد میں یزید یوم الحمل عہد شہ ان فساد شہ اور جو بعد میں رسول اللہ نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تم ایام جاہلیت میں اپنے دشمنوں پر کس سبب سے غالب ہو جایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو کسی پر غلبہ نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ نے کہا کہ ہاں تم غالب ہوتے تھے جب انہوں نے کہا کہ ہم پس میں اتحاد رکھتے ہیں لڑتے نہیں اور ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔ اس کے بعد حضور نے قیس بن الحصین کو ان کا امیر مقرر کر دیا۔ اور وہ شوال سنہ دس یا ذیقعدہ میں واپس گئے۔ اس کے چند مہینہ بعد رسول اللہ کا انتقال ہو گیا

وفد ہمدان[3] ابن ہشام نے ابی عبید سے واسطہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہمدان کا وفد آیا۔ اس میں یہ لوگ تھے۔ مالک بن نمط ابو ثور ہبی ذو المشعار ہیں۔ مالک بن الحارث السلمانی الجیش بن مالک فارق۔ ضمام بن مالک۔ جب حضور

[2] ابن ہشام نے ابی عبید سے واسطہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہمدان کا وفد آیا۔ اس میں یہ لوگ تھے۔ مالک بن نمط ابو ثور ہبی ذو المشعار ہیں۔ مالک بن الحارث السلمانی الجیش بن مالک فارق۔ ضمام بن مالک۔ جب حضور

[3] ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے خالد بن الولید کو ماہ ربیع الاول سنہ دس ہجری میں بنی حارث بن کعب کی طرف نجران بھیجا۔ اور ان کو حکم دیا کہ تین دن تک انکو دعوت اسلام کی دیتے رہو۔ اگر قبول کر لیں تو تم بھی ان کے اسلام کو قبول کر لو اور نہ ہو تو خالد کو حضرت خالد نے وہاں پہنچ کر سواروں کو بھیجا۔ انہوں نے ہر طرف اعلان کیا کہ لوگو اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے تو وہ سب مسلمان ہو گئے اور اسلام کو قبول کر لیا حضرت خالد تین دن تک پاس ٹھہرے رہے۔ اور ان کو احکام اسلام سکھاتے رہے۔ اور رسول اللہ کو ان کے اسلام کا حال لکھا۔ رسول اللہ نے حضرت خالد کو لکھا کہ تم چلے آؤ اور اپنے ساتھ ان کا ایک شخص بھیجو حضرت خالد نے قیس بن الحصین ذی الغصہ یعنی جو بعد میں یزید یوم الحمل عہد شہ ان فساد شہ اور جو بعد میں رسول اللہ نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تم ایام جاہلیت میں اپنے دشمنوں پر کس سبب سے غالب ہو جایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو کسی پر غلبہ نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ نے کہا کہ ہاں تم غالب ہوتے تھے جب انہوں نے کہا کہ ہم پس میں اتحاد رکھتے ہیں لڑتے نہیں اور ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔ اس کے بعد حضور نے قیس بن الحصین کو ان کا امیر مقرر کر دیا۔ اور وہ شوال سنہ دس یا ذیقعدہ میں واپس گئے۔ اس کے چند مہینہ بعد رسول اللہ کا انتقال ہو گیا

[1] ازد بفتح ہمزہ و سکون زا و ضم عین و آخر دال مہملہ ہے

[2] ابن ہشام نے ابی عبید سے واسطہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہمدان کا وفد آیا۔ اس میں یہ لوگ تھے۔ مالک بن نمط ابو ثور ہبی ذو المشعار ہیں۔ مالک بن الحارث السلمانی الجیش بن مالک فارق۔ ضمام بن مالک۔ جب حضور

[3] ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے خالد بن الولید کو ماہ ربیع الاول سنہ دس ہجری میں بنی حارث بن کعب کی طرف نجران بھیجا۔ اور ان کو حکم دیا کہ تین دن تک انکو دعوت اسلام کی دیتے رہو۔ اگر قبول کر لیں تو تم بھی ان کے اسلام کو قبول کر لو اور نہ ہو تو خالد کو حضرت خالد نے وہاں پہنچ کر سواروں کو بھیجا۔ انہوں نے ہر طرف اعلان کیا کہ لوگو اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے تو وہ سب مسلمان ہو گئے اور اسلام کو قبول کر لیا حضرت خالد تین دن تک پاس ٹھہرے رہے۔ اور ان کو احکام اسلام سکھاتے رہے۔ اور رسول اللہ کو ان کے اسلام کا حال لکھا۔ رسول اللہ نے حضرت خالد کو لکھا کہ تم چلے آؤ اور اپنے ساتھ ان کا ایک شخص بھیجو حضرت خالد نے قیس بن الحصین ذی الغصہ یعنی جو بعد میں یزید یوم الحمل عہد شہ ان فساد شہ اور جو بعد میں رسول اللہ نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تم ایام جاہلیت میں اپنے دشمنوں پر کس سبب سے غالب ہو جایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو کسی پر غلبہ نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ نے کہا کہ ہاں تم غالب ہوتے تھے جب انہوں نے کہا کہ ہم پس میں اتحاد رکھتے ہیں لڑتے نہیں اور ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔ اس کے بعد حضور نے قیس بن الحصین کو ان کا امیر مقرر کر دیا۔ اور وہ شوال سنہ دس یا ذیقعدہ میں واپس گئے۔ اس کے چند مہینہ بعد رسول اللہ کا انتقال ہو گیا

Scanned by CamScanner

تبوک سے واپس تشریف لائے تو یہ لوگ حضورؐ سے ملے۔ جبہ چادر اور عدنی عمامہ پہنے ہوئے تھے اور مہری اونٹوں پر سوار تھے۔ مالک بن نمط حضورؐ کے ساتھ ہو کر رجز پڑھتے تھے

الیک جاوزت سواد الریف فی هیوات الصیف والخریف

محطمات بعظام الیف

ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ مالک بن نمط کے بہت سے تبیع اشعار روی ہیں۔ بعض اشعار انہوں نے نقل بھی کیے ہیں حضورؐ نے مالک بن نمط کو ایک تحریر لکھ کر دی۔ اور جو اونٹوں سے دینا وہ معاف فرمایا۔ اور ان کو ان کی قوم کے مسلمانوں پر امیر مقرر کر دیا۔ اور ان لوگوں کو ثقیف سے خالی کر دینے کا حکم دیا چنانچہ ان لوگوں نے ثقیف سے مقاطعہ کیا اور جب ثقیف کا کوئی قافلہ غلہ لیکر آتا تو یہ اس پر حملہ کرتے تھے

ابن حجر کہتے ہیں کہ نمط بن ابسر بن مالک کے حال میں معلوم ہوگا کہ وہ بھی اس وفد میں تھے اور بعض روایت میں ہے کہ ان کے والد قیس بن مالک تھے۔ اور تمام اقوال کا جامع قول یہ ہے کہ یہ سب تھے۔ حسن بن یعقوب ہمدانی نے اس وفد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ لوگ ایک سو بیس آدمی تھے۔

اس روایت میں جو یہ مذکور ہے کہ ان کو حضورؐ نے ثقیف سے مقاطعہ کا حکم دیا اس پر ابن اسحاق نے شبہ کیا ہے کیونکہ بنو مالک بن کے رہنے والے تھے اور ثقیف طائف کے رہنے والے تھے۔

اور واقعی میں یہ شبہ صحیح ہے حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو اہل یمن کی طرف بھیجا تاکہ ان کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضرت براء کہتے ہیں کہ ہم لوگ چھ مہینہ تک اسلام کی دعوت دیتے رہے کسی نے قبول نہ کیا تب حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا۔ (حضرت خالدؓ کو واپس بلایا مگر کہدیا کہ خالد کے ساتھیوں میں سے جو علی کے ساتھ رہنا چاہے وہ رہ جائے اس لیے میں رہ گیا اسکے بعد جب ہم لوگ قوم کی طرف پہنچے تو وہ لوگ ہماری طرف نکلے۔ ہم لوگوں نے نماز فجر حضرت علیؓ کی اقتدا میں پڑھی اور ہم سب ایک صف میں کھڑے ہوئے۔ نماز سے فارغ ہو چکے تو حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو رسول اللہ کا خط پڑھکر سنایا تو سارے کے سارے ہمدانی مسلمان

حضرت علیؓ کے ہمراہ مشہور جنگوں میں شریک رہے۔ ۱۲ ۱۰ھ میں حج کیا تھا بہت سے محدثین نے ان سے حدیثیں نقل کی ہیں۔

ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے ان کے اسلام کی خبر رسول اللہ کو لکھی۔ رسول اللہ نے جب یہ خط پڑھا تو سجدہ میں گر گئے۔ پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور فرمایا۔ السلام علی ہمدان۔ السلام علی ہمدان۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند صحیح ہے اور اس کی اصل بخاری میں ہے۔ یہ پہلی روایت ہے جس میں ہمدان و ثقیف کا پڑوس ہونا تھا کہ ثقیف سے مقاتلہ کرنے یا ان کے قافلوں پر حملہ کرنے ہمدان ہی میں تھے اور ثقیف طائف میں رہتے تھے۔

وفد عریضہ

مزینہ بضم میم و فتح زاء بعد تحتیہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ یعقوبی نعمان بن مقرنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم قبیلہ مزینہ کے چار سو آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ہم لوٹنے لگے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے پیچھے کسی کو راستہ کیلئے نوشہ دے جاؤ تو اچھا ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہمارے پاس تو اور کچھ نہیں ہے۔ کھجوریں ہی کھجوریں ہیں اور ہمیں گمان نہیں ہے کہ وہ ان کے مناسب حال ہوں گی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جاؤ اور ان کو زاد راہ دو۔ آخر حضرت قبائل لوگوں کو یکے بعد دیگرے بھیجتے گئے۔ نعمان کہتے ہیں کہ حضرت قرسب کو اپنی چھت پر لے گئے جہاں وہ رہتے تھے جب ہم داخل ہوئے تو دیکھا کہ بڑے اونٹ کی طرح کھجور کا ایک تودہ ہماری قوم نے اپنی اپنی حاجت کے موافق اس میں سے لیا۔ حضرت نعمانؓ کہتے ہیں کہ میں سب سے پیچھے نکلا اور دیکھا کہ ایک کھجور بھی اپنی جگہ سے کم نہیں ہوئی تھی۔

قولہ شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ یہ نعمان بن مقرنؓ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے فتح کے روز مدینہ کا عامل انہیں کے ہاتھ میں تھا اسلیئے اس وفد میں ان کا آنا اپنے اسلام کے لیے نہ تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بعض گھر ایمان کا ہے اور بعض نفاق کا اس مزینہ کا گھرانہ ایمان کا گھر ہے۔

وفد نجران

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نجران کے نصاریٰ کا وفد رسول اللہ کی خدمت میں مدینہ آیا اس وفد کے لوگ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں داخل ہوئے۔ اور وہ ان لوگوں کے

ملہ مقرن بضم میم و فتح قاف بصیغہ اسم مفعول ہے معلوم ہو چکا ہے (حاشیہ ۱ صفحہ ۴۲۲)

ملہ حضرت نعمان بن مقرن صحابی ہیں۔ کچھ حال معلوم ہو چکا ہے جو کہ وہ میں منتقل (اصابہ ۱۲ صفحہ ۴۲۲) میں جہاد کے لشکر کے

نصاریٰ جمع ہوئے اور دونوں میں بات چیت ہونے لگی۔ یہود حضرت ابراہیمؑ کو یہودی کہتے تھے اور نصاریٰ کہتے تھے کہ وہ نصرانی تھے۔ اس پر آیۃ نازل ہوئی

قل یا اھل الکتاب لم تحاجون فی ابراھیم وما انزلت التوراۃ والانجیل الا من بعدہ

کہدو کہ اے اہل کتاب ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ توریت اور انجیل تو اُس کے بعد ہی نازل کی گئی ہے۔

اس بات میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی۔ وہ مسلم حنیف تھے مشرک نہ تھے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ابراہیمؑ کے طریقہ پر یہودی ہیں نہ نصرانی اور مسلمین۔

جب حضورؐ سے یہ آیت پڑھی تو اصحاب میں سے ایک نے کہا کہ یا محمدؐ آپ کی غرض یہ ہے کہ جس طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کی عبادت کرتے ہیں اسی طرح ہم آپ کی پرستش کریں اور آپ کو خدا کے سوا نصاریٰ نے بھی اسی طرح کی بات کہی حضورؐ نے فرمایا کہ معاذ اللہ یہ ناممکن ہے کہ خدا کے سوا کسی کی میں پرستش کروں۔ یا کسی کو غیر خدا کی عبادت کا حکم دوں۔ نہ مجھ کو خدا نے اسلئے بھیجا نہ ایسا حکم دیا۔ پھر آیت نازل ہوئی

ماکان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی

کسی شخص کیلئے جسکو اللہ نے کتاب حکم اور نبوت عطا فرمائی یہ جائز نہیں کہ لوگوں سے کہے کہ تم میرے بندے بن جاؤ

احمد بن عبد بن مرزوق سے مروی ہے کہ یونس جو پہلے نصرانی تھے پھر مسلمان ہوگئے انہوں نے اس واقعہ کا پورا تحقیقی بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے رسول اللہ نے ہمیں بحر آن کو خط لکھا تھا

باسمہ ابراھیم واسحق ویعقوب من محمد رسول اللہ الی اسقف نجران سلام علیک فانی احمد الیکم اللہ الذی لا الہ الا ھو اما بعد فانی ادعوکم الی عبادۃ اللہ من عبادۃ العباد وادعوکم الی ولایۃ اللہ من ولایۃ العباد

ابراہیمؑ اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کے خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ محمدؐ کی طرف سے جو اللہ کا رسول ہے اسقف نجران کی طرف۔ تم پر سلام ہو۔ میں تم کو بندوں کی عبادت سے خدا کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں۔ اور بندوں کی ولایت سے خدا کی ولایت کی طرف بلاتا ہوں

[illegible] ہوں گے [illegible] ہوں گے [illegible] ہوں گے [

فان ابیتم فالجزیۃ فان ابیتم فقد آذنتکم بحرب والسلام۔	اگر تم نے اس سے انکار کیا تو تم پر جزیہ ہے اور اگر تم نے اس سے بھی انکار کیا تو پھر جنگ کی اطلاع دیتا ہوں والسلام

یہ خط جب اسقف کے پاس پہنچا تو وہ بہت مضطرب اور پریشان ہوا۔ اور نجران کے ایک شخص شرحبیل بن وداعہ کو بلا بھیجا جو ہمدان کا رہنے والا تھا۔ اور جو ہر اہم بات میں سب سے پہلے اس سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ اجم سید عاقب سب کے بعد آئے۔ اسقف نے اُس کو رسول اللہ کا خط دیا۔ اور تمام سابقہ ہم باتوں کا ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ خدا نے حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں ایک نبی بھیجا ہے۔ اس نے کہا کہ خدا نے حضرت ابراہیم سے وعدہ کیا تھا کہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں ایک نبی ہوگا ہو سکتا ہے کہ یہ وہی ہوں۔ میں نبوت کے بارہ میں کوئی رائے نہیں دے سکتا یہ دنیا کا معاملہ نہیں ہے۔ تمہارے بعد اسقف نے عبداللہ بن شرحبیل کو بلایا۔ یہ اہل نجران میں حمیر کا ایک بہت معزز شخص تھا۔ اس نے بھی وہی رائے دی۔ تب اسقف نے اس کے بعد جبار بن قیس کو بلایا۔ یہ بنی حارث بن کعب کا ایک معزز شخص تھا۔ اور نجران میں رہتا تھا۔ اس نے بھی وہی رائے دی۔

جب سب معززین کی متفقہ رائے معلوم ہو گئی تو اسقف نے حکم دیا کہ تمام اہل وادی جمع کئے جائیں۔ اس مقصد کے لیے ایک بڑا میدان تھا۔ وادی کے اہل و اطراف میں یہ جگہ ناقوس بجایا گیا جس سے فوراً تمام اہل وادی کو طلب کی خبر ہو گئی۔ اور سب کے سب جمع ہو گئے۔ ان کے سامنے رسول اللہ کا خط پڑھا گیا۔ اور رائے مشورت کی گئی۔ اہل وادی نے آخر میں یہ بات طے کی کہ شرحبیل بن وداعہ عبداللہ بن شرحبیل حمیری اور جبار بن قیس حارثی کو بھیجا جائے کہ وہ رسول اللہ سے گفتگو کر کے پوری خبر لائیں۔

جب یہ وفد مدینہ بھیجا گیا تو سب نے سفر کا لباس اتار دیا۔ اور جبہ کا ملہ پہنا جس کا دامن زمین پر گھسٹتا تھا۔ اور سب نے سونے کی انگوٹھیاں پہنیں۔ اسکے بعد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا لیکن رسول اللہ نے اُن کے سلاموں کا جواب نہ دیا۔ یہ بہت انتظار کرتے رہے لیکن

رسول اللہ نے اُن سے کوئی بات نہ کی۔ یہ سب ہمت ہار بیٹھے۔ مدینہ میں دو شخص حضرت عثمان بن عفانؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ کو یہ لوگ جانتے تھے۔ کیونکہ یہ دونوں حضرات جاہلیت کے زمانہ میں تجارت کے لیے نجران جایا کرتے تھے۔

یہ لوگ ان دونوں حضرات سے ملے اور کہا کہ تمہارے نبی نے ہمیں خط لکھا۔ اس پر ہم آئے ہیں۔ مگر نہ تو وہ ہمارے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ نہ کچھ کلام کرتے ہیں۔ اب ہم لوگ کیا کریں کیا واپس چلے جائیں۔ ان دونوں حضرات نے حضرت علیؓ کو یہ خبر کہی۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے کپڑے اور انگوٹھیوں کو اتار دیں اور سفر کے لباس میں رسول اللہ سے ملیں۔ چنانچہ وفد کے لوگوں نے یہی کیا تو پھر رسول اللہ نے اُن کے سلام کا جواب بھی دیا۔ اور باتیں بھی کیں۔

اُن لوگوں نے رسول اللہ سے بہت سے سوالات کیے۔ اور حضورؐ نے اُن کے جوابات دیئے حتیٰ کہ انھوں نے ایک سوال یہ کیا کہ ہم لوگ نصاریٰ ہیں آپ یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں تاکہ آپ کا خیال حضرت عیسیٰ کے متعلق ہم قوم کو بتا سکیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرو اس کے متعلق جو کچھ میں بتایا جائے گا میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔ دوسرے روز یہ آیت نازل ہوئی۔

مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون الحق من ربک فلا تکن من الممترین فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔	عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک آدم کی طرح ہے جس کو اس نے مٹی سے پیدا کیا پھر کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گئے۔ یہ حق ہے تمہارے خدا کی جانب سے تو شک کرنے والوں میں نہ ہو جاؤ اور جب تمہارے پاس علم آ چکا تو جو تم سے اس بارہ میں لڑے تو اس سے کہو آؤ ہم لوگ اپنے اپنے لڑکوں کو اور تمہارے لڑکوں کو اپنی ذات کو اور تمہاری ذات کو پھر ابتہال کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت طلب کریں۔

Scanned by CamScanner

اس آیت میں حضرت عیسیٰ کی جو صفت خداوند پاک نے بیان کی اس کو قبول کرنے سے انہوں نے انکار کیا۔ اپنے حضور کے آیتہ کے حکم کے موافق مباہلہ کی تیاری کی دوسرے روز صبح کے وقت آپ نے حضرت امام حسین کو گود میں لیا۔ اور امام حسن کی انگلی پکڑی پیچھے آپ کے حضرت فاطمہ زہرا ہوئیں۔ اور اُن کے پیچھے حضرت علی ہوئے۔

جب اس طرح حضور مباہلہ کے لیے تیار ہو کر تشریف لائے تو شرحبیل اصبحی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اے عبدالمسیح شرحبیل۔ اور اے جبار بن قیس تم کو معلوم ہے کہ سارے اہل وادی نے اس معاملہ کو ہم لوگوں کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔ اور خدا کی قسم ہمارے سامنے ایک امر عظیم ہے۔ اگر یہ شخص خدا کا نبی اور نبی مرسل ہے اور ہم نے اس کے ساتھ ملاعنت کرلی تو ہم میں کا کوئی ناخن اور بال برابر بھی باقی نہ رہے گا۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ پھر تمہاری کیا رائے ہے کیا کیا جائے؟ شرحبیل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ اس معاملہ کو انہیں کی رائے پر چھوڑ دیا جائے۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ شخص ہرگز بے انصافی کا حکم نہ کرے گا۔ دونوں نے کہا کہ تم کو اختیار ہے یہ کر سکتے ہو۔ اس کے بعد شرحبیل حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں ملاعنت سے بہتر صورت آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں حضور نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ شرحبیل نے کہا کہ میں آپ ہی کو حکم تسلیم کرتا ہوں اس وقت سے شام تک اور ساری رات صبح تک آپ کو موقع ہے۔ اس درمیان میں آپ جو حکم دیں گے وہ ہم سب لوگ قبول کریں گے۔

رسول اللہ نے فرمایا کہ یا قرار تو کرتے ہو مگر مجھ کو ہے کہ جو لوگ تمہارے ساتھ نہیں ہیں وہ تمہارا خلاف کریں۔ شرحبیل نے کہا کہ اس کو آپ میرے ساتھیوں سے دریافت کیجئے۔ شرحبیل کے دونوں ساتھیوں نے کہا کہ اہل وادی کے انکار و اقرار کا مدار شرحبیل کی رائے پر ہے جس بات کو یہ قبول کریں گے اس کا خلاف کوئی نہیں کر سکتا اس کے بعد حضور لوٹ گئے اور ملاعنت نہ ہوئی۔

دوسرے روز صبح کے وقت حضور نے نجران کے لیے یہ عہدنامہ

لکھوایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ تحریر ہے جو محمد نبی اور خدا کے رسول نے نجران کے لیے لکھی ہے

جبکہ اُن کا حکم ہو گیا وہاں سے [illegible]
ظلم [illegible] انہوں نے اہل نجران پر ظلم کیا اور ہماری چراگاہ [illegible]
شرط پر کہ وہ دو ہزار حلہ سال [illegible] ایک [illegible] ایک ہزار
[illegible] ایک اوقیہ چونسٹھ [illegible] دو سو [illegible]
ہوں گی، ذرع گھوڑا، اونٹ یا جو چیز ان سے بھاگ گئی وہ بھی [illegible] اور
اہل نجران پر سے تاوان [illegible] ان پر لازم ہوگا اور کوئی [illegible]
زیادہ نہ کیا جائے گا۔ نجران میں کوئی [illegible] اہل نجران پر لازم
ہوگا کہ وہ بیس [illegible] بیس گھوڑے، اور بیس [illegible] بیس [illegible]
اور جو چیزیں عاریۃً ہوں گی اُن میں سے کوئی چیز اگر ضائع ہو جائے تو ضامن
جیسے آدمی پر لازم ہوگا بیشک ادا کرے۔

اور اہل نجران کے لیے خدا کا عہد اور محمد رسول اللہ کا ذمہ ہے۔ اُن کی اور
اُن کی ملت کا۔ اُن کے راضی اور سوال کا۔ اُن لوگوں کا جو حاضر ہیں اور اُن کا
جو غائب ہیں۔ اُن کے قبیلے کے آدمی ہوں یا اُن کے تابعین۔ اور شرط یہ ہے کہ
جس حالت میں وہ ہیں اُس میں کوئی تغیر و تبدل نہ کیا جائے۔ اُن کے حقوق
میں سے کسی حق کو نہ ٹالا جائے۔ نہ ان کے ساقط ہیں سے کسی منصب کو بدلا جائے
نہ رہبانیت میں سے کسی راہب کو ہٹایا جائے۔ اور جو قبیل و کثیر اُنکے [illegible]
اس میں تغیر و تبدل نہ کیا جائے۔ وہ جہالت کے کسی اشتباہ میں ماخوذ نہ ہونگے
زر جاہلیت کا کوئی مطالبہ اُن سے نہ ہوگا۔ کوئی اُن پر حشر نہ کر سکے گا کوئی فوج
اُن کی زمین میں داخل نہ ہوگی۔ اُن میں سے کوئی شخص جو [illegible]
مظلوم کے درمیان انصاف ہوگا۔ اگر کوئی صاحب حاجت اُن میں سے [illegible]
سود کھائے تو میرا ذمہ اس سے بری ہے۔ اُن میں کا کوئی شخص کسی دوسرے کے

ف فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے محمد کی جان قبضہ میں ہے جو اوں کے سوا ہوتے ہلاک آیا تھا بعد کو تسلیم ہے۔

فلکی وجہ سے اخوذ ہوگا اور اُن تمام باتوں پر جو اس عہد نامہ میں ہے خدا کا جوار
اور محمدؐ اور رسولؐ اللہ کا ذمہ ہے جبتک کہ خدا کا حکم آجائے۔

اس پر دستخط کیا ابوسفیان بن حرب جبلۃ ابن عمرو۔ مالک بن عوف۔ اقرع بن حابس حنظلی اور مغیرہ بن شعبہ نے۔

یہ تحریر جب مکمل ہوگئی تو لوگ اُس کو لیکر واپس ہوئے۔ اسقف اور نجران کے معززین ایک کوس کی مسافت تک اُن کے مستقبال کو آئے۔ اسقف کے ساتھ اس کا ایک بھائی تھا جو اُس کے ماں کی اولاد اور نسب کے بلحاظ سے اس کا ان تھا۔ اس کا نام شرحبیل معاویہ تھا اور کنیت ابوالحرث تھی۔ جب رسول اللہ کا خط اسقف کو دیا گیا۔ اور سب اس خط کو دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ آرہے تھے۔ ایک گھوڑے پر اسقف نے کہ اس کا نام یعفور تھا شرحبیل معاویہ نے اپنے اونٹ کو مہمیز کی طرف پھیر کر دوڑایا بھگایا۔ اسقف نے بہت چھوا کیا اور رو کنا چاہا مگر یہ نہ رکے مدینہ میں آکر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو کر یہیں رہنے لگے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ حضور کے عہد مبارک میں فی سنہ ۱۰ھ

بیہقی نے باسناد صحیح حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ میدان مباہلہ جب اسقف سے ذرا دور رسول اللہ کی تمام باتوں کو مانتے کے لیے مستعد ہوئے تو حضور سے کہا آپ ایک شخص کو میرے ساتھ کیجئے مگر وہ امانتدار ہو جو حضور نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایک شخص کو بھیجتا ہوں جو بہت امین ہے جیسا امانت کا حق ہے۔ اور کہا کہ اٹھو ابوعبیدہ بن الجراح جب وہ کھڑے ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ یہ اس امت کے امین ہیں۔ بخاری نے اپنے صحیح میں بسند اسی طرح حضرت حذیفہؓ سے روایت کیا ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت جبیر بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ مجھکو رسول اللہ نے نجران بھیجا اور یونس ابن بکیر ابن اسحٰق سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے علی بن ابی طالبؓ کو نجران بھیجا تاکہ اُن کے صدقات اور جزیہ کو جمع کر کے مدینہ لائیں واللہ اعلم

بعض توضیحات

احمد بن حنبل کی روایت میں بیان ہوا کہ رسول اللہؐ نے اہل نجران کو جو خط لکھا اُس کی ابتدا فی بسم اللہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب اِن تم کہتے

ہیں کہ میرا گمان نہیں ہے کہ یا اس طرح حضور نے تحریر فرمایا تھا۔ اور دوسرے نے کہا کہ بلکہ اہل کتاب کو چھٹے خطوط بھیجے سب کا مضمون اسی طرح کا تھا۔ اس روایت سے حضور کی سیرت و عادت کے خلاف ہیں۔

مباہلہ

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل باطل جو مخالف اور متعصب ہوتے ہیں وہ حق ظاہر ہو جانے پر اس سے مباہلہ کیا جا سکتا ہے۔ جانبین سے کوئی یہ نہ کہے کہ اس کا کیا ثبوت ہے اور رسول اللہ اس کے لیے مستعد ہوئے کہ مباہلہ ہو جائیں۔ اور ظاہر اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ حکم رسول اللہ کے لیے مخصوص تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے بھی ایک شخص کو اپنے مخالفین کو مباہلہ کی دعوت دی تھی اور امام اوزاعی نے بھی حضرت سفیان ثوری کو اور شہر یمن کے مسلمین مباہلہ کی دعوت دی تھی۔

ربوا

حضور نے اہل نجران کے عہد نامہ میں یہ شرط کی تھی کہ وہ سود نہ کھائیں گے تو یہ اس لیے تھا کہ سود لینا دینا حرام ہے اور اہل نجران کے ساتھ ہی نہیں بلکہ یہ شرط ہر ایک کے ساتھ ہی ہے۔ صرف اہل نجران کے ساتھ نہیں کہ اس نجران کے حضور کی خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں ہے کوئی ذمی یا کافر دارالحرب نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے تو معاہدہ باقی نہیں رہتا اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ ذمی کو شرعی احکام کے ماننے پر مجبور کیا جائے۔ کہ سکتے ہیں۔ ربوا خود ان کے مذہب میں بھی حرام ہے۔

خوراک عاریۃ

اہل نجران سے حضور نے یہ شرط کرلی کہ ہمارے فوجیوں کی جو بھی ضیافت تمہارے ذمہ ہوگی۔ اور آپ نے بھی ذکر کر لی کہ ضرورت کے وقت تیس زرہیں تیس گھوڑے۔ اور تیس اونٹ ہمارے کارپردازوں کو عاریۃً دینی ہوگی۔ اس میں شرط امین و مجرد نہیں ہے لیکن اس سے ثابت ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو عاریۃً لینا شرعاً جائز ہے بشرطیکہ یہ معلوم ہو کہ یہ عقد فسخ کے بعد جوں کی توں واپس ہو جائے گی اور جزیہ کے مصارف قرآن پاک میں مقرر ہیں مگر ضرورت کے وقت اس کو دوسرے کاموں میں بھی خرچ کیا جا سکتا ہے جیسا کہ اس جنگ میں اس سے ہتھیار خریدے گئے کہ ضرورت ختم ہونے کے بعد وہ اسی کام کے لیے مخصوص ہوگی اور ہتھیار کی جنس ہوگا وہ جزیہ کے مصارف میں تغیر نہ ہوگا بلکہ وہ اسی کام کے لیے مخصوص ہوگی جس کام کے لیے وہ خریدے گئے ہیں۔ باقی جنس جنگ میں جس سے ہتھیار حاصل کیے گئے ہیں ضرورت ختم ہونے کے بعد وہ جنس کو واپس کر دیا جائے گا۔

Scanned by CamScanner

صدقہ و جزیہ

ابن اسحاق کی ایک روایت سے نے اس وفد کے امور ذکر میں ذکر کیا ہے۔ کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو نجران بھیجا۔ تاکہ ان کے صدقات اور جزیہ کو جمع کر کے لے آئیں۔ اس روایت پر ایک شبہ وارد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اہل نجران سے صدقہ اور جزیہ دونوں لیا جائے۔ صدقہ مسلمانوں سے لیا جاتا ہے۔ اور جزیہ ذمی کافروں سے۔ اہل نجران سے جو معاہدہ ہوا اس کی بنا پر ان سے دو ہزار حلہ ہر سال لینا چاہیئے تھا۔ یہاں کیا کہ یہ صدقہ کافروں سے نہیں لیا جاتا۔ اور اگر وہ مسلمان ہو گئے تھے تو پھر جزیہ کیسا۔

یہ شبہ ہے مگر پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ رسول اللہ نے خالد بن الولید کو بنی حارث بن کعب کے پاس نجران بھیجا تھا۔ اور وہ سب مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا وفد بھی اس کے بعد حضورؐ کے پاس آیا تھا اور آپ نے قیس بن حصین کو ان کا امیر مقرر کر دیا تھا۔

اصل یہ ہے کہ نجران میں دو فریق تھے نصاریٰ اور آتیین۔ نصاریٰ نے جزیہ قبول کیا۔ مصالحت کی مگر مسلمان نہ ہوئے۔ اور آتیین نے اسلام قبول کیا۔ اپنے ایک فریق سے عشر وصول کیا جاتا تھا اور دوسرے فریق سے زکوٰۃ و اشر ع

قدوم رسول فروۃ الجذامی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ فروہ بن عمرو الجذامی ثم العاملی نے رسول اللہ کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا۔ اپنے اسلام کی خبر دی۔ اور سفیر بطلب بھیجا۔ یہ فروہ معان میں تھا اور روم کی طرف سے عرب شام کے اس تمام علاقہ کے عامل تھے جو معان کے اطراف میں تھا جب روم کو ان کے اسلام کی خبر ہوئی تو ان سب نے ان کو طلب کیا۔ اور گرفتار کر کے قید کیا۔ اور پھر بسکے بعد سلطین کے ایک مقام عفراء میں صلیب دیا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ امام زہری کا بیان ہے کہ فروہ قتل کے وقت کہا تھا۔

بلغ سراۃ المسلمین بانی سلم لربی اعظمی و مقامی

قدوم ضمام بن ثعلبہ

ابن اسحاق نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ بنی سعد بن بکر کے ضمام بن ثعلبہ کو رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ اپنے اونٹ پر سوار کے

دروازہ تک آئے۔ اتر کر اونٹ کو دروازہ سے باندھا۔ اور اندر گئے۔ حضورؐ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے جاتے ہی پوچھا کہ تم میں ابن عبدالمطلب کون ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابن عبدالمطلب میں ہوں۔ کہا کہ محمدؐ فرمایا کہ ہاں۔ کہا کہ ابن عبدالمطلب میں آپ سے کچھ پوچھنے والا ہوں اور سوال میں ذرا سختی ہوگی آپ ناراض نہ ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں ناراض نہ ہوں گا جو بات تم پر ظاہر ہوئی ہے پوچھو۔ ضمام نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جو آپ کا معبود اور آپ کے اہل کا معبود ہے۔ ان سب کا معبود ہے جو آپ کے قبل تھے اور بعد کا معبود ہے جو آپ کے بعد آئیگا کیا واقعی آپ کو اللہ نے ہم لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اللھم نعم یعنی ہاں۔ کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جو آپ کا معبود ہے آپ کے اہل کا معبود ہے۔ ان کا معبود ہے جو آپ کے پہلے گزرے ہے۔ اور ان کا معبود ہے جو آپ کے بعد آئیگا یہ حکم آپ کو اللہ نے دیا ہے کہ صرف اسی کی پرستش ہم سب لوگ کریں اور اس کا شریک نہ بنائیں۔ اور ان تمام بتوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباء پرستش کرتے تھے حضورؐ نے فرمایا اللھم نعم یعنی ہاں اسکے بعد وہ اسلام کے ایک ایک فریضہ کے متعلق قسم دیکر اسی طرح پوچھتے گئے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے فرائض اسلام کے متعلق سوال کیا۔ اور ہر ایک کے اسی طرح قسم دیا جیسا کہ ذکر ہوا۔

جب ضمام بن ثعلبہ ان سوالات سے فارغ ہوئے تو کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانک محمد عبدہ و رسولہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور کہا کہ میں ان تمام فرائض کو ادا کروں گا جس کا آپ نے حکم دیا اور ان سب باتوں سے بچوں گا جس سے آپ نے منع کیا ہے۔ اور اپنی طرف سے نہ کچھ بڑھاؤں گا نہ گھٹاؤں گا۔ یہ کہکر حضورؐ کے پاس سے نکلے تو حضورؐ نے فرمایا اگر یہ شخص اپنی بات کو سچ ثابت کیا تو جنت میں داخل ہوگا۔ ضمام بن ثعلبہ بنی سعد بن بکر کے تھے وہاں کے وہ سردار تھے۔

یہ باہر آکے اپنے اونٹ کو کھولا اور روانہ ہو گئے جب اپنی قوم میں پہنچے تو لوگ ان کے پاس

Scanned by CamScanner

نہ تمہارا اس کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کوئی اس کے سامنے ساری دنیا تقسیم کرے تو وہ اس طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

جہاں کہ وفد میں کہ حضورؐ کی وفات کے بعد جب بنو حنیفہ نے ارتداد پھیلایا تو اسی لڑکے نے اپنی قوم کو سنبھالا۔ اور اُن میں سے کوئی بھی مرتد نہ ہوا۔ حضرت صدیقؓ اس لڑکے کی حالت ہمیشہ دریافت کیا کرتے تھے۔ اور اچھے زیادہ لیدر کو کھانا کھانے کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔ والسلام

مدارج کا اعتبار

حضورؐ کی ساری سیرت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے حسن سلوک میں بھی ہمیشہ مدارج کا لحاظ رکھا ہے۔ مخلص اور منافق۔ متقی اور غیر متقی کے ساتھ آپ ایک طرح کا سلوک نہیں کرتے تھے۔ سارے وفود قبائل کی طرف سے اسلام قبول کرنے کے لئے آتے تھے مگر ان کے ساتھ سلوک اُن کے مدارج اور خلوص کے اعتبار سے ہوتا تھا۔ تجیب کے وفد کا خلوص اور اسلام کی طرف اُن کی رغبت جب اُن کے اعمال اور سوالات کے ذریعہ معلوم ہو گئی۔ تو آپ نے اُن کو تحائف بھی زیادہ دیئے۔ اور زاد راہ بھی اوروں سے زیادہ دیا۔ رسول اللہ کی سنت یہی ہے کہ حسن سلوک میں تقویٰ اور خلوص کے مدارج کا لحاظ رکھا جائے متقی و فاسق دیندار اور بے دین کے برتاؤ میں فرق کیا جائے جس کا عند اللہ درجہ معلوم ہے اُس کو دنیا کے برتاؤ میں بھی ترجیح دینا دین کی سنت کی دلیل ہے۔ اور عدم ترجیح مساوات دین کی طرف رغبت نہ ہونے کی دلیل ہے والسلام

وفد بنی سعد ہذیم من قضاعہ

واقدی ابی النعمان سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد سے جو بنی سعد ہذیم کے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت سارے عرب پر رسول اللہ کا اقتدار قائم ہو گیا تھا۔ دو طرح کے آدمی تھے ایک وہ جنہوں نے رغبت سے اسلام قبول کیا تھا دوسرے وہ جو تلوار کے خوف سے تابع ہو گئے تھے۔

ہم لوگ جب مدینہ کے قریب پہنچے۔ وہاں سے پھر مسجد کی طرف آئے۔ دروازہ پر ہم

تو اُس وقت رسول اللہ مسجد کے اندر جنازہ کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ہمارا میں یہ جرأت نہ ہوئی کہ رسول اللہ کے ساتھ میں نماز میں شریک ہو۔ نماز سے فارغ ہو کر جب واپس ہوئے تو ہم لوگوں کو دیکھا۔ پوچھا آپ لوگ کون لوگ ہو۔ ہم نے کہا کہ بنی سعد ہذیم۔ پوچھا کہ کیا تم مسلمان ہو۔ ہم نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ تم اپنے بھائی کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے۔ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم نے سمجھا کہ جب تک آپ کی بیعت نہ کریں اور مسلمان نہ ہو جائیں یہ جائز نہیں ہے۔ فرمایا کہ تم جہاں بھی ہوئے مسلمان ہوئے۔ اس کے بعد ہم سب نے اسلام پر رسول اللہ سے بیعت کی۔ اور تم اپنے مقام کی جگہ سے گئے۔ سب کی حفاظت کے لئے وہاں ایک لڑکے کو چھوڑ دیا تھا اسلئے رسول اللہ نے پھر بلایا۔ ہم اپنے ساتھی کو لیکر گئے۔ تو رسول اللہ نے اُس کی بھی اسلام پر بیعت لی۔ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ تو ہم سے چھوٹا اور ہمارا خادم ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ چھوٹا قوم کا خادم ہوتا ہی ہے۔ خدا اُس کو برکت دے۔

اسکے بعد جب ہم لوگ واپس آئے تو وہ لڑکا ہمیشہ بھلائیوں میں ہم سے بڑھا رہتا تھا۔ اور رسول اللہ نے اُسی کو ہم سب پر امیر مقرر کر دیا تھا۔ وہی ہم سب کی امامت کرتا تھا۔ اور یہ سب رسول اللہ کے دعا کی برکت سے تھا۔

جب ہم نے رسول اللہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا۔ تو حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص کو کچھ کچھ عنبر عطا فرمائی دیا۔ جب ہم وہاں سے اپنی قوم میں آئے تو خدا نے ساری قوم کو اسلام نصیب کیا۔ والسلام

وفد بنی فزارہ

ابی قیم لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے لوٹے تو آپ کی خدمت میں بنی فزارہ کا وفد آیا۔ اس میں بیس سے کم آدمی تھے اور ان میں حارثہ بن حجیمین اور حسن بن قیس بن حصین بھی تھے۔ یہ لوگ عیینہ بن حصین کے بھائی اور بھتیجے تھے جس کا ذکر غزوہ غابہ غزوہ ذی قرد اور غزوہ حنین وغیرہ میں بار بار ہو چکا ہے۔ یہ سب حارث کے مکان میں ٹھہرے اور اسلام کا اقرار کر کے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ نے ان سے آنکے بلاد کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے بلاد تباہ ہو گئے۔ ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے

ہمارے باغات ویران ہوگئے۔ اور ہمارے عیال سوکھ کر کانٹا ہوگئے خدا سے دعا کیجئے کہ پانی برسائے۔ اور اپنے رب سے ہماری سفارش کیجئے اور چاہئے کہ آپ کا رب آپ سے ہماری سفارش کرے رسول اللہ نے فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہو یہ تو نے کیا کہا ہیں تو اپنے خدا سے بزرگ و برتر سمجھتا ہوں تمہاری سفارش کروں گا مگر وہ کون ہے جس کے پاس خدا سے ذوالجلال سفارش کرے۔ اس کے سوا کوئی سفارش کروں گا مگر وہ کون ہے جس کے پاس خدا سے ذوالجلال سفارش کرے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا عظمت و جلال سارے آسمان و زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے اس حماقت اور گمراہی سے کلام پر خدا بھی ہنستا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا خدا بھی ہنستا ہے حضورؐ نے کہا ہاں انھوں نے کہا کہ ایسے خدا کو ہرگز نہ چھوڑوں جو ہنستا ہے اس پر حضورؐ کو بھی ہنسی آگئی اسکے بعد حضورؐ منبر شریف لے گئے اور دعا کی۔ دعا میں آپ نے اپنا ہاتھ بلند کیا کہ بطن کی سفیدی ظاہر ہوئی تھی۔ مشکل کیلئے جو سوقت آپ نے دعا کی اسکے یہ الفاظ تھے خواہیں

اللّٰھم اسق بلادك وبھائمك۔ وانشر رحمتك۔ واحی بلدك
المیت۔ اللّٰھم اسقنا غیثاً مغیثاً مریعاً طبقاً واسعاً عاجلاً
غیر اٰجل۔ ناقعاً غیر ضار۔ اللّٰھم اسقیا رحمة لا سقیا عذاب
ولا ھدم ولا غرق ولا محق۔ اللّٰھم اسقنا الغیث والعفو علی الاعداء

وفد بنی اسد بنی اسد کے دس آدمیوں کا وفد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انمیں واثلہ بن ہذیل و طلحہ بن خویلد بھی تھے۔ اس وقت رسول اللہ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے بولنے والے نے حضورؐ سے کہا کہ یا رسول اللہ ہم نے خود توحید اور رسالت کی شہادت دی اور یا رسول اللہ ہم خود آپ کے پاس آئے ہیں۔ اپنے لوگوں کے پاس اپنا آدمی نہیں بھیجا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ مجھ سے کعب الخرمی نے کہا کہ اللہ پاک نے انمیں کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ یمنون علیك ان اسلموا قل لا تمنوا علیّ اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان۔ ان کنتم صادقین ۔ وہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ کہدیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ یہ تو خدا کا احسان ہے

ہدایت کی ہے اور آخر کلام فرمایا کہ تم میں جو رہنا چاہے رہے۔ اور جو جانا چاہے جائے۔ اور وہیں رہنے لگے۔

کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی۔

ان لوگوں نے رسول اللہ سے خلافت کھائی۔ اور قرب بعضی کے بارہ میں دریافت کیا حضورؐ نے ان سب سے منع کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ جاہلیت کے ایام میں ہم لوگ یہ سب کیا کرتے تھے۔ ایک بات اور باقی رہ گئی ہے اس کے متعلق کیا ارشاد ہے حضورؐ نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے۔ کہا خط یعنی تحریر حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو کسی نبی کی تعلیم ہے جس سے بہتر عرب اور کیا ہوگا۔

لغت۔ عیافۃ۔ عربوں کا فاعدہ فعالہ کے نام جیسے کہ آواز۔ ہوئیں کے اڑنے کی سمت اور طرف سے فال لیا کرتے تھے۔ یہ ان میں کثرت سے رائج تھا۔ اور ان کے اشعار میں اس کا ذکر بہت ہے۔ اور خاص پرندوں کے متعلق بھی بہت روایتوں میں اس کا ذکر آتا ہے حضورؐ نے اس سے منع کر دیا۔ کہانت جب کی وہ باتیں بتانے والی باتوں کی جو دریافت کرنے کا شوق عربوں میں بہت تھا بہت سے کاہن تھے جو سجع اور تکلفی عبارتوں میں گول گول باتیں اس طرح بنایا کرتے تھے کہ جیسا واقعہ ظاہر ہوتا اس کے مطابق اس عبارت کی تطبیق ہو جاتی تھی اور لوگ ان کو مرعوب ہو کر جانے تھے ان میں بعض بڑے بڑے شہور کاہن تھے جیسے شق اور سطیح وغیرہ حضورؐ کے کاہنوں کے پاس جانے اور سوال کرنے سے منع کر دیا۔ اور کہانت کو غلط اور فریب قرار دیا۔ ضرب یعنی مار شاید تیر کا اچھالنا۔ ایام جاہلیت میں ایک قسم کی بیع یہ تھی کہ کوئی قسمت جتلوا کر مشتری کنکری مارتا تھا جس چیز پر کنکری لگ جائے اس کی بیع ہو جاتی تھی۔ یا زمین کی بیع میں یہ تھا کہ مشتری کنکری پھینکتا تھا جہاں تک وہ کنکری جاتی تھی وہ مشتری کی زمین ہو جاتی تھی اس بیع سے حضورؐ نے منع کر دیا۔ ابن اثیر نے نہایہ میں ان سب مفاہیم کو ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

وفد بجیلہ واقدی کہ شیخ الحفاظ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ان کی ماں ضباعہ بنت الزبیر بن عبدالمطلب نے ان سے بیان کیا۔ کہ یمن کے قبیلہ بجیلہ کا وفد آیا تو میں نوجوان لڑکی تھی۔ وہ لوگ مع اپنی سواریوں کے مقام ذی الاسوذ کے دروازہ تک آئے۔ اسوقت ہم سب لوگ اپنے گھروں میں تھے جو بنی جذیلہ میں تھا مقام ذی خشب میں۔ مرحبا کہا۔ اور انکو وہاں

Scanned by CamScanner

اُجڑا۔ اسکے بعد آپ نے ایک بڑے پیالہ میں جس میں تھا جو ہم لوگوں نے اپنے لیے پکایا تھا دیدیے گئے ہم لوگوں نے اس کو آسودہ ہو کر کھایا اور پیالہ میں جو باقی اُس میں کچھ باقی رہ گیا تھا اتنی میں کہ جو رہ گیا تھا اس کو ہم نے ایک چھوٹے پیالہ میں جمع کر کے اپنی لونڈی سدرۃ کی معرفت رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا حضورؐ اس وقت ام سلمہؓ کے مکان میں تھے۔ پوچھا کہ کیا عباد نے بھیجا ہے سدرۃ نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ حضورؐ نے فرمایا کہ بٹھا رکھو پھر آپ نے مہمانوں کا حال پوچھا۔ اسکے بعد حضورؐ نے اور جو لوگ وہاں موجود تھے سب نے آسودہ ہو کر اُس سے کھایا۔ اور سدرۃ نے بھی کھایا۔ اور اُس میں کچھ بچ رہا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ اپنے مہمانوں کے لیے لے جاؤ۔ سدرۃ کہتی ہیں کہ ہم اُس کو لے گئے اور جب تک مہمان مقیم رہے وہی اُن کے پاس تا جا تا رہا اور کم نہ ہوتا تھا۔ ان مہمانوں نے حضرت عقادؓ سے کہا کہ اے ابو سعد تم نے تو ایسا لذیذ کھانا ہمیں کھلایا کہ یہاں کے سوا کبھی ایسا مرغوب کھانے پر ہم قادر نہ ہوئے۔ ابو سعدؓ نے اُن سے سب حال کہا۔ اور بتایا کہ یہ لذت رسول اللہ کی انگلیوں کی وجہ سے ہے تب مسلمان ہو گئے اور سب کو رسول اللہ کی رسالت کا یقین ہو گیا۔ پھر اُن لوگوں نے چند روز قیام کیا فرائض سیکھے تب نصیحت ہوئے۔ رسول اللہ نے اُن کو خرچ مرحمت فرمایا جسا دہ فود کو بار کرتے تھے اور وہ لوگ روانہ ہو گئے۔

وفد عذرہ صفر ۷ھ میں بارہ آدمیوں کا ایک وفد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں حمزہ بن النعمان بھی تھے۔ رسول اللہ نے پوچھا کہ کس قوم کے لوگ ہیں۔ انکے بولنے والے نے کہا کہ ہم لوگ بنو عذرہ ہیں۔ جو ہاں کی فرد سے قضی کے بھائی تھے۔ ہم ہی لوگ ہیں جنہوں نے قضی کا ساتھ دیا اور بطن کو سے خزاعہ اور بنی بکر کو نکال دیا۔ ہماری قرابتیں ہیں۔ اور ہمارے اعزام ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ ہم نے پہچانا تمہیں مرحبا بلا وسہلاً۔

سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ نے اُن لوگوں کو شام کے فتح کی بشارت دی۔ اور

لہ جس کا ذکر کیا ہے کہ جس ایک کھانا ہو تھا جو تھوڑا تھا اور تھوڑا کھانے والے تھے اور کبھی بسوں کی جماعت کا قطع نہ ہوا وہ وہ حدیث تھے واللہ اعلم۔ مرتب

خبر دیا کہ ہر قبل اس ملک سے بھاگ جائے گا حضورؐ نے اُن کو کاہن کے سوال سے منع کیا۔ اور وہ مختلف ذبائح اور قربانیاں کرتے تھے اُس سے منع کیا۔ اور حکم دیا کہ اللہ کے سوا اور کسی طرح کا ذبیحہ نہ کرو۔ وہ لوگ چند روز رملہ کے مکان میں ٹھہرے پھر چلے گئے جاتے وقت اُن کو حضورؐ نے خرچ اور زاد راہ دیا جیسے وہ خود کو بار کرتے تھے۔

جناب قاضی اطہر مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ غدرہ شام کا مشہور مقام ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بنی غدرہ وہیں رہتے ہوں۔ اور اسی سے مقام کا نام بھی یہی ہو گیا ہو۔

وفد بنی حنیفہ ربیع الاول ۷ھ میں قبیلہ بنی حنیفہ کا وفد آیا۔ وفد میں ثمامہ بن اثال حنفی بھی تھا جو کہ اُن کی قوم کے سردار تھے۔ اسلیے اُنہوں نے اُن لوگوں کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ اور پھر اپنے شامل رسول اللہ کی خدمت میں لے گئے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ میری قوم کے لوگ ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں تم کو اور تمہاری قوم کو اسکے بعد وہ سب مسلمان ہو گئے۔ حضورؐ نے اُن سے فرمایا الحمد للہ الذی ھداکم للاسلام فکل من صلت علی غیر الاسلام فھو فی النار یعنی خدا ہی کے لیے ساری تعریف ہے جس نے تم کو اسلام کی ہدایت کی۔ جو شخص اسلام کے سوا اور کسی دین پر مرا وہ جہنمی ہے۔

اُن میں ایک شخص ابو الشیبہ بن ربعی تھے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ کو ضیافت کھلانے کی بڑی رغبت ہے۔ تو کیا اس میں میرے لیے کوئی اجر ہے حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں ہر اچھا کام جو تم کرو فنی کے لیے ہو یا غیر کے لیے وہ صدقہ ہے۔ تب انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ضیافت کی مدت کیا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ تین دن۔ اسکے بعد جو وہ صدقہ ہے۔ اور مہمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اس کے بعد تمہارے یہاں ٹھہرا رہے۔ اور تم کو حرج پہنچائے۔ پھر اس کے بعد انہوں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میدان اور جنگلوں میں گمشدہ قسم یعنی بکری اور بھیڑ وغیرہ ملتی ہے اس کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے حضورؐ نے فرمایا کہ وہ تمہاری ہوگی یا تمہارے بھائی کی یا بھیڑیئے کی پوچھا کہ اور گمشدہ اونٹ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو تو نہیں لے سکتے۔ اس کو چھوڑ دو تاکہ اس کا مالک تلاش کرے۔

مثل ثمامہ بن اثال حنفی کے۔ جنہوں نے ۹ھ میں حضرت صلعم کو خط لکھا تھا کہ مجھ کو اپنا مرید فرما لیجئے۔ مرتب

ڈرہ جاتے ہیں کہ اس کے حصہ وصول کر میرے مکان پر آئے تو رسول اللہ اُن کے لئے کچھ
نہ کرسکے۔ اور وہ لوگ ذلیل و خوار ہو کر اس کے حصہ سے پھر رسول اللہ سے رخصت ہوئے تو
بیکار کے بیکار رہ گئے۔ وہ لوگ تین روز اس کے حصہ سے پھر رسول اللہ سے رخصت ہوئے تو
حضورؐ نے اُن کو زاد راہ دیکر تب اپنے ملک کی طرف روانہ کئے۔

ضیافہ کا حکم اور طبیعت کے سوال اور رسول اللہ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کو تین دن سے زیادہ میزبان کے یہاں ٹھہرنا حلال نہیں ہے۔ اگر میزبان کو اس سے حرج واقع ہونے کا اندیشہ ہو حضرت ابی شریح خزاعیؓ کی روایت سے اس کی تصریح ہو چکی ہے۔

غم ضالہ کا حکم حضورؐ نے فرمایا کہ غم ضالہ تمہاری ہوگی یا تمہارے کسی بھائی کی یا بھیڑیئے کی۔ بھیڑیئے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھی جائز ہے۔ پہلے اس کے کا مطلب یہ ہوا کہ غم پایا کوئی مسلمان اُس کو اپنے قبضہ میں لیلے ورنہ بھیڑیا اس کو کھا جائے گا مگر اس روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ قبضہ میں لینے کے بعد اُس شخص کو اس غم میں تصرف کا اختیار بھی ہوگا یا نہیں حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت میں کچھ اشارہ وہ ہیں پوچھا کہ یا رسول اللہ غم ضالہ کے بارہ میں آپ کیا حکم دیتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ وہ تمہاری ہوگی یا تمہارے کسی بھائی کی یا بھیڑیئے کی۔ اپنے بھائی کی گم شدہ چیز کو اس کے لیے محفوظ رکھو۔ اس روایت کے آخری جملہ سے یہ بات صراحۃً ثابت ہوتی ہے کہ وہ غم اپنے مالک تک پہنچ جائے گی اور اسی کے لیے محفوظ رہے گی لیکن یہ محل نظر ہے۔ اس لیے کہ اگر اس کا مالک فوراً نہ آئے تب تو کوئی دقت نہیں ہے لیکن اگر بعد مدت ملا تو غم کی حفاظت اور کھلانے میں جو خرچ ہوگا وہ کون دے گا اور کیوں دے گا۔

اسی وجہ سے اس بارہ میں علماء کا اختلاف ہو گیا ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک سال اپنے پاس رکھے اور اصل غم کو محفوظ رکھے جب مالک آجائے تو اس سے خرچ وصول کرے بعض کہتے ہیں کہ بیچ دے اور قیمت مالک کے لیے محفوظ رکھے بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے تصرف میں لائے۔ خرچ کرکے کھلائے پلائے مگر مالک کے ملنے پر قیمت ادا کرے بعض کہتے ہیں کہ اُس کو اختیار ہے جو صورت مناسب ہو اور جس میں پالنے والے اور مالک دونوں کی مصلحت محفوظ ہو کر سکتی ہے واللہ اعلم

وفد ذی مرہ حضورؐ کی خدمت میں ذی مرہ کا وفد آیا۔ اس میں تیرہ آدمی تھے۔ اور اُن کے سردار حارث بن عوف تھے۔ اُن لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کی قوم اور عشیرہ سے ہیں۔ ہم لوی بن غالب کی اولاد میں حضورؐ نے بیحد تبسم فرمایا۔ اور حارث سے پوچھا کہ تم نے اپنے اہل کو کہاں چھوڑا۔ کہا کہ مقام سلاح میں حضورؐ نے دریافت کیا کہ تمہارے بلاد کی کیا حالت ہے۔ کہا یا رسول اللہ خشک سالی سے تباہ ہے۔ جانوروں کے سر میں مغز باقی نہیں رہا ہم لوگوں کے لیے خدا سے دعا کیجئے۔ حضورؐ نے دعا کی اللھما اسقھم الغیث۔ وہ لوگ چند روز مقیم ہو جانے کا ارادہ کیا تو حضورؐ سے رخصت ہونے کے لیے آئے۔ حضورؐ نے حضرت بلال کو حکم دیا اُنہیں سب کو فی شخص کو دس اُقیہ چاندی دی اور حارث بن عوف کو بارہ اُقیہ۔ یہ لوگ لوٹ کر اپنے وطن گئے تو دیکھا کہ وہاں پانی برسا ہے اور علاقہ سرسبز ہے۔ دریافت کیا کہ پانی کب برسا تو معلوم ہوا کہ اسی روز پانی برسا تھا جس روز رسول اللہ نے اُن کے لیے دعا کی تھی۔

وفد خولان شعبان ۹ھ میں خولان کا وفد حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ اُس میں دس آدمی تھے انہوں نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم خدا سے بزرگ و برتر پر ایمان لائے ہیں۔ اور اُس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔ ہمارے دلوں پر عمر کیا سخت و نرم زمین پر چلے اور سفر کی تمام تکلیفیں برداشت کیں صرف اس لیے کہ آپ کی زیارت کریں۔ یہ خدا اور خدا کے رسول کا ہم پر احسان ہے کہ ہم کو یہ توفیق ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر کی تکلیفوں کا جو تم نے ذکر کیا سو اللہ پاک نے تمہارے اُن دنوں کے ہر قدم کے بدلہ تمہارے لیے ایک نیکی لکھی ہے اور جو تم نے میری زیارت کا ذکر کیا سو جس نے مدینہ میں میری زیارت کی وہ قیامت کے روز میرے جوار میں ہوگا۔

اس کے بعد حضورؐ نے اُن سے خولان کے بارہ میں پوچھا۔ اُنہوں نے خولان کا بت خانہ جس کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ اُس کو تو خدا نے بدل دیا اب تو ہم آپ کے لائے ہوئے احکام کے تاج میں بعض پودے اور بعض پودیاں ہیں۔ اُن کے تاج ہم گلی میں ہم واپس جائیں گے تو اُس کو بالکل منہدم کر دینگے۔

۱؎ اُوقیہ کی مقدار تقریباً چالیس درہم کے برابر ہوتی ہے ۲؎ یہ بیت کا نام رکھا تھا اور اس سے تمام دنیا کے لوگ

انھوں نے پھر بیان کیا کہ یارسول اللہ ہم لوگ قحط کی وجہ سے بڑے فتنہ میں مبتلا ہو گئے تھے بڑی سخت خشک سالی تھی تو ہم لوگوں نے مقدرت کے موافق مال جمع کیا اور ایک سو بیل خریدا اور سب کو ایک روز قربانی کر کے چھوڑ دیا اس کو درندے کھاتے رہے حالانکہ ہم لوگ درندوں سے زیادہ حاجتمند تھے اتفاق یہ کہ دوسرے روز پانی برس گیا کہنے لگے کہ قحط نے ہم پر انعام کیا۔

اور ان لوگوں نے ذکر کیا کہ ہماری قوم اپنے جانور اور کھیت میں ایک حصہ قحط کا مقرر کرتی تھی اور ایک حصہ اللہ پاک کا زراعت کرتی تو ایک طرف قحط کا حصہ چھوڑ دیتی تھی اور ایک طرف اللہ پاک کا کبھی ہوا چلتی تو اللہ پاک کا حصہ بھی قحط کے لیے کر دیتی مگر قحط کا حصہ اللہ پاک کیلئے کبھی نہیں کرتی تھی حضورؐ نے فرمایا کہ اس کے متعلق میرے پاس خدا نے وحی بھیجی ہے۔ وجعلوا للہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیبا الآیہ

انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ یارسول اللہ ہم اپنے جھگڑوں میں قحط کو حکم بناتے تھے تو وہ بولتا تھا اور فیصلہ کرتا تھا حضورؐ نے فرمایا کہ وہ قحط نہیں بولتا تھا۔

اس کے بعد انھوں نے فرائض سیکھے اور حضورؐ نے ان کو چند باتوں کی تاکید کی فرمایا کہ ذکر کرو دعا کرو۔ ہمیشہ استغفار کرو۔ جوار کا پورا پورا خیال رکھو۔ اور کبھی پر کبھی ظلم نہ کرو الظلم ظلمات یوم القیامۃ پھر جب وہ رخصت ہوئے تو حضورؐ نے ان کو زاد راہ دیا وہ لوگ اپنی قوم میں گئے وہاں کے لوگ سے پہلے قحط کو ختم کیا۔

وفد محارب ۱۰ھ وداع کے سال حضورؐ کی خدمت میں محارب کا وفد آیا۔ ۱۰ یہ لوگ بہت شریف اور بااخلاق تھے۔ ابتدائے اسلام میں جب حضورؐ قبائل میں جا کر اسلام پیش کر رہے تھے تو ان لوگوں نے حضورؐ کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ اس وفد میں دس آدمی تھے اور اپنی قوم کی طرف سے اب ہو کر آئے تھے۔ ایک روز خدمت قحط تک یہ لوگ رسول اللہ کی مجلس میں حاضر رہے تو ان میں سے ایک شخص کو رسول اللہ نے بھیجا اور اس کو دیر تک غور سے دیکھتے رہے۔

جب محاربی نے اس طرح رسول اللہ کو اپنی طرف دیکھتے دیکھا تو پوچھا یارسول اللہ آپ میرے متعلق کچھ خیال فرما رہے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ شاید میں نے تم کو کہیں دیکھا ہے محاربی نے کہا کہ ہاں خدا کی قسم آپ نے مجھ کو دیکھا ہے اور میں نے آپ کو دو آنکھوں سے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں نے آپ کو روکا ہے زیادہ تعجب اس وقت ہوا جب آپ نے اسلام پیش کر رہے تھے اور اسی نے کہا کہ یارسول اللہ اس وقت جماعت سے قبیلوں میں کوئی شخص مجھ سے زیادہ آپ کا اور اسلام کا دشمن نہ تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو اسلام کی طرف لے آپ کی تصدیق کی دوسرے لوگ جو اس وقت بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی اپنے اپنے وقت میں مسلمان ہو گئے حضورؐ نے فرمایا کہ قلوب خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہیں محاربی نے کہا کہ یارسول اللہ خدا سے دعا کیجئے کہ میری مغفرت کرے اور جو زیادتی میں نے آپ کے ساتھ کی ہے اس کو معاف کرے حضورؐ نے فرمایا کہ اسلام پہلے کفر کی باتوں کو مٹا دیتا ہے جس کے بعد وہ لوگ اپنے اپنے گھر کی طرف لوٹ گئے۔

وفد ضماء ۱۰ھ میں ضماء کا وفد آیا۔ قصہ یوں ہوا کہ جب حضورؐ واپس آئے تو قحط کے بعد جس وقت آپ نے حوض روانہ کیے اس وقت چار سو سواروں کی ایک جماعت آپ نے قیس بن عاصم کی جانب روانہ کی کہ ان کے پاس جائیں اور ان کو دعوت اسلام دیں اور ان کو یہ بھی حکم دیا کہ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں اس وقت ضماء بھی جا رہا تھا ضماء ایک شخص کو جبش کا اور ان کا حکیم تھا۔ تو وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یارسول اللہ میں اپنی قوم کی طرف سے آیا ہوں تاکہ اپنے بھائیوں کو واپس لے جاؤں اور اپنی قوم کا پیغمبر ہو کر خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ رسول اللہ نے قیس بن عاصم کو فضائل واپس بلایا اس کے بعد صدقہ لے کر اپنی قوم کے سردار لوگوں کو لے کر پھر حاضر ہوئے پہلے معاذ بن جبل کو بھیجا تھا کہ میں خود رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت اسلام کی بیعت کی۔ اور اپنی قوم میں اشاعت اسلام کی جب یہ لوگ واپس ہوئے تو ان میں سے ہر ایک جب بھیجا گیا اور خدا نے ان کے ایک سو ذی اثر رسول اللہ کیا فاضل پیوٹے یہ قدر تفصیل واقدی نے بنی المصطلق کے ایک شخص سے روایت کی ہے

Scanned by CamScanner

اور راوی حدیث انصاری جنہوں نے حضورؐ سے جبل کے واپسی کی اسنادہ کی تھی وہ کہتے ہیں کہ جب میں اپنی قوم کے لوگوں کو لیکر قریب پہنچا تو میں نے کہا کہ اے قوم تمہاری خیر
تمہاری جب حالت کرتی ہے میں نے کہا کہ میں یا رسول اللہ یہ صدقہ تمہارے اہل کا ہے
تو رسول اللہ نے کہا حق ہے میں نے کہا کہ ایک دھوپ رسول اللہ کے ہاتھ
میں سے اب کے وقت ہوں میں قوی آدمی تھا اسپے اور لوگ تو خوف ہو جاتے تھے لوگوں پر
حاضر ہونا چھوٹے ہی کا وقت ہو گیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ان دو میں سے دو اونٹ جو
دی دو پھر چھوڑ دے ایک پر حضورؐ نے حاجت ضروری کے لئے گئے جب واپس آئے تو
پوچھا کہ تمہارے پاس پانی ہے میں نے کہا کہ ہاں تھوڑا سا پانی ہے یہ کہا کہ تو پانی کچھ پانی
تھا وہ میں نے آپ کے ہاتھ میں دیدیا انہوں نے اصحاب بھی لگے اپنے اپنی مشکیں
بھی لوگوں نے بھر کر آپ کی انگلیوں کے بیچ سے چشمہ کی طرح پانی چل رہا تھا پھر آپ نے بھی
کیا اور فرمایا کہ اے لوگو جو ہو گھر کو جاؤ اور پھر کر لے حتی کہ نماز عصر کے آئے حضورؐ کے
ہلال تک اور چلا کہ حاجت کیسی حضورؐ نے فرمایا کہ صدقہ کے اونٹ کی ہے اور جو اون کے
دی حاجت بھی کہ تب میں نے حاجت کی اور رسول اللہ نے نماز پڑھی۔

جی راوی حدیث انصاری کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ سے اسنادہ کرتا تھا کہ مجھ کو میری قوم
امیر بنا دیجئے اور فرمایا کہ میں نے کہا کہ مجھ کو حضورؐ نے مجھ کو امیر بھی بنا دیا اور خود بھی
تھہر رہے پس اس وقت جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے کہا کہ اے رسول اللہ
کی شکایت کی اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ مسلمان کے لئے امارت میں خیر نہیں ہے پھر ایک شخص نے
کہا ہے کہ یا رسول اللہ مجھ کو صدقہ میں سے کچھ عنایت فرمائیے حضورؐ نے فرمایا کہ صدقہ کی
تقسیم کو خدا نے نہ اپنے فرشتہ مقرب پر چھوڑا ہے نہ نبی مرسل پر اسکے آٹھ حصے مقرر کر دیئے ہیں
اگر تم ان میں سے ہو تو ہم تمہیں دیں اور اگر تم فقیر ہو تو بیشک دیتے ہیں کہ تمہاری ہے۔

میں نے جب یہ دونوں باتیں سنیں تو کہا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی خیر حاضر ہے واپس

لے لیجئے حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں میں نے کہا کہ آپ نے فرمایا کہ تم کے لئے اور تمہارے اہل
ہیں میں سلم ہوں کہا کہ آپ نے فرمایا کہ فقیر کے لئے صدقہ ضروری اس اونٹ کا ایک حصہ
فقیر ہوں حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو ذبح کرو کوشش نے کی ہے اور تو واپس چلا جا اور
اپنی قوم کے کسی دشخص کو بلا لا کہ میں اس کو حاجت دیدوں میں نے ایک شخص کو بلایا اور
حضورؐ نے کی کو حاجت دیدی۔

اسکے بعد میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں کا ایک گاؤں ہے وہاں کے لئے قوم
قرار کی میں ہلاک ہو جاتا ہے اس لئے سب لوگ منتشر ہو جاتے ہیں اور ہم بھی ہم لوگوں میں
بہت قلیل ہے اور منتشر ہونے میں خطرہ ہے لیکن ہم لوگوں کے لئے صدقات رکھا کیجئے
آپ نے فرمایا کہ ہاں اچھا ہے کہ میں نے کہا کہ اے اونٹ میں آپ کو دیدیا اور چھوڑ دیا اور فرمایا کہ
دہ اونٹ ایک ایک آدمی کے لئے ہیں ان کو لوگوں میں تقسیم کر دیا اور فرمایا کہ میں نے اسی طرح کیا اور
اس کے بعد سے آج تک اس کے پانی کی کمی نہیں ہوئی اور ہم کو اور اونٹ عطا فرمائے

بعض مسائل اس حدیث سے بعض مسائل پر روشنی پڑتی ہے بعض اور امور معلوم ہوتے ہیں ان کو
اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ سواری پر ان جانور جیسا کہ صدقہ کی ہے
اس سے معلوم ہوا کہ فوج جب کوچ کی حالت میں ہو تو یہ جائز ہے کہ ایک
شخص اذان کہی جب اور اس کے بعد شروع جاری رکھا جائے اور اذان کے بعد کسی اقامت میں بھی جائے
اس سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ جو شخص اذان دے وہی اقامت کہے کیونکہ حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو
روک دیا اور صدقہ نے اذان کہی تھی انہیں کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ جو اذان کہے
وہی اقامت کہے مگر اسکے خلاف بھی جائز ہے تمام حدیثوں میں ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ
حضرت بلالؓ نے اذان کہی اور اقامت حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے کہی پھر حضرت عبداللہ بن زیدؓ
کو جبل بنا کر حضورؐ نے ان کو اقامت کہنے کی اجازت دیدی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص
اذان کو سنا کرے اس کو میسر نہ آجائے [illegible] اذان صدقہ سے ہی اذان چاہی اور

Scanned by CamScanner

حضورؐ نے اُن کو اپنا نائب اور سیاسی حیثیت کے خلاف نہیں ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے شخص کو بنا عامل نہیں بنا سکتا جو خود امارت کا خواہشمند ہو۔ ایسے کہ جو شخص اپنے خاندان کے لیے امارت چاہے وہ نہیں بنایا جا سکتا لیکن جو شخص مصالح عامہ اور خدمت خلق کے لیے محض نیک نیتی سے اس کی خواہش ظاہر کرے اور قابلیت اس کا مستحق ہے۔ تو امام اس فرق کو دریافت کر سکتا ہے کہ اس نیت کیسی ہے۔ اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظالم عمال کی شکایت امام تک پہنچانا جائز بلکہ ثواب ہے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص نے کھڑے ہو کر اپنے عامل کی شکایت کی۔ حضورؐ نے صدقہ کو منع کیا۔ ناحق ظلم کی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امارت اور ولایت کا ترک کرنا ایک حد تک اس کے قبول کرنے سے بہتر ہے جیسا کہ زیاد صدائی نے کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ دینے کے قبل یہ جان لینا چاہیے کہ طالب مصرف صدقہ ہے یا نہیں حضورؐ نے طالب صدقہ اسی لیے دریافت کیا۔ اس قصہ میں ایک معجزہ کا ذکر ہے۔ حضورؐ کے انگلیوں سے چشمہ کی طرح پانی نکلا اور تھوڑا سا پانی بہت زیادہ ہو گیا کہ لشکر کے تمام لوگوں نے اس سے وضو کیا۔ یہ معجزہ حضورؐ سے بہت دفعہ ظاہر ہوا ہے مختلف مقامات میں اور بہت سے صحابہ نے دیکھا ہے۔ مگر ہر دفعہ یہ ہوا کہ پہلے سے تھوڑا پانی تھا یا حضورؐ نے تھوڑا پانی کسی سے لیا اور اس میں ہاتھ دیا تو وہ اس کی برکت سے بہت زیادہ ہو گیا ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خشک برتن سے پانی ظاہر ہوا ہو۔ مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر اس کی وجہ بیان کرتے ہیں ایک عجیب نکتہ لکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ مخلوق پانی نہ ہونے کی صورت میں پانی کا پیدا کرنا تخلیق کی صفت ہے اور وہ صفت خدا کے لیے مخصوص ہے۔ اور پانی میں زیادتی برکت ہے جو حضورؐ سے ظاہر ہوئی واللہ اعلم

وفد غسان غسان عربوں کا ایک بڑا اور زبردست قبیلہ تھا۔ یہ سب نصرانی تھے۔ اور قیصر کی طرف سے عرب کے ایک علاقہ پر حکومت کرتے تھے۔ سنہ ۹ھ کے رمضان میں غسان کے تین آدمی حضورؐ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہوئے۔ اور کہا کہ معلوم نہیں ہماری قوم قبول کرے گی یا نہیں۔ وہ تو اس بات کے خواہشمند ہیں کہ ان کا ملک باقی رہے۔ اور قیصر کا تقرب

حاصل رہے۔ بہرکیف حضورؐ جس طرح وفود کو اخراجات دیا کرتے تھے اُن کو بھی دیکر رخصت کیا۔ یہ لوگ واپس گئے مگر اُن کی قوم نے اُن کی رائیں پسند نہیں اور مسلمان نہ ہوئے۔ یہ لوگ مسلمان رہے مگر پوشیدہ۔ اُن میں سے دو شخصوں کا انتقال ہو گیا اور دونوں مسلمان مرے۔ تیسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایام میں جب یرموک کی جنگ ہوئی اس وقت یہ لوگ آئے حضرت ابوعبیدہؓ سے ملے اپنے مسلمان ہونے کی خبر دی حضرت ابوعبیدہؓ اُن کی بہت عزت کرتے تھے۔

وفد سلامان حضورؐ کی خدمت میں سلامان کا وفد آیا۔ اس میں سات آدمی تھے سب مسلمان ہوئے اور انہیں میں حبیب ابن عمیر بھی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے۔ فرمایا کہ نماز بوقت وقت پڑھا کرنا۔ اور اس کے بعد طویل حدیث بیان کی ہے۔ ان لوگوں نے اُس روز ظہر اور عصر کی نماز رسول اللہ کے ساتھ پڑھی حبیب کہتے ہیں کہ ظہر کے قیام و عصر کی نماز ہلکی تھی۔ ان لوگوں نے رسول اللہ سے اپنے بلاد کے خشک سالی کی شکایت کی حضورؐ نے اُن کے بلاد کے لیے پانی کے واسطے دعا کی۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تین روز قیام کیا ہر روز رسول اللہ ظہر کے ضیافت جاری رہی۔ جب رخصت ہوئے تو حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا انہوں نے ہر شخص کو پانچ اوقیہ دیا اور عذر کیا کہ آج ہمارے پاس مال نہیں ہے ہم لوگوں نے کہا کہ اس سے زیادہ اور اس سے بہتر مال اور کیا ہوگا۔ اسکے بعد ہم لوگ اپنے بلاد میں آئے تو وہاں پانی بہ رہا تھا۔ اور معلوم ہوا کہ اُسی روز برسا تھا جس روز رسول اللہ نے دعا کی تھی واقدی کہتے ہیں کہ یہ وفد سنہ ۹ھ کے شوال میں آیا تھا۔

وفد بنی عبس بنی عبس کا وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے قرار نے ہمیں خبر دی ہے کہ جو ہجرت نہ کرے اُس کا اسلام مقبول نہیں ہے۔ اور ہم لوگوں کے پاس اموال اور مویشی ہیں۔ اور وہی ہماری معیشت ہے۔ تو اگر یہ خبر صحیح ہے کہ اسلام بغیر ہجرت کے مقبول نہیں ہے تو ان سب کے رکھنے میں ہمارے لیے خیر نہیں ہے۔ اُن سب کو بیچکر ہم سب کے سب ہجرت کر لیں حضورؐ نے فرمایا کہ جہاں رہو خدا سے ڈرتے رہو جو اُن اعمال سے رسول اللہ نے

لہ حضرت ام عبدہ وہی ہیں جو اس نام سے مشہور و معروف ہیں۔ انہیں ابن علاثہ کا خطاب دیا تھا۔ شام کی فوج کے سپہ سالار بھی انہیں کو مقرر فرمایا گیا۔

دریافت کرے کہ خالد ہی سنان کا کوئی شخص ہے یا نہیں۔ اُن لوگوں نے کہا کہ کوئی نہیں صرف ایک لڑکی تھی مگر وہ بھی مر گئی۔ اس کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ کوئی ولادت ہوئی حضورؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ وہ کہاں تھے اُن کی قوم سے اُن کو خلوص کر دیا۔

وفد خالد واقدی کہتے ہیں سنہ ۹ھ میں خالد کا وفد آیا۔ وہ دس آدمی تھے اور بنی غزوہ میں تھہرے تھے پھر وہاں سے سب رسول اللہ کی خدمت میں گئے اور سواری و اسباب کے پاس اپنے ایک کم قد آدمی کو چھوڑ دیا وہ سو گیا اتنے میں ایک شخص آیا اور ایک شخص کا بیگ مجرا کرنے لگا جس میں اس کا کپڑا تھا۔

یہ سب رسول اللہ کی خدمت میں پہنچے سلام کیا۔ اور اسلام قبول کیا۔ پھر حضورؐ نے اُن کو ایک تحریر دی جس میں احکام شریعت کی تعلیم تھی۔ اس کے بعد حضورؐ نے پوچھا کہ تم نے اپنے اسباب کے پاس کس کو چھوڑا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم میں ایک کم عمر شخص ہے اُس کو وہاں چھوڑ دیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ سو گیا تھا اتنے میں ایک شخص آیا اور ایک آدمی کا بیگ اٹھا کر لے گیا اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ بیگ تو میرے سوا ان لوگوں میں سے اور کسی کے پاس نہیں ہے۔ حضورؐ نے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ بیگ چور نے گرا تھا گر پھر مل گیا۔ اور اپنی جگہ آ گیا۔

یہ لوگ جلد اپنے مال کے پاس آئے۔ لڑکے کو دیکھا۔ حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ ہم نے سنا جو تمہارے تو دیکھا کہ بیگ نہیں ہے۔ تلاش میں نکلے۔ ایک آدمی کو کچھ دور پر دیکھا کہ بیٹھا ہوا ہے۔ اس طرف چلے تو وہ ہم کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ ہم اس مقام پر پہنچے جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ دیکھا تو زمین کھدی ہوئی ہے اس کو دیکھا تو اس میں وہی بیگ تھا۔ ہم کہا کرتے آئے۔ سب نے کہا کہ بلاشبہ یہ رسول برحق ہیں۔ وہ لڑکا جو باقی رہ گیا تھا وہی اگر مسلمان ہو گیا۔ حضورؐ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو حکم دیا۔ انہوں نے

لغت عامہ عین بیگ ۱۲ منہ

لغت اصل روایت میں عیبتہ ہے اور قاموس میں ہے العیبۃ زبیل من ادم ونحوہ وما یجعل فیہ الثیاب یعنی جس میں کپڑا اور کسی چیز کے علیحدہ کو کہتے ہیں جس میں کپڑے رکھا جاتا ہے ۱۲ منہ ۵۰ حضرت ابی بن کعب بہترین قرآن پڑھنے والے تھے حضورؐ نے ان سے قرآن پڑھنا سیکھنے کا حکم فرمایا تھا۔

ان سب کو قرآن پڑھنا سکھایا۔ اس کے بعد حضورؐ سے رخصت ہو کر آئے تو ان کا بیگ تھا اور یہ سب اپنے مال کو واپس گئے۔

وفد ازد ابو نعیم اور ابو موسیٰ المدینی نے ظفر بن ابی موسیٰ مازنی سے روایت کی ہے کہ ازد کا ایک وفد آیا ہے اور وہ اُن کے دادا سوید بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ جب آدمی اپنی قوم کی طرف سے ایک وفد کی صورت میں رسول اللہ کے پاس گئے تو بہت گفتگو ہوئی حضورؐ کی طرز اور روش سے بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ تم کون ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم مومن ہیں۔ حضورؐ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ ہر قول کی کچھ حقیقت ہوتی ہے تم اپنے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم میں پندرہ خصلتیں ہیں پانچ وہ ہیں جو آپ کے رسول نے ہمیں لانے کا حکم دیا ہے۔ اور پانچ وہ ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور پانچ خصلتیں وہ ہیں جو ہم جاہلیت میں کرتے تھے اب تک ہم میں ہیں لیکن آپ اگر ان میں سے کسی کو بُرا سمجھیں تو چھوڑ دوں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ وہ کیا ہیں۔ ہم نے کہا کہ جن پانچ پر ایمان لانے کا آپ کے رسول نے حکم دیا وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤں اور اس پر ایمان لاؤں کہ مرنے کے بعد پھر انسان اٹھایا جائے گا۔ اور اُسکے اعمال کا حساب ہوگا۔ اور جن پانچ پر عمل کا حکم دیا وہ یہ ہیں کہ ہم لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کریں۔ نمازیں ادا کریں۔ زکوٰۃ دیں۔ رمضان کے روزے رکھیں اور قدرت ہو تو بیت اللہ کا حج کریں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ جن خصلتوں جہالت کی تم میں ہیں وہ کیا ہیں۔ ہم نے کہا۔ الشکر عند الرخاء والصبر عند البلاء والرضا بالقضاء والصدق فی مواطن اللقاء وترک الشماتۃ بالاعداء یعنی جب اللہ فراغت دے تو شکر ادا کرنا۔ جنگ کے وقت صبر کرنا۔ قضا الٰہی پر راضی ہونا مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہنا۔ اعداء کو گالی نہ دینا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کونسی تعلیم ہے وہ حکماء تھے۔ علماء تھے اُن کی حکمت انبیاء کی سی تھی۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ میں بھی خصلتیں اور بتاتا ہوں تاکہ بیس پوری ہو جائیں لا تجمعوا مالا تاکلون۔ ولا تبنوا مالا تسکنون۔ وتنافسوا فی شیٔ انتم عنہ غدا تتزولون۔ واتقوا اللہ الذی الیہ ترجعون۔ وارغبوا فی ما علیہ تقدمون وفیہ تخلدون حتی

دفعہ جمع کرو جو تم کھاؤ گے نہیں۔ وہ عمارت نہ بناؤ جس میں تم رہو گے نہیں۔ باقی چیز کے لیے
لالچ نہ کرو جس سے کل تم جدا ہو جاؤ گے۔ خدا سے ڈرو جس کی طرف تم کو جانا ہے۔ اس چیز کی رغبت
کرو جس کی طرف تم کو جانا ہے اور جس میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔

وفد بنی المنتفق امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد نے روایت کیا ہے کہ
لقیط بن عامر اور اُن کے ایک ساتھی نہیک بن عاصم بن مالک بن المنتفق ایک
وفد کی صورت میں رسول اللہ کی خدمت میں گئے لقیط بن عامر کہتے ہیں کہ ہم جب پہنچے تو رسول اللہ
صبح کی نماز سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تھے آپ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ آیا الناس
چار روز سے میں اپنی زبان روکے ہوئے تھا آج چوکتا ہوں غور سے سنو۔ اور آپ نے فرمایا کہ کیا
کوئی شخص تم میں ایسا ہے جس کو کسی قوم نے وفد بھیجا ہو۔ سب نے اس پر مجھ سے کہا کہ دیکھو رسول اللہ
کیا کہتے ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ کوئی اپنے یا اپنے ساتھی کے بات میں نہ پھنس جائے۔ سن رکھو مجھ سے
سوال کیا جائے گا کہ تم نے پہنچا دیا یا نہیں پھر آپ نے سب کو کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ تو سب بیٹھ گئے۔
لیکن میں اور میرے ساتھی کھڑے رہے۔

میں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کو علم غیب ہے جو آپ نے فرمایا کہ مفاتیح غیب
خدا کے قبضہ میں ہیں اور پھر آپ نے اُن پانچ چیزوں کو بتایا جس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے
اس کے بعد حضورؐ نے موت اور حشر و نشر سے متعلق بہت سی باتیں بتائیں۔ لقیط کہتے ہیں کہ میں نے
سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے جسم کے ریزے ریزے ہو جائیں گے۔ ہوا۔ بلا۔ اور درندے
اس کو کہیں سے کہیں منتشر کر دیں گے۔ تو خداوند کریم ہمارے اجزاء کو پھر جمع کیونکر کرے گا۔ حضورؐ نے
فرمایا کہ میں تم کو یہ بات خدا کی دی ہوئی نشانیوں سے سمجھاتا ہوں۔ ایک سرسبز زمین درخت اور
پودوں سے بھری ہوئی ہے۔ مگر پھر اُس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ تم سمجھنے لگتے ہو کہ یہ زمین اب
کبھی زندہ اور شاداب نہ ہوگی۔ اس کے بعد خداوند کریم پانی برسا دیتا ہے۔ اور وہی زمین سرسبز و شاداب
ہو جاتی ہے۔ اور تمام درخت اور پودے نکل آتے ہیں۔ تو خداوند کریم جو گھاس اور پودوں کے اجزاء کو

جمع کرتا ہے وہ تمہارے منتشر اجزاء کو جمع کرنے پر بھی کسی طرح قادر ہے۔ تم لوگ بڑی بڑی قبروں سے نکلو گے
اور خداوند کریم کے سامنے حاضر ہو گے۔ وہ تم کو دیکھے گا اور تم اس کو دیکھو گے لقیط کہتے ہیں کہ میں نے
کہا یا رسول اللہ یہ کیسے ہوگا۔ ہماری تعداد تو اتنی ہے کہ اس سے ساری زمین بھر جائے گی اور خدا
کی ایک ذات ہے پھر کیونکر وہ ہم سب کو دیکھے گا۔ اور ہم سب اس کو دیکھ سکیں گے فرمایا کہ آفتاب اور
چاند کو ساری دنیا ایک وقت دیکھتی ہے۔ اور وہ سب کو ایک ساتھ دیکھتے ہیں۔ اسی طرح پھر
تب لقیط نے پوچھا کہ جب ہم خدا کے سامنے ہوں گے تو خدا ہمارے ساتھ کیا کرے گا یا رسول اللہ۔
اس کے جواب میں حضورؐ نے حشر کی کیفیت۔ اُس روز مومن اور کافر کا حال۔ اعمال کے حساب کا
طریقہ۔ صراط سے گزرنے کا حال۔ حوض کوثر کی صفت۔ اور اُس روز خداوند کریم کے جلال و جبروت
کی حالت کی تفصیل بیان کی۔ لقیط نے پوچھا کہ ہماری نیکی اور برائی کا بدلہ کیونکر ہوگا یا رسول اللہ۔
حضورؐ نے فرمایا کہ ایک نیکی کا بدلہ دس اور ایک برائی کا بدلہ ایک لیکن یہ کہ اُس کو بھی خداوند کریم معاف
کر دے۔ لقیط کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ جنت و دوزخ کیا ہے یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ دوزخ کے
سات دروازے ہیں اور کسی دو دروازہ میں ستر برس کی راہ سے کم کا فاصلہ نہیں ہے اور جنت میں
آٹھ دروازہ ہیں۔ اور کسی دو دروازہ میں ستر برس کی راہ سے کم کا فاصلہ نہیں ہے لقیط کہتے ہیں کہ
میں نے پوچھا کہ جنت میں کیا ہے یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ مسلسل نعمتوں کی نہریں ہیں۔ اور شراب کی نہریں
ہیں جس سے نہ دردِ سر ہوتا ہے نہ خمار۔ دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ کبھی متغیر نہیں ہوتا۔ پانی ہے
یعنی ایسا پانی جو کبھی خراب نہیں ہوتا۔ ہر قسم کے میوے ہیں۔ پاک بیویاں ہیں۔ اور ہر طرح کی بھلائیاں
ہیں جس کی مثال نہیں ہو سکتی۔ تب پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کی بیعت کس بات پر کریں۔ حضورؐ نے
ہاتھ پھیلایا اور فرمایا کہ نماز کے قائم کرنے پر۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے پر۔ اور اس بات پر کہ کسی کو خدا کا
شریک نہ بنائیں گے۔ لقیط نے کہا کہ اور مجھ کو مشرق و مغرب میں اختیار ہوگا اتنا سنکر حضورؐ نے اپنا ہاتھ
کھینچ لیا اور کہا کہ میں ایسی شرط کر رہا ہوں جو ناممکن ہے اگر یہاں چاہوں جاؤں اپنے نفس اور اپنے
ارادہ کے سوا اور کوئی روک نہ ہو (جیسے کہ تو حضورؐ نے پھر ہاتھ پھیلایا) کہ کہاں تم کو یہ اختیار ہوگا

Scanned by CamScanner

کوئی روک نہ ہوگی۔ اسکے بعد حضورؐ نے گزشتہ لوگوں کے مجادلات و مذمومات کا ذکر کیا۔ آپس اتحاد بین اور ان کی قومی حالت۔ ڈسپلن، نسق عامہ، اور قدوس کے متعلق بین کا تذکرہ کیا۔

اس قسم کہتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے مضمون و مفہوم ہی سے بظاہر کہہ رہی ہے کہ اس کا صدور منشوۂ نبوت سے ہوا ہے۔ مضامین کی جلالت و عظمت خود اس کے صحت کی دلیل ہے۔ دوسرے لوگوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ جعفر الرحمن ابن المغیرہ بن عبدالرحمن المدنی۔ اور ان سے ابراہیم بن حمزہ الزبیری نے روایت کیا ہے۔ اور یہ دونوں کبار علماء مدینہ سے ہیں۔ دونوں ثقہ ہیں دونوں سے امام حدیث امام بخاری نے اپنے صحیح میں احتجاج کیا ہے۔

یہ حدیث بہت طویل ہے۔ اور اس میں صفات باری تعالیٰ۔ حقائق بعث بعد الموت حالات حشر حقیقت صراط و حوض کے متعلق حضورؐ کے بعض اہم ارشادات ہیں۔ اور یہ کہ جنہیں نوالہ داخل ہوگا یہیں حضورؐ اور خلود کا مفہوم اور دوسرے دقیق مباحث کے متعلق بھی اشارات ہیں۔ لیکن ان ارشادات اور اشارات کو سمجھنے کے لئے بسط توضیح کی ضرورت تھی اسلئے میں نے پوری روایت کو بوجہ غیر مناسب سمجھا بعض علماء نے اس روایت کے مضمون اور سند پر کلام بھی کیا ہے۔ اور بعضوں نے قبول کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ روایت قابل احتجاج ہے واللہ اعلم

وفد نخع نخع یمن کی وہ شاخ جو مذحج یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اس قبیلہ کا وفد ۱۰ھ میں آیا۔ اور وہ سب کے آخر وفد تھا۔ اس میں دو سو آدمی تھے سب آکر دارالضیافہ میں ٹھہرے پھر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام کا اقرار کیا کیونکہ یہ لوگ پہلے ہی حضرت معاذ بن جبل کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔

ان لوگوں میں ایک شخص زرارہ بن عمرو تھے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اس سفر میں عجیب عجیب خواب دیکھے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے۔ کہا کہ ایک یہ دیکھا کہ ایک عورت گہری نے ایک پتھر دیا ہے جو سیاہ مرچی مائل ہے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ تم ایک عالمہ لونڈی کو گھر چھوڑ آئے ہو کہا کہ ہاں یا رسول اللہ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو عزا کیا ہوا ہے اور تمہارا ہی لڑکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس

رنگ کا کیا مطلب ہے یا رسول اللہ حضورؐ نے فرمایا کہ تم سے ایک گروہ ملے گا جب وہ تم سے ملنے گئے تو حضورؐ سے پوچھا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ تم لوگوں سے کیا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم یہ تو کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔ اور آپ کے ہوتے کسی کی کیا مجال ہو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ رنگ اسی وجہ سے ہے۔

انہوں نے کہا کہ اور ہم نے دیکھا کہ عثمان بن العاص اور بشارت پہنے ہوئے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ عرب کا ملک ہے جو اپنے بدن سے نکل کر حضورؐ کی طرف آئے گا۔ کسی نے کہا کہ ہم نے زرارہ بن عمرو سے کہا کہ اور ہم نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت نے لمبے بال والی بدن سے نکلی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ جب کے سوا دوسرے لوگوں کی حالت ہے۔

انہوں نے کہا کہ اور ہم نے دیکھا کہ زمین سے ایک آگ نکلی ہے اور وہ ایسے اونٹ کے تودے کے درمیان حائل ہوئی ہے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ فتنے جو آخر میں ظاہر ہوگا۔ پھر انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ حضورؐ نے فرمایا کہ لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔ ایک مسلمان کو قتل کرنا دوسرے مسلمان کو مال لینے سے زیادہ مرغوب ہوگا۔ اگر فرار اور کا پہلے مر گیا تو قرآن فتنہ کو دیکھو گے۔ اور اگر قرآن پہلے مرے گا تو فرار اور کا دیکھے گا۔ زرارہ نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ کیا دیکھے گا کہ اس خال یا فتنہ میں نہ دیکھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ ان کو فتنہ نہ دیکھنا چاہئے ان کا کچھ روز کے بعد انتقال ہو گیا۔ لیکن ان کا لڑکا میرا لونین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے ساتھ شامل ہوا۔

کتاب حجۃ الوداع

سنہ ۱۰ھ میں آپ نے حج ادا کیا۔ یہ آپ کا آخری حج تھا اور حجت کے بعد ہی آپ بیمار ہوئے حج بھی تھا اسلام کی تکمیل آخری وصیت۔ اہم مسائل کا بیان تھا۔ اور یہ ان دوسرے فوائد میں جن کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے اسلئے چاہتا ہوں کہ زیادہ تفصیل سے کام لوں اور تمام واقعات کو

Scanned by CamScanner

مگر حجۃ الوداع کو سمجھنے کے لیے اس کے پہلے حج و عمرہ کے متعلق چند امور اور اس کے متعلق صحابہ کرام کے بعض اختلافات کا پہلے ذکر مناسب ہے تاکہ واقعات اچھی طرح ذہن نشین ہو سکیں۔

حج و عمرہ اقرار شہادت کے بعد اسلام کے چار عظیم الشان ارکان ہیں ان میں سے ایک حج بھی ہے یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ حج تمام عمر میں ایک بار فرض ہے بشرطیکہ اسکا وقت، اخراجات اور ذی الحجہ کا دس دن ہے۔ اور عمرہ سنت موکدہ ہے اور سال کے ہر حصہ میں ادا کیا جا سکتا ہے البتہ امام ابو حنیفہ صاحب کے نزدیک یوم عرفہ اور چار دن اسکے بعد اس سے مستثنیٰ ہیں۔

حج میں احرام، وقوف عرفہ اور طواف زیارہ فرض ہے اور وقوف مزدلفہ سنی ہیں اضافہ اور رمی جمار، طواف صدر آفاقی کے لیے اور حلق یہ سب واجب ہیں لیکن عمرہ کے ارکان صرف دو ہیں طواف اور سعی البتہ احرام اسکے پہلے شرط ہے اور حلق یا تقصیر اس کے بعد۔ عمرہ میں وقوف عرفہ وغیرہ نہیں ہے۔

فقہا کی اصطلاح میں حج کی تین قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ قران، تمتع اور افراد یعنی حج کے ساتھ اگر عمرہ کی نیت بھی ہو تو اس کی دو صورت ہے۔ دونوں کے مناسک ایک ساتھ ادا کرنے کی نیت ہو تو قران ہے۔ اور دونوں کے مناسک علیحدہ علیحدہ ادا کرنے کی نیت ہو تو تمتع ہے۔ اور حج کے ساتھ عمرہ نہ ہو تو افراد ہے۔

حج اسلام کے پہلے بھی کفار قریش بلکہ کفار عرب میں رائج تھا اور اسلام کے بعد بھی تمام عمر حضور مکہ میں رہتے حج کو منسوخ نہ فرمایا۔ بلکہ ہجرت حبشہ کی روایتوں میں معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت جعفر صادق نے نجاشی کے سامنے حضور کی تعلیمات کا ذکر کیا تو اس میں حج کا بھی ذکر کیا۔ البتہ جب تک آپ مکہ میں تھے حج فرض نہ تھا۔ اور یہ امر مشتبہ ہے کہ ہجرت کے قبل تو حضور نے کبھی حج ادا کیا یا نہیں۔

ترمذی میں حضرت جابر بن عبداللہ کی ایک روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور نے تین حج کیا دو حج ہجرت کے قبل اور ایک ہجرت کے بعد اور اس حج کے ساتھ عمرہ بھی تھا۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ سفیان کی طرف منسوب ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے محمد یعنی بخاری کو اس حدیث کے

ف حضرت جابر بن عبداللہ ان کے بڑے عظیم کارنامے ہیں تقریباً ۱۶۰ روایات میں حضور کے ساتھ حرکت فرمائی۔ اصحہ شام کے بعد

متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ صحیح ہے۔ روایات میں اس طرح کا اختلاف ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

حضور کا عمرہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ہجرت کے بعد حضور نے حجۃ الوداع کے سوا کوئی حج ادا نہیں کیا۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع کے ساتھ آپ نے عمرہ ادا نہیں کیا۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے کتنے عمرے ادا کیے۔ ایک حجۃ الوداع کے ساتھ اور یہی اس پر متفق ہیں۔ ایک حدیبیہ والا عمرہ اور تیسرا عمرہ جعرانہ۔ ان تینوں عمرہ کا بیان اپنے اپنے مقام میں بالتفصیل ہوگا۔ حدیبیہ والا عمرہ ۶ھ میں ہوا۔ آپ عمرہ کی نیت کر کے احرام باندھ کر روانہ ہوئے حدیبیہ تک پہنچ کر قتال واقع ہوا اور مکہ میں آپ داخل نہ ہو سکے۔ اس لیے طواف اور سعی جو عمرہ کے ارکان ہیں اس کو ادا نہ کر سکے۔ حدیبیہ میں آپ نے ہدی کے جانوروں کو نحر اور قربان کیا۔ اور حلق کرا کے احرام سے باہر ہوئے جو صحابہ بھی آپ کے ساتھ احرام میں شریک تھے وہی تھے۔ عمرۃ القضاء یعنی عمرہ جو حدیبیہ کے دوسرے سال اس شرط کے موافق ہوا کہ آپ سے طے ہوئی تھی آپ عمرہ کے لیے نکلے۔ اس دفعہ آپ مکہ میں داخل ہوئے مناسک کو ادا کیا تین دن مکہ میں رہے پھر واپس چلے آئے۔ عمرہ جعرانہ یہ وہ عمرہ ہے جو فتح مکہ کی غنیمت آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ اس دفعہ آپ نے احرام نہ باندھا تھا نہ حج کی نیت کی تھی غنیمت جنگ کے بعد مکہ فتح ہو گیا تو آپ وہیں سے حنین اور طائف کے غزوات کے لیے نکلے گئے ان دونوں غزوات سے فارغ ہونے کے بعد جعرانہ میں آپ نے غنیمت تقسیم کی۔ اور وہیں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے۔ رات کے وقت مکہ میں داخل ہوئے اسی وقت عمرہ ادا کیا۔ اور صبح ہونے کے پہلے ہی مکہ آ گئے۔ واللہ اعلم۔ یہ ہوسکتا ہے کہ بعض صحابہ کو اس عمرہ کا علم نہ ہو سکا ہو جو حج کے ساتھ تھا۔ عمرہ کے ساتھ حج کی اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

صحیحین میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے حج اور عمرہ کیا سب کے سب میں سوائے اس عمرہ کے جو حج کے ساتھ تھا۔ حدیبیہ والا عمرہ ذیقعدہ میں تھا اس کے احرام

Scanned by CamScanner

عمرہ ذیقعدہ تھا جس کے اتمام کو تقسیم کرنے کے بعد عمرانہ سے جو عمرہ آپ نے ادا کیا وہ ذیقعدہ تھا اور حسین میں حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے دو عمرہ ادا کیا دونوں ذیقعدہ میں انہوں نے عمرہ حدیبیہ کو شمار نہیں کیا اسلئے کہ وہ مکمل نہیں ہوا تھا اور حضرت عائشہؓ بھی اس کی روایت سے کہ حضورؐ نے چار عمرہ ادا کیا سب ذیقعدہ میں اور ذیقعدہ کے سوا کسی مہینہ میں آپ نے عمرہ ادا نہیں کیا۔ بالظاہر حضرت انسؓ کی روایت کے خلاف ہے اسلئے کہ وہ حج والے عمرہ کو ذیقعدہ میں نہیں مانتے لیکن حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ اس کو بھی ذیقعدہ ہی میں بتاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے معلوم ہوگی اس عمرہ کی نیت حضورؐ نے ذیقعدہ کے آخری ایام میں کر لی تھی اور احرام باندھ کر روانہ ہو چکے تھے مگر عمرہ کے ارکان حج کے ساتھ ذی الحجہ میں ادا ہوئے اسلئے حضرت انسؓ نے اس کو ذیقعدہ میں شمار نہ کیا۔ اور ان حضرات نے نیت اور احرام کی وجہ سے اس کو بھی ذیقعدہ میں شمار کیا۔ دو سرے صحابہ سے بھی روایتیں ہیں کہ حضورؐ نے چار عمرہ ادا کیا سب ذیقعدہ میں۔

لیکن صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک عمرہ رسول اللہؐ نے رجب میں ادا کیا۔ مگر صحیحین ہی میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عبداللہ بن عمرؓ کے اس قول سے انکار کیا بخاری کہتے ہیں کہ عمرہ ذیقعدہ میں گئے تو وہاں عبداللہ بن عمرؓ اور لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے ہم لوگوں نے اس نماز کے بارہ میں ان سے دریافت کیا تو فرمایا کہ بدعت ہے۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ رسول اللہ نے کتنا عمرہ ادا کیا فرمایا کہ چار جس میں ایک رجب میں تھا میں نے ان کی مخالفت کرنا پسند نہ کیا مگر عروہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ سنتی ہیں ابو عبدالرحمن کیا خبر دیتے ہیں پوچھا کیا کہتے ہیں کہا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے چار عمرہ ادا کیا جس میں کا ایک رجب میں تھا حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ ابو عبدالرحمن پر رحم کرے رسول اللہ نے مگر کوئی عمرہ ادا نہ کیا جس میں شامل نہ تھی مگر رجب میں آپ نے کوئی عمرہ ادا نہ کیا۔

امام مالک موطا میں ایک روایت ہشام بن عروہ کی لکھتے ہیں کہ ان کے والد عروہ نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے حضرت میں عمرہ ادا کیا ایک شوال میں اور دو ذیقعدہ میں یہ روایت مرسل ہے

اور شام کو یا عمرہ کو بشرط صحت واضح ہو کہ ہوا سے مراد کہ اس عمرہ کو جب کہ ہو۔

ابوداؤد حضرت عائشہؓ سے ایک روایت لائے ہیں کہ رسول اللہؐ نے دو عمرہ کیا یکے ذیقعدہ میں دو ایک شوال میں یہ روایت اگر صحیح ہو تو ممکن اس کا یہ ہوگا کہ مستقل اور کامل عمرہ آپ نے دو کیا اس لئے کہ حدیبیہ کا عمرہ کامل نہ تھا اور حجۃ الوداع کے ساتھ کا عمرہ مستقل نہ تھا مستقل اور کامل عمرہ دو ہی ادا ہوا عمرۃ القضا اور عمرہ جعرانہ لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ ایک عمرہ آپ نے شوال میں ادا کیا۔ شاید اس کہنے کا منشا یہ ہو کہ عمرہ کیلئے جعرانہ سے آپ مکہ سے شوال ہی میں روانہ ہو گئے تھے لیکن عمرہ ادا کیا آپ نے عمرہ طائف سے فارغ ہونے کے بعد اس لئے نیت۔ احرام۔ اور ارکان کی ادا سب ذیقعدہ میں ہوا۔

حضرت عائشہؓ۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت انسؓ سب متفق ہیں کہ حضورؐ کا عمرہ چار ہوا اور سب ذیقعدہ میں۔ اگر رجب یا شوال میں عمرہ ادا ہوتو اسکے معنی یہ ہوں گے کہ آپ کا عمرہ باقی پانچوں اور یہ تمام معتبر اور مستند روایات کے خلاف ہوگا۔ حضورؐ کی سیرت اور حضورؐ کے اوقات کا حال پوری طرح معلوم اور مضبوط ہے۔ اس چار عمرہ کے سوا اور کوئی عمرہ کسی مہینہ میں حضورؐ سے ثابت نہیں ہے۔ حدیبیہ کے قبل بھی آپ نے عمرہ کا قصد بھی نہ کیا۔ قریش سے برابر محاربہ رہا غالباً ممکن ہی نہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ حجۃ الوداع کے بعد کبھی آپ مکہ نہ گئے۔ آپ کے حج و عمرہ کا زمانہ مدینہ سے حجۃ الوداع تک کا زمانہ ہے۔ حدیبیہ کے معاہدہ میں کفار سے طے ہوا تھا کہ آئندہ سال آپ مکہ میں داخل ہوں اور تین دن قیام فرمائیں۔ اسی شرط پر دوسرے سال ذیقعدہ میں مکہ گئے اور عمرۃ القضا ادا کیا۔ یہ مکہ میں پہلا داخلہ تھا۔ اس کے پہلے کسی مہینہ میں آپ نہیں گئے کیونکہ معاہدہ کے خلاف تھا۔ اسکے بعد سنہ ۸ھ کے رجب میں کفار قریش نے بنو خزاعہ کے حلیف کر دیا تھا جس کی وجہ سے رمضان میں آپ نے مکہ پر حملہ کیا اور فتح مکہ ہوا۔ رجب میں آپ کو عمرہ کا موقع کہاں تھا اور شوال میں آپ حنین و طائف کی جنگ میں مشغول تھے۔ البتہ شوال کی ابتدائی تاریخوں میں آپ مکہ میں تھے مگر اس وقت آپ نے احرام باندھا عمرہ ادا کیا۔ البتہ طائف سے واپس آنے کے بعد آپ نے عمرہ ادا کیا وہ جعرانہ ہے

بقیہ صفحہ گذشتہ: گھٹایا ہیں سے ایک ہے۔

کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے سنا کہ حضرت علیؓ حج اور عمرہ کے لیے تلبیہ کہتے ہیں۔ تو کہا کہ کیا ہم نے اس کو منع نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ ہاں آپ نے منع کیا تھا مگر ہم حج کر چکے ہیں کہ رسول اللہ نے دونوں کیلئے ساتھ تلبیہ کہا تھا۔ تو ہم رسول اللہ کے قول کو آپ کے قول کی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتے (۹) مسلم نے اپنے صحیح میں عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے حج اور عمرہ کے درمیان جمع کیا اور پھر اس سے منع نہ کیا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوئی (۱۰) امام احمد نے سراقہ بن مالک سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں نے عمرہ کو حج میں داخل کیا قیامت تک کے لیے۔ اور کہا کہ رسول اللہ نے حجۃ الوداع میں قران کیا (۱۱) امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابی طلحہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے حج و عمرہ کے درمیان جمع کیا (۱۲) امام احمد نے ہرماس بن زیاد باہلی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے حجۃ الوداع میں قران کیا (۱۳) امام احمد نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے حج و عمرہ کے درمیان قران کیا۔ اور دونوں کے لیے ایک طواف کیا (۱۴) امام احمد نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہتی ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے آل محمد! بلال کرو عمرہ کا حج میں (۱۵) نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ عمرہ کو حج کے ساتھ تمتع کرنے کا ذکر ہوا تو ضحاک بن قیس نے کہا کہ ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو خدا کے حکم سے جاہل ہوں۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ اے بھتیجے تم نے یہ بڑی بری بات کہی۔ ضحاک نے کہا کہ عمر بن الخطابؓ نے اس سے منع کیا ہے۔ سعد نے کہا کہ خود رسول اللہ نے یہ کیا ہے۔ اور ہم سب نے حضورؐ کے ساتھ یہ کیا ہے (۱۶) عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے تمتع کیا اور ہم سب نے آپ کے ساتھ تمتع کیا (۱۷) بخاری میں ہے کہ حضرت علیؓ نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ متعہ سے منع کرتے ہیں یعنی اس بات سے کہ حج و عمرہ کو جمع کیا جائے تو دونوں کے لیے انہوں نے تلبیل کہا اور کہا لبیک بحجۃ وعمرۃ پھر کہا کہ ہم کسی کے کہنے سے رسول اللہ کی سنت نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ اور صحیحین میں یہ قصہ سعید بن المسیب سے مروی ہے۔ اور اس میں ہے کہ حضرت علیؓ اور عثمان کی یہ گفتگو عسفان میں ہوئی تھی۔ اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جمع کے سنت

---

۵ حضرت سعد بن ابو وقاص عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ انہوں نے ایران فتح کیا تھا۔

ہونے سے انکار کیا (۱۸) امام مالک نے موطا میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ حجۃ الوداع کے لیے نکلے تو عمرہ کے لیے تلبیل کہا۔ اسکے بعد رسول اللہ نے فرمایا کہ جسکے ساتھ ہدی ہو وہ عمرہ کے ساتھ حج کی بھی تلبیل کہے۔ اور پھر وہ حلال نہ ہوگا جبتک دونوں سے حلال نہ ہو (۱۹) صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے تلبیہ کہا حج اور عمرہ کے لیے۔ قرن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ نے صرف حج کے لیے تلبیہ کہا اسکے بعد میری ملاقات حضرت انسؓ سے ہوئی تو میں نے تذکرہ کیا کہ ابن عمرؓ یہ کہتے ہیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ یہ لوگ مجھے بچہ سمجھتے ہیں۔ میں نے خود سنا ہے رسول اللہ سے فرماتے لبیک عمرۃ وحجا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ یحییٰ بن ابی اسحٰق عبدالعزیز بن صہیب اور حمید نے حضرت انسؓ سے سنا کہ رسول اللہ نے تلبیہ میں لبیک عمرۃ وحجا کہا۔ حسن بصری اور قرہ بن ایاس مزنی نے خلاف بھی یہی کہتے ہیں۔ اور ثابت البنانی سلیمان تیمی۔ ابوقدامہ نصر بن سلیم نے بھی حضرت انسؓ سے اسی طرح سنا جیسا کہ نسائی اور مسند بزار وغیرہ میں مروی ہے۔ تو انہوں نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ نے حج اور عمرہ کے لیے تلبیہ ساتھ کہا۔ وہ حضرات یہ ہیں۔ حسن بصری۔ ابوقلابہ۔ حمید بن ہلال۔ حمید بن عبدالرحمٰن الحمیری۔ قتادہ۔ یحییٰ بن یعمر انصاری۔ ثابت البنانی۔ بکر بن عبداللہ المزنی۔ عبدالعزیز بن صہیب۔ سلیمان التیمی۔ یحییٰ بن ابی اسحٰق۔ زبرقان۔ مصعب بن سلیم۔ ابوالسوار۔ ابوقدامہ عاصم بن حسین۔ ابوقرہ مسعود بن عجرۃ الباہلی

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے کہا کہ جمع کرنے کا حکم خدا نے دیا۔ اور نبیؐ کے اخلاق خدا کی طرف سے بتائے گئے۔ عشرہ صحابہ نے عمرہ اور حج کو جمع کرنے کی روایت کی ہے۔ کسی نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے جمع کرنے کا حکم دیا ہے۔ کسی نے احرام کی حالت بیان کی کسی نے تلبیہ کی کیفیت بتائی۔ کسی نے کہا کہ رسول اللہ کے ساتھ ہم نے بھی جمع کیا کسی نے کہا کہ خدا نے رسول اللہ کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ وہ عشرہ صحابہ یہ ہیں۔

ام المومنین عائشہ۔ عبداللہ بن عامر۔ جابر بن عبداللہ۔ عبداللہ بن عباس۔ قرہ بن ایاس مزنی۔ ابوقتادہ۔

---

۵ ثابت البنانی مشہور معروف تابعی ہیں اور حضرت انسؓ سے علم حاصل کیا۔

Scanned by CamScanner

علی بن ابی طالبؓ عثمان بن عفانؓ اس لیے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے دعوی پر سکوت کیا۔
عمران بن حصینؓ۔ براء بن عازبؓ۔ ام المومنین حفصہؓ۔ ابو قتادہؓ۔ ابن ابی اوفیؓ۔ ابو طلحہؓ۔ ہرماسؓ
بن زیادؓ۔ ام المومنین ام سلمہؓ۔ انس بن مالکؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔

یہ سب حضرات روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے ساتھ عمرہ تھا۔ مگر ان میں سے کوئی تمتع کے لفظ سے اس جمع کو بیان کرتے ہیں۔ کوئی قران کے لفظ سے بعض کبھی تمتع کہتے ہیں کبھی قران لیکن انہیں میں سے بعض افراد بھی کہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے صحیحین کی ایک روایت میں صرف باحج ہے اور صحیح مسلم میں افردوا الحج اور ایک روایت میں ہے اهل بالحج مفردا۔ بخاری میں ایک روایت عبداللہ بن عمرؓ سے ہے کہ حضورؐ نے صرف حج کا تلبیہ کہا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مسلم نے ایک روایت نقل کی ہے اهل رسول الله صلى الله عليه وسلم بالحج۔ حضرت جابر سے ابن ماجہ نے ایک روایت نقل کی ہے افردوا الحج۔

حجۃ الوداع کے متعلق اتنے بڑے جلیل القدر اصحاب کا یہ اختلاف واقعی تعجب کے قابل ہے جس لوگوں کی نقل پر دین کا مدار ہے وہ باتفاق یہ بھی نہ بتا سکیں کہ حضورؐ کا حج کس قسم کا تھا تمتع یا قران یا افراد۔ تو پھر ان احکام کے متعلق کرنیکی اور صورت کیا ہو سکتی ہے۔ اس بارہ میں اصل وہی ہے جو ابن قیم اور ابن تیمیہ وغیرہ نے بیان کیا ہے یعنی صحابہ کرام میں فی الواقع یہ اصطلاح تھی ہی نہیں کہ حج کی یہ تین قسمیں ہیں۔ اور تینوں کے علیحدہ علیحدہ نام ہیں۔ یہ اصطلاح فقہاء میں پیچھے پیدا ہوئی۔

رسول اللہ کے حج کے متعلق جو تفصیل متعین اور معلوم ہے وہ یہ کہ حضورؐ نے حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی مگر دونوں کے لیے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کیا۔

چونکہ حضورؐ نے تعلیل و تلبیہ میں حج و عمرہ کو جمع کیا اسلیے صحابہ کبھی اس جمع کو متعہ کہتے ہیں کبھی قران۔ بخاری کی ایک روایت پہلے لکھ چکا ہوں اس میں تصریح ہے کہ متعہ کے معنی حج و عمرہ کو جمع کرنا ہے اور قران کے بھی یہی معنی ہیں۔ باقی متعہ اور قران کی تعریف میں فقہاء کے نزدیک جو قیود اسکے علاوہ ہیں وہ پیچھے غالباً بضرورت بڑھائے گئے ہیں تاکہ قسموں کا فرق معلوم ہو سکے۔ اس کا ثبوت

موجود نہیں ہے کہ صحابہ بھی یہ فرق کرتے تھے پھر باوجود اس کے کہ حضورؐ نے تعلیل و تلبیہ میں حج اور عمرہ کو جمع کیا طواف و سعی آپ نے دونوں کے لیے ایک ہی مقرر کیا۔ کوئی روایت ایسی نہیں ملتی کہ حضورؐ نے دونوں کے لیے طواف کا علیحدہ علیحدہ کی ہو اور بیان میں حلال ہو کر حج کی نیت کی ہو اسی وجہ سے بعض صحابہ افراد و بالحج کہتے ہیں۔ تو صحابہ کا تمتع یا قران یا افراد کہنا صرف اعتباری تھا اس اصطلاح کی وجہ سے جو بعد کو پیدا ہوئی۔ اس بنا پر روایات میں اور صحابہ کے اقوال میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

فقہاء کی اصطلاح کے مطابق حضورؐ بلا شبہ قارن تھے حضورؐ کے تلبیہ و تعلیل میں حج اور عمرہ کا جمع ہونا اتنی کثیر روایات سے ثابت ہے جس میں شبہ کی ذرا بھی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور اسمیں بھی شبہ نہیں ہے کہ حضورؐ نے حج و عمرہ کے لیے علیحدہ علیحدہ طواف و سعی نہیں کی اسلیے متعہ اصطلاحی نہیں ہو سکتا فللہ الحمد۔

روانگی کا دن

ابن حزم اور ابن قیم اس بارہ میں مختلف الرائے ہیں کہ حضورؐ حجۃ الوداع کے لیے مدینہ سے کس روز روانہ ہوئے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم سر میں کنگھی کر کے اور سر میں تیل دیکر آثار ورود اہتکار پر اصحاب کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور صبح تک ذوالحلیفہ میں رہے پھر اونٹ پر سوار ہو کر بیداء میں پہنچے اور آپ کے اصحاب نے تعلیل کہی اور میں نے آپ کی تعلیل کی۔ اور جبکہ بطحاء میں پانی کا ناقہ اور مکہ پہنچے جبکہ ذوالحجہ کی چار راتیں گزر چکی تھیں۔ اور صحیح بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ صلعم مدینہ سے ظہر کی چار رکعت پڑھ کر روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ میں پہنچکر عصر کی نماز دو رکعت ادا کی۔ اور ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی نص ہے کہ حجۃ الوداع کے ایام میں عرفہ کے روز یعنی ۹۔ ذی الحجہ کو جمعہ کا دن تھا۔

کسی روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مدینہ سے خروج کے روز کون دن تھا۔ مگر مذکورہ بالا روایات کی بنا پر ابن حزم نے دعوی کیا ہے کہ بلا شبہ جمعرات کا دن تھا۔ دلیل یہ ہے کہ جب ۹۔

Scanned by CamScanner

ذی الحجہ تھا تو پہلی ذی الحجہ ملا شبہ جمعرات کا دن تھا۔ اور ذیقعدہ کا آخر روز بتلیتا رہا تھا۔ اس کو مسلم ماننے کے بعد اب حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو دیکھئے۔ وہ ذوالحلیفہ کی تہلیل اور مدینہ کی تقلید کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ ہوا جبکہ ذیقعدہ میں پانچ باقی تھا۔ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ کی روایت میں تصریح ہے کہ ذوالحلیفہ میں آپ نے ایک رات قیام فرمایا۔ لہٰذا تہلیل و تقلید روانگی کے دوسرے روز ہوئی۔ اس حساب سے مدینہ سے روانگی کے وقت ذیقعدہ کی چھ راتیں باقی تھیں۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جبتک جمعرات کا روانہ ہونا تسلیم نہ کیا جائے۔ اور اگر چھ سے چھ دن مراد ہوتا ہم جمعرات یعنی روانگی کے دن کو چھوڑ کر اسی صورت میں چھ دن رہتا ہے یعنی جمعہ سنیچر۔ اتوار۔ سوموار۔ منگل۔ بدھ۔

لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ حضور صلعم بالشبہ مدینہ سے سنیچر کے روز روانہ ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے مدینہ سے روانگی کا وقت بتایا ہے۔ یعنی مدینہ سے خروج کے وقت ذیقعدہ میں پانچ باقی تھا اور اگر جمعرات کی روانگی تسلیم کیجائے تو نہ دن پانچ رہتا ہے نہ راتیں پانچ رہتی ہیں۔ راتیں چھ رہتی ہیں اور دن نات رہتے ہیں۔ اگر روانگی کے دن کو شمار نہ کیا جائے تاہم چھ رہتا ہے۔ اور ہر صورت میں حدیث کے خلاف ہوگا کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ پانچ باقی تھا۔ اور سنیچر کا خروج قبول کیا جائے۔ تو خروج کے دن کو ملا کر حدیث کے موافق پانچ دن رہتا ہے یعنی سنیچر۔ اتوار سوموار۔ منگل۔ بدھ۔

اور یہ ضرور ہے کہ خروج کے دن کو شمار کیا جائے اس لیے کہ اگر نہ شمار کیا جائے تو روانگی کا دن چھوڑنا پڑے گا حالانکہ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے روانگی کے وقت مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی۔ اگر جمعہ ہوتا تو ظہر کی چار رکعت کیونکر پڑھتے۔ اس لیے لامحالہ حضور سنیچر کے روز روانہ ہوئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے روانگی کے دن کو بھی پانچ دن میں شمار کیا ہے۔

آخر قیم نے ایک دلیل اور دی ہے۔ یہ معلوم ہے کہ حضور صلعم نے روانگی سے پہلے مدینہ میں عمر پر ایک خطبہ دیا۔ اس میں احرام کا قاعدہ اور محرم کے لباس وغیرہ کا حکم بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ

* حضرت طلحہ بن عباسؓ کے نے حضورؐ سے متعدد بار دعا دی ایک دعا یہ ہے اللھم اغفر الکتاب ای امۃ محمد کلھم اجمعین فرما۔

خطبہ جمعہ کے روز تھا اسلیے کہ یہ ثابت نہیں ہے کہ اس خطبہ کے لیے۔ یا ان مسائل کو بتانے کے لیے آپ نے لوگوں کو کسی اور وقت جمع کیا ہو۔ لہٰذا صحیح ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ میں حضورؐ نے ان باتوں کی لوگوں کو تعلیم دی۔ اس خطبہ میں حضرت ابن عمرؓ شریک تھے۔ اور اسکے بعد پھر کبھی روانگی کے وقت

مدینہ سے خروج

رسول اللہ صلعم نے جب حج کا ارادہ کیا تو صحابہ کو خبر دی کہ تم حج کے لیے جاؤں گا صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ چلنے کا سامان کیا۔ یہ خبر جب اطراف میں مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ یہ نیت کر کے چل پڑے کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ حج ادا کریں گے۔ اس میں اتنی مخلوق کا اجتماع ہو گیا جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آپ کے سامنے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں جہاں تک نظر کام کر سکتی تھی آدمی آدمی نظر آتے تھے۔ حضورؐ نے پہلے خطبہ دیا جس میں احرام کا قاعدہ اور اس کے واجبات و سنن کی لوگوں کو تعلیم دی۔ روانگی کے روز چار رکعت نماز ظہر کی آپ نے مسجد میں ادا کی۔ اس کے بعد سر میں تیل دیا اور کنگھی کی پھر ازار اور ردا مبارک پہنکر ظہر کے بعد کھڑے ہو کر یہیں آپ مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو مقام کیا۔ اور جمعہ کی دو رکعت نماز ادا کی یعنی قصر اور وہیں آپ رات کو ٹھہر گئے مغرب و عشا کی نماز وہاں پڑھی۔ اور دوسرے روز صبح اور ظہر کی نماز بھی آپ نے وہیں ادا کی یعنی ذوالحلیفہ میں آپ نے پانچ وقت کی نماز پڑھی۔ ازواج مطہرات سب ساتھ تھیں اس روز آپ تمام ازواج کے یہاں گئے اور صبح کے وقت جماع کا غسل کیا۔ اور جب احرام کا ارادہ کیا تو پھر جدید غسل کیا جیسا کہ زید بن ثابتؓ سے ترمذی میں اور حضرت عائشہؓ سے دارقطنی میں مروی ہے اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ حضورؐ کے سر کو خطمی اور اشنان سے دھوتی تھیں۔ اور خوشبو لگاتی تھیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ کے احرام کے وقت خوشبو لگایا کرتی تھی تاکہ آپ کے بالوں پر خوشبو کے لگنے کا نشان ہو جایا کرتا تھا جس کو گویا میں اس وقت دیکھ رہی ہوں۔ دارقطنی میں ہے کہ مشک

لہ ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ میل ہے۔ اور اہل مدینہ کا یہی میقات ہے ۱۲ منہ

سلہ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

جو آپ کے سامنے دسترخوان پر لگایا جاتا تھا اور غمایاں ہوتا تھا اس کو آپ دھوتے نہ تھے۔ اسکے بعد حضورؐ نے نماز ادا کی اور روانہ ہوئے پھر ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی۔ اور مصلا ہی پر حج اور عمرہ کے لیے تہلیل کی۔ احرام کے پہلے ہی آپ نے تقلید کیا یعنی ہدی کے گلہ میں قلادہ لٹکایا۔ اور اشعار کیا یعنی اونٹ کے سنام یعنی بلند کوہان کو داہنے جانب شق کیا جس سے خون بہنے لگا۔ نماز اور تہلیل کے بعد اونٹ پر سوار ہوئے جب مستقل ہو کر بیٹھے تو پھر آپ نے تہلیل کی۔ بیداء کی بلندی پر جب اونٹ چلا تو پھر آپ نے تہلیل کی۔ حضرت ابن عمرؓ سے صحیح میں روایت ہے کہ پہلے پہلے آپ نے تہلیل اس وقت کی جب ٹیلہ کے نیچے آپ کا اونٹ ٹھہرا۔ اور اہلال میں کبھی آپ حج و عمرہ دونوں کہتے تھے کبھی صرف حج آپ کے الفاظ تلبیہ کے یہ تھے

لبیک اللھم لبیک۔ لبیک لاشریک لک لبیک۔ ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک۔

تیرے سامنے حاضر ہیں اے خدا حاضر ہیں تیرے سامنے حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں سب تعریف تیرے لیے ہے نعمت تیری ہے ملک تیرا ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

حضور صلعم تلبیہ بلند آواز سے کہتے تھے۔ اور صحابہ کرام کو حکم دیتے تھے کہ تلبیہ میں آواز بلند کرو۔ جس اونٹ پر آپ سوار تھے اس پر محمل۔ حودج یا عماری وغیرہ کچھ نہ تھا۔ اس طرح آپ کا اونٹ جارا تھا اور تلبیہ مذکور کہتے جا رہے تھے۔ صحابہ میں کوئی اسیطرح کہتا تھا۔ کوئی کچھ کم کوئی زیادہ مگر آپ نے کسی کو منع نہ کیا۔

روحاء جب حضور صلعم روحاء میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک وحشی گدھا کسی کا ذبح کیا ہوا پڑا تھا آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو شاید اس کا مالک آئے گا تھوڑی دیر میں وہ آیا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ کو اس گدھے میں اختیار ہے آپ نے حضرت صدیقؓ کو حکم دیا کہ اس کو تقسیم کر دو۔

اثایہ جب آپ اثایہ میں پہنچے۔ جو روحاء اور عرج کے درمیان ایک جگہ ہے۔ تو دیکھا کہ

لہ اثایہ بھروہ واد بالحلیفۃ احد وثمانیۃ امیال کذا فی المراصد کذا فی معجم البلدان یاقوت۔ ۱۲

ایک ہرن سایہ میں پڑی ہے جس کو کسی نے تیر مارا ہے۔ آپ نے ایک شخص کو مقرر کر دیا کہ اس کے پاس کھڑا رہے جب تک سب لوگ آگے نہ بڑھ جائیں۔ اور کسی کو اس کے پاس نہ جانے دے۔ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ ان دونوں قصوں میں فرق یہ ہے کہ گدھا غیر محرم کا ذبح کیا ہوا تھا اسکے کھانے کی آپ نے اجازت دی۔ اور ہرن کے تیر مارنے والے کا حال معلوم نہ ہوا کہ وہ محرم تھا یا غیر محرم حلال اسلیئے اس کے کھانے سے منع فرمایا۔ اور آدمی نگرانی کے لیے مقرر کر دیا۔ اس امر میں شدید احتیاط کی دلیل ہے۔

عرج حضور صلعم کے اسباب کا اونٹ اور حضرت صدیقؓ اکبر کے اسباب کا ایک ہی تھا۔ اور حضرت صدیقؓ کے غلام کے ساتھ تھا جب سب حضرات مقام عرج میں پہنچے تو غلام نہ پایا تھا حضور صلعم حضرت صدیقؓ حضرت عائشہؓ حضرت اسماءؓ سب حضرات ایک جگہ ٹھہر کر غلام کا انتظار کرنے لگے۔ غلام کچھ دیر کے بعد آیا اور اس کے شامل اونٹ تھا حضرت صدیقؓ نے پوچھا کہ اونٹ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ اونٹ تو گم ہو گیا۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ ایک اونٹ کا ہی تو حضرت نکر سکا۔ اور یہ کہکر اس کو مارنا شروع کیا حضور صلعم نے تبسم فرمایا اور کہا کہ دیکھو یہ احرام میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں حضور صلعم نے صرف اتنا کہا اور تبسم فرمایا لیکن مارنے سے حضرت صدیقؓ کو منع نہ کیا۔ ابو داؤد نے اس روایت کو جہاں ذکر کیا ہے وہاں باب باندھا ہے کہ محرم کا غلام کو ادب دینا۔

ابواء اس کے بعد حضورؐ جب ابواء میں پہنچے تو صعب بن جثامہؓ نے حمار وحشی کا کچھ سالان آپکی خدمت میں ہدیہ کیا آپ نے قبول نہ کیا رد کر دیا۔ اور صعب کی ایک روایت پر کہ حمار وحشی ہدیہ کیا صحیح مسلم کا لفظ ہے کہ حمار وحشی کا گوشت ہدیہ کیا گیا۔ جمہور کہتے ہیں کہ سفیان ابن عیینہ کبھی تو حمار وحشی کا گوشت کہتے تھے کبھی اس میں اتنا اضافہ کرتے تھے کہ اس سے کچھ کھایا تھا کبھی کہتے تھے کہ حمار وحشی ہدیہ کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حمار وحشی کا ایک پہلو کسی روایت میں ہے ران اور ان سب روایتوں میں ہے کہ حضورؐ نے رد کر دیا قبول نہ فرمایا لیکن جبکہ ہی میں تھے اور وہ عمرو بن امیہ ضمری سے وہ اپنے والد سے اور وہ صعب سے روایت کرتے ہیں کہ تحفہ میں حمار وحشی کے

سوکھا گوشت ہدیہ کیا تو حضورؐ نے اور قوم نے کھایا۔ ہمارے فقہا کہتے ہیں کہ یہ اسناد صحیح ہے۔ (ہم کہتے ہیں کہ قضیہ ایک ہے اور یہ تمام صحیح روایتوں کے خلاف ہے کہ حضورؐ نے قبول کیا یا کھایا مگر یہ روایتیں اگر محفوظ ہیں تو مطلب شاید یہ ہوگا کہ زندہ جانور کے ہدیہ کو رد کر دیا اور غیر محرم کے ذبح کے گوشت کو قبول کیا۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ زندہ کو اس لیے رد کر دیا گیا کہ سب احرام کی حالت میں تھے۔ کوئی ذبح نہیں کر سکتا تھا اور جو احرام کی حالت میں نہ تھا اس کا شکار اور ذبیحہ قبول کیا گیا۔ اسی طرح صحیحین میں عمرہ حدیبیہ کے متعلق ایک روایت ہے کہ ابو قتادہ نے شروع میں حمار وحشی کا گوشت حضورؐ کو ہدیہ کیا اور حضورؐ احرام کی حالت میں تھے اور قبول کیا کیونکہ حضرت ابو قتادہ حلال تھے۔ یہ شکار کا واقعہ ہے لیکن صعب بن جثامہ کا یہ قصہ تھا کہ ودّاع کا ہے محب طبری اور دوسرے بہت لوگوں نے بھی کہا ہے۔ ہرن کا قصہ اور یزید بن کعب اسلمی البہزی کے حمار کا قصہ ابن قیم نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم

مقام شرف

حضورؐ جب مقام سرف میں پہنچے۔ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ایام حیض شروع ہو گیا اور وہ احرام کی حالت میں تھیں۔ حضورؐ ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ رو رہی ہیں۔ دریافت کیا کہ کیوں رو رہی ہو۔ شاید حیض شروع ہو گیا؟ فرمایا کہ ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو خدا نے بنات آدم کے لیے مقدر کر دیا ہے۔ حج کے تمام اعمال حاجیوں کی طرح ادا کرو۔ البتہ بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی ہو۔

حضرت عائشہؓ کے اس قصہ پر فقہاء و محدثین کے بعض بڑے بڑے اختلافات کی بنیاد ہے۔ ان میں سے ایک اختلاف یہ ہے کہ اگر ایسا ہو جائے اور عورت عمرہ کی نیت کئے ہوئے ہو تو عورت کیا کرے۔ عمرہ کے احرام کو توڑ کر حج مفرد کی نیت کرے۔ یا عمرہ کے ساتھ حج کی نیت کر کے قران کرے۔ پہلا قول اہل کوفہ و امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ دوسرا اہل حجاز امام شافعی اور امام مالکؒ کا

ملہ شرف۔ امام نووی کہتے ہیں کہ وہ موضع ہے بین مکہ اور مدینہ کے درمیان اور مکہ سے قریب ہے کہتے ہیں کہ مکہ سے چھ میل ہے۔ تحفہ میں ہے کہ سرف سے تنعیم تین میل ہے۔ واللہ اعلم

اور یہی امام احمد صاحبؒ کا بھی قول ہے۔ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ صحیحین میں ہے کہ حضرت عروہؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں نے عمرہ کے لیے تعیل کی۔ لیکن میں آئی تو حائضہ تھی نہ بیت اللہ کا طواف کر سکی نہ صفا و مروہ کا۔ میں نے نبی ﷺ سے اپنی حالت کا شکوہ رسول اللہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ عمرہ ترک کر دو۔ سر کھول کر کنگھی کرو۔ اور حج کے لیے تعیل کرو۔ کہتی ہیں کہ میں نے یہی کیا۔ پھر جب حج سے فارغ ہوئی تو حضور صلعم نے میرے بھائی عبد الرحمٰن ابن ابی بکرؓ کے ساتھ تنعیم بھیجا۔ میں نے اُنکے ساتھ عمرہ ادا کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تمہارے اس عمرہ کا بدلہ ہے۔

یہ حدیث صریح دلیل ہے کہ پہلا احرام باقی نہ رہا۔ حضور صلعم نے پہلے احرام کو ترک کر دینے کا حکم دیا۔ اور حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کے حکم سے کنگھی کی۔ اگر پہلا احرام باقی رہتا تو کنگھی نہ کر سکتیں تنعیم کے عمرہ کو حضورؐ نے پہلے عمرہ کا قائم مقام دوسرا مستقل عمرہ بتایا۔ اگر پہلا احرام باقی ہوتا تو یہ عمرہ دوسرا عمرہ قائم مقام نہ ہوتا بلکہ وہی پہلا عمرہ ہوتا۔

لیکن حضرت عائشہؓ سے اور لوگوں نے بھی یہ صریح روایت کی ہے مگر وہ عروہؒ کے سوا اور کسی کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ حضور صلعم نے عمرہ کے احرام کو ترک کر دینے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہؓ کا کنگھی کرنا اور لوگ بھی بیان کرتے ہیں مگر یہ خود مابہ النزاع ہے کہ کنگھی کرنا احرام کے منافی ہے یا نہیں۔ الغرض ان وجوہ سے یہ ایک معرکۃ الآرا تحقیق طلب مسئلہ بن گیا ہے۔ جس کتاب میں اس پر زیادہ تفصیل سے بحث نہیں کر سکتے کیونکہ یہ فقہ کی کتاب ہے اس میں زیادہ فقہی بحث کی تحمل نہیں ہو سکتی۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہؓ کے حیض کی ابتدا مقام سرف میں ہوئی لیکن اختلاف یہ ہے کہ پاک کب ہوئیں۔ مجاہد اور عروہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عرفہ کے روز۔ اور قاسم بن محمد انہیں سے روایت کرتے ہیں کہ یوم النحر میں۔ انہیں عروہ اور انہیں قاسم کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ عرفہ کے روز حضرت عائشہؓ حائضہ تھیں۔ اس میں تطبیق ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس روز حائضہ بھی ہوں پھر اسی روز پاک بھی ہو گئی ہوں۔ یہ سب روایتیں صحیح ہیں لیکن ابو داؤد میں ایک روایت ہشام ابن عروہ کی عروہ سے ہے کہ لیلۃ البطحاء میں حضرت عائشہؓ پاک ہوئیں۔ اس کی سند

ملہ قاسم بن محمد بن ابو بکر۔ حضرت قاسم کو حضرت عائشہؓ نے اپنے حوض میں لایا تھا۔ انکا دادھیال عرب میں نہایت کے تھے۔ حضرت قاسم

بھی گر چکی ہے۔ مگر ابن عوام کہتے ہیں کہ یہ روایت تمام روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ لیلۃ البطحاء یوم النحر کے چار راتوں کے بعد ہے۔ اس کے علاوہ گو یہ روایت بھی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ لیکن ناقل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کا وہ لفظ جس پر اختلاف کی بنیاد ہے خود حضرت عائشہؓ کا لفظ نہیں ہو سکتا یعنی یہ جملہ کہ حضرت عائشہؓ لیلۃ البطحاء میں پاک ہوئیں کسی راوی کا قول ہے خود حضرت عائشہؓ کا نہیں۔ لہٰذا یہ روایت عروہ کی دوسری روایتوں کے برابر نہیں ہو سکتی جس میں خود حضرت عائشہؓ کے الفاظ ہیں واللہ اعلم

قال سے حضورؐ روانہ ہوئے اور ذی طوی پہنچے۔ اتوار کی شب کو وہاں ٹھہرے

ذی طوی و مکہ

رہے۔ یا تو نہیں ذی الحجہ کی گزر چکی تھیں صبح کی نماز حضورؐ نے وہیں پڑھی غسل کیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ثنیۃ العلیا کی طرف سے جو مکہ کی طرف بلندی پر ہے آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ اور سیدھا مسجد حرام پہنچے۔ ظہر کے وقت یہیں جب آفتاب بلند ہو چکا تھا مسجد میں داخل ہوئے۔ طبرانی نے ذکر کیا ہے کہ باب بنی عبد مناف سے جس کو اب باب بنی شیبہ کہتے ہیں حضور مسجد میں داخل ہوئے۔ اور ایک مرسل روایت میں ہے کہ مسجد پر جب آپ کی نظر پڑی تھی تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرتے تھے

اللھم انت السلام ومنک السلام حینا ربنا السلام

اے اللہ تیرے لئے سلامتی ہے اور تیری طرف سلامتی ہے۔ اے رب ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ

اللھم زد ھذا البیت تشریفا وتعظیما وتکریما ومھابۃ۔ وزد من حجہ او اعتمرہ تکریما وتشریفا وتعظیما۔

اے اللہ اس گھر کی عظمت شرف۔ عزت اور ہیبت زیادہ کر۔ اور جو اس گھر کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس کی عزت اس گھر کی عظمت اور بھلائی کو زیادہ کر

یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر سعید بن المسیب نے یہ دعا حضرت عمر بن الخطاب سے سنی ہے۔ مسجد میں جب حضور صلعم داخل ہوئے تو طواف کیا۔ تحیۃ المسجد پڑھنا حضورؐ سے ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ مسجد حرام کی تحیۃ طواف ہے۔ جب حجر اسود کے سامنے حضور صلعم تشریف لے گئے تو استلام کیا اور

طواف کیا۔ طواف کے درمیان رمل ابو جہل کے پاس۔ یا آپ کچھ کی طرف۔ یا آپ کے سامنے۔ یا ارکان کے سامنے۔ کوئی معین دعا حضورؐ سے ثابت نہیں ہے۔ کعبہ کے سامنے البتہ آپ نے یہ دعا کی ہے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار

اے رب ہمیں دنیا کی بھلائی عطا کر۔ اور آخرت کی بھلائی عطا کر۔ اور جہنم کے عذاب سے بچا۔

طواف کے وقت تین شوط میں آپ نے رمل کیا یعنی قدم نزدیک نزدیک اور جلد جلد رکھتے تھے۔ اور چار شوط میں بالرمل مشی کیا یعنی معمولی چال سے چلے۔ ہر دفعہ جب حجر اسود کے سامنے جاتے تھے تو محجن سے اشارہ کرتے تھے۔ اور محجن کے سرے کو بوسہ دیتے تھے۔ محجن آپ کا ایک عصا تھا جس کا سرا خمیدہ تھا۔ حجر اسود کا استلام کبھی آپ نے عصا کے ذریعہ کیا ہے کبھی ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو بوسہ دیا ہے۔ کبھی لب مبارک کو حجر اسود پر رکھکر بوسہ دیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ کبھی رکن یمانی کا استلام بھی آپ نے کیا ہے۔

جب طواف سے حضور صلعم فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کے پیچھے آئے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کا استلام کیا۔ اور سامنے کے دروازہ سے صفا کی جانب روانہ ہوئے۔ قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ صفا پر پہنچنے کے بعد قبلہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر۔ لا الہ الا اللہ وحدہ۔ انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک ہے اسی کیلئے حمد مخصوص ہے وہ ہر شیء پر قادر ہے کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ۔ وہ اکیلا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے بندہ کی مدد کی اور ساری جماعتوں کو تنہا شکست دی۔

یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ فرمایا

اس کے بعد معمولی چال سے مروہ کی جانب چلے۔ جب بطن وادی میں آپ کا قدم مبارک اترا تو وہاں سے سعی کی یعنی تیز چلے۔ جب وادی ختم ہوئی اور مروہ پر چڑھنے لگے تو پھر معمولی چال سے

Scanned by CamScanner

پہلے۔ یہ روایت حضرت جابرؓ سے صحیح مسلم میں ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی دونوں پیدل کیا۔ لیکن مسلم ہی نے حضرت ابن منذر کی روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سنا کہ حضورؐ نے حجۃ الوداع میں بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی درمیان سعی دوشٹر کیا تھا۔ بظاہر ان روایات میں تعارض ہے۔ لیکن صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت ہے کہ حضورؐ کو دیکھنے کے لیے صفا پر ہجوم ہو گیا تھا۔ جسے کہ جو لوگ حج میں اپنے گھروں سے عمل آئی تھیں۔ اور حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے لوگ کہہ رہے تھے کہ وہ محمدؐ ہیں۔ اس لیے حضورؐ دوشٹر سوار ہو گئے تھے۔ البتہ طواف بیت اللہ کے متعلق وہ ہیں بہت مختلف ہیں لیکن کسی روایت میں یہ صاف تصریح نہیں ہے کہ حجۃ الوداع کے وقت پہلا طواف جو آنے کے ساتھ آپ نے کیا وہ سواری پر تھا۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت میں تصریح ہے کہ حجۃ الوداع میں جو پہلا طواف آپ نے کیا اس کے تین شوط میں رمل کیا اور چار میں مشی اور رمل مشی پہلے ہی ہیں ہو سکتا ہے سواری پر نہیں۔ بلا شبہ اس کے بعد آپ نے سواری پر طواف کیا ہے۔ جن روایتوں میں سواری پر طواف کا ذکر ہے اس میں بیانِ حج کے طواف کا ذکر ہے۔ یا کسی عمرہ کے طواف کا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے مگر یہ ذکر نہیں کہ وہ طواف قدوم کا ذکر کرتی ہیں یا دوسرے طواف کا۔ دوسری روایتوں میں تو یہ بھی مذکور نہیں ہے کہ یہ حجۃ الوداع کا ذکر ہے یا کسی اور کا واللہ اعلم

جب حضورؐ صفا و مروہ پر پہنچے تو وہاں بھی قبلہ کی طرف رخ کر کے تکبیر کہی اور توحید بیان کی۔ اور جس طرح صفا پر آپ نے دعا میں پڑھی تھیں یہاں بھی پڑھیں۔ اس کے بعد صفا کی طرف روانہ ہوئے اس طرح ثلاث مرتبہ آپ نے سعی کی۔ وادی میں جس مقام سے جہاں تک آپ نے سعی کی تھی وہی تیز چلے تھے۔ ان دونوں مقامات پر نشانیاں بنا دی گئی ہیں جس کو میلین اخضرین کہتے ہیں۔ آخری سعی آپ کی باتفاق مروہ پر تمام ہوئی۔ یعنی صفا سے مروہ تک ایک پھر مروہ سے صفا تک دوسری تیسری بار انہیں اس بعضوں نے کہا ہے کہ صفا سے مروہ تک جانا۔ اور پھر مروہ سے صفا تک آنا یہ دونوں

ظاہر ایک سعی ہوئی۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ الغرض اس میں سے کسی کا یہ مسلک نہیں ہے۔ اور پھر آخری سعی حضورؐ صفا کی سعی صفا سے شروع ہوئی اور مروہ پر تمام ہوئی۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب مفرد کے لیے ایک سعی قرار دی جائے۔

مروہ پر تشریعی حکم جب عمرہ پر آپ نے سعی ختم کی تو حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ احرام کو ختم کر کے حلال ہو جائے۔ کامل حلال ہو جانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کو حورت سے دلی کرنا تو ہو لگا تا۔ سلا ہوا کپڑا پہننا سب حلال ہے۔ اور جس کے پاس ہدی ہو وہ احرام ختم نہ کرے۔

فسخ الحج بالعمرہ کا اختلاف صحابہ کرام میں بعضوں کی نیت عمرہ کی تھی بعض نے حج اور قرہ کی ساتھ نیت کی تھی حضورؐ نے حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جائے۔ اور جس کے پاس ہدی ہو وہ احرام پر قائم رہے۔ اب جن کی نیت صرف عمرہ کی تھی وہ طواف اور سعی سے فارغ ہو چکے تھے لہٰذا ان کے حلال ہو جانے میں کوئی اشتباہ باقی نہ تھا لیکن جن کی نیت حج یا حج و عمرہ کی ساتھ تھی۔ اور ان کے ساتھ ہدی نہ تھی ان کو تردد ہوا حضورؐ نے فرمایا کہ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی حلال ہو جاتا۔ اور آپ نے سب کو بتاکید حلال ہو جانے کا حکم دیا۔ اس لیے کہ جن اصحاب کے پاس ہدی نہ تھی ان میں سے کسی نے حلق کرایا اور کسی نے قصر مگر احرام سے باہر ہو کر حلال ہو گئے۔ حضورؐ کا یہ حکم اور صحابہ کا یہ فعل ثابت ہے لیکن مجتہدین میں اختلاف یہ ہو گیا کہ حضورؐ کا یہ حکم صحابہ کرام کے لیے خاص تھا یا سارے مسلمانوں کیلئے ہمیشہ کے واسطے یہی حکم ہے۔ امام احمد اور ان کے مقلدین ابن تیمیہ اور ابن قیم کہتے ہیں کہ سب کے لیے ہمیشہ یہی حکم ہے۔ مگر امام شافعی امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور اکثر فقہاء امصار کہتے ہیں کہ یہ حکم صرف صحابہ کے لیے تھا۔ دونوں طرف اس باب میں بہت طویل ہیں۔ ہم بعض روایات کو جن پر اس کا مدار ہے ذیل میں لکھ دیتے ہیں۔

حکم کے عام ہونے کی دلیلیں جو لوگ فسخ الحج بالعمرہ کے جواز اور وجوب کے قائل ہیں۔ اور اس حکم کو سب کے لیے عام مانتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے پہلے مقام سرف میں صحابہ سے فرمایا کہ

جس کے پاس ہدی ہو تو میرے نزدیک بہتر ہے کہ وہ عمرہ کرے۔ اور جس کے پاس ہدی ہو وہ یہ
ذکر ہے۔ اس میں گو دو وجہ تجویز ہے لیکن عمرہ کی ترجیح ظاہر ہے۔ اس کے بعد کہا کہ آپ نے حتماً حکم
دیا کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جائے اور جس کے پاس ہدی ہو وہ اپنے احرام پر قائم
رہے۔ سراقہ بن مالک نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ یہ اس سال کیلئے خاص حکم ہے یا ہمیشہ کیلئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ
حج تمتع کے طریقہ میں ہم کہتے ہیں کہ تمتع حج، عمرہ کے حکم کو خود رسول اللہ سے رسول اللہ کے چودہ صحابیوں نے
روایت کیا ہے۔ اور سب کی حدیثیں نہایت صحیح ہیں۔ وہ صحابہ یہ ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ
ام المومنین حضرت حفصہؓ حضرت علی بن ابی طالبؓ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر
جابر بن عبداللہ حضرت ابو سعید الخدری حضرت براء بن عازبؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت انس
بن مالکؓ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت سراقہ بن جعشم المدلجیؓ حضرت
سراقہ بن مالک المدلجی رضی اللہ عنہم۔ صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
اور ان کے اصحاب حج کے لیے اہلال کرتے ہوئے چار ذی الحجہ کی صبح کو آئے۔ حضور صلعم نے ان کو حکم دیا کہ
عمرہ کر لیں تو بیات ان کو بڑی عظیم معلوم ہوئی۔ پوچھا کہ یا رسول اللہ کیسا حلال کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ
حل تمام۔ اور صحیح مسلم کا لفظ ہے کہ حج کا تلبیہ کہتے ہوئے آئے۔ اور بعض روایت میں یہ لفظ ہے کہ اپنے
احرام کو عمرہ کا احرام کر لیں سوائے ان لوگوں کے جنکے ساتھ ہدی ہو۔ اور صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہؓ
کی روایت ہے کہ حضورؐ اور اصحاب حج کے لیے اہلال کیا۔ اور حضور صلعم اور حضرت طلحہؓ یمن سے کہ
پاس ہدی تھی حضرت علیؓ یمن سے آئے تھے۔ ان کے ساتھ ہدی تھی۔ اور انہوں نے کہا کہ میں نے
اہلال کیا مثل اہلال نبی صلعم کے۔ اس کے بعد حضورؐ نے حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی ہو اس کے سوا
اور سب عمرہ کر لیں۔ طواف کریں پھر قصر کر کے حلال ہو جائیں صحابہ اس پر کچھ بولنے لگے۔ حضور صلعم نے
فرمایا کہ میرے ساتھ اگر ہدی نہ ہوتی تو ہم بھی حلال ہو جاتے ایک روایت کا لفظ یہ کہ فرمایا کہ تم
جانتے ہو کہ ہم تم سے زیادہ متقی ہیں۔ تم سے زیادہ صادق ہیں۔ اور تم سے زیادہ نیکی کرنیوالے
ہیں اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی حلال ہو جاتا۔ ایک روایت میں ہے کہ سراقہ بن مالک

بن جعشم نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے۔ فرمایا کہ ہمیشہ کے لیے۔ اور
یہ سب الفاظ نہایت صحیح روایات کے ہیں۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ
رسول اللہ صلعم کے ساتھ نکلے تو حج کے سوا کچھ ارادہ نہ تھا پھر جب مکہ آئے تو حضورؐ نے اصحاب کو حکم
دیا کہ عمرہ کر لو۔ تو سب لوگ حلال ہو گئے سوائے ان لوگوں کے جنکے ساتھ ہدی تھی۔ یہ حدیث بخاری
اور صحیح مسلم میں حضرت حفصہؓ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ نے اپنی ازواج کو حکم دیا کہ حلال
ہو جائیں۔ میں نے کہا کہ آپ کو حلال ہونے سے کس چیز نے روکا۔ فرمایا کہ میں نے سر منڈا لیا ہے
اس لیے بغیر نحر کے حلال نہیں ہو سکتا۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ سلم بن ابیب سے امام احمد صاحب نے کہا کہ
آپکی ساری بات میں ہمیں معلوم ہوتی ہے مگر ایک بات پوچھا کہ وہ کیا۔ تو کہا کہ آپ تمتع کو فسخ کر کے
عمرہ بنا لینے کا حکم دیتے ہیں۔ امام احمد نے کہا کہ اسے کیا ہم تم کو ذی عقل سمجھتے تھے۔ اس باب میں میرے
پاس گیارہ صحیح حدیثیں ہیں۔ تو کیا ہم ان سب کو صرف تمہارے قول کی وجہ سے چھوڑ دیں۔ الغرض صحیح
بخاری اور صحیح مسلم میں اس مضمون کی اس کے سوا اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ اور سنن کی روایتیں
اس کے علاوہ ہیں۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ حضورؐ نے ان سب اصحاب کو جنکے پاس ہدی
نہ تھی حج کے بدلہ عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ اور سراقہ بن مالکؓ کے سوال و جواب نے یہ بات طے کر دی کہ
یہ حکم ہمیشہ کے لئے عام ہے۔ یہ حکم صحابہ کے لیے مخصوص نہ تھا۔ اور سنن میں حضرت براء بن عازبؓ
کی روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے حج کی نیت کی ہے تو صرف عمرہ کر کے احرام
کیسے توڑ دیں۔ اس پر حضورؐ ناراض ہوئے۔ اور فرمایا کہ جو ہم کہتے ہیں کرو۔ اگر میرے ساتھ ہدی
نہ ہوتی تو ہم بھی یہی کرتے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ لوگ آئے اور حضور صلعم نے حکم دیا تو
ہم لوگ حلال ہو گئے۔ پھر یوم الترویہ یعنی ۸ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا۔ اور اسمیں حضرت ابو موسیٰ
الاشعریؓ سے مروی ہے کہ ہم یمن سے آئے۔ اور حضورؐ البطحا میں تھے تو پوچھا کہ کس چیز کا تم نے احرام
باندھا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے احرام باندھا ہے کہ میرا اہلال مثل اہلال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے

Scanned by CamScanner

پوچھا کیا تمہارے ساتھ ہدی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں تو حضورؐ کے حکم دیا کہ طواف کیا پھر حضورؐ کے درمیان سعی کی۔ اس کے بعد حلال ہو جانے کا حضورؐ نے حکم دیا۔ اور صحیح مسلم میں ہے۔ کہ کسی نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ کیا فتویٰ ہے کہ میں نے طواف کیا وہ حلال ہو جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

دلائل تخصیص حکم بصحابہ عبداللہ بن الزبیر الحمیدی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فسخ حج کا حکم رسول اللہ صلعم نے خاص ہم لوگوں کو دیا تھا۔

اور دوسری روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کے بعد کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ حج کو عمرہ کرے۔ یہ صرف اصحاب رسول اللہ کے لئے رخصت تھی۔ مسند زار میں ہے کہ زید بن شریک نے حضرت ابوذرؓ سے کہا کہ آپ تو رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھے تمتع کا یہ حکم تھا فرمایا کہ وہ تمہارے لئے نہیں ہے وہ صرف ہم لوگوں کے لئے رخصت تھی۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حج میں اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہم لوگوں کے لئے رخصت تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دو متعہ ہے دونوں صحیح ہیں ہے لیکن ہم لوگوں کے لئے خاص تھا یعنی متعۃ النساء و متعۃ الحج۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہم لوگوں کے لئے خاص تھا نہ لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ اور سنن نسائی میں باسناد صحیح مروی ہے کہ متعہ حج میں تم لوگوں کے لئے نہیں ہے اور تم کو اس سے کچھ علاقہ نہیں ہے وہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رخصت تھی۔ اور ابوداؤد و نسائی میں بلال بن الحرثؓ سے مروی ہے کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ فسخ الحج الی العمرہ ہم لوگوں کے لئے خاص ہے یا سب کے لئے عام ہے تو فرمایا کہ تم لوگ کے لئے خاص ہے۔ اور امام احمد و ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے متعۃ الحج کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ یہ ہم لوگوں کیلئے خاص تھا تمہارے لئے نہیں ہے۔

وہ حدیثیں جو فسخ الحج کے معارض ہیں جو روایتیں تخصیص کے ثبوت میں ذکر ہوئیں وہ سب تابعین صحابہ میں سوائے بلال بن الحرث کی روایت کے وہ مرفوع ہے۔ اور وہ سند بھی گو صحیح ہے مگر ان تمام روایات میں کوئی معارضہ نہیں کر سکتی جو فسخ الحج کے دلیل میں ذکر کی گئیں کیونکہ سند بھی ان روایات کی قوت کو نہیں پہنچ سکتی لیکن تخصیص کی بابت فسخ الحج کے معارض اور روایتیں بھی ہیں صحیح مسلم میں ابو نضرہ کی روایت عروہ سے ہے۔ وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ کے ساتھ حج الوداع میں نکلے۔ تو بعضوں نے عمرہ کے لئے اہلال کیا بعضوں نے حج کے لئے جب کہ آئے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور اس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور اس کے ساتھ ہدی ہو وہ حلال نہ ہو جب تک ہدی کا ذبح کرے اور جس نے حج کے لئے اہلال کیا ہو وہ حج پورا کرے۔ اس میں دوسری روایت عائشہؓ کی ہے بلوا سوید وہ عروہ سے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حجۃ الوداع کے لئے رسول اللہ کے ساتھ نکلے تو کسی نے عمرہ کا اہلال کیا کسی نے حج وعمرہ دونوں کا کسی نے حج کا اور رسول اللہ نے حج کے لئے اہلال کیا۔ تو جنہوں نے عمرہ کا اہلال کیا وہ حلال ہو گئے لیکن جنہوں نے حج کا اہلال کیا۔ یا حج وعمرہ دونوں کا وہ یوم النحر تک حلال نہ ہوئے۔

ابن ابی شیبہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ کے ساتھ حج کے لئے نکلے تو تین قسم کے لوگ تھے کسی نے حج وعمرہ دونوں کی نیت کی کسی نے صرف حج کی کسی نے صرف عمرہ کی جن لوگوں نے حج وعمرہ کی ساتھ نیت کی تھی وہ بالکل حلال نہ ہوئے جب تک انہوں نے مناسک حج کو پورا نہ کیا۔ اور جنہوں نے صرف حج کی نیت کی تھی وہ بھی بالکل حلال نہ ہوئے جب تک انہوں نے مناسک حج کو پورا نہ کیا جن لوگوں نے صرف عمرہ کی نیت کی تھی وہ جب بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کر چکے تو حلال ہو گئے۔ اور پھر مستقل حج کیا۔ صحیح مسلم میں عروہ بن الزبیر کی ایک بہت طویل روایت ہے۔ اس کے آخر میں حضرت عروہ کہتے ہیں کہ گذشتہ لوگوں میں سے کسی نے

نہیں دیکھا مگر یہ کہ جب وہ (مکہ میں) قدم رکھتے تو سب سے پہلے طواف کرتے اور حلال نہیں ہوتے اور میں نے اپنی ماں اور خالہ کو دیکھا کہ جب وہ آتیں تو طواف سے پہلے کچھ نہ کرتیں۔ دونوں سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتیں۔ اور حلال نہ ہوتیں۔

ظاہر ہے کہ یہ روایتیں فسخ حج کے بالکل معارض ہیں۔ اور آثار و روایات تخصیص حکم فسخ بصحابہؓ کے ثبوت میں لکھے گئے ہیں کے بھی خلاف ہیں کیونکہ ان روایات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن صحابہ نے حج کی نیت کی تھی وہ طواف کے بعد حلال ہوئے اور ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن صحابہ نے حج کی نیت کی تھی وہ حلال نہ ہوئے حلال صرف وہ ہوئے جنہوں نے صرف عمرہ کی نیت کی تھی۔ ان روایات میں شدید تعارض ہونے کی وجہ سے پچھلے علماء مجتہدین بھی مختلف الرائے ہوگئے اکثر ائمہ کہتے ہیں کہ حدیثیں سب متعارض ہیں اس لیے نیت کے بعد احلال عمل کا حکم نہیں دیا جاسکتا لیکن امام احمد صاحبؒ قوت سند کی بنا پر فسخ حج یا عمرہ کی روایتوں کو ترجیح دیتے ہیں واللہ اعلم

بہرکیف کثیر مستند روایات سے یہ ثابت ہے کہ جن حضرات کے ساتھ ہدی نہ تھی وہ سعی کے بعد رسول اللہ صلعم کے حکم کے موافق حلال ہوگئے لیکن خود حضورؐ حلال نہ ہوئے اس لیے کہ آپ کے ساتھ ہدی تھی۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ بھی حلال نہ ہوئے کیونکہ ان سب حضرات کے ساتھ ہدی تھی۔ رسول اللہ صلعم کی ازواج مطہرات سب حلال ہوگئیں۔ حضرت عائشہؓ کے حلال ہونے کے بارہ میں صحیح مسلم کی روایت لکھ چکا ہوں مگر ان میں بعض علماء کو شبہ ہے حضرت فاطمہؓ حلال ہوگئی تھیں ان کے ساتھ ہدی نہ تھی۔ مگر حضرت علیؓ احرام حلال ہونے کیونکہ وہ یمن سے آئے تھے اور ان کے ساتھ ہدی تھی۔ اور ان کو رسول اللہ نے احرام باقی رکھنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت علیؓ عراق میں فرمایا کرتے تھے کہ جب گئے تو دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ گلگی کرکے سرمہ لگا کر اور خوشبو لگا کر رنگین کپڑے پہنے ہوئے ہیں تو میں نے تعجب کیا اور مجھکو یہ بات ناگوار ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ مجھکو میرے والد نے یہ حکم دیا ہے میں نے۔ اس کے بعد رسول اللہ سے دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ماں میں نے حکم دیا ہے۔

حج کا بقیہ حال

مروہ سے اتر کر حضورؐ نے کوہ صفا پر قیام فرمایا اور تمام اصحاب یوم الترویہ آٹھویں ذی الحجہ تک آپ کے ساتھ وہیں رہے۔ آثار بھوار ہیں۔ بخاری۔ بدایہ چار روز آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ اور اس درمیان میں برابر نماز قصر ادا کرتے رہے عمرہ کے روز یعنی آٹھ ذی الحجہ کو صبح کے وقت آفتاب بلند ہونے کے بعد تمام اصحاب کے ساتھ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ جو لوگ حلال ہوگئے تھے انہوں نے بھی سے۔ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا۔ احرام کے لیے یہ لوگ مسجد نہ گئے بلکہ مکہ سے باہر ہی احرام باندھ لیا تھا پھر آپ نے ظہر اور عصر کی نماز منیٰ اور رات کو وہیں رہے۔ یہ جمعہ کی رات تھی پھر جمعہ کے روز جب آفتاب طلوع ہوا نو تاریخ کے راستہ سے عرفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں بعض اصحاب تلبیہ کہتے تھے بعض تکبیر آپ نے کسی کو منع نہ کرتے تھے۔ عرفات کے پورب جانب اس وقت ایک قبہ تھا جس کا نام نمرہ تھا آپ کے حکم سے وہیں آپ کا قبہ نصب ہوا تھا اس میں آپ اترے۔ آفتاب ڈھلنے کے بعد آپ کا ناقہ قصوی آیا۔ اس پر سوار ہوئے اور وہاں سے عرفہ کے بطن وادی میں آئے اور وہاں اونٹنی پر وہ خطبہ عظیم ارشاد فرمایا جو اسلام کی سب سے بڑی دولت ہے۔

عرفہ کا خطبہ

اس خطبہ میں حضورؐ نے اسلام کے قواعد کو محکم اور مقرر کیا۔ اقرار و جاہلیت کے قواعد کو منہدم کیا۔ اور اس خطبہ میں آپ نے اس جرمت کی تقریر کی جو تمام ملتوں میں یکساں

لہ منیٰ بکسر میم حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہاں حضرت جبرئیل نے حضرت آدم سے پوچھا کہ کیا تمنا رکھتے ہیں فرمایا جنت اس لیے اس کا نام منیٰ ہوا تمنا سے۔ اور منیٰ کے معنی بہانا کے ہیں چونکہ یہاں خون بہایا جاتا ہے اس لیے اس کو منیٰ کہا واللہ اعلم

لہ قصب بفتح ضاد مجمہ ۱۲ منہ

لہ عرفہ زمان و مکان دونوں معنی میں آیا ہے لیکن عرفات بصیغۂ جمع خصوص مکان کے معنی میں آتا ہے اسکو عرفات اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت آدم اور حوا کا ہبوط کے بعد یہیں تعارف ہوا تھا اور عرفہ کو عرفات اس لیے کہتے ہیں چونکہ قربانی کے ایام میں منیٰ میں تعفن پیدا ہوجاتا ہے اور یہاں کی ہوا اچھی رہتی ہے اسلیے اسکو عرفات کہتے ہیں اس لیے یہ لفظ تعارف سے مشتق ہے یا عرفہ سے کنایہ ہے شرح سفر السعادت واللہ اعلم ۱۲ منہ

لہ جمع بفتح فون و کسر میم و فتح راء مہملہ ایک قریہ کا نام ہے یا ایک پہاڑ کا کنایہ ہے اقامہ میں واللہ اعلم ۱۲ منہ

حرام ہے فرمایا کہ تمہارے اموال۔ تمہاری آبرو حرام ہیں ایک کی دوسرے پر۔ اس خطبہ میں آپ نے تمام رسوم جاہلیت کو اپنے پیروں کے نیچے کیا یعنی ہمیشہ کے لیے اس کے مٹنے کا اعلان فرمایا۔ اس خطبہ میں آپ نے جاہلیت کی سود خواری کو بالکل مٹا دیا اور باطل کر دیا۔ اس خطبہ میں آپ نے اپنی امت کو وصیت کی کہ عورتوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرو پھر تشریح فرمائی کہ عورتوں کے حقوق مردوں پر اور مردوں کے حقوق عورتوں پر کیا ہیں۔ اس میں حضورؐ نے مردوں کو اختیار دیا کہ وہ عورتوں کو مار سکتے ہیں اور ان کی تنبیہ کر سکتے ہیں اگر وہ ایسے مردوں کو گھر میں آنے دیں جن کا آنا ان کے شوہر ناپسند کرتے ہوں۔

آپ نے اس خطبہ میں اپنی تمام اُمت کو وصیت کی کہ کتاب اللہ کو پکڑے رہیں۔ اور فرمایا کہ جب تک لوگ اس کتاب کو پکڑے رہیں گے گمراہ نہ ہوں گے۔

خطبہ تمام ہونے کے بعد آپ نے لوگوں سے کہا کہ تم سے یہ سوال کیا جائے گا کہ یہ سب احکام تم لوگوں کو پہنچا دیئے یا نہیں تو تم لوگ کیا شہادت دو گے۔ سب نے کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے خدا کے احکام پہنچا دیئے۔ آپ نے اپنا حق ادا کر دیا۔ اور آپ نے پوری طرح نصیحت کر دی اس کے بعد حضورؐ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا۔ کہ خداوندا تو گواہ رہ۔ خداوندا تو گواہ رہ۔ خداوندا تو گواہ رہ۔

اس کے بعد آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ ان تمام احکام کو اُن لوگوں تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔

ابن حزم نے لکھا ہے کہ اسی خطبہ کے وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ماں ام الفضل بنت الحارث اسلامیہ نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا جو آپ نے پی لیا۔ لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ وہم ہے۔ دودھ پینے کا قصہ اس کے بعد کا ہے۔ لیکن میں حضرت میمونہؓ کی روایت پر کہ لوگوں کو اس میں شک ہوا کہ رسول اللہ آج روزہ سے ہیں یا نہیں۔ تو آپ کے پاس جبکہ آپ عرفہ میں تھے دودھ بھیجا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ عرفہ میں واقف تھے۔ اور خطبہ کی جگہ موقف

نمرہ ہے۔ آپ نمرہ میں مقیم ہوئے۔ اور وہیں خطبہ دیا۔ اس کے بعد موقف میں جا کر وقوف کیا یہ سب مقامات عرفہ کے ملحقہ ہیں۔

جب خطبہ تمام ہوا تو آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا۔ انہوں نے اذان کہی پھر اقامت کہی۔ اور آپ نے اس روز دو رکعت نماز ظہر کی پڑھی۔ اس میں قرأت آہستہ پڑھی حالانکہ جہر کا دن تھا۔ مگر آپ نے جمعہ نہ پڑھا۔ اس کے بعد دوسری اقامت ہوئی اور آپ نے عصر کی بھی دو رکعت نماز پڑھی۔

وقوف عرفہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ موقف میں آئے۔ پہاڑ کے نیچے جو فراش کے پاس قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوئے اور جبل مشاۃ آپ کے سامنے تھا۔ آپ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے اور نہایت گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرتے رہے اسی طرح غروب آفتاب تک دعا کرتے رہے۔ اور فرمایا کہ ہم نے اس جگہ وقوف کیا لیکن عرفہ کل موقف ہے۔ اور فرمایا کہ میں یوم عرفہ ہے۔ اور بہترین دعا یوم عرفہ کی دعا ہے۔ دعا کے وقت آپ سینہ تک ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے جس طرح فقیر کھانا مانگتے وقت اٹھاتا ہے۔ اس وقت کی دعائیں آپ کی احادیث صحیحہ میں مروی ہیں۔

دین کی تکمیل یہیں یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا۔ تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔ یہ اس امر کا اشارہ تھا کہ خدا نے جس مقصد کے لیے آپ کو دنیا میں بھیجا تھا وہ پورا ہو چکا۔ آپ کے ذریعہ سے جو احکام خداوندی آنے تھے وہ آ گئے۔ اسلئے اب دنیا میں آپ کے رہنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔

محرم کا انتقال یہیں ایک صحابی جو احرام کی حالت میں تھے سواری سے گر گئے اور ان کا انتقال ہو گیا۔ حضور صلعم نے حکم دیا کہ ان کو غسل دیا جائے۔ اور احرام ہی کے کپڑوں کو کفن بنایا جائے۔ خوشبو نہ لگائی جائے۔ اور سر چہرہ ان کا چھپایا نہ جائے۔ اور فرمایا کہ قیامت کے روز تلبیہ کہتے ہوئے اٹھیں گے۔ اسی بنا پر امام احمد صاحب امام شافعی اور اسحاق کہتے ہیں کہ محرم

امام نہیں دیتا۔ گو امام ابو حنیفہ۔ امام مالک اور امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ یہ صحابی مذکور کے ساتھ خاص حکم تھا اور نہ تعداد کریم فرماتا ہے اذا صلیت احدکم فلیقطع علیہ الا من ثلث یعنی جب تم میں کسی کی نماز ہوتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔

مزدلفہ و منیٰ

جب غروب آفتاب کے بعد شفق کی زردی چھپ گئی تو آپ عرفات سے روانہ ہوئے حضرت اسامہ بن زید کو آپ نے اپنے ساتھ اونٹنی پر بٹھا لیا۔ اور آہستہ آہستہ وہاں سے چلے۔ اور صحابہ سے فرمایا کہ تیزی میں بھلائی نہیں ہے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آپ عنقریب راستہ سے روک گئے تھے۔ اور آرام کے راستہ سے واپس ہوئے۔ یہ آپ کا ہمیشہ قاعدہ تھا کہ عیدین میں جس راستہ سے عیدگاہ پر جاتے تھے واپس اُس راستہ سے نہ ہوتے تھے بلکہ دوسرا راستہ اختیار فرماتے تھے۔ راستہ میں آپ کے اونٹ کی چال نہایت تیز تھی نہ بہت سست۔ جب کسی بلندی پر چڑھنا ہوتا تھا تو اگلا ذرا ڈھیلا کر دیتے۔ اور سارے راستہ میں برابر تلبیہ کہتے جاتے تھے کسی وقت آپ نے تازیانہ بلند نہ کیا۔ راستہ میں ایک جگہ اتر کے پیشاب کیا۔ اور بلکا وضو کیا۔ حضرت اسامہ نے عرض کیا کہ حضور نماز کا وقت ہے فرمایا کہ نماز کی جگہ آگے آتی ہے جب مزدلفہ میں پہنچے تو خوب اکمل وضو کیا۔ اور مؤذن کو اذان کے لیے حکم دیا انہوں نے اذان اور اقامت کہی۔ اور آپ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ یہ اونٹ کو کھولنے اور اسباب اتارنے سے پہلے مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر لوگوں نے اونٹ کھولے۔ اسباب اتارا۔ اور اس کا انتظام کیا۔ اس کے بعد پھر اقامت ہوئی تب آپ نے عشا کی نماز پڑھی۔ بعض روایات میں ہے کہ عشا کے لیے اذان بھی جدید ہوئی۔ اور بعض میں ہے کہ اقامت بھی ایک ہی ہوئی مگر راجح اور قوی یہی ہے کہ اذان ایک ہوئی اقامت دو۔

اس کے بعد حضور سو گئے۔ اور رات کی نماز کے لیے نہ اٹھے جیسا کہ آپ کا روزانہ معمول تھا بلکہ صبح کی نماز کے لیے اٹھے۔ یوں بھی عیدین کی شب میں نماز کے لیے آپ کا اٹھنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے۔

رات ہی کے وقت آپ نے اپنے اہل میں سے کمزوروں کو منیٰ روانہ کر دیا اور منع کر دیا کہ جمار

طلوع آفتاب سے پہلے نہ کریں۔ یہ روایت صحیح ہے ترمذی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضعفاء بنی عبد المطلب کو آپ نے بھیجا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ بھی اُن کے ساتھ گئے تھے۔ اور ازواج رسول اللہ صلعم میں سے صرف حضرت سودہؓ اُن کے ساتھ گئی تھیں۔ اور سب ازواج مطہرات حضور کے شامل تھیں چنانچہ امام احمدؒ کی ایک روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی المطلب کے لڑکے حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ اور حضرت سودہؓ بھی اجازت لیکر انہیں کے ساتھ گئی تھیں۔ اور حضور نے فرمایا تھا کہ لڑکو طلوع آفتاب سے پہلے رمی جمار نہ کرو۔

لیکن حضرت عائشہؓ کی روایت ابوداؤد اور مسند امام احمد میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے طلوع فجر سے پہلے رمی جمار کیا۔ یا دار قطنی کی روایت ہے کہ حضور نے ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ رات کے وقت رمی جمار کریں امام احمد صاحب اور دوسرے محدثین نے ان روایات کی صحت سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہ منیٰ میں کہ مزدلفہ میں حضرت سودہؓ نے اجازت لے لی اور ہجوم کے قبل چلی گئیں۔ ہم سب رہ گئے اجازت نہ لیا اور صحیحین سے ثابت ہے کہ حضور نے اپنے اہل میں سے کمزوروں کو رات کے وقت بھیجا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ ان کے ساتھ گئے تھے اور حضرت سودہؓ بھی انہیں کے ساتھ گئی تھیں۔ لیکن اور سب ازواج مطہرات آپ کے ساتھ رہیں۔ صرف صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ بھی گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ کمزوروں میں وہ بھی داخل ہوں اور وہ بھی گئی ہوں واللہ اعلم

فجر طلوع ہونے کے بعد اول وقت اذان و اقامت کے ساتھ آپ نے صبح کی نماز پڑھی پھر دابہ پر سوار ہو کر موقف میں مشعر حرام کے پاس آئے۔ اور دعا و گریہ و زاری۔ اور تکبیر و تہلیل میں مشغول رہے حتیٰ کہ خوب صاف ہو گیا مگر آفتاب طلوع نہیں ہوا تھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ مزدلفہ کل موقف ہے یہاں سے اس کے بعد روانہ ہوئے تو ساتھ سواری پر فضل ابن عباسؓ کو لے لیا اور اسامہ جو فیاض چلے۔ اور راستہ میں حضور برابر تلبیہ کہہ رہے تھے حضور نے حضرت ابن عباسؓ کو حکم دیا کہ میرے لیے سات کنکریاں یہاں سے چن لو۔ یہ کنکریاں اُسی روز پہاڑ سے توڑی گئی تھیں۔ جیسا کہ عام قاعدہ

۵ سودہ بنت زمعہ یہ ام المومنین ہیں پہلے سکران کے نکاح میں تھیں انکے بعد حضور کے نکاح میں آئیں ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

ہوگیا ہے رات کے وقت ہی کر لی گئی تھیں۔ آپ نے ان کنکریوں کو اپنے دست مبارک میں لیکر فرمایا کہ اسی طرح کی کنکریوں سے رمی جمار کرو۔ اور غلو فی الدین سے بچو، پہلی قومیں غلو فی الدین کی وجہ سے برباد ہوئیں۔ اسکے بعد جب حضور بطن محسر میں آئے تو اونٹ کو تیز کر دیا حضور کا قاعدہ تھا کہ جب کسی ایسے مقام میں پہنچتے تھے جہاں کسی قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوا ہے تو وہاں سے گزر جانے میں جلدی کرتے تھے۔ جیسا کہ تبوک جاتے ہوئے جب مقام حجر میں پہنچے جو قوم ثمود کی جگہ ہے تو آپ نے چہرۂ مبارک پر کپڑا ڈال لیا۔ اور وہاں سے نکل جانے میں جلدی کی۔ یہ وادی محسر وہ مقام ہے جہاں اصحاب فیل تباہ ہوئے۔ خداوند کریم نے ان کا ذکر الم تر کیف کی سورہ میں کیا ہے۔ وادی محسر منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان برزخ ہے۔ منیٰ کا حاجز ہے نہ مزدلفہ کا جس طرح عرفہ عرفہ اور مشعر کے درمیان برزخ ہے۔ ان مقامات میں سے منیٰ تو حرم میں بھی داخل ہے اور مشعر بھی ہے۔ وادی محسر حرم میں داخل ہے مگر مشعر نہیں ہے۔ مزدلفہ حرم میں بھی ہے اور مشعر بھی۔ عرفہ حل میں ہے نہ حرم ہے نہ مشعر ہے عرفہ حل میں ہے مگر مشعر ہے۔

حضور یہاں سے بیچ کے راستہ سے چلے جو جمرہ کبریٰ کے پاس پہنچتا ہے جب آپ منیٰ میں آئے تو اسفل وادی میں ٹھہرے۔ منیٰ کو آپ نے اپنے داہنے کیا۔ اور بیت کو بائیں۔ اور جمرہ کی طرف رُخ کیا پھر اونٹ ہی پر سے آپ نے کنکریاں ماریں۔ آپ ایک ایک کنکری پھینکتے تھے۔ اور ہر دفعہ تکبیر کہتے تھے یہ رمی جمار آپ نے آفتاب طلوع ہونے کے بعد کیا۔ اور یہیں سے آپ نے تلبیہ موقوف کیا۔ رمی کے

۱؎ محسر بضم میم و کسر سین مہملہ وہ حرہ کے منی حاجز اور منقطع ہو جانے کے ہیں چونکہ اس وادی میں اصحاب فیل عاجز ہو گئے اور ان کے ہاتھی چل نہ سکے، اس لئے اس وادی کا نام محسر ہو گیا۔ یہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضور نے اس وادی سے نکل جانے میں عجلت کی مگر اس میں راویوں نے مختلف کیفیات کا سبب کیا مقاصد ہی ہے جو کتاب میں مذکور ہے مگر بعض کہتے ہیں کہ کفار یہاں قوف کرتے تھے اس لئے حضور نے ان کا خلاف کیا بعض اور کچھ کہتے ہیں۔ لیکن یہ سب قیاسات ہیں اس بارہ میں کوئی قول حضور سے مروی نہیں ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

وقت حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ آپ کے پاس تھے۔ ایک اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے۔ اور ایک اپنے کپڑہ سے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے کیونکہ دھوپ میں تیزی آگئی تھی۔

منیٰ کا خطبہ اس کے بعد حضور منیٰ تشریف لے گئے اور وہاں ایک عظیم و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور بہت سے احکام کی اس میں تعلیم دی۔ اس خطبہ میں آپ نے یوم النحر کی فضیلت اور اس کی حرمت بیان فرمائی اور فرمایا کہ اس بلدہ کو تمام بلاد پر شرف حاصل ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے حکم دیا کہ جو شخص کتاب اللہ کے موافق حکم کو چلائے اس کی اتباع ہر ضرور ہے سب کو حکم دیا کہ میرے قواعد میں میری اتباع کرو اور ہم سے سیکھ لو۔ آپ نے حضرت علی کے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم اس سال کے

۱؎ منیٰ میں اس جگہ قیام فرمایا جہاں مسجد بنی ہے بلغ نما سے مجمع کنکریاں یا۔ اور یہیں پر آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کے وقت ایک بھرہ ظاہر ہوا عبدالرحمن بن معاذ تیمی سے ابوداؤد اور نسائی میں مروی ہے فرماتے ہیں کہ اس خطبہ کو منیٰ کے سب آدمی دور و نزدیک کے اپنے اپنے مقامات سے سنتے تھے اس خطبہ کے لیے سب کے کان کھول دیئے گئے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

۲؎ صحیحین میں ابی بکرہؓ سے مروی ہے کہ یوم النحر کے خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ گردش کر کے اس ہیئت پر آگیا ہے جس پر اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ اللہ پاک نے بارہ مہینے بنائے ہیں جن میں چار حرمت کے مہینے ہیں تین متواتر یعنی ذوقعدہ ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ اس کے بعد حضور نے سوال کیا کہ یہ کون مہینہ ہے سب نے کہا کہ خدا اور خدا کے رسول کو علم ہے۔ آپ تھوڑی دیر ساکت رہے پھر فرمایا کہ کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے سب نے کہا کہ ہاں ہے یا رسول اللہ پھر پوچھا کہ یہ کون شہر ہے سب نے کہا کہ خدا اور اس کے رسول کو علم ہے۔ آپ ساکت رہے پھر فرمایا کہ کیا یہ بلدہ یعنی مکہ نہیں ہے سب نے کہا کہ ہاں ہے یا رسول اللہ۔ پوچھا کہ یہ کون دن ہے۔ سب نے کہا کہ خدا اور اس کے رسول کو علم ہے۔ آپ ساکت رہے پھر فرمایا کہ کیا یہ یوم النحر نہیں ہے۔ سب نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ تمہارا خون تمہارے اموال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر حرام ہے مثل حرمت اس روز کے اس بلدہ اور اس مہینہ میں۔ اور فرمایا کہ وہ وقت جلد تک آئے گا جب تم سب اپنے پروردگار کے سامنے جاؤ گے۔ اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کافر نہ ہو جانا۔ اور آپس میں ایک دوسرے کا گلا نہ کاٹنے لگنا ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

بعد فارغ ہو گئے پھر آپ نے مناسک حج کے فوائد کی تعلیم دی۔ آپ نے سب سے فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ بن جانا اور نہیں میں ایک دوسرے کی گردن نہ کاٹنا اور آپ نے حکم دیا کہ خدا کے احکام اُن لوگوں کو پہنچا دیں جو یہ احکام نہ پہنچے ہوں۔ آپ نے اس روز بھی اپنے خطبہ میں فرمایا کہ جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے اس کا وبال اسی کی ذات پر ہوتا ہے۔ پھر اسی خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شهرکم واطیعوا ذا امرکم تدخلوا جنة ربکم	تم سب اپنے رب کی عبادت کرو اپنے پانچ وقت کی نماز پڑھو اپنے مہینہ (رمضان کا) روزہ رکھو اور جو تمہیں صاحب امر ہو اس کی اطاعت کرو۔ تو تم سب اپنے رب کی جنت میں داخل ہو گے۔

اسی خطبہ کے وقت آپ سب سے رخصت ہوئے اور اسی لئے صحابہ اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اسی جگہ آپ سے پوچھا گیا کہ حلق۔ ذبح۔ اور رمی جمار میں اگر تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کیا ارشاد ہے تو حضور نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے یہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی مروی ہے لیکن اسامہ بن شریکؓ کی روایت میں طواف وسعی کی تقدیم و تاخیر کا ذکر ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے صحیح یہی ہے کہ حلق۔ ذبح۔ اور رمی جمار کے متعلق آپ نے فرمایا لا حرج ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قربانی

خطبہ کے بعد حضور قربانگاہ تشریف لے گئے۔ اور ترسٹھ[1] اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے۔ پھر حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ سو میں جو باقی رہ گیا ہے وہ تم نحر کر دو۔ اور حضرت علیؓ کو یہ بھی حکم دیا کہ گوشت چمڑہ اور ناتھ وغیرہ سب صدقہ کر دو۔ اور فرمایا کہ کھال جھاڑنے والے اور گوشت بنانے والے کی مزدوری اس میں سے نہ دی جائے۔ یہ روایت حضرت جابرؓ کی ہے کہ حضور صلعم نے اپنے دست مبارک سے ترسٹھ بدنہ نحر کیا۔ لیکن صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور نے اپنے ہاتھ سے سات بدنہ نحر کیا۔ ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے لیکن عروہ بن الحارث الکندیؓ کی روایت ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضور نے تنہا سات بدنہ نحر کیا۔ اور پھر ترسٹھ پورا ہونے میں جتنا

[1] ترسٹھ اونٹ آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنی عمر شریف کے اطابق قربان کیا یعنی ہر سال کے بدلہ ایک واللہ اعلم

باقی تھا اُس میں حضرت علیؓ کو شریک کیا یعنی ملکر نحر کیا۔ اوپر سے حضور حربہ چلاتے تھے اور نیچے سے حضرت علیؓ نحر ترسٹھ پورا ہونے کے بعد حضور صلعم وہاں سے ہٹ گئے۔ اور سو میں جتنا باقی رہ گیا تھا وہ حضرت علیؓ نے تنہا نحر کیا۔ امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت علیؓ سے ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے ہاتھ سے تینتیس بدنہ نحر کیا۔ یہ روایت تمام روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ سات حضور نے پہلے تنہا نحر کیا ہو پھر ترسٹھ جیسا کہ حضرت جابرؓ کی روایت ہے۔ اسکے علاوہ نحر کیا ہو اور اُس میں حضرت علیؓ کو شریک کیا ہو تو اس صورت میں حضرت علیؓ نے سو پورا کرنے کے لئے جو تنہا نحر کیا اُس کی تعداد تینتیس رہ جاتی ہے اور شاید اسی کو ناقل کرادی نے رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب کر دیا ہو۔ واللہ اعلم

حضورؐ نے بدنہ کو ذبحگاہ میں نحر کیا لیکن فرمایا کہ منیٰ سب منحر ہے۔ اسی طرح عرفہ میں موقف کی جگہ وقوف کیا اور فرمایا کہ عرفہ کل موقف ہے۔ مزدلفہ میں مشعر کے پاس وقوف کیا اور فرمایا کہ مزدلفہ کل موقف ہے۔

حلق راس

جب حضورؐ قربانی سے فارغ ہوئے تو حلاق یعنی سر مونڈنے والے کو بلایا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا بیان ہے کہ معمر بن عبداللہ بن حنظلہ بن عوف رضی اللہ عنہ حضورؐ کا سر حلق کیا تھا حضورؐ کے حکم سے پہلے آپ نے داہنی طرف کا بال کاٹا۔ اُس کو حضورؐ نے حاضرین پر تقسیم کر دیا پھر بائیں طرف کا کاٹا وہ حضورؐ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے لیکن بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضورؐ کا موئے مبارک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو ملا۔ اس میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ داہنی طرف کی تقسیم میں بھی پہلے حضرت ابوطلحہ کو ملا ہوگا۔

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ داہنی طرف کا موئے مبارک حضور صلعم نے حضرت ابوطلحہ کو دیا۔ پھر بائیں طرف کا بھی اُن کو دیا اور فرمایا کہ اس کو تقسیم کر دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوطلحہ کا خاص حصہ داہنی طرف کا ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اختلاف ہو گیا ہو

سفیان بن عیینہ جو روایت کرتے ہیں اُس میں ہے کہ حضرت بالطواف کا خاص حصہ داہنی جانب کا تھا۔ اور ابن عون ابن سیرین کے واسطے سے جو روایت کرتے ہیں جس کو بخاری نے روایت میں اوپر ذکر کیا اُس سے بھی اس کی تقویت ہوتی ہے۔ لیکن ابن سیرین ہی سے اس کو دوسرے لوگوں نے روایت کیا ہے اُس میں ہے کہ حضرت بالطواف کو خاص بائیں جانب کا طافا واللہ اعلم اسکے بعد حضور نے ناقوں کو شوائے۔ اور اس کو بھی تقسیم کر دیا۔

طواف افاضہ افاضہ کے معنی لغت میں دفع۔ رجوع اور تفرق کے آتے ہیں۔ منیٰ سے بخارج ہو کر حضور مکہ سے سوار ہو کر آئے۔ اور سواری پر طواف افاضہ کیا اسی کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ اور طواف زیارت بھی۔ طواف صدر بھی۔ طواف رکن بھی۔ طواف یوم النحر بھی یہ ہے کہ اس روز آپ نے ظہر سے پہلے بھی طواف کیا۔ اور دن کے وقت ظہر سے پہلے طواف کیا۔ اس کے ساتھ صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ تھی۔ اور اس طواف میں رمل بھی مروی نہیں ہے۔

طواف سواری پر صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور نے بحجۃ الوداع میں سواری پر طواف کیا۔ اور صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور نے بحجۃ الوداع میں دفعتہً طواف کیا۔ ان دونوں روایتوں میں بھی طواف مراد ہے۔ طواف قدوم ہو نہیں سکتا اسلئے کہ اس میں رمل آپ سے نہ کیا تھا۔ اور طواف وداع بھی نہیں ہو سکتا اسلئے کہ وہ رات کے وقت آپ نے کیا

حضور نے طواف دن کے وقت کیا حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ یہ طواف حضور نے دن کے وقت کیا۔ اور حضرت نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ طرح ابی معشر حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ تینوں روایتیں اس باب میں اصح الروایات ہیں۔ لیکن اس کے خلاف سفیان بن داؤد نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایت ابی الزبیر کے واسطے سے ہے کہ حضور نے یوم النحر کے طواف میں۔ اور بعض میں ہے کہ طواف الزیارت میں رات تک تاخیر کی۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے

مسلم نے جابرؓ سے کہا کہ ابن عباسؓ یہ کہتے ہیں کہ حضور نے طواف وداع میں اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا تھا۔ جابرؓ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے سچ کہا ہے اور ابن عباسؓ کے سوا دوسرے لوگوں نے روایت کرتے ہیں۔

محدثین اس روایت کو غیر صحیح اور غلط کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ صحیح روایات کے خلاف ہے۔ دیلمی زبیر کی اس روایت کو مرفوع ہیں مگر موقوف ہیں۔ اور امام بخاری کہتے ہیں کہ کسی کی قولیت طاؤس سے ثابت نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے اتفاقاً ثابت ہے مگر یہ روایت معضل ہے۔ اور طاؤس کا عنعنہ متعاصرین سے ہو تو باتفاق معتبر نہیں ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ متعاصرین کا عنعنہ اتصال پر محمول ہوگا اگر ان کے لقا کا حال معلوم نہ ہو۔ لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ حکم غیر مدلسین میں ہے نیز ایسے اتصال سے اُس وقت احتجاج قائم ہوگا جب اس کے خلاف کوئی حدیث نہ ہو۔

حضور نے ظہر کہاں پڑھی صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت عبداللہ شاویح کے واسطے سے مروی ہے کہ حضور نے طواف افاضہ کیا پھر مکہ سے لوٹ کر واپس گئے تب ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی۔ مگر صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت عاصم بن سلیمان اور حضرت کے واسطے سے مروی ہے کہ حضور نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت جو اسود سے مروی ہے اُس سے بھی یہی ثابت ہے۔

بلاشبہ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت بھی صحیح ہے۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت بھی مگر دونوں میں صریح تعارض ہے اور ترجیح میں بھی محدثین کی رائے مختلف ہے۔ ابن حزم وغیرہ حضرت جابرؓ کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے اُس کی تائید ہوتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ بحجۃ الوداع کے جزئیات کو جس تفصیل سے وہ بیان کرتے ہیں ویسا اور کسی صحابی نے بیان نہیں کیا راستہ میں حضور پیشاب کے لیے اترے اُس کو بھی اُنھوں نے یاد رکھا تو نماز کی جگہ کو کیسے بھول جائیں گے۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت متفق علیہ ہے۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت مسلم کے افراد میں سے ہے۔ اسلئے متفق علیہ روایت کو ترجیح ہوگی دوم ابن عمرؓ کی روایت کے راوی عبداللہ اور نافع ہیں۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت کے حاتم بن اسمٰعیل اور جعفر عبداللہ اور نافع کو جو ترجیح حاصل ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ باقی حضرت عائشہؓ کی روایت تو اُس میں اضطراب ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کو ابو سلمہ روایت کرتے ہیں تو

Scanned by CamScanner

اُس میں ہے کہ حضورؐ نے دن کو طواف کیا اور اُنہیں سے ابوزبیر کی روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے طواف میں رات تک تاخیر کی۔ اور محمد بن اسحٰق عبدالرحمٰن بن قاسم سے۔ وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اصحاب کو اجازت دی کہ دن کو ظہر کے وقت بیت اللہ کی زیارت کرلیں اور خود حضورؐ نے اپنی ازواج کے ساتھ رات کو زیارت کی۔

وجہ ترجیح میں دونوں فریق دوسرے وجوہات بھی پیش کرتے ہیں مگر اصل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت جو ابوزبیر کی ہے اس کا حال پڑھ چکا ہوں دوسری روایت جو محمد بن اسحاق کی ہے اُس کا حال بھی وہی ہے محمد بن اسحاق میں اختلاف ہے اور یہ روایت انکی ضعیف ہے صحیح روایات کے مقابلہ میں محمد بن اسحاق کا عقدہ مقبول نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے بیہقی کہتے ہیں کہ اس باب میں تین روایتیں بہت صحیح ہیں۔ ابن عمرؓ کی روایت حضرت جابرؓ کی روایت۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت جو اوسط کے اعتبار سے اس لیے بحث اسناد کی نہیں ہے بلکہ خود حضرت ابن عمرؓ اور حضرت جابرؓ کے بیان میں اختلاف ہے اور حضرت عائشہؓ کا بیان حضرت جابرؓ کے موافق ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جس تفصیل سے حجۃ الوداع کے جزئیات کو حضرت جابرؓ نے بیان کیا ہے ویسا کسی نے نہیں بیان کیا۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع کے تمام حالات کو انہوں نے یاد رکھنے کی کوشش کی اور اہتمام کیا۔ اسلیے اُن کے حافظہ کو ترجیح ہونی چاہیئے۔ اس کے علاوہ یہ بھی قابل غور ہے کہ یوم النحر کی صبح کو حضورؐ مزدلفہ سے چلے۔ اُسی روز منیٰ میں آکے رمی جمار کیا۔ ہم خطبہ ارشاد فرمایا پھر اسی روز نیک سانڈنی قربان کیا اس کے گھال چھڑائے گئے۔ گوشت پکوایا گیا اور آپنے کھایا۔ پھر حج کرایا یا خون تر ٹپکتا ہی سب سے فارغ ہوکر منیٰ سے مکہ آئے زوال کے بعد طواف کیا زمزم کے پاس سقایہ پر گئے اور وہاں گفتگو ہوتی رہی۔ اتنے کاموں کے لیے کافی وقت کی ضرورت ہے۔ یہ بڑا قرینہ ہے کہ حضرت جابرؓ کی یاد صحیح ہے۔

مکہ سے رجوع اور منیٰ میں قیام طواف کے بعد حضورؐ زمزم کے پاس آئے سقایہ پر حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد تھی حضورؐ نے فرمایا کہ اگر یہ ڈر نہ

نہ ہوتا کہ میری اتباع میں لوگ سقایہ پر ہجوم کردینگے تو میں خود اترتا اور رسہ سے کاہیں لیکر ایک ہوتا پانی عباسؓ نے ایک ڈول پانی بھر کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا اور حضورؐ نے حکم کرکے کچھ پیا اسی روز اس کے بعد حضورؐ منیٰ واپس تشریف لے گئے۔ رات بھر ظہر۔ دوسرے دن زوال کا انتظار کرتے رہے۔ زوال کے بعد پیادہ پا جمرہ اولیٰ کے پاس تشریف لے گئے جو مسجد خیف کی طرف ہے۔ کھڑے ہوکر کے بعد دیگرے سات کنکریاں آپنے ماریں۔ اور ہر دفعہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ اس کے بعد جمرہ کی طرف آگے بڑھے۔ اور داہنا ٹھا کر آپنے طویل قیام جس کی مقدار سورۂ بقر کے برابر تھی۔ پھر جمرہ وسطیٰ کے پاس گئے اور وہاں بھی اسی طرح کیا۔ تب جمرۂ عقبہ کے پاس گئے۔ اور وہاں بھی وہی سات کنکریاں ماریں لیکن وہاں دعا نہ کی۔ رمی کے بعد فوراً واپس ہوگئے۔

حضورؐ کا اس حج میں جگہ جگہ وقوف اور دعا کرنا ثابت ہے اوّل صفا پر دوئم مروہ پر سوئم عرفہ میں۔ چہارم مزدلفہ میں۔ پنجم جمرہ اولیٰ پر ششم جمرہ وسطیٰ پر۔

یہ ثابت ہے کہ حضورؐ نے منیٰ میں دو روز خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک یوم النحر میں۔ اوسط ایام تشریق کا ذکر ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ اُس میں اُس روز کو یوم الرؤس اور اوسط ایام التشریق کہا گیا ہے اور یوم الرؤس یوم النحر کے دوسرے دن کو کہتے تھے بیہقی میں حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت ہے کہ اوسط ایام التشریق میں اذا جاء نصر اللہ کی سورہ نازل ہوئی اسی کے بعد حضورؐ نے اپنے ناقہ قصویٰ پر سوار ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا۔

طواف وداع حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ کے متعلق سقایہ کی خدمت تھی اپنے انہوں نے شب کے وقت مکہ ہی میں رہنے کی اجازت چاہی اور آپنے اُن کو اجازت دی۔ اونٹ چرانے پر جو لوگ مقرر تھے انہوں نے اپنے اپنے اونٹوں کے پاس منیٰ کے باہر رہنے کی اجازت چاہی آپنے ان کو بھی اجازت دی۔ سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب عذر کو منیٰ کی شب باشی ضروری نہیں ہے۔

---

۵۵ عن ابن عباس قال یسوا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ حضورؐ نے عباسؓ کے پیاسا رہنے کو پسند نہ فرمایا (منہ)

Scanned by CamScanner

منگل کے روز ظہر کے بعد منیٰ سے حضورؐ روانہ ہوئے۔ اور محصب[1] میں آئے۔ اسی کو ابطح بھی کہتے ہیں اور یہی خیف بنی کنانہ بھی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بنو ہاشم اور بنی المطلب کے خلاف معاہدہ کیا تھا۔ اور قسم کھایا تھا کہ کنانہ سے بنی ہاشم اور بنی المطلب کے تعلقات منقطع کر دیئے جائیں جب تک وہ رسول اللہ کو حوالہ نہ کر دیں۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ نے محصب میں پہلے پہنچکر اپنی مرضی سے قبہ نصب کر دیا تھا۔ حضورؐ تشریف لائے تو وہاں ٹھہرے اور ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نمازیں وہیں پڑھیں پھر سو رہے پھر اُٹھے اور رات ہی کے وقت مکہ گئے اور طواف وداع ادا کیا۔ اس طواف میں آپ نے رمل نہیں کیا۔

محصب ہی میں معلوم ہوا کہ حضرت صفیہؓ کو حیض شروع ہو گیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا اس نے ہم لوگوں کو یہاں روک دیا۔ مگر پھر معلوم ہوا کہ وہ افاضہ کر چکی ہیں۔ اسی رات میں حضرت عائشہؓ نے عمرہ مفرد ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی کیونکہ انہوں نے حیض کی وجہ سے طواف قدوم نہیں کیا تھا حضورؐ نے اُن کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو حکم دیا کہ ان کو تنعیم لیجاؤ اور وہاں سے عمرہ پورا کرا دو۔ وہ رات ہی کے وقت فارغ ہو گئیں۔ اور جو قبل میں اپنے بھائی کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں واپس آئیں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ فراغت ہو گئیں کہا کہ ہاں۔ تب اس کے بعد آپ نے کوچ کا حکم دیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ لیکن اسی میں دوسری روایت اسود کی حضرت عائشہؓ سے ہے کہ جب ہم عمرہ سے واپس آئے تو رسول اللہ راستہ میں ملے۔ اور پہلی روایت قاسم کی

[1] ابن اثیر کہتے ہیں کہ محصب اُس شعب کا نام ہے جس کا راستہ ابطح میں نکلا ہے مگر یہاں خود ابطح کا میدان مراد ہے ۱۲ منہ

[2] تنعیم مکہ سے سب سے قریب حل کا مقام ہے۔ مکہ سے تین یا چار میل ہے اس کے داہنے ایک پہاڑ ہے اُس کو نعیم کہتے ہیں۔ اس کے بائیں پہاڑ ہے اس کو ناعم کہتے ہیں۔ اور وہاں وادی ہے اسکو نعمان کہتے ہیں ابطح نون پر سب تفصیل مقدم بدا آیت میں ہے ۱۲ منہ

حضرت عائشہؓ سے ہے اُس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے منزل میں حضرت عائشہؓ کا انتظار کیا جب وہ آگئیں تب حضورؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ غالباً انتظار کے بعد کی پوری کیفیت آپ انتظام کر چکے ہوں کہ حضرت عائشہؓ پہنچ گئی ہوں واللہ اعلم

حضرت صفیہؓ کا قصہ اور حضرت عائشہؓ کو عمرہ کی اجازت۔ دونوں طواف وداع سے پہلے کا ہے طواف وداع کے بعد آپ مکہ ہی سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے پھر محصب نہیں آئے اور حضرت عائشہؓ کی روایت صحیحین میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ عمرہ سے فارغ ہو کر یہیں محصب میں مجھ سے ملو۔ اور حضرت عائشہؓ محصب ہی میں جا کر رسول اللہ سے ملیں۔ اس کے بعد رسول اللہ نے طواف وداع ادا کیا۔ اور مکہ ہی سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس باب میں اصح روایات یہی ہے۔ اور اسود کی روایت کا مطلب بھی اسی کے موافق ہونا چاہیئے۔ تعیین دینے میں لوگوں نے بہت سی نجالی باتیں پیدا کی ہیں وہ سب غلط ہیں مثلاً دو طواف وداع کرنا۔ یا مکہ سے پھر محصب جانا بالکل غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

غدیر خم کا خطبہ اور مسئلہ امامت حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر جب حضورؐ مکہ سے واپس ہوئے۔ اور غدیر خم پر پہنچے۔ خم بضم خا جحفہ و قدید سے تین میل پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ یہاں ایک غدیر ہے یعنی تالاب ہے۔ اس جگہ جب حضورؐ پہنچے تو ایک خطبہ ارشاد فرمایا صحیح مسلم[1] میں حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت ہے کہ اس خطبہ میں آپ نے پہلے خدا کی حمد و ثنا بیان کی پھر وعظ و نصیحت کی اس کے بعد فرمایا۔

اما بعد الا ایها الناس انما انا بشر	اما بعد اے لوگو میں انسان ہوں۔ شاید میرے
یوشك ان یاتینی رسول ربی فاجیبه	پاس میرے رب کا قاصد آئے گا یعنی ملک الموت
انا تارك فیكم الثقلین اولهما	اور میں قبول کرونگا اور تم میں دو بھاری چیزیں
كتاب الله فیه الهدی والنور	چھوڑے جاتا ہوں پہلی چیز کتاب اللہ ہے
فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به	اس میں ہدایت اور نور ہے تو خدا کی کتاب کو پکڑے

[1] ابو عمر کہتے ہیں زید بن ارقم نے تیس غزوے کئے ہیں اٹھارہ غزوے انہوں نے خود آنحضرت صلعم کے ساتھ لڑے ہیں ۱۲ منہ

فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ
ثم قال واھل بیتی۔ اذکرکم اللہ
فی اھل بیتی (مسلم)

رہو۔ اور اسی سے دلیل لیا کرو۔ لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف بہت رغبت دلائی۔ پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں۔

یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔ لیکن امام احمدؒ نے حضرت براء بن عازبؓ اور زید بن ارقمؓ سے روایت کیا ہے کہ جب حضورؐ غدیر خم پر ٹھہرے تو حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا۔

الستم تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسھم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی اولی بکل مومن من نفسہ قالوا بلی۔ فقال اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلک فقال لہ ھنیئاً یا ابن ابی طالب اصبحت واصبحت مولی کل مومن ومومنۃ

کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں مومنین کیلئے انکی اپنی ذاتوں سے اولی ہوں سب نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں ہر مومن کیلئے اسکے اپنے نفس سے اولی ہوں سب نے کہا کہ ہاں۔ تب فرمایا کہ اے اللہ جس کا میں مولا ہوں اسکا علیؓ بھی مولا ہے۔ اے اللہ جو علیؓ کو دوست رکھے اسکو تو دوست رکھ۔ اور جو علیؓ سے عداوت کرے اس سے تو عداوت کر اسکے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے ملے تو کہا مبارک ہو اے ابن ابی طالب آپ ہر مومن مرد و عورت کے مولا ہو گئے۔

ترمذی میں بھی حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ غدیر خم کے خطبہ میں حضورؐ نے یہ فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور طبرانی وغیرہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے غدیر خم میں رحبات کے نیچے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں کہا کہ میرے رب لطیف خبیر نے مجھ کو خبر دی ہے کہ ہر نبی کی عمر اس کے پہلے نبی سے نصف ہوتی ہے۔ اس لیے میرا گمان ہے کہ اب میں بلایا جاؤں اس کے بعد لوگوں کو اسلامی تعلیمات یاد دلائی۔ اور ضروریات دین کی تعلیم فرمائی پھر فرمایا ایھا الناس ان اللہ مولای۔ وانا

اے لوگو بیشک اللہ میرا مولی ہے۔ اور میں

۱؎ حضرت زید کی تصریح ہے کہ یہ قرآن نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔

مولی المومنین۔ وانا اولی بھم من انفسھم۔ فمن کنت مولاہ فھذا مولاہ یعنی علیاً۔ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ

مومنین کا مولی ہوں۔ اور ان کے لیے اُن کی اپنی ذاتوں سے اولی ہوں تو جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولی ہے یعنی علیؓ۔ اے اللہ جو علیؓ کو دوست رکھے اس کو تو دوست رکھ۔ اور جو علیؓ سے عداوت رکھے اس سے تو عداوت رکھ۔

اس خطبہ میں حضورؐ کے اس ارشاد کی ضرورت کیا پیش آئی تھی اس کو ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ حافظ شمس الدین جزری نے ابن اسحٰق سے نقل کیا ہے کہ جو لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ یمن گئے تھے اُن میں بعض حضرت علیؓ سے ناراض ہو گئے تھے۔ اور صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بریدہؓ کو حضرت علیؓ کے ایک فعل کی وجہ سے حضرت علیؓ سے بغض ہو گیا تھا حضورؐ نے ان کی تردید کی۔ حافظ ذہبی نے اسکی تصحیح کی ہے کہ حضرت بریدہؓ نے رسول اللہ کے سامنے شکایت کی تو حضورؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور حضرت بریدہؓ خود کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔

یا بریدۃ الست اولی بالمومنین من انفسھم قلت بلی یا رسول اللہ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ

اے بریدہؓ کیا میں مومنین کے لیے انکے نفسوں سے اولی نہیں ہوں۔ میں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ۔ تو فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

ابوداؤد السجستانی اور ابو حاتم الرازی وغیرہ نے اس روایت کی صحت میں کلام کیا ہے۔ مگر ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ ستر صحابی نے اس قصہ کو روایت کیا ہے۔ اور امام احمد کی ایک روایت ہے کہ تیس صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا۔ حضرت علیؓ کو خلافت کے ایام میں جب آپس میں اختلافات پیدا ہوئے تو ان اصحاب نے حضرت علیؓ کی فضیلت پر اس سے استدلال کیا۔ یہ روایت مختلف اسانید سے مروی ہے جس میں بعض صحیح ہیں بعض حسن۔ اسلیئے یہ روایت بطریق صحیح ہے اور بعض ائمہ حدیث کے اختلاف کے باوجود

۱؎ سجستان نام ابوداؤد کی ہے ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۵ھ میں بصرہ میں انتقال فرمایا۔ انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

صحیح ہے۔ اور بلاشبہ اس سے حضرت علی کرم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ آپ تمام مومنین کے مولیٰ ہیں آپ کا دوست خدا و رسول کا دوست، اور آپ کا دشمن خدا و رسول کا دشمن ہے۔

لیکن شیعوں نے اس روایت کو حضرت علی کرم کی خلافت پر سب سے بڑا استدلال بنایا ہے اور شیخین کی خلافت کے خلاف اس سے استدلال کیا ہے وہ محض لغو ہے۔ اور چونکہ شیعوں کے نزدیک مسئلہ امامت پر صرف متواتر روایات سے استدلال کیا جا سکتا ہے اس لیئے وہ اس روایت کو متواتر بھی کہتے ہیں وہ بھی محض جھوٹ ہے۔

معلوم ہو چکا ہے کہ بعض ائمہ حدیث کو اس کی صحت میں بھی کلام ہے۔ متواتر کہاں۔ بخاری نے اس قصہ کو روایت ہی نہیں کیا۔ امام مسلم خطبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اس کے الفاظ بھی روایت کرتے ہیں مگر اس میں وہ الفاظ نہیں ہیں جس پر بحث کی بنیاد ہے یعنی من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یہ حدیث کثرت طرق کی وجہ سے صحیح ہو مگر احاد کے درجہ سے بالا نہیں ہو سکتی۔

حدیث صحیح ہے مگر امامت پر استدلال اس سے کسی طرح صحیح نہیں۔ مولیٰ چند معانی میں مشترک ہے صدیق۔ عتیق۔ ناصر۔ محبوب۔ متصرف فی الامر لیکن کوئی معنی خلافت یا امامت کے مستلزم نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض امام اور مطاع کے معنی بھی اس سے لیئے جائیں تو اس کا یہ مطلب تو قطعاً نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی کرم اسی وقت امام المومنین تھے جس وقت حضورؐ نے یہ کہا۔ اس لیئے کہ اس وقت خود حضورؐ موجود تھے لامحالہ مطلب یہ ہوگا کہ بیعت کے بعد امام حق ہوں گے جیسا کہ ہوا۔ اس سے شیخین کے مقابلہ میں خلافت و امامت بلا فصل پر استدلال کیونکر صحیح ہوگا۔

تعجب ہے کہ یہ لوگ اس زور و شور سے اس روایت کو حضرت علی کرم کی امامت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ جس وقت خلافت اور امامت کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی نہ حضرت علی کرم نے خود اس کو استدلال میں پیش کیا نہ حضرت عباسؓ نے۔ نہ کسی بنی ہاشم نے نہ کسی دوسرے صحابی نے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی جلیل القدر مہاجرین

* سقیفہ بنی ساعدہ میں تمام بنی ہاشم اور جملہ صحابہ نے حضرت ابوبکر کی خلافت بیعت کر لی تھی۔

انصار اس میں شریک تھے اور وہ صحابہ بھی شریک تھے جو غدیر خم کے خطبہ میں موجود تھے اس خطبہ کے بعد صرف دو مہینہ درمیان میں گزرا تھا مگر کسی نے امامت بلا فصل سے استدلال نہیں کیا البتہ انہیں لوگوں نے پیچھے حضرت علی کی افضلیت پر اس سے استدلال کیا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت علی کرم نے بار بار تصریح کر دی ہے کہ حضورؐ نے کسی کی امامت بلا فصل کی تعیین و تصریح نہیں کی۔ خلافت کا انعقاد مسلمانوں کے مشورہ سے ہوا۔ جتنے مختار روایتیں حضرت علی کرم سے اس باب میں مروی ہیں۔ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ بزار نے بسند حسن اور امام احمد نے بسند قوی روایت کیا ہے کہ حضرت علی کرم سے لوگوں نے استدعا کی کہ اپنا خلیفہ بنا دیں تو فرمایا کہ نہیں جس طرح رسول اللہ نے اس کو تمہاری رائے پر چھوڑ دیا اسی طرح ہم بھی تمہاری رائے پر چھوڑتے ہیں۔ اور بزار کی ایک روایت ہے جس کے رجال بخاری کے رجال ہیں کہ حضرت علی کرم نے فرمایا کہ رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ دارقطنی، ابن عساکر، اور ذہبی وغیرہ نے حضرت علی کرم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بصرہ میں بیان کیا کہ خدا کی قسم رسول اللہ نے ہمارے لیئے کوئی عہد نہیں کیا۔ اگر رسول اللہ کا عہد ہوتا تو ہم اپنے بھائی بنی تیم بن مرہ کو اور عمر بن الخطاب کو رسول اللہ کے منبر پر بیٹھنے نہ کرنے دیتے۔ اور اپنے ان ہاتھوں سے ان کے ساتھ مقاتلہ کرتے۔ ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ حسن البصری سے کہا گیا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ حضرت علی کرم کی امامت پر استدلال ہے تو انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر مولیٰ سے رسول اللہ کی غرض امیر یا سلطان بنانا ہوتا تو آپ اس سے زیادہ واضح اور صریح الفاظ استعمال کرتے کیونکہ آپ فصیح البیان تھے۔ اور اگر امامت کے لیئے رسول اللہ حضرت علی کرم کی تعیین فرما دیتے۔ اور حضرت علی کرم اس حکم کے باوجود ساکت رہتے اور رسول اللہ کے حکم کو ترک ہوتا دیکھتے تو سب سے بڑے گنہگار حضرت علی کرم ہوتے۔ حاشا و کلا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا

الغرض اس روایت سے امامت کے مسئلہ پر استدلال کسی طرح صحیح نہیں۔ نہ لغۃً نہ دیانۃً اگر یہ صحیح ہوتا تو صحابہ اس سے استدلال کرتے۔ بنی ہاشم کرتے۔ حضرت علی کرم کرتے۔ حضرت عباسؓ

Scanned by CamScanner

کرتے۔ مگر کسی نے زبان نہیں کھولی۔ اور اس وقت میں کیا جب اُس کے فیصلہ کی اشد ضرورت تھی۔
مولا کے معنی یہاں ناصر یا محبوب کے ہیں۔ اور اس معنی میں کسی طرح کا کوئی عذر لازم نہیں آتا۔

آخری فوج اور وفات

سریہ اُسامہ بن زید ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہؓ کو فلسطین بھیجا۔ اور اُن کے ساتھ مہاجرین اوّلین کو کیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ آخری فوج تھی جس کے بھیجنے کا رسول اللہؐ نے حکم دیا۔ علامہ زرقانی مواہب کی شرح میں عیون وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ صفر ۱۱ھ کی چار راتیں باقی تھیں۔ اور دوشنبہ کا دن تھا کہ آپ نے لوگوں کو غزوۂ روم کے لیے تیاری کا حکم دیا۔ اور دوسرے روز حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو بلا کر کہا کہ میں نے تم کو اس فوج کا امیر مقرر کیا اور اپنے باپ کے مقتل اُبنیٰ[1] میں جاؤ۔ اور اُن پر حملہ کرو۔ اور آپ نے فرمایا کہ تیزی سے جاؤ تاکہ تجھ سے پہلے تم پہنچ جاؤ اور اپنے ساتھ طلایع اور جاسوس وغیرہ بھی لے لو۔
یہ اُبنیٰ شراۃ میں ایک مقام ہے۔ ارض بلقاء کے اطراف میں۔ سریہ موتہ کی جنگ یہیں ہوئی تھی اور زید بن حارثہؓ۔ عبداللہ بن رواحہؓ جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم یہیں شہید

[1] دوشنبہ کے روز صفر کی ۲۶ تاریخ نہیں ہو سکتی حضورؐ کے وفات کے متعلق تین روایتیں ہیں (۱) یکم ربیع الاوّل (۲) دوم ربیع الاوّل (۳) اور بارہ ربیع الاوّل۔ اور باتفاق وفات کے روز دوشنبہ کا دن تھا اگر صفر کی ۲۶ تاریخ دوشنبہ ہو تو پھر ربیع الاوّل کی ان تاریخوں میں سے کوئی بھی دوشنبہ کے روز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس صورت میں صفر کی ۲۹ تاریخ جمعرات ہوگی اور ۳۰ تاریخ جمعہ۔ اگر روایت بلال ۲۹ کی ہو۔ تو یکم جمعہ۔ دوم سنیچر اور بارہ منگل۔ اور ۳۰ کا چاند ہو تو یکم سنیچر۔ دوم اتوار اور بارہ چہارشنبہ۔ اس لیے کسی روایت کی بنا پر تطبیق ممکن نہ ہوگی واللہ اعلم ۱۲ منہ

[1] اُبنیٰ بضم ہمزہ و سکون باء موحدہ و فتح نون۔ اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ بعض باء موحدہ کی جگہ میم کہتے ہیں یعنی اُمنیٰ اور ابن اثیر غلط بتاتے ہیں کہ اُبنیٰ فلسطین میں عسقلان اور رملہ کے درمیان ہے بعض اس کو اُبنیٰ لکھتے ہیں یعنی بجائے ہمزہ کے یاء مثناۃ تحتانیہ واللہ اعلم ۱۲ منہ

ہوئے تھے۔ جیسا کہ پہلے مغازی میں ذکر کر چکا ہوں۔
مواہب لدنیہ میں ہے کہ اُس کے بعد چہارشنبہ کے روز رسول اللہؐ کو بخار اور درد سر شروع ہو گیا۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے مرض وفات کی ابتدا کے متعلق یہی سب سے زیادہ صحیح اور مشہور قول ہے۔ اور حاکم نے اسی پر جزم کیا ہے لیکن خطابی کہتے ہیں کہ مرض کی ابتدا مدینہ میں آنے کے بعد روز ہوئی۔ اور بعض کا قول ہے کہ سنیچر کے روز مرض شروع ہوا۔
بہرکیف جمعرات کے روز بیماری کی حالت میں اپنے دست مبارک سے حضرت اُسامہؓ کے لیے حضورؐ نے لوا درست فرمایا۔ اور حضرت اسامہؓ کو دیکر فرمایا بسم اللہ جاؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اور جو خدا کا انکار کرے اس سے مقاتلہ کرو۔
حضرت اسامہؓ وہاں سے نکلے تو لوا حضرت بریدہ بن الحصیب الاسلمی کے سپرد کیا۔ اور فوج کو جُرف[1] میں جمع کیا۔ تمام جلیل القدر مہاجرین و انصار اس لشکر میں آکر جمع ہوئے۔ اُنمیں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ۔ حضرت ابوعبیدہؓ۔ حضرت سعدؓ۔ حضرت سعیدؓ۔ سلمہ بن اسلم۔ قتادہ بن نعمان بھی تھے جیسا کہ واقدی نے لکھا ہے۔ اور ابن عمار کو ابن سعد نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے لیکن ابن نجیہ نے اس سریہ میں حضرت ابوبکرؓ کی شرکت سے بشدت انکار کیا ہے کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کو حضورؐ نے اس بیماری میں امامت نماز کے لیے اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ ان دونوں اُمور میں کوئی تعدد نہیں ہے۔ ابتداءً حضورؐ نے حضرت صدیقؓ کو بھی اس سریہ میں شرکت کا حکم دیا لیکن جب بیمار ہوئے اور مرض بڑھ گیا تب اُن کو نماز کی امامت کا حکم دیا جس کی وجہ سے سریہ کی شرکت سے اُنکا استثنا ہو گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ محض اتنے سے شبہ پر ائمہ مغازی کی متفقہ روایت کا انکار مکابرہ ہے۔ واقدی نے مغازی میں اسکو اپنے صنعت ذکر کیا ہے۔ ابن سعد نے سیرۃ نبویہ کے آخر میں بلاسند ذکر کیا ہے۔ ابن اثیر نے اپنی مشہور

[1] الحصیب بضم حاء مہملہ و فتح صاد مہملہ واؤ ساکنہ و باء موحدہ ۱۲ منہ
[2] جُرف بضم جیم و ضم راء مہملہ۔ اور زرقانی میں ہے کہ بسکون راء مہملہ بھی آیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

سیرت کے آخر میں لکھا ہے کہ مہاجرین اوّلین میں سے کوئی باقی نہ رہا جس نے اُس غزوہ کی شرکت کے لیے علالت نہ کی ہو۔ انہیں میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ واقدی بخاری نے اس قول کو ثابت لکھا ہے اور اس باب میں انہیں کے اقوال پر اعتماد ہے۔ حفاظ مثلاً بغوی مغلطائی۔ اور حافظ نے اس پر جزم کیا ہے۔ اور ابن جوزی نے ان سب کو جزماً منتظم میں ذکر کیا ہے۔

حضورؐ نے حضرت اُسامہ بن زید کو اس عظیم الشان جیش کا امیر مقرر کیا۔ اور ابن حجر عسقلانی اصابہ میں لکھتے ہیں کہ ابن سعد کی روایت کے موافق اُن کی عمر اس وقت بیس برس کی تھی اور ابن ابی خیثمہ کی روایت کے موافق اٹھارہ برس کی۔ اس لیے بعض لوگوں نے اس پر طعن کیا کہ کم سنی کے کو اتنی بڑی فوج پر اور ایسے بڑے بڑے مہاجرین و انصار پر امیر مقرر کیا گیا ہے علامہ زرقانی نے نقل کیا ہے کہ طعن کرنے والوں میں حضرت عیاش ابن ابی ربیعہ مخزومی کا نام مروی ہے۔ لوگوں میں جب اس کا زیادہ ذکر ہونے لگا تو حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کو بھجایا۔ اور پھر رسول اللہ کو اس کی خبر دی۔ حضورؐ کو یہ سنکر بہت رنج ہوا اور آپ بہت غصہ ہوئے۔ آپ کے سر میں درد تھا مگر آپ نے سر میں پٹی باندھی۔ اور مسجد میں تشریف لائے۔ پھر ممبر پر بیٹھکر فرمایا۔ کہ اے لوگو یہ کیا ہے جو میں نے سنا ہے کہ تم لوگ اس پر طعن کرتے ہو کہ میں نے اسامہ کو امیر بنایا ہے۔ اور صحیحین کی روایت ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے اسامہ کے متعلق اس طرح کہا ہے۔ اگر تم نے اس کے امیر مقرر ہونے پر طعن کیا تو اس سے پہلے اس کے باپ کے امیر مقرر ہونے پر بھی

لہ بعض روایتوں کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طعن کی وجہ ان کا کمسن ہونا تھا۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طعن کی وجہ اُن کا غلام ہونا تھا۔ صحیحین میں جو حضورؐ کے الفاظ جواب میں مروی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو بظاہر طعن کی وجہ کمسنی ہو مگر اصل وجہ طعن کی یہی تھی کہ یہ غلام تھے۔ اسی لیے حضورؐ نے فرمایا کہ تم اسامہ پر آج طعن کر رہے ہو مگر اس سے پہلے زید بن حارثہ کے امیر ہونے پر بھی تو طعن کر چکے ہو۔ اگر کم عمری پر تو زید تو تم نے حضورؐ کے غصہ کی وجہ یہی تھی کہ اس طعن سے معلوم ہوا کہ اب تک اسباب پر فخر کا خیال باقی ہے حالانکہ اصل چیز دیکھنے کی اہلیت ہی جو زید میں بھی تھی اور اسامہ میں بھی ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ عیاش بن ابی ربیعہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے تھے پہلے حضرت عمرؓ کے ہمراہ مدینہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ یرموک میں شہید ہوئے

طعن کر چکے ہو۔ حالانکہ خدا کی قسم وہ اس کا مستحق تھا۔ اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا بھی اس کا اہل ہے اور وہ ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ یعنی زید ہم کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اور اُس کے بعد اس کا لڑکا سب سے زیادہ محبوب ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ یہ قصہ پیر کے روز دس ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ کا ہے اسی روز وہ لوگ جو حضرت اسامہؓ کے ساتھ جانے والے تھے حضورؐ سے رخصت ہونے کے لئے آئے۔ اور رخصت ہو کر فوج کی جگہ مقام جُرف میں گئے۔ جو مدینہ سے ایک فرسخ پر ہے جیسا کہ ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے۔

اس کے دوسرے دن اتوار کے روز آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی۔ زرقانی صاحب مغازی نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ اس حالت میں کہ رہے تھے کہ اسامہ کی فوج کو روانہ کرو۔

حضرت اسامہؓ اپنی فوج سے واپس آئے تو حضورؐ بیہوش تھے۔ اور اسی روز دوا پلانے کا قصہ پیش آیا جس کا ذکر آگے وفات میں آئے گا۔ حضورؐ نے حضرت اسامہؓ کو دیکھا مگر کچھ بول نہ سکے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے تھے۔ اور پھر حضرت اسامہؓ پر رکھتے تھے۔ حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں میں نے سمجھا کہ حضورؐ میرے لیے دعا کر رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اسامہؓ اپنی فوج پر چلے گئے اور دوشنبہ کے روز صبح کے وقت پھر آئے اس وقت حضورؐ کو افاقہ تھا۔ آپ نے حضرت اسامہؓ کو دعا دی۔ رخصت کیا۔ اور روانگی کا حکم دیا۔

اُس کے بعد حضرت اسامہؓ اپنی فوج میں گئے۔ سب کے اکٹھا ہونے کا اعلان کرایا پھر کوچ کا لوگوں کو حکم دیا۔ یہ لوگ سوار ہونے کی تیاری کر رہے تھے کہ حضرت اسامہؓ کی ماں اُم ایمن کا آدمی

لہ سیر نگار اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ آخر تک عمر بھر سے بیچارے کے روزگے مگر ابو سعید خدری جس حدیث کا ذکر کرتے ہیں جس میں حضورؐ نے مسجد کی کھڑکیاں بند کرنے کا حکم دیا تھا اور حضرت صدیق کی باقی رہنے کی اجازت دی مشہور یہ ہے کہ وہ آخری خطبہ تھا اور یہی واقدی کی روایت میں ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت جندب کی روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خطبہ وفات سے پانچ دن پہلے تھا یعنی جمعرات کو وہ روایت وفات کے تذکرہ میں آئی ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

پہنچا کر رسول اللہ کی حالت نزع کی ہے۔ حضرت اسامہ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ وغیرہ فوراً مدینہ آئے تو حضورؐ پر سکرات کی حالت طاری تھی۔ بخاری میں ہے کہ اسی روز آخر دن میں حضورؐ کا انتقال ہوگیا۔ اور ابن اسحاق جزعبیاں کرتے ہیں کہ دوپہر کی تیزی کے وقت انتقال ہوا واللہ اعلم

حضرت اسامہؓ کی فوج اس وقت رُک گئی جب حضرت صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ لوگوں کی مخالفت کے باوجود اس فوج کو روانہ کیا۔ واللہ اعلم

وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ کا اس عالم میں تشریف لانا صرف مخلوق کی ہدایت اور ارشاد کے لیے تھا۔ اور اسلیے تھا کہ خدا کے آخری اور قطعی احکام کو اس کے بندوں تک پہنچا دیں۔ اور خدا کی حجت اُس کے بندوں پر تمام کر دیں۔ اس کام کو آپ نے کیونکر انجام دیا اور اس میں آپ کو کتنی کامیابی ہوئی اس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ اس دنیا میں ابتدائے آفرینش عالم سے اس وقت تک بے شمار انبیا اور رُسل اسی کام کے لئے تشریف لائے۔ مگر تمام انبیاء مرسلین کے کاموں کو ظاہر جمع کیا جائے تاہم وہ جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تنہا تبلیغ اور آپ کی تنہا کامیابیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ کی کامیابیوں سے اُن کو کوئی نسبت نہیں ہے۔

اور اسی کے تفصیلی جواب کے لیے یہ کتاب کتاب السیرۃ لکھی گئی ہے۔ آپ نے تبلیغ رسالت کے کاموں کو کیونکر انجام دیا۔ اور اس کے لیے کیا اصول و قواعد مقرر کیے۔ اس کا جواب مفصل اس کتاب کی اسی جلد میں ملے گا۔ یہ جلد ابتدا سے انتہا تک اس سوال کا جواب ہے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضورؐ نے کن کن مواقع اور کیسے حالات میں تبلیغ اور رسالت کی کیا کیا صورتیں اختیار کیں۔ دوسرا سوال کہ آپ کی تبلیغ کا نتیجہ کیا ہوا۔ آپ کی تبلیغ نے عالم کو کس پستی سے نکالا۔ اور کس مرتبہ تک پہنچا دیا۔ اس کا جواب بھی اس جلد میں ملے گا مگر اس کا اس سے زیادہ واضح جواب اس کی دوسری جلد میں ملے گا۔ دوسری جلد میں یہ بات بھی اچھی طرح معلوم ہو جائیگی۔

دنیاوی زندگی کا کوئی شعبہ اور اخلاق و روحانیت کا کوئی مرتبہ ایسا باقی نہیں رہا جسکے لیے ایک مکمل قانون دنیا والوں کے سامنے حضورؐ نے نہ پیش کر دیا ہو۔ ایسا مکمل کہ اب اس دنیا کا کوئی معلّم اس میں قطعاً کوئی اصلاح نہیں کر سکتا۔ اور اگر کسی نے اس میں کسی طرح کے تغیر و تبدل کی کوشش کی تو وہ یقیناً اصلاح نہیں ہوگی تخریب ہوگی۔

وفات لازمی تھی

حضورؐ سے پہلے اس عالم میں جتنے انبیاء و مرسلین آئے۔ وہ یکے بعد دیگرے یہاں سے جا چکے تھے۔ اور یہ معلوم تھا کہ ایک رونما ہونا کام پورا کر چکنے کے بعد حضورؐ بھی تشریف لے جائیں گے۔ آپ کا یہاں سے حظیرۂ قدس میں اپنے رب کے پاس جانا نہ تعجب کی بات تھی نہ افسوس کی۔ بلکہ انعامات الٰہیہ کی تکمیل آپ پر ممکن نہ تھی جبتک خلاق کریم آپ کو اپنے پاس بلا نہ لیتا۔ مگر انبیاء کا اپنی اُمت سے جدا ہونا خود اُمت کیلئے مصیبت کبریٰ ہے۔ مومنین صادقین کا دل آتش فراق سے جل اُٹھتا ہے۔ غایت حزن و ملال سے وہ حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ مومن صادق کے لیے کوئی تکلیف اور کوئی مصیبت اتنی صبر آزما نہیں ہو سکتی۔ جتنا اپنے رسول اور ہادی کا فراق۔ اس لیے ہر نبی کو موت کے قبول کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ کسی نبی کو موت نہیں آئی جب تک اُن کو اختیار نہ دیا گیا۔

حضورؐ کو وفات کا علم اور وداع

حضورؐ کو وفات کے قریب تمام انبیاء کرام کی طرح اس امر کا اختیار دیا گیا کہ وہ خزائن ارض کو اختیار کریں یا رفیق اعلیٰ کے وصال کو قبول کریں جیسا کہ آگے اس مضمون کی روایتیں ذکر ہوں گی۔ مگر اس سے بہت پہلے صراحۃً یا اشارۃً اس بات سے آپ کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ اب وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ حجۃ الوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا تو اس سے جلیل القدر صحابہ سمجھ گئے تھے کہ جب دین کامل ہو گیا۔ اور آپ نے رسالت کا فرض ادا کر دیا تو اب آپ کا

۱۰ (البقرۃ) کمکت (المائدۃ) دینکم (الاسلام) کو میں نے کامل کیا (المائدۃ) اور پورا کیا انعام تمام کیا۔ (المائدۃ) میں نے اسلام کو پسند

رب آپ کو اپنے پاس جلد بلائے گا پھر اس کے بعد حضورؐ لوگوں سے دیر تک رخصت ہوتے رہے اور
فرمایا کہ شاید اب اس کے بعد میں تمہارے ساتھ نہ ہو سکوں۔ یہ وداع انتظامی تھی اور
بنا وداع تھا کہ اس حج کا نام ہی حجۃ الوداع ہو گیا۔ پھر حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت
غدیر خم پر جب آپ نے ارشاد فرمایا اس میں صراحۃً اس بات کی خبر دی کہ اب میرا رب خنیر
میں جلد اپنے پاس طلب کرے۔ اور میں اس طلب کو قبول کر لوں اس لیئے فلاں فلاں
امور کی وصیت کرتا ہوں (جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں)

پہلی اطلاع اتھوں بیسرا اور محمد ثین اس موضع پر ایک بحث یہ لکھتے ہیں کہ حضورؐ کو اپنی
وفات کی اطلاع پہلے پہلے کب دی گئی۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضورؐ کو سب سے
پہلے اقرأ اور قرأت اس کی اطلاع اذا جاء نصر اللہ والفتح کے نازل ہونے کے بعد
ہوئی۔ اس لیئے کہ اس سورہ کا مفہوم یہ تھا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جب بلاد پر آپ کو
خدا نے فتوحات عطا کئے۔ اور جس دین کی طرف آپ لوگوں کو بلاتے تھے اس میں لوگ
جوق جوق داخل ہو گئے۔ تو تبلیغ و رسالت کا مقصد پورا ہو گیا جس لیئے آپ دنیا میں
بھیجے گئے تھے اب تسبیح تحمید و استغفار کی کثرت کر کے میری لقا کا سامان کیجئے۔

کہتے ہیں کہ یہ سب سے آخری سورہ ہے جو آپ پر نازل ہوئی۔ ایک روایت ہے کہ یہ سورہ
حجۃ الوداع کے زمانہ میں تحر کے روز منیٰ میں نازل ہوئی تھی۔ اور اسی کے بعد حضورؐ نے خطبہ
ارشاد فرمایا۔ اور لوگوں سے رخصت ہوئے یعنی وداع کیا۔ اس کے نازل ہونے کے بعد
حضورؐ کا بھی اکاسی روز زندہ رہنے یہ تعداد اسی صورت میں صحیح ہوتی ہے کہ نزول کا زمانہ یوم النحر
تسلیم کیا جائے۔ اور وفات کا روز دوسری ربیع الاول مگر یہ جمہور کے خلاف ہے جیسا کہ آگے
معلوم ہوگا۔ اور ابن ابی حاتم حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اس سورہ کے نزول کے
بعد حضورؐ صرف دو دن زندہ رہے۔ تو گویا حجۃ الوداع کے بہت بعد یہ سورہ نازل ہوئی۔ اور
مقاتل کہتے ہیں کہ اس کے بعد سات دن زندہ رہے۔ بعض روایت میں ہے کہ تین دن۔ ابھی

بسند ضعیف حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ سورہ حجۃ الوداع کے وقت اوسط ایام تشریق
میں نازل ہوئی۔ اور دارمی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو
حضورؐ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر اپنے موت کے قریب ہونے کی خبر دی۔ وہ رونے
لگیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ رو دست میرے اہل میں سب سے پہلے تم ہمسے ملو گی۔ تو وہ ہنسنے
لگیں حضرت فاطمہؓ کو بلانے اور ان سے اس گفتگو کا قصہ صحیحین میں بھی ہے۔ اور صحیحین کی
روایت میں تصریح ہے کہ یہ گفتگو حضرت فاطمہؓ سے حضورؐ نے مرض الموت میں کی۔ اگر
دارمی کی روایت کے موافق یہ گفتگو اذا جاء نصر اللہ کے نزول کے وقت ہوئی تو تسلیم
کرنا پڑے گا کہ اس سورہ کے حجۃ الوداع کے ایام میں نازل ہونے کی روایتیں صحیح نہیں ہیں۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ حجۃ الوداع سے بھی بہت پہلے مدینہ
نازل ہو چکی ہو۔ طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت بطریق تکرار مروی ہے کہ
جب اذا جاء نصر اللہ کی سورہ نازل ہوئی تو اس کے بعد حضورؐ نے امر آخرت کیلئے
سخت مجاہدہ شروع کر دیا۔ اس باب میں ایک روایت حضرت جابرؓ کی بھی مروی ہے اور
حضرت عائشہؓ کی روایت صحیحین میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ نے
پوشیدہ بیان کیا کہ حضرت جبریلؑ ہر سال ایک مرتبہ مجھ پر قرآن پیش کرتے تھے اس سال دو مرتبہ
پیش کیا۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ میرا وقت قریب آگیا۔ حضورؐ سے یہ بھی روایت ہے کہ ہمیشہ
رمضان کے آخر عشرہ میں آپ اعتکاف کیا کرتے تھے لیکن وفات کے سال آپ بیس روز
اعتکاف کیا۔ قرآن پیش کرنے کا اور اعتکاف کرنے کا حال رمضان شریف کا ہے۔ ان
روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کو قربت اجل کا علم ہو چکا تھا۔ تو یہ علم آپکو
حجۃ الوداع سے تین مہینہ پہلے ہو چکا تھا واللہ اعلم

اور طبرانی کی روایت کے موافق اگر اذا جاء نصر اللہ کے نزول کے بعد آپ سے پہلے
امر آخرت کی تیاری کا حکم دیا گیا تو ضرور ہے کہ یہ سورہ رمضان کی بھی پہلے نازل ہو چکی ہو کیونکہ

Scanned by CamScanner

اس سال رمضان میں ہمیشہ کے معمول کے خلاف حضورؐ نے اعتکاف کی تیاری شروع کر دی تھی مگر مشکل یہ ہے کہ روایات میں جو بڑی سے بڑی مدت اس سورہ کے نزول کے متعلق آئی ہے۔ وہ حجۃ الوداع میں نازل ہونے کی روایت ہے۔ اور صحابہ سے جو اس سورۂ کے نزول کا مختلف زمانہ مروی ہے اس کی وجہ علماء یہ بیان کرتے ہیں کہ سورہ پہلے نازل ہو چکی تھی مگر سب صحابہ کو اس کا علم نہ ہوا۔ جس کو جب اس کی خبر ملی انہوں نے اسی کو نزول کا وقت سمجھا واللہ اعلم صحیح یہ ہے کہ حضورؐ نے پہلے حضرت جبرئیل کے مکرر قرآن عرض کرنے پر۔ اور دلالت تخییرات سے اس کے نزول سے یہ سمجھا تھا کہ اب اجل قریب ہے۔ حجۃ الوداع کے ایام میں یہ بات آپ پر زیادہ واضح کی گئی مگر وہ بھی قرائن ہی تھے۔ اسلئے حجۃ الوداع اور غدیر خم پر آپ نے جو خطبات ارشاد فرمائے اور وداع کیا اس میں آپ نے لعل یعنی شاید کا لفظ فرمایا۔ یہ لفظ ان خطبات میں نہیں ہے جو حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد مدینہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

مجمع کی روایت ہے حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے آٹھ برس کے بعد شہداء احد پر جنازہ کی نماز پڑھی جس طرح رخصت ہونے والا زندہ اور مردہ سے رخصت ہوتا ہے۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ایک روز حضور نکلے اور اہل احد پر نماز پڑھی پھر واپس تشریف لائے تو منبر پر گئے۔ اور سب سے رخصت ہوئے اور فرمایا کہ میں تم سے پہلے جاتا ہوں تاکہ حوض وغیرہ کا انتظام درست کر دوں پھر فرمایا کہ ہم تم سے حوض پر ملنے کا وعدہ ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ بخدا میں اپنے اس مقام سے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ اور فرمایا کہ مجھ کو تمام زمین کے خزانوں کی کنجیاں دیدی گئی ہیں مجھکو اس کا اندیشہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد اب شرک کرو گے۔ البتہ خوف یہ ہے کہ تم میرے بعد دنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے۔ اور اس کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگو گے جس طرح تمہارے پہلے کی امتیں ہلاک ہو گئیں۔

یہ قصہ مرض الموت شروع ہونے سے پہلے کا ہے لیکن اس قصہ کے وقت آپ کو اپنی وفات کا یقین علم تھا۔ اور اس کے بعد مرض الموت میں حضرت فاطمہؓ سے بیان کیا کہ میں اٹھایا جاؤں گا جیسا کہ صحیحین میں حضرت فاطمہؓ سے مروی ہے اس میں بھی شک کا لفظ نہیں ہے بلکہ آپ نے وثوق کے ساتھ فرمایا جس پر حضرت فاطمہؓ روئیں۔ اس پر حضورؐ نے یہ اصلاح بھی دی کہ میرے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کا میرے اہل بیت میں انتقال ہوگا۔ یہ بھی بعد حضورؐ کو موت کے قبول کرنے کا اختیار دیا گیا جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے واللہ اعلم

ابتداء مرض

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہؒ کی روایت مسند امام احمد اور نسائی میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز بقیع میں ایک صحابی کے جنازہ سے فارغ ہو کر حضورؐ تشریف لائے تو میرے سر میں درد تھا۔ میں نے کہا وا راساہ (ہائے میرا سر) اور ایسی حالت میں بولا جاتا ہے کہ گویا تکلیف سے موت آجائے گی۔ حضورؐ نے فرمایا بل انا وا راساہ اور کہا کہ اے عائشہؓ اگر میرے قبل تجھ کو موت آجائے تو تیرا کیا نقصان ہے میں خود تجھ کو غسل دوں گا۔ کفن پہناؤں گا۔ تیرے جنازہ کی نماز پڑھوں گا پھر دفن کروں گا حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ہاں یہ سب تو آپ کریں گے۔ پھر اسی روز میرے گھر میں اپنی ازواج میں سے کسی کے ساتھ آرام کریں گے۔ شاید میں آپ پر جبر ہو گئی ہوں۔ اور بخاری میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ نے وا راساہ کہا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر یہ ہوا اور میں زندہ رہوں تو تیرے لیے استغفار کروں گا دعا کروں گا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا وثکلیاہ (ثکلیاہ خدا کی قسم میرا گمان ہے کہ آپ میری موت پسند کرتے ہیں۔ اور اگر یہ ہو جائے تو آپ اسی روز

لہ وثکلیاہ قاموس میں ہے کہ الثکل بالضم الموت والھلاک وفقد الحبیب اور ثکلیا اسی سے ہے بضم مثلثہ وسکون کاف وکسر لام اور حافظ ابن قرقلح وام گھتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ ثکلیا جو تو مصدر رہے یا اس معنی میں کہ جس عورت کا لڑکا گم ہو گیا ہو اس کی صفت کے طور پر استعمال فرمایا مصدر ہو تو بضم مثلثہ وکسر لام ہوگا اور صفت کی صورت میں ثا مثلثہ اور لام دونوں مفتوح ہوں گے واللہ اعلم

اپنی کسی زوجہ کے ساتھ آرام کریں گے۔ اُس پر حضورؐ نے فرمایا بل انا وارأساہ مطلب یہ ہے کہ تم اپنے دردِ سر کا قصہ چھوڑو اس سے اہم یہ ہے کہ میں ویسی ہی درد میں مبتلا ہوں اس کی طرف توجہ کرو اور حضورؐ نے فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ تم سے کہوں کہ ابو بکرؓ صدیق اور اُن کے لڑکے عبدالرحمن کو بلاؤ۔ تاکہ میں ایک عہد لکھ دوں کہ میرے بعد نزاع پیدا نہ ہو۔ اور تمنا کرنے والے تمنا نہ کرنے لگیں۔ لیکن پھر خیال ہوا کہ ابو بکرؓ کے رہتے اگر کسی نے تمنا کی تو خدا اُس کا انکار کرے گا۔ اور مومنین اس کو رد کر دینگے۔ اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے حضورؐ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ کو بلاؤ ہم اُن کیلئے ایک تحریر لکھ دیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص خواہش کرے گا۔ اور اللہ پاک اور مومنین ابو بکرؓ کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے اور بزار کی ایک روایت میں ہے کہ معاذ اللہ یختلف الناس علی ابی بکر یعنی خدا کی پناہ اس بات سے کہ لوگ ابو بکرؓ پر اختلاف کریں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بقیع سے واپسی کے بعد حضرت عائشہؓ کے گھر میں حضورؐ کو دردِ سر شروع ہوا۔ یہ حضورؐ کے مرض الموت کی ابتدا ہے اور اکثر محدثین اسی کو ابتدا حقیقی کہتے ہیں لیکن صحیحین میں عبید اللہ بن عبد اللہ کی روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضورؐ کی بیماری حضرت میمونہؓ کے گھر میں شروع ہوئی۔ ان روایتوں میں بظاہر تعارض ہے لیکن علما اس کی تاویل کرتے ہیں کہ مرض کی حقیقی ابتدا بقیع سے واپس آنے کے بعد حضرت عائشہؓ کے مکان میں ہوئی اور حضرت میمونہؓ کے مکان میں اشتداد مرض کی ابتدا ہوئی مرض کی نہیں لیکن تاویل قابلِ غور ہے صحیح روایات میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے یہاں بقیع سے واپس آنے کے بعد مرض شروع ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت عائشہؓ کو اس کا علم نہ ہو مگر حضرت میمونہؓ کے مکان میں عارضہ شروع ہو گیا ہو۔

لہ حضرت صدیقہؓ کے لیے یہ جملہ اور جو تحریر حضورؐ لکھنا چاہتے تھے ظاہراً اس سے مراد حضرت صدیق کی خلافت تھی۔ امام بخاری نے بھی کتاب الاحکام میں اس پر باب باندھا ہے باب الاستخلاف والله اعلم

ام حضرت ابو بکرؓ نے سنہ ۱۳ھ میں بمقام ثنیل فرمایا بمقام سنح میں انتقال فرمایا۔

تکلیف ہی کی حالت میں آپ جنازہ کے ساتھ بقیع گئے ہوں۔ اور اس کی وجہ سے درد سر زیادہ ہو گیا ہو جس سے آپ کو بل انا وارأساہ کہنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ جو قابل برداشت تکلیف کی حالت میں کہا جاتا ہے حضورؐ کے دردِ سر کی خبر حضرت عائشہؓ کو نہ تھی جس کی وجہ سے وہ گفتگو پیش آئی جس کا ذکر پہلی حدیث میں ہے۔ حضرت عائشہؓ کو اس کا بعد تحقیق کرنے پر معلوم ہوا ہوگا کہ حضرت میمونہؓ کے گھر میں آپ کو عارضہ شروع ہو چکا ہے جو انہوں نے پیچھے بیان کیا واللہ اعلم۔ ابو معشر نے لکھا ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کے مکان میں مرض شروع ہوا اور سلیمان التیمی کہتے ہیں کہ ریحانہؓ کے مکان میں مرض شروع ہوا۔ ان روایتوں کو زرقانی نے شرح ہوا جب میں ذکر کیا ہے مگر معتمد وہی ہے کہ حضرت میمونہؓ کے مکان میں مرض شروع ہوا واللہ اعلم

کس روز بیمار ہوئے اور کتنے روز بیمار رہے

علامہ قسطلانی حافظ ابن رجب حنبلی کو نقل کرتے ہیں حضورؐ کی بیماری صفر کے آخر میں شروع ہوئی۔ اور مشہور یہ ہے کہ آپ تیرہ روز بیمار رہے یہی اکثر کا قول ہے خطابی سے منقول ہے کہ سوموار کے روز آپ کا مرض شروع ہوا۔ اور حاکم ابو احمد جو حاکم ابو علی نیشاپوری کے استاد ہیں کہتے ہیں کہ آپ کا مرض بدھ کے روز شروع ہوا بعض کہتے ہیں کہ پیر کے روز مدت مرض میں بھی اختلاف ہے اکثر علما کہتے ہیں کہ حضورؐ تیرہ روز بیمار رہے یہی قول مشہور ہے۔ اور علامہ قسطلانی نے روضہ سے دو قول نقل کیا ہے جو وہ روز اور بارہ روز سلیمان التیمی نے بحوالہ یہ ذکر کیا ہے کہ حضورؐ دس روز بیمار رہے اس قول کو بیہقی نے باسناد صحیح ذکر کیا ہے۔

علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے ان تمام اقوال کو جمع کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسناد مرض کو مرض کہنے میں لوگوں کی حالتیں مختلف تھیں کسی نے اُن ایام کو مرض کے ایام میں شمار کیا کسی نے نہیں اس لیے دنوں کے تعداد میں اختلاف ہو گیا لیکن اشتداد

ہ حضرت زینب بنت جحش ام المومنین اور حضورؐ کی پھوپھی زاد بہن تھی۔ اکثر بیوی زینب عائشہ سے ہوا تھا جب انہوں نے طلاق دیدی تو آپ

مرض کا وہ زمانہ جس میں آپ کا انتقال ہوا ہوگیا اور آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں رہے سات دن ہے۔ قسطلانی نے ابن ابی ملیکہ کی ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہ سے لکھی ہے کہ حضورؐ میرے گھر میں سوموار کے روز آئے اور دوسرے سوموار کو آپ کا انتقال ہوگیا واللہ اعلم

اشتداد مرض اور حضرت عائشہؓ کے گھر قیام

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ کا مرض جب بہت بڑھ گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے اجازت چاہی کہ حضرت عائشہؓ کے مکان میں قیام فرمائیں اور باری کے قاعدہ سے گھومنا موقوف کریں۔ سب نے اجازت دی۔ تو آپ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ اور ایک دوسرے شخص کے سہارے سے تشریف لائے۔ اس طرح کہ پیر پر زور نہیں دیسکتے تھے آپ کا پیر زمین پر گھسٹتا تھا۔ عبیداللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے ذکر کیا کہ مجھ سے حضرت عائشہؓ نے اس طرح روایت بیان کی ہے۔ عبداللہ نے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ وہ دوسرے شخص کون تھے جنکا نام حضرت عائشہؓ نے نہیں بتایا۔ اور میں نے کہا کہ نہیں۔ عبداللہ نے فرمایا کہ وہ علی بن ابی طالب تھے

اور مسلم کی ایک روایت حضرت عائشہؓ سے ہے۔ کہ فضل بن عباسؓ اور ایک دوسرے شخص کے سہارے حضورؐ نکلے۔ غیر معین کی بعض روایت ہے کہ حضورؐ دو شخصوں کے سہارے سے نکلے جن میں ایک اسامہ بن زیدؓ تھے اور دارقطنی کی روایت ہے کہ اسامہؓ

ف۱ ابن ابی ملیکہ جنکا نام اُن کا نام عبداللہ تھا ۱۲ منہ

ف۲ عبیداللہ بضم عین ابن عبداللہ بفتح عین ابن عتبہ بضم عین بن مسعود بسکون مثناہ فوقیہ اس حدیث کے راوی کا نام ہے جنھوں نے اس روایت کو حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ

اور فضل بن عباسؓ کے سہارے سے نکلے۔ اور ابن جنان کی روایت ہے کہ بریرہؓ اور ایک دوسرے شخص کے درمیان نکلے۔ ابن خزیمہ روایت کرتے ہیں کہ بریرہؓ اور ایک دوسرے مرد کے سہارے اور ابن سعد کی ایک روایت ہے کہ فضل اور ثوبان کے درمیان۔ یہ تمام روایتیں سند اصحت کے درجہ تک پہنچ جائیں اُن میں بھی اختلاف باقی رہتا ہے مگر اُن میں تطبیق ممکن ہے یہ سب ایک دفعہ کے خروج کا حال نہیں ہے۔ اس طرح کئی دفعہ حضورؐ کو نکلنا پڑا۔ جب ازواج کے اذن کے بعد حضرت عائشہؓ کے مکان میں گئے تو ایسا طرح سہارا دیکر گئے۔ حضرت عائشہؓ کے مکان سے ایک دفعہ یا دو دفعہ مسجد کی طرح سہارے سے گئے ایک دفعہ انصار کے اشتیاق دیدار کی وجہ سے مسجد گئے تو اسی طرح گئے۔ حضرت عائشہؓ کے مکان میں آنے سے پہلے جب شدید بیماری کی حالت میں بھی آپ ازواج کے یہاں دو دفعہ تشریف لے گئے تھے تو اس وقت بھی بعض دفعہ اس طرح جانا ہوا ہوگا اس لیے کبھی کسی کا سہارا ہوگا کبھی کسی کا بعض علما کہتے ہیں کہ ایک دفعہ بھی تمام راستہ ایک ہی سہارا نہیں ہے راستہ میں سہارا لینے والے بدلے ہوں تو ممکن ہے واللہ اعلم

حضرت عائشہؓ کے گھر میں مرض کی ترقی

بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضورؐ جب میرے گھر آئے اور مرض بہت بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر سات مشک پانی بہاؤ جس کا رباط ڈھیلا نہ ہوا ہو یعنی مشک بھرا ہوا ہو اُس میں سے پانی نہ گرا ہو۔ فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں نے حضورؐ کو حضرت حفصہؓ کے مخضب[ف۳] میں بٹھایا۔ اور حضورؐ کے اوپر مشک سے پانی گرانے لگے حتی کہ

ف۱ ثوبہ بضم ثون وسکون واو وفتح موحدہ بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک لونڈی کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک اسود غلام تھے علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ ابن خزیمہ کی روایت سے اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس میں ہے کہ حضور حضرت بریرہؓ اور ایک دوسرے مرد کے سہارے نکلے اس لیے جن لوگوں نے ثوبہ کو صحابیہ عورتوں میں ذکر کیا ہے اُن کو وہم ہوا ہے واللہ اعلم

ف۲ مخضب بکسر میم وسکون خاء معجمہ وفتح ضاد معجمہ وآخر باء موحدہ بڑا برتن جس میں بیٹھکر غسل کرتے تھے ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

حضورؐ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ بس کرو اور بخاری ہی میں ہے کہ اس کے بعد حضورؐ باہر نکلے سب کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر خطبہ ارشاد فرمایا حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں بھی ہے کہ حضور نے اپنے مرض میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور صحیح مسلم میں حضرت جندبؓ سے مروی ہے کہ یہ خطبہ حضورؐ کے وفات سے پانچ روز پہلے تھا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ اس حساب سے یہ خطبہ جمعرات کے روز حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔

حضرت ابی سعید خدریؓ سے ابن ماجہ ابن ابی الدنیا اور حاکم نے ایک روایت لکھی ہے اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے کہ حضورؐ کا بخار اتنا شدید تھا کہ آپ ایک خلیفہ یعنی بہت موٹی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ مگر کوئی شخص حضورؐ پر ہاتھ رکھتا تھا تو بخار کی شدت اس چادر کے اوپر سے محسوس ہوتی تھی حضورؐ سے ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ انبیاء پر بلائیں شدید آتی ہیں۔ اور اجر بھی زیادہ ملتا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے صحیحین میں ایک روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کا مرض رسول اللہؐ سے زیادہ شدید ہو۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کے پاس گیا تو آپ شدید بخار میں مبتلا تھے میں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کا بخار بہت شدید ہے۔ فرمایا کہ ہاں تمہارے دو شخصوں کے برابر میں نے کہا کہ یہ دونا اس لئے کہ آپ کا اجر بھی دونا ہوگا۔ فرمایا کہ ہاں اسیطرح ہے کسی مسلم کو ایک کانٹا بھی گڑ جائے تو اللہ پاک اس کو اس کے گناہوں کا کفارہ کرتا ہے۔ یہ حدیث بخاری میں کئی جگہ ہے اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

فاطمہ بنت الیمانؓ یعنی حضرت حذیفہؓ کی بہن سے نسائی نے ایک روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اس میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ انبیاء پر جو بلا آتی ہے وہ سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے پھر جنکا مرتبہ ان کے بعد ہے۔ پھر جنکا مرتبہ ان کے بعد ہے اسی مضمون کی روایت فاطمہ بنت الیمانؓ سے طبرانی نے کبیر میں ذکر کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے

ف۱ یہ عبداللہ محمد بن زیاد خلافی ہیں کہ ۲۰۰ھ میں ان کی پیدائش ہوئی تھی ۲۸۰ھ میں وفات ہوئی۔ ۸۰ سال عمر ہوئی۔ امام احمد کے شاگرد تھے۔ ۱۲ منہ

بخاری میں روایت ہے۔ کہ حضورؐ کے پاس ایک پیالہ میں پانی تھا آپ اس پانی میں ہاتھ ڈالتے تھے پھر منہ پر ملتے تھے اور کہتے تھے لا الہ الا اللہ ان للموت سکرات۔ سکرہ کے معنی شدت کے ہیں۔

امام بخاری نے حضرت عروہؓ سے ایک روایت ذکر کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے خیبر میں جو طعام مسموم کھایا تھا۔ اس کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا ہوں۔ مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ میری رگ ابہری منقطع ہوگئی ہے۔ امام بخاری نے اس روایت کو حضرت عائشہؓ سے تعلیقاً ذکر کیا ہے لیکن حافظ کہتے ہیں کہ بزار، حاکم اور اسمٰعیلی نے اس کو متصل روایت کیا ہے عن عروہ عن عائشہؓ واللہ اعلم ابہر بفتح ہمزہ وسکون ہا وہ وفتح باء موحدہ وفتح ہاء مہملہ ایک رگ ہے۔ اس کے منقطع ہونے سے انسان مر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ سمجھتے تھے کہ حضورؐ شہید فوت ہوئے اور آپ کی موت سم کی وجہ سے ہوئی واللہ اعلم

مرض الموت کا خطبہ

محمدینؒ نے حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں

ف۱ اس حدیث کے ایک راوی بکر بن مضر ہیں ان کو شک تھا کہ یہ پیالہ تھا یا کوزہ۔ کوزہ عرف میں صاد مکسور ولام وفتح موحدہ مکسورہ مٹکری کے بڑے پیالہ کو کہتے ہیں اور رکوہ بفتح راء مہملہ چمڑے کے پیالہ کو کہتے ہیں۔ اس شک کو امام بخاری نے ذکر کیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

ف۲ حضرت ابی سعید خدریؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت جندبؓ حضرت انسؓ حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ نے حضورؐ کے خطبہ کا ذکر کیا ہے اور مختلف روایتوں میں مختلف مضمون بیان ہوا ہے کہیں کسی کے متذکر کا حکم کسی نے بیان کیا ہے کسی میں حضرت اسامہؓ کے امارت کے متعلق جو لوگوں نے اعتراض کئے تھے اور حضورؐ نے خطبہ میں حضرت اسامہؓ کی تعریف اور ان کی امارت کی حمایت کی تھی اس کو ذکر کیا ہے مگر جو ہم نے یہ سب ایک ہی خطبہ کا ذکر کیا ہے اور وہ خطبہ جمعرات کے روز حضورؐ نے ارشاد فرمایا قسطلانی کہتے ہیں کہ حضرت اسامہؓ کا قصہ سنیچر کا ہے مگر اس تعیین کی کوئی روایت صحیح معلوم نہیں ہے۔ وہ بھی جمعرات ہی کا قصہ ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

بیان کیا کہ خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کی زینت کو قبول کرے۔ یا اُس چیز کو جو خدا کے پاس ہے۔ تو اُس بندہ نے اُسی چیز کو قبول کیا جو خدا کے نزدیک ہے حضورؐ کے اس فرمانے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ رو دیئے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں اور میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کے رونے پر ہم سب کو تعجب ہوا۔ کہ رسول اللہؐ تو ایک بندہ کا ذکر کرتے ہیں جس کو خدا نے یہ اختیار دیا۔ یہ رونے کی کیا بات ہے۔ مگر اصل یہ تھا کہ اس بندہ سے مراد حضورؐ تھے۔ اور حضورؐ ہی کو یہ اختیار دیا گیا تھا چونکہ حضرت صدیقؓ ہم سب سے فہم میں زیادہ تھے انھوں نے اس رمز کو سمجھ لیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ ایسا شخص جس کے مال اور جس کی صحبت پر میں سب سے زیادہ بھروسہ رکھتا وہ ابوبکر ہیں۔ اور اگر ہم خدا کے سوا اور کسی کو اپنا خلیل بناتے تو ابوبکر کو اپنا خلیل بناتے۔ ہاں اب اخوۃ اسلام اور مودۃ ہے پھر حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی دروازہ باقی نہ رہے سب بند کر دیئے جائیں سوائے ابوبکر کے دروازہ کے اور حسین کی ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ مسجد میں کوئی خوخہ باقی نہ رہے ابوبکر کے خوخہ کے سوا۔ اور ایک روایت ہے کہ ابوبکر میرے غار کے ساتھی ہیں۔ مسجد میں اُن کے خوخہ کے سوا اور سب خوخہ بند کر دو۔ بخاری کی ایک روایت ہے کہ اگر میں کسی کو خلیل بناتے تو ابوبکر کو بناتے لیکن اسلام کی دوستی (خلۃ) افضل ہے۔ اس مسجد میں جتنے خوخہ ہیں سب کو بند کر دو ابوبکر کے خوخہ کے سوا۔ ابن عدی کی روایت ہے کہ اس مسجد میں جتنے دروازے جاری ہیں سب کو بند کر دو ابوبکر کے دروازہ کے سوا۔

خوخہ بڑا دخاجہ چھوٹے دروازہ کو کہتے ہیں یعنی کھڑکی کو۔ داری میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے اس میں تصریح ہے کہ حضورؐ نے جس وقت یہ خطبہ ارشاد فرمایا سر پر پٹی باندھے ہوئے تھے اور یہ حضورؐ کا سب سے آخری خطبہ تھا۔ اس خطبہ کے بعد منبر سے اُترے تو پھر منبر پر آپ تشریف نہ لے گئے۔ حضرت حذیفہؓ کی روایت پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ

یہ خطبہ حضورؐ نے وفات سے پانچ روز پہلے ارشاد فرمایا تھا۔

اُن روایتوں میں تصریح ہے کہ حضورؐ نے اپنے آخر خطبہ میں حضرت صدیقؓ کے خلۃ اسلام اخوۃ اور مودۃ کی تصدیق فرمائی۔ اور اُن کے خلوص کو سب سے غالب بتایا۔ حکم دیا کہ مسجد میں جتنی کھڑکیاں ہیں سب بند کر دی جائیں ابوبکرؓ کی کھڑکی کے سوا۔ حضرت ابوسعیدؓ کے سوا اور بہت طریقوں سے یہ روایتیں آئی ہیں۔ حضرت حذیفہؓ حضرت انسؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہم سے اس قسم کی روایتیں مروی ہیں۔

کچھ روایتیں ایسی بھی ہیں جو بظاہر اس کے معارض ہیں۔ امام احمدؒ اور نسائیؒ باسناد قوی حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے حکم دیا کہ مسجد کے تمام ابواب بند کر دیئے جائیں صرف علیؓ کا باب رہنے دیا جائے۔ طبرانی نے اوسط میں ذکر کیا ہے کہ اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے ہمارے دروازے بند کر دیئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے بند نہیں کیا خدا نے بند کر دیا ہے۔ امام احمدؒ نسائیؒ۔ اور حاکم نے بسند ثقات حضرت زید ابن ارقمؓ سے روایت کیا ہے کہ مسجد میں بعض صحابہ کے دروازے تھے حضورؐ نے فرمایا کہ ان سب دروازوں کو بند کر دو بجز علیؓ کے دروازہ کے سو اس پر کچھ بولنے لگے تو حضورؐ نے فرمایا کہ نہ میں نے بند کیا ہے نہ کھولا ہے جو مجھکو حکم دیا گیا اُس کی میں نے اتباع کی ہے۔ امام احمدؒ اور نسائیؒ حضرت ابن عباسؓ سے بسند ثقات روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے حکم سے مسجد کے سب دروازے بند کر دیئے گئے حضرت علیؓ کے دروازہ کے سوا۔ اور وہ جنابت کی حالت میں اس طرف سے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کا اُس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ طبرانی نے جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ کے حکم سے سب کے دروازے بند کر دیئے گئے حضرت علیؓ کے دروازہ کے سوا۔ وہ جنابت کی حالت میں اُس میں جایا کرتے تھے۔ امام احمدؒ نے بسند حسن حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو بڑی بڑی تین خصوصیتیں عطا کی گئیں حضورؐ نے اُن سے اپنی بیٹی بیاہی جن سے

Scanned by CamScanner

اولاد جو مسجد میں سب کے دروازے بند کر دیئے مگر اُن کا دروازہ رہنے دیا بغیر کسی روک ٹوک کے علم عنایت فرمایا۔ ان میں سے ہر روایت منفرداً قابل احتجاج ہے۔ پھر جب اٹھ طریقوں سے مروی ہوا اور ایک دوسرے کی مؤید ہوتو اب اس کے قابل احتجاج ہونے میں کیا شک ہے۔ لیکن ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ اور انکلیاں ہیں کہ یہ روایتیں رواضف نے احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں وضع کی ہیں تاکہ اس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دروازہ والی روایتوں کا رد کریں۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ ابن جوزی کی صریح غلطی ہے معارضہ کے وہم میں پڑکر وہ احادیث صحیحہ کو رد کرتے ہیں۔ حالانکہ دونوں قسم کی روایتوں میں تطبیق ممکن ہے اور پھر فتح الباری سے تطبیق کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ اسمٰعیل قاضی مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلعم نے حالت جنابت میں مسجد سے گزرنے کی اجازت حضرت علیؓ کے سوا اور کسی کو نہ دی۔ حضرت علیؓ کو اجازت دی اس لیئے کہ اُن کا گھر ہی مسجد میں تھا۔ اور ترمذی و بزار کی روایت بھی اس مفہوم پر دلالت کرتی ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے مکان کا دروازہ اس کے سوا تھا ہی نہیں اسلیئے وہ بند نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تو تطبیق کی تقریر کا خلاصہ یہ ہوگا کہ حضورؐ نے اس قسم کا حکم دُو دفعہ دیا پہلا حکم یہ تھا کہ جن لوگوں کے دروازے مسجد کی طرف ہیں وہ بند کر دیئے جائیں۔ اور لوگ اپنے دروازے دوسری طرف بنالیں لیکن حضرت علیؓ کو دوسری طرف دروازہ بنانے کی جگہ نہ تھی۔ اس لیئے وہ مستثنیٰ کیئے گئے تو لوگوں نے حضورؐ کے حکم سے وہ دروازے تو بند کر دیئے جو مسجد کی طرف تھے اور دوسری طرف دروازے بنالئے لیکن مسجد میں آنے کے لیئے مسجد کی طرف چھوٹی کھڑکیاں بنالیں تاکہ مسجد میں آنا آسان ہو۔ آخری خطبہ میں حضورؐ نے ان کھڑکیوں کے بند کرنے کا بھی حکم دیا۔ لیکن ابوبکر صدیقؓ کی کھڑکی کو اس سے مستثنیٰ کیا۔ کہتے ہیں کہ امام طحاوی اور کلاباذی نے بھی اسی طرح

علیہ سو گوشتہ۔ جی سنہ ۱۳۳۲ھ میں گور کے نصیام کے زمانہ میں انتقال ہوا۔ ان سے کثیر روایتیں منقول ہیں۔

تطبیق دی ہے اور تصریح کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے مکان کا دروازہ دوسری جانب تھا۔ کھڑکی مسجد کی جانب تھی۔ اور حضرت علیؓ کے مکان کا دروازہ حسب سابق مسجد کی جانب تھا۔ واللہ اعلم

بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے راستہ والی روایت میں خوخہ اور کھڑکی کو مراد اصلی راستہ نہیں ہے بلکہ وہ استعارہ ہے۔ اور اس سے مراد خلافت ہے۔ نووی نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ اس بنا پر کہ حضرت ابوبکرؓ کا مکان سُنح میں تھا جو عوالی مدینہ میں ہے مسجد کے بعد میں ان کا مکان تھا ہی نہیں۔ ممکن ہے کہ استعارہ ہو مگر قرطبی نے جو وجہ بیان کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ حافظ نے اس کی تردید کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مقام سنح میں مکان ہونے سے یہ کیسے لازم آگیا کہ یہاں مکان دخانہ سنح میں تو اُن کا سسرالی مکان تھا کیونکہ انصار میں اُنہوں نے ایک شادی کی تھی اور وہی لکھتے ہیں کہ عمر بن شبہ نے اخبار مدینہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا وہ مکان جس کی کھڑکی مسجد کی طرف باقی رکھنے کی اُن کو اجازت ہوئی تھی۔ وہ مسجد سے ملا ہوا تھا۔ اور انہیں کے قبضہ میں رہا حتیٰ کہ اُن کو دو دفعہ پیچھے خرچ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اُنہوں نے اس کو چار ہزار درہم میں حضرت حفصہؓ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ حضورؐ کا آخری خطبہ تھا۔ اور وفات سے پانچ روز پہلے یہ خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا لیکن سریہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ میں ذکر ہوا ہے کہ پیر کے روز یعنی وفات سے دو روز پہلے ایک خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا جس میں آپ نے منبر پر حضرت اسامہؓ کی تعریف کی۔ اور ان لوگوں پر ناراض ہوئے جو حضرت اسامہؓ کی امارت پر اعتراض کر رہے تھے۔ اگرچہ وہ اصحاب سیر کی روایت ہے مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ

لہ سُنح۔ ضابہ میں ہے کہ سُنح بضم سین وضم نون اور بعض کا کہنا ہے بسکون نون۔ عوالی مدینہ میں ایک مقام کا نام ہے جہاں سنی العوالی بنی الحارث کے مکانات تھے اور وہیں حضرت صدیقؓ کا بھی مکان تھا آخر میں حارثہ ہے واللہ اعلم۔

یہ دونوں مضمون ایک ہی خطبہ کا ہے اور وہ جمعرات کے روز یعنی وفات سے پانچ روز پہلے آپ نے ارشاد فرمایا۔ صحیح مسلم میں حضرت جندبؓ کی روایت ہے اور دارمی میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

محبوب ترین انسانؐ شیخین کی روایت ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے حضورؐ سے سوال کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کون انسان محبوب ہے فرمایا کہ عائشہؓ۔ انہوں نے کہا کہ مردوں میں سے۔ فرمایا کہ اُن کے والد۔ پوچھا کہ اُن کے بعد حضورؐ نے فرمایا عمر بن الخطاب۔

ثقویٰ بیہقی کی روایت ہے کہ اس بیماری کے ایام میں حضورؐ کے پاس سات دینار تھے اور حضورؐ فرماتے تھے کہ اس کو صدقہ کر دو۔ لیکن اس کے بعد حضورؐ پر غشی طاری ہوگئی اور سب لوگ آپ کی تیمارداری میں مشغول ہوگئے۔ آپ کو ہوش ہوا تو فرمایا کہ اُس کو لے آؤ۔ اُس دینار کو حضورؐ نے اپنے ہاتھ پر رکھکر فرمایا۔ کہ محمدؐ کا اپنے رب پر کیا گمان ہوگا جبکہ وہ اپنے رب سے ملے اور اس کے پاس یہ ہو۔ پھر حضورؐ نے اس کو خود صدقہ کر دیا

حضرت فاطمہؓ کا رونا اور ہنسنا بخاری مسلم اور نسائی میں ایک روایت بطریق عروہ عن عائشہؓ مروی ہے کہ حضورؐ نے اپنے اس بیماری ہی میں آپ کا انتقال ہوا حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور اُن سے کچھ پوشیدہ گفتگو کی جس پر حضرت فاطمہؓ نے رو دیا پھر اُسی طرح پوشیدہ کچھ اور کہا تو اُنہوں نے ہنس دیا ہمجولیوں نے اُن سے اس رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ حضورؐ نے مجھ سے پوشیدہ فرمایا کہ میرا اسی عارضہ سے انتقال ہوگا تو میں روئی۔ پھر فرمایا کہ میرے بعد میرے اہل میں سے اور ایک روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تمہارا انتقال ہوگا۔ اور سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی تو میں نے ہنس دیا۔

لیکن صحیحین میں دوسری روایت مسروق کی ہے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے

ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ کی چال رسول اللہ سے بہت مشابہ تھی وہ آئیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ بیٹی مرحبا پھر حضورؐ نے اُن کو اپنے داہنے یا بائیں بٹھایا۔ اور کچھ آہستہ آہستہ اُن سے فرمایا جس پر اُنہوں نے رو دیا۔ پھر اسی طرح کچھ اور کہا تو انہوں نے ہنس دیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ نے کیا کہا تو انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ کا راز ظاہر نہیں کر سکتی۔ جب حضورؐ کا انتقال ہوگیا تو میں نے اُن سے پھر پوچھا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے رسول اللہ نے آہستہ یہ بیان کیا کہ ہر سال مجھ پر جبرئیل ایک مرتبہ قرآن پیش کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ پیش کیا ہے اس لیئے میرا گمان ہے کہ میرے وفات کا وقت قریب آگیا۔ اور میرے اہل میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔ اس پر میں روئی۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جنت کی تمام عورتوں کی تو سردار ہو تو میں نے ہنس دیا۔

دونوں روایتیں اس پر متفق ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ نے اپنے وفات کی خبر دی تھی۔ مگر ہنسنے کی وجہ میں اختلاف ہے۔ حضرت عروہؓ کی روایت میں ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ میرے اہل میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ مگر مسروق کی روایت میں ہنسنے کی وجہ نہ تھی۔ بلکہ یہ وفات کی خبر کا ایک حصہ تھا جس پر حضرت فاطمہؓ روئیں ہنسنے کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ نے اُن کو جنت کی تمام عورتوں کا سردار بتایا۔ مسروق کی روایت راجح ہے کیونکہ وہ مزید علم پر مبنی ہے اور ثقہ کی زیادتی باتفاق معتبر ہے۔ ایک اختلاف اور ہے۔ عروہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے وفات کی خبر وثوق کے ساتھ دی۔ اور مسروق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل کے دو دفعہ قرآن پیش کرنے پر حضورؐ نے اپنا ایسا گمان ظاہر کیا۔ اس کے علاوہ ترمذی میں ایک روایت ابوسلمہ بن عبدالرحمن کی حضرت عائشہؓ سے ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

کہ بیماری کی وجہ تو وفات کی خبر تھی۔ مگر خوشی کی وجہ دونوں تھی۔ اہل بیت میں یہ سب سے پہلے ملنے کی خوشخبری بھی۔ اور جنت کی عورتوں کا سردار ہونیکی خوشخبری بھی۔ دراصل یہ ہے کہ ایک ہی خبر بعض وجوہ سے خوشی کی خبر تھی بعض وجوہ سے غم کی۔ لہٰذا ایک ہی خبر پر غم اور خوشی دونوں ممکن ہو۔ واللہ اعلم

لَدُود بضم لام اُن دواؤں کو کہتے ہیں جو مریض کے منہ میں ایک طرف سے دی جاتی ہے (کذا فی النہایہ) جس طرح وجور اس دوا کو کہتے ہیں جو حلق میں ٹپکائی جائے۔ لدید الغم منہ کے دونوں اطراف کو کہتے ہیں۔ حضورؐ کو ایک روز اسی طرح دوا دی گئی تھی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ کو مرض کی شدت سے بار بار غشی ہو جاتی تھی۔ لوگوں کا خیال ہوا کہ ذات الجنب ہے اس لیئے لدود دیا جائے۔ حضورؐ نے منع کیا کہ ایسا نہ کرو مگر سب نے سمجھا کہ یہ امتناع آپ کا ویسا ہی ہے جیسا کہ عموماً مریض دوا سے نفرت کر کے پینے سے انکار کیا کرتے ہیں۔ اس لیئے لوگوں نے دوا دیدی جب حضورؐ کو افاقہ ہوا تو فرمایا کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ مجھ کو اس طرح دوا نہ دو۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ نے منع تو فرمایا تھا مگر ہم نے سمجھا کہ یہ منع ویسا ہی ہے جیسا کہ مریض منع کیا کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کو اسی طرح دوا دی جائے سوائے حضرت عباسؓ کے وہ تمہارے ساتھ نہ تھے۔

ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ اس طرح دوا دینے کا مشورہ ام المومنین ام سلمہؓ اور اسماء بنت عمیس کا تھا طبرانی میں عباس ابن عبد المطلب سے مروی ہے کہ قسط البحری یعنی عود ہندی کو زیت میں حل کر کے لوگوں نے حضورؐ کے منہ میں ایک جانب سے ٹپکایا تھا۔ علامہ قسطلانی کہتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ حضورؐ کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ وہ دوا حضورؐ کے مناسب نہ تھی۔ لوگوں نے سمجھا کہ ذات الجنب ہے۔ اور دوا بھی ذات الجنب ہی کی تجویز

ہوئی۔ حالانکہ حضورؐ کو ذات الجنب نہ تھا۔ اور ابن سعد ہی حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کو غشی آئی تو ہم لوگوں نے لدود کیا۔ افاقہ ہوا تو فرمایا کہ تم لوگوں نے سمجھا کہ خدا نے ہم پر ذات الجنب مسلط کر دیا۔ حالانکہ ذات الجنب کا ہم پر اثر نہیں ہے گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کو اسی طرح دوا دی جائے۔ فرماتی ہیں کہ ہم نے اسی طرح ام المومنین حضرت میمونہؓ کو بھی دوا پلائی حالانکہ وہ روزہ سے تھیں چونکہ لدید میں حضرت اسامہؓ کے سر پر ہیں مذکور ہے کہ دوا پلانے کا یہ واقعہ اتوار کے دن کا ہے یعنی وفات سے ایک دن پہلے کا۔ واللہ اعلم

واقعۂ قرطاس اور آخری وصیت صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضورؐ کے وفات کا وقت قریب ہوا۔ اور گھر میں بہت سے آدمی موجود تھے۔ جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آؤ ہم تمہارے لیئے ایک تحریر لکھدیں تو اس کے بعد گمراہ

لہ اس پر خوب خوب علماء نے بحثیں کی ہیں کہ حضورؐ نے ناراض ہو کر حکم دیا کہ گھر کے سب حاضرین کو دوا دی جائے۔ اس حکم کی علت کیا تھی۔ مگر بات صاف ہے۔ حضرت ام سلمہؓ اور اسماء بنت عمیس نے حبشہ میں دیکھا تھا کہ وہ لوگ ذات الجنب میں غلط اور زیت سے لدود کرتے ہیں۔ اُن کو اس کی پہچان نہ تھی کہ ذات الجنب ہے یا نہیں طب سے اُن کو واقفیت نہ تھی حالات کی مشابہت کی وجہ سے اُنہوں نے لدود کرنا چاہا حضورؐ نے منع کیا مگر اس پر بھی اُنہوں نے لدود کر دیا۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص بغیر طب جانے علاج کرے وہ ضامن ہے۔ اس حکم کے ذریعہ آپ نے بتا دیا کہ بغیر طب جانے جو شخص علاج کرے اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جائے اور گھر کے جتنے حاضرین کو بھی لدود کا آپ نے حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ امناء کے بعد اُن کو بھی لدود کرنے کا حکم دیا جائے۔ اور یہ عقوبت ہے مدد کرنے والے سب ضامن ہوتے ہیں حضرت ابن عباسؓ جو اس سے مستثنیٰ ہوئے اس لیئے کہ انہوں نے منع کیا تھا حضورؐ نے فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ سمجھدار تھے۔ ذات الجنب کا علاج زیت سے کرنا یہ طریقہ طبی ہے۔ اور یہ طریقہ طبی ہمیشہ سے چلا آرہا ہے اور یہ طبی تجربہ حادثے ہوا ہے اور یہ قانون حاضر و قیاس حاضر تجربات میں پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ طبی تجربہ ہمیشہ سے ہوا ہے اور زمانہ قدیم کے خلیط کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے۔ قسط اور زیت طریقہ علاج طبی پر مشتمل ہے۔ واللہ اعلم

Scanned by CamScanner

نہ ہو سکو گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ کو تکلیف زیادہ ہے اور تمہارے پاس (گمراہی سے بچنے کے لیے) خدا کی کتاب موجود ہے جو تمہارے لیے کافی ہے۔ (حضورؐ کو ایسی حالت میں تکلیف نہ دو) اصحاب جو موجود تھے اُن میں اس کے متعلق اختلاف ہوا اور آپس میں لڑنے لگے۔ بعض کہتے تھے کہ حضورؐ جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں لکھوا دو۔ اور کچھ وہ کہتے تھے جو حضرت عمرؓ نے کہا تھا۔ جب لوگوں میں اختلاف اور شور زیادہ ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ عبید اللہ بن عبد اللہ جنہوں نے اس حدیث کو حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ساری مصیبت یہ ہوئی کہ رسول اللہ اور اس تحریر کے درمیان لوگوں کا اختلاف اور شور حائل ہو گیا۔ اور سلیمان ابن ابی مسلم الاحول۔ جو سفیان ابن عیینہ کے استاد ہیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پنجشنبہ اور پنجشنبہ کا کیا پوچھنا ہے۔ یہ کہکر رونے لگے اور اتنا روئے کہ اُن کے رونے سے کنکریاں تر ہو گئیں۔ اُن کے رونے پر سعید بن جبیر نے کہا کہ اے ابن عباسؓ پنجشنبہ میں کیا ہوا۔ فرمایا کہ جب رسول اللہ کا مرض بہت زیادہ ہو گیا تو فرمایا کہ ایک کتف (یعنی اونٹ یا بکرے کے مونڈھے کی ہڈی) لاؤ ہم تمہارے لیے ایک تحریر لکھدیں کہ اس کے بعد پھر کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ لوگوں نے اس میں نزاع شروع کر دی۔ حالانکہ نبی کے سامنے نزاع مناسب نہ تھی کسی نے کہا کہ کیا رسول اللہ یہ غفلت اور بیہوشی میں کہہ رہے ہیں۔ پوچھکر تحقیق کر لو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو۔ ہم جس حال میں ہیں وہ اس سے بہتر ہے جو تم لوگ کہتے ہو۔ اس کے بعد حضورؐ نے تین باتوں[1] کا حکم دیا۔ ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔ دوئم یہ کہ وفود کو اسی طرح ہدیہ دیا کرو جس طرح ہم دیا کرتے تھے۔ سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں کہ سلیمان نے کہا کہ تیسری بات حضرت ابن عباسؓ[2]

[1] سفیان ابن عیینہ، اس حدیث کو سلیمان ابن ابی مسلم سے روایت کرتے ہیں وہ سعید ابن جبیر سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے۔ واللہ اعلم [2] یہ احکام رسول اللہ کی آخری وصیتیں ہیں واللہ

بیان نہیں کی۔ یا بیان کی ہو مجھے یاد نہیں رہی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیسری بات حضرت اسامہؓ کے لشکر کے متعلق کوئی حکم تھا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسرا حکم حضورؐ نے یہ دیا کہ میری قبر کو پرستش گاہ نہ بناؤ واللہ اعلم

قطعی طور پر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ حضورؐ کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ اگر اُس کا بیان کرنا ضرور ہوتا تو حضرت عمرؓ یا اور کسی کے اختلاف کی وجہ سے آپ سکوت اختیار موقوف نہ کرتے۔ ممکن ہے کہ وہی باتیں ہوں جن کو آپ نے پیچھے بیان کر دی کیونکہ اگر وہ اُن کے سوا کوئی اور اہم حکم ہوتا۔ اور اختلاف کی وجہ سے لکھا نہ جا سکتا تو اہم احکام کے ساقط اُس کو آپ بیان کر دیتے۔ اصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جب مشاجرات صحابہ کو خود ملاحظہ فرمایا تو اُس کا اُن پر بہت اثر ہوا۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ شاید رسول اللہ اس وقت کوئی ایسی بات لکھوانے جس سے صحابہ میں یہ اختلافات نہ ہوتے اور اسی لیے حضورؐ نے

روافض نے اس قصہ میں دو فرضی باتیں پیدا کر کے اس قصہ کو مایۃ النزاع بنا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضورؐ حضرت علیؓ کے لیے خلافت نامہ لکھوانا چاہتے تھے۔ دوئم حضرت عمرؓ کا تحریر سے روکنا۔ اسی کو روکنے کی غرض سے تھا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں بالکل غلط ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق جتنی روایتیں ہیں اُن میں حضرت علیؓ کے بارہ میں کوئی اشارہ بھی موجود نہیں ہے۔ اگر یہ صحیح ہو کہ حضورؐ کسی کیلئے خلافت نامہ لکھنا چاہتے تھے تو صحیح روایات میں یہ موجود ہے کہ اسی مرض میں حضورؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کو بلاؤ ہم اُن کے لیے لکھدیں تاکہ کوئی شخص اس بارہ میں نزاع نہ کرنے لگے۔ مگر پھر آپ نے لکھوانے کے خیال کو ترک کر دیا اور فرمایا کہ ابوبکرؓ کے رہتے ہوئے کوئی اس کی نزاع کر ہی نہیں سکتا۔

حضرت عمرؓ کا ایسی حالت میں جبکہ حضورؐ کو سخت تکلیف تھی۔ وہ بیماری شدید ہو چکی تھی تحریر لانے کی زحمت نہ دینا اور لوگوں کو اس سے روکنا نہ تو اصول اور نہ فروع کی دلیل ہے اس واقعہ کو طعن کا ذریعہ بنانا بڑی سخت بددیانتی ہے۔ ناں جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہجر استفہموا یعنی

کیا حضورؐ بیہوشی کی حالت میں کہہ رہے ہیں پوچھکر تحقیق کرو) ان کا یہ کہنا غلط اور دروغ بے جا ہے طریقہ استدلال تھا مگر یہ جملہ حضرت عمرؓ کا نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کا ہے جو حضرت عمرؓ کی رائے کا خلاف کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جب فرمایا کہ حضورؐ کو تکلیف کا غلبہ ہے اس وقت اس تحریر کے لکھوانے کی ضرورت نہیں ہے تو لوگوں نے کہا کہ کیوں جب حضورؐ نے خود حکم دیا تو کیوں نہ لکھوایا جائے کیا حضورؐ کی بات نعوذ باللہ ہذیان ہے۔ کہنے والے نے بھی استفہام انکاری کے صیغہ میں کہا تھا اس کا قائل نہ تھا۔ اور حضرت عمرؓ سے تو محض الزاماً یہ جملہ کہا گیا حضرت عمرؓ کی غرض تو یہ تھی کہ گو حضورؐ کا یہ حکم ہمارے لیئے کتنا ہی ضروری ہو مگر حضورؐ کو ایسی سخت تکلیف کی حالت میں اس کی زحمت دینا مناسب نہیں ہے۔ یہ جملہ بہترین روایات میں استفہام انکاری کے صیغہ میں مروی ہے بعض روایتوں میں بلا استفہام بھی آیا ہے مگر وہ بھی اسی پر محمول ہے واللہ اعلم

حضرت ابن عباسؓ ہی کی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ یہ پنجشنبہ کا واقعہ ہے جس روز حضورؐ نے خطبہ بھی ارشاد فرمایا تھا۔ اس کے پانچویں دن حضورؐ کا انتقال ہوا۔

انصار کا اضطراب اور حضورؐ کا آخر خطبہ

علامہ زرقانی نے فاکہانی سے نقل کیا ہے کہ جب انصار نے دیکھا کہ رسول اللہ کی بیماری برابر بڑھتی جا رہی ہے۔ تو وہ اضطراب اور شتیاق کی وجہ سے بہت کے اطراف میں فکر لگائے تھے حضرت عباسؓ نے انصار کے اشتیاق کا حال رسول اللہ سے بیان کیا پھر فضل ابن عباسؓ گئے تو انہوں نے بھی تذکرہ کیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کہہ گئے تو انہوں نے بھی اسطرح بیان کیا جب اس طرح متواتر خبر آپ کو ملی تو آپ باہر تشریف لائے۔ مگر اسطرح کہ حضرت علیؓ اور فضل ابن عباسؓ پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ دونوں پیر آپ کے زمین پر گھسٹتے جاتے تھے حضرت عباسؓ آگے آگے تھے۔ سر میں آپ کے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ منبر کے نچلی سیڑھی پر بیٹھے اور فرمایا۔ کہ اے لوگو مجھے خبر ملی ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو کیا جتنے

انبیاء مبعوث ہوئے اُن میں سے کوئی ہمیشہ رہا میں خدا سے ملنے والا ہوں اور تم بھی ملنے والے ہو میں وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کیساتھ بھلائی کرو اور میں وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین آپس میں اچھا برتاؤ رکھیں۔ اسکے بعد آپنے والعصر کی پوری سورۃ تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ ساری امت کا حکم اللہ کا حکم پر چلنا ہے جس کام میں تاخیر ہو اس کے لیئے جلدی نہ کرو کسی کی جلدی سے خدا جلدی نہیں کرتا۔ اور وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ بھلائی کرو۔ انہوں نے تم سے پہلے مدینہ کو اپنا وطن بنایا۔ اور ایمان کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ کیا انہوں نے اپنے پھلوں میں تم کو اپنا شریک نہ بنایا۔ کیا انہوں نے تمہارے لیئے مکانوں میں وسعت نہ دی۔ کیا انہوں نے باوجود احتیاج کے تم کو اپنے نفسوں پر ترجیح نہ دی۔ دیکھو اپنے نفسوں کو اُن پر ترجیح نہ دو اور فرمایا کہ دیکھو میں پہلے جاتا ہوں۔ اور تم بھی آکر مجھ سے ملو گے حوض پر ملنے کا وعدہ ہے۔

اور بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ بنی سلمہ انصار کی ایک مجلس میں گئے تو وہ رو رہے تھے۔ رونے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ رسول اللہ کی مجلسیں یاد کر کے ہم سب رو رہے ہیں۔ یہ سنکر اُن میں سے ایک (غالباً حضرت عباسؓ) رسول اللہ کی خدمت میں گئے۔ اور حضورؐ کو اس کی خبر دی۔ تو حضورؐ باہر نکلے اور ایک چادر کنارہ آپ سر میں باندھے ہوئے تھے۔ پھر آپ منبر پر گئے۔ اور یہ منبر پر آپ کا آخری خطبہ تھا۔

ف صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابی سعید خدری وغیرہ جس خطبہ کا ذکر کرتے ہیں جس میں حضورؐ نے حکم دیا کہ سب کے سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں سوائے ابوبکرؓ کے گھر کے وہ آخر خطبہ تھا۔ یہ بھی معجزہ ظاہرہ ہے کہ حضرت سے کرشمۂ امامت پر لوگوں نے اعتراض کیا اس کا حضورؐ نے خطبہ میں جواب دیدیا وہ آپ کا آخر خطبہ تھا۔ یہ بھی بطریق صحیح ثابت ہے کہ انصار جب حضورؐ کی بیماری کی وجہ سے مضطرب ہوئے تو حضورؐ نے مسجد میں آکر منبر پر بیٹھ کر انصار کو تسلی دی اور انصار کی فضیلت بیان کی وہ آپ کا آخر خطبہ تھا معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ سب ایک ہی خطبہ کا ذکر ہے ایک ہی خطبہ میں یہ سب مضامین تھے کسی نے اس خطبہ کے ایک مضمون کا ذکر کیا ہے کسی نے دوسرے مضمون کا اور یہ آخر خطبہ آپ کا وفات سے پانچ روز قبل جمعرات کے روز تھا حضرت اسامہؓ کی امارت والے خطبہ کے نسبت بعض روایت میں آیا ہے وہ وفات سے ایک روز پہلے تھا فافہم وہ اسی طرح ہے واللہ اعلم

اور پھر روایت میں خطبہ کا مضمون ہے جس میں آپ نے انصار کی فضیلت بیان کی۔

حضورؐ کے آخری خطبہ کے متعلق تین قسم کی معتبر روایتیں آئی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کا آخری خطبہ وہ تھا جس میں آپ نے مسجد کی سب کھڑکیوں کو بند کرنے کا حکم دیا حضرت ابوبکرؓ کی کھڑکی کے سوا۔ دوسری قسم کی روایتیں وہ ہیں جس میں مذکور ہے کہ انصار کی بیتابی کی خبر سنکر آپ باہر آئے۔ انصار کو تسلی دی۔ اور مہاجرین و انصار کو وصیت کی وہ آپ کا آخری خطبہ تھا۔ تیسری قسم کی روایتیں وہ ہیں جن میں مذکور ہے کہ حضرت اسامہؓ کی امارت پر جن لوگوں نے اعتراض کیا تھا اُن کا حضورؐ نے منبر پر جواب دیا وہ آپ کا آخری خطبہ تھا مگر صحیح یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی خطبہ کا حال ہے۔ یہ سب مضمون ایک ہی خطبہ کا ہے اسکے مختلف حصہ کو صحابہ علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ یہ خطبہ آپ کا جمعرات کے روز ظہر کی نماز کے بعد ہوا تھا۔ اس کے بعد حضورؐ مسجد تشریف نہ لے گئے۔ البتہ پیر کے روز صبح کے وقت پردہ اُٹھا کر آپ نے صحابہ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ اور اس روز تین دن کے بعد آپ کے جمال مبارک پر صحابہ کرام کی نظر پڑی تھی۔ یہ صحاح کی روایت ہے اس لیے سیر کی اُن روایتوں کا جیسیں دوسرے خطبوں کا وقت اسکے بعد بتایا گیا ہے اعتبار نہ ہوگا۔

حضورؐ کی آخری نماز باجماعت اور حضرت صدیقؓ کی امامت

حضورؐ جسنگ مسجد جانے کے برابر تشریف نہ لے گئے

اور خود امامت کی جب جانا ناممکن ہوگیا تو آپ نے حضرت صدیقؓ کو امام مقرر کیا صحیحین میں عبیداللہ ابن عبداللہ کی روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے حضورؐ کے مرض کا حال دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضورؐ کا مرض بہت شدید ہوگیا تو عشا کے وقت آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ہم نے کہا کہ نہیں یارسول اللہ سب آپکا انتظار کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے مخضب میں پانی طلب کیا۔ اور غسل کیا لیکن اٹھنے کا ارادہ کیا تو آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ افاقہ ہوا تو پھر دریافت فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ چکے

ہم نے پھر یہی کہا کہ سب لوگ آپ کے انتظار میں ہیں یارسول اللہ آپ نے پھر پانی مانگا اور غسل کیا لیکن جب اٹھنا چاہا تو پھر غشی ہوگئی۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت فرمایا اور پھر وہی حال ہوا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کا یہ حال تھا۔ اور مجھ کو مسجد میں حضورؐ کا انتظار کر رہے تھے۔ اور فرماتی ہیں کہ یہ عشا کی نماز کا وقت تھا۔ آخر حضورؐ نے کہلا بھیجا کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیقؓ بہت ہی رقیق القلب تھے اُن کو جب حضورؐ کے آدمی نے خبر دی۔ اُنہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم پڑھاؤ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ اس کے زیادہ حق ہیں۔ الغرض اسکے بعد حضرت صدیقؓ نماز پڑھاتے رہے۔ پھر ظہر کے وقت حضورؐ کی حالت کچھ سنبھلی۔ تو آپ دو شخصوں کے سہارے جس میں ایک حضرت عباسؓ تھے آپ مسجد تشریف لے گئے۔ مگر اس طرح کہ آپ کا پیر زمین میں گھسٹتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھ رہے تھے اُنہوں نے حضورؐ کو دیکھ تو پیچھے آنا چاہا۔ مگر حضورؐ نے اشارہ سے منع کیا۔ اور حضورؐ کو اُن لوگوں نے حضرت صدیقؓ کے بائیں جانب بٹھا دیا۔ آپ نے بیٹھکر نماز پڑھی عبیداللہ کہتے ہیں کہ مجھ کو عبداللہ بن عباسؓ نے بتایا کہ حضرت عباسؓ کے ساتھ دوسرے شخص حضرت علیؓ تھے۔ ایک دوسری روایت میں تصریح ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے اور حضورؐ بیٹھکر۔ اور ابوبکرؓ حضورؐ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور صحابہ حضرت صدیقؓ کے نماز کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیقؓ آپکے تکبیر کی آواز لوگوں تک پہنچا دیتے تھے۔

یہ حال جمعرات کے روز ظہر کی نماز کے وقت کا ہے۔ اسی نماز کے بعد آپ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جو آپ کا آخری خطبہ تھا۔ اور یہ نماز آپ کی مسجد میں آخری نماز تھی۔ اسی روز اس سے پہلے قرطاس کا واقعہ ہوا جس کو پہلے لکھ چکا ہوں۔

صحیحین میں اور سنن کی اکثر کتابوں میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے مغرب میں والمرسلات عرفا پڑھی تو میری ماں ام الفضلؓ نے کہا کہ بیٹا

* حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، حضورؐ کے زمانہ میں ابوبکرؓ کے برابر کوئی نہیں گنے جاتے تھے۔ ان کے بعد عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ

تونے اس سورہ کو پڑھکر یاد دلا دیا کہ میں وہ سورہ ہے جس کو میں نے مغرب کی نماز میں
رسول اللہ سے سب سے آخر سنا ہے صحیح مسلم میں صالح کے طریقہ سے اور ترمذی میں محمد
بن اسحاق کے واسطہ سے اس پر یہ زیادتی ہے کہ ام الفضل نے کہا کہ اسکے بعد رسول اللہ نے
پھر نماز نہ پڑھائی حتیٰ کہ آپ خدا سے مل گئے۔

حضرت ام الفضل اور حضرت عائشہ کے بیان میں بظاہر رسول اللہ کے آخری نماز کے
متعلق تعارض ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ بدھ کے روز مغرب کی نماز پڑھا کر حضور تشریف لے گئے
وہ آپ کی آخری مستقل امامت تھی۔ اور صحابہ نے وہی آخری قرأت آپ کی نماز میں
سنی۔ پھر عشا کے وقت مسجد جانے کی آپ نے بہت کوشش کی بیٹھ دفعہ غسل کیا اور
مسجد جانا چاہا مگر ہر دفعہ آپ پر غشی طاری ہو گئی اور کسی طرح مسجد نہ جا سکے تب آپ نے
حضرت صدیق کو امامت کا حکم دیا۔ اور اس کے بعد برابر حضرت صدیق نے نماز پڑھائی
جمعرات کے روز حضور کی حالت کچھ سنبھل گئی تھی حضرت صدیق نے عشا اور فجر کی نماز
پڑھائی تھی اور ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضور تشریف لے گئے اور حضرت صدیق کے
بغل میں بیٹھکر نماز ادا کی صحیح مسلم میں یہ تصریح ہے کہ حضور کے تشریف لانے کے بعد امام
حضور ہی تھے۔ اور حضرت ابو بکر آپ کے تکبیرات کی اقتدا کرتے تھے۔ اور صحابہ حضرت
صدیق کے نماز کی اقتدا کرتے تھے۔ اسی لیئے حضرت ام الفضل آپ کے مستقل امامت
اور نماز میں قرأت کی انتہا مغرب کی نماز کو بتاتی ہیں۔ اور حضرت عائشہ حضور کے حاضری
مسجد سے قطعی انقطاع کا وقت ظہر کی نماز بتاتی ہیں واللہ اعلم

حضرت صدیق کی امامت اور رسول اللہ کی تاکید صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے
مروی ہے کہ جب رسول اللہ کا مرض
شدید ہو گیا تو فرمایا کہ ابو بکر کو کہو کہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے کہا کہ یا رسول اللہ
وہ بہت رقیق القلب ہیں۔ آپ کی جگہ امامت کرنے کھڑے ہوں گے تو نماز پڑھا نہ سکیں گے

طاقت سے باہر ہو گا۔ حضور نے فرمایا کہ ابو بکر کو کہو کہ امامت کریں۔ حضرت عائشہ نے
پھر اسی طرح کہا۔ حضور نے فرمایا کہ ابو بکر کو کہو کہ امامت کریں تم حضرت یوسف کے
ساتھیوں کی سی ہو۔ اسکے بعد حضور کے آدمی نے حضرت صدیق کو خبر دی۔ اور انہوں نے
نماز پڑھائی۔ اور تا حیات رسول اللہ وہی پڑھاتے رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عائشہ کے بار بار اصرار کرنے پر بھی حضور نے نماز کو
حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ سے کہو کہ حضرت عمر کو نماز پڑھانے کا
حکم دیں۔ حضرت حفصہ نے کہا تو حضور نے انکار کیا غصہ ہوئے اور کہا کہ تم سب حضرت یوسف کے
ساتھیوں کی سی ہو۔ یہ امر بطریق تواتر ثابت ہے کہ رسول اللہ نے حضرت صدیق کو نماز کی
امامت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر،
حضرت عبداللہ بن زمعہ، حضرت ابی سعید، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت حفصہ سبھوں نے
یہ بیان کیا ہے۔ بعض طریقوں میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ہم بار بار رسول اللہ سے
کہہ رہے تھے کہ حضرت ابو بکر کو امامت کے لیئے نہ کہیئے اس کی وجہ یہ تھی کہ میرا خیال تھا کہ
جو شخص رسول اللہ کی جگہ کھڑا ہو گا اس کو صحابہ کبھی پسند نہ کریں گے اور اس کو منحوس سمجھیں گے
اس لیئے میں یہ چاہتی تھی کہ رسول اللہ یہ حکم حضرت ابو بکر کو نہ دیں۔ اور ابن زمعہ کی
روایت میں ہے کہ اُن سے رسول اللہ نے کہا کہ جاؤ ابو بکر کو نماز پڑھانے کے لیئے کہو یہ سنکر تو
دروازہ پر حضرت عمر ایک جماعت کے ساتھ تھے۔ حضرت ابو بکر موجود نہ تھے۔ عبداللہ بن زمعہ نے
کہا کہ اے عمر نماز پڑھا دیجئے حضرت عمر نے تکبیر کہی تو اُن کی آواز بلند تھی رسول اللہ نے
سن لی۔ فرمایا کہ نہیں نہیں نہیں۔ خدا اور مسلمان ابو بکر کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔ خدا
اور مسلمان ابو بکر کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔ خدا اور مسلمان ابو بکر کے سوا اور کسی کو نہیں
چاہتے۔ ابو بکر ہی نماز پڑھائیں اور ابن عمر کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر کے تکبیر کی
آواز رسول اللہ نے سنی تو غصہ سے سر اٹھایا اور کہا کہ ابن ابی قحافہ کہاں ہیں۔

حضورؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نماز کی امامت کے لیے اپنا قائم مقام بنایا۔ اور اس پر تاکید اور اصرار کیا۔ اس سے صحابہ نے استدلال کیا ہے کہ وہی خلافت کے بھی زیادہ اہل تھے حضرت عمرؓ سے بھی یہ مروی ہے اور خود حضرت علیؓ کا قول ابن عساکر نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی امامت کا حکم دیا، وہم موجود تھے غائب نہ تھے۔ اور تندرست تھے بیمار نہ تھے۔ لہٰذا چونکہ رسول اللہ نے دین کے معاملہ میں اُن کو ہم سب کا امام بنانا پسند کیا۔ اس لیے ہم سب نے دنیا کے معاملہ میں بھی انہیں کا امام ہونا پسند کیا۔

ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن عدی نے حضرت ابوبکر ابن عیاشؒ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے امیر المومنین رشید نے سوال کیا کہ ابوبکر صدیقؓ کیونکر خلیفہ ہوگئے۔ میں نے کہا کہ اے امیر المومنین خدا نے سکوت کیا۔ خدا کے رسول نے سکوت کیا۔ اور مومنین ساکت رہے۔ رشید نے کہا کہ بخدا تم نے تو اس جواب سے ہم کو اور بھی تاریکی میں ڈال دیا۔ میں نے کہا کہ امیر المومنین رسول اللہؐ آٹھ روز بیمار رہے حضرت بلالؓ نے آکر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ نماز کون پڑھائے فرمایا ابوبکرؓ کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔ ابوبکرؓ نے آٹھ روز نماز پڑھائی۔ اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی۔ مگر خدا نے اس کے متعلق کچھ نہ کہا۔ اور اسی وجہ سے رسول اللہ ساکت رہے۔ اور رسول اللہ کے سکوت کی وجہ سے مسلمان ساکت رہے۔ رشید نے کہا کہ بارک اللہ۔

روافض کا عجیب شبہ روافض اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ایام مرض میں ابوبکر صدیقؓ کو نماز کے لیے امام مقرر کیا۔ مگر کہتے ہیں کہ پھر وہ معزول کر دیے گئے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے بعد ایک روز ظہر کے وقت حضورؐ خود مسجد تشریف لے گئے اور حضورؐ ہی نے امامت کرائی۔ روایات مذکورہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ اس ظہر کے بعد بھی ابوبکر صدیقؓ ہی نماز پڑھاتے رہے۔ اور خود اُس ظہر کی نماز بھی ابوبکر صدیقؓ ہی نے شروع کی تھی۔ درمیان میں حضورؐ آگئے۔ اور بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ سوموار کے روز یعنی جس روز حضورؐ کا انتقال ہوا۔ صحابہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اور حضرت صدیقؓ پڑھا رہے تھے

* محمد بن اسمٰعیل بن مخرم جعفی کی پیدائش ۱۹۴ھ کے دوسرے لونر یعنی ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں ہوئی ۶۲ برس کی عمر پا کر ۲۵۶ھ میں وفات پائی

(باقی ص ۵۳۳ پر)

کہ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ کے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کو نماز کی صف میں دیکھکر حضورؐ مسکرائے۔ ابوبکر صدیقؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ کر صف میں جا ملیں کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ رسول اللہ نماز میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ اور صحابہ کا تو یہ حال ہوا کہ قریب تھا کہ خوشی میں اُن کی نمازیں ٹوٹ جائیں۔ مگر حضورؐ نے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو اور پردہ گرا دیا اور فجر ہی چلے گئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اُسی روز ضحیٰ کے وقت حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔

حضورؐ نے سوموار کی فجر کی نماز کے وقت پردہ اٹھا کر دیکھا۔ حضرت انسؓ کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ اس روز تین دن کے بعد حضورؐ کے چہرۂ انور پر صحابہ کی نظر پڑی تھی کیونکہ جمعرات کی ظہر کی نماز میں حضورؐ شریک ہوئے تھے جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو حضورؐ باہر نہ آئے۔

علامہ زرقانی نے دمیاطی سے نقل کیا ہے کہ حضرت صدیقؓ نے سترہ وقت امامت کی مگر یہ صحیح نہیں ہے صحاح کی روایتوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ عشاء کے وقت حضورؐ نے حضرت صدیقؓ کو امام بنایا اس کے بعد ظہر کی نماز کے وقت مسجد تشریف لائے۔ اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ظہر کے وقت مسجد میں آپ جمعرات کے روز تشریف لائے۔ اس لیے یہ عشا لامحالہ اس سے پہلے یعنی بدھ کے دن گزرنے کے بعد والی عشا ہے۔ اُس وقت سے سوموار کی صبح تک جمعرات کے ظہر کو چھوڑ کر اکیس وقت کی نمازیں ہوتی ہیں جس کی حضورؐ کے حیات میں حضرت صدیقؓ نے امامت کی اور سوموار کی صبح کو حضورؐ کی رحلت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ حالت بھول گئی تھی صبح کی نماز کے وقت آپ نے پردہ اٹھا کر دیکھا یہ جماعت سے نماز پڑھتے دیکھا۔ اور اس پر حضورؐ نے تبسم بھی فرمایا۔ اور بخاری میں متعدد روایتیں ہیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیقؓ تشریف لائے اُن کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تر لکڑی کی مسواک تھی۔ اور فرماتی ہیں کہ رسول اللہ مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں میں سمجھی کہ حضورؐ کو اس کی حاجت ہے اسلیے

بعد صحیح گزشتہ: ۱۳ھ میں وفات پائی ان کی حدیث کے بارے میں بہت ہی اونچا مقام ہے اصل مقصد ان کی صحیح بخاری شریف

(باقی ص ۵۳۴ پر)

Scanned by CamScanner

دریافت کیا کہ کیا آپ کے لیے مسواک مانگوں۔ آپ نے سر سے اشارہ کیا کہ "ہاں"۔ میں نے مسواک لیکر اس کے سرے کو توڑ دیا۔ اور پھر سرے کو نرم بنا کر حضورؐ کو دیا۔ آپ نے نہایت اچھی طرح مسواک کیا۔ لیکن جیسے ہی مسواک سے فارغ ہوئے آپ کا ہاتھ گر گیا۔ اور میں نے فرمایا فی الرفیق الاعلیٰ۔ بس اس کے بعد حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ اس روایت میں راوی کو شک ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یہ فرمایا کہ ہاتھ گر گیا۔ یا یہ فرمایا کہ ہاتھ سے مسواک گر گئی۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مجھ پر خدا کے انعامات میں سے ایک انعام یہ تھا کہ حضورؐ کے انتقال کے وقت میرا لعاب دہن آپکے لعاب دہن سے مل گیا۔ وہ آپ کے دنیا کا آخری دن تھا اور آخرت کا پہلا دن تھا۔

بخاری میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضورؐ حالتِ صحت میں فرمایا کرتے تھے کہ نبی نہیں مرتا حتیٰ کہ اس کو اختیار دیا جائے کہ وہ دنیا کو قبول کرے یا آخرت کو حضورؐ کے وفات کا جب وقت آیا تو آپ کا سر میرے ران پر تھا اور آپ کو غشی تھی غشی ذرا افاقہ ہوا تو آپ کی آنکھیں چھت سے لگ گئیں۔ اور آپ نے فرمایا اللھم فی الرفیق الاعلیٰ میں سمجھ گئی کہ اب حضورؐ ہم لوگوں کو اختیار نہ کرینگے۔ یہ وہی اختیار رہے جس کو صحت کی حالت میں آپ ذکر کرتے تھے۔ اور بخاری کی ایک روایت ہے کہ آپ کے الفاظ یہ تھے اللھم اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ۔

امام احمدؒ اور ترمذی قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جس وقت حضورؐ کا انتقال ہوا تھا۔ آپ کے پاس پیالہ میں پانی تھا۔ اس میں ہاتھ دیتے تھے اور پھر پانی چہرہ پر ملتے تھے۔ اور کہتے تھے اللھم اعنی علی سکرات الموت۔ بخاری میں ہے کہ شدت تکلیف سے آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ اس وقت حضرت فاطمہؓ نے بے تابی میں کہا واکرباہ اور نسائی کی روایت میں ہے واکرباہ۔ حضورؐ نے اس پر کہا کہ اب آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی کرب و تکلیف نہ ہوگی یعنی آج خاتمہ ہے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ۔ انہیں کی روایت ہے کہ آپ کے صحت میں بخاری ہی کا درجہ ہے۔

الغرض سرورِ کائنات اور فخرِ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم نے توحید کی بنیاد کو مستحکم کرنے تبلیغ اور رسالت کے ذمہ داریوں کو علی وجہ الکمال انجام دیکر ربیع الاوّل کے مہینہ میں سوموار کے روز انتقال فرمایا جیسا کہ صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے حضرت عائشہؓ کی اصح ترین روایت یہ ہے کہ سب سے آخر جملہ جو حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہی تھا فی الرفیق الاعلیٰ۔

بخاری کی روایت ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے میرے گھر میں میری باری کے دن میرے حلق اور سینہ کے درمیان انتقال کیا۔ موسیٰ بن عقبہ نے جزماً امام الیسر والحدیث ابن شہاب زہری سے روایت کیا ہے کہ آفتاب ڈھلتے ہی آپ کا انتقال ہوا ابو الاسود بھی عروہ بن الزبیر سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ اور ابن اسحٰق نے جزماً بیان کیا ہے کہ حضورؐ نے دھوپ کی تیزی کے وقت انتقال کیا۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضورؐ کا سوموار کے روز آخر وقت انتقال ہوا۔ اس کا بھی مطلب وہی ہے کہ دن کے نصف آخر میں یعنی زوال کے بعد آپکا انتقال ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ حضورؐ کا انتقال ربیع الاوّل کے مہینہ میں سوموار کے روز ہوا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اور بخاری نے حضرت انسؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے ابن سعد نے حضرت عائشہؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت سعدؓ۔ عروہ۔ ابن المسیب اور ابن شہاب کی بھی یہی روایت کیا ہے لیکن اختلاف اس میں ہے کہ اس روز تاریخ کیا تھی۔ امام الیسر ابن اسحاق اور جمہور کا قول یہ ہے کہ اس روز ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ تھی۔ اور ابن سعد نے عمر بن علی بن ابی طالب سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ چار شنبہ کے روز بیمار ہوئے جبکہ صفر کا ایک دن باقی تھا۔ تیرہ روز بیمار رہے اور بارہ ربیع الاوّل کو انتقال کیا۔

لیکن ابن عقبہ۔ لیث اور خوارزمی وغیرہ کہتے ہیں کہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی اور ابو مخنف اور کلبی وغیرہ کہتے ہیں کہ دوسری تاریخ تھی۔

Scanned by CamScanner

جمہور کے قول پر علامہ سہیلی اور ان کے متبعین نے ایک اعتراض کیا ہے جسکو اُن کے بعد کے سارے محققین اور ارباب سیر نقل کرتے ہیں۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ اس سال ذوالحجہ کی پہلی تاریخ جمعرات کا دن تھا۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ حجۃ الوداع میں وقوف عرفہ جمعہ کے دن ہوا۔ اور یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ جب ذوالحجہ کی پہلی تاریخ جمعہ ہو تو نویں ربیع الاول کی بارہ تاریخ سوموار ہو۔ چاہے ذوالحجہ۔ محرم۔ اور صفر سب تیس دن کا شمار کیا جائے۔ یا تینوں مہینہ انتیس دن کا شمار ہو۔ یا دو انتیس ایک تیس یا دو تیس ایک انتیس۔

حساب کے رو سے یہ اشکال بہت بڑی ہے۔ اور اس اعتراض پر علماء نے تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ مگر یہ اشکال اتنا اہم نہیں ہے جتنا خیال کیا جاتا ہے۔ رویت ہلال کے بارہ میں اختلافات کا پیدا ہوجانا مستبعد نہیں ہے۔ ابن کثیر وغیرہ کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ مکہ میں پہلی ذوالحجہ جمعرات ہوا اور مدینہ میں جمعہ۔ وقوف عرفہ کے حساب سے ہوا ہو اور وفات کی تاریخ اہل مدینہ نے اپنی رویت کے حساب سے بیان کی ہو واللہ اعلم لیکن اس پر بھی شبہ ہے۔ اگر ذوالحجہ کی پہلی تاریخ اہل مدینہ کی رویت سے جمعہ ہو تو ہم بارہ ربیع الاول سوموار کے روز ہونے کی صرف ایک صورت ہے کہ تینوں مہینہ یعنی ذوالحجہ۔ محرم۔ اور صفر مسلسل تیس دن کا ہو۔ اور ایسا نہیں ہوتا کہ تین مہینہ مسلسل تیس کا ہو۔ لیکن علماء نے تصریح کی ہے کہ گو ایسا ہونا نادر الوقوع ہے مگر ممکن ہے۔

سلیمان تیمی ثقات میں سے ہیں اور انہوں نے جزماً بیان کیا ہے کہ حضورؐ کے مرض کی ابتدا پیر کے روز بائیس صفر کو ہوئی۔ اور انتقال سوموار کے روز دوسری ربیع الاول کو ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفر کا مہینہ انتیس دن کا تھا۔ اور یہی صفر پیر کے روز بھی چونکہ ذوالحجہ کا جمعہ ہونا مسلم ہے اس لیے یہی صفر پیر کے روز نہیں ہوسکتی جب تک ذوالحجہ اور محرم کو بھی انتیس دن کا مہینہ نہ مان لیں۔ تو اس صورت میں بھی مسلسل تین مہینوں کو

ناقص یعنی انتیس دن کا تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ بھی ویسا ہی نادر الوقوع ہے جیسا تینوں کا مسلسل کامل ہونا واللہ اعلم

وفات کا اثر حضورؐ کے وفات کا اثر صحابہ پر کیسا پڑا۔ اور مدینہ کی حالت کیا ہوگئی۔ روایتوں کے الفاظ میں اس کی پوری تفصیل کا تلاش کرنا بے سود ہے۔

صحیح بخاری کی مستند روایت ہے کہ مسجد نبوی میں پہلے منبر نہ تھا حضورؐ ایک لکڑی پر کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر بنا اور آپ منبر پر تشریف لے گئے تو جب ان لکڑی اس فراق کو برداشت نہ کرسکی۔ روئی اور اتنے زور سے روئی کہ صحابہ نے اتنے رونے کی آواز سنی۔ جب اتنے سے فراق کا یہ حال لکڑی پر اثر ہوا۔ تو ظاہر ہے کہ صحابہ پر حضورؐ کے فراق کا کیا اثر ہوا ہوگا۔ کفار مکہ نے شہادت دی ہے کہ جو محبت صحابہ کو رسول اللہ سے تھی اُس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی۔ ماں۔ باپ۔ اولاد۔ عزیز۔ جان۔ مال سب سے زیادہ اُن کو رسول اللہ سے محبت تھی۔ اور یہ ایسا فراق حاصل ہوا کہ اس کے بعد چہرۂ انور پر نظر پڑنے سے اُن کو قطعی مایوسی ہوگئی۔ اس لیے جتنی بے تابی بھی اُن کو ہوئی ہو وہ معذوری ہے جیسں اللہ صحابہ کرام بلا مبالغہ حواس کھو بیٹھے عقلیں گم ہوگئیں۔ آوازیں بند ہوگئیں۔

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ پر سکتہ کی حالت ہوگئی۔ وہ آتے جاتے تھے مگر کوئی بات نہیں بول سکتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ گم بیٹھ گئے اُن میں حرکت کرنے کی سکت نہ رہی۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ کے قلب کو ایسا صدمہ ہوا کہ وہ برداشت نہ کرسکے اُن کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عمرؓ کی عقل غائب ہوگئی۔ انہوں نے تلوار کھینچ لی کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ کا انتقال ہوا ہے تو اُس کو قتل کردوں گا۔

امام احمد صاحب حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور مغیرہ ابن شعبہ آئے اور اجازت لیکر اندر داخل ہوئے۔ رسول اللہ کو دیکھا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضورؐ کو کیسی سخت غشی ہے۔ جب چلے تو مغیرہؓ نے کہا کہ اے عمرؓ حضورؐ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ

۵۸ حضرت عبداللہ بن عمرو نے روایت کی ہے حضورؐ نے فتنوں کا ذکر فرمایا اسی میں فرمایا کہ شخص فتنوں کی جانب میں اس قدر منہمک ہوجائیگا۔ (باقی صفحہ ۵۳۸ پر)

تم جھوٹے ہو۔ رسول اللہ اُس وقت تک نہ مریں گے جب تک خدا منافقین کو فنا نہ کر دے۔

ابو الحباب سعید ابن یسار ابو عبید الطائفی کی ایک روایت لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کو پریشان کر دیا۔ انہوں نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا تو ہم اُس کو تلوار سے قتل کر دیں گے۔ لوگوں نے کہا کہ اے سالم رسول اللہ کے صحابی (یعنی ابو بکرؓ) کو تلاش کرو۔ میں بھاگ کر گیا تو وہاں حضرت ابو بکرؓ نے اُن کو دیکھتے ہی بے تاب ہو کر رونے لگے۔ فرمایا کہ اے سالم کیا رسول اللہ کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا کہ عمرؓ نے تلوار کھینچ لی کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔

مواہب اللدنیہ میں طبری سے منقول ہے کہ حضورؐ کے وفات کے وقت حضرت صدیقؓ موجود نہ تھے وہ سُنح میں تھے جو عالیہ میں بھاگ نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے ان کی زوجہ حبیبہ بنت خارجہ بن زید الخزرجیہ وہیں رہتی تھیں۔ رسول اللہ نے خود اُن کو وہاں جانے کی اجازت دی تھی اس لیئے کہ تیمارداری میں کوئی مرض میں کمی نظر آئی۔ اور کچھ سکون معلوم ہوا۔ تو حضرت صدیقؓ نے وہاں کی اجازت چاہی۔ اور حضورؐ نے اجازت دی۔ اسلئے اُن کی عدم موجودگی میں حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی۔ اور دھمکی دی کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا تو اُس کو قتل کر دوں گا۔

اور بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے مسکن سے جو سُنح

لہ کثرت صحیح روایتیں شاہد ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو یقین تھا کہ رسول اللہ کا ابھی ہرگز انتقال نہ ہوگا وہ کہتے تھے کہ منافقین کے فنا کے بعد سب کے پیچھے رسول اللہ کا انتقال ہوگا۔ اور آیۃ شریفہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل (پڑھ کر اُن کے اس اعتماد کی بنا دلیل یہ انتقال کے بعد کی حیات ہے نہیں وہ اس کہتے ہیں کہ اُن سے رسول اللہ کو وفات کی خبر پہنچ اس لیئے روکا کہ حضورؐ کے بعد حضرت علیؓ کو خلیفہ بنا دیا جائے حالانکہ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ کے انتقال کا وہم بھی نہ تھا۔ مدارج۔

لہ بلفظہ۔ اور علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ یکون کان واسمہ ضمیر الشان بمعنے الحدیث بعدی۔ منہ

میں تھا گھوڑے پر آئے۔ اور اتر کر مسجد میں آئے۔ وہاں کسی سے کوئی بات نہ کی حضرت عائشہؓ کے حجرے میں داخل ہوئے اور رسول اللہ کو دیکھا حضورؐ حبرہ کی چادر میں لپیٹے ہوئے تھے حضرت صدیقؓ نے آپ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا۔ اور آپ پر جھکے۔ اور حضورؐ کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا۔ کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہرگز خدا آپ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا البتہ صرف ایک موت جو آپ کے لئے لکھی گئی ہے۔

امام بخاری لکھتے ہیں کہ زہری نے کہا کہ ابو سلمہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ کے پاس سے باہر آئے اس وقت حضرت عمرؓ لوگوں سے بول رہے تھے تو کہا کہ اے عمرؓ بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اُن کو چھوڑ دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا۔ امابعد جو شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ اور جو تم میں سے خدا کی پرستش کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اور ابو بکرؓ نے آیہ پڑھی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل شاکرین یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم صرف خدا کے رسول ہیں اور اُن کے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی تو معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اُس کو جانتا ہی نہ تھا۔ اُن سے سنکر ہر شخص اسی آیت کو

لہ جبرہ بکسر حا مہملہ وفتح باء موحدہ ایک یمنی کپڑا (راوی) اور سبز کپڑا ہوتا تھا۔ منہ

لہ یوسف بن ماجشون کی روایت بخاری میں حضرت ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے بعد کلام حضورؐ کی خدا مرکیا۔ ترمذی میں ہے کہ حضرت عثمان اپنی خلافت کا جب انتقال ہوا اور رسول اللہ اُن کو دیکھنے گئے تو اسی طرح چہرہ کھول کر بوسہ دیا تھا۔ منہ

لہ حضرت ابو بکرؓ کی دو موتوں سے کیا حاصل تھی اس میں علماء نے بڑی بحثیں کی ہیں مگر حضرت عمرؓ والی جوش میں کہہ رہے تھے اُس میں ایک بات بھی تھی کہ حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ کی چالیس روز کے لئے قوم سے جدا ہو کر طور پر گئے تھے اور چالیس روز کے بعد قوم میں واپس آئے اسی طرح رسول اللہ بھی اپنی چالیس روز کے بعد واپس آئیں گے اور منافقین کو سزا دیں گے۔ پھر اس صورت میں دو موتیں لازم آتی تھیں اسلئے حضرت ابو بکرؓ نے اس کی تردید کی واللہ اعلم۔ منہ ۱۲ منہ

پڑھنے لگا۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیتیں بھی پڑھیں انک میت وانھم میتون اور وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد۔

بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے حضرت ابی بکرؓ سے آل عمران کی آیت تو ہم خبط ہو گئے پیر بھاری ہو گئے۔ اور میں زمین کی طرف جھک گیا۔ اُن کے اس آیت کی تلاوت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

پھر حضرت عمرؓ نے اپنے ان کلمات سے رجوع کیا۔ جو اضطراب کی حالت میں وہ بول گئے تھے

ابن اسحاق نے سیرۃ میں زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بیعت کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اُن کے بعد حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں نے کچھ باتیں کہی تھیں وہ صحیح نہ تھیں۔ وہ باتیں نہ میں نے کتاب اللہ میں پائیں نہ میرے سامنے رسول اللہ کا ایسا کوئی عہد تھا۔ البتہ میں چاہتا تھا کہ رسول اللہ زندہ رہتے اور اُن کی موت ہم سب کے بعد ہوتی اور کہا قال

الغرض اس حادثہ عظیمہ کے بعد مدینہ صحابہ کی نظروں میں تاریک ہو گیا۔ روایت ہے کہ حضورؐ کے دفن سے پہلے حضرت بلالؓ جب اذان دیتے تھے اور اشہد ان محمدا رسول اللہ کہتے تھے تو گریہ و بکا سے عاجز ہو جاتی تھی۔ دفن کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان موقوف کر دی۔

غسل بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ کہ غسل کے وقت صحابہ کو تردد ہوا کہ کپڑا اتار کر غسل دیا جائے یا اسی کپڑا میں جو حضورؐ پہنے ہوئے ہیں۔ رائے مختلف ہوئیں کہ اتنے میں وہاں ہلکے لوگ تھے سب پر نیند کا غلبہ ہوا۔ اور سب کو اونگھ آگئی۔ اسی حالت میں سب نے ایک آواز سنی کہ حضورؐ کو کپڑے کے ساتھ غسل دو۔ اس لیے حضورؐ کو غسل دیا گیا تو آپ قمیص پہنے رہے۔ اس کی اصل ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ اور ابن ماجہ میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت علیؓ کی ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے وصیت کی تھی کہ مجھے میرے کپڑے سمیت غسل دیجیو۔ سر خوس نقیع میں بیر و سکون اور مظہر قبا میں ایک کوا ہے۔ حضورؐ کو تین غسل دیا گیا پہلے خالص پانی سے۔ دوسری مرتبہ بیری کی پتی دیکر۔ تیسری مرتبہ کافور ڈالکر۔

حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے غسل دیا۔ اور حضرت فضل ابن عباسؓ کروٹ بدلنے میں دیتے تھے قثم ابن عباسؓ۔ اسامہ ابن زید اور شقران مولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی دیتے تھے۔ اور یہ لوگ پردہ کے باہر تھے۔ اور حضرت علیؓ کے سوا سب نے آنکھوں پر پٹیاں باندھ لی تھیں تاکہ کھلے ہوئے جسد اطہر پر نظر نہ پڑ جائے جیسا کہ بزاز اور بیہقی سے علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں نقل کیا ہے۔

تکفین علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ تکفین کے بارہ میں متواتر خبریں وارد ہیں۔ حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عبداللہ بن مغفل سب کہتے ہیں کہ حضورؐ کے کفن میں تین کپڑے دیا گیا ایس قمیص اور عمامہ تھا۔ لیکن ان الفاظ کے مطلب میں اختلاف ہو گیا ہے یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کفن میں تین ہی کپڑے تھا قمیص و عمامہ نہ تھا۔ یا یہ مطلب ہے کہ قمیص و عمامہ کے علاوہ تین کپڑے تھا۔ امام شافعی اور جمہور یہی کہتے ہیں کہ کل تین کپڑے تھا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ الفاظ حدیث کے مناسب یہی مطلب ہے۔ اور یہ ثابت نہیں ہے کہ حضورؐ کے کفن میں قمیص و عمامہ دیا گیا۔

مسند امام احمد میں ایک روایت عبداللہ بن محمد بن عقیل کی ہے وہ محمد ابن حنفیہ سے اور وہ اپنے والد علی بن ابی طالبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ کے کفن میں سات کپڑے دیئے گئے ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ ابن عقیل کا وہم ہے۔ اور سنن ابی داؤد میں ایک روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے کہ حضورؐ کے کفن میں تین کپڑے تھا۔ ازار اور ایک قمیص جس میں حضورؐ کا

انتقال ہوا تھا۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کے ایک راوی یزید بن زیاد ہیں جن کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔

زہری عروہ سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ کو تین سوتی کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ اور ائمہ ہشام ابن عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عروہؓ سے۔ اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں اُس میں یہ زیادتی ہے کہ سوتی کرسف یعنی روئی کے کپڑے کا۔ اور صحیح مسلم میں یہ زیادتی ہے کہ عمامہ چھوڑ دیا گیا تو عبداللہ بن ابی بکرؓ نے اس کو اپنے کفن کے لیے رکھ لیا تھا۔ مگر پھر انہوں نے کہا کہ اس کپڑے کو خدا نے اپنے نبی کیلئے پسند نہ کیا۔ اس لیے انہوں نے اُس کو بیچکر صدقہ کر دیا۔ مسلم ہی کی ایک روایت ہے کہ وہ عمامہ عبداللہ بن ابی بکر ہی کا تھا جو حضورؐ کو پہلے کفن دیا گیا تھا پھر علیحدہ کر دیا گیا۔

سُحُول بعض ضم سین مہمل کہتے ہیں لیکن اصل اکثر فتح سین ہے۔ یا تو کپڑہ دھونے والے کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ کپڑہ دھلا ہوا سفید کپڑہ ہوتا تھا۔ یا یمن میں کوئی قریہ کا نام تھا اُس کی طرف منسوب تھا۔ اور سُحول بضم سین مہمل سحل کی جمع ہے۔ سحل سفید صاف کپڑہ کو کہتے ہیں جو صرف روئی کا ہوتا تھا۔ کذا قال الزرقانی فی شرح المواہب۔

صلوٰۃ جنازہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ابن ماجہ میں ہے کہ منگل کے روز جب تجہیز و تکفین سے لوگ فارغ ہوئے تو حضورؐ کو ایک تخت پر گھر ہی میں رکھا پھر جماعتیں یکے بعد دیگرے جاتی گئیں اور نماز پڑھتی گئیں۔ مرد فارغ ہو گئے تو عورتیں گئیں عورتوں کے بعد لڑکے گئے۔ لیکن آپ کے جنازہ میں کسی نے امامت نہ کی۔

ایک روایت میں ہے کہ پہلے اہل بیت نے نماز پڑھی لیکن اور لوگ سمجھ نہ سکے کہ کیا پڑھیں۔ حضرت ابن سعودؓ سے لوگوں نے پوچھا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت علیؓ سے دریافت کرو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الایۃ اور یہ کہا اللّٰھم ربنا وسعدیک الخ پڑھو۔

۱؎ حضرت ہشام بن عروہ قریشی کی کنیت ابو المنذر ہے اور چھ دو کے تابعی کبار سے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر کے سات کو دیں

(باقی صفحہ ۵۴۳ پر)

لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دیا فرمایا کہ رسول اللہ کے جنازہ کی نماز پڑھیں فرمایا کہ اس پڑھو۔ پوچھا کیا پڑھیں۔ تو فرمایا کہ ایک ایک جماعت جاؤ اور تکبیر کہو پھر درود پڑھو تو لوگ جاتے تھے اور الگ الگ تکبیر کہکر درود پڑھتے تھے۔ اس پر اتفاق ہے کہ حضورؐ کے نماز جنازہ میں کسی نے امامت نہ کی۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضورؐ تمہارے امام تھے اور اب بھی وہی امام ہیں۔

تدفین نماز کے بعد اس میں اختلاف ہوا کہ دفن کہاں کیا جائے۔ بعض نے کہا کہ مسجد کے پاس۔ اور بعض نے کہا کہ بقیع میں جیسا کہ موطا میں ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ نبی کا جہاں انتقال ہوتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ سے اسی طرح سنا ہے۔ ابن ماجہ۔ ترمذی اور موطا وغیرہ میں یہ روایت باختلاف الفاظ مروی ہے۔

قبر اس میں اختلاف ہوا کہ حضورؐ کی قبر شق بنائی جائے یا لحد مہاجرین کی رائے لحد کی شق کی۔ اور انصار لحد کی رائے دیتے تھے۔ مدینہ میں دو شخص تھے ابو عبیدہ لحد کہلواکر لاتے تھے اور ابو طلحہ شق رائے یہ قرار پائی کہ دونوں کو بلایا جائے۔ جو پہلے آجائے وہی اپنا کام کرے چنانچہ ابو طلحہ زید بن سہل الانصاریؓ پہلے آئے اور انہوں نے حضورؐ کیلئے لحد تیار کی۔

اس میں اختلاف ہوا کہ حضورؐ کو قبر میں کون داخل کرے۔ سچ یہ ہے کہ عباس ابن عبدالمطلب علی ابن ابی طالبؓ۔ قثم ابن عباسؓ قبر میں داخل ہوئے۔ اور سب کے بعد قبر سے قثم ابن عباس نکلے۔

آپ کے قبر میں نو اینٹیں بچھائی گئیں۔ اور آپ کے موئے شعر ان نے آپ کے نیچے قطیفہ بچھا دیا تھا۔ لیکن ابن عبدالبر کا قول ہے کہ اینٹیں بچھانے کے بعد وہ قطیفہ نکال لیا گیا جیسا کہ محمد ابن الحسن ابن زبالہ سے قسطلانی نے نقل کیا ہے۔ بخاری میں ہے کہ دفن کے بعد حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اے انس تم لوگوں کا دل کیسے اس کو قبول کر لیا کہ رسول اللہ پر مٹی ڈالو؟

نیز حضورؐ نے ان سے احادیث کی سماعت فرمائی۔ ۸۰ سال کی عمر پائی اور ۱۳۱ھ میں وفات پائی۔ انکا سوپہ ۱۰۰ھ میں بنایا جاتا ہے

اور بخاری کے علاوہ بعض روایتوں میں یہ زیادتی ہے کہ اس کے بعد حضرت فاطمہؓ نے حضورؐ کے قبر کی مٹی لیکر آنکھوں پر رکھی۔ اور ابن عساکر نے یہ روایت لکھی ہے کہ حضورؐ کے قبر حضرت بلالؓ نے مشک سے پانی چھڑکا۔ اور سر کے جانب سے پانی دینا شروع کیا واللہ اعلم

دفن کا دن

حضورؐ کے وفات کا دن سوموار ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ اور یہی بخاری میں حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ سے مروی ہے لیکن دفن کے متعلق ابن سعد نے کئی روایتیں لکھی ہیں۔ سعید بن المسیب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے روایت کیا ہے کہ تدفین منگل کے روز ہوئی۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ قول غریب ہے۔ اور ابن سعد عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ سوموار کے روز حضورؐ کا انتقال ہوا۔ اس روز اور اس کے بعد والی رات۔ اور منگل کا دن دفن نہ کیا گیا۔ اس کے بعد والی رات میں دفن کیا گیا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہی جمہور کا قول ہے۔ اور ابن سعد نے عثمان بن محمد ابن المغیرہ بن الاخنس سے روایت کیا ہے کہ سوموار کے روز حضورؐ کا انتقال ہوا۔ اور بدھ کے روز حضورؐ دفن کئے گئے اور اسی طرح ابی ابن عباسؓ بن سہل ابن سعد الساعدی سے بھی روایت کیا ہے۔

بدھ والی روایتیں سنداً ضعیف ہیں۔ تاہم علماء نے ان روایتوں میں تطبیق دی ہے کہ حضورؐ کو منگل اور بدھ کے درمیان والی رات میں دفن کیا گیا۔ اس لئے کوئی اسکو منگل کا دن کہتا ہے کوئی بدھ کا دن واللہ اعلم

متروکات

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مرض الموت میں وفات کے قریب حضورؐ کے پاس کل سات دینار تھے۔ اس کو حضورؐ نے خود اپنے ہاتھ سے صدقہ کر دیا۔ چند مکانات تھے وہ ازواج مطہرات پر بٹے ہوئے تھے اور انہیں کے قبضہ میں تھے۔ امام بخاری نے ایک باب اسی کے ثبوت میں باندھا ہے کہ وہ جو کچھ حضورؐ کے حیات ہی میں ازواج مطہرات کی طرف منسوب تھے۔

اچھی معلوم ہوگا کہ وفات کے بعد کس کے قبضہ میں رہے۔ کچھ زمینیں تھیں جن کا اصحاب میں سے کسی کی ملکیت سے متعلق اختلافات ہیں مگر صحیح یہی ہے کہ وہ فی یا صدقہ کی زمینیں تھیں۔ اور جن پر تصرف کا حضورؐ کو کامل اختیار تھا لیکن وہ ذاتی ملکیت نہ تھی جس میں وراثت جاری ہو سکے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں قالت ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینارا ولا درھما ولا شاۃ ولا بعیرا ولا اوصی بشیء رواہ مسلم۔ حضورؐ نے نہ درہم چھوڑا نہ دینار نہ بکری نہ اونٹ اور نہ کسی چیز کی وصیت کی۔ ام المومنین حضرت جویریہؓ کے بھائی عمرو بن الحارثؓ کی روایت بخاری میں ہے عن عمرو بن الحارث اخی جویریۃ قال ما ترک رسول اللہ عند موتہ دینارا ولا درھما ولا عبدا ولا امۃ ولا شیئا الا بغلتہ البیضاء وسلاحہ وارضا جعلھا صدقۃ رواہ البخاری۔ یہی حضرت جویریہؓ کے بھائی عمرو بن الحارثؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے موت کے وقت نہ دینار چھوڑا نہ غلام نہ لونڈی۔ نہ کوئی اور شے لیکن ایک سفید خچر اور سلاح جنگ۔ اور زمین جسکو حضورؐ صدقہ کر دیا تھا۔

زمینیں

حضورؐ کے زمینوں کا حال مکرر لکھ چکا ہوں۔ بنی النضیر میں سات مکانات تھے جو قریبی یہودی نے فروۃ اھ کے روز آپ کے نام ہبہ کیا تھا۔ دومۃ ابو طلحہ بن سہل انصاریؓ نے بیرحاء کی بلند زمین آپ کو دیدی تھی۔ لیکن یہ بہت پہلے۔ کیونکہ حضورؐ نے یہ زمین حضرت حسان بن ثابتؓ کو دیدی تھی اس وقت جبکہ صفوان بن معطلؓ نے ان کو افک کے قصہ کے بعد تلوار ماری تھی۔ شویحۃ بنی النضیر کی زمین حضورؐ کو فی میں ملی تھی جسکا ذکر قرآن پاک میں ہے اور یہ زمین برابر حضورؐ کے قبضہ میں رہی۔ خیبر کا وہ قطعہ الوطیح اور السلالم جو تقسیم نہیں ہوا تھا۔ اور الکتیبہ جس میں آپ کا سہم تھا اور ازواج مطہرات کے نفقات مقرر تھے۔ فدک کی نصف زمین وادی القریٰ کا ایک ثلث یہ سب زمینیں رسول اللہؐ کی بھی جاتی تھیں۔ اور رسول اللہؐ کے قبضہ میں تھیں۔

جویریہ ام المومنین کے حقیقی بھائی تھے۔ صفوان بن معطل سلمی کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو [illegible]

Scanned by CamScanner

ان اراضی پر رسول اللہ کا قبضہ تھا۔ اور بنو نضیر کی زمین کے سوا سب پر وفات کے وقت بھی حضورؐ کا کامل قبضہ تھا۔ اُس میں سے حضورؐ ازواج مطہرات کو نفقہ اہل بیت کو اور بعض بنی ہاشم کو نفقات دیتے تھے۔ باقی غزوات ہیں۔ خوفزدہ۔ اور مختلف قسم کے کاخیر میں خرچ کرتے تھے۔ اور حاجتمندوں کی امداد کرتے تھے۔

حضورؐ کے انتقال کے بعد جلیل القدر اصحاب اور خاص لوگوں میں انہیں اموال کے متعلق اختلاف پیدا ہوگیا۔ حضرت فاطمہؓ۔ حضرت علیؓ۔ اور حضرت عباسؓ فرماتے تھے کہ یہ سب رسول اللہ کی ملکیت خاص تھی۔ اور جس طرح ہر مسلمان کی ملک اس کے ورثاء پر تقسیم ہوتی ہے اسی طرح قرآن شریف کے مطابق اس کو بھی رسول اللہ صلعم کے ورثاء پر تقسیم ہونا چاہیئے۔ لیکن حضرت صدیقؓ۔ حضرت فاروقؓ۔ اور دوسرے صحابہ کہتے تھے کہ یہ رسول اللہ کی ملک خاص نہ تھی اور انبیاء کی ملکیت ہوتی ہی نہیں ہے جس میں وراثت جاری ہوسکے۔ اس کی سند میں حضرت صدیقؓ نے خود حضورؐ کا فرمان پیش کیا۔ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔ یعنی حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت (کے اموال) میں ورثہ نہیں دیا جاتا۔ انبیاء جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے (یعنی ملک خداوندی ہے) اسکے علاوہ بعض اراضی کے متعلق نص قرآنی موجود ہے کہ وہ فئی ہے مثلاً بنی النضیر کی زمین۔ اور بعض کے متعلق حضورؐ کا قول وعمل شاہد ہے کہ آپ نے اسکو فئی سمجھا۔ اور فئی کے اموال کا حکم خدا نے قرآن پاک میں بتادیا ہے کہ اُس میں تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ تو ایسے مال میں وراثت کیونکر جاری ہوسکتی ہے۔

حضرت عائشہؓ اور دوسری ازواج مطہرات نے بھی حصہ کا مطالبہ کیا تھا جیسا صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے مگر پیچھے جب اُن کو حضرت صدیقؓ وغیرہ نے مسئلہ کی حقیقت سمجھائی تو انہوں نے اقرار کیا کہ یہ رسول اللہ کا صدقہ ہے۔ اس میں ورثہ نہیں ہوسکتا۔ اس میں جمہور صحابہ حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کے موافق تھے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ بھی تمام غزوات میں حضورؐ کے ہمراہ شریک ہوئے بیت بھی بہادر دلیر اور خاص صحابہ میں سے ہیں کہ آپ کا تقرر بحرین کی جس فرمہ

حضرت فاروقؓ نے اپنے زمانہ میں مدینہ کی زمین حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سپرد کردی تھی۔ مگر اسی شرط پر کہ اس میں اُسی طرح تصرف کیا جائے جس طرح رسول اللہ کرتے تھے۔ مگر اس پر حضرت علیؓ کا قبضہ ہوگیا۔ حضرت عباسؓ اس سے بہت ناخوش ہوئے اور انہوں نے حضرت فاروقؓ کے سامنے اس قصہ کو پیش کیا۔ اور بڑے سخت الفاظ میں حضرت علیؓ پر اعتراض کیا۔ حضرت فاروقؓ نے وہی کہا کہ نہ اس میں ملکیت ہوسکتی ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے واللہ اعلم

مکانات ہجرت کے بعد حضورؐ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان میں قیام فرمایا۔ اور ابن سعد کی روایت ہے کہ وہاں سات مہینے رہے۔ ایک روایت ہے کہ دوسرے سال صفر تک آپ کا وہاں قیام رہا۔ مگر پہلا قول قوی ہے۔ اس وقت تک وہاں کوئی مسجد نہ تھی۔ بلاذری نے زید بن ثابتؓ کی ماں سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ہجرت کے پہلے اسعد بن زرارہ نے نسل دسہیل کے مرد میں ایک مسجد بنائی تھی۔ اور اُس میں مسلمان جمع ہوکر باجماعت وقت کی نماز پڑھتے تھے۔ اور رسول اللہؐ بھی ہجرت کے بعد اُس مسجد میں نماز پڑھی ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ نسل دسہیل کے مرد رسول اللہؐ ہجرت کے بعد خریدا اور اُس میں مسجد بنایا۔ ممکن ہے کہ پہلے وہیں جمع ہوکر مسلمان نماز پڑھتے ہوں۔ اور اسی وجہ سے اس کو مسجد بھی کہتے ہوں۔ ہجرت کے پہلے بنی زریق کی مسجد کا اور دوسری بعض مسجدوں کا ذکر بھی روایات میں آیا ہے۔ مگر وہ مسجدیں اُن کی اسلام کی پہلی تھیں۔ اس واسطے کہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد مسجد قبا ہے۔ اور دوسری مسجد مسجد نبوی ہے۔ بنی سالم میں بھی ایک مسجد تھی جہاں پہلا پہلا جمعہ ادا کیا گیا مگر وہ بھی اسلام سے پہلے کی مسجد تھی۔

صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جہاں نماز کا وقت ہوتا وہیں حضورؐ نماز پڑھ لیا کرتے تھے حتی کہ اگر مرابض غنم میں وقت ہوا تو وہیں ادا کرلیا جب مسجد بنانے کا ارادہ

ہوا تو آپ نے بنی نجار سے کہا کہ اپنا یہ باغ ہم قیمت لیکر ہمیں دیدو۔ انھوں نے کہا کہ ہم قیمت نہیں چاہتے۔ آپ نے بلا قیمت لینے سے انکار کیا۔ اور دس دینار اس کی قیمت آپ نے ادا کی اور بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ دو یتیم لڑکوں کو آپ نے بلوایا۔ اور بقیمت اُن سے اُن کا مربد خریدنا چاہا۔ ان دونوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم یہ مربد آپ کو ہبہ کرتے ہیں حضورؐ نے ہبہ قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور قیمت دیکر اس کو مسجد کے لیے خرید لیا اور بعض روایت میں ہے کہ اسعد ابن زرارہؓ نے اُن لڑکوں کو اس کے بدلہ بنی نجار میں کچھ درخت دیئے بعض روایت ہے کہ معاذ ابن عفراؓ نے ان کو راضی کیا۔ اور بلاذری میں ہے کہ دس دینار پر حضرت ابو بکرؓ کے مال سے حضورؐ نے اُن کو قیمت دلوائی تھی وہ اس زمین کی قیمت تھی جو مسجد کے محل میں سہل و سہیل کی زمین تھی بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ مسجد جہاں بنی وہاں کھجور کے درخت تھے۔ اور پرانی جگہ تھی۔ اور مشرکین کا وہاں مقبرہ تھا حضورؐ کے حکم سے قبریں کھود کر برابر کر دی گئیں۔ درخت کاٹ دیئے گئے۔ اور زمین سطح کر دی گئی۔

زہری عائشہؓ کی روایت ہے کہ مسجد کا طول ایک سو ذرع تھا۔ اور عرض بھی اسی کے قریب۔ اور دوسری روایت خارجہ ابن ثابتؓ سے مروی ہے کہ طول ستر ذرع تھا اور عرض ساٹھ ذرع۔ یا کچھ زیادہ۔ تین ذرع کے قریب اینٹ کی بنیاد تھی۔ اور کھجور کے درخت کا ستون تھا۔ سایہ کے لیے کھجور کا تنا۔ اُس کی شاخیں۔ اور پتے دیکر چھت بنائی گئی تھی مسجد کے محل میں پہلے دو گھر حضورؐ نے بنوائے۔ ایک حضرت عائشہ صدیقہؓ

ملہ کسی روایت میں عریش بھی پایا گیا ہے۔ کسی روایت میں ۸ ہے یعنی کھنڈر آیا ہے حضرت انسؓ کی ایک روایت ہے کہ اس میں درخت تھا کھنڈر تھے۔ اور اُس میں مشرکین کی قبرستان تھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمین کا کچھ حصہ تھا بعض حصہ حضورؐ نے خریدا اور اُس کی قیمت دس دینار حضرت صدیقؓ نے ادا کی دلوایا۔ بعض کے بدلے حضرت اسعد ابن زرارہؓ نے بنی نجار میں درخت دیئے۔ بعض کے لیے معاذ ابن عفراؓ نے راضی کیا۔ واللہ اعلم۔

کے لیے۔ اور ایک حضرت سودہؓ بنت زمعہؓ کے لیے۔ وفات کے وقت تک ازواج مطہرات تھیں۔ اور سب کے بیوت علیحدہ علیحدہ تھے۔ وہ پیچھے رفتہ رفتہ ضرورت کے وقت بنتے گئے۔ حارثہؓ ابن النعمان کے منازل مسجد کے محل میں تھے۔ وہ بیچ کے بعد دیگرے سب حضورؐ کے قبضہ میں آتے گئے۔ یہ سارے مکانات منبر کے آگے بائیں جانب تھے۔ اور سب کا راستہ مسجد میں تھا حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کے بیوت تخمیناً چھ سات ذرع چوڑے اور دس ذرع لانبے تھے دیواریں اینٹ کی تھیں۔ سایہ کے لیے کھجور کے درخت اور شاخوں اور پتوں کی چھت بنا دیا گیا تھا۔ مسجد میں ایک سایہ دار جگہ اور بنی ہوئی تھی جس کو صُفہ (بالضم) کہتے تھے۔ یہاں مساکین۔ فقراء۔ اور غیر مستطیع مسلمان رہا کرتے تھے۔ جنکو گھر بار۔ بیوی بچے کچھ نہ تھے۔ زمعاش کا کوئی ذریعہ تھا۔ اسلیئے یہ خدا و رسول کے مہمان تھے۔

مسجد اور صُفہ پر کسی کا مالکانہ قبضہ ہو نہ سکتا تھا۔ ازواج مطہرات کے بیوت جو کہ قبضہ میں تھے اُنہیں کے رہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت سودہؓ نے وصیت کی تھی کہ اُن کا گھر حضرت عائشہؓ کو دیدیا جائے۔ حضرت معیقبؓ کے اولیاء نے ان کا گھر حضرت معاویہؓ سے ایک لاکھ یا اسّی ہزار میں فروخت کیا۔ حضرت حفصہؓ کا گھر اُن کے بعد حضرت ابن عمرؓ کو ترکہ میں ملا اور اُنہوں نے بلا قیمت مسجد میں دیدیا۔ ابن النجار کا قول ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا حجرہ وہاں تھا جہاں اب محراب ہے۔ سمہودی کہتے ہیں کہ موجودہ منصورہ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے بیوت کی جگہ کو گھیرے ہوئے ہے۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی قبر بھی وہیں ہے۔

الغرض حضورؐ نے جو بیوت خود بنائے۔ اور جو حارثہؓ ابن النعمان کے منازل میں ہبہ لیے اُن میں سے جس بیت میں جس کو حضورؐ نے ٹھہرایا تھا وہ حضورؐ کے حیات میں بھی اسیر کی طرف منسوب تھا۔ بخاری میں ایک باب اسی کے ثبوت میں ہے۔ پھر حضورؐ کے وفات کے بعد بھی وہ انہیں کا رہا۔ اور اُن میں وراثت بھی جاری ہوئی۔ اور انہیں کے ورثاء نے اسکو بیع بھی کیا

ہلہ حضرت حارثہ ابن النعمان خاص صحابہ میں ہیں تمام غزوات میں شرکت فرمائی ان کا سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

Scanned by CamScanner

یہ سب حجرے ۷۰ھ تک قائم تھے۔ ولید بن عبدالملک کے حکم سے یہ حجرے توڑ کر مسجد میں داخل کیے گئے۔ اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں چونکہ رسول اللہ کا مزار تھا وہ باقی رہا۔

ان مکانات کے علاوہ ایک بالاخانہ بھی حضورؐ کا تھا۔ ایلا کی روایتوں میں اسکا ذکر آتا ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وفات کے بعد یہ کس کے قبضہ میں رہا مگر یہ بھی مسجد میں داخل کر دیا گیا اُس کو مشربہ کہتے تھے اور ایلا کے زمانہ میں ایک عید حضورؐ نے اسی مشربہ میں قیام فرمایا تھا۔ نور کی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وفود کے لیے جو سامان حضرت بلالؓ کے قبضہ میں رہتا تھا وہ اسی مشربہ میں رکھا کرتے تھے۔

حضرت ماریہ قبطیہ کے لیے ایک گھر حضورؐ نے علیحدہ بنوا دیا تھا۔ وہ مسجد سے دور تھا۔ اور مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ وہ جگہ اب تک ہے جو مشربہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے۔

لباس حضورؐ زیادہ تر روئی کا لباس پہنتے تھے۔ صوف۔ اور کتان کا لباس بھی کبھی کبھی آپ نے پہنا ہے۔ جبّہ۔ قبا۔ قمیص۔ ازار۔ عمامہ۔ ٹوپی۔ چادر۔ خفّہ موزہ۔ یہ سب آپ نے پہنا ہے۔ پائجامہ کا پہننا مختلف فیہ اور مشتبہ ہے سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ لیکن سبز اور سُرخ خط کی یمنی چادر آپ کو بہت مرغوب تھی۔ جو برد یمانی کے نام سے مشہور تھی۔ خالص سُرخ کو منع فرماتے تھے۔ کبھی کبھی سیاہ عمامہ آپنے باندھا ہے لیکن کسی اور ایک رنگ کا کپڑا پہننا آپ کا ثابت نہیں ہے۔ ٹوپی آپ کی سر سے سٹی رہتی تھی اور عمامہ کے نیچے ٹوپی پہننے کی تاکید کرتے تھے۔

بیہقی سے شرح سفر السعادت میں منقول ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک انصاریہ میرے پاس آئیں اور دیکھا کہ رسول اللہؐ کا فرش ایک قطیفہ[1] کا ہے انہوں نے گھر جا کر ایک اچھا فرش بھیجدیا۔ رسول اللہؐ نے آکر دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ میں نے

[1] قطیفہ مولیٰ چادر ۱۲ منہ

قصہ کہا حضورؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ اسے واپس کر دو۔ خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو اللہ پاک سونے کا پہاڑ میرے ساتھ کر دے۔

سواری کے جانور

گھوڑے۔ حضورؐ کے سات گھوڑے تھے۔ اور کسی صفت خاص کی وجہ سے اُن کے مختلف نام تھے۔ سکب[1]۔ لحیف[2]۔ لحاف[3]۔ ظرب[4]۔ لزاز[5]۔ مرتجز[6]۔ اورد[7]۔

بغال یعنی خچر حضورؐ کے پانچ بغال یعنی خچر تھے

دُلدل جو مقوقس نے بھیجا تھا۔ فضہ فروۃ الجذامی نے بھیجا تھا۔ ایک بغلہ صاحب ایلہ نے بھیجا تھا۔ ایک بغلہ صاحب دومۃ الجندل نے بھیجا تھا۔ ایک بغلہ فزاری شاہ جبش نے بھیجا تھا۔

حمیر یعنی گدھے گدھے تین تھے

عفیر جو مقوقس نے بھیجا تھا۔ ایک فروۃ الجذامی نے بھیجا تھا۔ ایک حضرت سعد ابن عبادہؓ نے ہدیۃً پیش کیا تھا۔

اونٹ اونٹ تین تھے۔

---

[1] سکب کے معنی کیڑ لہری تیزی کی وجہ سے یہ نام تھا ۱۲ منہ

[2] لحیف فعیل کے وزن پر فاعل ہے یعنی کان یلتحف الارض بذنبہ یعنی گویا زمین کو اپنے دم کا لحاف اوڑھ دے گا۔ لانبی اور طویل دُم کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ

[3] لحاف یالمد واسع الخطو (نایہ) لانبے لانبے قدم رکھتا تھا ۱۲ منہ

[4] ظرب چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں۔ قوی کے اعضا سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ

[5] لزاز کثرت تمزز کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ

[6] رجز شورے کو کہتے ہیں مرتجز اچھی آواز کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ

[7] اورد رنگ کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

القصوی یہ وہی اونٹنی تھا جس پر آپ نے ہجرت کیا تھا۔ اور جسکی نسبت حضورؐ نے فرمایا تھا کہ ما مور من اللہ ہے جس مقام میں خدا کو میرا قیام منظور ہوگا وہاں یہ خود بیٹھ جائے گا۔

دوسرا العضباء جسرا الجدعاء بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں ایک ہی کا نام ہے۔ بعض اس کے علاوہ اور بھی بتاتے ہیں۔

بکریاں حضورؐ کے ملک میں ایک سو بکریاں تھیں جس میں گابھن اور بچے بھی شامل تھے سو سے زیادہ ہونیں تو اس کو ذبح کر دیتے اور پوری ایک سو رکھتے تھے۔

اسلحہ وغیرہ

سیوف تلواریں آپ کے پاس نو تھیں۔ اور ہر ایک کے نام تھے

ماثور۔ آپ کی اس تلوار کا نام تھا جو آپ کو والد سے ورثہ میں ملی تھی۔ **القضیب**۔ **ذوالفقار** تھی۔ **البتار**۔ **القضب**۔ **الرسوب**۔ **الخذم**۔ **القضیب**۔ **ذوالفقار**[1] آپ نے بچے حضرت علیؓ کو دیدیا تھا۔

ادرع زرہیں آپ کے پاس سات تھیں

ذات الفضول لوہے کی زرہ تھی۔ اور اس میں تانبے یا چاندی کے چار حلقے تھے۔ اسی زرہ کو آپ نے ابی الحکم یہودی کے پاس گرو رکھا تھا۔ اور اس سے تیس صاع جو اپنے عیال کے لیے قرض لیا تھا۔ یہ زرہ ایک سال تک گرو رہی تھی۔ اسکے علاوہ یہ زرہیں تھیں

الوشاح۔ **ذات الحواشی**۔ **السعدیہ**۔ **فضہ**۔ **البتراء**۔ **الخرنق**

السعدیہ۔ آپ کو یہودیوں سے ملی تھی۔ اور اسکے متعلق یہ خبر تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام

[1] ذوالفقار بکسر فا و فتح قاف یہ حضورؐ کے پاس رہتی تھی۔ بعض تلواروں کے دستہ پر دانتوں کی چربی چڑھایا ہوا تھا۔ منہ

کی زرہ ہے واللہ اعلم

قسی قسی یعنی کمانیں چھ تھیں۔ **الزوراء**۔ **الرّوحاء**۔ **الصفراء**۔ **البیضاء**۔ **الکتوم**۔ **الشداد**۔

جعبہ جعبہ یعنی تیردان جس کو ترکش بھی کہتے ہیں ایک تھا جس کا نام **الکافور** تھا۔

ترس یعنی سپر دو تھی **الزلوق**۔ **الفتق** اور ایک اور بھی تھی جس میں شکل تھی۔ اور اپنے اس پر ہاتھ رکھا تو شکل محو ہو گئی۔

رماح یعنی نیزے دو تھے **المثوی**۔ **المثنی**۔

حربہ یعنی چوب دست تین تھے **النبع**۔ **البیضاء** اور ایک چھوٹا تھا **النعزہ** اس کو حضورؐ اکثر ساتھ رکھتے تھے۔ چھوٹے نیزہ کی طرح تھا۔ کبھی اس کو گاڑ کر سترہ بناتے تھے کبھی ہی کھود کر کلوخ کے لیے ڈھیلے نکالتے تھے۔

مغفر خود کے قسم کی چیز تھی۔ **ذوالنوح** لوہے کا تھا اور **ذوالسبوغ**۔

جبات حضورؐ کے پاس تین جبات تھے جس کو حرب کے وقت پہنتے تھے۔

رایت ایک سیاہ رنگ کا بڑا علم تھا جس کا نام **العقاب** تھا۔

الویہ یعنی جھنڈیاں سفید کئی تھیں۔

قسطاط ایک چھوٹا سا خیمہ تھا۔

مجن ایک ذرع یا اس سے بھی کچھ بڑا ترکش تھا۔

ممشوق ایک لکڑی تھی جس کا نام ممشوق تھا۔

پیالے پیالے کئی تھے **الزلبان**۔ **مغنیا** اور ایک پیالہ تھا جس میں سفید کام تھا ایک پیالہ شیشہ کا تھا۔ ایک پیالہ چیدان کا تھا۔

رکوہ چمڑہ کا ایک پرانا ڈول تھا جس کا نام **الصادر** تھا۔

تور پتھر کا ایک بڑا تغار تھا۔

مخضب ایک پرانی مشک تھی۔

Scanned by CamScanner

قعب ایک بڑا سا قعب تھا جس کا نام السعد تھا۔

ربعہ اس میں آپ آئینہ، دو مکحلہ اور مسواک رکھتے تھے۔

مشط ایک کنگھی تھی جو لمبا بالوں والی تھی دانت کی تھی

مکحلہ ایک سرمہ دانی تھی۔ سوتے وقت آپ اس سے سرمہ لگایا کرتے تھے۔

قضیب ایک بہت بڑا پیالہ تھا جس کا نام الفارع تھا۔

ان چیزوں کے علاوہ صاع اور مدیہ دونوں ناپ کے برتن تھے۔ اور عطیفہ ایک گاڑھی چادر تھی۔ اور حریہ یعنی چوکی تھی جس کے پائے سیاہ لکڑی کے تھے یہ چوکی حضرت اسعد بن زرارہؓ نے ہدیۃً خدمت میں پیش کی تھی۔

فرش اور تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

یہ حضورؐ کے سامان و اسباب کی تقریباً مکمل فہرست ہے جن کا تذکرہ احادیث میں متفرق طور پر آیا ہے۔ لیکن طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے اور ابن قیم نے زاد المعاد میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس روایت میں حضرت ابن عباسؓ نے حضورؐ کے اسباب کی ایک فہرست بتائی ہے۔ وہ فہرست مختصر ہے لیکن اس میں بعض چیزوں کا نام اس سے مختلف ہے اس لئے وہ فہرست بھی لکھ دیتا ہوں۔

سیف کا نام	ذوالفقار	حربہ کا نام	النبع
قوس	اسداد	مجن	الدفن
کنانہ	الجمع	ترس اسپغ	الموجز
درع	ذات الفضول	فرس ادہم	السکب
سراج	الدراج	طیزہ	القمر
بغلہ	دلدل	رکوہ	الصادر
حمار	یعفور	مرایۃ	نام مذکور نہیں
بساط	الکرد	قطیفہ شوطا	الموت

مغفر اور قضہ دو چیزیں ہیں۔ اور دونوں جنگ کے وقت سر پر پہنا جاتا ہے۔ قضہ تو خود کو کہتے ہیں۔ لیکن مغفر کی وضع اس سے جدا ہے۔ حضورؐ کے پاس مغفر ذوالسبوغ اور ذوالنسوع جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔ لیکن غزوۂ احد میں حضورؐ نے قضہ یعنی خود پہنا تھا جو رخسار مبارک میں گڑ گیا تھا۔ اور اس سے زخم آیا تھا جیسا کہ غزوۂ احد میں لکھ چکا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے پاس مغفر کے علاوہ قضہ بھی تھا واللہ اعلم

موالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

زید بن حارثہؓ یہ حضورؐ کے مشہور غلام ہیں۔ ان سے حضورؐ نے ام ایمن کو بیاہ دیا تھا جس سے اسامہ بن زید ہوئے۔ یہ زید بن محمد مشہور تھے غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے انکا ذکر اس کتاب میں بہت جگہ ہے۔

ابو رافع اسلمؓ رسول اللہؐ کے مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام تھے۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ وہ قبطی ہیں۔ اور ابن حجر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قبطی دوسرے ہیں بعض کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے رسول اللہ کی خدمت میں ان کو ہبہ کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ سعید بن العاص کے وارثوں نے ہبہ کیا بعض کہتے ہیں کہ ان کا انتقال حضرت عثمانؓ سے پہلے ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے زمانہ میں واللہ اعلم ہی ابو رافع حضرت میمونہؓ کے عہد میں سفیر تھے۔

ثوبان ثوبان بن بجدد نام کنیت ابو عبداللہ۔ رسول اللہؐ کے مولیٰ اور مشہور صحابی ہیں۔ جن کے قبیلہ حمیر سے تھے حضورؐ نے ان کو خریدا۔ اور آزاد کر دیا۔ اور کہا کہ تمہیں اختیار ہے کہ اپنے ملک اور اپنی قوم میں چلے جاؤ۔ یا میرے ساتھ رہو۔ یہ حضورؐ کی خدمت میں رہے اور سفر و حضر میں برابر ساتھ رہتے تھے حضورؐ کی وفات کے بعد رملہ اور پھر حمص چلے گئے وہیں

۱؎ حضرت ابن عائشہؓ کی کنیت ام عبداللہ ہے۔ ۲؎ اسعد کا نام سعدی بن خلیفہ بن حجر بن کعب بتایا جاتا ہے۔ ۳؎ ابی داؤد کے مراد دفن ہے۔ ۴؎ ابی داؤد۔

Scanned by CamScanner

انتقال ہوا واللہ اعلم

ابو کبشہ سلیمؓ مولے رسول اللہ صلعم۔ موسیٰ ابن عقبہ اور ابن اسحاق ان کو اصحاب بدر میں گنتے ہیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ فارس کے تھے۔ اور لوگ فقط دوس کا کہتے ہیں۔ مسلمؒ میں ہے جس روز حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اسی روز ان کا انتقال ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ مسلمؒ میں جس روز عمرو بن سعید پیدا ہوئے اُس روز انتقال ہوا۔

شقرانؓ رسول اللہ کے مشہور مولے ہیں۔ حبشی تھے۔ صالح بن ہدی نام تھا۔ یا ان کو عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا یا حضورؐ نے خریدا تھا۔ بدر کے بعد ان کو حضورؐ نے آزاد کر دیا۔ اصابہ میں ایک روایت ہے کہ ام ایمنؓ کے ساتھ یہ بھی حضورؐ کو ورثہ میں ملے تھے۔ وفات کے بعد حضورؐ کے غسل اور دفن میں شریک تھے اور قبر میں حضورؐ کے نیچے انہوں نے قطیفہ بچھا دیا تھا۔ جیسا کہ ترمذی میں مروی ہوا اور ہم نے وفات رسول اللہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

رباح نوبیؓ حضورؐ کے مولے تھے۔ صحیحین میں ان کا ذکر ہے۔ ایلاء کے زمانہ میں مشہور ہوا کہ حضورؐ نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدیا۔ اور حضرت عمرؓ سنے گئے تو انہیں کے ذریعہ سے اجازت چاہی تھی۔

یسار نوبیؓ ان کا حال صحیحین میں مذکور ہے۔ حضرت انسؓ نے عرینیین کا قصہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کس طرح تکلیف دیکر ان کو قتل کیا۔ صحیحین میں نام نہیں ہے مگر طبرانی نے سلمہ بن الاکوع سے عرینیین کا قصہ روایت کیا ہے اس میں ہے کہ ان کا نام یسار تھا حضورؐ کو ان کی نماز پسند آئی اس لیے آزاد کر کے نقاع (یعنی اونٹوں کی نگرانی) پر مقرر کر دیا تھا

مدعمؓ یہ حضورؐ کے حبشی غلام تھے۔ رفاعہ بن زید جذامی نے حضورؐ کو ہدیہ کیا تھا۔ وادی القریٰ میں حضورؐ کے سامنے ایک تیر لگنے سے شہید ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خیبر کی غنیمت میں سے اس نے غلول کیا ہے اس لیے اس پر آگ دہک رہی ہے صحیحین اور موطا میں اس کا ذکر ہے۔

کرکرہ نوبیؓ حضورؐ کے آزاد کردہ نوبی غلام تھے۔ امام بخاری نے کاف کے اعراب میں اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ بفتح ہے یا بکسر۔ امام نووی کہتے ہیں کہ اختلاف پہلے کاف میں ہے۔ دوسرے کاف کو کسرہ ہے جزماً۔ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے غلول کا قصہ انہیں کا ہے۔ اور موطا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدعم کا قصہ ہے۔ کرکرہ نوبی کو حضورؐ کی خدمت میں ہوذہ بن علی الحنفی نے ہدیہ کیا تھا۔

انجشہؓ حبشی تھے۔ آواز بہت اچھی تھی۔ حُدی خوب پڑھتے تھے۔ بخاری، مسلم اور نسائی وغیرہ میں ان کا ذکر ہے۔ بلاذری نے کہا ہے کہ ان کی کنیت ابو مارید تھی۔ واقدی ابن کعب سے مروی ہے کہ یہ مخنث تھے۔ طبرانی میں بسند ضعیف مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مخنثین پر لعنت کی اور حکم دیا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو اور حضورؐ نے انجشہؓ کو نکال دیا۔

سفینہؓ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ سفینہ ابن فروح حضورؐ کا اسباب سفر میں لیکر چلتے تھے اس لیے حضورؐ نے ان کو سفینہ کہا نام مہران تھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے آزاد کردہ تھے اور لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ کے۔ ابن حجر نے ان کے نام میں اکیس قول لکھا ہے۔ مہران طہمان۔ مروان۔ نجران۔ رومان۔ ذکوان۔ کیسان۔ سلیمان۔ سفینہ۔ شقیہ۔ ایمن۔ مرفہ۔ احمر۔ احمد۔ رباح۔ تقلع۔ عمیر۔ مخصب۔ قیس۔ عبس۔ عبشی۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ مہران اکثر کا قول ہے۔ بطن نخلہ میں رہا کرتے تھے۔ اصلاً فارسی تھے بعضوں نے عربی کہا ہے۔ اپنا نام نہیں بتاتے تھے کہتے تھے کہ جو نام رسول اللہ نے پسند فرمایا وہی بہتر ہے۔

انسہؓ مولے رسول اللہ صلعم کنیت ابو مسروح یا ابو مسرح تھی۔ عروہ۔ زہری اور ابن اسحاق سب کہتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ لیکن داؤد بن حصین حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بدر میں شہید ہوئے۔ واقدی کہتے ہیں کہ یہ خبر صحیح نہیں ہے۔ وہ احد میں شریک تھے اور برابر زندہ رہے حضرت صدیقؓ کی خلافت میں انکا انتقال ہوا۔

---

۵ حضرت ابو رافع کی اور حضرت ابراہیم جو حضرت کے صاحبزادے ہیں کو دایہ تھیں انہوں نے حضرت ابراہیم کے ساتھ ہی حضرت فاطمہ کو جنا تھا۔

۵ حضورؐ نے آنحضرت عمرو بن حارثہ کو ہبہ کر دیا تھا وہ ۱۰ھ میں مدینہ میں انتقال فرمایا۔

ابو رافع مولے رسول اللہ صلعم۔ ترمذی میں ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ کہ میرے ایک غلام ابو رافع کو رسول اللہ نے بھیجا ہے۔ تو دے سائس لیتے دیکھا تو فرمایا تو تو وہ جہاں اس لیے بعضوں نے مولے رسول اللہ اور مولے ام سلمہؓ کو دو ابو رافع سمجھا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں ابو رافع کی کئی روایتیں احادیث میں مروی ہے۔

ذکوان مولے رسول اللہ صلعم سے عطا ابن السائب نے ایک روایت بیان کی ہے **واخی الصدقۃ** والا بعض یعنی لیکن اس روایت میں جو مولے رسول اللہ صلعم ہے انکے نام میں رواۃ نے بڑا اختلاف کیا ہے۔ کوئی ظہمان کہتا ہے۔ کوئی ذکوان۔ کوئی ہرمز۔ کوئی میمون۔ کوئی بادام کوئی کیسان۔ مگر سلیمان تیمی عطار سے روایت کرتے ہیں صحیح ان ہی کی قوی ہے۔

حضورؐ کے موالی میں جنھوں نے ظہمان۔ ذکوان۔ ہرمز۔ میمون۔ کیسان سب کو سمجھا ہے وہ مختلف اشخاص سمجھا ہے مگر فی الواقع یہ نام کا اختلاف ہے۔ آدمی ایک ہی تھے واقد ابو واقد اور ابو لیبہ۔ یہ رسول اللہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور مختلف اشخاص تھے۔

ابو مویہبہ قبیلہ مزینہ کے تھے رسول اللہ نے اُن کو خرید کر آزاد کیا۔ ان کا نام معلوم نہیں کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ مرض الموت سے ایک دن پہلے اُن سے رسول اللہ نے کہا تھا کہ ہم کو خزانے یا اختیار دیا کہ دنیا کے مفاتیح اور خلد جنت کو قبول کر لیں یا لقاء رب کو تو میں نے لقاء رب کو قبول کیا۔

ماریۂ قبطیہ ماریہ اور سیرین کے ساتھ ان کو مقوقس نے حضورؐ کے پاس ہدیہ بھیجا تھا۔

سفینہ مولے ام سلمہ اتباع جذامی۔ انھوں نے حضور صلعم سے کہا کہ میرے لیے کچھ وصیت کیجئے حضورؐ نے فرمایا کہ تم ہمارے لیے سب مسلمانوں کو وصیت کرتے رہیں۔ یہ حضورؐ کے بعد حضرت صدیقؓ کے پاس آئے اور وصیت یاد دلائی۔ انھوں نے اپنی زندگی تک اُن کی پرورش کی۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ اور وصیت یاد دلائی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم میرے پاس رہنا

چاہو تو رہو۔ اور اگر دوسری جگہ پسند ہو تو کہو ہم وہاں تمہارے لیے لکھدیں۔ انھوں نے عرض جانا پسند کیا تو حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاص کو لکھا۔ اور اُس میں رسول اللہؐ کی وصیت کا ذکر کیا انھوں نے بہت دیر تک زمین اور گھر اُن کے لیے مہیا کر دیا۔

حنین رسول اللہ صلعم کے غلام تھے حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ انھوں نے آزاد کر دیا۔ مگر یہ رسول اللہ صلعم کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور رسول اللہؐ کے وضو کا پانی جمع کر تقسیم کیا کرتے تھے تقسیم کرنا روک دیا تو صحابہ نے حضور صلعم سے شکایت کی معلوم ہوا کہ وہ اُس پانی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور وہی پانی پیاس کے وقت پیتے ہیں واللہ اعلم

عورتیں

سلمیٰ ام رافع ابو رافع مولے رسول اللہ صلعم کی زوجہ ہیں۔ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کی مولاۃ تھیں حضورؐ کی مولاۃ بھی اُن کو لکھتے ہیں۔ اور خادم رسول اللہؐ بھی اُن کو کہتے ہیں ابتدا نبوت میں انہیں نے حضرت حمزہؓ کو خبر دی تھی کہ ابو جہل نے رسول اللہؐ کو گالی دی جس پر حضرت حمزہؓ نے ابو جہل کو مارا تھا۔

میمونہ بنت سعدؓ اُن سے کئی شخصوں نے روایت کیا ہے بعض مولاۃ النبی صلعم کہتے ہیں اور بعض خادم النبی صلعم کہتے ہیں۔ ان سے روایت ہے کہ حضورؐ سے ولد الزنا کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا لا خیر فیہ۔

خضرۃ خادم النبی صلعم۔ ابن سعد نے سلمیٰ ام رافع سے بطریق واقدی روایت کیا ہے کہتی ہیں کہ میں نے، اور خضرۃ نے اور رضوی نے اور میمونہ بنت سعد نے رسول اللہؐ کی خدمت کی۔ اور سب کو رسول اللہؐ نے آزاد کر دیا۔

زینب صفیہ زوج النبی صلعم کی مولاۃ ہیں اور حضورؐ کی خادمہ ہیں۔ ان کے نام میں جنھوں نے کہا ہے کہ اوّل زا مفتوحہ و نون ساکن را مہملہ ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اوّل را مہملہ مفتوحہ ہے اور ثانی

Scanned by CamScanner

زاہد۔ اُن کی لڑکی امت اللہؓ واسطہ میں تھیں وہ بھی حضورؐ کی مولاۃ تھیں واللہ اعلم

الرمیصاء یا الغمیصاءؓ یہ ام سلیمؓ کا نام یا لقب ہے۔ جو حضرت انس ابن مالکؓ کی ماں اور ابی طلحہ کی زوجہ تھیں۔ اور حرام بن خالد بن زید بن حرام کی لڑکی۔ انصاریہ تھیں۔ اسلام سے پہلے ان کا عقد مالک بن النضر سے ہوا تھا۔ اور حضرت انسؓ جاہلیت کے ایام ہی میں پیدا ہوئے تھے اور انصار میں جو لوگ سابقین الی الاسلام تھے اُنہیں کے ساتھ مسلمان ہوگئے۔ اسی خبر پر مہاجر ہو کر مالک بن النضر شام چلے گئے تھے۔ وہیں اُن کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد ان ہی ابو طلحہؓ نکاح کرنا چاہا۔ انھوں نے شرط کیا کہ مسلمان ہو جاؤ تو ہم تم سے نکاح کریں چنانچہ ابو طلحہ مسلمان ہوگئے۔ ہجرت کے وقت حضرت انسؓ کی عمر دس سال کی تھی۔ اسی وقت انھوں نے رسول اللہ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول اللہؐ نے قبول کیا اور یہ اس وقت سے آخر تک رسول اللہؐ کی خدمت کرتے رہے۔ صحیح ہے کہ ام سلیم نے اپنے لڑکے دین ابی طلحہ کے مرنے پر بڑا صبر و ضبط کیا تھا اس کے بدلہ اللہ تعالیٰ نے انکو اولاد صالح عنایت فرمائی جیدہ منہ بن ابی طلحہ جنھوں نے قرآن خوب پڑھا۔

ام سلیمؓ کے بھائی حرام بن ملحان قراء صحابہ میں تھے جو بیر معونہ میں شہید ہوئے۔ حضورؐ ام سلیمؓ کے گھر برابر جاتے تھے۔ اور کبھی کچھ تناول بھی فرماتے تھے۔ ام سلیم کی بہن بھی حضرت انسؓ کی خالہ ام حرام بنت ملحان مشہور صحابیہ ہیں حضرت عبادہؓ بن صامت کی زوجہ اور حضرت انسؓ کی خالہ تھیں حضورؐ کی بہت خدمت کرتی تھیں حضورؐ کا پسینہ انھوں نے جمع کر کے رکھا تھا۔ اور وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد اس سے حنوط کیا جائے حضورؐ اکثر ان کے یہاں قیلولہ کرتے تھے۔

ام ضمیرہؓ مولاۃ النبی صلعم۔ حضرت زبیری نے ذکر کیا ہے کہ ابو ضمیرہ کا گھر فنیق میں تھا ابن بشکوال نے اصابہ میں ضمیرہ اور ابو ضمیرہ کے تذکرہ میں ایک روایت لکھی ہے کہ رسول اللہؐ نے ابو ضمیرہ کو خط لکھا تھا۔

من محمد رسول اللہ لابی ضمیرۃ و اھل بیتہ ان رسول اللہ صلعم اعتقھم

محمد رسول اللہ کی جانب سے ابی ضمیرہ اور اُن کے اہل بیت کو اعلام ہے کہ رسول اللہؐ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔

یہ عرب کے ایک ذی عزت گھرانے کے لوگ تھے۔ نبی ہیں رسول اللہؐ کو خط۔ رسول اللہؐ نے خط پڑھ کر اُن کو آزاد کر دیا۔ اور اختیار دیا کہ اُن کا جہاں دل چاہے رہیں۔ وہ مسلمان ہوگئے۔

ابن سعد اور بلاذری نے لکھا ہے کہ اس خط کو حسین بن عبد اللہ بن ضمیرہ نے حاسدی کے سامنے پیش کیا تھا۔ تو سعدی نے اس کو آنکھوں پر رکھا۔ اور نووی نے ذکر کیا ہے کہ یہ خط اس خاندان کے لوگ سفر میں تھے چوروں نے لوٹ لیا لیکن جب ان لوگوں نے رسول اللہؐ کا یہ خط دکھایا تو ان سبھوں نے اُن کی ساری چیزیں واپس کر دیں۔ اور کچھ تعرض نہ کیا۔

ماریہ قبطیہؓ یہ رسول اللہؐ کی ام ولد ہیں مقوقس نے حاطب ابن ابی بلتعہ کے ہاتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ بلاذری کہتے ہیں کہ ماریہ کی ماں ریحانہ تھیں اس بنا پر وہ بہت حسین تھیں اُن کو پہلے رسول اللہؐ نے حارثہ بن النعمان کے مکان میں ٹھہرایا تھا جو حضرت عائشہؓ کے حدود میں تھا۔ لیکن وہاں سے ان کو عالیہ میں وہاں منتقل کر دیا۔ جو بعد کو مشربہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہوا۔ مولاۃ کے لیے باب تھا مگر اُن کو حضورؐ نے ازواج مطہرات کی طرح حجاب میں رکھا۔ ذوالحجہ ۸ھ میں اُن سے حضرت ابراہیم ابن رسول اللہؐ پیدا ہوئے حضورؐ کے پانچویں برس بعد محرم ۱۶ھ میں مدینہ قبطیہ کا انتقال ہوا۔

ریحانہؓ بنی نضیر یا بنی قریظہ کے سبایا میں آئی تھیں مسلمان ہوگئیں حضورؐ نے اُن کو اپنے لیے رکھا تھا حضورؐ سے پہلے ان کا انتقال ہوگیا۔

برکہؓ حبشہ حضرت ام حبیبہؓ کے ساتھ حبشہ سے آئی تھیں۔ انہیں نے رسول اللہؐ سے شب بی بی کا لقب پایا تھا۔

برکہؓ ان کو بعض حضرت عائشہؓ کی مولاۃ لکھتے ہیں اور بعض رسول اللہ صلعم کی۔ بعض نے دو سمجھا ہے مگر غالب یہ ہے کہ ایک ہی ہیں حضرت عائشہؓ نے خرید کر اُن کو آزاد کیا۔ رسول اللہؐ

Scanned by CamScanner

کی طرف دلالۃ کی نسبت مجازی ہے۔

ان کے علاوہ حضورؐ کی خادمہ اور مولاۃ اور بھی کئی ہیں۔ رضوی بہ مسعودہ بنت ابی عسیب موہبہ۔ مولہ وغیرہ واللہ اعلم

خدام

غلام اور لونڈیوں کے علاوہ کچھ احرار تھے جنکے متعلق خاص خدمتیں سپرد تھیں۔ وہ خدام تھے۔

انس ابن مالکؓ انس ابن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید ابن حرام بن جندب بن عامر بن غنم نجاری خزرجی رسول اللہؐ کے مشہور خادم ہیں۔ دس برس کے سن سے حضورؐ کی خدمت میں رہے۔ اور حضورؐ کے ذاتی حوائج کو پورا کرتے تھے۔ اُن کی ماں ام سلیم بنت ملحان مخلص مسلمان تھیں۔ رسول اللہؐ کی دادی یعنی عبدالمطلب کی ماں سخی بنت عمرو کا نسب ان کے ساتھ عامر بن غنم میں جا ملتا ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہؐ کے خادم اور حضورؐ کے نعلین و مسواک کے محافظ تھے۔ یہ بہت قدیم الاسلام ہیں سعید بن زید اور فاطمہ بنت الخطاب کے ساتھ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ اُن کے والد بھی ہذلی ہیں۔ اور اُن کی ماں ام عبد بنت عبد ودّ بن سواء بھی ہذیل کی عورت تھیں۔

عقبہ بن عامر الجہنیؓ یہ سفر میں حضورؐ کا خچر چلایا کرتے تھے۔ بڑے مرتبہ کے شخص ہیں مصر کے والی ہو گئے تھے۔ فتوح شام میں شریک تھے۔ دمشق کے فتح کی خبر حضرت عمرؓ کے پاس یہی لائے تھے صفین کی جنگ میں یہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے۔

اسلع بن شریکؓ بن عوف الاعوجی بنی حضورؐ کا اونٹ چلاتے تھے۔

بلالؓ رسول اللہؐ کے مشہور حبشی موذن اور خادم ہیں۔ وفود کے اخراجات کا سامان انکے پاس رہتا تھا۔ اور نفقات مقررہ کی تقسیم بھی ان کے متعلق تھی۔

سعد مولے ابی بکرؓ یہ حضرت ابوبکرؓ کے مملوک تھے اور رسول اللہؐ سے مسلم کی خدمت کرتے تھے حضورؐ اُن سے بہت خوش ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ سعد کو آزاد کر دو

ابوذر غفاریؓ مشہور کبار صحابہ سے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ میری امت میں ابوذر کا زہد حضرت عیسیٰ کے مثل ہے۔ یہ مکہ جا کر چار آدمی کے بعد مسلمان ہو گئے تھے مگر پھر اپنی قوم میں چلے گئے اور ہجرت کے بعد مدینہ میں آکر حضورؐ سے ملے۔

ایمن ابن عبیدؓ ایمن بن عبید خزرجی۔ ام ایمن کے لڑکے اور اسامہ ابن زید کے سوتیلے بھائی تھے۔

ام ایمنؓ حضورؐ کی حاضنہ۔ اور خادمہ تھیں۔ حضورؐ ماں کی طرح ان کا خیال رکھتے تھے یہ حضورؐ کے طہارت اور حوائج کے متعلق خدمات انجام دیتی تھیں۔

معیقبؓ بن ابی فاطمۃ الدوسی آپ کی انگوٹھی رکھتے تھے جس پر مہر تھی۔

موذنین

حضورؐ کے موذن چار تھے دو مدینہ میں ایک بلال بن رباح حبشی تھے۔ اور ایک عمرو بن ام مکتوم قرشی عامری نابینا۔ ایک قبا میں سعد القرظ حمامہ بن یسار کے مولے تھے۔ اور ابو محذورہ اوس بن معیرۃ جمحی مکہ میں۔ ابو محذورہ اذان میں ترجیع کرتے تھے اور اقامت کے الفاظ کو دہراتے تھے۔ حضرت بلالؓ ترجیع نہیں کرتے تھے۔ اور اقامت میں الفاظ کو ایک مرتبہ کہتے تھے امام شافعی نے اذان میں ابی محذورہؓ کا قاعدہ اخذ کیا۔ اور اقامت میں حضرت بلالؓ کا۔ امام ابوحنیفہ اور اہل عراق نے اذان میں حضرت بلالؓ کا قاعدہ لیا اور اقامت میں ابی محذورہؓ کا۔

نسبہ سمرہ بن معیر کنیت ابو محذورہ تھی ایسے شیخ پر ہنسے کہ مکہ میں حضورؐ نے انہیں کو موذن مقرر فرمایا تھا

۵۹ھ میں انتقال ہوا۔ قیام ان کا مکہ ہی میں رہا۔

Scanned by CamScanner

ازواج مطہرات

حسن معاشرت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا کی دو چیزیں ہیں محبوب ہیں عورت اور خوشبو۔ اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ بعض راویوں نے بالفاظ ہیں کہ تین چیزیں دی گئیں اور ایک نماز۔ مگر غالباً یہ رواۃ کا تسامح ہے اس لیے کہ نماز دنیا کی چیزوں میں شمار نہیں ہو سکتی حضورؐ نے فرمایا ہے کہ تم میں وہ شخص اچھا ہے جو اپنے اہل کے لیے اچھا ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل کے لیے اچھا ہوں۔

حضورؐ کبھی ایک رات میں اپنی سب ازواج سے ملتے تھے۔ جماع وغیرہ میں آپ کو تیس مردوں کے برابر طاقت عنایت ہوئی تھی۔ اسلیئے بعض باتیں آپ کے لیے مباح تھیں۔ جو امت کے لیے مباح نہیں ہیں حضورؐ نے باری مقرر کر دی تھی۔ راتوں کو ازواج مطہرات پر برابر تقسیم کر دیا تھا۔ نفقہ سب کو برابر دیتے تھے لیکن محبت سب کے ساتھ برابر نہ تھی۔ اس لیے فرماتے تھے کہ خدایا جو چیز میرے اختیار میں ہے اس میں میں نے مساوی تقسیم کیا مگر جو چیز میرے اختیار کی نہیں ہے اُسکے بارہ میں تو مجھ پر الزام نہ رکھ۔ اس سے مراد محبت اور جماع ہے۔

حضورؐ نے بعض ازواج کو طلاق دیا۔ رجعت کیا۔ ایک مہینہ کا موقت ایلا کیا مگر حضورؐ نے ظہار نہیں کیا جن لوگوں نے کہا ہے کہ حضورؐ نے ظہار کیا ہے انہوں نے بڑی سخت غلطی کی ہے۔

حضورؐ کا سلوک اپنے ازواج کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ اُن کے ساتھ بہت اخلاق سے پیش آتے تھے حضرت عائشہؓ کے پاس انصار کی لڑکیوں کو جانے کی اجازت دیتے تھے تاکہ ان کے ساتھ کھیلیں۔ ازواج مطہرات کسی بات کی خواہش کریں اور شرعاً خرابی نہ ہوتی تو اُن کی خوشی آپ پوری کرتے۔ حضرت عائشہؓ سے آپ کو بہت محبت تھی وہ پانی پیتیں تو آپ برتن لے لیتے اور اُن کے لب کی جگہ اپنا لب مبارک رکھتے۔ وہ ہڈی سے گوشت کھاتیں تو آپ ہڈی لے لیتے اور اُن کے منہ کی جگہ اپنا دہن مبارک رکھتے۔ اُن کے گود کو تکیہ کرتے۔

گود میں سر رکھکر قرآن پڑھتے۔ کبھی حضرت عائشہؓ حائضہ رہتیں اور آپ کا سر اُنکے گود میں ہوتا تاہم آپ قرآن پڑھتے۔

ایک دفعہ مسجد میں کچھ مٹی کنکریوں سے کھیل رہے تھے۔ آپ نے خود حضرت عائشہؓ کو یہ دکھایا۔ وہ آپ کے مونڈھے پر سر رکھکر دیکھتی رہیں۔

حضورؐ کا معمول تھا کہ عصر کی نماز کے بعد اپنے سب ازواج کے بیوت میں جاتے اور اُنکی خیریت وحالت دریافت کرتے۔ مگر رات کو اسی کے گھر میں رہتے جس کی باری کا دن ہوتا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رات کی تقسیم میں حضورؐ کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ اور کم ایسا ہوتا تھا کہ کسی روز آپ سب کے یہاں نہ گھومے ہوں۔

حضورؐ نے آٹھ ازواج پر راتیں تقسیم کی تھیں حضورؐ کی ایک زوجہ اس تقسیم میں شریک نہ تھیں یعنی سودہ بنت زمعہؓ کیونکہ وہ ضعیف ہو گئی تھیں اور اپنی نوبت انہوں نے حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ صحیح مسلم میں عطاؒ کا قول ہے کہ صفیہ بنت حیی باری میں شریک نہ تھیں مگر وہ صحیح نہیں ہے قاضی عیاض اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ یہ غلط ہے عطاؒ کے وہم کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ حضورؐ حضرت صفیہؓ سے ناراض ہوئے صفیہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اگر تم رسول اللہؐ کو مجھ سے راضی کر دو تو اپنی نوبت تمہیں ہبہ کر دوں گی۔ حضرت عائشہؓ نے منظور کیا اور حضرت صفیہؓ کے باری والے دن حضورؐ کے حجرہ میں جاکر بیٹھیں حضورؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ الگ رہو آج تمہارا دن نہیں ہے صفیہؓ کا دن ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اس سے عطاؒ نے سمجھا کہ حسب کے موافق صفیہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دی ہوگی۔ مگر یہ ایک نوبت کا ہبہ تھا کیونکہ اگر صفیہؓ کو باری میں شمار نہ کیا جائے تو آٹھ ازواج پر باری تقسیم نہ ہوگی حالانکہ اصح ترین روایات سے ثابت ہے کہ حضورؐ آٹھ ازواج پر باری تقسیم کرتے تھے۔

لہ یہ خدا کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے ۱۲ منہ

حضورؐ اپنے کسی دن شب میں سے کسی ازواج کے ہاں تشریف لے جاتے تو کسی اور دن اسی وقت عمل کرتے کسی دن صبح کے وقت اور اگر ایک شب میں سب سے ملنا ہوتا تو کسی سب کے پاس گشت کرتے کسی ایک کے ہاں قیام فرماتے۔

امہات المومنین حضورؐ کی ازواج مطہرات عرف قرآن کے رو سے امہات المومنین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھٰتھم یعنی نبی مومنین کے اپنے نفسوں سے اولیٰ ہیں اور حضورؐ کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں یہ حضورؐ کے ان ارشادات کا نتیجہ ہے جو حضرت زینبؓ کے نکاح کے وقت حضورؐ نے فرمائے تھے کہ اللہ نے میرے ساتھ تمہارا نکاح کیا ہے اور حضورؐ کے بعد بھی حضورؐ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے ان کا حکم امہات کی طرح رہا۔ اس لیے کہ ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ دوسرے ان کی تعظیم و تکریم اسی طرح واجب ہے جس طرح حقیقی ماں کی مگر زیادہ لیکن محرم ہونے کے لحاظ سے ان کا حکم ماں کی طرح نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان کے ساتھ خلوت صحیحہ منعقد ہو سکتی ہے اور ان کی صاحبزادیوں سے نکاح جائز ہے۔ گو وہ بیٹیوں کے درجہ میں ہیں اور ان کے بھائی بہن مومنین کے ماموں خالہ نہیں ہیں۔ ان کی اولاد مومنین کی بہنیں ہوں گی۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ بھی مومنین کی مائیں ہیں یا مومنین والدات والدین کی رشتہ کی وجہ سے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں۔ مگر مسئلہ یہ قوی ہے کہ حضرت عائشہؓ ایک عورت کے لیے سنت ازواج مطہرات کا ثابت ہونا بھی حضورؐ کی وجہ سے ہے۔ تمہارے والدین کی ماں ہیں۔

ازواج مطہرات کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ مگر بقول امہات المومنین میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نو ازواج حضورؐ کے ساتھ نکاح ہوگیا۔ یعنی حضرت خدیجہؓ حضرت زینب بنت خزیمہؓ اور حضورؐ کے وفات کے وقت موجود تھیں۔ ان گیارہ امہات المومنین میں چھ قریشیہ تھیں خدیجہؓ سودہؓ عائشہؓ حفصہؓ ام حبیبہؓ ام سلمہؓ۔ حضرت زینب بنت جحش اسدیہ

حضرت میمونہؓ ہلالیہ تھیں۔ حضرت صفیہؓ بنت حیی بن اخطب خیبریہ تھیں۔ حضرت جویریہؓ بنت حارث مصطلقیہ تھیں۔ حضرت ریحانہؓ بنت زید نضریہ تھیں۔ حضرت ماریہؓ قبطیہ تھیں۔ یہ سب اسرائیل کی عورتیں تھیں۔ حضرت ہارونؑ کی اولاد میں سے تھیں۔

حضرت خدیجہؓ کے بعد حضورؐ نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا۔ حضورؐ نے ایک دفعہ ان کو طلاق بھی دیدیا تھا۔ مگر حضرت جبرائیلؑ کے سمجھانے سے پھر رجوع کر لیا۔ حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دیدی تھی۔ اس میں روایتیں مختلف ہیں کہ باری دینے کی وجہ کیا ہوئی۔ زیادہ اس ہونے کی وجہ سے حضورؐ نے ان کو طلاق دیدی تھی انہوں نے رجوع کر لیا۔ یا حضرت سودہؓ نے یہ خیال کیا تھا کہ حضورؐ نے ان کو صرف اس کا مزہ چکھانے کے لیے طلاق دی تھی۔ اس لیے انہوں نے باری دیدی۔ اس باب میں سب سے معتبر روایت وہ ہے جو ترمذی نے حضرت ابن عباسؓ سے بطریق حسن روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سودہؓ کو خوف ہوا کہ حضورؐ طلاق دیدیں گے تو انہوں نے حضورؐ سے کہا کہ طلاق نہ دیجئے مجھ کو اپنی زوجیت میں رہنے دیجئے میں اپنی باری عائشہؓ کو دیدیتی ہوں۔ ابن ماجہ وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے کہ حضورؐ نے طلاق دیدی تھی۔

حضورؐ کو ازواج مطہرات کے حقوق کا بہت خیال تھا۔ باریوں کے تقسیم کی سختی سے پابندی کرتے تھے مرض الموت میں سخت تکلیف کے باوجود جبتک مکان میں رہا آپ اس کے پابند رہے۔ آخر میں جب بالکل مجبوری ہوگئی تو تمام ازواج مطہرات سے اجازت لینے کے بعد حضرت عائشہؓ کے گھر ایک ہفتہ سے دوسرے ہفتہ تک آپ کا قیام رہا۔

امہات المومنین کے عقد کی ترتیب میں بھی اختلاف ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضورؐ نے حضرت خدیجہؓ سے عقد کیا۔ اور جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے اور کسی سے عقد نہ کیا لیکن ان کے بعد اختلاف ہے۔ واقدی نے ترتیب سے یہ ترتیب روایت

کی بہن حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت سودہؓ پھر عائشہؓ پھر حفصہؓ پھر ام سلمہؓ پھر ام حبیبہؓ پھر زینب بنت جحشؓ پھر ام المساکینؓ پھر میمونہؓ پھر صفیہؓ پھر ام حبیبہؓ پھر حفصہؓ پھر ام سلمہؓ پھر زینب بنت جحشؓ پھر جویریہؓ۔ پھر میمونہؓ پھر صفیہؓ پھر ام المساکینؓ۔

خدیجہ بنت خویلدؓ

ام المومنین خدیجہ بنت خویلد ابن اسد ابن عبدالعزیٰ بن قصی قرشیہ اسدیہ۔ انکا خاندان مکہ میں معزز اور دولتمند تھا۔ والدہ انہیں کا تھا۔ یہ بنی اسد مشہور کو انتظار جو اہل مکہ کے پانی کا ذریعہ تھا۔ خود حضرت خدیجہؓ کی ذاتی تجارت تھی اور اچھی تھی۔ ان کا مفصل حال ابتدار کتاب میں لکھ چکا ہوں۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضورؐ سے نکاح کے وقت ان کا ولی کون تھا بعض کہتے ہیں کہ ان کے والد خویلد ابن اسد نے خود ان کا نکاح حضورؐ سے کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے بھائی عمرو ابن خویلد نے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے چچا عمرو ابن اسد نے۔ واقدی نے آخر قول کو ترجیح دی ہے۔ اور سہیلی نے اسی کو اصح کہا ہے۔ کیونکہ خویلد ابن اسد اس سے پہلے ہی مر چکے تھے۔

صحیحین میں مروی ہے کہ خدا نے ان کو حضرت جبرئیل کی معرفت سلام کہلا بھیجا۔ یہ تین امہات المومنین میں سے اور کسی کو حاصل نہ ہوا۔ ابن اثیر اور امام ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ خدا کی مخلوق میں رسول اللہ پر سب سے پہلے یہ ایمان لائیں۔ اس سے پہلے ثعلبی اور ابن عبدالبر نے بھی اس اجماع کا ذکر کیا ہے۔ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ میں سے کون افضل ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جہات مختلف ہیں۔ ابتدار میں جبکہ رسول اللہ کا کوئی معاون نہ تھا حضرت خدیجہؓ کی ذات۔ اُن کا مال۔ اُن کا مشورہ۔ رسول اللہ کے لیے وقف تھا یہی حضورؐ کی وزیر اور یہی مشیر تھیں جب ہر طرف مخالفت کا

طوفان تھا تو صرف انکی ذات حضورؐ کے تسکین کا باعث تھی۔ اس خصوصیت میں کوئی فرد انکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضرت فاطمہؓ رسول اللہ کی بیٹی اور جگر پارہ تھیں یہ فضیلت نہ حضرت خدیجہؓ کو حاصل تھی نہ حضرت عائشہؓ کو۔ حضرت عائشہؓ کا علمی تفوق۔ حقائق شریعت کا وسیع علم اور رسول خدا کی اُن کے ساتھ بے انتہا محبت ایسی چیزیں ہیں جنمیں اُن کو سب پر تفوق حاصل ہے۔

جب حضرت خدیجہؓ سے عقد ہوا تو رسول اللہ کی عمر پچیس سال کی تھی۔ اور حضرت خدیجہؓ کی چالیس سال کی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر پینسٹھ سال کی ہو گئی تھی۔ اور رسول اللہ کی پچاس سال کی مگر جب تک یہ زندہ رہیں حضورؐ نے اور کسی سے عقد نہ کیا۔ انتقال کے بعد حضورؐ نے اُن کو حجون میں دفن کیا۔ قبر میں خود داخل کیا۔ صلوٰۃ جنازہ اس وقت تک مشروع نہیں ہوئی تھی

سودہ بنت زمعہؓ

ام المومنین سودہ بنت زمعہ قرشیہ۔ جنہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ اُن کی ماں کا نام سموس بنت قیس بن عمرو بن زید انصاریہ۔ مدینہ کی عورت تھیں بنی عدی بن النجار کی۔ رسول اللہ کے دادا خواجہ عبدالمطلب کی ماں سلمیٰ بھی بنی نجار ہی تھیں اور یہ سموس سلمیٰ کی بھتیجی تھیں۔ کیونکہ قیس بن عمرو یعنی سموس کے باپ سلمیٰ مذکور کے بھائی تھے اور خواجہ عبدالمطلب کے ماموں سلمیٰ کا نسب ہے سلمیٰ بنت عمرو بن زید۔

حضرت سودہؓ کی پہلی شادی۔ سکران بن عمرو سے ہوئی تھی۔ سکران حضرت سودہؓ کے شوہر اور زمعہ حضرت سودہؓ کے باپ دونوں چچازاد بھائی تھے قیس بن عبد شمس بن عبد ود اور عمرو بن عبد شمس بن عبد ود۔ دونوں بھائی تھے۔ قیس کے لڑکے زمعہ حضرت سودہؓ کے باپ تھے اور عمرو کے لڑکے سکران ہیں۔ سکران کے کئی بھائی مشاہیر صحابہ سے ہیں سہیل بن عمرو جنکا ذکر غزوہ حدیبیہ میں۔ اور عمرۃ القضاۃ میں ہوا ہے انہیں کے بھائی تھے سلیط بن عمرو جو حضورؐ کے ایک خاص صحابی تھے انہیں کے بھائی تھے۔ سہل بن عمرو۔ اور حاطب بن عمرو بھی اُن کے بھائی تھے۔

Scanned by CamScanner

حضرت عمرؓ ہر وقت حضورؐ کے سامنے پردہ کی تدبیر کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ کوئی حکم اس بارہ میں خدا کی طرف سے نہ آیا تھا آپ ساکت تھے۔ مکانوں کے اندر اُس وقت بیت الخلاء نہ تھا بلکہ عرب اس کو بُرا سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے ایک کی روایت میں اس کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ اسوقت عورتیں بی حاجت ضروری کے لیے شب کے وقت میدان جایا کرتی تھیں۔ چونکہ حضرت سودہؓ جسیم اور بلند قامت تھیں مجمع میں بھی پہچانی جاتی تھیں۔ ایک روز شب کے وقت یہ جا رہی تھیں حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا۔ اور آواز دی کہ سودہ ہم نے تم کو پہچان لیا۔ اُن کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ لوٹ کر آئیں تو حضورؐ سے شکایت کی اس کے بعد حجاب کی آیت نازل ہوئی۔ یہ بخاری میں ہے۔

آیت حجاب کے نزول کا حال صحاح میں بالتفصیل موجود ہے۔ یہ حکم حضرت زینبؓ کے عقد کے وقت نازل ہوا۔ مگر ممکن ہے کہ حضرت سودہؓ کا یہ قصہ بھی انہیں ایام کا ہو لیکن آگے معلوم ہوگا کہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد بھی عرصہ تک عورتوں کو میدان جانے کی اجازت تھی کیونکہ مکانوں میں بیت الخلاء نہ تھا بیت الخلاء کے بہت بعد مکانوں میں بنایا گیا۔

حضرت سودہؓ اور سکران قدیم الاسلام ہیں۔ حضرت سودہؓ بیوہ ہوگئیں اور ام المومنین خدیجہؓ بنت خویلد کا بھی انتقال ہوگیا تھا۔ اور حضورؐ مغموم تھے تو خولہ بنت حکیم نے حضورؐ سے عیادت کی۔ اور اُن کے باپ سے بات پختہ کرکے نکاح کرا دیا۔ گو اس میں اختلاف ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضورؐ نے پہلے عقد اُن سے کیا۔ یا حضرت عائشہؓ سے۔ مگر اس میں کسی کو خلاف نہیں ہے کہ زفاف پہلے اُن سے ہوا۔ واللہ اعلم

حضرت سودہؓ کے وفات کی روایتیں بہت متضاد ہیں۔ واقدی نے اس کو ترجیح دی ہے کہ ان کا مدینہ میں ۵۴ھ کے شوال میں انتقال ہوا معاویہؓ کے ایام خلافت میں۔ ابن عبد البر کہتے ہیں۔ کلاعی نے اپنی تاریخ میں بسند صحیح روایت کیا کہ حضرت عمرؓ کے ایام خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ اور امام ذہبی جزماً بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے آخری ایام میں ان کا انتقال ہوا حضرت عمرؓ کی شہادت آخری ۲۳ھ میں ہوئی۔ اس لیے حضرت سودہؓ کا انتقال

اُس سے بھی پہلے ہوا ہوگا۔ واللہ اعلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین عائشہؓ بنت صدیقؓ۔ محبوبۂ رسول خدا جنکی برأت میں آسمان سے وحی نازل ہوئی۔ یہ چھ برس کی تھیں جب حضورؐ نے شوال کے مہینہ اُن سے عقد کیا۔ اور سنہ ۲ ہجری میں شوال ہی کے مہینہ اُن سے زفاف ہوا۔ اس وقت اُن کی عمر نو برس کی تھی۔ نو برس حضورؐ کے صحبت میں رہیں۔ اور جب حضورؐ نے انتقال کیا تو اُن کی عمر اٹھارہ برس کی تھی (صحیح مسلم) حضورؐ نے مرض الموت میں فرمایا کہ مخلوق میں ہم کو سب سے زیادہ محبوب عائشہؓ ہیں حضورؐ نے اُن کے سوا کسی باکرہ سے عقد نہیں کیا۔ خود فرماتی ہیں کہ حضورؐ میرے ساتھ لحاف میں تھے اور آپ پر وحی آئی۔ اور کسی زوجہ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ اور فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے میرے ساتھ ایک برتن میں غسل کیا اور کسی زوجہ کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔ علم اور سمجھ میں اور روز شمار سنت واقفیت میں تمام امہات المومنین بلکہ اس اُمت کی تمام عورتوں سے بڑھی ہوئی تھیں۔ اکابر اصحاب رسول اللہؐ مشکل ترین مسائل میں اُن کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور اُن سے فتویٰ لیتے تھے۔ ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہؐ کو جب کسی بات میں دقت پیش آتی اور حضرت عائشہؓ کی طرف رجوع کرتے تو اُن کے پاس ضرور اس کے متعلق معلومات ہوتے تھے نجیب۔ عالمہ فصیح تھیں۔ ایام عرب کے حالات اور جاہلیت کے اشعار سے خوب واقف تھیں۔

معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دیا تھا اسلئے باری کی تقسیم میں حضورؐ اُن کے لیے دو دن رکھتے تھے اور تمام ازواج مطہرات یعنی ایک ایک دن۔ خود فرماتی ہیں کہ حضورؐ کا انتقال میرے گھر میں۔ میرے باری کے دن۔ میری گود اور گردن کے درمیان ہوا۔ اور انہیں کے حجرہ میں حضورؐ مدفون بھی ہوئے۔

Scanned by CamScanner

حضرت عروہؒ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ کا انتقال ۵۸ھ میں ہوا۔ تقریب میں اسی کو صحیح کہا ہے اور واقدی کہتے ہیں ۵۷ھ میں ۱۰۔ رمضان منگل کے دن یہی اکثر کا قول ہے۔ اور شامی نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی عمر ۶۶ سال کی ہوئی۔ یہ وفات کے پہلے قول کے بنا پر صحیح ہوتا ہے کیونکہ ولادت ۵ھ میں ہوئی تھی۔ دوسرے قول کے بنا پر بھی صحیح ہو سکتا ہے اگر سنہ ولادت یا سنہ وفات کو نہ جوڑیں۔

حضرت عائشہؓ کا انتقال معاویہ ابن ابی سفیانؓ کے ایام خلافت میں ہوا۔ اُسوقت مدینہ کا حاکم مروان تھا۔ لیکن جنازہ کی نماز حضرت ابی ہریرہؓ نے پڑھائی۔ اور حضرت عائشہؓ کی وصیت کے موافق شب کے وقت بقیع میں دفن کیا گیا۔ قبر میں داخل ہوئے قاسم بن محمد عبداللہ بن عبدالرحمن۔ عبداللہ۔ بن ابی عتیق۔ عروہ ابن الزبیر۔ اور عبداللہ بن الزبیر ابی عتیق محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کہتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایک زوجہ[1] ام رومان تھیں اُن سے حضرت عائشہؓ اور عبدالرحمنؓ ہوئے ایک زوجہ قتیلہ تھیں اُن سے عبداللہ ابن ابی بکرؓ اور اسماء بنت ابی بکرؓ۔ ایک زوجہ اسماء بنت ابی عتیق تھیں ان سے محمد بن ابی بکرؓ۔ عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ کے لڑکے عبداللہ اور محمد ہیں جو محمد بن عبدالرحمن ابی عتیق کے جانے جاتے تھے اُن کے لڑکے عبداللہ بن ابی عتیق تھی۔ اسماء بنت ابی بکرؓ کی شادی زبیر بن العوام بن خویلد سے ہوئی یعنی ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھائی کے لڑکے سے اُن کے لڑکے عبداللہ بن زبیر۔ عروہ بن زبیر اور منذر بن زبیر ہیں جناب حضرت عائشہؓ کی سوتیلی بہن کے لڑکے ہیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ تو مشاہیر اسلام سے ہیں۔ اور خلیفہ تسلیم کئے گئے تھے۔ عروہؒ حدیث کے مشہور راوی تھے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی اکثر حدیثیں ان کے واسطے سے مروی

[1] حضرت ابوبکرؓ کی ایک زوجہ حبیبہ بنت خارجہ تھیں تو طاہر روایت ہے کہ اُن کو حاملہ چھوڑ کر حضرت صدیقؓ نے انتقال کیا اُن کے انتقال کے بعد لڑکی پیدا ہوئی جنکا نام ام کلثوم تھا۔ ابن سعد اور ابن عبدالبر نے ام کلثوم کو صحابیہ میں شمار کیا ہے کیونکہ اُن کی پیدائش والد کی وفات کے بعد ہوئی ہے۔ مگر وہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ ہو چکا ہے روایت سے معلوم ہوا۔ اور وہ روایتیں مرسل ہیں واللہ اعلم

ہیں۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ میں کچھ ناراضی ہوئی جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ اُس میں حضرت عائشہؓ کی طرف اصل سپہ سالار عبداللہ بن زبیر تھے۔ اُنہوں نے حضرت عائشہؓ کی روایت کے موافق بیت اللہ کو نئے سرے سے بنیاد ابراہیمی پر تعمیر کیا تھا مگر بنی امیہ نے رہنے نہ دیا۔

اسماء بنت عمیسؓ سے محمد بن ابی بکرؓ ہوئے مشہور سپہ سالار ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف مصریوں نے بغاوت کی تو یہ اُن کے سردار تھے جنگ صفین میں یہ حضرت علیؓ کی طرف تھے اُن کے لڑکے قاسم بن محمد ہیں، وہ بھی زبردست شخصیت کے آدمی تھے۔ یہ سب حضرت عائشہؓ کے بھتیجے اور بھانجے ہیں۔ ایک عبداللہ بن ابی عتیق اُن کے بھائی کے پوتے تھے واللہ اعلم

حفصہؓ بنت عمر رضی اللہ عنہما

ام المومنین حفصہؓ[1] حضرت عمر بن خطابؓ کی صاحبزادی تھیں۔ اُن کی ماں زینب بنت مظعون بھی بہت مشہور اور معزز صحابیہ تھیں۔ بعثت سے پانچ برس پہلے پیدا ہوئیں جب قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ اُن کی پہلی شادی خنیس بن حذافہؓ سہمی سے ہوئی تھی۔ وہ اصحاب الروایت عروہ بدر و احد میں زخمی ہوئے تھے زخم کی وجہ سے شہید ہو گئے تب حضرت عمرؓ نے اُن سے عقد کیا۔

حضرت حفصہؓ کے مزاج میں تندی اور سختی تھی۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے

[1] حضرت حفصہؓ بنت الخطاب عدوی تھے عدی بن کعب کی اولاد میں اُن کی ماں کا نام زینب بنت مظعون بن الحارث بن الحارث بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح تھا۔ بعضوں نے حضرت حفصہؓ کا نام عفیرہ لکھا ہے مگر صحیح یہی ہے جو ہم نے لکھا ہے۔ حضرت حفصہؓ کا باپ حذافہ حضرت عمرؓ کا بھائی نہیں ہے۔ اُن کے دادا ہی اصل اور حقیقی دادا ہیں۔ اور حذافہ کے دادا عدی حضرت عمرؓ کے پڑدادا تھے۔ حضرت عمرؓ کی ماں حضرت حفصہؓ کی پھوپھی زاد بہن تھیں واللہ اعلم

[2] خنیس کا نام صحیح مسلم میں حذافہ اور صحیح بخاری میں عبداللہ ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے

[3] حذافہ نام صحیح ہے حذافہ کا نام عبداللہ تھا۔ اصابہ میں حذافہ کے ترجمہ میں یہ بات لکھی ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ حذافہ کا نام عبداللہ تھا

انہوں نے اُن کے متعلق فرمایا انہا ابنۃ ابیہا یعنی وہ اپنے باپ کی بیٹی ہیں۔ حضرت عمرؓ بھی تند مزاج مشہور تھے۔ اور حضورؐ نے بھی فرمایا ہے کہ عمر سے شیطان بھاگتا ہے۔

حضرت حفصہؓ کو ایک مرتبہ حضورؐ نے ایک طلاق دیدیا تھا۔ تو اُن کے دو ماموں۔ قدامہ بن مظعون اور عثمان بن مظعون روتے ہوئے حضورؐ کے پاس آئے۔ اور حضرت عمرؓ نے سنا تو اپنے سر پر مٹی ڈال لی۔ آخر حضرت جبرئیلؑ نے حضورؐ سے کہا کہ حفصہؓ سے رجوع کر لیجئے وہ بہت روزہ رکھنے والی اور نماز پڑھنے والی ہیں۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے طلاق دیا تو جبرئیلؑ نے کہا کہ عمرؓ رحم کر کے رجعت کر لیجئے۔ دوسری دفعہ پھر طلاق دینا چاہا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا لا تطلقہا انہا صوامۃ قوامۃ ایک دفعہ یا ایک ایام میں حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کے پاس گئے تو وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا رسول اللہؐ نے پھر طلاق دیدیا ہے۔ ایک دفعہ تو حضورؐ نے میری وجہ سے رجعت کی ہے۔ اب اگر حضورؐ نے طلاق دیا تو ہم تجھ سے بات نہ کریں گے۔

۴۵ھ کے شعبان میں ان کا انتقال مدینہ میں ہوا۔ مروان بن الحکم مدینہ کا حاکم تھا اسی نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ تھوڑے دور تک مروان نے سرپر بھی اٹھایا پھر حضرت ابوہریرہؓ قبر تک لے گئے۔ اور قبر میں ان لوگوں نے اتارا۔ اُن کے دو بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عاصمؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ کے لڑکے سالم۔ عبداللہ۔ اور حمزہ۔

ان کے اہل میں سے سات آدمی غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ حضرت عمرؓ ان کے والد۔ اور حضرت زید بن الخطاب ان کے چچا۔ ان کے شوہر خنیس ابن حذافہ۔ ان کے تین ماموں عثمان بن مظعون۔ عبداللہ بن مظعون۔ قدامہ بن مظعون۔ اور ان کے ماموں کے لڑکے سائب بن عثمانؓ۔

لہ حضرت عمرؓ کی مشہور ازواج اور اولاد کی تفصیل یہ ہے۔ ایک زوجہ بنت مظعون تھیں ان سے حضرت حفصہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ام عبداللہ یہ تینوں بھائی بہن تو یقینی ہوئے۔ اور اغلب یہ ہے کہ عبدالرحمن اکبر بھی انہیں سے ہوئے اور عبداللہ بن عمرؓ کی نسبت بھی یہی قرینہ ہے۔ نیز یا بنت حضرت عمرؓ کی

زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ بن الحرث ہلالیہ بنی عمرو بن صعصعہ میں سے تھیں۔ انصار ام المؤمنین میمونہؓ کا نسب ہلال بن عامر بن صعصعہ میں ملاتا ہے۔ یہ اسلام سے پہلے ہی ام المساکین کے نام سے مشہور ہو گئی تھیں۔ کیونکہ مساکین کو کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ ابن سعد زہری کا قول ہے کہ یہ حضورؐ سے پہلے عبداللہ بن جحشؓ کے نکاح میں تھیں۔ اور یہی صحیح ہے۔ وہ بھی بدر میں شہید ہوئے۔ اور کفار نے اُن کو مُثلہ کیا۔ اس سے یہی حضرت حمزہؓ کو ہوئی ہوگی ظاہر ہے عبداللہ بن جحشؓ حضورؐ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کے لڑکے تھے۔ حمنہ بنت جحشؓ انہیں کی بہن تھیں جنکو حضورؐ نے زید بن حارثہؓ کے ساتھ بیاہ دیا تھا۔ گزران وشواری

بقیہ صفحہ ۵۷۴

ام ولد ہیں۔ عبدالرحمن اوسط جنکو حنتمہ کہتے تھے اُن کے لڑکے ہیں۔ انہیں کو فرکی صدقی تھی۔ یکے بعد دیگرے ایک نہ چھ اُن سے زینب۔ اور عبدالرحمن اصغر ہوئے۔ اصغر کی کنیت ابوعثمان تھی۔ سنی کو ابوموسیٰ کہتے تھے۔ ابوموسیٰ بڑی عمر پائی گئی تھی لوگوں نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ یہ تمہارے بھائی کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کہتے نہیں تو ہیں۔ ہیں بھی مشہور ہو گئے۔ جمیلہ بنت ثابت عاصم بن ثابت میں اُن سے حضرت عمرؓ نے عاصم پیدا ہوئے پھر طلاق دیدیا تو زید بن حارثہؓ نے اُن سے نکاح کر لیا۔ ام کلثوم۔ حضرت علی کی لونڈی سے ام حسنؓ اور ام حسینؓ کی بہن اُن سے جب حضرت عمرؓ نے عقد کیا تو بڑی خوشی منائی۔ ولیمہ کیا چالیس ہزار صرف ہوا۔ زید بن عمرؓ اکبر اور رقیہؓ اولاد ہوئی حضرت عمرؓ کے بعد عون بن جعفر اور پھر عبداللہ بن جعفر کلثوم کا عقد ہوا۔ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل حضرت سعید بن زید سے پہلے عبداللہ بن ابی بکر کی زوجہ تھیں۔ اُن کے بعد حضرت عمرؓ نے عقد کیا۔ فاطمہ بنت ولید خالد بن الولید کی بہن حارث بن ہشام کی زوجہ تھیں۔ حارث کے بعد حضرت عمرؓ نے اُن سے عقد کیا۔ معلوم نہیں کہ اُن سے کوئی اولاد ہوئی یا نہیں۔ زینب اصغر صفیہ بنت عمر جمیلہ بنت عمر کے نسبت معلوم نہ ہو سکا کہ اُن کی ماں کون تھیں حضرت عمرؓ کے ایک مشہور زنگی غلام ہیں جنوں نے ہرمزان کو اس شبہ میں قتل کر دیا تھا کہ وہ ابولؤلؤ کا قاتل عمرؓ کو بتلایا تھا۔ ان کے ماں کا نام بھی ٹھیک معلوم نہیں مگر قرائن ہیں کہ یہ بھی حضرت زینبؓ کے لڑکے اور حضرت حفصہؓ کے حقیقی بھائی تھے

واللہ اعلم

تعلقات اچھے نہ تھے۔ الغرض عبداللہ بن جحش کی شہادت کے بعد اُسی سال یعنی ۳ھ میں ام المساکین سے حضورؐ نے خود عقد کر لیا۔

محل تامل یہ ہے کہ عدت وفات چار مہینہ دس روز ہے لیکن غزوۂ احد شوال کے مہینہ میں ہوا۔ اسلیے ۳ھ میں غزوۂ احد کے بعد عدت پوری نہیں ہو سکتی۔ تو آپ نے ۳ھ میں عقد کیسے کیا۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ شاید حمل ہو اور وضع حمل سے عدت پوری ہو گئی ہو۔

ام المساکین حضورؐ کے پاس دو تین مہینہ رہیں۔ اور ۴ھ میں حضورؐ کے سامنے اُن کا انتقال ہو گیا۔ حضورؐ نے اُن کے جنازہ کی نماز پڑھی اور بقیع میں دفن کیا۔ اُنکی عمر تیس برس یا اس کے قریب تھی۔

ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین ام سلمہؓ کا نام عبد الاکثر ہند ہے بعضوں نے رملہ کہا ہے۔ کما فی ابن اثیر کہتے ہیں کہ ہوس لشئی یہ ابی امیہ ابن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن المخزوم کی صاحبزادی تھیں۔ ابو امیہ کے نام میں اختلاف ہے اسی کنیت سے مشہور تھے۔ یہ قریش کے بڑے ذی رتبہ شخص تھے جود و سخا میں اُن کی شہرت تھی۔ بڑے شہ سوار تھے۔ اور اُن کا لقب زاد الراکب تھا۔ اسلیے کہ سفر میں جو سوار اُن کے ساتھ ہوتے تھے۔ اُن کے کھانے کی کفالت یہ اپنے ذمہ لیتے تھے۔

ابو جہل کا باپ ہشام۔ حضرت عمر بن الخطاب کے نانا ہاشم زوجہ مجھن۔ خالد ابن الولید کے باپ ولید بن المغیرہ اور ابو حذیفہ مخزومی جس کی جاریہ سلمیٰ رضی اللہ عنہا شوہر کی ماں تھیں۔ عیاش ابن ابی ربیعہ کے باپ ابی ربیعہ بن المغیرہ۔ فاکہ جو ہند بنت عتبہ کا ابو سفیان کے پہلے شوہر تھا وہ شخص جس کے لڑکے ابو عزہ کو رسول اللہ نے حضرت علیؓ کے ساتھ بدر میں بھیجا تھا۔ عبد شمس جسکے لڑکے ولید نے ابو جہل کی لڑکی اسماء سے بیاہ کیا تھا۔ یہ سب مغیرہ مخزومی کے لڑکے۔ ابی امیہ کے

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اول زمرۃ تدخل الجنۃ علی صورۃ القمر لیلۃ البدر الحدیث۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۷۰)

بھائی۔ اور حضرت ام سلمہؓ کے چچا تھے۔ اور عمرو بن العاص کی ماں ام حرملہ بنت ہشام حضرت عمر بن الخطابؓ کی ماں حنتمہ بنت ہاشم حضرت ام سلمہؓ کی چچا زاد بہن تھیں۔ خالد بن الولید ولید بن ولیدؓ۔ عیاش ابن ابی ربیعہ۔ سلمہ بن ہشام۔ ابو جہل بن ہشام۔ خالد بن ہشام حارث بن ہشام سب اُن کے چچا زاد بھائی تھے۔

ابو امیہ سے رسول اللہ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب بیاہی ہوئی تھیں اور عبداللہ بن ابی امیہؓ۔ ام زہیر۔ اور قریبہ ان کی اولاد میں تھیں لیکن حضرت ام سلمہؓ کی ماں یہ عاتکہ نہ تھیں اصحاب سیر بالاتفاق لکھتے ہیں کہ ام سلمہؓ کی ماں عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک الکنانیہ تھیں یہاں پر صاحب روضۃ الاحباب کو تمام کی وجہ سے وہم ہو گیا ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کی شادی عبداللہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی سے ہوئی تھی۔ انہیں کی کنیت ابو سلمہؓ ہے نسب سے ظاہر ہے کہ ہلال اور مغیرہ دونوں بھائی تھے۔ ہلال مخزومی کے پوتے ابو سلمہؓ ہیں۔ اور مغیرہ مخزومی کی پوتی ام سلمہؓ ہیں۔ ابو سلمہؓ کے باپ عبد الاسد مخزومی رسول اللہ کے پھوپھا تھے۔ اُن سے حضورؐ کی پھوپھی برہ بنت عبد المطلب بیاہی ہوئی تھیں۔ اور اُنہیں کے لڑکے ابو سلمہؓ ہیں۔ اسی لیے کوا جہ ابو طالب خواجہ عبدالمطلب حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ ابو سلمہؓ کے ماموں تھے۔

یہ دونوں زن و شوہر سب قدیم الاسلام ہیں۔ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ ابو عبیدہ بن الحارث ابو سلمہؓ ابن عبد الاسد۔ ارقم ابن ابی ارقمؓ عثمان ابن مظعونؓ سب ایک ساتھ مسلمان ہوئے اُن کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ۔ اور سعید بن زیدؓ وغیرہ نے اسلام قبول کیا۔

جب بنی مخزوم سابقین اولین کو سخت اذیت دے رہے تھے اس وقت ابو سلمہؓ بھاگ کر ابو طالب کے پناہ میں آگئے تھے۔ بنی مخزوم نے کہا کہ اے ابو طالب تم اپنے بھائی کے لڑکے کی حمایت تو کر ہی رہے تھے۔ اب ہمارے بھائی کے لڑکے کو بھی ہمارے سپرد نہیں کرتے۔ خواجہ ابو طالب نے کہا کہ ہاں جن مصائب سے جو اپنے بھائی کے لڑکے کو بچاتے ہیں۔ اس کو

بقیہ صفحہ گذشتہ: حضرت علیؓ، حضرت عمارؓ، حضرت سلمانؓ۔ (ترمذی شریف، حسنہ شریف ص ۵۰۱)

Scanned by CamScanner

اپنی بہن کے لڑکے کو بھی بچاتے ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابو سلمہؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی بی بی کے ساتھ حبشہ ہجرت کی اور ابو نعیم کہتے ہیں کہ ابو سلمہؓ قریش میں سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مدینہ ہجرت کی۔

ان کے ہجرت کا واقعہ بھی دردناک ہے۔ اُن کے لڑکے سلمہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے یہ لوٹ آئے۔ مگر مکہ میں رہنا مشکل تھا اسلیئے ابو سلمہؓ نے اپنی بی بی اور بچہ کو لیکر مدینہ جانا چاہا۔ ام سلمہؓ کے اقربا بنی مغیرہ نے ام سلمہؓ اور دکاکہ اُس کو باہر نہ جانے دینگے تب ابو سلمہؓ کے اقربا بنی اسد نے کہا کہ جب تم اپنی لڑکی کو اُسکے شوہر کے ساتھ نہیں جانے دیتے ہو تو ہم اپنے لڑکے سلمہ کو تمہارے ساتھ نہ رہنے دینگے۔ چنانچہ سلمہ کو دونوں فریق کھینچنے لگے۔ حتیٰ کہ سلمہ کا ہاتھ اکھڑ گیا۔ آخر بنی اسد لے گئے۔ اسطرح یہ تین تین جگہ ہو گئے۔ ابو سلمہؓ مدینہ چلے گئے۔ ام سلمہؓ بنی مغیرہ میں رہیں۔ اور سلمہ بنی اسد کے پاس رہے۔ حضرت ام سلمہؓ روزانہ بیقرار ہوتیں اور روتیں۔ آخر عرصہ کی بیقراری کے بعد بنی مغیرہ نے اجازت دی۔ بنی اسد نے بھی اُن کا لڑکا اُن کو دیدیا۔ یہ تنہا اپنے لڑکے کو لیکر مدینہ روانہ ہوئیں۔ تنعیم میں ایک شخص عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ نے تنہا دیکھکر کہا کہ اے بنت ابی امیہ کہاں جاتی ہو۔ جب اُن کو سب حال معلوم ہوا تو اونٹ کی باگ پکڑلی۔ اور بنی عمر بن عوف تک پہنچا دیا۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم ایسا کریم النفس عرب میں نے نہیں دیکھا۔

ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ نسائی نے بسند صحیح ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب میں مدینہ آئی۔ اور کہا کہ ابی امیہ بن المغیرہ کی بیٹی ہوں تو لوگوں نے انکار نہ کیا بلکہ تکذیب کی۔ لیکن جب وہ لوگ سچ کو گئے۔ اور تحقیق ہو گیا تو اُنہوں نے میری تصدیق کی اور عزت بھی زیادہ کرنے لگے۔

ابو سلمہؓ کے انتقال کی روایتیں مخالف اور متضاد ہیں۔ بعض روایت میں ہے کہ انکا انتقال بدر کے بعد جمادی الآخر ۳ھ میں ہوا۔ بعض روایت میں ہے کہ اُحد کے بعد جمادی الآخر

۳ھ میں ہوا اور بعض روایت ہے کہ جمادی الآخر ۴ھ میں۔ لیکن دو برس کے بعد ۴ھ میں جمادی الآخر ممکن ہے نہ احد کے بعد ۴ھ میں اسلیئے کہ ۴ھ کے رمضان میں غزوۂ بدر صغریٰ اور ۴ھ کے شوال میں غزوۂ اُحد۔

اکثر اصحاب سیر کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ غزوۂ اُحد کے بعد حضورؐ نے حضرت ابو سلمہؓ کو بنی اسد ابن خزیمہ کی طرف ڈیڑھ سو معزز اصحاب کے ساتھ طلیحہ ابن خویلد اور سلمہ ابن خویلد سے مقابلہ کیلئے بھیجا تھا۔ ابن قیم نے بھی لکھا ہے کہ ابو سلمہؓ کو حضورؐ نے غزوۂ اُحد کے بعد بھیجا۔ اس مہم سے واپس آنے کے بعد اُن کا انتقال ہوا۔ واقدی کی روایت ہے کہ واپسی کے بعد ۲ جمادی الآخر کو انتقال ہوا۔ بنی امیہ کے کنوے سے جس کو پہلے حفیر کہتے تھے اور رسول اللہؐ نے اس کا نام مرئیہ رکھا آپ کو غسل دیا گیا۔ اس کے بعد جنازہ بنی امیہ سے مدینہ لایا گیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

ابو سلمہؓ کے انتقال کے بعد رسول اللہؐ نے ام سلمہؓ کو تین کاموں سے منع فرمایا مگر انہوں نے تینوں کام کیئے

اوّل یہ کہ مجھ میں غیرت کا مادہ ہے۔ مقصد یہ تھا کہ آپ کی ازواج اور بھی ہیں اسلیئے رشک اور اختلاف کا اندیشہ ہے

دوم یہ کہ میں بچہ والی عورت ہوں۔ یعنی آپ کو تکلیف ہوگی

سوم یہ کہ میری عمر زیادہ ہے

چہارم یہاں میرا کوئی ولی نہیں ہے

حضورؐ نے فرمایا کہ میں خدا سے دعا کروں گا۔ رشک کو وہ تم سے دفع کر دے گا

بچوں کے بارہ میں فرمایا کہ اُن کی نگرانی خدا اور رسول کے ذمہ ہوگی۔ یا یہ فرمایا کہ تمہارے بچے میرے بچے ہوں گے۔ الخ اختلاف الروایۃ

عمر کے بارہ میں فرمایا کہ میرا سن تم سے زیادہ ہے

ولی کے بارہ میں فرمایا کہ تمہارا کوئی ولی اس عقد کو ناپسند نہ کرے گا۔

اس کے بعد ام سلمہؓ راضی ہوئیں اور نکاح ہو گیا۔ نکاح میں یا تو ان کے لڑکے سلمہؓ ولی تھے

Scanned by CamScanner

یا کوئی ولی نہ تھا۔ مسند امام احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرابن ابو سفیان کی ولادت سے عام ہوا مگر وہ صحیح نہیں ہے۔ اس وقت قرابن ابی سفیان کا سن تین برس کا تھا۔

حضرت ام سلمہؓ مدنی ہیں بھی مشہور ہیں۔ اور ذہانت، فہم معلومات۔ اور وقت نظر میں حضرت عائشہؓ کے بعد انہیں کا مرتبہ تھا جلیل القدر صحابہ۔ اور کبار تابعین ان سے مسائل کی تحقیق کرتے تھے ان کی اصابت رائے اور کمال عقل پر حدیبیہ کا ایک واقعہ شاہد ہے۔ حضورؐ نے حدیبیہ میں جن شرائط پر کفار سے صلح کی تھی۔ تمام صحابہ اس کو ناپسند کرتے تھے۔ اور اس خیال میں تھے کہ کسی طرح یہ شرائط بدلے جائیں۔ اور چونکہ شرائط صلح کی بنا پر اس سال کوئی عمرہ نہیں ہو سکتا تھا اس لیے حضورؐ نے حکم دیا کہ سب لوگ وہیں ہدی ذبح کریں اور حلق کرا کر احرام سے باہر ہو جائیں حضورؐ نے مکرر تین مرتبہ یہ حکم دیا۔ مگر کسی نے ہدی ذبح کی نہ حلق کرایا۔ حضورؐ کو بہت رنج ہوا۔ اور آپ کبیدہ خاطر حضرت ام سلمہؓ کے خیمہ میں گئے۔ ام سلمہؓ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ صحابہ کی طرف سے دل برداشتہ نہ ہوں۔ ان کے امیدوں کے خلاف مائل دیے ہوئے شرائط پر آپ نے صلح کی ہے۔ اس سے ان کو بہت صدمہ ہوا ہے۔ آپ اگر چاہتے ہیں کہ صحابہ میں سے کوئی باہر ہو جائیں تو آپ ان سے کچھ نہ کہئے۔ آپ خود اپنی ہدی ذبح کیجئے اور اپنا حلق کرائیے۔ حضورؐ نے یہی کیا۔ صحابہ کو یقین ہو گیا کہ اب شرائط بدل نہیں سکتے اس لیے سب نے ہدی بھی ذبح کی اور حلق بھی کرائے۔

جب حضورؐ نے ان سے عقد کیا تو حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہی مکان ان کو رہنے کو ملا۔ وہاں کچھ جو اور چربی پہلے سے موجود تھی پہلے ہی روز حضرت ام سلمہؓ نے خود جو میں کر اس میں چربی ملا کر کھانا پکایا۔ اور ایک پیالہ حضورؐ کے سامنے رکھا۔

لہ مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ امہات المومنین کی دو جماعت تھی ایک میں حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت حفصہؓ حضرت سودہؓ اور حضرت صفیہؓ تھیں۔ دوسری جماعت میں حضرت ام سلمہؓ اور باقی ازواج مطہرات دوسری جماعت کی سردار حضرت ام سلمہؓ تھیں واللہ اعلم۔ مترجم۔ حضرت عمر کو حضور کے بعد رہے

مقام حبشہ میں پیدا ہوئے۔ حضورؐ کے وصال کے وقت اکثر قریش اور بنی کنانہ اور بعض دوسرے قبیلوں نے صورۃً اسلام قبول کر لیا تھا

باقی صفحہ پر

یہی ان کا طعام ولیمہ تھا۔

حضرت ام سلمہؓ کے پاس رسول اللہؐ کا موئے مبارک تھا لوگ اس سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ بخاری میں عثمان بن عبداللہ بن موہب سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے گھر کے لوگوں نے ایک پیالہ میں پانی لیکر حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں بھیجا۔ ایک چاندی کی ظرف میں ان کے پاس رسول اللہؐ کا موئے مبارک تھا جب کسی کو نظر لگتی یا اور کوئی حرج ہوتا تو وہ ان کے پاس ایک پیالہ میں پانی لیکر جاتا۔ آپ اس میں وہ موئے مبارک ڈبو دیا کرتی تھیں۔ عثمانؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا وہ موئے مبارک سرخ رنگ کا تھا

حضرت ام سلمہؓ کی وفات میں اقوال بہت مختلف ہیں واقدی ۵۹ھ کہتے ہیں۔ ابن حبان ۶۱ھ ابن جریر نے ابو نعیم سے ۶۲ھ لکھا ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن ابوبکر ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ یزید کی بیعت کے بعد انتقال ہوا۔ اور یزید کی بیعت ۶۳ھ کے آخر میں ہوئی۔ ترمذی کے ابواب المناقب میں ایک روایت ہے کہ امام حسینؓ شہید ہوئے تو ام سلمہؓ نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا۔ سر اور داڑھی خاک آلود تھی وجہ پوچھی تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں ابھی حسین کے مقتل میں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۶۱ھ میں ام سلمہؓ زندہ تھیں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ایک جیش مقام بیداء میں خسف کی جائے گی۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ عائشہؓ بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان نے ام سلمہؓ سے اس جیش کا حال دریافت کیا۔ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ سوال اس وقت کیا تھا جب یزید نے مسلم بن عقبہ کے ماتحت مدینہ فوج بھیجی تھی۔ اور واقعہ حرہ (جو واقعہ فوج ۶۳ھ میں آئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت تک حضرت ام سلمہؓ موجود تھیں۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ ام سلمہؓ کا انتقال ۸۴ برس کی عمر میں ہوا۔ ام المومنین رسول اللہؐ کی ازواج میں سب کے بعد انکا انتقال ہوا۔ اصابہ۔ ان کی وصیت تھی کہ میرے جنازہ کی نماز سعید بن زید کے بھائیں مگر ان کا پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا لہٰذا جنازہ کی نماز حضرت

بیہ حضورؐ کی وفات ۱۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ابو ہریرہؓ نے پڑھائی اور جنت بقیع میں دفن کی گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت ام سلمہؓ کو ابو سلمہؓ سے چار اولادیں ہوئیں۔ ایک سلمہؓ جو حبشہ میں پیدا ہوئے اور ہجرت کے وقت بھی ساتھ تھے۔ اُن کا عقد حضورؐ نے امامہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا دوم زینبؓ انہوں نے اپنا رضعت ابی بکرؓ کا دودھ پیا تھا۔ اس لیے حضرت زینبؓ کی اولاد کی رضاعی بہن تھیں ان کا عقد عبداللہ بن زمعہ بن الاسود الاسدی سے ہوا۔ سوم عمر بن ابی سلمہؓ یہ رسول اللہ کے انتقال کے وقت ۹ برس کے تھے۔ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے طرفدار تھے اور حضرت علیؓ نے اُن کو فارس اور بحرین کا عامل مقرر کیا تھا چہارم درہ بنت ابی سلمہؓ فاری ہیں انہیں کا قصہ ہے کہ ام حبیبہؓ نے رسول اللہ سے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ درہ بنت ابی سلمہؓ سے عقد کرنا چاہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے اُس کی ماں میرے عقد میں ہے۔ اور یہ بھی ہوتا تو ہم وہ میرے لیے جائز نہ تھی کیونکہ ابو سلمہؓ میرے رضاعی بھائی تھے پنجم محمد بن ابی سلمہؓ بعضوں نے ان کے صحابی ہونے میں شبہ کیا ہے۔ ابن خیر کہتے ہیں کہ ابو سلمہؓ نے انتقال کیا تو اُن کی اولاد رسول اللہ کی ربیب تھی۔ رسول اللہ کے عہد میں پیدا نہ ہونے کے کیا معنی ششم ام کلثوم بنت ابی سلمہؓ۔

زینب بنت ابی سلمہؓ کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں بعض کہتے ہیں کہ ابو سلمہؓ کے انتقال کے بعد پیدا ہوئیں۔ اسی لیے ام سلمہؓ کی عدت میں بھی اختلاف ہے کہ عدت وفات چار مہینہ دس روز اُنہوں نے پورا کیا۔ یا وضع حمل عدت تھی واللہ اعلم بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ سے عقد کے وقت اُن کے پاس ایک شیر خوار بچہ تھا۔

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

ام المومنین زینبؓ رسول اللہ کے پھوپھا جحش بن رباب بن عمرالاسدی کی لڑکی تھیں جو

ملہ اصل نام برہ تھا رسول اللہ نے اس کا نام پہلے تو یہ رکھا پھر موجود حضورؐ نے جحش نام رکھا۔ اور زینب کا نام رکھا جو موجود اور برقرار رہا تھا حضورؐ نے زینب نام رکھا کذا فی الزرقانی شرح المواہب اللدنیہ واللہ اعلم۔ منہ

بنی اسعد ابن خزیمہ سے تھے اور زینبؓ کی ماں رسول اللہ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب تھیں۔ اُن کے دو بھائی ابو سفیان کی لڑکی سے بیاہے ہوئے تھے جن حضرت معاویہؓ کی بہن ہند عبداللہ بن جحش ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ سے۔ اور ابو احمد ابن جحش قارعہ بنت ابی ملیحہ سے اور اُن کے ایک بھائی عبداللہ بن جحشؓ تھے جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ اور کفار نے اُن کا پیٹ چاک کر دیا تھا اور مُثلہ کیا تھا۔ وہ اپنے ماموں حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ حضرت زینبؓ کی دو بہنیں تھیں حمنہ بنت جحشؓ اور ام حبیبہ بنت جحشؓ دونوں کو استحاضہ تھا۔ حدیثوں میں اکثر ذکر بہت آتا ہے رسول اللہ سے استحاضہ کے مسائل دریافت کرتی تھیں حمنہؓ کا عقد پہلے مصعب بن عمیرؓ سے ہوا جس سے زینب بنت مصعبؓ ہیں پھر طلحہ بن عبیداللہ سے ہوا جس سے محمد بن طلحہ اور عمران بن طلحہ ہوئے۔ پھر عبداللہ بن عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ سے ہوا۔ اُن سے دو اولاد ہوئی محمد اور مصعب۔ دوسری بہن ام حبیبہؓ عبدالرحمن بن عوفؓ کی زوجہ تھیں جس کی روایت ہے کہ سات برس انکو استحاضہ رہا۔

عبداللہ بن جحشؓ اور اُن کے بھائی بہن بہت قدیم الاسلام ہیں حضورؐ کے دارارقم جانے سے پہلے یہ مسلمان ہو چکے تھے۔ پھر حبشہ ہجرت کر کے گئے۔ وہاں اُن کے ایک بھائی عبیداللہ نصرانی ہو گئے اور اُن کی زوجہ ام حبیبہؓ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اس لیے ام حبیبہؓ سے نجاشی کے ذریعہ حضور صلعم نے عقد کر لیا۔ اور یہ لوگ وہ کر مکہ چلے آئے اور وہاں سے عبداللہ بن جحشؓ اور ابو احمد بن جحشؓ اپنے اہل اور بہنوں کے ساتھ مدینہ آئے۔

قریش کو اس سے بڑا قلق تھا۔ مگر حضور صلعم نے حضرت زینب بنت جحشؓ کا عقد زید بن حارثہؓ سے کر دیا زید بن حارثہؓ رسول اللہ کے خاص محبوب تھے۔ اُس وقت مسلمان ہوئے تھے جب حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوبکرؓ مسلمان ہوئے تھے اکثر سرایا میں معزز شرفاء قریش پر اُن کو حضورؐ سردار بناتے تھے اور زید بن محمد مشہور ہو گئے تھے حضورؐ کی اُن پر خاص عنایت تھی۔ لیکن باوجود تمام ذاتی خوبیوں کے غلام تھے۔ اور حضرت زینبؓ ذی نسب شریف تھیں عقد کے پہلے ہی اُن کو یہ عقد

پڑتا تھا۔ حضورؐ کے فرمانے سے راضی ہو گئیں۔ اور عدت کے بعد ہی حضرت زینبؓ سے حضرت زیدؓ کی محبت ہو گئی اور خلوص پیدا نہ ہوا۔ حضرت زیدؓ نے طلاق دینا چاہا تو حضورؐ نے پہلے اس طلاق کو روکا۔ مگر آخر حضرت زیدؓ نے طلاق دیدیا۔ اسکے بعد اُن کا عقد حضورؐ سے ہو گیا۔

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت زینبؓ کی عدت پوری ہو گئی۔ تو حضورؐ نے زیدؓ کو بھیجا۔ کہ اُن کو میرے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام دو۔ زیدؓ گئے تو وہ آٹا گوندھ رہی تھیں زیدؓ کہتے ہیں کہ میری نظر اُن پر پڑی تو دل میں اُن کی بڑی عظمت پیدا ہوئی۔ اور اُن کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے اُن کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔ میں پیچھے ہٹا۔ اور یہ کہہ کر واپس آ گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دروازہ کی طرف پشت کر کے کھڑا ہوا اور کہا کہ اے زینب تم کو رسول اللہؐ نے اپنے ساتھ نکاح کا پیغام دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک میں خدا سے استخارہ نہ کروں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اور وہ مسجد چلے گئے۔ کہ اتنے میں رسول اللہؐ خود تشریف لائے اور بلا اذن داخل ہوئے کیونکہ قرآن پاک کی آیۃ نازل ہو گئی تھی اور وہ آیۃ یہ ہے:۔

فلما قضی زید منها وطرا زوجناکها لکی لا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائهم

پھر جب زید اپنی حاجت پوری کر چکا یعنی طلاق دیچکا۔ تو ہم نے تم کو اُن کے نکاح میں دیدیا۔ تاکہ مسلمانوں کو متبنیٰ کی بیوی سے نکاح کرنے میں تنگی نہ ہو جب طلاق دیدیں (الاحزاب)

اس آیت میں خدا نے بتایا کہ تمہارا نکاح زینبؓ سے میں نے کر دیا۔ اسلیئے وہ حضورؐ کی زوجہ ہو گئیں اذن کی ضرورت نہ رہی۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ زینبؓ کا نکاح حضورؐ سے ابو احمد بن جحش نے کیا تھا۔ ممکن ہے کہ پھر یہ بھی ہوا ہو لیکن صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہی ہیں کہ نزول آیت کے بعد حضورؐ بلا اذن نہ زینبؓ کے پاس داخل ہوئے۔ اور شیخین کی روایت ہے کہ

حضرت زینبؓ تمام ازواج کے مقابلہ میں فخر کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے اولیاء نے کیا اور میرا نکاح خود خدا نے اپنے رسول کے ساتھ کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب آفتاب بلند ہوا تو حضورؐ نے ہم سب کو روٹی اور گوشت کھلایا۔ لوگ کھا کھا کر نکل گئے۔ مگر کچھ آدمی اور بعض روایت میں ہے کہ تین آدمی گھر ہی میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ حضورؐ نے اُن سے تو کچھ نہ کہا مگر خود نکلے اور ازواج مطہرات کے حجروں کا چکر لگایا۔ حجروں کے دروازوں پر گئے اُن کو سلام کیا۔ اور کچھ باتیں کیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد معلوم ہوا میں نے حضورؐ کو دیکھا یا حضورؐ نے خود فرمایا کہ وہ لوگ چلے گئے۔ تب حضورؐ گھر میں گئے۔ اور میں بھی ساتھ جا رہا تھا کہ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ گرا دیا۔ اور حجاب کا حکم نازل ہوا۔ ابن زاغ کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی

لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر ناظرین اناہ

نبی کے گھر میں داخل نہ ہو مگر اُس وقت جب کہ اجازت دیجائے کھانے کیلئے پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو۔

انس کی والدہ ام سلیم نے حضورؐ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے حیا نہیں کرتا۔ کیا عورت کو غسل واجب ہے جب کہ وہ احتلام سے پاک ہو چکی ہو۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں جب پانی دیکھے۔ ام سلمہؓ نے کہا کہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں ورنہ بچہ اُس کی شکل کا کیونکر ہوتا ہے۔

ابی کامل حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اور کسی زوجہ کا ایسا ولیمہ نہیں کیا جیسا زینبؓ کا۔ اُس میں آپ نے بکری ذبح کی۔ اور عبدالعزیز بن صہیب حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایسا اچھا اور اتنا زیادہ ولیمہ آپ نے کسی کا نہیں کیا جیسا زینبؓ کا ابو یعلیٰ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی

یا ایها الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر ناظرین اناہ ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحیی منکم واللہ لا یستحیی من الحق

اے ایمان والو نبی کے گھر میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب تم کو کھانے کی اجازت دیجائے نہ اس طرح کہ کھانے کے پکنے کا انتظار کرتے رہو۔ اور جب کھانا کھا چکو تو چلے جاؤ۔ اور باتوں میں مشغول نہ ہو جاؤ۔ تمہارا یہ فعل نبی کو ایذا دیتا ہے وہ تم سے شرماتے ہیں مگر اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔

شیخین نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ تم سب میں پہلے مجھ سے وہ ملے گی جو سب سے دراز دست ہو گی۔ اس لیئے حضورؐ کے بعد ازواج مطہرات جمع ہوتیں تو ہاتھ ملایا کرتی تھیں کہ ہم سب میں دراز دست کون ہے۔ اور درحقیقت ہم میں زینبؓ

Scanned by CamScanner

دراز دست تھیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کما کر مساکین کو صدقہ کیا کرتی تھیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تب ہم لوگوں نے حضورؐ کا مطلب سمجھا۔ وہ اگرچہ قد میں چھوٹی تھیں مگر حضورؐ کا مطلب صدقہ میں دراز دست ہونا تھا۔ حضرت زینبؓ باقت کا کام جانتی تھیں اور اس سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ خدا کی راہ میں صدقہ کرتی تھیں۔

ابن سعد حضرت ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ کو زینب بنت جحشؓ سے بہت محبت تھی۔ وہ بڑی صالحہ تھیں بہت روزہ رکھتی تھیں اور بہت نماز پڑھتی تھیں۔ وہ صنعت جانتی تھیں۔ اور صنعت سے جو کچھ حاصل کرتی تھیں وہ سب مساکین پر صدقہ کر دیتی تھیں۔

واقدی اور ابن اسحٰق جزماً بیان کرتے ہیں کہ ۲۰ھ ہجری میں حضرت زینبؓ کا مدینہ میں انتقال ہوا۔ اور اس وقت اُن کی عمر ۵۳ سال کی تھی۔ اور اصابہ میں ہے کہ حضورؐ سے عقد کے وقت اُن کی عمر پینتیس سال کی تھی۔ اور ۲۰ھ میں انتقال ہوا تو عمر پچاس سال کی تھی۔

بزار نے عبدالرحمٰن ابزی سے روایت کیا ہے کہ حضرت زینبؓ کے جنازہ کی نماز حضرت عمرؓ نے پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہیں واللہ اعلم

ایک اعتراض کفار اور منافقین نے حضرت زینبؓ کے عقد کے بعد یہ اعتراض کیا کہ محمدؐ منع کرتے ہیں کہ بیٹا کی زوجہ سے نکاح جائز نہیں لیکن خود اپنے لڑکے کی زوجہ سے اُنہوں نے نکاح کیا۔ یہ اسلئے کہ زید بن حارثہؓ اُس وقت زید بن محمدؐ مشہور تھے۔ اُن کی تردید میں آیت نازل ہوئی ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور منع کر دیا گیا کہ زید بن محمدؐ کو بلکہ ہر شخص کو اُس کے باپ کی جانب منسوب کر دیا جائے چنانچہ زید بن حارثہؓ کہے جانے لگے۔ سورۂ احزاب میں اس کا ذکر ہے

وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ذلکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ادعوھم	اور خدا نے تمہارے متبنیٰ کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا یہ تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ اللہ حق کہتا ہے اور وہی راستہ کی ہدایت کرتا ہے متبنیٰ کو اُن کے باپ کی طرف

ف۱ دیکھو محمد ابا احد من رجالکم۔ حضرت محمد صلعم تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

لآبائھم ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا آباءھم فاخوانکم فی الدین ومواليكم	منسوب کرکے پکارا کرو یہ خدا کے نزدیک انصاف ہے اور اگر تم اُن کے باپ کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور تمہارے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حجاب یعنی پردۂ شرعی حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہوا کہ آیت لا تدخلوا بیوت النبی الآیہ حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے روز نازل ہوئی اور اُسی روز سے حجاب کا حکم ہوا۔ اس آیت میں کئی احکام ہیں۔ ۱ نبی کے بیوت میں بلا اذن داخل نہ ہو۔ ۲ کھانے کے لیے بلائے جاؤ تو کھانا پکنے کے پہلے ہی سے پہنچ کے انتظار میں وہاں بیٹھے نہ رہو۔ ۳ جب بلایا جائے تو جاؤ مگر کھا کر منتشر ہو جاؤ۔ وہاں باتیں نہ بنانے لگو۔ ۴ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے کوئی چیز مانگو تو حجاب کے پردہ کے باہر سے مانگو۔

امام نووی لکھتے ہیں کہ آیت حجاب کے نزول کے بعد ازواج النبی صلعم کو حجاب کے ساتھ بلا نقاب کسی طرح دیکھنا جائز نہ تھا۔ جب بلا حجاب رسول اللہ کے ازواج سے بات کرنا منع ہو گیا تو بعض صحابہ نے کہا کہ یہ کیا ہے کہ ہم کو ہماری چچازاد بہنوں کے پاس جانے سے بھی منع کیا جاتا ہے۔ ہم رسول اللہ کے بعد عائشہؓ سے عقد کر لینگے۔ اُس پر یہ آیت نازل ہوئی وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا یعنی رسول اللہ کے بعد اُن کے ازواج سے نکاح کرنا تمہارے لیے کبھی درست نہیں۔

آیت حجاب کے بعد اُن کے آبا۔ اور اولاد۔ و اقربا نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہمکو بھی اُن کے ساتھ حجاب کے باہر ہی سے گفتگو کرنا چاہیئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ کس کس کو حجاب نہیں ہے لا جناح علیھن فی آبائھن ولا ابنائھن ولا اخوانھن الآیہ

الغرض حکم ہوا کہ مخصوص رشتہ داروں کے سوا کسی کے سامنے نہ ہوں۔ اور بلا حجاب کسی سے بات نہ کریں۔ پھر حکم ہوا وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی یعنی اپنے گھروں میں ہی بیٹھی رہو۔ زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔

ف۱ لا جناح علیھن فی آبائھن الخ یعنی جو عورتیں کہ بیوی ہیں اُن باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے الخ

Scanned by CamScanner

اس حکم کے بعد رسول اللہؐ کی عورتیں گھروں سے نہیں نکلتی تھیں لیکن جہانتک حاجت شرعی سے معلوم ہوتا ہے دو وقت نکلا کرتی تھیں (۱) ایک رات کے وقت حوائج بشری کے لیے مناصع جایا کرتی تھیں۔ جو ایک میدان تھا کیونکہ اُس وقت گھروں کے اندر بیت الخلا کا دستور نہ تھا (۲) دوم نماز کے لیے مسجد جانے کی اجازت تھی۔

حضرت عائشہؓ کی مفصل روایت صحاح وسنن کی تمام کتابوں میں مشہور ہے جس میں انہوں نے افک کے قصہ کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ صفوان بن معطلؓ نے ہمیں پہچان لیا۔ اس لیے کہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے ہمیں دیکھا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے پہچاننے کا سبب اسی لیے بیان کیا کہ حجاب کے بعد تو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا تو شبہ پڑتا تھا کہ صفوانؓ نے کیسے پہچانا کیسے۔ اس روایت سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوگیا کہ حجاب کا حکم افک کے قصہ سے پہلے نازل ہو چکا تھا۔ پھر اسی روایت میں حضرت عائشہؓ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ منافقین نے جو ہم پر اتنا بڑا افک باندھا تھا اُس کی ہمیں مطلق خبر نہ تھی۔ مدینہ پہنچنے کے بعد شب کے وقت ہم ام مسطحؓ کے ساتھ حوائج بشری کے لیے مناصع گئے تو وہاں ام مسطحؓ نے ہم سے سب حال بیان کیا۔ اور اسی روایت میں حضرت عائشہؓ نے کہا ہے کہ اس وقت ہمارے گھروں میں بیت الخلا نہ تھا بلکہ بیت الخلا بنانا معیوب سمجھتے تھے۔

آیت حجاب کی شان نزول میں جیسا کہ روایتوں میں بظاہر اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت زینبؓ کے ولیمہ میں بعض لوگ صبح سے دوپہر تک رسول اللہؐ کے گھر میں بیٹھے رہ گئے تھے اس وجہ سے حجاب کا حکم نازل ہوا۔ اور دوسری روایت ہے کہ حضرت سودہؓ مناصع جاتی تھیں حضرت عمرؓ نے آواز دی کہ اے سودہ ہم نے تم کو پہچان لیا اس پر حجاب کا حکم نازل ہوا۔ مگر اصل یہ ہے کہ حجاب کا حکم بھی دوسرے احکام کی طرح رفتہ رفتہ نازل ہوا ہے۔ سارا حکم ایک دفعہ نازل نہیں ہوا۔ حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے وقت یہ حکم تو ہوگیا تھا کہ امہات المومنین سے کوئی شخص بلا حجاب بات نہ کرے۔ مگر رات کے وقت وہ مناصع جایا کرتی تھیں۔ اور حضرت عمرؓ کو

۵۸ عجب نہیں کہ اتفاق ہے کہ حضرت عمرؓ کی خواہش کے مطابق عورتوں کے لیے پردہ کا حکم نازل ہوا۔

پسند نہ تھا۔ اس کے علاوہ ایک دوسری خرابی اور تھی کہ منافقین و فجار عورتوں کو بعض وقت راستہ میں چھیڑا کرتے تھے۔ اور جب باز پرس ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہم نے پہچانا نہیں۔ اسلئے یہ آیت نازل ہوئی قل لازواجك وبناتك ونساء المومنين يدنين عليهن من جلابيبهن الآیہ۔ یعنی اے رسول اللہؐ اپنی ازواج کو۔ لڑکیوں کو۔ اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہیے کہ وہ چادروں کا نقاب لٹکائیں۔ تاکہ پہچانی جائیں۔ اور منافقین و بدمعاش اس پر بھی باز نہ آئیں تو عنقریب جلاوطن کر دیئے جائیں گے۔

اس آیت سے کفار اور منافقین کو تنبیہ تو کی گئی۔ مگر عورتوں کو مناصع جانے سے روکا نہ گیا۔ اور حضرت عمرؓ کو ان کا مناصع جانا ہی ناپسند تھا۔ ایک روز حضرت سودہؓ جا رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اُن کو پہچانا کیونکہ یہ طویل القامت اور عظیم الجثہ تھیں۔ انہوں نے آواز دی کہ اے سودہ ہم نے تم کو پہچانا۔ وہ بہت ناراض ہوئیں اور رسول اللہؐ سے اس کی شکایت کی۔ اس کے بعد مناصع کا جانا بند ہوگیا۔ اور گھروں میں بیت الخلا بن گیا۔ روایتوں کے الفاظ یہ ہیں کہ اس کے بعد حجاب کا حکم ہوا۔ مگر خود اسی روایت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاب کا حکم اس سے پہلے ہو چکا تھا ورنہ قصہ خوامخواہ کے قیاس پر حضرت عمرؓ نہ پہچاننے بلکہ چہرہ دیکھکر پہچاننے لگے[1]

آہستہ نمازوں کے لیے مسجد جانے سے حضورؐ کا منع کرنا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر عورتیں مسجد جانے کی اجازت چاہیں تو اُن کو روکو مت اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر حضورؐ وہ زمانہ کی حالت دیکھتے تو عورتوں کو مسجد جانے سے ضرور روکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے منع کیا نہیں۔ باوجود اس کے جیسا بعض اصحاب رسول اللہؐ اپنی ازواج کو مسجد جانے سے روکنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت زینبؓ حضرت عائشہؓ

[1] علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری نے لکھا ہے کہ بخاری کی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت سودہؓ کا قصہ حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ واللہ اعلم۔ منہ

عقد کرایا تو عائشہؓ کو رخصتی یہ شرط پیش کی کہ ہمیں مسجد جانے سے روکا نہ جائے۔ روایتوں میں تصریح ہے کہ حضرت فرعہ اس شرط پر بمشکل راضی ہوئے حضرت فرعہ کے بعد عائشہ بنت طلحہؓ نے حضرت زبیرؓ سے عقد کیا۔ اور اُن کے ساتھ بھی یہی شرط کیا۔ وہ راضی تو ہو گئے مگر ایک دوسرے ترکیب سے اُنھوں نے عائشہؓ کا مسجد جانا بند کر دیا۔ حضرت زبیرؓ راستہ میں چھپ گئے حضرت عائشہؓ عشاء کی نماز کے لیے مسجد جا رہی تھیں۔ حضرت زبیرؓ نے تاریکی میں اُن کی سرین پر ہاتھ مارا۔ اس روز سے اُنھوں نے مسجد جانا بند کر دیا۔

حضرت عائشہؓ کا نکاح کے ساتھ ایسا شرط کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اصحاب رسول اللہ عموماً اپنی عورتوں کو مسجد جانے سے روکتے تھے ورنہ شرط کی ضرورت کیا تھی۔

حضورؐ نے عورتوں کو مسجد جانے سے روکا نہیں لیکن یہ فرمایا کہ عورتوں کی نماز گھروں میں بہتر ہے۔ ابوداؤد میں ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ عورتوں کو مسجد جانے سے منع نہ کرو۔ لیکن اُن کا گھر اُن کے لیے بہتر ہے۔ جو عورتیں مسجد جائیں اُن کے لیے کئی شرائط ہیں صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ زینبؓ کی ایک روایت ہے مرفوعاً کہ جو عورت خوشبو لگائے وہ مسجد میں نہ آئے۔ مسلم ہی میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ جو عورت بخور کرے وہ مسجد میں نہ آئے۔ مسلم ہی میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد آئے اُس کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔ جب تک غسل جنابت کی طرح پورا غسل نہ کرے۔ ابن اثیر اسد الغابہ میں۔ اور ابن عبد البر اصابہ میں ایک روایت لکھتے ہیں کہ ام حمیدؓ نے رسول اللہؐ سے کہا کہ میں آپ کے پیچھے مسجد میں آکر نماز پڑھنا چاہتی ہوں مگر ہمارے ازواج روکتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہاری نمازیں کوٹھریوں میں گھر سے بہتر ہیں۔ اور گھر میں احاطہ سے بہتر ہیں۔ اور احاطہ میں محلہ کی مسجد سے بہتر ہیں۔ اور محلہ کی مسجد میں جامع مسجد میں آکر پڑھنے سے بہتر ہیں۔ اصابہ میں ہے کہ اسی لیے ام حمیدؓ نے نماز کی جگہ کوٹھری میں بنائی۔ اور اسی میں تمام عمر نماز پڑھتی رہیں۔

حجاب کے بعد بھی امہات المؤمنین غزوات میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ جایا کرتی تھیں۔

مگر ہودج میں ہوا کرتی تھیں۔ اور صرف چہرہ اور بدن ہی نہیں بلکہ اُن کی شخصیت بھی پوشیدہ رہا کرتی تھی۔ حضورؐ کے بعد بھی حضرت عائشہؓ میدان جنگ میں حضرت علیؓ کے خلاف صف آرا ہوئیں۔ یہی جنگ جمل ہیں۔ مگر تمام روایات میں یہ تصریح ہے کہ ہودج میں ہوتی تھیں۔ انکو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔

حجاب کا حکم ام ولد اور لونڈیوں کے لیے نہ تھا مگر حضورؐ نے حضرت ماریہؓ کو حجاب کے اندر رکھا۔ حضرت ریحانہؓ کے بارہ میں اختلاف ہے۔ جمہور میں حضورؐ نے حضرت صفیہؓ کی طرح صحابہ کو اس کی خبر دی۔ اس لئے صحابہ کو شک ہوا کہ صفیہؓ ام ولد ہیں یا حضورؐ نے ان سے عقد کیا ہے صحیح مسلم کے یہ الفاظ ہیں۔

قال الناس لا ندری اتزوجها ام اتخذها ام ولد۔ فلما ان حجبها قالوا اتزوجها۔ فلما ان لم یحجبها قالوا اتخذها ام ولد۔ فلما اراد ان یرکب حجبها فقعدت علی عجز البعیر فعرفوا انه قد تزوجها	لوگوں نے کہا کہ معلوم نہیں حضورؐ نے صفیہؓ سے نکاح کیا ہے یا ام ولد بنایا ہے۔ سب نے کہا کہ اگر پردہ میں رکھیں تو وہ زوجہ ہیں۔ ورنہ ام ولد ہیں۔ پھر جب حضورؐ نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو صفیہؓ کو حضورؐ نے حجاب میں رکھا۔ اور وہ اونٹ کے سرین پر بیٹھیں۔ تب لوگوں نے سمجھا کہ حضورؐ نے ان سے عقد کیا ہے۔

حجاب اور پردہ شرعی یہی ہے کہ شخصیت پوشیدہ کی جائے۔ اس کا ضد بے حجابی ہے یعنی چہرہ کھول کر کسی کے سامنے آنا۔ حجاب صرف حرہ۔ بالغہ عورتوں پر فرض ہے۔ مرد کو حجاب کا حکم نہیں ہے۔ اور لونڈیوں پر بھی حجاب فرض نہیں ہے۔

ستر عورت کا حکم جیسا ہے۔ اس کا ضد بے ستری اور ننگا ہونا ہے۔ ستر عورت یہ ہے کہ اعضاء مخصوصہ کو پوشیدہ رکھا جائے۔ ستر عورت۔ عورت حرہ۔ لونڈی۔ غلام سب پر فرض ہے اگرچہ حدود مختلف ہیں۔ نماز کے لیے ستر عورت شرط ہے حجاب شرط نہیں ہے۔

بقیہ صفحہ گزشتہ:۔ یعنی ابوہریرہؓ کو اور اُن کی ماں کو اپنے ہمراہ بنو حارثہ میں لے گئے اور اونٹنی کو اُن دونوں کی طرف منسوب بنا دیا

عقد کرایا تو عائشہؓ کو رخصتی یہ شرط پیش کی کہ ہمیں مسجد جانے سے روکا نہ جائے۔ روایتوں میں تصریح ہے کہ حضرت فرعہ اس شرط پر بمشکل راضی ہوئے حضرت فرعہ کے بعد عائشہ بنت طلحہؓ نے حضرت زبیرؓ سے عقد کیا۔ اور اُن کے ساتھ بھی یہی شرط کیا۔ وہ راضی تو ہو گئے مگر ایک دوسرے ترکیب سے اُنھوں نے عائشہؓ کا مسجد جانا بند کر دیا۔ حضرت زبیرؓ راستہ میں چھپ گئے حضرت عائشہؓ عشاء کی نماز کے لیے مسجد جا رہی تھیں۔ حضرت زبیرؓ نے تاریکی میں اُن کی سرین پر ہاتھ مارا۔ اس روز سے اُنھوں نے مسجد جانا بند کر دیا۔

حضرت عائشہؓ کا نکاح کے ساتھ ایسا شرط کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اصحاب رسول اللہؐ عموماً اپنی عورتوں کو مسجد جانے سے روکتے تھے ورنہ شرط کی ضرورت کیا تھی۔

حضورؐ نے عورتوں کو مسجد جانے سے روکا نہیں لیکن یہ فرمایا کہ عورتوں کی نماز گھروں میں بہتر ہے۔ ابوداؤد میں ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ عورتوں کو مسجد جانے سے منع نہ کرو۔ لیکن اُن کا گھر اُن کے لیے بہتر ہے۔ جو عورتیں مسجد جائیں اُن کے لیے کئی شرائط ہیں صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ زینبؓ کی ایک روایت ہے مرفوعاً کہ جو عورت خوشبو لگائے وہ مسجد میں نہ آئے۔ مسلم ہی میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ جو عورت بخور کرے وہ مسجد میں نہ آئے۔ مسلم ہی میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد آئے اُس کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔ جب تک غسل جنابت کی طرح پورا غسل نہ کرے۔ ابن اثیر اسد الغابہ میں۔ اور ابن عبد البر اصابہ میں ایک روایت لکھتے ہیں کہ ام حمیدؓ نے رسول اللہؐ سے کہا کہ میں آپ کے پیچھے مسجد میں آکر نماز پڑھنا چاہتی ہوں مگر ہمارے ازواج روکتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہاری نمازیں کوٹھریوں میں گھر سے بہتر ہیں۔ اور گھر میں احاطہ سے بہتر ہیں۔ اور احاطہ میں محلہ کی مسجد سے بہتر ہیں۔ اور محلہ کی مسجد میں جامع مسجد میں آکر پڑھنے سے بہتر ہیں۔ اصابہ میں ہے کہ اسی لیے ام حمیدؓ نے نماز کی جگہ کوٹھری میں بنائی۔ اور اسی میں تمام عمر نماز پڑھتی رہیں۔

حجاب کے بعد بھی امہات المؤمنین غزوات میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ جایا کرتی تھیں۔

Scanned by CamScanner

حجاب اور ستر عورت

اللہ پاک سورۂ نور میں فرماتا ہے:۔

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم	کہہ دیجئے مسلمانوں سے کہ اپنی نظریں نیچی کریں۔ اور
ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم	اپنے شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ بلاشبہ اللہ پاک
ان اللہ خبیر بما یصنعون	اس سے واقف ہے جو وہ کرتے ہیں۔
وقل للمومنات یغضضن من	اور مسلمان عورتوں سے کہدیجئے کہ اپنی نظریں نیچی
ابصارھن ویحفظن فروجھن	کریں اور اپنے شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

یہ وہ حکم عورت و مرد دونوں کے لیئے ایک سان تھا۔ یعنی غض بصر۔ اور فروج کی حفاظت۔ اس کے بعد خاص عورتوں کو حکم ہوا۔

ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر	اور نہ دکھلائیں اپنی زینت سوائے اسکے جو زینت ظاہر ہو اور
منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن	اوڑھا چاہیئے کہ اپنی چادریں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں۔

یعنی حکم ہوا کہ عورتیں اپنی زینت کو پوشیدہ رکھیں۔ قابل غور ہے کہ اس زینت سے کیا مراد ہے۔ زینت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک خاص طبقت جو اللہ تعالےٰ نے عورتوں کے اندر پیدا کیا ہے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ اقرب یہ ہے کہ یہ بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ دوسری غیر خلقی زینت جس سے عورتیں سنگار کرتی ہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ دو قسم کی چیزیں ہیں (۱) ایک رنگ جیسے آنکھوں میں سُرمہ۔ ہاتھوں میں وسمہ۔ خضاب پر گودنا۔ ہاتھ پیر میں مہندی وغیرہ (۲) دوسرے زیور جیسے انگوٹھی۔ کڑے۔ بھانجھ۔ طوق۔ بالی وغیرہ (۳) تیسری قسم کپڑے ہیں۔ خدائے کپڑوں کو بھی زینت فرمایا ہے خذوا زینتکم عند کل مسجد اس آیت میں زینت سے بالاتفاق کپڑے مراد ہیں۔

امام رازی صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت میں نفس زینت کے چھپانے کا حکم ہوا ہے جیسا کہ طاہریوں نے تفسیرات احمدیہ میں ذکر کیا ہے لیکن اور لوگ کہتے ہیں کہ زینت سے مراد مواضع زینت ہے یعنی سر۔ کان۔ آنکھ۔ گردن۔ بازو۔ پنڈلی۔ ساق وغیرہ جہاں زینت کے لیئے زیورات یا رنگ

استعمال کیئے جاتے ہیں۔

اس حکم سے خدا نے مستثنیٰ کیا، اور فرمایا الا ما ظھر منھا یعنی جو زینت ظاہر ہو اُس کا پوشیدہ کرنا فرض نہیں ہے۔ امام بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ زینت ظاہرہ جس کا اس آیت میں مستثنیٰ ہوا۔ اس سے کیا مراد ہے۔ سعید بن جبیر، مجاہد۔ اور امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اس سے مراد چہرہ اور کفین ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مراد کپڑے ہے۔ حسنؒ کہتے ہیں کہ چہرہ اور کپڑے مراد ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ زینت ظاہرہ سے مراد سرمہ۔ انگوٹھی اور خضاب ہے۔ قاضی بیضاوی کہتے ہیں کہ الا ما ظھر منھا سے مراد یہ ہے کہ اوقات کے وقت جو ظاہر ہو جیسے کپڑہ یا انگوٹھی۔ چونکہ اُس کو چھپانے میں حرج تھا اسلیئے مستثنیٰ ہوا۔ قاضی بیضاوی یہ بھی لکھتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں زینت سے مراد مواضع زینت ہے۔ اور مستثنیٰ وجہ و کفین ہے۔ کیونکہ یہ دونوں عورت نہیں ہیں جس کا چھپانا فرض ہو۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ نماز کے بارہ میں تو صحیح ہے لیکن نظر کے بارہ میں صحیح نہیں ہے۔ اسلیئے کہ مرد کا بدن کل عورت ہے اور شوہر یا محرم کے سوا کسی کو اس کا بلا ضرورت دیکھنا حلال نہیں۔ البتہ ضرورت کے وقت اجازت ہے مثلاً معالجہ کے لیئے یا شہادت کے لیئے۔

کوئی روایت مرفوع ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوسکے کہ الا ما ظھر سے مراد وجہ اور کفین ہے باوجود اس کے ہمارے فقہاء بھی اس سے یہی مراد لیتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے اس سے کحل اور خاتم مراد لیا ہے اور ان دونوں چیزوں سے مراد ان دونوں کے مواضع ہیں۔ اس لیئے وجہ اور کفین مستثنیٰ ہوگا مگر یہ محل نظر ہے اس لیئے کہ کحل کا محل آنکھ ہے نہ کہ چہرہ۔ اس لیئے اگر مواضع کحل بھی مراد ہے تو آنکھیں مستثنیٰ ہوں گی نہ کہ سارا چہرہ۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے کہ چہرہ عورت نہیں ہے۔ یہ نماز کے لیئے تو صحیح ہو سکتا ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے کہا ہے مگر نظر کے بارہ میں صحیح نہیں ہے۔

عہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بغیر مشورہ کے اگر میں کسی کو امیر مقرر کرتا تو البتہ عبداللہ ابن ام مکتوم کو امیر مقرر کرتا۔ (مشکوٰۃ)

Scanned by CamScanner

یہ مفسرین اور فقہاء کے اختلافات ہیں۔ مگر قرآن پاک کے الفاظ کا صاف اور واضح مطلب میں آیت کے آخر حصہ میں بیان کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ

اللہ پاک نے ستر عورت کے بارہ میں مزید احتیاط کے لیے چادر اوڑھنے کی ترکیب بھی بتادی۔ فرمایا کہ چادر کا کنارہ گریبانوں پر ڈالنا چاہئے تاکہ گردن اور صدر اچھی طرح چھپ جائے پھر فرمایا۔

ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبائھن او اٰباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علیٰ عورات النساء	اور اپنی زینت نہ ظاہر کریں مگر (۱) شوہروں پر (۲) یا اپنے باپ پر (۳) یا شوہروں کے باپ پر (۴) یا اپنے لڑکوں پر (۵) یا شوہروں کے لڑکوں پر (۶) یا اپنے بھائیوں پر (۷) یا بھائیوں کے لڑکوں پر (۸) یا بہنوں کے لڑکوں پر (۹) یا مسلمان عورتوں پر (۱۰) یا مملوک پر (۱۱) یا ایسے مرد پر جو فیضی ہوں اور صاحب شہوت نہ ہوں (۱۲) یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے شرمگاہوں پر واقف نہ ہوں۔

پوری آیت کا خلاصہ یہ ہوا کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ کی ہتیلیوں کے سوا تمام بدن چھپانے کا خدا نے عورتوں کو حکم دیا۔ اور اکثروں کے قول کے مطابق چہرہ اور کفین کو خدا نے اس حکم سے مستثنیٰ کیا۔ جن اعضاء کے چھپانے کا حکم دیا اس کے متعلق فرمایا کہ شوہر اور باپ بھائی وغیرہ ان سب کا چھپانا ضرور نہیں ہے۔

اس تین روایتوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حجاب کا حکم سورہ احزاب کی آیت کے نزول کے بعد ہوا۔ اور آیت حجاب سورۂ احزاب ہی کی آیت ہے۔ اس میں مردوں کو حکم دیا گیا کہ امہات المومنین سے بلا حجاب بات نہ کرو۔ اگر وہ حکم امہات المومنین کے ساتھ خاص ہو تو پھر

کہنا چاہئے کہ حجاب کا حکم مسلمان عورتوں کے لیے نازل ہی نہیں ہوا۔ حجاب کا حکم امہات المومنین کے ساتھ ختم ہو گیا۔ حالانکہ تمام سلف و خلف متفق ہیں کہ حجاب کا حکم سب مسلمان عورتوں کیلئے ہے اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ صحابیہ عورتیں حجاب کے حکم کی مامور تھیں اور امہات المومنین کو حجاب کا حکم تھا جو نص قرآن سے مسلمانوں کی ماں تھیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ دوسری مسلمان عورتوں کو یہ حکم نہ ہو۔ شان نزول کی تخصیص۔ یا ام المومنین کے مخاطب کی وجہ سے اگر اس حکم کو صرف امہات المومنین ہی کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو اس قاعدہ کی وجہ سے قرآن پاک کا بڑا حصہ مسلمانوں کے لیے مامور بہ نہ رہے گا۔ شان نزول یا متکلم کی خصوصیت ہر جگہ حکم کو خاص نہیں کرتی۔

سورۂ نور کی آیت میں مردوں سے حجاب کرنے یا نہ کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اگر زینت سے مراد محل زینت ہی ہو۔ اور الا ما ظھر منھا سے مراد وجہ و کفین ہی ہو۔ تاہم آیت کا مطلب صرف اتنا ہوگا کہ چہرہ اور کفین کے سوا سب بدن کو چھپاؤ۔ لیکن شوہر یا باپ بھائی سے چھپانا ضرور نہیں ہے۔ شوہر اور باپ بھائی کا حکم ایک نہیں ہے لیکن اس فرق کو اس آیت میں بیان نہیں کیا گیا۔

سورہ احزاب کی آیت میں یہ حکم ہے کہ عورت حجاب کرے۔ اور سورہ نور کی آیۃ میں یہ بتایا گیا کہ گھر کے اندر اپنے لوگوں میں کیسے رہے۔ کس عضو کو کپڑے سے چھپائے کس کو کھولے حتیٰ کہ چادر اوڑھنے کی ترکیب تک اس آیۃ میں بیان کی گئی۔ یہ کیونکر معلوم ہو گیا کہ چونکہ چہرہ اور کفین کو دوسرے اعضاء کی طرح چھپانا ضرور نہ رہا اسلیے اجنبی کو منہ دکھانا بھی جائز ہو گیا جس کا انقطاع دوسری آیت سے پہلے ثابت ہو چکا ہے۔

ہمارے فقہاء بھی اجنبی کے سامنے چہرہ کھولنے کو جائز نہیں کہتے الا بضرورت مخاطبہ و شہادت وغیرہ لیکن فرماتے ہیں کہ یہ حکم نص کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ شر سے بچنے کے لیے ہے۔

حجاب کی بحث میں ایک بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ حجاب کے حکم سے پہلے جو عورتیں باہر نکلا کرتی تھیں اس کو حجاب کے خلاف استدلال میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ یا وہاں نکلا

کرتی تھیں کبھی اس کو باطل کر دیا جاتا ہے۔ بدوی قبائل کی عورتیں نکلا کرتی تھیں اور اپنا معاش خود حاصل کرتی تھیں اُن کے معاش کا ذریعہ اُن کا بکریاں تھا اسلئے وہ معذور تھیں۔ مگر اس کو اشتمال میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ بنی قطفان کی کچھ عورتیں مرہم پٹی کرنا جانتی تھیں اسلئے فوج کے شامل ہو جایا کرتی تھیں۔ یہ عورتیں تجویز بھی گئی تھیں۔ روانگی کے وقت حضورؐ کو اسکا علم نہ ہوا۔ پیچھے جب معلوم ہوا تو آپ اُن کے آنے پر ناخوش ہوئے مگر چونکہ جا چکی تھیں اسلئے فوج کے ساتھ رہیں۔ اور زخمیوں کی خدمت بھی کی اور غنیمت میں سے اُن کو اس خدمت کا معاوضہ بھی ملا تھا مگر کیا اس کی وجہ سے حجاب کا حکم باطل ہو جائے گا۔ اور جو شریف اور شوہر والی عورتیں ہیں معاش اور نفقہ حاصل کرنے کے لیے مجبور نہیں ہیں کیا اُن کو بھی پردے کے سایہ تلے رکھنا جائز ہو جائے گا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

ام المومنین جویریہ بضم جیم مصغراً بنت الحارث ابن ابی ضرار بکسر ضاد معجمہ و تخفیف را المصطلقی۔ بنی المصطلق کے سردار کی لڑکی تھیں۔ اور مسافع بضم میم و سین مہملہ و کسر فا ابن صفوان المصطلقی کی زوجہ تھیں مُسافع غزوۂ مریسیع میں مارا گیا۔ یہ گرفتار ہوئیں۔ اور ثابت بن قیس ابن شماس کے حصہ میں پڑیں یا ان کے بھائی کے۔ ثابت مذکور انصار کے خطیب تھے۔ اُنکا اور اُن کے خطبہ کا ذکر دفود میں ہو چکا ہے۔

واقدی کی روایت ہے کہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے ثابت ابن قیس سے قبل وقیہ سونے پر مکاتبت کر لی تھی۔ اور حضورؐ کی خدمت میں آکر آپ سے امداد چاہی حضورؐ نے وہ ادا کر دیا۔ اور ان کی مرضی معلوم کرنے کے بعد اُن سے نکاح بھی کر لیا۔ نکاح کی خبر جب صحابہ کو معلوم ہوئی تو بنی المصطلق کے جتنے قیدی اُن کے پاس تھے۔ اُنھوں نے سب کو آزاد کر دیا۔ اور کہنے لگے کہ اللہ کرے یہ سب تو رسول اللہؐ کے قرابت مند ہو گئے ابو داؤد اور امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے روایت

ہجرت کر گئی ہیں۔ ۱۲ صحیحہ بیع الخ ہجرت کی وجہ سے۔ اور حدیث جو مرسل بہترین قوی ہیں اتحاف شریف۔ مشکوٰۃ ص۔

کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی عورت جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کے لیے عظیم البرکۃ ثابت ہوئی ہو۔ بنی المصطلق کے ایک سو اہل بیت قید تھے سب چھوڑ دیئے گئے۔

علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ ایک سو اہل بیت سے ایک سو آدمی مراد نہیں ہیں کیونکہ انکی تعداد سات سو سے زیادہ تھی۔ بلکہ ایک سو گھر کے باشندے مراد ہیں۔

ام المومنین جویریہؓ کا تذکرہ غزوۂ بنی المصطلق میں ہو چکا ہے۔ اور اس غزوہ کی تاریخ پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔ اسی سے اُن کے عقد کی صحیح تاریخ بھی معلوم ہو جاتی ہے۔

سنہ ۵ھ میں اُن سے رسول اللہؐ نے عقد کیا۔ اس وقت اُن کی عمر بیس سال کی تھی۔ و در علی الصحیح ربیع الاوّل سنہ ۵ھ میں اُن کا انتقال ہوا جیسا کہ تقریب میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اُن کی عمر پینسٹھ سال کی ہوئی۔ مدینہ میں انتقال ہوا۔ اور بقیع میں اُن کی قبر مشہور ہے۔

ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

ام المومنین ام حبیبہؓ ابو سفیان کی لڑکی تھیں۔ ابو سفیان کا حال کتاب المغازی میں کئی جگہ ذکر ہو چکا ہے۔ اسلام کے قبل قریش کے چند گنے چنے ذی اثر اور صاحب الرائے تھے۔ عتبہ۔ ابو جہل اور ابو سفیان۔ قریش کا فی علم عتاب ابو سفیان ہی کے پاس رہتا تھا۔ ابو سفیان بڑے تاجر تھے۔ شام۔ روم۔ اور یمن میں تجارتی قافلے بھیجتے تھے۔ اور کبھی خود بھی ناظر کے ساتھ جاتے تھے اُن کی ایک لڑکی زینب غزوۂ احد میں سو شخصی سے عاتکہ بیاہی ہوئی تھیں۔ اور دو لڑکیاں ام المومنین زینب بنت جحشؓ کے دو بھائیوں سے بیاہی ہوئی تھیں۔ حمنہ ابو احمد ابن جحش کی اور ام حبیبہ عبید اللہ بن جحش سے۔ اُن کے ایک لڑکے حضرت معاویہؓ ہیں۔ جنگی جنگ حضرت علیؓ سے ہوئی اور معاویہؓ کا لڑکا یزید تھا جس نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا۔ بنی امیہ کی حکومت کے بانی اوّل یہی تھے۔ ہند بنت عتبہ جس نے حضرت حمزہؓ کا جگر چبایا تھا وہ ابو سفیان کی زوجہ۔ اور

سنہ عودہ بن مسعود نے سنہ ۹ھ میں اسلام قبول فرمایا۔ خاص بات یہ ہے کہ ان کی سو بیویاں تھیں مگر حضور نے فرمایا اختر جاؤ اور چار کو رکھ لو باقی کو چھوڑ دو ۱۲

حضرت معاویہؓ کی ماں تھی۔

حضرت معاویہؓ کے سوتیلے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ بڑے عابد تھے۔ اور یزید الخیر کے نام سے مشہور تھے۔ اُن کی ماں بنی کنانہ کی ایک عورت ام الحکم زینب بنت نوفل بن خلفہ تھی۔

ام المومنین ام حبیبہؓ حضرت معاویہؓ اور یزید الخیر کی سوتیلی بہن تھیں۔ اُن کی ماں صفیہ بنت ابی العاص حضرت عثمان بن عفان ابن ابی العاص کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ اور خالد ابن سعید ابن ابی العاص کی بھی پھوپھی تھیں۔ ابن سعد نے صحابہ میں منقول ہے کہ امیہ بنت ابی سفیان کی ماں بھی صفیہ تھیں تو وہ ام حبیبہؓ کی حقیقی بہن ہوئیں۔

ابوسفیان کی ایک اور لڑکی کا نام رملہ تھا صحیح احادیث میں آتا ہے۔ ام حبیبہؓ نے حضورؐ سے کہا تھا کہ یا رسول اللہ آپ کو عزت ابی سفیان کی ضرورت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہمیں ضرورت کیسی۔ کہا اس سے عقد کیجئے حضورؐ نے فرمایا کہ دو بہنوں سے بیک وقت عقد جائز نہیں ہو سکتی ہے کسی روایت میں عقد نام آتا ہے بجائے عقد و تیم نون۔ اور کسی روایت میں فراق بین عقد و زائے معجمہ بعض روایت میں ذکر بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے اُن سے کہا کہ تم سب اپنی بہن اور بیٹیوں کا نام نہ پیش کیا کرو۔

ابوسفیان اولاد اطہر میں سے تھے بعض علماء نے لکھا ہے کہ بعد کو صادق مسلمان ہو گئے تھے حضرت معاویہؓ بڑے رتبے کے صحابی ہیں مگر سیاسی اور دنیاوی کاموں میں اُن کی چالاکی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ یزید الخیر بہت نیک بڑے پارسا۔ اور بڑے ولی تھے۔ شام کی لڑائیوں میں یہ سپہ سالار بھی رہے ہیں۔

ابوسفیان اور اُن کی بیوی ہندہ اور اُن کے خاندان کے اکثر آدمی فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے اور اس وقت بھی یہ صادق مسلمان نہ تھے بلکہ منافق۔ اطلب میں سے تھے لیکن بیٹی اُن کی دو لڑکیاں ام حبیبہؓ اور رملہؓ اپنے شوہروں کے ساتھ بہت پہلے مسلمان ہو چکی تھیں اور ہجرت کر کے حبشہ گئی تھیں عبیداللہ بن جحش عبدالاسد ام حبیبہؓ کے شوہر وہیں حبشہ میں نصرانی ہو گئے۔ اور شراب پیتے پیتے

بقیہ صفحہ گذشتہ: ہم قبیلہ کے اپنے فعل کا اور ام کی وجہ سے۔ کسی نے اُن کی نماز پڑھتے ہوئے ان کا جنازہ کیا۔

غرغرہ میں ہی اُن کا انتقال ہو گیا۔ ام حبیبہؓ اسلام پر بہت مستقل مزاج رہیں۔ اور اُن کے ساتھ اُن کی لڑکی حبیبہ بنت عبیداللہ بھی تھی جو وہیں پیدا ہوئی تھیں۔ جب حضورؐ کو اُن کی حالت معلوم ہوئی تو آپ نے عمرو ابن امیہ الضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا۔ اور کہلا بھیجا کہ ام حبیبہؓ کا عقد میرے ساتھ کر دو۔ نجاشی کو جب یہ پیغام پہنچا تو اُس نے اپنی خاص لونڈی ابرہہ کو جو اُس کے لڑکی کی کھلائی تھی ام حبیبہؓ کے پاس بھیجا۔ اور رسول اللہؐ کے پیغام کی خبر دی۔ ام حبیبہؓ یہ سنکر بہت خوش ہوئیں۔ اور پہنانے پر اس خوشخبری کے انعام میں ابرہہ کو دیا۔ اور خالد ابن سعید بن العاص کو جو اُن کے ماموں کے لڑکے تھے اُن کو وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا۔

نجاشی نے حضرت جعفرؓ اور دوسرے صحابہ کو جو اس وقت حبشہ میں موجود تھے بلایا۔ اور سب کے سامنے نکاح کیا۔ خود خطبہ پڑھا۔ اور چار سو دینار اپنے پاس سے مرحمت کیا۔ یہ وقت خالد بن سعیدؓ کے سپرد کیا گیا۔ جیسا کہ مستدرک وغیرہ میں ہے۔ اصابہ میں ابن سعد سے منقول ہے کہ یہ عقد سنہ ۷ھ میں ہوا۔ یہی روایت اشہر ہے۔ عقد کے بارہ میں اور روایتیں بھی ہیں۔ مثلاً مستدرک کی ایک روایت ہے کہ چار ہزار دینار۔ اور ابوداؤد کی روایت ہے چار ہزار درہم ابن ابی حبشہ نے زہری سے روایت کیا ہے چالیس اوقیہ۔ مگر علامہ زرقانی نے عیون سے نقل کیا ہے کہ ثبت چار سو دینار کی روایت ہے۔ عقد کے بعد نجاشی نے ام حبیبہؓ کو شرحبیل ابن حسنہ کے ساتھ مدینہ بھیجدیا۔

ابن حزم نے دعویٰ کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ ام حبیبہؓ کا عقد حبشہ میں ہوا۔ اور صحابہ کا اس پر اتفاق ہے لیکن قتادہ۔ اور زہری سے ایک روایت ہے کہ اُن کا عقد مدینہ میں حضرت

لہ یہ سب حضرت ام حبیبہؓ کے پاس آیا تو اُنھوں نے اُس میں سے پچاس دینار ابرہہ کو دینا چاہا لیکن ابرہہ نے نہیں لیا اور کہا کہ میں نجاشی نے منع کیا ہے۔ مگر اُنہوں نے اس سے لے لیا تھا وہ بھی واپس کر دیا اور نجاشی نے بہت سا عود۔ عنبر۔ مشک۔ اور چمڑے کا خیمہ حضرت ام حبیبہؓ کے پاس بھیجا۔ یہ تمام باتیں خود حضرت ام حبیبہؓ نے بیان کی ہے واللہ اعلم۔

عثمان ابن عفان نے کیا، دو آس میں انھوں نے دخیمہ بھی کیا جس میں گوشت تھا، مگر یہ ہوسکتا ہے کہ مدینہ میں تجدید نکاح ہوا ہو۔

البتہ مشکل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس کی ایک روایت ہے عکرمہ بن عمار ابی اسمیل سے۔ وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ابوسفیان نے رسول اللہ سے کہا کہ ہم تین باتیں چاہتے ہیں حضور نے ابوسفیان کی دو تینوں باتیں قبول کرلیں۔ یہ بات میں یہ تھی کہ ابوسفیان نے کہا کہ میرے پاس عرب کی حسین ترین عورت ام حبیبہ ہے، اس کا آپ سے نکاح کردوں۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ ام حبیبہ کا نکاح حبشہ میں ہوا۔ اور فتح مکہ کے قبل قریش نے جو خرابیاں زیادتی کرکے عہد شکنی کی تھی تو اس عہد کی تجدید کے لیے خود ابوسفیان مدینہ آئے تھے۔ اسوقت ام حبیبہ رسول اللہ کے پاس موجود تھیں۔ اور انھوں نے رسول اللہ کے فرش پر ابوسفیان کو مشرک ہونے کی وجہ سے بیٹھنے نہیں دیا تھا جیسے کہ فتح مکہ میں لکھا گیا ہوں۔ اور ابن سعد کی روایت ہے کہ ام حبیبہ کے نکاح کی خبر ابوسفیان کو مکہ میں ہی اس وقت ہوئی رسول اللہ کے مخالف اور دشمن تھے مگر اس نکاح کو ناپسند نہیں کیا۔

ان واقعات سے جو نہایت صحت کے ساتھ ثابت ہے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ صحیح مسلم والی روایت صحیح نہیں ہوسکتی۔ ابن حزم تو کہتے ہیں کہ بلاشک وہ روایت موضوع ہے۔ اور یہ عکرمہ ابن عمار کا کذب ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس میں ذرا بھی شک و تردد نہیں کہ اس میں بعض رواۃ کو وہم ہوگیا ہے۔ اور لوگ عکرمہ ابن عمار کو متہم کرتے ہیں۔

ابن الصلاح اس کے خلاف ہیں۔ انھوں نے ابن حزم کو سختی سے انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث کی پوری جماعت میں سے کسی نے عکرمہ کی طرف وضع کی نسبت نہیں کی اور دحیہ و ابن معین نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

علماء نے عکرمہ کے روایت کی کئی تاویلیں کی ہیں مگر جو یہ ہے کہ ان میں سے کوئی تاویل

تشفی بخش نہیں ہے واللہ اعلم

ابن سعد نے جو یہ بیان کیا ہے کہ ام حبیبہ کا انتقال مدینہ میں ہوا یہ سنہ ۴۴ھ میں ہوا۔ بلاذری نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ جیسا کہ زرقانی نے ذکر کیا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ مدینہ ہی میں دفن ہوئیں واللہ اعلم

صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا

ام المومنین صفیہ بنت حیی بضم حا مہملہ و فتح ثانیہ اول بن اخطب بفتح ہمزہ و سکون خا معجمہ و فتح طا و جیم و شد موحدہ۔ حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد تھیں لاوی ابن یعقوب کی نسل سے اور اس کا نام ضرہ بفتح ضاد معجمہ و شد موحدہ و ہا مہملہ بنت سموأل بفتح سین مہملہ و سکون میم و واو و فتح ہمزہ و آخر لام کذا فی زرقانی

پہلے سلام بن مشکم قرظی کی زوجہ تھیں۔ اس نے جدا کردیا تب کنانہ ابن ابی الحقیق سے اس کا عقد ہوا الحقیق بضم حا مہملہ و فتح قاف اول۔

کنانہ سے عقد کو تھوڑا ہی دن ہوا تھا کہ عمر ۷ھ میں غزوہ خیبر ہوا۔ اور اس میں کنانہ دیگر اہل قید یوں میں گرفتار ہوکر آیا۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو جبیبہ قلعہ کھلے حضور نے ایک لونڈی مانگ حضور نے فرمایا کہ لو۔ انھوں نے حضرت صفیہ کو لیا۔ مگر ایک شخص نے رسول اللہ سے آکر کہا کہ یا رسول اللہ آپ نے دحیہ کلبی کو صفیہ بنت حیی عطا کردیا جو بنی قریظہ اور بنی نضیر کے سردار کی لڑکی ہے۔ اور ایسے گھر کی لڑکی ہے جس میں ریاست اور نبوت دونوں رہی ہے۔ اور حسن و جمال میں بھی وہ بے مثل ہے۔

گھر والوں میں یہی ہے کہ ایک شخص نے آکر حضور سے یہ کہا۔ اور رعایۃ لفظ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس اعتراض کرنے والے کا نام ہمیں معلوم نہ ہوسکا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا خیال بعض کے اور لوگوں میں بھی پیدا ہوگیا تھا۔ چنانچہ اس صورت میں تمام بعض پر دحیہ کلبی کو بطور اولی ترجیح

ے حضرت انس سے یہ بھی ہے کہ حضرت صفیہ کو حضور نے آزاد کرکے ان سے نکاح کرلیا تھا اور یہی آزادی ان کا مہر قرار پائی تھی (باقی صفحہ)

Scanned by CamScanner

ہو جاتی تھی۔ حالانکہ اُن سے افضل اشخاص موجود تھے۔ دوم خود صفیہؓ کے لیے یہ بات بڑی فخر کی اُن کا خاندانی شرف۔ علمی اخلاق۔ بزرگ مرتبہ۔ اور کمال حسن و جمال مقتضی تھا کہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

حضورؐ نے دحیہ کلبیؓ کو مع حضرت صفیہؓ کے بلوایا۔ اور فرمایا کہ تم دوسری لونڈی لے لو اور اُن کو حضورؐ نے خود اپنے صفی میں لیا۔ اور آزاد کر کے نکاح کیا۔ اور بخاری میں ہے کہ آزادی کو اُنکا مہر مقرر کیا۔ اور فرمایا **اعتقها صداقها**

امام شافعی کتاب الام میں واقدی کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ دحیہ کلبیؓ کو حضورؐ نے حضرت صفیہؓ کے بدلہ اُن کے شوہر کنانہ ابن الربیع کی بہن کو دیا۔ اور ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ اُن کے بنت عم کو۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ صفیہؓ کو حضورؐ نے دحیہ کلبی سے سات انسان کے بدلہ خریدا علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ خریدنا مجازاً کہا گیا ہے۔

بخاری کی ایک روایت ہے کہ حضورؐ خیبر سے روانہ ہوئے اور مقام صہبا میں پہنچے تو وہاں ام سلیمؓ یعنی حضرت انسؓ کی ماں نے آپؐ کی کنگھی کی۔ کپڑے بدلا۔ خوشبو لگایا۔ اور وہیں زفاف ہوا اور وہیں ولیمہ ہوا۔ کوئی کھجور۔ کوئی چربی۔ کوئی جَو لاتا تھا جب جمع ہو گیا تو سب نے مکر کھایا یہی دمقطانیین کی روایت میں حضرت انسؓ سے اس ولیمہ کا ذکر ہوا ہے۔

یہاں سے روانہ ہونے لگے تو لوگوں کو شک تھا کہ حضرت صفیہؓ سے حضورؐ نے نکاح کیا ہے یا ملک یمین کی بنا پر اُن کو اپنے تصرف میں رکھا ہے مگر حضورؐ نے اُن پر پردہ کیا بعض روایات میں ہے کہ اُن کے اور لوگوں کے درمیان حجاب کھینچا۔ اور بعض روایت میں ہے کہ اپنے عبا سے پردہ کیا۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضورؐ نے نکاح کیا ہے کیونکہ پردہ کا حکم حرم کے لیے ہے لونڈی پر پردہ نہیں ہے۔

ابن سعدؒ نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت صفیہؓ خیبر سے مدینہ آئیں تو حارثہ بن النعمان کے مکان میں ٹھہرائی گئیں۔ اُن کے حسن و جمال کا شہرہ ہوا تو انصار کی عورتیں اُن کو دیکھنے آئیں۔ اور حضرت عائشہؓ بھی نقاب اوڑھ کر آئیں مگر رسول اللہؐ نے اُن کو پہچان لیا۔ جب

واپس چلیں تو حضورؐ بھی اُن کے ساتھ چلے۔ اور پوچھا کہ عائشہؓ تم نے کیسا دیکھا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ دیکھا۔ یہودیہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو۔ وہ مسلمان ہو گئی ہے۔ اور اچھی مسلمان ہوئی ہے تو دیکھی ہیں حضرت صفیہؓ سے مروی ہے کہ اُن کو خبر ملی کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کہتی ہیں کہ ہم عند اللہ اولاد والی مکرم ہیں کیونکہ ہم رسول اللہؐ کی ازواج بھی ہیں۔ اور بنت عم بھی۔ حضرت صفیہؓ نے رسول اللہؐ سے اس کو ذکر کیا۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے یہ نہ کہا کہ تم مجھ سے زیادہ مکرم کیونکر ہو سکتی ہو میرے شوہر محمدؐ ہیں۔ میرے باپ ہارون نبی ہیں۔ میرے چچا حضرت موسیٰ نبی ہیں علیہم السلام

اصابہ میں ہے کہ ایک دفعہ کسی سفر میں حضرت صفیہؓ کے لیے حضرت زینب بنت جحش ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ایک فاضل اونٹ مانگا۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا میں یہودیہ کو اونٹ دوں حضورؐ اس سے بہت ناخوش ہوئے اور اُن سے دو یا تین مہینہ تک بات نہ کی۔

ابن سعدؒ نے ابنہ بنت ابی تمیس الفزاریہؓ سے بطریق واقدی روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہؓ نے فرمایا کہ جب میں رسول اللہؐ کے پاس آئی تو پورے سترہ برس کی نہ تھی۔ اور حضرت صفیہؓ کا انتقال ۵۰ھ میں ہوا اور واقدی کی ایک روایت ہے کہ ۵۲ھ میں انتقال ہوا۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہی اقرب الصواب ہے ابن مندہ اور ابن حبان ۵۲ھ کہتے ہیں مگر ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ وہ غلط ہے کیونکہ ۵۲ھ میں تو علی رضی اللہ عنہ شہید بھی نہ ہوئے تھے حالانکہ صحیحین میں اُن کی یہ روایت حضرت صفیہؓ سے ثابت ہے واللہ اعلم حضرت صفیہؓ کا حال بخوبی تجزیہ میں بھی بیان ہو چکا ہے۔

میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت صفیہؓ کے بعد حضورؐ نے ام المومنین میمونہ بنت الحارثؓ ہلالیہ سے عقد کیا۔ ابن سعدؒ کہتے ہیں کہ یہ سب سے آخری عورت ہیں جن سے حضورؐ نے عقد کیا۔ اور خلوت ہوئی حضرت میمونہؓ بلا ایدیقیں پکی ہیں۔ اور بڑے بڑے عزیزوں سے اُن کا رشتہ تھا۔ ایک بہن اُن کی ام الفضل لبابہ کبریٰ تھیں۔ حضرت عباسؓ کی زوجہ جنکے چھ لڑکے مشاہیر اسلام سے ہیں فضل قثم عبداللہ

Scanned by CamScanner

عقیلہ، عبشمہ، شمس۔ اور عبدالرحمٰن۔ دوسری بہن لبابہ صغریٰ تھیں یعنی ام حضرت خالد بن الولید کی ماں تھیں۔ ابن حجر نے اصابہ میں ابن مندہ سے نقل کیا ہے کہ حضار انہیں کا نام تھا۔ زرقانی نے بعض سے نقل کیا ہے کہ حضار ابی کی زوجہ تھیں۔ زرقانی کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ خالد بن الولید کی پیدائش کے بعد ولید نے طلاق دیدیا ہو اور ابی نے عقد کر لیا ہو۔ ایک بہن برزہ تھیں جو حارث بن الاسلم کی ماں تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ انہیں کا نام ہزرہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ فاختہ دوسری بہن کا نام تھا جو ہند کی کلابیہ سے پیدا ہوئی تھیں ایک بہن ام حفید بنت الحارث ہزیلہ تھا۔ موطا میں تفصیل سے اور صحیحین میں اختصار کے ساتھ روایت ہے کہ رسول اللہ حضرت میمونہ کے مکان میں تشریف لے گئے وہاں عبداللہ ابن عباس اور خالد بن ولید بھی تھے اور سامنے گوہ کا گوشت بھی تھا۔ حضرت میمونہ نے فرمایا کہ یہ میری بہن حفیدہ بنت الحارث نے ہدیہ دیا ہے۔ حضور نے اس میں سے خود نہیں کھایا لیکن آپ کی اجازت سے اور دوں نے آپ کے دسترخوان پر کھایا۔ طحاوی نے ایک روایت لکھی ہے کہ آپ کے نہ کھانے سے حضرت میمونہ نے بھی نہ کھایا۔

یہ سب باپ کی طرف سے حضرت میمونہ کی بہنیں تھیں۔ اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ ماں کی طرف سے ان کی ایک بہن اسماء بنت عمیس تھیں۔ جو حضرت جعفر بن ابی طالب کی زوجہ تھیں۔ اور ان سے ان کو تین لڑکے تھے عبداللہ۔ محمد اور عون۔ ان کے شہید ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے عقد کیا۔ ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ ان کے بعد ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عقد کیا تو یحییٰ۔ اور عون پیدا ہوئے۔ ماں کی طرف سے دوسری بہن سلمیٰ بنت عمیس تھیں جو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی زوجہ تھیں۔ اور ان کو ان سے ایک لڑکی تھیں امامہ اللہ تھیں حضور نے ام الفضل ام عبداللہ کے لڑکے سلمہ ابن ابی سلمہ سے بیاہ دیا تھا۔ حضرت حمزہ کے بعد سلمیٰ بنت عمیس نے شداد ابن الہاد اللیثی سے عقد کیا تو عبداللہ اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔ ماں کی طرف سے ان کی ایک بہن اور سلامہ بنت عمیس تھیں مگر وہ مسلمان نہ ہوئیں۔

حضور سے پہلے حضرت میمونہ ابی رہم بطن رائے سلمہ وسکون ہا ابن عبد العزیٰ ابن عبد دو

ابن مالک ابن حنظل ابن عامر ابن لوی کے پاس تھیں یا خمرہ بفتح سین وسکون خا معجمہ وفتح یا سے موحدہ وراء مہملہ ابن ابی رہم کے پاس۔ یا عویلب بن عبد العزیٰ کے یعنی ابی رہم کے بھائی کے یا فروہ ابن عبد العزیٰ کے۔ اصابہ میں ہے کہ فروہ عویلب کا بھائی تھا لیکن زرقانی کہتے ہیں کہ ابن ابی خیثمہ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس فروہ کا نسب ہے (فروہ ابن عبد العزیٰ ابن سعد ابن عثمان ابن عبدان اس سے معلوم ہوا کہ یہ دوسرا شخص ہے جو عویلب کا بھائی نہیں ہے۔ اور زرقانی نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ ابی رہم سے پہلے حضرت میمونہ مسعود ابن عمرو ابن عمیر الثقفی کی زوجہ تھیں۔

حضرت میمونہ نے حضور نے عمرۃ القضاء کے زمانہ میں عقد کیا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے لیکن احرام کا شدید اختلاف ہے اس امر میں ہے کہ نکاح کے وقت آپ محرم تھے یا نہیں۔ میں نے قرۃ القضاء میں بحث کو پوری تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ بعض نے ان اقوال کو اس طرح جمع کیا ہے کہ جب آپ نے نکاح کیا تو محرم تھے لیکن زفاف احرام سے خارج ہونے کے بعد حل میں کیا اور کہتے ہیں کہ سیاق قصہ سے یہ بالکل واضح ہے۔

اصابہ میں ہے کہ کیسان ابن عدنان صفیہ بنت شیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے حضرت میمونہ سے مقام سرف میں عقد کیا۔ اور سرف ہی میں ایک قبہ میں زفاف ہوا۔ اور سرف ہی میں حضرت میمونہ کا انتقال ہوا۔ اور اسی مقام میں دفن ہوئیں جہاں زفاف کا قبہ تھا۔

حضرت میمونہ کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا۔ ابن حجر اسی کو صحیح کہتے ہیں۔ (۶۱، ۶۳، ۶۶۱/۱) کی روایتیں صحیح نہیں ہیں کیونکہ یہ ثابت ہے کہ انکا انتقال حضرت عائشہ سے پہلے ہوا واللہ اعلم

دوسری ازواج حضور کی گیارہ ازواج مطہرات رہیں ان پر سب کا اتفاق ہے اور کسی کو اختلاف نہیں ان میں سے حضرت خدیجہ کا ہجرت سے پہلے انتقال ہو گیا۔ اور تمام مساکین والمومنین زینب بنت خزیمہ کا حضور کے دو تین مہینہ بعد حضور کے سامنے انتقال ہو گیا۔ حضور کے انتقال کے وقت نو بیویاں موجود تھیں جنمیں سے آٹھ پر باریاں تقسیم ہوتی تھیں لیکن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو ہبہ کر دیا تھا۔ ان نو میں سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے

Scanned by CamScanner

سب سے پہلے ۵۹ھ میں انتقال کیا، اور سب کے بعد ۶۲ھ یا ۶۳ھ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انتقال کیا۔

واقدی کا قول مختار یہ ہے کہ حضرت ریحانہؓ کو آزاد کر کے اُن سے بھی حضورؐ نے عقد کیا تھا بعض علماء اسی کو ثابت کہتے ہیں لیکن مشہور اور صحیح یہ ہے کہ حضرت ریحانہؓ مملوکہ عین کی بنا پر حضورؐ کی تصرف میں تھیں۔ اُن سے عقد نہیں ہوا۔

ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ کی مشہور ازواج مطہرات ہیں جن سے حضورؐ نے نکاح کیا ہے اور خلوت ہوئی۔ باقی چار یا پانچ عورتیں اور ہیں جن سے حضورؐ کے نکاح کا پیغام ہوا مگر نکاح ہوا نہیں۔ یا جنہوں نے اپنے نفس کو حضورؐ کے لیے ہبہ کیا مگر حضورؐ نے اُن کو اپنی زوجیت میں نہیں لیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ایسی تین عورتیں ہیں۔ مگر جو لوگ رسول اللہؐ کی سیرت اور حالات سے اچھی طرح واقف ہیں وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

جونبہ کندیہ کی نسبت صحیح یہ ہے کہ اُس کے پاس حضورؐ نے پہلے نکاح کا پیغام بھیجا پھر خود تشریف لے گئے اور پیغام دیا تو اس نے استعاذہ کیا یعنی آپ نے اس سے نکاح نہ کیا بخلاف کا بھی

سلہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی لونڈی ریحانہؓ کے انتقال کے بعد قاسم بنت اطہاک کلابیہ سے نکاح کیا۔ اور سبب بنت ثعلبہ نازل ہوئی تو اُس کو اختیار دیا۔ اور اُس نے دنیا اختیار کی۔ اور ابن سعد نے واقدی کا روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے کلابیہ سے بعد حبشہ سے نکاح کیا جبکہ آنے کے بعد۔ اور واقدی زہری سے روایت کیا ہے کہ فاطمہ بنت اطہاک وہ عورت ہے جس نے استعاذہ کیا تھا تو حضورؐ نے طلاق دیدیا۔ پیچھے یہ چکھیاں چنا کرتی تھی اور کہتی تھی انا الشقیۃ

لیکن حدیث صحیح میں ہے کہ اطہاک ابن سفیان نے رسول اللہؐ کے سامنے اپنی بیٹی کا نام پیش کیا۔ اور اسکے ساتھ یہی ذکر کیا کہ وہ کبھی بیمار نہیں پڑی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کوئی خوبی نہیں ہے بیماری گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ اور آپ نے نکاح سے انکار کر دیا۔ تخییر کے حکم میں اس کا شامل ہونا اگر صحیح نہیں ہے۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہنی ہیں کہ تخییر کا حکم نازل ہوا تو حضورؐ نے سب سے پہلے مجھ سے یہ فرمایا۔ میں نے خدا و رسول کو اختیار کیا اور ازواج رسول اللہؐ نے میری اتباع کی۔ اور بعض روایت میں تصریح ہے کہ تمام ازواج رسول اللہؐ نے خدا و رسول کو اختیار کیا۔ قتادہ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ تخییر کے وقت حضورؐ کی نو ازواج تھیں

یہی حال ہے۔ اور جس کے بدن پر برص کا سفید داغ تھا اس کا بھی یہی حال ہے۔ اُن میں سے کسی کے ساتھ نکاح ہوا نہ خلوت ہوئی۔ اور جس نے اپنے نفس کو حضورؐ کے لیے ہبہ کیا تھا اُس کا عقد آپ نے ایک صحابی سے کر دیا۔ اور قرآن پاک کی بعض سورتیں مہر مقرر کر دیں۔ واہبہ کا حال تعیین کے مختلف ابواب میں بالتفصیل موجود ہے۔

امام بخاری اپنی صحیح میں تعلیقاً ذکر کرتے ہیں کہ عباس بن سہیل اپنے والد اور ابی اسید سے روایت روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ایمہ بنت شراحیل سے عقد کیا۔ اور ابن قدامہ میں ابو عمر کا قول لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہؐ نے اسماء بنت نعمان ابن الحارث بن شراحیل سے عقد کیا۔ اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ تفریق کیونکر ہوئی۔ لیکن خود امام بخاری اس سے پہلے اسکو

نقد صفحہ ۶۰۶

اور وہ یہی نو عورتیں ہیں جو آپ کی وفات کے وقت تھیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

سلہ مسند امام احمد میں بہ بن کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ بنی غفار کی ایک عورت سے آپ نے خلوت کیا۔ اور اسکے پاس گئے بیٹھے لیکن اس کے بدن میں سفید داغ دیکھا تو الگ ہو گئے۔ اور جو کچھ اُس کو دیا تھا وہ واپس نہ کیا۔ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت سے نکاح ہوا تھا مگر صحبت نہیں ہوئی واللہ اعلم ۱۲ منہ

سلہ بخاری میں تعلیقاً حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جن عورتوں نے خود کو رسول اللہؐ کے لیے ہبہ کیا تھا اُن میں ایک خولہ بنت حکیم ہیں۔ اور حضرت عثمان بن مظعون کی زوجہ تھیں بعض کہتے ہیں کہ یہ قصہ حضرت عثمان کے نکاح کے قبل کا ہے۔ مگر ابن سعد نے حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ کی نسبت رسول اللہؐ کی تھی اور سودہؓ کی حضرت عثمان کی زوجہ تھیں۔ اور یہ تعلق ہے کہ حضرت عمرؓ کی حیات میں حضورؐ نے کسی عورت سے نکاح نہ کیا۔ دوم اُس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر کیا تھی کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کی حیات میں حضورؐ کے لیے ہبہ کیا۔ اور اُن کے حق میں آیہ نازل ہوئی یا تو پیدا بھی نہ ہوئی ہوں گی۔ یا ہوں گی تو بہت ہی سے کم کی عمر ہوں گی۔ والعادی اسید کہہ چکا ہے کہ امر شرعی میں گواہ وہ ہے جو دیکھے یہ کیوں نہیں۔ اور کب انہوں نے اپنے کو ہبہ کیا بعض کہتے ہیں کہ خولہ بنت حکیم کی نسبت ہے بعض کہتے ہیں کہ ام شریک کی نسبت ہے بعض کہتے ہیں کہ زینب بنت خزیمہ کی نسبت ہے۔ اور ابتداء اسلام میں اُن سے عقد ہوا۔ مگر پھر چھوٹ گیا۔ کما فی حضرت ضریعہؓ کی بہت میں تب سے کسی سے عقد نہیں کیا۔ بعض انصاریہ کہتے ہیں بعض زوجہ گراس باہلیہ میں کوئی بھی روایت نہیں ہے قیاسات ہیں صحیح روایتیں نہیں ہاں کسی کو ہو چکا آپ نے ایک صحابی سے عقد کر دیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

دوسری طرح مسنداً روایت کرتے ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ ابنہ سنت شراحیل کے مکان میں جو نیہ اکر ٹھہری تھی۔ اس کے پاس رسول اللہ گئے تھے۔ اور حضرت اسیدؓ بھی ساتھ تھے۔ اور جونیہ وہی امامہ بنت النعمان ہے ابو عمر تو کہتے ہیں کہ اس کے نکاح پر اجماع ہے لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ اصحاب میں کو اس کا علم نہیں ہے کہ نکاح ہوا۔

اس باب میں تین روایتیں درست صحیح ہیں۔ بخاری میں ہے کہ ابنۃ الجون جب رسول اللہ کے پاس داخل ہوئی۔ اور آپ اس کے قریب ہوئے تو اس نے کہا اعوذ باللہ منک حضورؐ نے فرمایا عذت بعظیم الحقی باھلک یعنی تو نے بڑے کی پناہ مانگی۔ اپنے لوگوں میں جاؤ۔

دوسری حدیث اسی بخاری میں ہے حمزہ ابن اسیدؓ اپنے والد حضرت اسیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ جونیہ کے پاس آئے۔ جو امیمہ بنت النعمان بن شراحیل کے مکان میں ٹھہری ہوئی تھی۔ یہ مکان کھجوروں کے باغ میں تھا۔ اور اس کے ساتھ اسکی دایہ بھی تھی حضورؐ اسکے پاس داخل ہوئے اور فرمایا کہ تو اپنے کو میرے لیے ہبہ کر دے۔ اس نے کہا کہ کیا کوئی ملکہ اپنے آپ کو کسی بازاری کے لیے ہبہ کرتی ہے۔ رسول اللہ نے اس کو تسکین دینی چاہی مگر اس نے کہا اعوذ باللہ منک حضورؐ نے فرمایا عذت معاذ تو نے اس کی پناہ مانگی جو پناہ دینے والا ہے۔ اور اس کے پاس سے نکل آئے اور حضرت اسیدؓ سے کہا کہ اس کو دو کپڑا پہنا دو۔ اور اسکے اپنے لوگوں میں پہنچا دو۔

اور صحیح مسلم میں حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے عرب کی ایک عورت کا حال سنا تو حضرت اسیدؓ سے کہا کہ اس کو بلاؤ۔ وہ آئی اور بنی ساعدہ میں اکر ٹھہری۔ اس کے بعد رسول اللہ اس کے پاس داخل ہوئے گفتگو ہوئی تو اس نے کہا اعوذ باللہ منک حضورؐ نے فرمایا قد اعذتک مجھ میں تیرے تجھ کو اپنے سے پناہ دیدی۔ لوگوں نے اس کے بعد اس سے پوچھا کہ تو نے کیا کہ یہ کون تھے کہا کہ نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ تھے۔ اور اس لیے آئے تھے کہ تجھ کو نکاح کا پیغام دیں۔ اس نے کہا کہ میں بدبخت تھی کنت اشقی من ذلک[1]

[1] یہ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں اور بعض نسخوں کا خیال ہے کہ بیہقی کی روایتوں میں جو ایک کی حالت مذکور ہے وہ بیشتر یہ تھی اور کہتی تھی انا اشقیۃ (وہی ہے ۱۲ منہ)

[2] ابو اسید کا اصلی نام مزدح ہے حضورؐ نے جو بیر خرما کے پیدا ہونے پر اسید نام رکھا تھا۔ حضورؐ کے وصال تک وہ زندہ رہے ان کی کثیر اولاد تھی ۱۲ منہ

ظاہر ہے کہ یہ سب ایک ہی قصہ ہے۔ اور مسلم کی روایت نے فیصلہ کر دیا کہ نکاح ہوا نہیں تھا بلکہ حضورؐ نکاح کا پیغام دینے گئے تھے۔ بخاری کے الفاظ میں ھبتی لی نفسک ہے اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ مجھ سے نکاح کر لو۔۔۔ باقی ضعیف اور غیر مستند روایات ہیں جو اور تصریحات ہیں۔ وہ اس کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔

سراری

حضورؐ کی چار کنیزیں تھیں جنہیں ملک یمین کی بنا پر آپ تصرف کرتے تھے۔

(۱) حضرت ماریہ قبطیہ مقوقس نے ۷ھ میں ان کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ان کی ماں رومی تھیں اور قبطی اس لیے بہت حسین تھیں۔ اور بہت سفید پوش۔ یہ حضورؐ کی ام ولد ہیں۔ ذوالحجہ ۱۶ھ میں ان سے حضورؐ کو ایک لڑکا ہوا۔ ان کا نام حضرت ابراہیم تھا۔ بچپن میں انتقال ہو گیا۔ حضرت ماریہ کو کنیز نہیں مگر حضورؐ ان کو پردہ میں رکھتے تھے ۱۶ھ میں ان کا انتقال ہوا اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

(۲) ریحانہ بنت شمعون نضریہ بنی عمرو (بعض بنی عمر) ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ بنی قریظہ کی تھیں اور ابن سعد کہتے ہیں کہ بنی نضیر کی تھیں لیکن بنی قریظہ میں بیاہی گئی تھیں۔ پہلا قول عند الاکثر صحیح ہے ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان میں ملک یمین کی بنا پر حضورؐ تصرف کرتے تھے۔ مگر ابن سعد بسند واقدی روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے آزاد کر کے ان سے عقد کیا تھا۔ پہلا قول صحیح ہے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے بعد حضورؐ کے سامنے انہوں نے انتقال کیا۔ اور بقیع میں دفن ہوئیں

(۳) حضرت زینب بنت جحش کی ایک کنیز تھیں تفیسہ انہوں نے حضورؐ کو ہبہ کر دیا تھا (اصابہ)

(۴) ایک کنیز اور تھیں جو حسین تھیں۔ اور کسی غزوہ میں آئی تھیں۔

مہر

حضرت عائشہؓ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ کا مہر اپنی ازواج کے ساتھ بارہ اوقیہ اور

[1] مجھ کو بلا نفسی ہبہ کر دو۔ نفسہ صفحہ ۔۔۔ کی طرح ہبہ میں ۔۔۔ ہے یہ بی بی خولہ بنت حکیم ہیں جن صحابی کو انہوں نے ہبہ کیا تھا ۱۲

[2] اس میں سے آگے ہیں ۱۲

ایک نش تھا۔ اور حضرت عائشہؓ نے ابو سلمہؓ سے پوچھا کہ جانتے ہو نش کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ نصف اوقیہ چالیس درہم اور نش بیس درہم ہوتا ہے۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی کسی زوجہ یا کسی لڑکی کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ پر کیا ہو۔ اس کو احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ حضرت عروہ نے نش کا ذکر نہیں کیا غالباً اس وجہ سے کہ انکا راوقیہ کی زیادتی کا ہے کسرات کا نہیں۔

حضرت صفیہؓ کے نسبت متفق علیہ روایت ہے کہ جعل عتقها صداقها یعنی اُن کے عتق کو حضورؐ نے اُن کا مہر قرار دیا۔ یہ حضرت عروہ کی روایت کے خلاف نہیں ہے اسلئے کہ اُس میں زیادتی کا انکار ہے کمی کا نہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت کا حکم اکثری ہے کلی نہیں۔

ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ نجاشی نے حبشہ میں حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح رسول اللہؐ سے کیا۔ اور چار ہزار درہم ایک روایت میں ہے کہ چار ہزار دینار اپنے پاس سے مہر ادا کیا۔ اور انکو شرحبیل ابن حسنہ کے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس بھیجدیا۔ حضرت عروہ نے اس کا اعتبار نہ کیا شاید اس وجہ سے کہ وہ نجاشی نے خود مقرر کیا تھا۔ اور خود ادا کیا تھا۔

ابن اسحٰق نے بعض ازواج کا مہر چار سو درہم لکھا ہے۔ مگر مذکورہ بالا روایت کو اُس پر جو ترجیح حاصل ہے وہ ظاہر ہے۔

حضرت عمرؓ کا مہر گو اسلام کے قبل مقرر ہوا تھا مگر وہ بھی پانچسو درہم تھا۔ ابنہ خولہ بنت الہجیم کے خطبہ میں اوقیہ کا ذکر ہے۔ اور ورقہ ابن نوفل کے خطبہ میں چار سو مثقال بمثقال سات چنا نہ کا ہوتا ہے۔ اور درہم سات تین ماشہ کا۔ تو اس حساب سے چار سو مثقال کا پانچسو چودہ درہم ایک ماشہ ہوتا ہے۔ یہ کچھ قابل اعتبار فرق نہیں ہے۔ اور اگر اونٹ کی قیمت پچیس درہم اُسوقت تسلیم کرلیں تو پانچسو درہم ہو جاتا ہے۔

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ مہر زیادہ ہونا اچھا نہیں ہے حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ

مہر میں زیادتی مذکر اگر دنیا یا دین میں اچھا ہوتا تو رسول اللہؐ زیادہ کرتے

اسلام کی خدمت

امہات المومنین کا حصہ اسلامی تعلیمات میں بہت زیادہ ہے خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہؓ کا جنکی کثیر بے حد مفید حدیثوں نے بہت سے مشکل مسائل کی گرہ کشائی کی ہے۔ امہات المومنین کی دو ہزار آٹھ سو بائیس حدیثیں صحاح وغیر صحاح میں اس وقت متداول ہیں جنمیں دو ہزار دو سو حدیثیں حضرت عائشہؓ کی ہیں۔ ایک سو چوبیس متفق علیہ جن میں افراد بخاری سترہ افراد مسلم باقی اور کتابوں میں پائی حضرت سودہؓ کی ایک بخاری میں چار دوسری کتابوں میں سات حدیثیں حضرت حفصہؓ کی ہیں۔ جس میں چار متفق علیہ ہیں۔ تین سو اٹھتر حضرت ام سلمہؓ کی ہیں تیرہ متفق علیہ تین افراد بخاری تیرہ افراد مسلم۔ گیارہ حضرت زینب بنت جحشؓ کی ہیں جس میں نو متفق علیہ ہے۔ سات حضرت جویریہؓ کی جس میں دو افراد بخاری دو افراد مسلم پینسٹھ حضرت ام حبیبہؓ کی ہے جس میں دو متفق علیہ جو ایک افراد مسلم دس حضرت صفیہؓ کی جس میں ایک متفق علیہ ہے۔ اور چنتر حضرت میمونہؓ کی جس میں متفق علیہ ایک افراد بخاری ایک افراد مسلم۔

حضرت عائشہؓ نے بہت سی مفید حدیثیں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اس کے علاوہ اپنے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضرت عمرؓ سے۔ حضرت فاطمہؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت اُسید ابن حضیرؓ۔ جذامہ بنت وہبؓ اور قرصافہ عمرؓ سے۔ اور حضرت عائشہؓ سے بھی بہت سے صحابی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت ابوموسیٰ حضرت زید ابن خالدؓ۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت مرجانہ ابن عمرو الحرشی۔ حضرت سائب ابن یزیدؓ۔ صفیہ بنت شیبہؓ عبداللہ بن عامر ابن ربیعہؓ۔ عبداللہ بن الحارث بن نوفلؓ وغیرہ۔ حضرت عائشہؓ کے عزیزوں نے بھی اُن سے روایت کی ہے۔ اُن کی بہن اُمّ کلثوم بنت ابی بکرؓ اور رضاعی بھائی عوف ابن الحارثؓ اور محمد بن ابی بکرؓ کے دو لڑکے عبداللہؓ اور قاسمؓ اور عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ کی دو لڑکیاں حفصہؓ اور اسماءؓ

ه من ابوهريرة. حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتا ہوں اللہ سے ڈرو اے ابوبکر حضرت ابوہریرہؓ کو ابوبکر سے بہتر سمجھتے تھے اور حضرت عائشہؓ بھی ابوہریرہؓ کو ابوبکر سے بہتر سمجھتی تھیں۔ آدمی

عبدالرحمن ابن ابی بکر کے پوتے عبداللہ ابن ابی عتیق ابن عبدالرحمن - اُن کی بہن حضرت اسماءؓ کے دو لڑکے عبداللہ ابن زبیر اور عروہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن زبیر کے دو لڑکے عباد اور حبیب اور اُن کی بہن کلثوم بنت ابی بکر کی لڑکی عائشہ بنت طلحہ یہ سب بلاواسطہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں - اور حضرت عائشہؓ کے غلاموں میں سے ابوبکرؓ - ذکوانؓ - ابویونسؓ - ابن فروح بھی ان سے روایۃ کرتے ہیں - کبار تابعین میں سے یہ لوگ بلاواسطہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں - سعید ابن المسیب - عمرو ابن میمون - علقمہ ابن قیس - مسروق - عبداللہ بن حکیم - اسود ابن یزید - ابوسلمہ ابن عبدالرحمن - ابووائل -

حضرت ام سلمہؓ نے بھی بہت حدیثیں رسول اللہؐ سے روایت کی ہے - اور حضرت ابوسلمہؓ سے اور ام سلمہؓ سے ان کی دو اولاد روایت کرتے ہیں - عمر اور زینب اور انکے مکاتب نبہان - اُنکے بھائی عامر ابن ابی امیہ اور عبداللہ بن رافع - نافع سفینہ - ابوکثیر سلیمان ابن یسار اور اُن سے بعض اصحاب رسول اللہؐ نے بھی روایت کیا ہے - حضرت ابن عباسؓ - حضرت عائشہؓ - ابوسعید خدریؓ - قبیصہ ابن ذویبؓ - نافع مولے ابن عمرؓ - اور عبدالرحمن ابن الحارثؓ بن ہشام وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین -

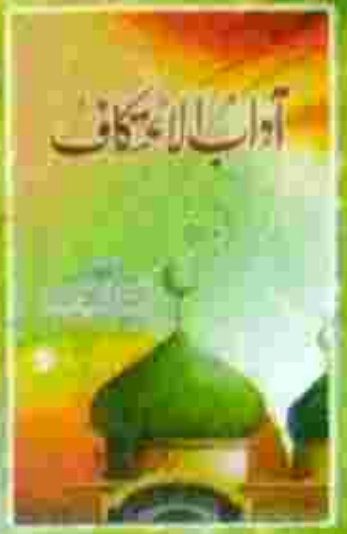

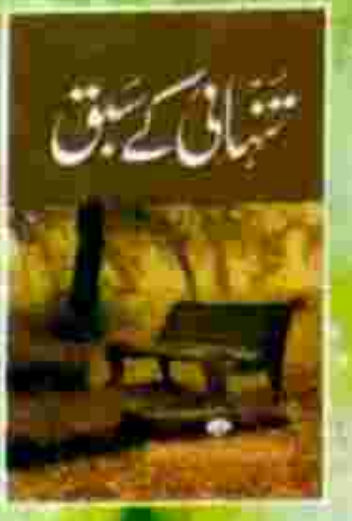

NAIMIA BOOK DEPOT
DEOBAND-247554 (U.P.) INDIA
Ph: (01336) 228894(O) 224556(R) 01336-222491(FAX)
e-mail: naimiabookdepot@yahoo.com

Rs. 260/-

Scanned by CamScanner